تم میرے ہو کر رہو

صالحہ محمود

تم میرے ہو کر رہو

صالحہ محمود

تم میرے ہو کر رہو

بارش کب کی تھم چکی تھی، اِکا دُکا پانی کے قطرے درختوں کے پتوں سے ٹپک رہے تھے، دور دور تک اندھیرے کا راج تھا، پورے علاقے کی بجلی غائب تھی، حبس اور گرمی کی شدت سے تنگ آ کر وہ لان میں تقریباً ایک گھنٹے سے ٹہل رہا تھا، صبح اسے ایک اہم میٹنگ میں شرکت کرنی تھی، ہزاروں سوالات تھے جو دماغ میں سرسرا رہے تھے، نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی، وہ ٹہلتے ٹہلتے لان کے ایک سرے پر ٹھٹک گیا، اسے یوں لگا جیسے کوئی اسے تیسری منزل سے نیچے واچ کر رہا ہے، پہلے وہ واہمہ سمجھ کر

آہستہ آہستہ ٹہلتا رہا لیکن انسانی حِس نے اسے بیدار کر دیا تھا' اوروہ کسی بھی خطرناک لمحے کے لئے خود کو تیار کر چکا تھا۔

لان میں اس کے قدموں کی آواز بہت آہستہ ہو گئی تھی' ذہن ابھی تک وہی سوچ رہا تھا کہ آخر اتنی اندھیری رات میں نور محل کی تیسری منزل سے کون اسے یوں دیکھ سکتا ہے جبکہ گیٹ پر تین پہرے دار موجود ہیں جو اپنی ڈیوٹی بدلتے وقت ذرا سی بھی غفلت نہیں کرتے... پھر اس گیٹ سے گزر کر کوئی تیسری منزل تک کیسے پہنچے گا' ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا۔

''امی!'' ایک دلخراش چیخ اندھیرے میں دور دور تک سنی گئی۔گارڈ نے لگاتار کئی ہوائی فائر کئے۔وہ جھپٹ کر لان سے کمرے میں آیا اور سرچ لائٹ اٹھا کر وہ تیزی سے زینہ طے کرتا ہوا بالکل کمانڈو ایکشن میں وہ آواز کی سمت کا تعین کرتے ہوئے نور محل کی تیسری منزل پر موجود تھا۔اس نے روشنی اس کے چہرے پر ڈالی تو وہ نیم مردہ سی منڈیر کے کونے پر گری پڑی تھی۔

''تم...؟'' وہ حیرت سے دو قدم اور آگے بڑھا ہی تھا کہ فاطمہ گھبرا کر کمرے سے باہر آ گئی تھیں۔

''ارے کہاں ہے وہ؟'' ان کی آواز خوف سے لرز رہی تھی' وہ جلدی سے اس کی طرف بڑھیں اور جھک کر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

''کیا ہوا میری بچی بولتی کیوں نہیں' یہاں اندھیری رات میں کیا کرنے آئی تھی؟'' ان کی آواز ابھی تک کپکپا رہی تھی' ایک خوف تھا جو ان کے چہرے پر عیاں تھا۔وہ اس کو اپنی بانہوں کے گھیرے میں لیتے ہوئے' اس کے گیلے بالوں کو سمیٹ رہی تھیں اور وہ کسی منجمد برف کی طرح ابھی تک بے سدھ سی پڑی تھی۔سرچ لائٹ کی روشنی میں اس کا بھیگا ہوا وجود اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ مسلسل کئی گھنٹوں سے وہ کھلی چھت پر تھی' وہ چیخی کیوں، یہ ایک راز تھا؟ کون تھا وہ یہ ایک سوال تھا؟ جس نے فہد مصطفی کو کسی گہری سوچ میں مبتلا کر رکھا تھا۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں وہ کون تھا؟ تم بولتی کیوں نہیں ہو، جواب دو۔"

اس نے ٹارچ کی پوری روشنی اس کے چہرے پر ڈالی تو اس نے اپنا چہرہ بائیں جانب موڑ لیا، اندھیری رات کے سناٹے میں وہ بھیگی منڈیر کے کونے میں سہمی ہوئی کھڑی تھی۔

"کیا ہوا؟ کون چیخا تھا اتنی زور سے۔" برابر والی بالکونی میں کوئی وہیں سے پوچھ رہا تھا، ساتھ والی کوٹھی کی چھت پر بھی لوگ آ گئے تھے۔

"خیریت تو ہے سب؟" کچھ لوگ سڑک پر نکل آئے تھے۔

"تم بولتی کیوں نہیں ہو۔" وہ اور قریب آ گیا، وہ تھرتھر ابھی تک کانپ رہی تھی... سماعت سے بہری اور بصیرت سے آج وہ اندھی ہو گئی تھی، لب کھولنا چاہتی تھی پر خوف غالب آ گیا تھا۔فہد بضد تھا کہ وہ جواب دے لیکن وہ سر جھکائے سہمی ہوئی آشفتہ سو کھڑی تھی۔

"کیا ہوا فاطمہ! سب خیریت تو ہے؟" دلہن چچی بھی اوپر پہنچ گئی تھیں۔

"لگتا ہے ڈر گئی۔" ان کی نظر شیزرے پر پڑی تو وہ خود ہی بول پڑیں۔

"نجانے کیا ہوا میں تو گہری نیند میں تھی، یہ چیخی تو آنکھ کھلی، اللہ ہی جانے کس چیز سے ڈر گئی۔" فاطمہ خود حیران سی اس کی بھیگی لٹوں کو بار بار کان کے پیچھے کر رہی تھیں اور وہ خود ساکت سی کھڑی تھی۔

"ٹھیک ہے بیٹا! میں اس کو سنبھال لوں گی، تم جائو شاید یہ کسی سے ڈر گئی۔" شاید فاطمہ بات کی تہہ تک پہنچ گئی تھیں یا پھر کسی بات کا خوف تھا جو اس کی موجودگی سے فوراً ہی پیدا ہوا تھا۔اس نے چاروں طرف روشنی ڈالی، پوری کھلی چھت برسات میں بھیگی پڑی تھی، وہ آہستہ سے دوسرے سرے پر گیا پھر وہاں سے اس نے پورے نور محل کا جائزہ لیا، اس کے اردگرد ایک پرندہ بھی نہیں جاگ رہا تھا، ہر طرف ایک خوفناک سناٹا تھا جو گارڈ کی فائرنگ اور شیزرے کی چیخ سے پھیل گیا تھا، اردگرد رہنے والے اپنے گھروں میں دبک گئے تھے، گویا کہیں سخت مقابلہ ہوا ہے... لیکن پھر مسلسل خاموشی سے چند منٹ بعد ہی لوگ گھروں کی کھڑکیوں سے جھانک کر باہر کا جائزہ لینے لگے۔

"کیا ہوا خیریت تو ہے فاطمہ خالہ! شیزرے کیوں چیخی تھی؟" برابر والی کوٹھی سے نکل کر کوئی بالکونی پر آ کر پوچھ رہا تھا۔

"یہ چیخ تو اوپر والی منزل سے آئی تھی، پھر گارڈ نے لگاتار کئی فائر کئے، اللہ جانے کیا ہوا ہے، میں تو جاگ ہی رہی تھی۔" کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کو اطلاع فراہم کر رہی تھی۔

"سب خیریت تو ہے۔" کئی افراد گھروں سے نکل کر سڑک پر آ گئے تھے۔

"صاحب! دور دور تک کوئی نہیں ہے۔" باڈی گارڈ جو فہد کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا چھت کے چاروں طرف چکر لگا چکا تھا بولا تھا۔

کھلی چھت پر ٹین تلے، جہاں اکو میاں نے کبوتروں کی کابکوں کو رکھا ہوا تھا، وہیں پر پڑی ہوئی بان کی چارپائی پر بے سدھ سے پڑے وہ سو رہے تھے۔اس نے قریب آ کر ٹارچ سے روشنی ان کے

چہرے پرڈالی، تو وہ تھوڑا سا نیند میں یوں کسمسائے گویا بہت گہری نیند چکا رہے ہوں۔ایسی بے خبر نیند پر دوسری طرف حیرت کے پہاڑ ٹوٹ رہے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھے۔آس پاس کے لوگ گھروں سے نکل آئے تھے، لیکن ایسی بھی نیند کیا کہ بیٹی کی چیخ پر ان کی آنکھ نہ کھلی، بس یہی ایک نکتہ تھا جہاں وہ خود سوچ میں پڑ گیا۔

"اکو چچا!" اس نے بھاری آواز میں پکارا، تو وہ برسوں کی مسافت بھرے لہجے میں آنکھ کھول کر دیکھنے لگے۔

"ارے میاں آپ!" وہ انجان سے بنے اور اٹھ کر بیٹھ گئے، چاروں طرف نظر دوڑائی اردگرد بھی کچھ لوگ نظر آئے۔

"میاں! خیریت تو ہے؟" وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔اس نے ایک گہری نظر ان کے بھیگے وجود پر ڈالی تو وہ کچھ شرمندہ سے ہو کر بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگے۔

"ٹین کی چھت کہیں کہیں سے ٹوٹی ہے۔" وہ مسلسل اپنا ہاتھ گیلے کپڑوں پر پھیر رہے تھے۔

"پ نے یہاں کوئی چیخ کی آواز سنی؟" فہد نے براہ راست سوال کیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ارے وہ ہو گی اپنی شیزرے، اسے تو بلی سے بھی ڈر لگتا ہے۔" اکو میاں کو زور کی ہنسی آئی اور ٹین تلے سے نکل کر وہ باہر آ گئے۔ایک دوسرے کو خبر ہوتی گئی، کئی لوگ نور محل کی چھت کے اوپر آ گئے تھے۔

"جہاں کبوتر ہوتے ہیں میاں وہاں یہ بلیاں ضرور آتی جاتی ہیں،اسی لئے تو میں یہاں پڑا سو رہا ہوتا ہوں۔" اکو میاں فہد کے قریب کھسک کر آئے کیوں کہ انہیں فہد سے یوں بھی خوف آتا تھا۔

"اب ذرا دھیان رکھیئے گا، اب اگر بلی نے حملہ کیا تو میں شوٹ کر دوں گا۔" یہ سن کر اکو کو جھرجھری سی آ گئی۔

وہ بُرے طریقے سے پانی میں شرابور تھی، یوں لگتا تھا بھری برسات اس پر سے گزر گئی ہے، کپڑوں کے ساتھ ساتھ ابھی تک دل کے اندر نجانے کون سا موسم بھیگ رہا تھا۔

"بولو! تم کیوں چیخی تھیں؟ کیا ہوا تھا تمہیں؟" اس نے سرچ لائٹ دوسرے ہاتھ میں تھامی اور دائیں ہاتھ سے اس کی بھیگی ہوئی کلائی تھام لی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی، لیکن اسے ہوش کب تھا، وہ اپنی سدھ بدھ تو پہلے ہی گنوا چکی تھی وہ بھربھری ریت کی طرح بے ساختہ زمین پر گرنے والی تھی کہ اس نے اسے تھام لیا، فاطمہ اس کے وجود سے لپٹ گئی تھیں۔

"شیزرے !ہوش میں آئو، کچھ نہیں ہوا، اندر چلو پوری بھیگ چکی ہو، کیوں جان گنوانے آئی تھیں۔" نجانے فاطمہ کی نظروں میں ایسا کیا تھا کہ فہد کو بھی کچھ محسوس ہوا، اس نے بہت گہری نظروں سے بے ہوش ہوتی ہوئی شیزرے پر نظر ڈالی تھی، پھر سب کی موجودگی کا احساس کرتے ہوئے خودبخود ہاتھ چھوٹ گیا اور ایک معمولی سی آہٹ پر جھپٹ کر چھت کی باؤنڈری سے سرچ لائٹ ڈال کر گندی گلی میں جھانکا جہاں ابھی ایک کتا کسی کو دیکھ کر بھونکا تھا، تیز تیز قدموں سے جانے والے کو اس نے غور سے دیکھنے کی کوشش کی مگر وہ رات کی تاریکی میں دور نکل گیا۔اس نے بہت غور سے پلٹ کر شیزرے کو دیکھا پھر ایک نظر میں اس نے پوری بھیگی ہوئی چھت کا جائزہ لیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

......☆......

رات کی بارش جو تھم چکی تھی، یہ ملگجی سی ایک صبح تھی، ابھی تک شیزرے کمبل اوڑھے ہوئے بے خبر سو رہی تھی، تبھی اکو میاں اس کے قریب سے کچھ اس طرح سے گزرے کہ وہ چیخ کر اٹھ بیٹھی۔

”ابا...!“ کہہ کر وہ اپنا پیر تھامے بیٹھی تھی، اکو میاں نے پلٹ کر دیکھا اور غصے سے منہ پھیر کر واش روم کی طرف چل دیئے، فاطمہ غصے سے ان کی طرف دیکھ کر بولیں۔

”تم دیکھ کر نہیں چل سکتے۔“ وہ غصے سے کام کرتے ہوئے کچن سے باہر آ گئی تھیں۔

”بس بہت ہو گئی ہے، جتنی جلدی ہو سکے میں اس کو ہنکال دوں گا۔“ وہ نفرت سے منہ پھیر کر بولے تو فاطمہ بولیں۔

”گائے بکری ہے ناں جسے تم ہنکا ل دو گے۔“ وہ بہت شدید غصے سے بولیں۔

”روز بروز یہ ہمارے سر کی ٹینشن اور بلا بنتی جا رہی ہے کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کل کس طرح وہ تفتیشی افسر بنا مجھے دیکھ رہا تھا۔“ اکو پوری آنکھیں نکال کر بولے۔

”تو تم بھی تو ایسا بنے سو رہے تھے، ایسی بھی کیا بے خبری کہ سارا محلہ اکٹھا ہو گیا اور تم سوئے پڑے رہے۔“ وہ بے حد متفکر سی ہو کر بولیں۔

”زبان کاٹ کر رکھ دوں گا کسی دن، بس اتنا کہے دے رہا ہوں۔“ انہوں نے قہر آلود نظر شیزرے پر ڈالی تو وہ خوف سے لرز کر دوبارہ کمبل کھینچ کر لیٹ گئی۔

”بس تم جائو، دیکھو لوگ باہر تمہیں آواز دے رہے ہیں۔“ فاطمہ نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ بات ٹل جائے۔وہ گھورتے ہوئے باہر چلے تو گئے تھے مگر شیزرے اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"تم بھی بس... اتنی سی بات اور ساری دنیا میں شور ہو گیا' ہزار بار تو میں نے کہا ہے کہ تم کھلی چھت پر مت جائو اندھیری رات میں' ڈھائی تین کا پہر اور تم یوں اکیلی کھلی چھت پر گھومو گی تو ڈر تو لگے گا۔"

"امی...! رہنے ہی دیں آپ' میں آگے آپ کو کیا بتائوں۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"خیر مجھے سننے کی ضرورت بھی نہیں ہے اپنی حفاظت انسان خود کرتا ہے ہم دوسروں پر الزام کیوں رکھیں' ایک تو تمہارے ابا نے ہزاروں چرند پرند پال رکھے ہیں تو بلیاں تو آئیں گی' میں تو کہتی ہوں ہزاروں بلائیں اوپر اندھیرے میں گھومتی پھرتی ہیں۔"

"بس امی بس' رہنے دیں آپ' ابا سے بڑی کوئی بلا ہو سکتی ہے بھلا' پھر میں بتائوں امی آپ کو' پورے محلے میں ابا مشہور ہیں کہ چھولے اور چاٹ کی آڑ میں ابا چرس کی پڑیا بیچتے ہیں۔" وہ دل جلے انداز میں بولی۔

"چپ رہ خوامخواہ کی بات مت نکالو۔" فاطمہ نے بیٹی کو ڈانٹ دیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نہیں' سارے لوگ میرا مذاق اڑاتے ہیں' سب مجھ پر شک کرتے ہیں کہ میں ان کی بیٹی ہی نہیں ہوں۔" وہ ماں سے ناراض ہوئی تھی۔

"شیزرے!" ماں کی آواز میں تنبیہ جھلک رہی تھی۔

"میرا دل تو کرتا ہے میں ایک دن ساری چرس کی پڑیا کھول کر ابا کے چھولوں میں ملا دوں' ابا کے جتنے چاہنے والے ہیں وہ سب کھا کر مر جائیں اللہ کرے۔" وہ دُکھی دل سے بولی۔

"میں کہتی ہوں تم چپ نہیں ہو سکتیں' اس کے بھی کان اِدھر ہی لگے ہوں گے پھر سنائے گا کھری کھری' پھر رونے مت بیٹھ جانا۔" فاطمہ نے بیٹی کو بولنے سے باز رکھا مگر وہ تھی کہ آہستہ آہستہ کچھ نہ کچھ بولے جا رہی تھی۔

"امی! مجھے دوبارہ دوا دے دیں۔" وہ کھانستے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"میں لے کر آتی ہوں' گھر میں ٹیبلٹ نہیں ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں امی نہیں، مجھے اکیلا چھوڑ کر مت جائیں مجھے ابا سے ڈر لگتا ہے۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"خوامخواہ کی بات کہ ابا سے ڈر لگتا ہے، اب تم اگر دوسرے کے سامنے ایسی بات کرو گی تو دنیا کیا سوچے گی ہمارے تمہارے بارے میں۔" فاطمہ ٹھنڈے پانی کی پٹیاں ماتھے پر رکھتے ہوئے بولیں۔

"رہنے دیں امی! مجھے ٹھنڈ لگ جائے گی۔" اس نے ماں کا ہاتھ تھام لیا۔

"بس دو چار پٹیوں کے بعد ٹمپریچر تمہارا کم ہو جائے گا۔" اس کی آنکھیں بند ہوتے ہوئے دیکھ کر وہ بولیں۔

"میراخود دل چاہتا ہے کہ میں تمہیں لے کر بھاگ جاؤں کہیں چھپ جاؤں جہاں تمہیں کوئی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے، شیزرے! مجھے تمہارے دل کی خبر ہے بیٹا ایسے خواب مت دیکھو جو ہم پورے نہ کر سکیں اور ذلیل و رسوا بھی ہو جائیں۔" تو اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اور ماں کے دونوں ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں سے لگا لیے، فاطمہ کی آنکھوں سے تواتر سے آنسو بہنے لگے۔

"امی...!" وہ دکھ سے کراہ کر اٹھ بیٹھی۔ماں اپنا منہ پھیر گئی۔

"امی! آپ کو پتہ ہے دو چار دن میں عباد بھائی آ رہے ہیں۔خوب تیاریاں ہو رہی ہوں گی وہاں تو۔"ماں نے سر ہلا کر اس کا جواب دیا تھا۔

"امی! حریم اور عباد بھائی کی جوڑی اچھی لگتی ہے ناں، مجھے کوئی پوچھنے تو نہیں آیا؟" اس نے آہستہ سے آنکھیں کھول کر ماں کی جانب دیکھا۔

"کرن آئی تھی صبح صبح کہ دادی جان شیزرے کو بلا رہی ہیں۔"

"پھر امی؟"

"میں نے بتا دیا ہے کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"امی! کل جو کچھ ہوا مجھے اس کا افسوس ہے مگر آپ ابا کو کیوں نہیں سمجھاتیں۔"

"کیا سمجھاؤں میں تیرے باپ کو، بس جو میں کہتی ہوں وہ کرو۔"

”امی! ایک کمرے میں میرا دم گھٹتا ہے میں تھوڑی دیر کے لئے چھت پر نکلتی ہوں تو ابا کو کیا تکلیف ہے۔“ وہ روہانسی ہوئی۔

”تکلیف کچھ نہیں ہے بس وہ اپنی عادت سے مجبور ہے' بس تم میری بات مان لو اور ہاں یہ ہر وقت اوپر نیچے آنا جانا بھی مجھے اچھا نہیں لگتا۔بیٹا! عذرا بھابی تو بے حد نیک اور اچھی عورت ہیں مگر بیٹا سعدیہ دلہن ہم لوگوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتیں۔“

”کوئی نہیں امی! ہر وقت تو وہ مجھے آواز دیتی رہتی ہیں۔آپ کو وہم ہے' سبھی لوگ کتنے اچھے ہیں امی' اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو...“ اس کی نظر ماں کی جانب تھی۔

”تو... کوئی کسی کا نہیں ہوتا' سب اپنی دنیا میں جیتے ہیں شیزرے! غریبوں کا کوئی نہیں ہوتا یہ بات ذہن میں رکھ لینا' مال و دولت کو چھوڑو یہ حسب اور نسب بھی کھنگال کر رکھ دیتے ہیں۔ٹھیک ہے کہ اماں نے تمہیں اپنے گھر

میں بچیوں کے جیسا درجہ دیا ہے بے حد نیک اور اچھی ہیں اماں مگر پھر بھی ان کے اردگرد تو کچھ لوگ بستے ہیں۔“

”او نو امی! باقی سب لوگ بھی ویری نائس ہیں۔“ کہہ کر وہ ہنس پڑی' فاطمہ نے مسکراتی ہوئی آنکھوں کو بہت غور سے دیکھا۔

”شیزرے! میں تم سے ایک بات کرنا چاہتی ہوں۔“ فاطمہ نے اس کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا اور اپنے ٹھنڈے ہونٹ اس کے گرم ماتھے پر رکھ کر بولیں۔

”میری جان! کل پھر سہیل کی دادی ہمارے پاس آئی تھیں۔“ تو وہ اس جملے پر تلملا کر اٹھ بیٹھی۔

”امی! پلیز آپ نے دوبارہ سہیل کا نام لیا ناں تو میں ابا کی ساری پڑیا پھانک لوں گی بس۔“

”اچھا' اچھا چلو آرام سے بیٹھو۔“شیزرے کے بھل بھل بہتے آنسو بہے جا رہے تھے۔

"شیزرے! جس گھر میں بیٹی ہوتی ہے اس گھر میں رشتے تو آتے ہیں۔"

فاطمہ نے بہت پیار سے اسے خود سے قریب کر لیا۔

......☆......

"نور محل" میں نور بی بی اپنے بیٹوں کے ساتھ رہتی تھیں اور ان کے شوہر کا انتقال ہوچکا تھا اور نور محل میں انہی کے فیصلے کو اوّلیت حاصل تھی، گرائونڈ فلور پر سجاد مصطفی اپنی بیوی، دو بیٹوں عباد، ندیم اور بیٹیوں نورین اور راشمین کے ساتھ رہتے تھے اور حریم بھی وہیں رہائش پذیر تھی جو کہ نور بی بی کی بیٹی فائزہ کی بیٹی تھی مگر فائزہ شادی کے بعد بیوہ ہوگئیں تو بیٹی کے ہمراہ نور محل لوٹ آئیں، پھر نور بی بی اور ان کے بیٹوں نے ان کی شادی کہیں اور کردی مگر حریم پھر نور محل میں ہی رہ گئی، سیکنڈ فلور پر منظور مصطفی اپنی بیگم سعدیہ اور دو بیٹوں فہد، احمد اوربیٹیوں کرن اور عبیر کے ساتھ رہتے تھے، اور سب سے چھوٹے بھائی مسعود مصطفی امریکا میں رہائش پذیر تھے، نور بی بی کے دو بیٹیاں تھیں، فائزہ اور عمیرہ وہ بھی اسی شہر میں

کچھ فاصلے پر رہتی تھیں۔سب بہن بھائیوں میں آپس میں بہت محبت تھی اور یہی محبت ان کے بچوں میں بھی پروان چڑھی تھی، نور محل کی تیسری منزل پر ایک کمرہ تھا، جسے نور بی بی نے فاطمہ اور اکو کو رہنے کے لئے دے دیا تھا جبکہ ان سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا اکو میاں اور فاطمہ کی ایک ہی بیٹی تھی، شیزرے جس کی حریم سے دوستی تھی اور وہ زیادہ تر اپنا وقت نور محل میں گزارتی تھی۔

موسم ایک دم تبدیل ہو گیا تھا رات کی تیز بارش نے کئی دن کے حبس کو توڑ کر رکھ دیا۔نور محل کے گیٹ پر لگی ہوئی بوگن ویلیا کے جامنی اور سفید، گلابی پھول نم مٹی میں ابھی تک پڑے ہوئے تھے۔صبح بڑی ٹھنڈی اور خوشگوار سی تھی۔لان میں پڑی ہوئی کین کی کرسی پر بیٹھا ہوا فہد مسلسل سوچ رہا تھا اس کی نظریں بار بار تیسری منزل پر بھٹک رہی تھیں جہاں پر اکو میاں کے کبوتر غٹرغوں غٹرغوں کر رہے تھے۔

"وہ کون تھا؟ شیزرے کیوں چیخی تھی؟ اکو چچا کا اس طرح بے خبر ہونا کچھ تو معنی رکھتا ہے اور پھر گلی میں بھاگتا ہوا وہ شخص کون تھا؟ جو پائپ لائن کے ذریعے اوپر چڑھ کر پھر اُتر گیا۔یہ کوئی طے شدہ حادثہ تھا یا پھر واقعی کوئی بلی۔" تبھی آہٹ پر اس نے چونک کر دیکھا' احمد زینہ اترتا ہوا نظر آیا تھا' اس کا ذہن فوراً منتشر ہو گیا۔پھر سامنے سے اسے نعیم اور ندیم بھی نظر آ گئے۔نور بی بی اپنے کمرے سے اٹھ کر زینے پر آہٹ سن کر باہر چلی آئی تھیں۔

"السلام دادو جان!" احمد کہتا ہوا آگے بڑھا' دادوجان ہنس پڑیں۔

"جیو... تم چاروں کتنے پیار سے رہتے ہو' اللہ تم سب کو سلامت رکھے' دوستی اس لئے بھی ہے کہ عمروں میں اتنا فرق نہیں۔عباد جب دو برس کا تھا تو ندیم پیدا ہوا' فائزہ کا نعیم صرف ایک ہی مہینے تو بڑا ہے اور یہ فہد' احمد سے صرف ایک سال چھوٹا' ندیم اور فہد تقریباً ہم عمر ہوئے۔" وہ ہاتھ میں تسبیح لئے پیار سے بول رہی تھیں۔

"اور ہاں دادو جان! چھوٹے چچا لیاقت علی خان کے سوئم والے دن پیدا ہوئے تھے ناں اور پاپا پاکستان بننے کے دو دن بعد۔" ندیم ہنس کر بولا تو سبھی اس کی اس بات پر ہنس پڑے۔کیونکہ دادی جان اپنا حساب کتاب اسی طرح رکھتی تھیں کہ کون کب پیدا ہوا اور اس کے بعد کیا ہوا۔

"ہاں تو میں ٹھیک کہتی ہوں' چھوٹی دلہن تو کرن کی پیدائش بھول گئی تھیں وہ تو میں نے یاد دلایا کہ میری حج کی دعوت پر وہ گود میں تھی کر لو حساب۔" وہ تائید میں بولی تھیں۔

"تو دادو جان!یہ کاؤنٹنگ بھی بڑی زبردست ہے' کوئی انہیں غلط تو کر ہی نہیں سکتا کوئی جھوٹ تو بول ہی نہیں سکتا پکڑا جائے گا۔" نعیم ہنسا تھا۔

"تو اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے' ہم تو ایسے ہی حساب رکھتے ہیں ورنہ بھول چُوک تو ہوتی رہتی ہے۔" وہ بہت پیار بھرے انداز میں بولیں۔

"بے شک' بے شک دادو جان! آپ ٹھیک کرتی ہیں یہ تو بکواس کرتا ہے۔" احمد نے ندیم کا کان پکڑا۔

"تم دادو کا مذاق اڑا رہے ہو۔" احمد نے اس کا کان زور سے کھینچا تو ندیم تلملا کر بولا۔

"چھوڑیں ناں احمد بھائی! سوری۔" اس کی ہنستے وقت بتیسی باہر آ گئی تھی۔

"میں اس کو اندر کر دوں گا اگر آئندہ تم نے دادو کے ساتھ شرارت کی۔"

"ارے نہیں احمد! چھوڑو اس کا کان' یہ بھی میری طرح حساب کتاب میں بالکل صحیح جا رہا ہے۔"

"ارے دادو جان! آپ بھی حد کرتی ہیں۔" احمد نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"ارے نعیم! ذرا دیکھنا ابھی تک شیزرے نہیں اُتری' آواز دے ذرا۔"

"دادو جان! اگر میں نے شیزرے کو آواز دی ناں تو یہ لائن میں بیٹھے ہوئے کبوتر سارے اڑ جائیں گے اور اکو چچا دیوانوں کی طرح بھاگ رہے ہوں گے' سچ دادی جان دو راتوں سے اکو چچا سوئے نہیں تھے ان کی مسز چنگیزی آسمانوں پر کہیں گم ہو گئی تھیں۔" نعیم کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"جبھی تو کل اکو چچا گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے۔" فہد مصطفی نے سنجیدگی سے رخ دوسری طرف پھیر لیا۔

"میرے بھائی میں نے سنا آپ تفتیشی افسر بن کر اوپر پہنچ گئے تھے۔" نعیم بہت دبی دبی ہنسی سے بہت غور سے دیکھتے ہوئے بولا' احمد منہ پھیر کر مسکرایا تو فہد نے گھور کر ندیم کو دیکھا تو ندیم اور نعیم اس کو دیکھ کر مسکرا اور ہنس رہے تھے۔فہد جو ہنس کر ان کی طرف بڑھا تو نعیم نے دونوں کانوں کو ہاتھ لگائے اور بہت تیز جمپ مار کر لان سے بھاگتا ہوا ایک سانس میں دھڑ سے اوپر پہنچا تھا۔اکو چچا نشے کی چھوٹی چھوٹی پڑیوں کو ایک تھیلی میں ڈال رہے تھے جو ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئیں۔

"کیا ہے میاں! ڈرا دیا تم نے اتنی زور سے کودے ہو آ کر۔" اکو نے اپنی پڑیوں کو جلدی سے سمیٹ لیا۔

"اکو چچا! نانو کہتی ہیں' آپ ہر ایک کو میاں' میاں کہتے تھے لہٰذا نانو نے آپ کو اکو میاں کہنا شروع کر دیا' نانو ہر وقت یہی بات بتاتی رہتی ہیں کہ

لفظ اکو میاں کیسے ایجاد ہوا۔" وہ پھولتی ہوئی سانس کے ساتھ وہیں ٹک کر دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا تھا۔

"میاں! میں تو اپنے دھندے پر جا رہا ہوں' تم کس کبوتری کی تلاش میں آئے ہو؟"

"یاد آ گیا۔" وہ بہت زور سے چیخا۔

"اب کیا ہوا؟" اکو حیران ہو کر بولے۔

"میں تو یہ پوچھنے آیا تھا کہ مسز چنگیزی واپس آئیں یا نہیں؟"

"آئے گی آئے گی۔جائے گی کہاں ' اس کے دو انڈے رکھے ہوئے ہیں اسی لئے تو میں نے اسے مقابلے کے لئے اڑایا تھا' اب مجھے کیا معلوم کہ موسم اتنا خراب ہو جائے گا' دیکھو میاں دھوپ تو نکلی ہے تھوڑی تھوڑی' اللہ کرے لوٹ آئے۔"

"آمین ثم آمین اکو چچا! پھر چھولے تو کھلائیں گے ناں آپ۔" نعیم نے چھیڑا۔

""ارے میاں! چھولے کیا' آ جائے ناں تو نیاز دلواؤں گا میری تو شرط لگی ہے چنگیزی نہ آئی تو بڑی بے عزتی ہو جائے گی میری تو' وہ پان والا رسول بخش کل ہی میرا مذاق اڑا رہا تھا کہ کیا ہوا چنگیزی بھاگ گئی۔" اکو میاں نے جلدی جلدی سامان سمیٹا اور نیچے اتر گئے' آواز پر فاطمہ نکل کر باہر آ گئی تھیں۔

"خالہ! شیزرے کو نانو بلا رہی ہیں۔"

"دیکھتی ہوں بیٹا! صبح اسے بخار تھا۔" وہ مڑیں تو وہ بولا۔

"خالہ! نانو کہتی ہیں جب آپ اس گھر میں آئیں تو نانو کو آپ امی' امی بولنے لگیں۔تو ہم سب نے بھی اُسی رشتے سے آپ سے رشتہ جوڑ لیا' خالہ یہ ہم نہیں نانو کہتی ہیں۔" وہ بہت تیزی سے واپس پلٹ کر زینہ اترتا چلا گیا' فاطمہ بولتی ہوئیں آگے بڑھیں۔

”اتنا شریر ہے نعیم بھی، ہر وقت اپنی نانو کے انداز میں بولتا رہتا ہے، سب کتنے اچھے لوگ ہیں، ایک میری بدنصیبی کہ اپنے حال پر رونا آتا ہے۔“ وہ دُکھی دل سے اندر گئی تھیں۔

”شیزرے! نعیم آیا تھا نیچے سے تمہیں امی جان بلا رہی ہیں۔“ تو اس نے جھٹ منہ سے چادر ہٹائی تھی۔

”بیٹا! تمہیں صبح تو بخار بہت تیز ہو رہا تھا۔“

”امی! اب میں بہتر ہوں میرا دَم گھٹ رہا ہے مجھے نیچے جانے دیں۔“

”بیٹا! تھوڑی دیر آرام کر لے مجھے معلوم ہے تم نیچے جا کر کام میں لگ جاؤ گی۔“

”نہیں امی! کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے، نیچے تو کافی نوکر چاکر ہیں میں کیا کرتی ہوں وہاں، صرف یہی کہ کبھی کبھار نانو کو چائے بنا دیتی ہوں یہاں مجھے ابا سے وحشت ہوتی ہے میرا وقت اچھا گزر جاتا ہے نیچے۔“ وہ کمبل پھینک کر اٹھ بیٹھی۔

”اچھا ہر وقت ابا، ابا مت کیا کر، یہ باتیں مجھے اچھی نہیں لگتیں، مجھے ٹینشن ہوتی ہے میں بہت بے بس و مجبور ہوں، اللہ غریبوں کو حسن کیوں دیتا ہے اگر دیتا ہے تو قسمت بھی دے وہ، ہماری قسمت ایسی کہاں کہ

کوئی تم پر نظر ڈالے، کیا کمی ہے تم میں، لیکن نہیں۔احمد نے تو صاف شادی سے انکار کر دیا ہے۔اب ہر وقت چھوٹی دلہن سناتی رہتی ہیں کہ فہد کی شادی تو میں وردہ سے کرائوں گی، ارے بھئی وردہ سے کریں یا پھر ریشمین سے کریں جس سے مرضی وہ کریں، ان کی نظر میں ریشمین بھی ہے، بس ایک ضد اور انا کی خاطر وہ اڑی ہوئی ہیں۔“

”چھوڑیں امی! ان سب باتوں سے ہمارا کیا لینا دینا۔“

”کیوں کیا تم اس گھر میں ان کو نظر نہیں آتیں، کیا کمی ہے تم میں، کام ہو گا تو منٹ منٹ میں بلا لیں گی پھر تو شیزرے، شیزرے ہوتی ہے۔“ ان کا دل اندر سے جل رہا تھا۔

"امی! آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ ہم میں بہت بڑی کمی ہے' میرا باپ گھر کے لب سڑک چھولے کا ٹھیلا لگاتا ہے پوری دنیا جانتی ہے کہ ابا نشے کی پڑیا بیچتے ہیں' بس رہنے دیں امی آپ۔" تو وہ پلٹ کر بولیں۔

"میں نے کہا ناں ہر وقت تو ابا' ابا کا رونا ہے تیرا' جیسا بھی ہے باپ ہے وہ' مان ہوتاہے شیزرے! رشتے ناتے ہمارا بھرم رکھتے ہیں ہم عزت سے جی سکتے ہیں' ہم تنہا زندگی نہیں گزار سکتے' تمہاری طرف کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا' جیسا بھی ہے تمہارا باپ موجود ہے۔" تو وہ تلملا کر بولی۔

"بس رہنے دیں امی! ہمیں ایسا باپ نہیں چاہئے جس نے میرا جینا حرام کر دیا ہے۔" وہ کمبل چھینک کر اٹھ گئی' فاطمہ غصے سے بس اسے دیکھتی رہ گئیں۔

......☆......

"لو نام لیا اور شیزرے حاضر۔" نعیم نے شیزرے کو دیکھتے ہی کہا تو احمد بھی مسکرا پڑا۔

"احمد بھائی کا تو بس ایک ہی کام ہے۔" ندیم ہنسا۔

"شیزرے کی صورت پر نظر پڑتے ہی انہیں چائے نظر آتی ہے۔" شیزرے کے چہرے پر دبی دبی مسکراہٹ تھی لیکن فہد مصطفی نجانے کیوں اسے دیکھ کر منہ پھیر گیا جبکہ شیزرے' احمد کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"نیکی اور وہ بھی پوچھ پوچھ کے۔" احمد نے شیزرے کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ بغیر کچھ کہے کچن کی طرف مڑی' نجانے کب نظر بچا کر فہد مصطفی کچن کی سمت بڑھتا چلا گیا' ابھی وہ کیتلی دھو کر پانی رکھے ٹرے میں کپ رکھ ہی رہی تھی کہ فہد مصطفی دبے قدموں اس کے بے حد قریب چلا آیا۔

"شیزرے! رات تم کیوں چیخی تھیں؟" وہ بے حد آہستہ سے بول کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا' شیزرے کی آنکھیں جھکی کی جھکی تھیں اور وہ شکردانی رکھ کر یوں مڑی کہ گویا اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

"میں نے تم سے کچھ کہا ہے۔" فہد مصطفی نے بڑے غصے سے اس کی کلائی تھام لی۔اس کا ہاتھ تھوڑی دیر تھامے رہا اور پھر اس نے نظریں جھکا لیں'

فہد مصطفی کو ایک کرنٹ سا لگا اور اس نے ہاتھ چھوڑ کر اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔لائٹ براؤن آنکھیں بخار کی شدت سے ریڈ ہو رہی تھیں۔

"ارے تمہیں تو اتنا تیز بخار ہے' چھوڑو تم یہ' میں رکھتا ہوں۔" وہ جلدی جلدی ٹرے میں کپ رکھنے لگا' وہ نظریں جھکا کر آگے بڑھی تو سامنے سے حریم آتی ہوئی اسے نظر آئی' فہد کو کیتلی سے چائے ڈالتے ہوئے حریم نے دیکھا تو ہنس پڑی۔

"ارے فہد! تم... تو اچھا جناب نے چائے بنانی بھی سیکھ لی ہے۔"

"جی جناب! وقت ضرورت سب کچھ کر سکتا ہوں' خبر ہے آپ کو' تیز بخار کی حالت میں یہ اُتر کر نیچے آئی ہیں' جائیں آپ بعد میں حساب لوں گا۔"
حریم کچھ نہ سمجھتے ہوئے شیزرے کی جانب بڑھی۔

"کیا ہوا تمہیں؟" اس نے بغور اس کا چہرہ دیکھا اور ماتھے پر ہاتھ رکھا جو جل رہا تھا۔

"ارے... تمہیں تو اتنا تیز بخار ہے چلو چلو تم اندر چلو' میں ابھی ٹھنڈی پٹیاں رکھتی ہوں۔" وہ آگے بڑھی۔

"لو فٹافٹ تم یہ ٹیبلٹ کھائو اور لیٹ جائو۔" تو شیزرے کی آنکھوں سے گرم گرم آنسو بہنے لگے۔

"ارے شیزرے! تم رو رہی ہو؟" حریم دکھ سے بولی۔

"حری پلیز!" اس نے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

"تم کل والی بات پر رو رہی ہو' کیا ہوا تھا شیزرے۔" تو وہ بول پڑی۔

"کچھ نہیں مجھے نہیں معلوم۔" ایک پل میں پورے نور محل میں یہ خبر پھیل گئی تھی کہ شیزرے کو تیز بخار ہے' عذرا ممانی فوراً اس کے پاس چلی آئیں۔

"کیا ہوا تمہیں بیٹا؟ کیسی طبیعت ہے اس کی حریم؟" تو حریم پٹی رکھتے ہوئے اس کے ماتھے پر ہاتھ روک کر بولی۔

"ممانی جان! اسے بہت تیز بخار ہے اور اس نے کسی کو بتایا ہی نہیں' وہ تو اتفاقاً فہد کی نظر پڑ گئی تو پتہ چلا۔" وہ دُکھی دُکھی لہجے میں بولی۔

"ویسے ایک بات ہے فہد بھائی کی نظر ٹھیک نشانے پر پڑتی ہے اِدھر اُدھر نہیں بھٹکتی۔" یہ کہہ کر نعیم پلٹا تو بے ساختہ حریم کو ہنسی آئی تھی اور اس نے اپنا چہرہ بازو میں چھپایا تو عذرا ممانی نے پلٹ کر ندیم کو دیکھا تو وہ احمد سے ٹکراتے ٹکراتے بچا اور بولا۔

"احمد بھائی! آپ کی بھی نظر کبھی ٹھیک نشانے پر پڑتی ہے یا نہیں' فہد بھائی نے تو شیزرے کے بخار کو دور سے ہی دیکھ کر ہی بھانپ لیا تھا کہ ٹمپریچر 103 ہو رہا ہے۔"

"تو... سو واٹ' ہو رہا ہے کیا مطلب ہے' دادو جان بہت متفکر ہیں کہ یہ کسی کی نظر کا پھیر ہے کہ ہنستی بولتی شیزرے ایک پل میں کملا گئی ان کا کہنا ہے رات اتنی موسلادھار بارش میں سڑکوں پر بلیاں رو رہی تھیں اکو چچا کے کبوتر کھانے کے لئے۔" احمد کی بھی ایک شرمندہ سی نظر شیزرے کے چہرے پر

پڑی تو اندر سے اسے کسی دُکھ کا احساس ہوا' وہ جونہی کمرے سے نکل کر کاریڈور کی طرف آیا تو فہد مصطفی نجانے کن خیالوں میں گم تھا جو اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔سامنے ہی زینے سے اترتی ہوئی سعدیہ چچی نظر آئی تھیں۔ انہوں نے ایک شک بھری نظر احمد اور فہد پر ڈالی۔ان کے دونوں ہونہار بیٹے ناصرف ذہین بلکہ خوبصورت تھے۔اب یہ ان کی قسمت کہ وہ دونوں ہی آہستہ آہستہ ان سے دور ہو گئے تھے۔بڑا بیٹا احمد جو کہ مختلف کوچنگ سینٹرز میں ٹیچنگ کرتا تھا مگر اس سال اس کا سی ایس ایس میں بیٹھنے کا ارادہ تھا جبکہ فہد نے ابھی حال میں ہی پولیس کی ٹریننگ لی تھی۔دونوں ہی ہونہار بچے تھے جبکہ کرن پرائیویٹ یونیورسٹی سے بی بی اے کر رہی تھی' عبیر گریجویشن کر رہی تھی۔سعدیہ بائی نیچر نور محل کے لوگوں سے مختلف تھیں۔ ہر ایک کی ٹوہ لینا ہر ایک کو شک کی نظروں سے دیکھنا' انہیں سب سے بڑی شکایت تو یہی تھی کہ 24 گھنٹے نور محل کے لڑکے اور لڑکیاں چھت پر منڈلاتے رہتے تھے۔شیزرے سے انہیں ہر وقت ہی خطرہ رہتا کہ نجانے کب اور کون اس کے حسن سے متاثر ہو جائے۔ہر وقت کام کے لئے تو اسے

بلاتیں لیکن اسے نظروں میں رکھتیں۔کس بات پر ہنسی، کس کی طرف نظر اٹھی، اسی طرح سے انہیں یہ بھی دکھ تھا کہ ددھیال والوں نے کچھ ایسا کر دیا ہے کہ ان کے بچے ددھیال کا دم بھرتے تھے۔انہیں یہ بھی گلہ تھا کہ احمد ہر وقت عمیرہ پھپھو کے گھر گھسا رہتا ہے، ان کی کوشش تھی کہ بچے اس ماحول سے دور رہیں۔تبھی سامنے سے آتی ہوئیں عذرا بھابی، سعدیہ سے ٹکراتے ٹکراتے بچیں تو سعدیہ بڑے ذومعنی انداز میں ہنس کر بولیں۔

"کیا ہے بڑی بھابی! اس قدر کھوئی کھوئی کیوں ہیں؟" سعدیہ کھلکھلا کر ہنس پڑیں تو بڑی بھابی بنس کر جلدی سے بولیں۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں، میں تو بس یونہی بچوں کو دیکھ کر اِدھر چلی آئی۔" وہ چونک کر بولیں۔

"میں سمجھی آپ کسی کی نگرانی کر رہی ہیں، حریم نظر نہیں آ رہی۔" انہوں نے چاروں طرف نظر ڈالی۔

"زیادہ تر وہ اماں کے ساتھ کام میں لگی رہتی ہے۔"

"کیا بھابی! آپ نے اس پر پہرے بھی لگا دیئے۔" وہ بہت کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

"لو بھلا میں کیوں پہرے لگانے لگی، شرم و حیا تو لڑکی کا زیور ہے۔" بڑی بھابی نظریں نیچی کر کے بولیں تو سعدیہ نے بڑے غور سے ان کے چہرے کو دیکھا، یہاں کوئی بات ضرور تھی جو کہ بھابی جان رُخ موڑ کر دوبارہ پلٹ گئیں۔

جب سے یہ بات نور محل میں پھیلی تھی کہ عباد امریکہ سے آ رہا ہے تو اچانک ہی بڑی بھابی کے دل میں امنگوں کے چراغ جل اٹھے کہ بس وہ گھڑی آ گئی کہ جب عباد اور حریم ایک دوسرے کے ہو جائیں گے، وہیں سعدیہ نے بھابی جان کو چونکا دیا تھا۔

"کیوں بھابی جان! ہم نے تو سنا ہے کہ عباد نے وہاں کسی انگریز لڑکی سے شادی کر لی ہے اور اب اسی لئے وہ آنا نہیں چاہتا تو پھر آپ حریم کے لئے کیوں سوچ رہی ہیں۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو تم سعدیہ! حریم تو اس کے بچپن کی مانگ ہے' پھر یہ کون نہیں جانتا کہ عباد اور حریم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں ورنہ میں ایساسوچتی ہی نہ۔"

"ہاں تو بھابی جان! میں اسی لئے تو کہہ رہی ہوں کہ آپ حریم سے تو بات کر لیجئے۔" انہوں نے مسکراتی ہوئی آنکھوں سے بڑی بھابی جان کو دیکھا۔

"میں سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں کرتی سعدیہ! اچھا نہیں کر رہی ہو تم۔" وہ جاتے جاتے پلٹ کر بولیں اور آگے بڑھتی چلی گئیں۔

"کیا ہوا فہد؟ کس گہری سوچ میں ہو تم؟" وہ قریب آ کر بیٹے سے مخاطب ہوئیں۔احمد اور فہد دونوں ہی انہیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"کوئی خاص بات نہیں مما! بس ہم لوگ پلاننگ کر رہے تھے کب اور کیسے اس نور محل کو ڈیکوریٹ کرنا ہے۔"

"میری جان! تم دو دن ہی پہلے ہی سے یہاں پہنچے ہو تھک جائو گے فہد! اتنا اسٹریس مت لو' اتنے سارے تمہارے کزن ہیں سجاوٹ کیا وہ تو نور محل کو کندھوں پر اٹھا لیں گے۔" وہ طنز بھرے لہجے میں بولیں۔

"مما! وہ تو ٹھیک ہے یہ ہماری احمد اور ندیم کی ذمہ داری ہے۔"

"کیوں کیا نوکر چاکر مر گئے ہیں جو اَب تم اور احمد یہ کام نمٹائو گے' رات بارش نے تو رہی سہی ساری کسر پوری کر دی ہے دیکھو تو سہی۔" انہوں نے ایک نظر گیٹ پر گری ہوئی بوگن ویلیا پر ڈالی جس کی پرپل اور اورنج پتیوں بھری شاخیں زمین پر جھول رہی تھیں۔تھوڑی ہی دور کے فاصلے پر سجاد مصطفی مالی کے ساتھ درختوں کی کٹائی پر لگے ہوئے تھے۔بڑا سا گیٹ کھلا پڑا تھا اور کئی ملازم بارش سے گرے ہوئے درختوں کو اٹھانے میں مصروف تھے درختوں سے گری ہوئی کیریوں کو راہگیر بچے اپنی اپنی جھولیوں میں بھر رہے تھے۔

نور محل کے احاطے میں کون سا ایسا پھل تھا جو کہ اس کے چاروں طرف نہ لگا ہو۔شریفے، چیکو سے لے کر جامن، لیموں، ناریل، امرود اور آم کے درخت قطار در قطار لگے ہوئے تھے اور بیچ میں رہائش تھی۔کبھی کسی زمانے میں یہ سب درخت نور بی بی نے اپنے ہاتھوں سے لگائے تھے۔یہ ان کی آبیاری تھی کہ اب تک لوگ ان کے لگائے ہوئے درختوں کے پھل کھا رہے تھے۔

......☆......

سعدیہ چلتی ہوئیں زینہ اُتر کر عذرا بھابی کے پیچھے پیچھے اندر تک چلی آئیں۔

”شیزرے کہاں ہے اماں؟“ انہوں نے چاروں طرف نظر ڈالی تو اندر آتا ہوا فہد ٹھٹکا اور پھر بہت گہری نظروں سے اس نے ماں کی جانب دیکھا، اسے معلوم تھا کہ اس وقت شیزرے کی ضرورت کیوں پیش آ رہی ہے۔

”چھوٹی دلہن اسے تو بہت تیز بخار ہے، شکر کرو کہ...“ فہد نے گھبرا کر دادو کی طرف دیکھا وہ ہونٹوں میں مسکراہٹ دبا کر بولیں۔

”وہ تو حریم دیکھ بھال کر رہی ہے۔“ دادو جلدی سے بول پڑیں تو فہد مصطفی نے ایک گہرا سانس لیا اور دوسری طرف پلٹ گیا۔

”ارے ہاں اماں! کل رات کچھ عجیب ہوا میں تو سو گئی تھی خدا جانے کیا ہوا، سنا ہے پورا محلہ گھر سے باہر نکل آیا تھا، اکو صبح ہائے توبہ مچا رہا تھا، اماں آپ نے خوامخواہ کا جنجال پالا ہے میں تو کہتی ہوں آپ ان لوگوں کو چلتا کریں، ماں بیٹیاں ہیں اوپر سے اکو بھی کچھ کما لیتا ہے کچھ نہ کچھ کر ہی لیں گے۔ویسے بھی اب جوان بیٹی ہے اب ایک کمرے میں ان کا گزر نہیں ہوتا۔اماں یوں بھی بچی اب بڑی ہو گئی ہے گھر میں ماشاء اللہ لڑکے ہیں ہماری بھی بیٹیاں ہیں، کل کو کسی آنے والی کی نظر شیزرے پر پڑ گئی تو اماں گھر کی لڑکیاں بیٹھی رہ جائیں گی۔اماں مجھے کرن کی فکر ہے بس یہ آخری سال اس کا چل رہا ہے، کل بھائی میاں کی نظریں شیزرے پر پڑ گئیں تو دیکھتے ہی کہنے لگے، سعدیہ بچی بہت پیاری ہے فہد یا احمد کے لیے مانگ لو۔“ وہ بہت آہستہ سے گویا ہوئیں۔

"چھوٹی دلہن! ٹھیک تو کہہ رہے ہیں تمہارے بھائی' ہے تو وہ ہیرا۔"

"بس اماں رہنے دیں' ہیرے کے پیچھے ہیرے کی کان تو دیکھو' ہر وقت اکو کا میاں نشے میں رہتے ہیں۔"

"ارے بھئی چھوڑو دلہن! باپ کو کون دیکھتا ہے۔"

"تو ٹھیک ہے اماں! ندیم' نعیم کسی کے لئے بھی مانگ لیں آپ' مجھے تو آپ معاف ہی رکھیں۔" وہ غصے سے اٹھ کر چل دیں۔جب سعدیہ زینے سے اوپر چڑھ رہی تھیں تو اکو میاں اوپر سے نیچے اُتر رہے تھے۔

"سلام چھوٹی دلہن!" اکو میاں نے روک کر سلام کیا تھا۔

"کیسے ہیں اکو بھائی آپ؟ سنا ہے کل رات شیزرے ڈر گئی اور کچھ ایسا ڈری کہ اسے بخار چڑھ آیا' نیچے لیٹی ہے۔" وہ ہنس کر بولیں۔

"چھوٹی دلہن! کسی دن ہاتھ اٹھ گیا ناں تو میں اسے ادھیڑ کر رکھ دوں گا' آئے دن کا تماشا چھت پر مچائے رکھتی ہے' معاف کرنا چھوٹی دلہن بُرا نہ

لگے تو میں ایک بات بھی کہوں' نور محل کے سارے لڑکے اسی کے چکر میں اوپر آتے ہیں۔" اکو میاں آگ لگاتے ہوئے نیچے کی جانب بڑھے تو آخری منزل پر دروازہ بند کرتے ہوئے یہ لفظ فاطمہ کے بھی کان میں پڑے تھے تو انہوں نے رُک رُک کر اوپر آتی ہوئی سعدیہ بھابی کو دیکھا تھا جو فاطمہ کو دیکھ کر مسکرائی تھیں کہ اکو ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں' فاطمہ نور محل کے لئے نیچے اترتے ہوئے دو منٹ کے لئے سعدیہ بھابی کے پاس رکی تھیں۔

"چھوٹی بھابی! آپ مائنڈ نہ کریں اکو کو جب نشہ چڑھتا ہے تو وہ یونہی اول فول کہتے ہیں' ایسی کوئی بات نہیں نور محل کے تو سارے بچے بہت پیارے ہیں۔" وہ آہستہ سے بولیں۔

"نہیں فاطمہ! اکو بھائی بہت سمجھدار ہیں وہ صحیح کہتے ہیں جوان بیٹی ہے تم بچوں کو چھت پر آنے سے روکو۔"

"ارے دلہن بھابی! آپ اکو کی بات کو سیریس مت لیں وہ جو چیز ہیں، میں انہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔" وہ یہ کہتی ہوئی نیچے اترتی چلی گئیں۔

"تم کیسی ماں ہو فاطمہ! بچی کو اتنا تیز بخار اور تمہیں خبر ہی نہیں، جاؤ دیکھو وہ حریم کے روم میں ہے۔" انہوں نے اشارے سے انہیں بتایا۔

"ہیں اماں! یہ آپ لوگوں کی محبت ہے جو آپ لوگ اسے اپنا سمجھتے ہیں۔" فاطمہ کی آواز آہستہ ہو گئی تو اماں بولیں۔

"کیا کہنا چاہتی ہو؟" وہ فاطمہ سے مخاطب ہوئیں۔

"اماں! شیزرے بڑی ہو گئی ہے، مجھے ہر وقت اس کی فکر رہتی ہے، میں آج آپ کے پاس اسی لئے آئی ہوں، حریم کی تقریب میں آپ شیزرے کا خیال رکھیئے گا۔" فاطمہ بہت آہستہ سے گویا ہوئیں۔

"ہاں ہیںتو ایک دو، لیکن تم اس کی تعلیم تو مکمل ہونے دو، پھر دیکھ لیں گے، فاطمہ! شیزرے ہمیں بھی بہت پیاری ہے اب دیکھو خاندان کی یہ پہلی خوشی ہے اللہ نے چاہا تو پھر اس کے بعد خوشیاں ہی خوشیاں ہیں، سجاد نے پوری ذمے داری شیزرے کی بھی لی ہے۔" اماں نے پیار سے اسے چپ کرا تو دیا مگر وہ بولیں۔

"پھر بھی اماں! چھوٹی بھابی کے چبھتے ہوئے سوالات اور اکو کی زبان کو میں نہیں روک سکتی۔" وہ بہت دُکھی لہجے میں بولیں۔

"دیکھو جہاں تک چھوٹی دلہن کا تعلق ہے وہ بس بلا سوچے سمجھے بولتی ہے، دل کی بُری نہیں، ابھی ابھی وہ بھی شیزرے کا پوچھ کر گئی ہے۔"

"پھر بھی اماں! مجھے اچھا نہیں لگتا کہ کوئی میری نیت پر شک کرے۔"

"ارے چھوڑو! ایسا کچھ نہیں ہے۔"

"او... فاطمہ خالہ!" فہد اسی طرف چلا آیا۔

"کیسی ہیں آپ؟"

"میں تو ٹھیک ہوں تم کب آئے گھر، میں نے تمہیں دیکھا تو پتہ چلا کہ فہد آیا ہوا ہے۔"

"دادو! مرا۔" فہد زور سے بولا۔

"اللہ رحم، مریں تمہارے دشمن، نعیم مجھے تمہاری یہ عادت بالکل پسند نہیں کہ مذاق میں ہاتھاپائی کرو۔" دادو پوتے کی طرفداری میں بولی تھیں تو نعیم ہنستا ہوا اچھل کر دادو کے بیڈ پر گرا کہ بیٹھی ہوئی فاطمہ خالہ بھی اچھل گئیں۔

"نعیم! بس ہر وقت کی چھیڑ چھاڑ اچھی نہیں لگتی۔"

"ارے نانو! کبھی کبھار تو موقع ملتا ہے دو چار دن کے لئے آیا ہوں اگر آپ کو اچھا نہیں لگتا تو میں چلاجاتا ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے منہ بنایا۔

"میرا کہنے کا مقصد بیٹا یہ تو نہیں۔" نانو اداس ہو گئیں۔

"نہیں نانو! آپ بور ہونے لگی ہیں۔" وہ تیزی سے اٹھ کر اپنے بیگ میں کتابیں اور کپڑے ڈالنے لگا۔

"ارے فاطمہ! دیکھو میں نے اسے کچھ کہا ہے عمیرہ کیا سوچے گی کہ میں نے اس کے بیٹے کو بھگا دیا ہے۔"

"سوچے نہ سوچے مما! مگر میں تو ایسا ہی سوچوں گا۔" اور بیگ چھوڑ کر اس نے پھر فہد کو پنچ مارنے کی کوشش کی تو فہد نے ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو نعیم پھر سے دھڑ کر کے بیڈ پر گرا اور پھر دونوں ہاتھ نانو کے سامنے پھیلا کر جو ہنسا تو سب کو ہنسی آ گئی۔

"اچھا اٹھو تم میرے پاس سے۔" نانو نے پوری طاقت سے اس کے سر کو اٹھایا جو وہ ان کے زانو پر رکھے لیٹا تھا۔

"ویسے فاطمہ خالہ!" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا، اسے کچھ یاد آیا۔

"شیزرے رات کیوں چیخی تھی، کچھ ایسی دردناک چیخ تھی کہ فہد بیچارا ابھی تک گم صم گھوم رہا ہے۔" نعیم نے فہد مصطفی کو چھیڑا۔

"ویسے تم اس قابل نہیں ہو کہ تم سے بات کی جائے۔" وہ ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔

"ویسے فاطمہ! بچوں سے بڑی رونق ہے، مجھے تو سارے بچے کیا حریم ہو، کیا شیزرے، سب پیارے لگتے ہیں، اب تم دیکھنا عباد کے آنے سے کیسے رونق

لگتی ہے۔کل سجاد کہہ رہا تھا نور محل کو پورا نور محل بنا دوں گا‘ ابھی سے گملے اور کیاریاں ٹھیک ہو رہی ہیں‘ ایک ایک پتا اور بوٹا سنور رہا ہے‘ رنگ و روغن کے علاوہ سجاد نے تمام گھر کی کھڑکیوں کے شیشے بدلوا دیئے ہیں‘ کہہ رہا تھا کہ پرانے لگتے ہیں‘ بس عباد آ جائے اس کو دیکھنے کے لئے بہت دل بے قرار ہے۔“ ان کی آنکھوں میں آنسو اُتر آئے۔

”ارے اماں! آئے گا عباد ساری خوشیاں آپ منائیں گی‘ اللہ آپ کو صحت اور زندگی دے اماں ہم آپ کے دم سے ٹکے ہوئے ہیں ورنہ تو سعدیہ بھابی مجھے ایک پل برداشت نہ کرتیں۔“

”ارے چھوٹو تم سعدیہ کو لے کر بیٹھ گئیں‘ جاؤ دیکھو تم کچن میں کیا کر رہی ہے تمہاری بڑی بھابی‘ کئی دن سے باورچی چھٹی پر ہے‘ شیزرے ہاتھ بٹاتی تو وہ بخار میں پڑ گئی۔“

”اماں! میں آپ کے لیے چائے لاؤں۔“ فاطمہ اٹھتے اٹھتے بولیں۔

نجانے کب اور کس پل میں فہد مصطفی‘ حریم کے کمرے میں جا پہنچا تھا۔

”فہد تم!“ حریم اسے دیکھ کر چونک سی گئی۔

”کیوں کیا مجھے نہیں آنا چاہئے تھا آپ کے کمرے میں؟“ فہد مصطفی دروازے پر ایستادہ ہو کر رُک کر بولا تھا۔

”نہیں نہیں میرا مطلب یہ نہیں ہے فہد! وہ بس...“ وہ ایک نظر لیٹی ہوئی شیزرے پر ڈال کر بولی تھی۔

”اسی لئے میں آیا تھا کہ آپ کو ڈاکٹر کے پاس جانا ہے تو میں لے چلوں ورنہ ایک بجے کلینک بند ہو جائے گی۔“ اس کی آواز پر شیزرے نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر کروٹ بدل لی۔

”نہیں‘ میرا خیال ہے اب ضرورت نہیں ہے‘ بخار اُتر گیا ہے میڈیسن بھی وہ لے چکی ہے سب ٹھیک ہے‘ پلیز فہد! تم جاؤ چھوٹی ممانی نیچے ہی ہیں۔“

”میں آپ کی چھوٹی ممانی سے نہیں ڈرتا۔“ وہ بہت مسکرا کر بولا۔

”اوہو... تو میرا چھوٹا بھائی بہت بہادر ہو گیا ہے۔“ حریم ہنس کر بولی۔

"کیا اس میں کوئی شک ہے؟ بہادر تو لڑکیاں بھی ہوتی ہیں رات ڈھائی تین بجے کھلی چھت پر بلیوں کا شکار کر رہی ہوتی ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے ایک نظر شیزرے پر ڈالی جو بظاہر آنکھیں بند کئے ہوئے لیٹی تھی لیکن دھیان پوری طرح اسی طرف تھا۔

"آپی! آپ نے پوچھا' رات میں شیزرے کیوں ڈر گئی تھی۔" اس نے پھر ایک نظر شیزرے کے چہرے پر ڈالی جہاں آنکھیں لرز کر بند ہو گئی تھیں۔

"چھوڑو فہد! تمہیں ایسا کیا خوامخواہ تم اتنے سیریس ہو گئے ہو' ہوا ہو گا کچھ۔" حریم آہستہ سے شیزرے کا ہاتھ دبا کر بولی۔

"بس کل سے آج تک ذہن میں بار بار یہ خیال آ رہا ہے کہ آخر وہ کون تھا رات کی تاریکی میں' کوئی تو تھا جو مجھے اوپر سے دیکھ رہا تھا۔" فہد بول کر ایک دبی دبی ہنسی ہنس کر باہر نکل گیا۔

"ہائے شیزرے! فہد کو پتہ چل گیا کہ تو اُسے اوپر سے دیکھ رہی تھی۔"
حریم ہنس کر شیزرے کے اوپر جھک گئی۔

"بس میں یہی چاہتی تھی کہ فہد تمہارا بنے چھوٹی ممانی کچھ بھی کرلیں میں فہد کو جانتی ہوں وہ وردہ سے کبھی شادی نہیں کرے گا ' بہت غلط کررہی ہیں دلہن ممانی' وردہ کے ذہن میں انہوں نے یہ بات بٹھا دی ہے کہ فہد تمہارا ہے اور تم فہد کی نیچر کو نہیں جانتیں بہت اگریسیو ہے وہ' اسی طرح احمد بھائی پر بھی پریشر ہے کہ وہ عمیرہ خالا کے ہاں نہ جائیں۔"

"پتہ نہیں' کل سے آج تک فہد کی نظریں میرا پیچھا کر رہی ہیں' مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے دلہن چچی سے۔" وہ بہت روہانسی ہو کر بولی۔

"گڈ! ہم یہی تو چاہتے تھے کہ فہد کو تیرے دل کی خبر ہو جائے سو ہو گئی اب ڈر کیسا اور اب اگر فہد کو تھوڑا سا بھی انٹرسٹ ہو گا تو وہ تمہیں تھوڑا تو رسپانس دے گا' میری تو دلی خواہش ہے اللہ کرے بات بن جائے۔"

حریم نے اس سے لپٹ کر دھڑا دھڑ پیار کر ڈالا' جواب میں وہ آنسوئوں سے رو رہی تھی۔

"مذاق، مذاق میں یہ کیا ہو گیا' فہد ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے' مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے پلیز حری! بات کو اب ہم یہیں پر ختم کر دیتے ہیں۔" اس نے گھبرا کر حریم کے ہاتھ تھام لئے۔

"ایویں ہی جانے دیں' ارے مفت کا ہاتھ آیا ہوا بندہ کہیں نہیں جا سکتا' فہد تمہارا تھا اور تمہارا ہو کر رہے گا' یہ ہم سب نے ڈیسائیڈ کر لیا ہے' بس تم دیکھتی جاؤ میری بنو نور محل میں تمہیں شہزادی بن کر رہنا ہے۔" حریم پیار سے ہنس کر اسے چھیڑنے لگی اس کے بھی ہونٹوں پر ہنسی پھیل تو گئی تھی مگر وہ حالات سے ڈرتی تھی کہ کہیں غربت اس کی بدنصیبی نہ بن جائے اس لئے خواب تو اس نے دیکھے تھے فہد کے مگر کبھی اظہار نہ کر سکی مگر کل نجانے کیوں اسے کھلی چھت پر سے وہ نیچے فہد کو دیکھنے لگی' شدید حبس اس پر لائٹ غائب فہد لان میں نکل آیا تھا یونہی اس کی نظر پڑی تو اسے یوں لگا کہ کوئی اوپر سے اسے دیکھ رہا ہے اور پھر تھوڑی دیر میں ہلکی ہلکی بوندا باندی

بھی شروع ہو گئی اور پھر شیزرے کی دلخراش چیخ "امی۔" گونجی' وہ پل میں اوپر پہنچا تھا جہاں شیزرے کی رہائش تھی۔

......☆......

تیسرے دن ملگجی سی صبح آنگن چھت سب جگہ دھوپ ہی دھوپ لیکن نور محل کے اندر تو ایک اپنا ہی رنگ تھا صفائی ستھرائی ابھی تک زوروں پر تھی شفاف سوئمنگ پول میں پرندے بیٹھے نہا رہے تھے تبھی نور بی بی نے باہر سے احمد مصطفی کو بلایا تھا۔

"احمد بیٹا! تم ایسا کرو آج تم اپنی بڑی پھپھو کو لے آؤ جا کر اور ہاں خاص طور پر رامین اور ربیعہ کو لے کر آنا' کام بہت پڑا ہوا ہے اور بس بیچ میں ایک دن باقی ہے' میں ویسے تو فون کر دوں گی مگر جب تم کوچنگ جاؤ ناں تو واپسی پر پھپھو سے ملتے آنا۔" وہ احمد کو سمجھاتے ہوئے بولی تھیں۔

"جی دادو! میں لیتا ہوا آؤں گا آپ فون کر دیجیے گا۔"

"ہاں دیکھو بیٹا! فون تو میں کروں گی تمہاری پھپھو کو ارمان تو اسے بھی ہو گا ظاہر ہے ایک طرف بھتیجے اور دوسری طرف بھانجی حریم اور عباد' کیا کریں بیٹا سب قسمت کے کھیل ہیں' کیسا رُلایا ہے اظہر الدین نے میری بیٹی کو' میں نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ اظہر الدین تیری بھی بیٹیاں ہیں مگر اس میں ان کی بیٹیوں کا کیا قصور' اللہ ان کے نصیب اچھے کرے' میری عمیرہ نے چار بیٹیوں کے ساتھ زندگی گزار دی۔" ابھی دادو

نے اپنا پاندان بند بھی نہ کیا تھا کہ کھٹ چھوٹی دلہن سعدیہ آن کھڑی ہوئیں۔

"کہاں بھیج رہی ہیں اماں احمد کو؟" وہ تشویش بھرے لہجے میں بولیں۔

"ارے یہیں عمیرہ کے گھر بچیوں کو بلوا لوں سارا کام پڑا ہوا ہے۔" دادو نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"بُرا نہ مانیئے گا اماں !تو میں ایک بات کہوں آپ سے' آپ نے بہانے بہانے سے ہمارے بچوں کو عمیرہ کے اتنے قریب رکھا اتنے قریب رکھا کہ

احمد تو مجھے انہی کی گود میں بیٹھا ہوا نظر آتا ہے۔" ان کے لہجے کی کاٹ احمد نے محسوس کی تو وہ تڑپ کر بولا۔

"کیا ہے مما! آپ ہر وقت پھپھو کو کچھ نہ کچھ بولتی رہتی ہیں' وہ تو ایسی نہیں ہیں۔"

"یہ بھی تم اپنی دادو کی زبان بول رہے ہو۔"

"بس مما بس' آپ پلیز..." احمد یہ کہہ کر باہر بہت تیزی سے نکل گیا۔

"ارے حریم تم..." سعدیہ ممانی اس کی طرف پلٹیں۔

"جی ممانی!" وہ ہاتھ میں کچھ کپڑے سمیٹے ہوئے اندر داخل ہوئی تھی۔

"اوفوہ بڑی بھابی جان!" سعدیہ پلٹ کر بولیں' پھر خود ہی ہنستے ہوئے دوبارہ بولیں۔

"ارے بھابی جان! آپ حریم کی کب تک نگرانی کریں گی۔" وہ خود ہی کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

”حریم بیٹا! تم جائو اپنے کمرے میں۔“ دادو نے انگلی اٹھا کر آرڈر پاس کیا‘ تو سعدیہ دلہن ہنستے ہوئے اماں کے بیڈ پر ٹک گئیں۔

”اماں! کب تک یہ راز راز رہے گا‘ ایک دن تو حریم کو پتہ لگ جائے گا۔“ سعدیہ نے انہیں پھر چونکا دیا۔

”تم اتنی فکر مت کرو چھوٹی دلہن! جو ہو رہا ہے بس ٹھیک ہی ہو رہا ہے‘ ہم کسی کے کہنے سننے پر یقین نہیں کرتے‘ عباد جب آ جائے گا تب بات کر لیں گے۔“ چھوٹی دلہن کو اس بات پر کھلکھلا کر ہنسی آئی تھی تو اماں نے چونک کر دیکھا لیکن تب تک حریم گزر کر دوسرے کمرے میں جا چکی تھی‘ بڑی بھابی نے ہنس کر ایک نظر اپنی دیورانی پر ڈالی۔

”بڑی بھابی! بے باپ کی بچی ہے آپ نے ماں بن کر پالا ہے اسے‘ آپ کا فرض بنتا ہے کہ آپ اسے سب کچھ بتا دیں۔“ تو اماں بول پڑیں۔

”میں نے کہا تو ہے کہ عباد کو آ تو جانے دو۔“ اماں نے بہت محبت سے کہا تو جھٹ چھوٹی دلہن بول پڑیں۔

”تب تک اماں! بہت دیر ہو چکی ہو گی۔“ وہ کھسیا کر بولیں۔

”اور اگر فائزہ کو کوئی اعتراض ہوا تو...؟“

”چھوڑو چھوٹی دلہن! اس بات کو اگر تم اس حویلی کے گارڈ سے بھی پوچھو گی تو بھی وہ کہے گا کہ ہمیں تو سجاد مصطفی کی خوشی پیاری ہے اور سچ بھی یہی ہے کہ تم اِدھر اُدھر ہاتھ نہ مارو‘ تمہیں اس نور محل کے دُکھ کا اندازہ نہیں ہے‘ ویسے تو سب ہم سے چھپاتے ہیں کہ ہمارے سجاد کو کیا ہوا ہے میں جہاندیدہ ہوں کوئی اتنی نادان بھی نہیں۔“

”تو اماں! میں کیا کہہ رہی ہوں آپ لوگ جو چاہیں کریں‘ بس یہ ہے کہ حریم کے علم میں تو لے آئیں ہر بات۔“

”کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اس کے علم میں ہر بات لائی جائے‘ ہم بہتر جانتے ہیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں‘ تم اس کی فکر نہ کرو۔“ دلہن چچی اپنا سا منہ لے کر اٹھ کر چل دیں۔

"آپ کی مرضی اماں! بعد میں جو ہو گا پھر مجھ سے کچھ نہ کہیئے گا۔" دلہن چچی غصے میں کہہ کر نکل گئیں۔

......☆......

ہارن کی آواز پر ایک دم ربیعہ چونک کر گیٹ کی طرف دیکھنے لگی۔شبر ایک دم کتاب بند کر کے دروازے کی طرف لپکا تھا' احمد کی کار کی آواز سب نے سنی تھی' شبر نے گیٹ کھولا تو احمد مصطفی اس کی خیریت پوچھتا ہوا اندر پھپھو کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

"پھپھو!" وہ کہتا ہوا آگے بڑھا' مغرب کی نماز پڑھتی ہوئیں عمیرہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تو انہوں نے سلام پھیر کر احمد کی طرف دیکھا جو انہیں آواز دیتا ہوا اندر آیا تھا۔

"تم بیٹھو بیٹا! میں ابھی آتی ہوں۔" تو احمد سامنے پڑی ہوئی شبر کی ٹیبل پر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا' شبر کی کاپیوں کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اور شبر! کیسی جا رہی ہے تمہاری پڑھائی' ایک دو دن میں تمہاری ڈیٹ آنے والی ہے۔"

"جی سر!" شبر کو پڑھانے کے لئے احمد ہفتے میں تین دن آنے لگا تھا۔یوں بھی شبر' احمد کے انسٹیٹیوٹ کا اسٹوڈنٹ تھا۔احمد مصطفی نے ہی حالات دیکھتے ہوئے رامین کو اپنے ہی کوچنگ سینٹر میں جاب دلوائی تھی' بات تو اتنی بڑی نہیں تھی لیکن جب سعدیہ کو یہ پتہ چلا کہ رامین اسی سینٹر میں پڑھانے لگی ہے تو انہوں نے اچھا خاصا واویلا اماں کے سامنے مچایا کہ کسی نہ کسی صورت سے عمیرہ ان کے بچے کو پھانس رہی ہیں۔حالات ایسے بھی نہ تھے کہ رامین یہ جاب چھوڑ دیتی' گھر میں بڑی ہونے کے ناتے ذمے داری ساری اُسی پر تھی ، اظہر الدین نے چار بچیوں کی موجودگی میں ایک دوسری عورت سے نکاح کر کے ان کو ایک گھر میں ڈال کرخود الگ تھلگ ہو گئے' چھٹی کے دن وہ ضرور آتے مگر بالکل اجنبی لوگوں کی طرح۔اس وقت رامین گیارہ سال کی اور باقی تینوں بہنیں بھی چھوٹی تھیں۔آہستہ آہستہ وہ دُکھ درد سے

دور ہوتے گئے‘ ساری ذمے داری عمیرہ نے اٹھا لی‘ زیادہ پڑھی لکھی تو تھیں بھی نہیں بس سارا خرچ سجاد‘ منصور اور منظور اٹھاتے رہے‘ پھر آہستہ آہستہ کچھ ذمے داری رامین نے سنبھال لی۔رامین ابھی تک گھر نہیں آئی تھی کوچنگ سے اسے دیر ہو گئی‘ ایک کوچنگ سے وہ دوسری کوچنگ میں ایک سبجیکٹ کی کلاس لینے چلی جاتی تو صبح سے شام تک اس کی مصروفیات پڑھانے کی حد تک تھیں‘ دوسری بہنیں ربیعہ‘ راحمہ لوگ اماں کے ساتھ مل کر گھر کا کام کاج کرتیں‘ احمد مصطفی بہت بے چین سا بیٹھا شبر کی کتاب کو الٹ پلٹ رہا تھا تبھی اس کی نظر بھٹک کر کھڑکی پر پڑی تو رائمہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

”بس آپی تھوڑی دیر میں آتی ہوں گی۔“ تو شبر نے گھور کر دیکھا تو رائمہ ہنسنے لگی‘ عمیرہ ابھی تک نماز پڑھنے کے بعد کوئی وظیفہ پڑھ رہی تھیں‘ وظیفہ ختم ہوا تو پھر وہ جائے نماز تہہ کر کے احمد کے پاس آئی تھیں۔

”اماں کیسی ہیں بیٹا؟“ انہوں نے جاء نماز تہہ کی اور بولیں۔

”دادو کا ہی پیغام لے کر آیا ہوں۔“ احمد کھڑا ہو گیا‘ عمیرہ نے مسکرا کر احمد کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔

”پھپھو! دادو نے آپ سب کو بلایا ہے آپ کو تو معلوم ہے ناں کل عباد بھائی آ رہے ہیں ساری تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں اسی لئے دادو نے ہمیں بھیجا ہے کہ آپ لوگوں کو لے کر آئوں۔“

”وہ تو ٹھیک ہے بیٹا! مگر آج تو مشکل ہے ہاں کل صبح تک میں بچیوں کے اسکول اور کالج کے بعد آ جائوں گی۔“

”کہاں پھپھو! کل تو چھٹی ہے سنڈے ہے ناں۔“

”ارے ہاں میں تو بھول گئی تھی۔“ آہٹ پر ان کی نظر صحن سے آتی ہوئی رامین پر پڑی تھی‘ احمد کی نظر بھی پڑی تھی تو وہ بھی انجان سا بن کر شبر کی کتاب کو دیکھنے لگا یوں جیسے اس نے رامین کو آتے دیکھا ہی نہ ہو‘ البتہ رائمہ‘ رامین کو دیکھ کر ہنسنے لگی۔

"خیریت کیا ہوا' یوں ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار بنی جا رہی ہو' ایسی کیا خاص بات ہو گئی۔" وہ بھی احمد کو اگنور کرتی ہوئی اندر آئی تھی۔

"سلام امی!" رامین اماں کی طرف بڑھی تو احمد نے پھر کھڑکی طرف پلٹ کر دیکھا تو رامین آپ ہی آپ بول گئی۔

"کئی بار تو بتایا ہے کہ میں ایک کلاس لینے دوسرے سینٹر بھی جاتی ہوں۔"

"دیکھ لیں پھپھو! میں نے کچھ کہا ہے اسے یہ آتے ساتھ ہی مجھ سے لڑنے بیٹھ گئی۔"

"حد کرتے ہو احمد! میں نے کیا تم سے کچھ کہا ہے۔"

"تو میں نے کیا کہا ہے۔" احمد ہنسنے لگا۔

"پلیز احمد! جب سے میں آئی ہوں گھڑی دیکھتے ہو پھر میری شکل دیکھتے ہو۔"

"تو اب کیا کیا جائے کہ اب کسی کی شکل پر ہی بارہ بجے ہوں۔" احمد تھوڑا سا اس کی طرف جھکا۔

"جی نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔" اس نے جلدی سے اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے صاف کیا' سارے دن کی تھکن اس کے چہرے سے صاف جھلک رہی تھی۔

"یہ لیں آپی چائے!" رائمہ نے اس کے سامنے ٹرے رکھ دی۔"

"ارے بیٹا! احمد بھائی آئے ہیں کچھ کھانے کو بھی لے آتیں۔" عمیرہ بولیں۔

"نہیں پھپھو! بس چائے کافی ہے وہ بھی رائمہ کے ہاتھ کی۔" احمد بولا۔

"آپی میں۔"

"اوفوہ بھئی کیا ہے؟" ربیعہ نے جلدی سے رامین کا پرس اور فائل پکڑ لی تھی جبکہ ہاتھ میں پکڑی ہوئی چادر رائمہ تہہ کر رہی تھی۔

”بھئی واہ کیا بات ہے رامین کے اطراف میں چاروں طرف نوکر چاکر لگ جاتے ہیں۔“

”کیوں تمہیں کوئی تکلیف ہے کیا؟“

”تم تو بالکل کھسیانی بلی لگ رہی ہو اس وقت۔“ احمد بول کر ہنسا۔

”اس وقت آپ جناب یہاں تشریف کیسے لائے؟“

”کیوں بتائیں، یہ ہماری پھپھو کا گھر ہے جب چاہیں گے آئیں گے جائیں گے، آپ کو کیوں بتائیں۔“

”جی نہیں مجھے سب پتہ ہے، آپ سے پہلے مجھے حریم نے بتا دیا تھا کہ آپ جناب یہاں تشریف لا رہے ہیں۔“

”تو پھر چلیں فٹافٹ پھپھو سمیت، دادو نے سب کو بلایا ہے۔“ رائمہ اور ربیعہ تو فوراً تیار ہو گئیں۔

”آپی! جلدی کریں ناں، نانو انتظار کر رہی ہوں گی، چلیں ناں۔“

”ہاں ٹھہر جائو اب اتنی بھی جلدی نہیں ہے اور مجھے دَم تو لینے دو اور امی سے پوچھو کہ کیا کرنا ہے۔“

”امی تو وہی کریں گی آپی جو آپ کریں گی۔“

”جی نہیں ایسا بھی نہیں ہے کہ میں کہوں اور امی چل دیں، کیوں امی۔“ رامین نے چائے کا سپ لیا۔

”میرا خیال ہے امی! ہم احمد بھائی کے ساتھ چلے جائیں تو زیادہ بہتر ہے ورنہ دو دو بسوں میں دھکے کھا کر تو حلیہ ہی بگڑ جاتا ہے، اچھے خاصے کپڑوں کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔“ ربیعہ، رامین کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

”چلو دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے میں تھوڑا فریش تو ہو جائوں۔“ رامین اٹھ کر چلی گئی۔

......☆......

گلابی جاڑوں کا سورج آسمان کی وسعتوں میں چھپ رہا تھا... مدھم مدھم کرنیں نور محل کی تیسری منزل پر ابھی باقی تھیں، ہر طرف سنہرا سنہرا اجالا تھا، اندھیرے میں بہت دیر تھی۔فاطمہ بوا نے ٹرے میں چنے ڈال کر اس کی طرف بڑھائے تھے، وہ نجانے کن خیالوں میں گم تھی، شام کی آہٹ صبح کی دبی دبی مسکراہٹ تن من میں ایک ہلچل سی پیدا کر رہی تھی۔وجہ فہد مصطفی کا اس کے بخار پر پریشان ہونا تھا۔"آرتی اتاروں تیری۔" وہ تپاک اٹھا کر سر پر رکھ کر کھڑی ہو گئی۔سامنے آئینہ میں شام کی آہٹ صبح کی دبی دبی مسکراہٹ نے انگڑائی لی تھی فہد کا تصور سامنے تھا وہ کمرے سے نکل کر کھلی چھت پر آ گئی۔

"چلے ہیں تو یہ سفر کٹ ہی جائے گا

مگر آہستہ آہستہ۔"

اس نے ہولے سے دو قدم آگے بڑھائے۔اس کی نظر اوپر اٹھی تھی، گلابی جاڑوں کا سلگتا ہوا سورج سفید سیاہ بادلوں کی لپیٹ میں آ رہا تھا، دہکتا ہوا

سورج تیسری منزل جو صرف ایک کمرے پر مشتمل تھی سورج آخری روشنی سمیٹ کر جا رہا تھا۔

دہکتے ہوئے سورج تلے نہ پاؤں چلیں نہ تن بھیگے پر آپ ہی آپ دل پر پھوار سی گرے۔یہ رنگ یہ موسم سرد دنوں کے خواب بھیگے ہوئے پھولوں کی مہک تن کا زیور اور تم شیزرے خان صرف اکبر اعظم کی محل کی ایک ایسی انار کلی ہو جس کو شہزادہ سلیم من بھا گیا ہے۔

"شیزرے۔" فاطمہ کمرے سے نکل کر چھت پر آ گئیں۔وہ اپنے خیالوں سے اس طرح چونکی کہ سر پر رکھے ہوئے ہاتھ ٹرے سے گر گئے اور وہ 'میں پیا کی آرتی اتاروں۔" دھڑ ہاتھوں سے ٹرے گری دور تک سفید چنے بکھر گئے۔ ٹن ٹن اچھلتی ہوئی ٹرے پر رکھی دیگچی گول گول پہیے کی طرح چلتی ہوئی ایک دو تین سارے زینے طے کر گئی وہ اس کے ساتھ ساتھ دوڑتی رہی آخر آخری زینے پر اس نے گول دیگچی کو پکڑ ہی لیا... لیکن بری طرح سانس پھول گئی تھی۔ٹناٹن ٹن کے شور پر زینے کے قریب بندھے جرمن شیفرڈ

نے بھونکنا شروع کر دیا... ”ارے جودھا اب کیا نیچے آرتی اتار رہی ہو۔“ چھت پر سے فاطمہ نے زور سے پکارا تبھی نادیہ امی نے دیگچی کو دل کے قریب کر کے زور سے بھینچ لیا کہیں دل اچھل کر باہر نہ آ جائے۔پلٹ کر اس نے اوپر کی طرف دیکھا۔

”کیا کر رہی ہو اب نیچے سے اوپر آئو۔“ اکبر اعظم کے تان سین کی ایمن اور بھیروی کا راگ سن رہی ہو، نانی نے نیچے کی طرف جھانکا تو کتے اور شور مچانے لگے۔تب ہی گیٹ پر کسی نے دستک دی۔

”””کون۔“ فاطمہ نے اوپر سے ہی پوچھا۔

”اکبر اعظم کی سیریل ڈھونڈنے آئی ہیں۔“ وہ ایک ہی سانس میں اچھلتی کودتی اوپر پہنچ گئی۔

”ابا آپ کو کوئی نیچے پوچھ رہا ہے۔“ پھولی ہوئی سانس کو قابو کرتے ہوئے بولی۔ابا چھت پر بکھرے ہوئے چھولے کے چنوں کو دیکھتے ہوئے نیچے چلے گئے۔

”میں کہتی ہوں چنو ایک ایک دانا یہ رزق حلال ہے۔“

” ایک ایک دانا؟“ وہ سوالیہ نظروں سے ماں کو دیکھنے لگی۔

”ہاں ایک ایک دانا ورنہ وہ الٹی سیدھی شروع کر دیں گے پھر روئے گی بیٹھ کر، شاباش۔“ فاطمہ نے پیار سے اسے سمجھایا۔

”امی جھاڑو سے سمیٹ دوں۔“

”شیزرے۔“ ان کی آوازمیں غصہ تھا۔وہ ایک ایک دانا چن رہی تھی۔

”دیکھو غصے میں کنکر نہ چن لینا۔“

”کنکر، میرا بس چلے تو ابلتے ہوئے چنوں میں نشے کی ایک پڑیا بھی ڈال دوں تاکہ آئندہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری، لیکن نہیں یہ چھولے والی تھرڈ کلاس کبھی باز نہیں آئے گی، پچھلے سال ابا کے سڑے ہوئے چھولے کھا کر کتنے لوگ شکایت لائے لیکن پھر وہی گول گپے کے شیدائی کھڑے نظر آئے۔“ چیپ اور گھٹیا لوگ۔“ وہ خود ہی بڑبڑانے لگی۔

"دیکھنا یہ شوخیاں ایک دن آنسوئوں سے رلائیں گی۔" امی اس کی الٹی سیدھی باتوں سے تنگ آ گئی تھیں۔

"لو بھلا ہم آنسوئوں سے کب نہیں روتے۔" اس نے باہیں پھیلا کر امی کو سمیٹ لیا۔

"امی جو ہم رو کر نہیں لے سکتے اسے ہنس کر تو بہا سکتے ہیں' آپ کیا جانیں کہ ابا کی الٹی سیدھی حرکتوں سے کتنا دل جلتا ہے۔" وہ پل میں اداسیوں کے سمندر سمیٹ لائی۔

"وہ جو کرتے ہیں ناں انہیں کرنے دیں اپنی آنکھ اور کان دونوں بند کر لو۔" امی تسلیوں کا بند باندھنے لگیں۔

"کہنا آسان ہے لیکن۔" اس کی آنکھوں میں ایک پل میں اندھیرے اُتر آئے۔

"اسی لئے کہتی ہوں مت ہنسا کرو اتنا۔"

"جب ہمیں معلوم ہی ہے کہ رونا ہی رونا ہے تو ہنسنے میں کیوں اتنی کنجوس بن جائوں۔" وہ آنسو پونچھ کر بولی۔

نانی فاطمہ آبدیدہ سی نظر آ رہی تھیں اور وہ بڑی سی سینی میں چنوں کو ایک ایک کر کے پھینک رہی تھی۔گویا راہوں کے بیشمار کنکروں کو ہٹانا مشکل ہے۔

"دیں آپ میں اندر روشنی میں ڈال کر صاف کر دیتی ہوں۔" وہ ٹرے اٹھا کر اندر چلی گئی۔

جونہی اندھیرا بڑھا سرد ہوائوں سے فاطمہ کے پائوں کی ہڈیاں کڑکڑانے لگیں' وہ اٹھ کر اندر آ گئیں۔کمرے کا دروازہ بند ہوا تو ساری کائنات سمٹ کر اسی کمرے میں سما گئی۔وہ بڑے سے دیگچے میں چنوں کو بھگونے کے بعد یونہی چنوں کو الٹ پلٹ رہی تھی۔

خوابوں کا سمندر چنوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے سنہرے راستے ان پر سے گزرتا ہوا یہ زینہ جہاں سانسوں کا تصادم تو کئی بار ہوا لیکن لفظوں کی حرارت نہیں جاگی۔

مہکتے دریائوں کی روانی سرسراتی ہوئی لہروں کی نمی

میرے ناخدا نے محسوس کی لیکن جگنو آنچل سے نہیں باندھے۔

ابا نے دھڑ سے دروازہ کھولا‘ ساری سمندر کی لہریں ٹوٹ گئیں۔رات تیز سردی تھی وہ فاطمہ کے بھاری لحاف میں منہ چھپائے لیٹی تھی، برابر ہی تو ابا کا بستر تھا۔ابا کو اتنی سردی میں بھی گرمی لگ رہی تھی۔اسی لئے بنیان اور دھوتی پہنے ہوئے کمرے سے اٹھ کر باہر چھت پر چلے گئے تھے۔

کتنا ڈر لگتا جب ابا کو یوں ٹہلتے وہ دیکھتی تھی۔

”امی۔“ وہ لحاف کے اندر ہی سے پکاری لیکن امی بے خبر سو رہی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اور اگر یونہی کسی دن امی خاموشی سے سو گئیں تو وہ یسے رہے گی اکیلے۔“ پسینے میں سارا جسم بھیگ گیا لیکن اس نے سانس ناں لی۔

”امی۔“ وہ چیخ کر اٹھ بیٹھی۔

”کیا ہوا؟“ امی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

”ڈر گئی۔“ ابا عجیب سی ہنسی میں ہنسے۔

”ابا کوئی یوں بھی کرتا ہے۔“ ابھی تک وہ سرد تھی۔

”میں نے اس کے پائوں میں گدگدی کی تو یہ ڈر گئی۔“ ابا نجانے کون سی ڈھیٹ ہنسی میں ہنسنے لگے۔

”اکبر آئندہ ایسا مذاق کبھی نہ کرنا‘ بیٹی کے پائوں صرف مہندی سجتی ہے۔“ امی کے لہجہ میں ناراضگی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''مہندی بھی لگے گی پائل بھی سجے گی بیگم۔'' ابا نے کیسے لہجہ میں بات کی تھی، وہ ڈر کر ابھی تک امی سے لگی بیٹھی تھی... رات آنکھوں میں بیت گئی ' اسے نیند نہ آئی۔

''امی بلا رہی ہیں۔'' اچھلتی کودتی تیسری منزل پر آئی تھی 'وہ جلدی سے باورچی خانے سے نکل آئی۔

''جلدی لوٹنا۔'' گویا وہ آج بہت لمبے سفر پر جا رہی تھی۔ نجانے وہ کیوں چور نظروں سے امی کو دیکھنے لگی۔

چلیں ہیں تو یہ سفر

کٹ ہی جائے گا

مگر آہستہ آہستہ

قدموں کی رفتار پہلی جیسی نہیں تھی۔

''دلہن چچی۔'' وہ قریب آ گئی۔وہ زینہ پر مل گئیں۔''اب کیسی طبیعت ہے۔'' دلہن چچی نے مسکا لگایا۔

''آج کل امتحان ہو رہے ہیں۔'' وہ آہستہ سے مخاطب ہو کر ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

''تھوڑا سا کام ہے شیزرے میں نے اسی لئے تمہیں بلایا ہے۔'' انہوں نے جگہ بنائی۔

''جی چچی۔'' وہ تیار سی نظر آئی۔

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ عباد نے باہر شادی کی ہوئی ہے۔'' وہ سن کر گھبرا گئی۔

''نہیں تو۔'' سانس رُک سی گئی۔

''نہیں تو دلہن چچی!'' وہ حیران سی بیٹھی رہی۔

''تو تم حریم کو بتاؤ اس کو دھوکہ میں رکھا جا رہا ہے۔''

”پتہ نہیں دلہن چچی! مجھے تو کچھ نہیں معلوم۔“ وہ حیران سی بیٹھی تھی، دلہن چچی اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئیں سامنے ٹیبل سے فہد کا والٹ اٹھا کر اس میں سے ہزار ہزار کے دو نوٹ مٹھی میں دبا کر اس کی طرف بڑھیں، فہد شاور لے کر اسی کمرے میں آ رہا تھا اس نے یہ سب کچھ کرتے ہوئے ماں کو دیکھ لیا تھا کہ دبے قدموں جب وہ چلتا ہوا آگے بڑھا تو سعدیہ، شیزرے کی مٹھی میں پیسے دبا رہی تھیں۔

”یہ تم رکھ لو اور اس تقریب کے لئے تم بھی کوئی اچھا ڈریس بنا لو۔“

”نہیں دلہن چچی! نانو نے بہت خوبصورت میرا ڈریس بنوایا ہے۔“

”تو کیا ہوا، میں بھی تو تمہاری چچی ہوں۔“ انہوں نے دوبارہ اس کی مٹھی بند کر دی۔شیزرے سے پہلے ہی فہد بہت تیزی سے چینج کرتا ہوا زینے سے اتر کر اندر نور محل کے لان میں پہنچا تھا۔شیزرے جب زینے سے اتر رہی تھی تب فہد نے اوپر کی طرف دیکھا تو سیکنڈ فلور سے سعدیہ نیچے ہی دیکھ رہی تھیں تو فہد مطفی انجان سا بن کر اندر چلا گیا۔جونہی شیزرے اندر آئی، فہد

چھپا ہوا پلر کی آڑ میں کھڑا تھا۔اتنی تیزی سے جھپٹ کر اس نے اطنی طرف شیزرے کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا کہ پوری کی پوری وہ اس کے اوپر گری تو تھی فہد نے اسکی بند مٹھی کو اپنے ہاتھ میں تھام لیا تھاوہ سختی سے اس کا ہاتھ تھامے غصے سے بول رہا تھا اور وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

......☆☆☆......

”یہ کیا ہے کس چیز کی قیمت تم نے لی ہے میری ماں سے؟“

”میرا ہاتھ چھوڑیئے، میں نے کوئی قیمت نہیں لی کسی بات کی۔“

”تو پھر یہ کیا ہے؟“ اس نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔

”پیسے۔“ وہ بہت اطمینان سے بولی۔

”بس دو ہزار۔“ اس نے گن کر بتایا۔

"میں تمہیں اس سے ڈبل ٹرپل دیتا ہوں مگر ممی کی کوئی بات تم حریم سے نہیں کہو گی' یہ لو۔" اس نے والٹ کھول کر جتنے بھی پیسے تھے شیزرے کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

"جی نہیں۔" اس نے سارے پیسے مروڑ کر فہد پر پھینک دیئے۔

"آپ کی اطلاع کے لئے عباد بھائی نے یہ خبر تحریری طور پر مجھے ہی دی تھی اور اس بات کو بھی پانچ برس بیت گئے ہیں' دلہن چچی کیا میری قیمت دے سکیں گی' محبت میں قیمت نہیں لگائی جاتی اور جو لوگ محبت میں قیمت لگاتے ہیں وہ محبت نہیں صرف ایک سودا ہوتا ہے۔" وہ نوٹوں کو فہد پر پھینکتے ہوئے تیزی سے وہاں سے نکل گئی' فہد جہاں تھا وہیں کا وہیں کھڑا رہ گیا۔

......☆......

نور محل میں خاصی گہما گہمی تھی۔سب سے بڑے بیٹے سجاد مصطفی کا ولی عہد عباد مصطفی چھ سال کے بعد اپنے وطن واپس لوٹ رہا تھا۔نور محل کی سجاوٹ

دیکھنے کے قابل تھی۔پتا پتا' بوٹا بوٹا اس وقت صفائی کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔سبز مخملیں گھاس پر سے ایک ایک کنکر کو چنوایا گیا تھا۔مخملی سرخ راہداری سرشام سے ڈیکوریٹ کر دی گئی تھی۔ڈیکوریشن کا کام ہائی فائی کمپنی کر دیا گیا تھا جس میں اسٹیج اور لان کی سجاوٹ شامل تھی۔بس یوں سمجھ لیجیے پتا پتا بوٹا بوٹا روپ نہا رہا تھا۔سجاد مصطفی کسی نگران کی طرح اِدھر سے اُدھر سبھی بچوں کو ہدایت دے رہے تھے۔بڑی بھابی عذرا سجاد بے حد مصروف اور مسرور نظر آ رہی تھیں۔بار بار کبھی اندر اور کبھی باہر کا جائزہ لیتیں۔دل کے اندر نجانے کتنے وسوسے تھے، جنہیں وہ اپنی دھڑکنوں میں محسوس کر رہی تھیں۔صبح سے ان کی نظر زینے کی ہر آہٹ پر لگی ہوئی تھی جہاں ان کی دیورانی سعدیہ کی رہائش تھی۔یہ نور محل کی بیچ والی منزل کا زینہ تھا جس پر انہیں سعدیہ کی ایک جھلک نظر آئی تھی۔سامنے سے دھڑ دھڑ اترتی سعدیہ نظر آئیں اس سے پہلے کہ سعدیہ لان میں اتر کر اندر آتیں عذرا لپک کر ان کے قریب پہنچ گئیں۔لیکن سعدیہ بھی ایک پہنچی ہوئی چیز تھیں۔یوں بدک کر اندر کی طرف مڑیں گویا جیسے عذرا ان کا راستہ روک رہی ہوں۔

"کہاں چلیں سعدیہ؟" عذرا بھابی نے آگے بڑھ کر پھر ان کا راستہ روک لیا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟" سعدیہ دلہن نے دزدیدہ نگاہوں سے عذرابھابی کی آنکھوں کے آر پار دیکھا۔عذرا بھابی کی سوئی سوئی آنکھیں ایک لمحے کے لئے جھک تو گئی تھیں پھر جھٹ بول پڑیں۔

"اماں! تو عصر کے بعد سے جاء نماز پر بیٹھی ہیں۔انہوں نے عباد کے لئے کوئی وظیفہ پڑھنا تھا۔بچے سارے تو ادھر مصروف ہیں اور بچیاں بیوٹیشن کے ساتھ اندر مصروف ہیں۔آ جائو ادھر ہی لان میں بیٹھ جاتے ہیں۔"

"دراصل! میں تو یونہی چلی آئی۔" پھر سامنے سے آتے ہوئے سجاد مصطفی پر نظر پڑی تو بولیں۔

"بھائی صاحب! بڑی تیاریاں ہو رہی ہیں۔مجھے تو عباد پر رشک آ رہا ہے۔اتنے دنوں سے نور محل میں استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ہمارے فہد کے لئے کسی نے ایک پھول کی لڑی بھی نہ لگائی تھی۔" انہوں نے ایک حسرت

بھری نظر لان پر ڈال کر عذرا بھابی کو دیکھا تھا۔سجاد مصطفی تو انہیں نظر انداز کر کے آگے بڑھ گئے تھے۔

"یہ سب بچے کر رہے ہیں سعدیہ! بچوں کی خوشی ہے وہ عباد کو سرپرائز دینا چاہ رہے ہیں۔"

"لیکن بھابی بیگم! جو سرپرائز آپ حریم کو دے رہی ہیں وہ کیا ہے؟" سعدیہ کے ہونٹوں پر بڑی پراسرار سی مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔

"دیکھو سعدمیری بات سنو! میرے ساتھ تم آئو ادھر۔" بڑی بھابی نے چھوٹی بہن سعدیہ کا ہاتھ بڑے پیار بھرے انداز سے تھام لیا اور برآمدے میں پڑی ہوئی کرسیوں کی جانب بڑھیں۔

"دیکھو سعدیہ! تم بھی ایک ماں ہو' ماں بن کر سوچو جو میں کرنے جا رہی ہوں وہ اتنا بُرا تو نہیں۔کیا بُرائی ہے اس میں؟" عذرا بھابی اس وقت بالکل سعدیہ کے سامنے جھک گئی تھیں۔

"میں نے کب کہاکہ آپ برا کرنے جارہی ہیں۔" سعدیہ نے اپنی کلائی ان کے ہاتھ سے آزاد کراتے ہوئے کہا۔

"پھر بھی بہن سعدیہ!" سعدیہ کو بہن کے لفظ پر بڑی زور سے ہنسی آتی تھی۔

"واہ بھابی ! وقت پر دیورانی کو بہن بنالیا۔"

"نہیں سعدیہ ! میں نے تو ہمیشہ تم کو اپنا سمجھا ہے۔" بڑی بھابی بڑے بجھے بجھے لہجے میں سعدیہ سے مخاطب ہوئی تھیں، لیکن وہ سعدیہ کیا جو کسی پر رحم کھا جائے' جو دل میں سمائی تھی سعدیہ کرکے رہتی تھیں۔

"پلیز سعدیہ ! میرا بھرم رکھ لو' بس ایک دن کی تو بات ہے۔"

"بھابی جان ! آپ اتنی نروس کیوں ہورہی ہیں؟" میں نے جو کچھ آپ سے کہا ہے وہ سب سچ ہے۔"

"نہیں سعدیہ ! وہ سب جھوٹ اور غلط ہے' عباد ایسا نہیں اور اگر ایسا ہے بھی تو سعدیہ ! یہ سوچو اس کے روکنے کا ایک ذریعہ یہی تو ہے۔"

"واہ بھابی واہ ! ایک طرف تو آپ اتنی دیندار ہیں اور دوسری طرف اتنا بڑا دھوکہ' بھابی جان حریم ایک یتیم بچی ہے اس پر رحم کھائیں آپ۔"

"لیکن سعدیہ ! حریم کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔حریم اور عباد ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔" عذرا بھابی بجھی بجھی سی سعدیہ کو دیکھ رہی تھیں اور سعدیہ کس بے رحمی سے ان کی حالت پر ہنسے جارہی تھیں۔

"بھابی جان ! کبھی محبت تھی۔لیکن اب ایسا نہیں ہے۔"

"نہیں سعدیہ ! پلیز اس ٹاپک کو اب مت چھیڑو۔" بڑی بھابی ایک بار پھر لجا کر بولی تھیں۔

"لیکن بھابی جان ! ہم پر تو کبھی کسی نے رحم نہیں کھایا' ہمارے بچوں کو جھوٹی محبت کے جھانسے دے دے کر مجھ سے دور کیاگیا۔پھوپھیوں اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

چچائوں سے وہ بے حد قریب ہیں‘ ماں تو ان کو دشمن نظر آتی ہے۔“ سعدیہ کے چہرے پر اپنی ضد اور انا کی ایک سوچ نمایاں تھی۔

”نہیں سعدیہ ! بچوں سے جتنی محبت کرو وہ قریب آتے ہیں۔تم نے بچوں کو توجہ نہیں دی‘ بچے خود دور ہوگئے ہیں‘ جہاں انہیں محبت ملی‘ انہوں نے انہیں اپنا سمجھ لیا۔“ بڑی بھابی نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

”بس رہنے دیں بھابی ! اپنی محبت کا فلسفہ۔“ تبھی بہت تیزی سے آتا ہوا فہد مصطفی بولا۔

”بڑی ممی ! پھر ماں کو قریب بیٹھا دیکھ کر اسے جھٹکا لگا پھر جلدی سے بولا۔

”آئی مین بڑی اماں!“سر جھکا کا جھکا رہ گیا‘ بڑی بھابی کو یہ کل کی ہی بات لگی تھی کہ انہوں نے فہد کو پیار کرتے ہوئے گود میں اٹھایا تھا اور پیار کرتے ہوئے بولی تھیں۔

”فہدی ! تم بہت ضدی بچے ہو۔سب بچے مجھے ممی ممی کہتے ہیں سب سے بڑی ہوں میں گھر میں۔اس لئے تم مجھے بڑی ممی بولو‘ مگر تم وہی بڑی اماں...

! ہوں میں تمہاری بڑی اماں ہی۔مگر تم مجھے بڑی ممی بولو تو مجھے تم پر ٹوٹ کر پیار آئے گا۔“ انہوں نے فہد کے ماتھے پر پیار کرتے ہوئے کہا۔

”لیکن وہ بڑی اماں...!“

”پھر وہی بڑی اماں...؟ بڑی ممی بولوناں!“

”لیکن ممی منع کرتی ہیں‘ کہتی ہیں کہ ممی صرف میں ہوں تمہاری۔تم کسی اور کو ممی نہیں بول سکتے‘ انہیں صرف تم بڑی اماں بولو گے۔“ بس اس دن سے آج تک یہ کہانی چل رہی تھی کہ ماں کے سامنے بڑی اماں اور ماں کے سامنے جب کبھی منہ سے پھسل گیا بڑی ممی تو سوری سوری کہہ کر اس نے بڑی اماں کردیا۔آج بھی وہی ہوا تھا۔جونہی ماں پر نظر پڑی اس نے بڑی ممی کہہ کر مخاطب کیا اور پھر ”آئی مین بڑی اماں!“ کہہ کر وہ آگے بڑھا تھا‘ عالیہ بیگم نے ایک گہری سانس لی اور نظر بھر کے سامنے بیٹھی ہوئی عذرا بھابی کو دیکھا تھا۔آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ دیکھا عمل دخل تمہارا ہمارے

بچوں کی زندگیوں میں کس حد تک ہے۔فہد مصطفی بھی یوں گھبرایا ہوا کھڑا تھا کہ گویا چوری پکڑی گئی ہو۔

”بڑی اماں ! آپ کو بڑے پاپا بلا رہے ہیں۔“ یہ خبر دے کر بہت تیزی سے وہ واپس چلاگیا۔

”فہد !“ ماں کی آواز پر وہ واپس مڑا تھا۔

”جی ممی۔“ وہ چل کر قریب آیا۔

”دیکھا! تم نے عباد کے آنے پر یہ کیسی سجاوٹ کررہے ہیں۔کیسی لگاوٹ ہے ان کے دلوں میں عباد کے لئے ایک برس پہلے تم بھی پلٹ کر آئے تھے‘ یہ روشنیوں کے مینارے‘ یہ نور محل کی سجاوٹ‘ رنگ و روغن تمہیں نظر نہیں آرہا بیٹے!“ وہ فہد مصطفی سے پوچھ رہی تھیں۔

”دراصل مما ! ہم لوگوں نے ایک سرپرائز بھی تو رکھا ہے اور ابھی تو یہ سجاوٹ کی ابتداء ہے ابھی تو یہ کچھ بھی نہیں جو کل ہم لوگ کرنے والے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہیں۔“ فہد مصطفی نے ماں کے دل میں اور آگ بھڑکائی تھی ہنستے ہوئے۔

”کرو خوب کرو بیٹا ! جو دل میں آئے تم لوگ کرو‘ لیکن فہد یہ بتاتی چلوں کہ یہ لوگ تمہارے اپنے ضرور ہیں لیکن دل میں کسی اور کو رکھتے ہیں۔تمام عمر نہ تمہارا باپ سمجھا اب میں تمہیں کیا سمجھاؤں گی‘ تم لوگ اپنی مرضی کے مالک ہو۔“

”ممی !آپ کو وہم ہے لوگ نور محل کی مثال دیتے ہیں کہ تینوں بھائیوں میں کس قدر ایکا ہے‘ ہم سب آپس میں کزنز نہیں دوست بن کر رہتے ہیں‘ عباد بھائی کے لئے ہم سب بہت بے قرار ہیں۔مما وہ بے حد لونگ نیچر کے ہیں‘ میری ممی ! آپ کیوں اتنے اندیشیوں میں گھری رہتی ہیں؟“ اس نے اپنے دونوں ہاتھ وا کرکے اپنی ماں کو اپنے حصار میں لے لیا۔

”ہاں تم لوگوں کی محبت کا ثبوت وہ حریم ہے جو سسک سسک کر کمرے میں رو رہی ہے۔“ فہد کا دل دھک سے ہوا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا ہوا ممی! حری کو؟"

"جائو ! دیکھو اندیشوں میں گھری ہوئی ہے' کیوں اتنا انجان بن رہا ہے فہد!"

"پلیز ممی ! لیوات دس ٹاپک' عباد بھائی کو ایک بار آ تو لینے دیں سب ٹھیک ہوجائے گا' بڑے پاپا ہارٹ پیشنٹ ہیں' بڑی اماں بھی بیمار رہتی ہیں جو کچھ ہونے جارہا ہے وہ بہت اہم ہے اس فیملی کے لئے دادو کے لئے ایون بڑے پاپا کے لئے' کل بھی ان کے سارے ٹیسٹ ہوئے ہیں یو نومی ! ان کا بائی پاس نہیں ہوسکتا۔رسک ہے' یو نو ممی ! یہ بات حری کو بھی پتہ نہیں۔لیکن مما ! پلیز آپ چپ رہیئے اس میں ہماری فیملی کا بہت بڑا نقصان ہوگا' ہم عباد بھائی کو کھونا نہیں چاہتے۔دیٹ زاٹ۔" یہ کہتا ہوا احمد مصطفی کی آواز پر وہ دوبارہ لان کی طرف چلاگیاتھا۔

"یہاں دنیا جہان کے کام پڑے ہوئے ہیں اور تم ہو کہ غائب ہوگئے' کم آن یار ! بڑے پاپا بہت دیر سے ہم لوگوں کو بلا رہے ہیں۔میری تو یہ بات سمجھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نہیں آتی کہ عباد بھائی ایک ایک درخت اور شاخوں کو جھانکتے پھریں گے بڑے پاپا نے تو حد کردی۔ایک ایک شجر اور شاخ کی کٹائی کروا رہے ہیں بیٹھ کر۔صبح سے ڈیکوریشن والے لگے ہوئے ہیں۔بیچ میں صفائی کا کام بھی جاری ہے۔مجھے نہیں لگتا کہ ہم آج فرصت پاسکیں گے۔دیکھ یار ! کیا حالت ہوگئی۔یہ جھاڑ جھنکار اٹھاتے ہوئے۔" احمد مصطفی نے جھنجلاتے ہوئے کہادونوں بھائی ایک دوسرے کے بہت قریب تھے آپس میں بھی بہت فرینک تھے سبھی لوگ ان کی محبت کی مثال دیتے تھے' اس وقت بھی بڑے پاپا نے دونوں کو مسکراکر دیکھا تھا' اور مسکرا کر بولے۔

"کہاں چلے گئے تھے فہد ! احمد بے چارہ کب سے تمہیں ڈھونڈ رہا ہے۔"

"بس بڑے پاپا ! میں چھوٹی پھپھو کو مارکیٹ تک چھوڑنے گیا تھا۔"

"گویا ! ابھی تک ان لوگوں کی شاپنگ پوری نہیں ہوئی۔" بڑے پاپا استفہامیہ انداز میں بولے۔

"ابھی تو صرف بکنگ ہوئی ہے بیوٹی پارلر کی' اللہ جانے یہ لوگ کیوں اتنا سج بن رہے ہیں' صرف ایک عباد بھائی کی آمد پر مجھے تو خود حیرت ہے۔" احمد کھسیا کر بولا تھا۔

"چلو ! کرنے دو بچیاں ہیں۔نور محل کی یہ پہلی خوشی ہے اور یوں بھی عباد تم سے بڑا ہے کچھ تو ہونا چاہیے۔" بڑے پاپا بولے تو بیچ میں آکر نعیم بول پڑا۔

"ابھی کیا ہے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا؟" نعیم نے تھوڑا سا اپنے سر کو دائیں بائیں گھما کر کہا۔

"ایسا کیا ہونے والا ہے میرے بھائی؟" فہد مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔

"یہ سیکرٹ ہے۔میں راز سے پردہ نہیں اٹھا سکتا۔"

"یا اللہ ! گویا اس تقریب کو بھی پر اسرار بنایاجارہا ہے۔" احمد بہت ہی آہستہ سے نعیم کو دیکھ کر بولا۔لان کی صفائی ستھرائی میں نعیم بھی برابر کا شریک تھا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یوں سمجھ لیجئے نور محل کے آج بقول "دادو جان" کے ساتوں شہزادے لگے ہوئے تھے تب ندیم بولا۔

"دادو ! ساتواں شہزادہ تو آنے والا ہے یوں کہیئے کہ چھ شہزادے مل کر استقبال کرنے والے ہیں۔"

"اور نانو ! شہزادیاں کتنی ہیں اس نور محل میں؟" تو نانو رکتے ہوئے شیزرے کو دیکھ کر بولیں۔

"سات شہزادیاں..."

"گویا ! سات کا ہندسہ بہت لکی ہے اور اضافی ہندسہ ہے۔"

"دادی ! چھ شہزادیاں تو اگرد گرد نظر آرہی ہیں یہ ساتویں شہزادی کہاں سے بیچ میں آگئی؟" نعیم یہ کہہ کر ہنسا۔تب فہد مصطفی کی ایک چبھتی ہوئی نظر شیزرے کی آنکھوں میں اتری تو وہ بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ایک کوہ قاف سے آئی ہوئی پری ہے جس کو دادو نے ساتویں شہزادی کا درجہ دیا ہے۔" تب شیزرے نے اپنی نظریں دوسری جانب کرلیں۔

"کہتے تو یہی ہیں کہ ساتویں شہزادی اپنی قسمت کا کھاتی تھی۔پتہ نہیں شیزرے کس کی قسمت کا تارہ ہے۔" تب فہد مصطفی انجان سا بن کرنعیم کی جملہ بازیوں کو نظر انداز کرتا ہوا احمد مصطفی کا ہاتھ پکڑے دوسری جانب چلاگیا۔

سر شام نور محل میں جونہی شام اتری۔تمام کام مکمل ہوچکے تھے۔عشاء کے بعد لڑکیوں نے خوب ہی ہلا گلا کرنا شروع کردیا۔حریم کو سب گھیرے بڑے سے ہال میں بیٹھی تھیں۔فائزہ پھپھو اور عمیرہ پھپھو کے آنے سے کچھ زیادہ ہی رونق بڑھ گئی۔فائزہ پھپھو پانچوں بچوں کے ساتھ صبح سے ہی آگئی تھیں۔نعیم، ردا اور گڑیا کے ساتھ۔جبکہ لڑکے سارے ابھی تک تھکے ہارے اس تقریب میں نہیں آئے تھے۔صرف لڑکیوں کا راج تھا، حریم سر جھکائے بیٹھی تھی۔ردا بار بار ڈھول کی تھاپ پر "جیجو جیجو۔" کہہ کر حریم کو چھیڑے

جارہی تھی، جبکہ فائزہ بھی بار بار حریم کو لپٹ لپٹ کر پیار کررہی تھی۔تب کہیں سے عذرا بھابی وہاں چلی آئیں۔

"فائزہ ! ادھر آنا ذرا!" انہوں نے بڑے میٹھے لہجے میں نند کو بلایا تھا۔

"جی بھابی!۔" وہ حریم کا ہاتھ چھوڑ کر اٹھیں تو حریم نے بڑی کھوجتی ہوئی آنکھوں سے عذرا ممانی کو دیکھا ، جب سے عباد کی آمد قریب آرہی تھی نجانے کیوں عذرا ممانی گھبرائی گھبرائی پھرتی تھیں چوکیدار ی کا

کوئی بھی لمحہ انہوں نے ضائع نہیں کیا تھا خاص طور پر وہ سعدیہ ممانی سے بہت زیادہ متنفر تھیں، ہر پل وہ حریم سے ان کی موجودگی میں قریب رہتیں اورسعدیہ بھی اپنی فطرت کے مطابق ہیرا پھیری سے باز نہیں آرہی تھیں۔حریم کو لگ رہا تھا کوئی راز ہے۔سعدیہ ممانی بتانا چاہتی ہیں اور عذرا ممانی چھپانا چاہتی ہیں۔

"آخر عذرا ممانی ! امی کو کیوں اٹھاکر لے گئیں؟" فائزہ ، حریم کی ماں ہی تھیں۔بدنصیبی ان کی یہ تھی کہ وہ شادی کے تین سال کے بعد ہی نور محل

میں حریم کو لے کر لوٹ آئی تھیں۔نور محل کے لئے یہ پہلا دھچکا ایسا لگا کہ باپ تو اللہ کو پیارے ہوگئے۔نور بی بی بیٹی کے دکھ میں خاموش بیٹھی رہ گئیں۔تینوں بھائی افسردہ رہنے لگے مگر نور بی بی نے بڑی دانش مندی سے ان کا دوسرا نکاح دو سال کے بعد ہی کردیاتھا تب حریم ماں سے دور ہوگئی تھی شروع میں تو فائزہ بہت تڑپی۔لیکن عذرا بھابی نے حریم کو اپنے سینے سے لگا لیاتھا۔ان کے بھی دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں یوں حریم کا مل جانا انہیں اللہ کی جانب سے ایک نعمت سی لگی نور بی بی کی سرپرستی میں سجاد مصطفی اور عذرا بھابی کی آنکھوں کا وہ تارا بنی رہی۔جونہی اس نے دسویں کا امتحان دیا۔پڑوس سے ایک رشتہ آیا۔عذرا بھابی اور سجاد مصطفی اس کی جدائی سے بے حد خوفزدہ ہوگئے تب انہوں نے اماں کے سامنے یہ بات کہی تھی۔

”اماں ! حریم کو ہم اس نور محل سے کہیں نہیںجانے دیں گے‘ اور آپ سے عباد کے لئے مانگ رہے ہیں۔بی بی جان ! آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟ “ سجاد اور عذرا بھابی نے بہت تڑپ کر پوچھا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”فائزہ ! سے ایک بار پوچھ لو‘ میری بھی دلی خواہش یہی ہے۔“ اور پھر جب سجاد مصطفی نے فائزہ سے یہی بات کی تو وہ بولیں۔

”بھائی ! اس میں مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے، آپ نے اسے باپ بن کر پالا‘ ماں بن کر عذرا بھابی نے نبھایا‘ بھائی میں نے تو اسے دل بھر کر پیار بھی نہیں کیا۔نجانے اس کے دل پر کیا گزری ہوگی؟ میں اس گھر سے جانے کے بعد اسی لئے اسے اگنور کرتی رہی تاکہ وہ مجھے بھول جائے‘ لیکن آج بھی نجانے اس کے دل میں کیسی کسک ہے کہ میں نے پیار کیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بھر بھرکے بہنے لگے‘وہ آپ کی بیٹی ہے آپ کا ہی فیصلہ چلے گا اور یوں بھی عباد تو اس فیملی کا سب سے اچھا بیٹا ہے‘ یہ حریم کی خوش نصیبی ہے کہ آپ نے ایسا سوچا۔“ فائزہ نے اپنی بیٹی کے سارے اختیارات سجاد بھائی اور عذرا بھابی کو سونپ دیئے تھے یوں بھی فائزہ کی فیملی مکمل تھی‘ بچوں کے ساتھ رہ تو رہی تھیں فاصلے پر ، لیکن جب کبھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

نور محل آتیں تو وہ حریم کو ٹوٹ کر پیار کرتیں' اس وقت بھی کسی کام سے سعدیہ چچی بہانے سے کمرے میں پلٹ کر آئی تھیں۔

سرشام برقی قمقمے نور محل میں ستاروں کی طرح جلتے بجھنے لگے تھے' مہمانوں کی بھی آمدورفت شروع ہوگئی' بڑے ہال میں ساری لڑکیاں جمع ہوگئیں' رنگ اور گیت کا پروگرام سب نے پہلے سے سوچ رکھاتھا' وہ ساری ڈھولک کی تھاپ میں مختلف گیت اپنی اپنی آوازوں میں بیٹھی گا رہی تھیں کوئی بھی اس وقت سنجیدہ نہیں تھا البتہ شیزرے مختلف گانوں پر ڈھول بجائے چلی جارہی تھی۔

"بھئی ! کوئی ایک ڈھنگ کا گیت ڈسائیڈ کرلو' تم لوگ تو مختلف آوازوں میں مختلف گیت الاپ رہی ہو' تھوڑا سا موقع ملاہے تو انجوائے کرلو' اب یہ کیا کہ بے سرو پیر کی ہانکے جارہی ہو۔" سجاد ماموں کی بیٹی نورین تنگ آکر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا ہے نورین آپا ! آپ تو شروع ہوگئیں۔بس جیسا بھی ہے گا تو رہے ہیں۔" ہلّہ گلہ تو ہونا چاہئے وہ ہم کررہے ہیں اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے ہیں۔بہت دنوں کے بعد تو یہ موقع ملا ہے اور ہم آج تو منہ باندھ کر نہیں بیٹھ سکتے۔" ردا نے بہت لہک کر کسی گانے کی نقل اتارتے ہوئے کہاتھا۔

"تو یہ لو ! میں تو نہیں بیٹھ رہی تم لوگ جو چاہے کرو میں تو جارہی ہوں' مجھے دلہن چچی نے بلایا ہے۔" نورین سچ مچ اٹھ کر چل دی۔تب ردا نے جاتی ہوئی نورین کا دامن تھام لیا اور بولی۔

"پلیز نورین آپی ! ناراض مت ہوں' سوری! اب ہم ڈھنگ سے گانا گاتے ہیں۔" اس نے جلدی سے نورین کا ہاتھ تھام لیاتھا۔

"چلو ! دیکھ لیتے ہیں۔" نورین دوبارہ فرش پر بیٹھ گئی تبھی احمد اور فہد باہر سے سوئچ لگانے کے لئے اندر آئے تھے ڈھولک کی تھاپ پر جاری گیت

"لے جائیں گے دل والے دلہنیا لے جائیں گے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لو ! آگئے لے جانے والے۔" ردا یہ کہہ کر زور سے ہنسی۔احمد اس کی بات پر زور سے ہنسنے لگا تھا۔

"جلتی ہوئی دوپہر کی تپش میں بھیگی ہوئی ریت پر محبت اپنا کوئی نشان نہیں چھوڑتی۔تو بھلا میری ان آنکھوں میں اسے ایسا کیا نظر آتا ہے' میں تو خود اپنی آنکھوں پر پلکوں کو گرائے رکھتی ہوں پھر اسے کیا...؟" شیزرے کے ہاتھ ڈھولک پر تھم سے گئے تھے۔اسے یوں لگ رہا تھا کہ فہد مصطفی کی آنکھیں اس کے گرم چہرے پر ریت کی کوئی تحریر پڑھنا چاہ رہی ہیں لیکن وہاں تو اس کا چہرہ سپاٹ تھا' لیکن ابھی تک فہد مصطفی کی آنکھوں کی تپش اسے جھلسائے دے رہی تھی اسے یوں لگا وہ اپنی سدھ بدھ کھو چکی ہے ارد گرد کیا ہورہا ہے' ڈھولک کی تھاپ پر کون سا گیت رک گیا ہے' وہ تو ڈھول کی ڈوری پر پڑے ہوئے رنگ کو بے دھیانی میں گھمائے جارہی تھی' ارد گرد اب ایسی بھی بے خبری کا عالم نہیں تھا کہ کوئی دیکھے اور نہ سمجھ پائے' سر سے پھسلتے ہوئے دوپٹے کو سنبھالتے ہوئے حریم نے ہلکی سی مسکان اپنی

آنکھوں سے دی' اور چہرہ گھما کر شیزرے کی جانب دیکھا' تو شیزرے گھبرا کر اپنے دوپٹے کو سنبھالنے لگی۔فہد کے چہرے پر بھی ہلکی ہلکی ہنسی نمودار ہوئی تو نجانے کیوں فہد مصطفی سب کزنز کو دیکھ کر ہنس پڑا' تب سعدیہ ممانی کی نظر فہد کے ہنستے ہوئے چہرے پر پڑی اور نجانے کیوں ان کے چہرے پر ایک ناگوار سی سوچ ابھری کہ وہ جلد ہی بول پڑیں۔

"فہد ! لگ گیا سوئچ تو جائو باہر یہاں بچیاں ہیں تمہارا کیا کام؟"

"جی ممی !" اس نے جلدی سے سوئچ آن کرکے دیکھا اور باہر چلا گیا احمد نے مڑ کر صرف ایک بار ہنستے ہوئے چہروں کو دیکھا تھا' لیکن اس وقت فہد کی رفتار بہت سست تھی اور شیزرے کا دل اتھل پتھل سا ہوکر رہ گیا۔تو اس نے جانا کہ شاید ارد گرد لوگ اتنے بے خبر نہ ہوں ورنہ شاید فہد اتنے بوجھل قدموں سے باہر نہ جاتا' تبھی شور ہوا کہ بڑی پھپھو آگئیں۔عمیرہ پھپھو اماں کے گلے جاکر لگ گئیں اور رامین 'ربیعہ نے حریم کو گھیر لیا تھا۔

"ہائے میری بنّو! کتنی پیاری لگ رہی ہیں۔" رامین نے تو حریم کو لپٹا کر ڈھیروں پیار کیا۔

"ارے، ارے یہ کیا؟" حریم کی آنکھیں آنسوئوں سے بھر گئیں۔

"اوہ... ہو ! رونے کی رسم ادا کی جارہی ہے۔" نعیم بھائی سوئچ آن کرنے آئے تھے تو بول کر ایک منٹ کے لئے رکے۔

"جی ! جی! آپ سے کسی نے پوچھا؟ مشورہ مانگا ہے کیا؟ " ردا فٹ سے بول پڑی۔

"غلط ! بالکل غلط تمہیں تو ڈھنگ سے اردو بولنی بھی نہیں آتی، آنسو ہمیشہ وضاحت طلب کرتے ہیں مشورہ نہیں مانگتے۔"

"چلیں جائیں آپ لوگ اپنا کام کریں۔خوامخواہ الجھنے کی کوشش نہ کریں۔"

نورین نے نعیم کو ٹال دیا، تو وہ سوئچ آن کرکے باہر کی سمت چلاگیا، رائمہ، شیزرے سے ڈھول چھین کر خود بجانے لگی تھی۔

"نورین آپی !" اس کی نظر نورین پر پڑی تو وہ لپک کر آئی۔

"آپ سے تو بہت ساری باتیں ڈسکس کرنی ہیں لیکن ابھی نہیں کچھ دیر کے بعد۔ابھی تو جاکر ذرا نانو سے مل لوں، بڑی ممانی بھی نظر نہیں آرہیں۔"

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے تم کو کسی نے روک لیا ہے۔" عبیر نے طنز بھری نظر رائمہ پر ڈالی تو رائمہ اسے نظر انداز کرتی ہوئی نانو کی طرف چلی گئی۔پھر نجانے کتنی دیر تک یہ لوگ شور شرابہ کرتے رہے، خاص کھانے کا اہتمام تھا باہر لان میں میز اور کرسیوں پر سبھی لوگ ڈنر کے لئے آگئے تبھی اوپر سے تیز تیز دوڑتے ہوئے"بڑے ماموں ! بڑے ماموں!" نعیم زینے سے چیختا ہوا دھڑ سے آخری زینے پر رکا تو سبھی گھبرا کر کرسیوں سے اٹھ گئے تھے۔

"کیا ہوا...؟" سب ایک ساتھ بولے، بڑی ممانی تو گھبرا کر کھڑی ہوگئی تھیں، حریم بھی اسی طرف دیکھنے لگی، دل بہت زور سے دھڑکا تھا، آج عباد جو آرہاتھا، تب ہنستے ہنستے ہوئے نعیم بھائی بولے۔

"آج فلائٹ آن ٹائم ہے۔" سب کے خوفزدہ چہروں پر ہنسی آگئی۔

"چلو ! چلو جلدی کرو' صرف ہمارے پاس 45منٹ ہیں۔" نعیم نے ہنس کر حریم کی جانب دیکھا۔تو اس نے اپنا سر جھکالیا۔

"جی ! صرف گھر کے مرد اورلڑکے جائیں گے۔" عذرا بھابی سعدیہ چچی کی جانب دیکھتے ہوئے بولیں۔جبکہ سعدیہ چچی فل میک اپ میں تیار ہوکر اوپر سے نیچے آئیں۔وائٹ اینڈ بلیک کنٹراس کی ساڑھی اس پر دودھیا موتی کی ننھی ننھی کلیاں' کانوں کی بالیاں جھوم رہی تھیں' کرن اور عبیر کی شخصیت ماں کے سامنے دب سی گئی۔اتنے بھرپور طریقے سے سعدیہ چچی کی تیاری کو سبھی نے بہت غور سے دیکھا' ہاتھ میں دبا ہوا بہت قیمتی پرس جس کی نازک سی ڈور ان کے کاندھے پر جھلملا رہی تھی ان کا دہکتا ہوا چہرہ شوخ نگاہوں میں کسی رازکوافشاں کردینے کی جھلک بہت نمایاں نظر آرہی تھی جو کہ عذرا بھابی کی نظروں کے حصار میں تھیں اسی لئے انہوں نے برجستگی سے بات کی تھی کہ صرف مرد جائیں گے۔

"بشریٰ نے مردوں میں ہم شامل ہیں یا نہیں؟" نعیم چھیڑتے ہوئے مزید شوخ ہوا تو وہ بہت پیار سے بولیں۔

"ہاں 'ہاں! کیوں نہیں! تم تو ضرور جاؤ گے۔" تبھی پورچ سے گاڑی نکلنے کی آواز آئی تو سعدیہ چچی نے ایک گہرا سانس لے کر عذرا بھابی کی طرف دیکھا' تو وہ نظریں پھیر گئیں تب سب لڑکے اور مرد جاچکے تھے' عذرا بھابی گیٹ بند کرکے بڑے پرسکون انداز میں پلٹیں اور مڑ کر اپنی دیورانی سعدیہ کی طرف دیکھا' گویا وہ پہلی ہی بساط پر جیت گئی تھیں لیکن سعدیہ چچی بھی بہت پکی چیز تھیں بڑے استہزائیہ انداز میں بولیں۔

"بڑی بھابی ! یہ حریم اتنی چپ چپ کیوں ہے؟ دیکھو کیا رنگ زرد ہورہا ہے یوں لگ رہا ہے کسی گہری سوچ میں ہو۔" بڑی بھابی نور بی بی سے کچھ کہتی ہوئی اٹھتی ہوئی بولیں۔

"ایک تو سعدیہ ! تمہیں نبض دیکھنے کا بہت شوق ہے، اچھے بھلے چہروں کو تم بیمار بتانے بیٹھ گئیں۔ظاہر ہے حری کا نکاح ہے عباد چند لمحوں میں گھر آنے

والا ہے' سب بچیاں گھیرے بیٹھی ہیں۔شرم و حیا بھی کوئی چیز ہے۔ظاہر ہے ایسے موقع پر بچیاں سر ہی جھکا کر بیٹھتی ہیں' اب ڈھول سنبھال کر تو بیٹھنے سے رہی۔" عذرا بھابی نے سعدیہ کے سراپے کا بغور جائزہ لیا۔آنکھوں میں بھرا ہوا کاجل ہونٹوں پر بڑی جمی ہوئی لپ اسٹک ' جوان چار بچوں کی ماں بنائو سنگھار کچھ ایسا کہ سعدیہ کے سامنے ان کی بیٹیوں کی جوانی ماند پڑ جاتی تھی' فہد 'احمد 'عبیر اور کرن اور بیٹھی کرن تھی پہننے کے اوڑھنے کا انہیں شروع سے ہی شوق تھا' نور بی بی نے گوٹہ کناری کے کئی غلاف حریم کی جانب بڑھائے اور کہا۔

"حریم ! یہ اب تمہاری ذمہ داری ہے اس کام کو تم ہی نبٹانا۔" دادو نے سوئی اور دھاگہ لپیٹ کر حریم کی جانب بڑھایا۔

"جی نانو جان ! میں کل شام سے پہلے پہلے تیار کردوں گی'نانو اسے بس بھول جایئے۔" انہوں نے گوٹہ کناری کی تمام چیزوں کو سمیٹ دیا' بڑے سے ہال میں تمام لوگ جمع تھے' دراصل نانو جان عذرا اور سعدیہ کی نوک

جھوک کو ختم کرنے کے لئے بیچ میں بول پڑیں تھیں تبھی حریم اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی آنکھیں ابھی تک بھیگ رہی تھیں۔سرخ ناک سے ہلکا ہلکا پانی بہنے لگا۔یلوزرد پیلے کلف لگے دوپٹے سے اس نے اپنا سرخ چہرہ پونچھا۔

......☆......

اس نے سرخ آنکھوں کو آئینہ میں دیکھا تو یوں لگا گویا وقت پلٹ کر آ گیا ہو جیسے۔حریم اب اس کی آنکھوں بھرا خواب نہیں' وہ جو کہتا تھا۔

"حریم تم میری جان ہو' ایک پل تم نظر سے اِدھر سے اُدھر ہو جاتی ہو تو پائوں تلے زمین نہیں رہتی' کیا ہوتا ہے مجھے خود حیرت ہوتی ہے' میں ایک کمرے سے دوسرے اور پھر ہر ایک سے پوچھتا پھرتا ہوں۔دادو حریم کہاں ہے' نظر نہیں آ رہی' دادو کہتی ہیں کہ "وہ بوا جی کے کمرے میں ہو گی" تم یقین کرو میری جان۔" عباد نے دوپٹے کے پلو کو اپنی طرف کھینچا تھا۔

"عباد !تم بائولے ہو گئے ہو۔"

"ہاں سو فیصد ہر وقت بچھڑنے کا دھڑکا کیوں لگا رہتا ہے۔" عبادیوں دیکھ رہا تھا کہ جیسے میں صرف اس کی آنکھوں کا ایک سپنا ہوں، میں انگ انگ سے سرشار تھی اور یہ سرشاری آنکھوں سے چھلکتی رہتی، وہ بچوں کی طرح ذرا ذرا سی دیر میں آواز دیتا... وہ جو کہتا تھا۔

"تم جب دوڑی چلی آتی ہو تو یوں لگتا ہے دور کہیں من کی گہرائی میں ایک خاموشی پھر آہستہ آہستہ تمہارے قدموں کی چاپ کی جلترنگ سی فضائوں میں بھر دیتی ہے اور جب تم۔" اس نے آنچل کو پورا گھسیٹ لیاتھا اور میں اپنی بانہوں میں سمٹ گئی تھی۔

"ہائے میری جان! تم جب قرب و جوار میں ٹھہرتی ہو تو مہک کر میرے وجود میں کہیں گم ہو جاتی ہو اور جب مڑتی ہو تو دور تک..." وہ دوڑتی رہی۔

"اے جان حریم! جب تم ایک پل کے لئے دور ہو جاتی ہو تو عباد کہیں دور بہت دور گھاٹیوں میں اتر جاتا ہے، اے میری سویٹ ڈریم بس اس ناچیز پر

ایک رحم کر دے وہ یہ کہ میں تجھے آنکھوں میں چھپائے رکھوں اور میری جان مجھے نیند آ جائے۔" وہ بہانے سے اسے تنگ کر رہا تھا۔

"محبتوں کے لمحے چرانے والا حریم تجھے اپنی جان کہتا تھا، آج آ رہا ہے، اور یہ سب کچھ کیا ہے گھر کو پھولوں سے سجا دیا گیا ہے ہر طرف بسنت بہار ہے، ممانی جان کا بس ہی نہیں چل رہا کہ وہ درودیوار کو بھی بسنت بنا دیں، دور تک زرد پھولوں اور سرخ گلابوں کے گجرے ہی گجرے نظر آ رہے ہیں، ماموں بھی ممانی کے ساتھ آ کر سجاوٹ کا جائزہ لے رہے ہیں، آج وہ آ رہا ہے جو حریم کو اپنی جان کہتا تھا، ہر طرف بسنت بہار کا دن ہے لیکن دل میں ایک کانٹا کیوں اٹک گیا، صبح سے دل گھٹ گھٹ کر رو رہا ہے۔" اچانک صبح جب دلہن ممانی آئیں اور بے تحاشا لپٹ لپٹ کر روئیں جب سے یہ دل رو رہا ہے اورمیرا شک حقیقت میں تبدیل ہونے کے لئے صدیوں کی ضرورت نہیں صرف پل دو پل کا انتظار ہے۔"عباد" آئے گا اور یہ محفل درہم برہم ہو جائے گی، آخر میں بھی تو اسے جانتی ہوں وہ اپنی آنکھوں سے

کوئی خواب کوئی لمحہ مجھ سے چھپا ہی نہیں سکتا‘ وہ میری شہ رگ سے بھی قریب تھا‘ آج لمحوں کو اگر کتنا ہی جاذب بنا دیا جائے لیکن یہ خوبصورت پل میری آنکھوں سے آنسو نہیں بٹور سکتے۔یہ رنگ یہ موسم زرد رنگ کے پھولوں بھرے ٹوکرے میری قسمت میں نہیں‘ اب میں وہ آنکھوں بھرا خواب نہیں جس کی تمنا عباد کرتا تھا‘ وہ بغیر خوابوں کے نیند آنے کا ہنر سیکھ گیا ہے۔“

شیزرے اسے ڈھونڈتی ہوئی اندر چلی آئی۔

”اچھا تو جناب !یوں چھپ چھپ کر ہمارے کاموں کا جائزہ لیا جا رہا ہے‘ ‘۔
شیزرے اندر چلی آئی۔

”نہیں تو۔“ کھڑکی کے پٹ ہاتھوں سے چھوٹ گئے‘ دل بھر آیا۔

”اگر وہ...“

”آگے حریم !مت کچھ کہنا‘ عباد بھائی کی مجال ہی کیا ہے کہ بڑی ممی اور بڑے پاپا کے سامنے سر اٹھا سکیں‘ اتنی ساری محبتوں پر یقین کرنا سیکھو۔“ وہ شیزرے کی آنکھوں میں دیکھنے لگی‘ شیزرے جلدی جلدی بول رہی تھی۔

”مجھے آج تو بہت سارے کام ہیں۔“ وہ مڑی تو اس نے دیکھا۔

”حریم !رو رہی ہے۔“ حریم شیزرے سے لپٹ گئی۔

”تم رو رہی ہو؟“

”حریم! تمہارا وہم ہے دلہن ممانی کو تو تم جانتی ہی ہو‘ وہ کون سی ہماری اپنی ہیں‘ ٹھیک ہی کہتی ہیں دادو‘ اب اگر وہ گلے لگ کر رو لیں تو اس میں ایسی تو کوئی بات نہیں حریم! تم نے تو رو رو کر اپنا جو حال کیا سو کیا‘ مجھے بھی اداس کر دیا۔“ شیزرے دوپٹے سے آنکھیں پونچھنے لگی۔

”شیزرے! تمہیں تو ہر لمحے کی خبر ہے‘ پھر بھی تم تسلی دے رہی ہو۔“

"پتا نہیں کیا ہو گیا ہے عباد بھائی کو، خیر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں تنگ کرنے کے لئے کچھ نہیں لکھتے، کیسے کیسے جملے عباد بھائی خط میں لکھتے تھے، بڑی ممی حیران سی خط تھامے تمہیں آواز دے رہی ہوتیں، حریم چشمہ لانا اللہ جانے بیچ میں کیا لکھ جاتا ہے۔" "دیجئے ممانی جان میں پڑھ کر سناتی ہوں۔" تم پڑھتی جاتیں میں ہنس ہنس کر پاگل ہو جاتی، عباد بھائی کا خط ہوتا بہت مزے دار تھا، میں سن کر کہتی کہ دو مجھے میں امی اور ابا کو بھی سناؤں گی۔" میں خط لے کر بھاگ جاتی، حریم چل کر پڑھتے ہیں کہ عباد بھائی ہمارے بارے میں کیا لکھتے ہیں۔عباد بھائی کو پتہ تھا کہ یہ خط ہم اور تم ضرور پڑھیں گے۔" لہٰذا ہر جملے کے بعد کوئی ایسا جملہ ذو معنی ضرور لکھتے جس کو میں اور تم پڑھ کر اتنا ہنستے اتنا کہ دادو کہتیں "دونوں باؤلی ہو گئی ہیں۔" آخری بار عباد بھائی نے بڑی ممی کے خط میں لکھا تھا "خواب پرانے ہو گئے ہیں نیند نہیں آتی۔" بڑی ممی حیرت سے خط تھامے کھڑی تھیں، اللہ جانے یہ عباد لکھتے لکھتے بیچ میں کہاں چلا جاتا ہے، کیسے خواب کون سی نیند کی باتیں کرتا ہے، جس نے پڑھا کوئی نہ سمجھ پایا، ہم اور تم ہنس ہنس کر آنکھوں

سے آنسو پونچھ رہے تھے۔دادو اور بڑی ممی کہیں پاگل ہیں دونوں، یہ کوئی بات ہے، تو اور ہنسی آتی، حری تم تو منہ میں دوپٹہ ٹھونس کر چلی جاتیں امی اور دادو مجھے ڈانٹ رہتیں، ہر وقت کی ہنسی اچھی نہیں ہوتی شیزرے، امی آواز دیتیں تو تم مڑ کر مجھے دیکھ لیتیں پھر ہنسی کا دورہ پڑ جاتا۔مجھے عباد بھائی کی محبتوں کے ایک ایک جملے کی خبر تھی تم تو ان کی آنکھ کا تارا تھیں، عباد بھائی نے لکھا تھا کہ خواب پرانے ہو گئے، عباد بھائی نے مجھ سے تمہارے فوٹو مانگے تھے، جب میں نے تمہاری تصویریں بنا کر عباد بھائی کو بھیجیں تو اگلے خط میں لکھا تھا۔وہ خط بڑے پاپا نے کھولا تھا، آخر میں لکھا تھا۔"جگ جگ جیو۔" بڑے پاپا ہنس رہے تھے، لگتا ہے عباد وہاں جا کر اردو بھول گیا ہے، آگے لکھتا ہے کہ "ڈھیروں دعائیں۔" ہم تم چپکے سے وہاں سے ہٹ گئے تھے، اس سے پہلے کہ ہنسی کا دورہ پڑے اور تم باتھ روم میں گھس گئی تھیں۔پھر کیا ہوا وہ چھوٹے چھوٹے خوبصورت جملے جنہیں ہم اور تم پڑھ کر ہنستے تھے، ختم ہو گئے، عباد بھائی خط تو پابندی سے لکھتے تھے لیکن وہ جملے نجانے کہاں گم ہو گئے، ہم بھاگ کر عباد بھائی کا خط لاتے، ندیم چھیڑتا

"دیکھا کیسا لپک کر حریم آپا پوسٹ مین کی آواز پر بھاگتی ہیں۔""ہم تم چپ رہتے، کسی کو تمہارے دل کی خبر نہ ہوتی، مگر میں تمہارے دکھ جانتی تھی، تم نے تو خط پڑھنا بھی چھوڑ دیا تھا لیکن میں تو پڑھتی رہتی تھی، جب میں تمہاری طرف دیکھتی تو تمہاری آنکھیں سوال کرتیں، لیکن میں ہمیشہ نظر نہ ملا سکتی کہ خط میں کہیں کوئی جملہ نہیں تھا جو تمہیں اچھل کود پر اکساتا۔" اس نے آنکھیں پونچھ لیں۔

"شیزرے! آپ کو ممی بلا رہی ہیں۔" ندیم نے اندر جھانکا۔

"حریم آپا! رو رہی ہیں آپ؟" وہ قریب آ گیا، حریم نے سر جھکا لیا وہ چہرے سے ہاتھ ہٹا رہا تھا لیکن حریم روئے جا رہی تھی۔

"کمال ہے حریم آپا! آپ تو یوں رو رہی ہیں جیسے آج ہی رخصت ہو جائیں گی۔" ندیم نے سب کو جا کر اطلاع کر دی۔

"حریم آپا خوب پھُوٹ پھُوٹ کر اپنے کمرے میں بیٹھی رو رہی ہیں۔" دادو دوڑی چلی آئیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میری جان، کوئی اس طرح روتا ہے۔" انہوں نے پیار سے لپٹایا تو حریم اور سسک پڑی۔

"نانو جان!۔" وہ کہتے کہتے رک گئی، ممانی جان نے آ کر حریم کے سر پر ہاتھ جو رکھ دیا تھا، وہ سسک کر رُک گئی۔جب سے چھوٹی ممانی نے حریم کو پیار کر کے آنسو بہائے تھے نجانے کیوں بڑی ممانی جان کو خوف سا آ گیا تھا، وہ اس کے ساتھ سائے کی طرح تھیں اور حریم کے کمرے کی طرف خاص نظر جمائے رکھتیں کون جانے کون کس کا دشمن ہے۔

"اماں! آپ جائیں میں حریم کو دیکھتی ہوں۔" ممانی جان واری جا رہی تھیں۔

"حریم! تم تو خوشبو ہو اس گھر کی اس صحن کی، عباد کوئی غیر تھوڑی ہے، اور ابھی اتنی جلدی تھوڑی میں جانے دوں گی، تم اپنا دل میلا مت کرو چندا۔" ممانی جان نے اس کا ماتھا چوما اور باہر نکل گئیں۔شیزرے واپس پلٹ کر آ گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"حریم! تمہاری نانو جان اور ہماری دادو کا ارشاد ہے کہ حریم کو یہ پھولوں کے زیور پہنا دیئے جائیں۔"

"شیزرے! کچھ اچھا نہیں لگ رہا یہ سب مجھے۔"

"لیکن حریم میری جان! یہ تو رسم ہے' اس طرح رونا بدشگونی ہوتی ہے۔" پھولوں کے گہنے اس نے حریم کو تھما دیئے۔

"آج تو میں خود تمہیں سنواروں گی' دیکھتی ہوں کہ پتھر دل عباد بھائی دیکھتے ہی نہ رہ جائیں۔" شیزرے نے حریم کو گدگدایا' وہ روتے روتے ہنس پڑی۔

"بس حری! اتنا کافی تھا' باقی بعد کے لئے اٹھا رکھو۔" اتنی دیر میں ممانی جان دو چکر کاٹ چکی تھیں۔ ممانی جان نجانے کیوں حریم کی چوکیداری پر مامور تھیں' یہی بات حریم کو بھی کھٹکی تھی کہ چھوٹی ممانی کچھ کہنا چاہتی ہیں اور بڑی ممانی ان کی نگرانی کر رہی ہیں۔ ذرا آنکھ بچتی تو چھوٹی ممانی دھڑ سے کمرے میں آ جاتیں' فوراً ہی بڑی ممانی جان وارد ہوجائیں' اب حریم اتنی بھی بچی نہیں تھی کہ دونوں ممانیوں کا کھیل نہ سمجھ پاتی۔

بڑی ممانی جان کو صرف شیزرے پر بھروسہ تھا اسی لئے قدم قدم پر وہ شیزرے کو بلاتیں' مجال ہے کوئی پرندہ بھی حریم کے کمرے میں پر مار جائے' یہی وجہ تھی کہ وہ دادو جان کے ساتھ بھی اٹکی چلی آئیں۔

"حریم کو شیزرے سجائے گی اور کوئی نہیں۔" ممانی جان نے صاف سب لڑکیوں کے سامنے کہہ دیا تھا' سب کے منہ لٹک گئے۔ کرن اٹھ کر چلی گئی' ربیعہ نے بھی غور سے بڑی ممانی کی طرف دیکھا۔ بجھی بجھی سی حریم پیلے کپڑوں میں اور زرد لگ رہی تھی۔ شیزرے اس کے لمبے بالوں میں آہستہ آہستہ برش کر رہی تھی اور وہ آئینہ میں اپنی شکل دیکھ دیکھ کر انجانے اندیشوں سے روئے جا رہی تھی۔

"یہ ڈھیر ساری خوشیاں جو صرف میرے لئے سجائی جا رہی ہیں' پتا نہیں کس کا مقدر ہوں' شاید کسی اور کا حریم کا کیسے ہو سکتا ہے' حریم تو ایک بدنصیب لڑکی کا نام ہے۔" پھر وہ سوچوں کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر گئی۔

"ابھی میں تین سال کی تھی کہ ابا اس دنیا سے چلے گئے، اماں بے سہارا ہو کر واپس اسی گھر میں نانی جان کے پاس آ گئیں، ماموں جان نے دو ہی سال بعد ہماری اماں کا دوسری جگہ نکاح کر دیا، اماں مجھے چھوڑ کر چلی گئیں، میں سسک سسک کر روتی لیکن نانو اور ممانی جان نے ساری محبتیں ہم پر نچھاور کر دیں لیکن پھر اماں بھی اپنے دوسرے بچوں اور گھر میں مجھے بھول گئیں، جب آتیں تو ماموں جان سے شکوہ کرتی تھیں "بھیا آپ کے لئے حریم سب کچھ اور یہ بھی تو ہیں نعیم، گڑیا اور ردا۔" "نہیں فائزہ ! حریم تو ہماری اپنی بیٹی ہے، ممانی جان بھی کہتیں ہاں یہ تو ہماری سچ مچ کی بیٹی ہے، تم اس کا مقابلہ دوسروں سے مت کیا کرو، اماں غیروں کی طرح اداس ہو جاتیں۔ہر طرف محبتیں ہی محبتیں ماموں جان اور ممانی ہی کیا عباد بھی تو دل و جان سے فدا رہتا تھا، چھوٹا ندیم ہر وقت حریم آپا، حریم آپا کی رٹ لگائے رہتا۔منظور اور مسعود ماموں بھی تو ساتھ ہی رہتے تھے کیسی محبتیں تھیں، ہم سب ڈھیروں کزن ایک ساتھ پلے بڑھے، شیزرے تو ہر وقت دوستوں کی طرح ساتھ رہتی، کبھی اپنوں سے اتنی فرصت نہ ملی کہ کسی اور کو اپنا دوست بناتے کبھی

کسی دوست کا ذکر کر دیتی تو شیزرے ناراض ہو جاتی، وہ روٹھ جاتی، میں مناتی وہ روٹھ کر بات نہ کرتی لیکن تھوڑی دیر کے بعد خود ہی چپکے سے آ کر آنکھیں بند کردیتی، میں چھو کر بتا دیتی کہ شیزرے، اس دن بھی تو عباد کو نجانے کیسے علم ہو گیا تھا کہ شیزرے ناراض ہے، عباد نے میری آنکھیں بند کر دیں بے ساختہ منہ سے نکلا تھا "شیزرے" اور جب آنکھ کھلی تو شیزرے عباد کے ساتھ کھڑی کس طرح ہنس رہی تھی اور مجھے اس بات پر کتنا غصہ آیا تھا، عباد ہفتوں ہر ایک کو بتاتا رہا کہ شیزرے سمجھ کر حریم نے آنکھیں کھولیں تو مارے غصے کے بُرا حال تھا، یہ سن کر فہد اور احمد بہت ہنسے تھے۔

شیزرے اس کی مانگ میں افشاں بھر رہی تھی۔

"بیچاری شیزرے کتنی محبتوں سے مجھے سنوار رہی ہے، لیکن وہ نہیں جانتی کہ عباد اس افشاں بھری مانگ کی طرف اب نہیں دیکھے گا لیکن اسے تو ضد ہے کہ وہ یوں سنوارے گی کہ عباد دیکھتا رہ جائے گا۔"

"دیکھو حری! ایک نظر آئینہ کی طرف تو اٹھا کر دیکھو، تمہیں اپنی صورت پر خود پیار آ جائے گا' عباد بھائی تو اسی صورت کے دیوانے تھے' ہاں اب رونا نہیں ورنہ میری محنت پر ساری افشاں برسے گی۔" شیزرے نے گھڑی کی طرف دیکھا اور بولی۔

"ہائے 9 بجنے والے ہیں اب سب لوگ ایئرپورٹ جانے والے ہوں گے' میں ابھی آتی ہوں' ندیم سے مجھے خدشہ ہے کہ یہ لوگ ساری کتھا کہانی راستے ہی میں نہ جڑ دیں' میں ابھی آئی۔" شیزرے چھپاک سے کمرے سے نکل گئی۔

حریم آہستہ سے اٹھ کر کھڑکی پر آ گئی' لان میں ہر طرف برقی قمقمے جل بجھ رہے تھے' سامنے لان میں چلنے والا فوارہ بھی آج نیلا پیلا پانی برسا رہا تھا' بڑے ماموں نے سفید کُرتے اور پاجامہ پر آج خوشی کے موقع پر آف وائٹ شیروانی پہنی ہوئی تھی' عذرا ممانی ہر ایک کو ہدایت دے رہی تھیں' ان کا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بس نہیں چل رہا تھا کہ عباد کا استقبال کسی شہزادے کی طرح ہی کروائیں۔
شیزرے چھوٹے چچا کے قریب چلی آئی۔

"چھوٹے ماموں' آخر یہ ندیم' نعیم' فہد کو آپ کیوں لے کر جا رہے ہیں' دیکھیں ماموں پلیز! آپ اور ماموں کیا کافی نہیں تھے جو یہ ٹیم آپ ہمراہ لے کر جا رہے ہیں۔" شیزرے نظریں جھکا کر بولی۔

"ندیم کہہ رہا تھا کہ وہ چھوٹے چچا کے ساتھ جائے گا' مجھے ان لوگوں سے پوری امید ہے کہ وہ لوگ رنگ میں بھنگ ضرور ڈالیں گے۔"

"چھوٹے چچا! یہ ہماری چھوٹی سی خوشی ہے۔" ردا بول رہی تھی۔

"لیکن کوئی سنے ناں تب ہے۔" رائمہ خفا ہونے لگی۔

"میں بڑے ماموں جان کو بتاتی ہوں۔" راحمہ نے دو قدم بڑھائے تھے کہ اسے بڑے ماموں جان آتے ہوئے نظر آئے۔

"ماموں جان! ہم لوگ آج عباد بھائی کو ایک سرپرائز دیں گے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

”اچھا، اچھا ہاں تمہاری ممانی جان نے ذکر تو کیا تھا۔“ وہ ہنس کر چپ ہو گئے۔

”لیکن ماموں جان! یہ ندیم، نعیم، فہد بھائی، احمد بھائی جو چھوٹے چچا کی گاڑی میں بیٹھ کر جا رہے ہیں، یہ کوئی راز ہی نہیں رکھتے، خاص طور پر ندیم بھائی تو بہت ہی پیٹ کے ہلکے ہیں۔“

”ہاں بڑے پاپا۔“ گڑیا نے تصدیق کر دی۔ پھر بڑے ماموں نے وہیں پر کھڑے کھڑے سارے لڑکوں کو لائن حاضر کر دیا۔

”دیکھو! بچیوں کی چھوٹی سی خوشی ہے، تم لوگ کیوں انہیں تنگ کر رہے ہو، سخت سزا کا وہ مستحق ہو گا جس نے بھی آج کے جشن کی خبر عباد کو کی۔“

”لو بھئی اب عباد بھائی کو اتنا بڑا یہ سب کچھ نظر نہیں آئے گا۔“ ندیم نے کہا۔

”ہاں نظر آئے گا لیکن ایک سرپرائز کے بعد جب ہم حریم آپا کو لائیں گے۔“ گڑیا بولی تھی۔

”یہ سارا کیا دھرا شیزرے کا ہے اور اسی لئے سب سے زیادہ فکر انہیں ہی کھائے جا رہی ہے۔“

”دیکھو ندیم! مجھے تمہاری یہ کھی کھی اچھی نہیں لگتی۔“ وہ جل گئی۔ نعیم نے ندیم کو دھیرے سے ٹھوکا دیا۔

”یار ذرا کرن کو چھیڑ پھر دیکھ کیسے تنتناتی ہے‘ ‘۔یوں چھیڑنے پر کرن رونے بیٹھ گئی۔ کرن کے رونے پر دادو نے اپنے پوتوں کی اچھی طرح خبر لی... رائمہ روٹھ کر جا رہی تھی کہ ندیم نے ہاتھ پکڑ لیا۔

”اب معاف کر دو۔“ وہ ہنس پڑی۔

”رامین آپا زندہ باد، ہم آپ کے پاس اس شرط کے ساتھ آئے ہیں کہ آپ ہماری زبان بندی کی ایک اچھی سی کسی ہوٹل میں کسی دن ٹریٹ دیں گی، بولیں۔“ رامین ہنس دی۔

”ٹھیک ہے، وعدہ۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

"وعدہ۔"

"اگر وہ کچھ پوچھیں گے تو ہم کہہ دیں گے کہ زبان پر دفعہ 144 لگی ہے' ہم بول نہیں سکتے۔" ندیم کہہ کر ہنس رہا تھا۔

"اور اگر حریم آپا کے لئے پوچھ لیا تو..." نعیم نے پوچھا۔

"تو کہہ دیں گے کہ نانو جان نے ان پر دفعہ لگا دی ہے۔" اور اب ندیم کی غیر ارادی طور پر نظر سامنے کھڑکی پر گئی تو حریم نے گھبرا کر پردہ چھوڑ دیا' ندیم زور سے بولا۔

"یہ دفعہ کی خلاف ورزی ہے' نانو جان کو بلائو ہم لوگوں کو ناحق کہہ رہی ہیں کہ اب حریم کے کمرے میں مت جانا۔" حریم کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔

عباد آج امریکہ سے اپنے وطن لوٹ رہا تھا' گیا تو وہ تین سال کے لئے تھا لیکن اوپر ہو گئے تین سال' وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کرتا رہا' اماں جان ایک ایک دن کو گن گن کر گزارتی رہیں' اور ہو گئے پورے چھ برس' اب جب اسے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اطلاع ملی تھی کہ ابا جان کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے تو وہ رہ نہ سکا اور اس نے جونہی اپنی واپسی کی اطلاع دی اماں اور گھر والوں کی خوشی کا اندازہ کرنا مشکل تھا' وہ سب کا لاڈلا اور پسندیدہ فرد تھا' چھوٹے بڑے سب ہی پیار کرتے تھے' یہ بات بھی طے تھی کہ حریم اس کی ہے۔

......☆......

"آج کیوں یہ سارے پل خوشیوں کے گیت بیگانے لگ رہے ہیں' سارے رنگ کوئی اور نہیں عباد چرا کر لے گیا ہے' لمحوں میں خوابوں کی طرح اترے گا اور پھر یہ خواب بکھر جائے گا' سب رنگ اڑ جائیں گے کسی موسم رت کی طرح میری پلکوں سے یہ کاجل بہہ جائے گا افشاں اتر جائے گی اگر اس نے ایک پل نظر بھر کے مجھے نہ دیکھا' شیزرے ! دیکھو یہ ہاتھ کی لکیروں میں میرے خواب کی لکیر کٹ رہی ہے' یہ لکیراسی دن نمایاں ہوگئی تھی جس دن عباد کا خط خوشبو بھرا نہ تھا' اسی دن تو میں خواب سے ڈر کر نانو کے پاس چلی گئی تھی یاد ہے ناں۔"وہ شیزرے سے پوچھ رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جب عباد بھائی کو دیکھو گی ناں تو خود ہی سب کچھ بھول جاؤ گی۔"اس نے گھڑی پر نظر ڈالی۔

"بس ایک گھنٹہ بعد عباد بھائی بے قراری سے اسی کمرے کی سمت دوڑے چلے آئیں گے لیکن سخت پہرہ ہوگا' عباد بھائی کی نگرانی ہم کریں گے' تم مایوں جو بیٹھ گئی ہو' بقول دادو کے نور نہیں اترے گا' ہم چاہتے ہیں کہ ہماری بہن پر شادی کے دن نور کا ہالہ نظر آئے' عباد بھائی وہاں کی سفیدی بھول کر محو حیرت ہوجائیں' بڑی ممانی نے سب سے بڑے بیوٹی پارلر میں بکنگ کروائی ہے' ورنہ وقت پر اچھے بیوٹیشن ملتے ہی نہیں ہیں۔" شیزرے بولے جارہی تھی اور وہ کسی خوشبو کی طرح عباد کے تصور میں اڑ گئی' فضاؤں میں اڑتی ہوئی وہ عباد کا ہاتھ تھامے ہواؤں میں اڑنے لگی' بے قراری نے دل میں دستک دی ذرا سے کھٹکے سے اس نے باہر کی طرف دیکھا' ابھی کوئی نہیں لوٹا تھا' صرف لان میں چند قریبی مہمان تھے' عبیر ہاتھوں میں

گجرے لئے لان میں کھڑی تھی' باہر ہارن کی آواز پر شیزرے دیکھو یہ کہتی ہوئی باہر نکلی۔

"آگئے"۔حریم نے جلدی سے پردہ سرکایا۔

"بیتاب دل پر قابو کب ہے' بس ایک دیدار وجہ قرار ہوگا' دیکھوں تو وہ کیسا لگ رہا ہے۔" جونہی عباد اندر داخل ہوا ہر طرف سے پھولوں کی گل پاشی کی گئی۔وہ حیران حیران سب کو رنگ برنگے کپڑوں میں دیکھ رہا تھا' ہر طرف رنگ برنگی برقی قمقمے اپنی روشنی بکھیر رہے تھے' سرخ راہداری سے جتنی دیر وہ گزرتا رہا تاحد نظر پھول ہی پھول گر رہے تھے کہ وہ دادو سے لپٹ گیا' دادو بار بار اسے گلے لگا رہی تھیں' وہ سب سے ملا لیکن ایک بار بھی اس کی نظریں ملتے ہوئے پردے سے نہیں اٹکیں چاروں طرف دیکھنے کے بعد جونہی شیزرے پر نظر پڑی۔

"ارے حریم ! کہاں ہے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"دفعہ 444 کے تحت دادو نے پردہ قائم کر رکھا ہے' اور جناب آپ اور حریم آپا کا پردہ ہے۔" کرن نے عباد سے بات کرنے میں پہل کی۔

"ہم نے کہا تھا نہ بھیا! کہ آپ کے آنے پر بڑے بڑے سرپرائز رکھے گئے ہیں۔" ندیم بول پڑا' عباد اسی کی طرف مسکراکر دیکھ رہاتھا کہ شیزرے نے کہا۔

"اب رخ زیبا کا دیدار تو آپ جمعہ کے دن ہی کرپائیں گے۔"

"وہ کیوں؟" وہ حیرت سے مسکرایا۔

"لیجیئے جناب! یہ سب کچھ نظر نہیں آرہا۔" نعیم پوچھنے لگا۔شیزرے نے جلدی سے راز بتا ہی دیا۔

"عباد بھائی! آج آپ کی اور حریم کی مایوں ہے اور جمعہ یعنی آج سے چار دن بعد نکاح۔"

"اور جلدی ہی رخصتی"۔پھر ندیم بولا تھا۔

حریم پردے کی اوٹ میں سانس روکے کھڑی تھی اسے یقین تھا کہ عباد رکاوٹوں کو توڑتا ہوا اسی سمت چلا آئے گا۔

حریم ' حریم ! تم نظر نہیں آرہی تھیں تو یوں لگ رہا تھا۔" وہ آنچل کو پکڑ کر کھینچ لے گا اور میں اس پیلے دوپٹے میں اپنے چہرے کو نہ چھپا پاؤں گی اور سارے روپ ایک پل میں وہ دیکھ لے گا' میں نظریں چراؤں گی وہ اپنی نظریں میرے چہرے سے ہٹانہیں پائے گا' اس کی شرارت بھری نظریں آج تک نہ ہٹیں تو اب کیا ہوگا' میں کہاں چھپوں وہ ڈھونڈلے گا'نانو کے لحاف تک سے وہ کھینچ لاتا کہ اٹھو اور سامنے رہو' ورنہ عباد مرجائے گا اور آج وہ تو برسوں کا خواب لئے آرہا ہے۔" ہنستے ہنستے عباد حیران سا اپنی ممی کو دیکھنے لگا۔

"پھر یہ کیا ہوا؟ " عباد ماں کا بازو پکڑے ہوئے سارے گلابوں کو روندتا ہوا بڑے سے لان سے تیزی سے گزر گیا' سب دیکھتے رہ گئے۔حریم کا دل دھک سے ہوا اور پردہ خود ہی ہاتھ سے چھوٹ گیا' دلہن ممانی کی طنز بھری

مسکراہٹ جو اس نے دیکھ لی تھی۔یوں لگا طلسم در کی چوکھٹ پر تنہا کھڑی ہے۔

من مندر کے دیوتا نے پھولوں کی بھینٹ لینے سے انکار کردیا ہے۔

”دیکھیں ممی! آپ جو کچھ کرنے جارہی ہیں ' اب وہ اتنا آسان نہیں ہے۔“

عباد نے ماں کے ہاتھ پکڑے تھے۔

”میں سب جانتی ہوں میری جان !“

”آپ کچھ نہیں جانتی ہیں۔“

”تمہارے ایک ایک پل کی خبر جنید نے تمہاری چچی کو دے رکھی ہے بات ہمیشہ مجھ تک آکر ختم ہوگئی عباد۔“

”اور اس کے باوجودآپ نے اتنا بڑا فیصلہ کر ڈالا۔“

”فیصلہ تو بہت پہلے ہوگیاتھا' گستاخی تم نے کی ہے۔“

”مگر میں نے جو کچھ کیا اس کی سزا حریم کو نہیں دی جاسکتی۔“

”سزا کیسی وہ تو اس گھر کی خوشی تمہارے پاپا کی جان ہے۔“

”لیکن وہ اس چیز کو میری کمزوریوں کو برداشت نہیں کرسکتی' میں اسے دوبار دھوکہ نہیں دے سکتا کہاں ہے حریم میں خود اسے تمام حالات سے آگاہ کروں گا۔“

”تم حریم سے نہیں مل سکتے۔“

”کیوں؟“

”یہ ہمارا فیصلہ ہے عباد!“

”دیکھیئے میں نے آپ لوگوں کو دکھ ضرور دیا ہے لیکن آپ لوگ تو اسے دکھ نہ دیں۔“

”دکھ تو تم دے چکے ہو ہم تو زخم بھرنے کی کوشش کررہے ہیں۔“

”ممی !زخم نا سور بن جائیں گے' پلیز ممی آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔“ وہ ہاتھ جوڑ کر پلٹا تھا۔

''رک جائو عباد !تمہارے پاپا یہ دکھ برداشت نہیں کرسکتے جگ ہنسائی ایسی ہوگی کہ وہ مرجائیں گے اور میں؟''وہ چپ ہوگئیں عباد پلٹ کر دوبارہ ماں کے پاس آگیا۔

''میں جان دے دوں گی عباد!'' عباد کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''ممی! یہ دھوکہ اور جرم ہے' جو آپ مجھ سے کروا رہی ہیں' میں نے ہی جنید سے کہا تھا کہ وہ آہستہ آہستہ میرے حالات لکھتا رہے تاکہ آپ لوگوں کو اچانک کوئی دکھ نہ پہنچے' لیکن آپ نے تو سب کچھ ...'' وہ

رک گیا اس نے آستین سے آنکھیں صاف کیں' شاید اسے حریم سے ندامت کا احساس مار رہا تھا یا زندگی کی سچائی پر رونا آرہاتھا۔

''ہاں میں نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی یہ فیصلہ برقرار رکھا ہے۔کوئی فرق نہیں پڑے گا' سب ٹھیک ہوجائے گا حریم کو میں تمہارے ساتھ خود نہیں بھیجوں گی' ایک دن حریم کی کشش تمہیں خود لے آئے گی جب تمہیں

احساس ہوگا کہ ماں باپ اپنی اولاد کے دشمن نہیں ہوتے۔'' وہ رونے لگیں عباد کو ماں پر رحم آگیا وہ ان کے آنسوئوں پر تڑپ گیا۔

''ممی! مجھے معاف کردیں' لیکن حریم کو انجانے میں اتنا دکھ تو نہ دیں۔آپ اسی وقت جاکر اسے میری حقیقت بتا دیں' اس کی رضا معلوم کرلیں' میں سر جھکا دوں گا' میں قصور وار ہوں آپ کیوں جان دیں گی؟''عباد بچوں کی طرح ممی کے سامنے کھڑا رو رہاتھا۔

''حریم کی پرورش میں نے کی ہے' میں جانتی ہوں کہ وہ اپنے ماموں کے فیصلہ پر سر جھکا دے گی' تمہاری طرح کبھی گستاخ نہیں بنے گی' وہ صرف ہماری خوشیوں کے لئے اس گھر کی لاج رکھے گی۔''

''میں حریم سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''یہ اب ممکن نہیں ہے' اسے تم اب شادی کے بعد ہی مل سکتے ہو' اگر تم نے کوئی بات کی تو عباد اس سے پہلے میں جان دے دوں گی' میں تمہیں نہیں کھو سکتی۔''اس کے پاپا اسی کمرے میں چلے آئے۔

"ارے بھئی ایسا کیا ہورہا ہے یہاں کہ بیٹے صاحب سب کو چھوڑ چھاڑ ماں کا ہاتھ پکڑے یہاں لے آئے۔"عباد نے ماں کے ہاتھ چھوڑ دیئے۔

"کچھ نہیں پاپا !"

"اچھا تو یوں کہو کہ ماں بیٹے تنہائی میں مل مل کر رو رہے ہیں۔" دونوں کی بھیگی ہوئی آنکھیں راز کھول رہی تھیں۔

"ہاں یہ سچ ہے تمہاری ماں نے تمہاری جدائی میں ایک ایک دن مشکل سے گزارہ ہے اور آج کے دن یہ ساری خوشیاں اکٹھے سمیٹ لینا چاہ رہی ہیں۔" سجاد صاحب نے بیٹے کے سامنے ماں پر گزرنے والی کیفیت بیان کی۔لیکن یہ کیا عذرا کے تو پھر آنسو بہنے لگے'عباد گھبرا گیا۔

"پلیز ممی ! اس طرح سے تو مت رویئے جو چاہیں سزا دیں۔"

"بیٹے ! سزا نہیں حکم مان لو سب کی خوشی اسی میں ہے'گھر میں سارے عزیز و اقارب ہیں حریم تو شام سے ہی پہلے کپڑوں میں سر جھکائے بیٹھی

ہے۔دلہن کے روپ میں جب ایک نظر حریم کو دیکھے گا ناں تو سب بھول جائے گا بیٹے۔" ممی کے آنسو پھر بہنے لگے۔

"اچھا ممی! جو چاہیں کریں آپ لیکن یہ انصاف نہیں ہے میں خود کو ہمیشہ مجرم سمجھوں گا'۔

"بڑی ممی ! دادوجان کہہ رہی ہیں کہ اب آپ باہر آجائیں۔"شیزرے نے اندر قدم رکھتے ہی کہا۔عباد نے نظر اٹھاکر شیزرے کی طرف دیکھا۔

"ارے شیزرے کیسی ہو؟" وہ آگے بڑھ کر آگیا۔

"رہنے دیں عباد بھائی ! ایسا سب کچھ بھول گئے جیسے..." آنسو شیزرے کے بھی بہنے لگے۔

"نہیں شیزرے !دو ر رہ کر تو اور یاد آتی ہے۔" عباد بھی اداس ہوگیا۔

"ان محبتوں کے بغیر جو پل تم نے عباد گزارے وہ صرف لمحوں کی جذباتی کیفیت تھی' ان ہیں کوئی جاذبیت نہ تھی ، لمحوں کی کشش تو اصلی یہ ہے کہ

شیزرے دیکھتے ہی رونے لگی۔سب میرے اطراف محبتوں کے پھول نچھاور کررہے ہیں لیکن میں نے دیر کردی۔حریم کی محبت کا وہ پیرہن جو میں نے اتار پھینکا کس مول خرید کر پاسکوں گا‘ شاید ساری عمر کی محبت مجھے وہ لمحے نہ لوٹا سکے۔“ شیزرے کے آنسوئوں سے وہ دکھ میں ڈوب گیا۔وہیں کھڑے کھڑے آنکھیں پونچھنے لگا‘ محبتوں کی صداقت سے انحراف کی کوئی صورت نہ تھی دل کے ایسے روگ تھے جن سے وہ لمحہ لمحہ گزرا تو تھا‘ لیکن انسانی خواہشات میں کبھی نفس کی کمزوری بھی ثابت ہوتی ہے سو وہ بندہ بشر تھا بس کر بیٹھا غلطی‘ غلطی کو مزید چھپانے کے لئے اس نے اپنی محبتوں کو خود سے جدا کردیا۔

”خوشبو پھولوں میں نہیں محبتوں کے ان رشتوں میں ہوتی ہے‘ جہاں قربتیں خود فاصلوں کو جوڑ دیں‘ اور آنکھیں بے اختیار اندرونی جذبہ سے چمک جائیں تب سارے رشتوں کا ایک ہی نام ہوتا ہے‘ اور وہ ہے محبت۔“ وہ بھی محبتوں میں خیانت کر بیٹھا تھا لیکن خدا جانے کون سے حالات تھے اور وہ

کیسے رشتے تھے‘ جن پر دور تک نکل گیا‘ اور اب واپسی کے راستے پر خود کو مجرم سمجھ رہا تھا‘ لیکن ممی کے تجربات اور مشاہدات یہی کہہ رہے تھے کہ ایک بار عباداس راستے پر قدم رکھ دے تو منزل خود اس کو کھینچ لائے گی‘ لیکن یہ کیا وہ انکار کئے جائے اور ماں اقرار کا بندھن مانگے‘ خوبصورت رشتوں میں صرف دو ہی امکان ہوتے ہیں‘ انکار یا اقرار۔

کبھی انکار میں بغاوت کا جذبہ ہوتا ہے تو کبھی اقرار کی خوشبو محبت میں بہت طاقت ہے‘ سو محبت انکار پر غالب آگئی‘ وجہ خواہ کوئی بھی ہو انسانی رشتوں میں جیت اسی کی ہوتی ہے۔

عباد کمرے سے نکل کر باہر آگیا تھا‘ ندیم کہہ رہا تھا۔

”عباد بھائی ! سامنے دیکھیں لان میں یہ ہم سب نے مل کر خریدا ہے‘ آپ اور حریم آپا کے لئے سندھی جھولا ہے‘ آپ دونوں ایک ساتھ آج اسی پر بیٹھیں گے۔“ عباد کی نظریں اٹھیں لان میں سندھی کام کا خوبصورت جھولا جس پر رنگین شیشے لگے ہوئے تھے‘ پڑا تھا‘ عباد کو ندیم کھڑے دیکھا رہا تھا۔

''یہ سب کی طرف سے آپ کی آمد پر ناچیز سا تحفہ ہے۔'' لیکن وہ چپ چپ ہر ایک کو دیکھ کر مل رہا تھا سارے ہی اس کے اپنے تھے۔

بڑی ممانی بے قرار سی شیزرے کو آواز دیتیں حریم کے کمرے میں آگئیں، حریم کسی مٹی کے بت کی طرح خاموش بیٹھی تھی وہ جلدی سے آواز دے کر مڑی ہی تھیں کہ شیزرے نظر آگئی۔

''بس تم جلدی سے حریم کو لے کر آئو، اماں بلا رہی ہیں۔

''جی اچھا۔''شیزرے کو حریم نے نظر اٹھاکر دیکھا تو شیزرے کی آنکھیں لال تھیں۔

''کیا ہوا شیزرے؟''

''عباد بھائی نے آواز دے کر بلایا، تو خود بہ خود آنکھیں چھلک پڑیں، '۔وہ دوبارہ آنکھیں ملنے لگی۔

حریم کی نظریں سوالیہ بنی ہوئیں اسی کو دیکھ رہی تھیں۔شیزرے خود ہی بول پڑی۔

''کوئی نہیں تمہارا وہم ہے عباد بھائی تو بیچارے ابھی تک آنکھیں نم لئے گھوم رہے ہیں، تم ہی بہت کٹھور ہو۔''

''شاید شیزرے!تم ٹھیک کہہ رہی ہو، لیکن یوں سب کو چھوڑ چھاڑ بڑی ممانی کاہاتھ تھام کر کیوں چلاگیا وہ اور اب آنکھیں نم تو یقیناکوئی تو رد عمل ہوگا۔''شیزرے کا دل دھک سے ہوا محسوس تو اس نے بھی کیا تھا، لیکن لفظوں کی زبان حریم نے دی اسی لمحے سارے کزن مل کر اسے لینے آگئے، اسے یوں لگاکہ حریم کہیں کسی گہرے پاتال میں اتر گئی ہو، جہاں اسے اپنی خبر نہیں ہے پھر یہ ہنگامہ یہ رنگ اور قہقہے اسے کچھ خبر نہیں تھی، وہ چلتی ہوئی آئی اور سندھی جھولے پر بیٹھ گئی جسے سب نے بڑی محنت سے سجایا تھا، کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا وہ یہ بھی نہ محسوس کرسکی جب وہ عالم خواب سے جاگی تو اس نے محسوس کیاکہ برابر میں عباد بیٹھا ہے۔

"شب کے اندھیروں میں جگنو جو چمکے حریم تو جان لینا کہ وہ آیا ہے وہ جو کہتا تھا' خود کو جگنو آج حریم رگ و جان کے قریب آیا ہے' کون جانے کس جگنو کی تلاش میں راستے گم جاتے ' میں تو ہمیشہ ہی ہار جاتی تھی' شکست قسمت کی میری لکیروں میں لکھی ہے' زمین پر پیر جمائوں تو گرنے سے کون تھامے گا مجھے 'یہ قرب و جوار میں پھر کسی آہٹ کی صدا سنائی دی' وہی محبتوں کی مہک جو کہتا تھا مجھے حریم جان ہے میری۔"گلابی ہتھیلی پر کسی نے ابٹن رکھا نجانے کون تھا جو ہاتھ پر کنگنا باندھ رہاتھا' رامین اور کرن ' عباد کو چھیڑ رہی تھیں' ندیم بار بار مووی کی لائٹ سے اس کے ہر زاویئے کو محفوظ کررہا تھا لیکن اس کے کانوں میں سعدیہ ممانی کی سرگرشیاں اس کے باوجود کے اندر جو ار بھاٹے کی طرح ابل رہی تھیں۔

......☆☆☆......

'بھابی کتنی ہوشیار ہیں' جب دیکھا کہ بیٹا ہاتھ سے پورا ہی نکل گیا تو حریم کو پلے سے باندھ رہی ہیں تاکہ شاید وہ کبھی لوٹ آئے' دیکھو عباد کیسا خاموش

بیٹھا ہے بالکل لاتعلق سا' اسی لئے تو ماں کا ہاتھ پکڑ کر سیدھا اندر گیا تھا' آنکھیں ابھی تک نم ہیں۔" آواز آہستہ سہی لیکن حریم تو اسی طرف دیکھ رہی تھی' سماعت میں کوئی اور نہیں صرف چھوٹی ممانی سعدیہ کی آواز ٹھہری رہی۔

ردا کے ہاتھ ڈھولک پر تیزی سے چل رہے تھے' اس کے لمبے لمبے کانوں کے بُندے ہر تھاپ پر ہل رہے تھے۔ندیم کھڑا ہنس رہا تھا۔ردا گا رہی تھی۔

دیدی تیرا دیور دیوانہ

ہائے رام کڑیوں کو ڈالے دانہ

رائمہ کو زوہیر نے ابٹن چھینک کر مار دیا تھا بس پھر کیا تھا ایک ہڑبونگ سی محفل میں مچ گئی۔حریم کے چہرے پر بہت باریک جھلمل کرتا ہوا سنہرا دوپٹہ پڑا تھا... اس نے آہستہ سے اپنی بائیں جانب دیکھاوہ جو اس کے قریب تھا نجانے کہاں کتنے فاصلوں پر جا بسا تھا' تمام جذبوں اور ان لمحوں کی سرشاری سے بہت دور اور اجنبی سا لگا۔

''یہ وہ عباد ہی نہیں ہے' اس کی تو بیقرار نظریں آج تک چہرہ پر محبت کی تپش کا احساس دلاتی ہیں' یہ تو کوئی اور ہے جس کو میرے پہلو میں بٹھا دیا گیا ہے۔خوبصورت اور پرکشش لمحوں میں یہ ساکت اور دور خلائوں میں کھویا ہوا وہ نہیں جو کہتا تھا ''حریم جان ہے میری۔''

شیزرے نروس سی کیمرے کی لائٹ سے بچ رہی تھی فہد کی بھٹکتی نظریں اس نے اپنے چہرے پر محسوس کیں۔سب نے مل کر ہڑبونگ مچا رکھی تھی خاص طور پر ندیم اور نعیم نے تو لڑکیوں کے چہرے پر اچھا خاصا ابٹن مل ڈالا تھا۔ندیم جیسے ہی شیزرے کی طرف ابٹن لگانے کے لیے آیا تو فہد کسی اور جانب متوجہ تھا ندیم کی نظریں خودبخود دوسری طرف اٹھیں' دلہن چچی کسی اجنبی نوجوان کے ساتھ جو کہ مسلسل شیزرے کو فوکس کر رہا تھا اس سے باتیں کرتی نظر آئیں' خود شیزرے ہنستے ہنستے تھم سی گئی' نجانے کون تھا دلہن چچی کے ساتھ جو اس ہڑبونگ میں اسی کو فوکس کیے جا رہا تھا لیکن فہد اسے بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اس کا

ماموں زاد شایان کاظمی تھا' وہ بڑھتا ہوا اس کے قریب چلا آیا اور بہت آہستگی سے کیمرے پر ہاتھ رکھ کر اس کا رخ موڑ دیا اور بولا۔

''شایان! یہ ہماری بڑی پرائیویٹ گیدرنگ ہے یو نو اور اس وقت ہم سارے کزنز ہیں اس کے علاوہ ہم نے کسی کو انوائٹ نہیں کیا۔'' اس نے دور کھڑی ہوئی شیزرے پر ایک نظر ڈال کر کہا۔

''غیر تو ہم بھی نہیں آپ کے' پھپھو کئی بار اس لڑکی کا ذکر کر چکی تھیں سو آج ہم ادھر آئے سوچا کہ ایک شوٹ بنا لوں اس کا۔'' وہ بہت ہی لاپروا انداز میں بولا۔

''لیکن آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' فہد اندر سے نجانے کیوں کھول اٹھا' پھر جھٹ دلہن چچی بیچ میں بول پڑیں۔

''فہد! تمہیں ایسا کیا ہو گیا تم جائو اپنے سارے کزنز کے ساتھ مل کر اودھم چوکڑی مچائو یہ اس کا پرسنل معاملہ ہے یہ ایک دو شاٹ لینا چاہتا ہے شیزرے کے' دراصل خود شیزرے کو بہت شوق ہے ماڈلنگ کا تو میں نے ہی

ذکر کر دیا تھا شایان سے' آج یہ وردہ کو چھوڑنے آیا تو یہ رنگ اور محفل دیکھ کر پوچھنے لگا کہ پھپھو یہاں آج کیا ہو رہا ہے تو میں نے بتایا دیا' یہ تو ہر وقت اپنی ٹیم کے ساتھ ہوتا ہے اور فہد تم کو پتہ ہے آج کل شایان نے اپنا پروڈکشن ہاؤس بنا لیا ہے۔'' وہ بہت محبت بھرے لہجے میں بولیں۔

''پھر بھی مما! دادو جان اس چیز کو پسند نہیں کرتیں۔''

''تو یہاں کون سے ریشمین اور رامین کے شوٹ بن رہے ہیں' یہ تو شیزرے کے حسن کا شروع سے دیوانہ ہے' تم خوامخواہ اس سے الجھ پڑے۔'' دلہن چچی الٹا اپنے بیٹے پر ہی الٹ پڑی تھیں۔

''چلیں پھپھو! آپ چھوڑیں اپنا موڈ خراب مت کریں' فہد تو شروع سے ہی ایسا ہے' آئی ڈونٹ مائنڈ۔اوکے فہد! مگر یار ہے غضب کی چیز۔'' شایان نے گزرتے ہوئے شیزرے کو دیکھا جو کسی بات پر نعیم سے الجھ پڑی تھی۔

''ویسے بائی دا وے تم سب سے بہت فری ہے۔'' اس نے مسکرا کر فہد کی آنکھوں میں جھانکا۔

''جی ہم سب کا خیال ہے کہ یہ ہماری اپنی ہے ہماری دادو اور بڑے پاپا اس فیملی کو اپنی فیملی کی طرح پسند کرتے ہیں۔'' فہد کا لہجہ بہت سخت تھا' تبھی دوسری طرف سے احمد' شایان کو دیکھتا ہوا قریب آیا۔

''ارے آپ کب آئے؟''

''کافی دیر سے میں آیا ہوا ہوں لیکن آپ کو خبر ہی نہیں ہے ظاہر ہے اتنی ڈھیر ساری کزنز میں کہاں ہوش رہے گا۔'' شایان نے ہنستی ہوئی لڑکیوں کو دیکھا جہاں ریشمین ہاتھ میں ابٹن لے کر نورین کے چہرے پر مل رہی تھی اور شیزرے بھاگ کر رامین کی پیٹھ کے پیچھے چھپ کر بچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''او نو... تم نے تو میرے سارے کپڑے خراب کر دیئے۔'' رامین نے پلٹ کر اپنے کپڑوں کو دیکھا۔

''چلیں باقی ہم کر دیتے ہیں۔'' نعیم پلٹ کر آیا اور اپنا چہرہ رامین کے دوپٹے سے پونچھنے لگا۔

"شٹ اپ، تم لوگوں نے تو میرے دوپٹے کا مذاق بنا دیا، یہ بیہودہ مذاق مجھے نہیں اچھا لگتا۔" وہ تلملا کر بولی۔احمد کی نظر رامین پر پڑی جو دوپٹے کو اپنے کھڑی جھاڑ رہی تھی پھر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

"یہ بھی آپ کی کزن ہے ناں۔" شایان کاظمی بہت آہستہ سے احمد کے قریب گویا ہوا۔

"جی۔" احمد جل کے غصے سے اپنا چہرہ دوسری طرف موڑ گیا۔

"چلیں جائیں ختم کریں یہ کھیل، بہت ہو گئی، کوئی ضرورت نہیں۔" ربیعہ کو قریب آتے دیکھ کر فہد چھٹ پڑا اور بہت تیزی سے وہ دادو کی طرف بڑھا، دادو سامنے ہی صوفے پر بیٹھی ہوئیں نظر آئی تھیں۔

"دادو! آپ دیکھ رہی ہیں یہ سب کیا ہو رہا ہے آپ ان سے کہیں یہ لوگ جائیں یہاں سے مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا۔" فہد بول دادو سے رہا تھا مگر نظر شیزرے کے دوپٹے پر لگی ہوئی تھی جسے نعیم نے بل دے کر تھاما ہوا

تھا، فہد کی نظر پڑتے ہی جلدی سے گھبرا کر دوپٹہ کھینچ کر وہ چہرہ موڑ کر آگے کی طرف بڑھی، عباد، نعیم کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔

"بس میرے بھائی مجھے تو معاف کر، زیادہ شوق ہے ناں تو فہد کے لگا کے دکھا، دیکھ کیسے الٹے ہاتھ کا دے گا۔"

"جی نہیں، فہد بھائی تو اتنے اچھے ہیں بیچارے، ابھی آپ اٹھیں میں انہیں اس سیٹ پر بٹھا دیتا ہوں، بس ان کے انتخاب نظر کی دیر ہے ورنہ وہ اشارہ کریں اور ہم حاضر۔" قریب بیٹھی ہوئی حریم کے ہونٹوں پر بہت پیار بھری مسکراہٹ پھیل گئی تو تبھی عباد نے پہلی بار حریم کے چہرے پر اپنی نظریں گاڑ دیں، اتنی اداس اور دُکھی سی لگ رہی تھی وہ اس وقت اور اس کے ہونٹوں کی ہنسی ایک ملگجی رات کی طرح آنکھوں میں اتر آئی تھی، اس نے اس کے قرب و جوار کی مہک کو محسوس کرتے ہوئے ایک گہرا سانس لیا، دزدیدہ نظروں سے قریب بیٹھی ہوئی حریم کو دیکھا جو سمٹ کر نظریں جھکا گئی تھی، عباد نے آہستہ سے اس کا آنچل میں چھپا ہوا ہاتھ تھاما تو وہ اپنے اندر

سمٹ گئی، حریم کی بھیگی ہوئی گلابی ہتھیلی عباد کے ہاتھوں میں ایک لمحے کے لیے کسمسائی تو عباد نے خود اس کا ہاتھ چھوڑ دیا، تبھی احمد ہنستا ہوا ان کے قریب چلا آیا۔

"عباد بھائی! یہ ہمارے کزن شایان کاظمی۔" تو عباد نے جلدی سے کھڑے ہو کر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

"تو یہ ہیں حریم، ویری بیوٹی فل، بہت فوٹو جینک فیس ہے، ایسے چہروں کی تو تلاش ہوتی ہے ویری ریئر۔" وہ پاس سے گزرتی ہوئی شیزرے پر نظر ڈال کر بولا، تو فہد نے شیزرے پر ایک سلگتی ہوئی نگاہ ڈالی تو وہ گھبرا کر دوسری طرف مڑ گئی۔

"کیا ہوا؟" نورین نے اس کے چہرے پر پسینہ دیکھا تو پوچھنے لگی۔

"پتہ نہیں کیا ہوا فہد اپنے ہی آپ جل بھن رہے ہیں، ایسا میں نے کیا کر دیا، سبھی ایک دوسرے کے ساتھ ابٹن کھیل رہے ہیں یہ لو میں جا رہی ہوں۔" اس نے رگڑ رگڑ کر ابٹن کا گولا بنا کر دور پھینکا تو اس وقت بھی

فہد کی ایک سلگتی ہوئی نگاہ اس کے چہرے پر پڑی تھی تو وہ غصے سے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اندر کی طرف بڑھ گئی، شایان کاظمی پلٹ کر اپنی پھپھو سعدیہ کی طرف آیا۔

"پھپھو! واقعی آپ کے حسن انتخاب کی داد دینی پڑے گی، یہ چہرہ اگر اسکرین پر ایک بار آ جائے ناں تو آپ یقین جانیئے کہ پورے میڈیا میں اس کی دھوم مچ جائے گی۔" شایان کاظمی نے اپنا مووی کیمرہ اپنے ساتھی کو دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ اتنا آسان نہیں ہے شایان! کہ تم ایسا کر سکو، قدم قدم پر اس کے حسن کے جاںنثار ہیں۔"

"گڈ! یہ تو وہ ڈیزرو کرتی ہے۔"

"لو... تمہیں بھی اس کا حسن متاثر کر گیا تو چلو پھر دیر کس بات کی ہے تم فٹا فٹ بھائی جان سے بات کر لو اور لے جاؤ اس پری چہرے کو اڑا کر اس سے پہلے کہ وہ نور محل میں کوئی گل کھلائے۔"

"نو پھپھو! ابھی اتنی جلدی نہیں ہے مجھے' میں نے اس کے کچھ شوٹ لئے ہیں میں اپنے پارٹنر سے بات کروں گا ویسے پھپھو فہد بھائی بہت ایگریسو لگ رہے تھے' کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ ان کے چہرے پر کیسی سختی تھی۔"

"اسی لئے تو میں اب اس کی جان بخشی چاہتی ہوں میری خوشی تو صرف وردہ ہے۔"

"آئی نو' کچھ کرتے ہیں پھپھو!"

"احمد کہاں ہے؟" رامین اسے پوچھتی ہوئی چلی آئی۔

"احمد! تم مجھے اور ربیعہ کو ڈراپ کر سکتے ہو' مجھے صبح کوچنگ بھی پہنچنا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ دادو تو آپ لوگوں کو اس وقت کہیں نہیں جانے دیں گے ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ میری کلاس 10 بجے ہے میں تمہیں 8 بجے ڈراپ کر سکتا ہوں۔" احمد کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ اس وقت یہاں سے چلی جائے۔

"تمہیں تو بس کوئی بہانہ چاہیے۔" رامین ہنس کر بولی تو چھوٹی دلہن کی نظر نے فوراً ہی رامین کے چہرے کو بھانپ لیا اور پھر ان کی نظریں احمد کے چہرے پر ٹک سی گئیں غصے سے۔

"بس احمد! اب یہ کھیل ختم کرو بہت رات ہو گئی۔" تو احمد کچھ سمجھتے ہوئے ماں کے سامنے ہنس پڑا اور دونوں ہاتھ پکڑ کر بولا۔

"نو مما! یہ کھیل نہیں ہے آئی ایم سیریس۔"

"احمد! ایک تھپڑ منہ پر مار دوں گی اگر تم نے مذاق میں بھی ایسا سوچا۔"

"اوکے مما! میں تو مذاق کر رہا تھا۔" تو وہ پلٹ کر جھٹکے سے زینہ چڑھتی ہوئیں اوپر گئی تھیں' انہوں نے دھڑ سے اوپر کی کھڑکی کھول کر نور محل کے لان کو پھر ایک بار دیکھا جہاں ابھی تک گہما گہمی نظر آ رہی تھی۔

......☆......

رسم ختم ہو گئی کون اسے سندھی جھولے سے اٹھا کر لایا اسے کچھ یاد نہیں تھا' آنکھوں کے سامنے ردا کے لمبے لمبے بندے ہل رہے تھے اور سعدیہ ممانی کی آواز کی بازگشت۔

رات بہت بیت گئی تھی' شیزرے کو تو نیند آ گئی تھی وہ قالین پر تکیہ اٹھا کر زلیخا کے پاس چلی گئی' حریم بہت دیر کھڑکی کھولے لان میں جلتی بجھتی روشنیوں کو دیکھتی رہی تھی۔ہر طرف ہری گھاس پر زرد اور سرخ گلابوں کی پتیاں بکھری پڑی تھیں دور آسمان پر چاند خالی خالی بادلوں کے ساتھ گھوم رہا تھا' حریم نے مڑ کر دیکھا' زلیخا اور شیزرے سو گئی تھیں' وہ بجھے بجھے دل سے رائٹنگ ٹیبل پر ڈائری کھول کر لکھنے لگی۔

"حریم دل کے سب موسم اداس لگتے ہیں

شگفتی صبح کے چہرے پر ملال دیکھا ہے

وہ قرب جاں کا تصور

یا کہ وصال شب کے دھوکے ہیں"

ڈائری کے پہلے صفحہ پر ہی عباد کی تصویر نظر آ گئی تھی۔اس نے اسے ہونٹوں سے لگا لیا جس پر لکھا تھا "اپنی جان کے لئے۔"

یوں لگا رات آنکھوں میں کٹ گئی وہ سوئی ہی نہیں۔شیزرے باتھ روم سے آ کر اپنے بال سنوار رہی تھی' البتہ زلیخا کو بڑی ممانی نے بلا لیا تھا' تھوڑی ہی دیر میں وہ ٹرالی میں ناشتہ لئے حریم کے کمرے میں آ گئی۔

"اُف... اتنی ڈھیر ساری چیزیں کیا عباد بھائی ساتھ ناشتہ کر رہے ہیں۔"

"جی نہیں شیزرے جی! یہ ساری چیزیں بڑی ممی نے آج حریم آپا کے لئے بنائی ہیں' عباد بھائی تو نہیں بڑی ممی تشریف لا رہی ہیں۔"

"بڑی ممی کو کیا ہو گیا ہر وقت آج کل اسی کمرے میں رہتی ہیں۔" شیزرے نے زلیخا سے پوچھا تھا۔

"ان کی سب سے قیمتی چیز کوئی چُرا نہ لے۔" زلیخا نے مسکرا کر حریم کو چھیڑا تھا۔

"جی نہیں ہر وقت بڑی ممی پہرہ پر رہتی ہیں کہ کہیں عباد بھائی نہ حریم کو دیکھ لیں۔"

"خیر عباد بھائی بھی کوئی معمولی چیز نہیں ہیں زیادہ دوستی پر اترائو مت۔"
حریم دونوں کی باتیں سن کر بھی نجانے کن خیالوں میں گم تھی۔

......☆......

آج گھر میں بڑی رونق تھی۔دادو جان کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی، سب ان کے بچے موجود تھے، چھوٹے بیٹے مسعود کے لئے وہ دکھی رہتی تھیں کہ تینوں بیٹے پاس ہیں صرف مسعود امریکہ میں رہتا ہے لیکن آج کل وہ لوگ بھی یہیں تھے۔سہ پہر کے وقت تو لان میں پوری کرکٹ ٹیم جمع ہو کر چھکے اور چوکے لگا رہی تھی... عباد کی بیٹنگ ختم ہو گئی تھی اب وہ بالنگ کر رہا تھا کہ دوڑتے ہوئے اس کی نظر کھڑکی پرپڑی حریم کی ایک جھلک نظر آئی وہ ہاتھ میں بال لئے اسی طرف مڑ گیا، سب چیخ رہے تھے۔

"عباد بھائی بال دیں۔" لیکن وہ تیزی سے حریم کے کمرے میں داخل ہو گیا، سامنے حریم بیٹھی تھی، اس نے سر جھکا لیا سامنے ممی نظر آ گئیں، جنھوں نے سختی سے عباد کو باہر جانے کا حکم دیا، شیزرے نے حریم کی طرف دیکھا لیکن وہ سر جھکائے بیٹھی تھی، عباد پھر لان کی طرف آ گیا، بیچ لان میں صفائی کرنے والا جمعدار کھڑا کہہ رہا تھا۔

"بی بی جی سے کہیں کہ وہ صفائی آ کر دیکھ لیں۔" زلیخا صبح سے گھر کی صفائی میں لگی ہوئی تھی۔احمد نے لان سے آواز لگائی۔

"زلیخا! زلیخا!" وہ لان کی طرف دوڑی چلی آئی۔

"جی بھائی جان۔"

"زلیخا! یوسف بلا رہا ہے۔" سارے لڑکے کرکٹ بھول گئے، ہنس ہنس کر پیٹ میں بل پڑ رہے تھے، احمد بھائی جان غصے سے وہاں سے ہٹ گئے، زلیخا کھسیانی ہو کر سب کو بُرابھلا کہہ رہی تھی، عباد خود ہاتھ میں بال پکڑے گھاس پر ہنستے ہنستے بیٹھ گیا تھا۔زلیخا غصے سے کہہ رہی تھی اور تو اور عباد بھائی

کو دیکھئے' کیسے ہنس رہے ہیں۔'' عباد کیا ہنسا یوں لگا اس گھر میں زندگی لوٹ آئی ہے' جلترنگ سے حریم کے دل میں بج اٹھے۔حریم بڑی ممانی سے پوچھ بیٹھی۔

''ممانی جان! چھوٹی ممانی نظر نہیں آ رہی ہیں۔''

''کیوں چھوٹی ممانی کی یاد آ رہی ہے کیا؟'' حریم نے ان کی طرف دیکھا کہ آج ممانی جان کو کیا ہو گیا۔

حریم نے چپکے سے اس محبت بھرے چہرے کی طرف دیکھا جس سے وہ کئی دن سے بدگمان تھی' اسے اپنے خیالات اور احساسات پر شرم آتی رہی۔

رات کا ملگجا اندھیرا اور بھینی بھینی ابٹن کی مہک ہر سُو پھیل رہی تھی۔حریم کے کمرے میں مدھم مدھم نیلی روشنی پھیل رہی تھی۔تمام لڑکیاں اسی روم میں کشن سر کے نیچے رکھے کچھ سو رہی تھیں کچھ جاگ رہی تھیں۔شیزرے کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی وہ آنکھیں موند لیتی تھی بار بار اس کے چہرے پر اتر چڑھائو شایان کاظمی کے سامنے تن کر کھڑا ہو جانا کیا کوئی معنی

رکھتا ہے یا پھر نور محل کے باسیوں کی حیثیت سے وہ اس کی حفاظت کرنا چاہتا تھا۔کچھ تھا تو ضرور' فہد کے انداز میں جبھی تو وہ گھبرا کر مڑی تھی لیکن اس کے چہرے کی سختی پر نظر پڑتے ہی شیزرے اپنا چہرہ پھیر گئی تھی' ایک خلش تھی اس کے دل میں بار بار چبھ سی رہی تھی ملگجے اندھیرے میں اس نے آہستہ سے نظر اٹھا کر حریم کو دیکھا تو وہ رائٹنگ ٹیبل پر جھکے ہوئے کچھ لکھے جا رہی تھی۔

''سانس ساکن ہے بہت گمبھیر ہے اندھیرا

جلنے سے پہلے رستوں کے چراغ بجھ گئے

روشنی ہے اسی چاند کی ' اسی چہرے کی

جسے آج شب میں نے دیکھا ہے''

قلم روک کر اس نے مڑ کر شیزرے کی جانب دیکھا۔

''کیا ہوا شیزرے! تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اور یہی بات میں اگر تم سے پوچھوں تو..." شیزرے بجھے بجھے لہجے میں بولی۔

"اللہ نہ کرے شیزرے ! کہ میری قسمت کی طرح تمہاری قسمت ہو۔"

"دکھ اور ملال کے لئے ضروری تو نہیں کہ ہماری قسمتیں ایک جیسی ہو جائیں۔" وہ ہلکی ہلکی ہنسی میں بولی تو نجانے کیسا ملال اس کے چہرے پر اُتر آیا۔

"کیا آج پھر کچھ ہوا، دلہن ممانی نیچے تو آئی تھیں۔"

"پتہ نہیں حری! دلہن چچی مجھے کسی سے ملوا رہی تھیں مجھے تو خبر ہی نہ ہوئی، بس میں نے فہد کو دیکھا تھا کہ اس نے ایک جھٹکے سے مووی کیمرے کو نیچے کر دیا اور جب اس نے مجھے پلٹ کر دیکھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ وہ شخص مجھے فوکس کر رہا تھا۔" اس کے چہرے پر بہت گہرا سناٹا چھا گیا تو حریم بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مجھے معلوم ہے کہ وہ کون تھا شایان بھائی تھے وہ، دلہن ممانی کے بھائی کے وہ بیٹے ہیں ابھی حال ہی میں انہوں نے پروڈکشن ہاؤس کھولا ہے۔" حریم خود بھی گہری سوچ میں پڑ گئی۔

"لیکن حریم! فہد کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"کیوں، کیوں نہیں کرنا چاہیے تھا اسے بالکل صحیح کیا اس نے، تم کوئی غیر ہو، وہ اکثر ہی الٹی سیدھی حرکتیں کرتے رہتے ہیں، میں کسی دن منظور ماموں سے بات کروں گی۔" وہ رُکی تو وہ بولی۔

"جی نہیں، ایسا مت کرنا۔" اس نے گھبرا کر حریم کی جانب دیکھا تبھی بپ کی آواز پر رامین نے آہستہ سے سیل اٹھایا۔

"کیا بات ہے احمد! سونے دو مجھے، بہت رات ہو گئی ہے۔" رامین بولی تھی۔

"ہاں یہاں جیسے تو بڑی لمبی دوپہر کے سناٹے پھیلے ہیں، سب بے خبر سو رہے ہیں مگر میری آنکھوں میں نیند نہیں۔" احمد ہنس کر بولا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تو کوشش کرو سونے کی اور مجھے بھی ڈسٹرب مت کرو۔" وہ بہت سیریس ہوگئی، لیکن چہرہ اس کا ابھی تک بلش کر رہا تھا۔

"میں تو کرتا رہوں گا ڈسٹرب جب تک مجھے نیند نہیں آ جاتی۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔" وہ دبے دبے لہجے میں بولی تھی۔

"اتنا نہ یاد آیا کرو کہ رات بھر سو نہ سکیں

صبح کو سرخ آنکھوں کا سبب پوچھتے ہیں لوگ"

احمد بول کر ہنسا۔

"اوکے بائے احمد! صبح مجھے پک کرنا مت بھولنا، اوکے تم اپنا الارم چیک کر لو، میں تو سونے جا رہی ہوں۔" اور کھٹ اس نے اپنا موبائل آف کر دیا تو احمد نے اپنا سیل اچھال کر بیڈ پر پھینکا تبھی ایک ہلکا سا عکس بالکونی پر نظر آیا تو فہد بالکونی سے نیچے لان میں نجانے کیا دیکھ رہا تھا، تبھی احمد دبے قدموں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چلتا ہوا اس کی طرف آیا تو فہد نجانے کن خیالوں میں ڈوبا ہوا تھا جو اسے آہٹ بھی نہ ہوئی کہ کب احمد اس کے قریب آیا۔

"آپ..." اس نے اپنی جلتی ہوئی سگریٹ نیچے لان میں پھینک دی، کسی جگنو کی طرح سگریٹ ونڈو کے سامنے گری جہاں نجانے کب سے شیزرے بوجھل آنکھوں سے ٹیک لگائے باہر دیکھ رہی تھی، گھبرا کر اس نے باہر دیکھا۔

"تو اس کا مطلب ہے فہد ابھی تک جاگ رہے ہیں۔" اس نے آہستہ سے پردہ چھوڑ دیا۔

......☆......

فجر کی نماز پڑھ کر فاطمہ سیدھے باورچی خانے کی طرف ہی آئی تھیں۔رات کے بھیگے ہوئے کابلی چنوں کو دیگچے میں ڈال کر چولہے پر رکھا، دوسرے چولہے پر چائے کا پانی رکھ کر وہ باہر چلی آئی تھیں، اکو میاں نے بڑی کسلمندی سے ایک نظر فاطمہ پر ڈالی اور اٹھ بیٹھے۔

"رات نیچے بڑی گہما گہمی تھی' حور پری نے تو رات وہیں گزاری ہو گی۔"
وہ اردگرد نظر ڈال کر اندازے سے بولے۔

"رات کافی ہو گئی تھی' میں تو چلی آئی وہ لوگ شیزرے کو چھوڑ ہی نہیں رہے تھے۔"

"ہاں تیری شیزرے ایسی کبوتری ہے کہ کوئی نہ چھوڑے گا' سوچ لے فاطمہ کہ اگر یہ ہاتھ سے نکل گئی تو یہ اڑ جائے گی پھر لوٹ کر نہ پوچھے گی کہ تم کیا ہو' اس سے پہلے بول تو میں پَر کتر کر کسی کے حوالے کر دوں۔"

"شرم کرو اکبر! کیسی بازاری زبان تم اپنی بیٹی کے لئے استعمال کرتے ہو' تمہارے دل میں ذرا اس کے لئے محبت نہیں۔" فاطمہ نے چائے کا کپ سامنے پڑی ہوئی تپائی پر رکھ دیا اور منہ پھیر لیا۔

"بُرا لگ گیا میری بات کا' جاؤ سنو چھوٹی دلہن کیا کہہ رہی ہیں۔"

"مجھے اتنی فرصت نہیں ہے کسی کی بات سننے کی' آپ سنتے سناتے رہیں۔"
وہ جھنجھلاتے ہوئے بولیں تو چائے کا سپ لیتے ہوئے اکو میاں کو لوٹ لوٹ کر ہنسی آئی اور وہ ہنسی روکتے ہوئے بولے۔

"تمہارے راستے کا سب سے بڑا کانٹا چھوٹی دلہن ہیں ورنہ تم ماں بیٹی تو نور محل کی رانی بننے کے خواب دیکھ رہی ہو' نمک خوار ہوں کاٹ کر رکھ دوں گا۔" اکو میاں اکڑ کر بولے۔

"دیکھو اکبر! میں اس کے سامنے چپ رہتی ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم حد سے آگے بڑھتے چلے جاؤ' ہر وقت یہی کہتے ہو کہ کاٹ کر رکھ دوں گا کیا وہ تمہارے ڈربے کی کبوتری ہے جو تم کاٹ کر رکھ دو گے' کیا سمجھا ہے تم نے۔" وہ غصے سے تلملا کر بولی تھیں۔

"چھولے بکنے والے ہیں تم اپنا ٹین ٹبر اٹھاؤ اور جاؤ' اڈے پر صبح صبح یہ مجھے بک بک اچھی نہیں لگتی۔"

"یاد تو ہے ناں 200 گول گپے کا آرڈر ہے بھول مت جانا اور ہاں اس حور پری کو بلائو بہت ہو گئی۔" وہ سامنے لگے ہوئے سنک سے منہ دھو کر پلٹ کر آئے۔

"دیکھا پانی کی کنڈی خالی پڑی ہے شام میں میرے کبوتر پیاسے تھے ذرا تم ماں بیٹی دھیان نہیں دیتی ہو ہر وقت نیچے اوپر' نیچے اوپر' یہی دیکھ رہا ہوں۔" وہ کبوتروں کی کابکیں دھڑا دھڑ کھولتے جا رہے تھے۔فاطمہ کو تو ان کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ بہت عجیب لگ رہی تھی وہ اسی لئے چھت سے ہٹ کر کمرے کے اندر آ گئیں لیکن اکو میاں کے سر سے جب پھڑپھڑاتے ہوئے کبوتر اڑ اڑ کر پانی کی ٹینکی پر بیٹھ رہے تھے' اکو میاں ان کی اور اپنی محبت پر اس قدر سرشار تھے کہ ان کی باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔

"ارے فاطمہ! ادھر آ دیکھ تو۔" وہ بہت زور سے پکارے' فاطمہ جلدی سے نکل کر باہر آ گئیں۔

"دیکھ تو ہمارے چنگیزی کو کتنا اداس ہے آج تیسرا دن ہے ہماری مسز چنگیزی واپس نہیں آئی' کسی نے اسے دبوچ لیا یا پھر رستہ بھول گئی برسات میں' لوٹ آئی تو نیاز دلوائوں گا۔"

"ایک کبوتر کے لئے آپ اتنا ہلکان ہو رہے ہیں انسانوں کے لئے نہیں' کل حریم اور عباد کا نکاح ہے کچھ خبر ہے آپ کو۔"

"شور ہنگامے سے تو اندازہ تھا کہ کچھ ہو رہا ہے۔سچ ہے فاطمہ! میرا بھی یہاں سے دل اٹھ گیا ہے سوچ رہا ہوں کہیں اور ایک دو کمرے کا گھر کرائے پر لے کر یہاں سے شفٹ ہو جائوں نجانے کیوں مجھ کو فہد اچھا نہیں لگتا' اس کی نیت میں کھوٹ لگتا ہے۔دیکھو فاطمہ! میری بات کا بُرا نہ ماننا کہ انسان اپنی اوقات میں رہے تو اچھا ہے' امیر لوگوں سے میل جول اچھا نہیں ہوتا ان سے کیا لینا دینا نہ یہ ہمارے کل اپنے تھے اور نہ آج۔نور بی بی کی محبت تھی کہ انہوں نے ہمیں پناہ دے دی' اب یہ ہے کہ ہم اپنے لئے کچھ نہ کچھ تو کر سکتے ہیں ہم دو کا کھانا پینا اتنا بھاری نہ ہو گا۔"

"اور تیسرا..." فاطمہ بیچ میں بول پڑیں۔

"ارے بھیا' کر دے اس کی شادی' کاندھوں کا بوجھ ہلکا کر دے' کب تک چلائے گی' مشین کب تک بنائے گی گول گپے۔" فاطمہ اکو کی باتوں پر گہرا سانس لے کر آسمان کی طرف دیکھ کر سو گیا۔

"اللہ سب کا ہے' اللہ غریب اور امیر دونوں کا ہے مایوسی کفر ہے۔" وہ بہت پرامید لہجے میں بولیں۔اکو اس وقت کنڈی میں پانی بھر رہے تھے۔رات کے پیاسے کبوتر اتر کر آنے لگے تو اکو کو اور غصہ آیا تبھی گاڑی کے ہارن کی آواز پر اکو میاں چھت کے نیچے جھانکے تو احمد کار کا دروازہ کھولے کھڑا تھا' رامین بیگ اٹھائے چلتی نظر آئی تو اکو میاں کے ذہن پر ایک دھماکہ ہوا تو وہ پلٹ کر فاطمہ سے بولے۔

"جلدی سے آ فاطمہ! دیکھ ایک تماشہ۔" فاطمہ نے بھی بڑھ کر نیچے جھانکا' رامین تب تک کار میں بیٹھ چکی تھی۔

"ہو گیا کام لے اڑی عمیرہ آپا کی بڑی بیٹی' احمد کے ساتھ آگے بیٹھ کر گئی' رہ گئیں چھوٹی دلہن دیکھتی' لے اڑی بڑی آپا کی بیٹی۔"

"خدا کا خوف کریں کسی کی بیٹیوں پر بہتان لگا رہے ہیں' عمیرہ آپا کتنی نیک خاتون ہیں ان کو تو بخش دیں۔"

"یہ بات اب بہت دور تک جائے گی۔" اکو کھلکھلا کر ہنسے۔

"اللہ کا واسطہ' ایسا کچھ مت کریں۔"

"کیوں؟"

"عمیرہ آپا کو تو بخش دیں' چھوٹی دلہن کو پتہ چلا تو بہت بُرا ہو گا۔"

"آہا... ہا۔" اکو ہنس کر بولے۔

"میں تو مبارکباد دوں گا کہ احمد کو تو لڑکی مل گئی' بڑی آتے جاتے شیزرے پر نظر رکھتی تھیں مجھے بہت خبر ہے ان کی بہت سیانا ہوں میں اتنا بھولا بھی نہیں' چپ رہتا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اکو میاں بیوقوف ہیں' اگر

بیوقوف ہوتا ناں تو یہ میرا دھندا جو چھولے کی آڑ میں چل رہا ہے وہ کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔'' وہ مسکرائے۔

''جی نہیں! سجاد بھائی کا اس میں بڑا ہاتھ ہے اس لئے لوگ انگلی نہیں اٹھاتے سب جانتے ہیں ہمیں کہ آپ منہ بولے اماں جان کے بیٹے ہیں۔'' فاطمہ بہت غصے سے بولیں۔

''اچھا جاؤ تم صبح صبح تم نے میرا موڈ خراب کر دیا' میں ویسے ہی چنگیزی کی وجہ سے پریشان ہوں' دعا کرو شام تک ہماری چنگیزی واپس آ جائے' کچھ کچھ آثار تو لگ رہے ہیں دھوپ بھی نکلنے والی ہے۔''

''خدا کرے تمہاری چنگیزی کبھی پلٹ کر نہ آئے۔'' فاطمہ بددعا دے کر اندر مڑیں تو اکو میاں بولے۔

''اور اگر آ گئی ناں تو سب سے پہلے لڈو تجھے نہ کھلائے تو اکبر میرا نام نہیں۔'' باہر سے کسی نے آواز دی تو انہوں نے زینے سے اتر کر باہر کا رُخ کر لیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

......☆......

''بس دادو! میں نے کہہ دیا ہے کوئی مہندی شہندی کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ ساری ہندوئوں کی رسومات ہیں' دادو اگر ایسا ہوا تو میں گھر چھوڑ کر چلا جائوں گا' خودنمائی کا شوق بہت زیادہ ہے اور کچھ نہیں۔'' بات دادو سے کر رہا تھا مگر فہد کی ایک سلگتی ہوئی نظر شیزرے پر بھی پڑی تھی جس کی تپش کسی شعلے سے کم نہ تھی' وہ جلدی سے گھبرا کر اپنا دوپٹہ ٹھیک کرنے لگی۔

''فہد بیٹا! یہ تو چھوٹی چھوٹی خواہشات ہیں اس نور محل میں پہلی شادی ہے۔''

''دادو! کس نے منع کیا ہے کہ آپ شادی نہ کریں یہ تو شرعی فرض ہے لیکن یہ ہڑبونگ کبھی ابٹن' کبھی مہندی' کبھی آتش بازی۔'' فہد مصطفی شدید غصے میں بول رہا تھا اور دادو کے ہونٹوں پر اتنی محبت بھری مسکراہٹ تھی کہ فہد مصطفی کو یوں لگا کہ یہ سب کچھ دادو سے کہنا بیکار ہے' اب دادو بھی کیا جواب دیتیں اس کی اس بات کا' تبھی نعیم ایک نظر فہد کو دیکھ کر بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آتش بازی کا انتظام تو نہیں ہے البتہ ہم رنگ تو ایک دوسرے پر ضرور ڈالیں گے۔"

"یہ بیہودہ خیال یقیناً تمہارا یا پھر کسی اور کا ہو گا۔" پھر اس کی ایک نظر شیزرے کے وجود کو چھلنی چھلنی کر گئی۔

"اب یہ کس کا خیال ہے ہم آپ کو کیوں بتائیں۔"

"دیکھا شیزرے بُرا مان کر چلی گئی۔"

"سو واٹ، بُرا مان کر چلی گئی اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" فہد مصطفی پوری کوشش میں تھا اب نور محل میں کوئی ایسا فنکشن نہ ہو جو ہندوئوں کی رسومات ہیں۔

"بائی دی وے اگر تم ان رنگوں سے کھیلو گے تو بھجن کیوں نہیں گا لیتے۔" فہد سلگ کر بولا۔

"ویسے فہد! ہندو اور مسلمان میں زیادہ فرق تو نہیں ہے، لٹریری کو دیکھا جائے تو وہ بھجن گاتے ہیں اور ہم قوالی، کیوں نانو میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔"

"دیکھو نعیم! دین کو بیچ میں مت لائو، بھجن اور قوالی کا یہاں ذکر ہی کیا، بس اگر آپس میں بچیاں اگر خوش ہو لیتی ہیں تو اس کی اجازت تو میں نے دی ہے ورنہ بات کسی حد تک معقول ہے کہ ہمارا مذہب ان رسومات کی اجازت نہیں دیتا۔"

"تو پھر نانو جان! جو جماعت المسلمین کے بلال بھائی ہیں ان کی شادی نہیں دیکھی، کیسی رہی۔"

"میں سمجھتا ہوں بالکل ان کا درست فیصلہ ہے نہ مہندی نہ ابٹن کچھ نہیں ہوا، نہ سر پر پگڑی نہ سہرا نہ ڈھولک نہ گیت۔بلال بھائی کی بارات لڑکی والوں کے ہاں پہنچی، لڑکی کے باپ نے خود دستخط کر دیئے نہ گواہ نہ وکیل کی ضرورت پیش آئی حتیٰ کہ لڑکی سے بھی رضامندی لینے کوئی نہیں گیا، نیچے

سے اوپر ایک فون آیا تھا کہ نکاح ہو گیا۔سنا ہے کہ لڑکی کی ماں تو غصے سے سرخ ہو گئیں اور لڑکے کی ماں غصے سے بولی کہ ہم اوپر بیٹھے ہیں اور نکاح ہو گیا۔پھر سلامی کے لئے دولہا خواتین کے سامنے نہیں آیا ساری خواتین سے اس کا پردہ تھا۔دولہا دیکھنے کی تمنا ان کے دل میں رہ گئی اور لڑکی کا باپ جو خود جماعت المسلمین کے تھے ان کی خود یہ خواہش تھی کہ دولہا خواتین کے روبرو نہ جائے۔" فہد مصطفی نے بہت غور سے نعیم کی جانب دیکھ کر کہا تھا تو دادو جان ہکا بکا سی بیٹھی رہ گئیں۔

"ہائے اللہ! یہ کیسی رسم تھی۔"دادو جان گہری سوچ میں پڑھ گئیں۔

" دادو جان! بس ایک رسم کی گئی یعنی خود بلال بھائی نے کہا کہ دودھ پی کر وہ اپنا جھوٹا دودھ دلہن کو پلائیں گے' سچ دادی جان اس شادی میں بڑا مزہ آیا' بس آج دادو جان کوئی مہندی نہیں ہو گی گھر میں۔" فہد نے اپنا حتمی فیصلہ سنا دیا۔

"میرے بھائی! تم کس کس کو روکو گے یہاں سالوں سے تیاری ہوئی ہے کہ آج یہاں مہندی ہو گی اور رنگ کھیلا جائے گا۔" نعیم ہنس کر بولا۔

"تو ٹھیک ہے میں تو گھر سے چلا جاؤں گا لیکن بعد میں جو میں حشر کروں گا وہ تم برداشت نہیں کر سکو گے۔" وہ وارننگ دے کر چلا گیا۔

"کیا ہوا؟" شیزرے کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر حریم تڑپ کر بولی۔

"کچھ نہیں' وہ فہد کل کی بات کو لے کر دادو جان کے پاس بیٹھ گئے ہیں' ان کا خیال ہے کہ میں خود شایان کاظمی سے پوز بنوا رہی تھی۔حریم! سچ کہتی ہوں مجھے تو ایک پل کے لئے خبر نہیں ہوئی کب وہ آیا اور کب کیا ہوا! البتہ جب فہد نے شایان کے ہاتھ سے کیمرہ کھینچا اور پلٹ کر مجھے دیکھا تو تب مجھے احساس ہوا کہ وہاں کیا ہو رہا تھا حالانکہ وہاں دلہن چچی کھڑی تھیں پھر بھی فہد ایسا سمجھ رہا ہے مجھے۔" وہ بہت روہانسی ہو کر دکھی لہجے میں بولی تو حریم نے تڑپ کر اسے خود سے لگا لیا۔

"بکواس' میں خود فہد سے بات کرتی ہوں۔"

"پلیز حریم!" اٹھتی ہوئی حریم کا اس نے ہاتھ تھام لیا۔

"رہنے دو' وہ سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو' وہ ہوتا کون ہے میرا' ہمیشہ وہ اسی طرح سے رعب ڈالتا ہے مجھ پر دوسرے نظر نہیں آتے اسے۔"

"تو تم بھی پھر اتنی سیریس مت ہو۔" حریم نے اس کی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے جھک کر اسے پیار کیا تبھی نعیم دبے قدموں حریم کے کمرے میں چلتا ہو ا آیا۔

"کیسی ہیں آپی آپ؟" بڑے پیار سے اس نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

"ٹھیک ہوں۔" حریم کے بھائی کی محبت میں آنسو بہنے لگے۔

"ارے یہ کیا آپی! آپ رو رہی ہیں' کیوں بھئی خیریت' اچھا اچھا شیزرے نے آ کر لگائی ہو گی کہ آج آپ کی مہندی نہیں ہو سکے گی' ارے بھئی مہندی بھی ہو گی اور رنگ بھی کھیلیں گے فہد بھائی مان گئے ہیں' نانو کے

سامنے وہ سر بھی نہیں اٹھا سکتے' اب آپ اپنے آنسو پونچھ لیں۔" اس نے ٹشو اٹھا کر حریم کے بجائے شیزرے کی آنکھوں کے آنسو پونچھ دیئے۔

"کون سا گھر' کیساگھر' آئی مین آپ کو اسی گھر میں رہنا ہے۔" روتے روتے بھی حریم کو ہنسی آ گئی۔

"ارے آپی! میں تو شیزرے کی بات کر رہا تھا اور آپ شرما گئیں۔" وہ خود ہی ہنستے ہنستے نڈھال سا ہو کر اسی بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"میں یہی تو بتانے آیا تھا کہ آج کا ہلا گلہ ضرور ہو گا آپ مت روئیں اور ہاں رنگوں کی تیاریاں تو ابھی سے جاری ہیں سارے رنگ وردہ نے تیار کر لئے ہیں بس میں جا کر انہیں انفارم کرتا ہوں کہ وہ اس گیم کو سیکرٹ رکھیں۔" تبھی نعیم نکل کر دوسرے کمرے میں گیا کھٹکے پر' اندر سے آواز آئی تھی "کون؟"

"""ارے یہ کیا ہو رہا ہے۔" اس نے رنگ برنگے ڈھیروں کپڑوں کی نمائش پر نظر ڈالی۔

"تم لوگ اتنے قیمتی لباس پہن رہے ہو۔" وہ حیران سا ہوا۔

"کیوں وردہ! سارے رنگ تیار ہیں مگر تمہاری طرف سے یہ بھی ایک سرپرائز ہو گا نور محل کے لئے، پلیز وردہ صرف اپنے تک ہی رکھنا، احمد بھائی، فہدبھائی بلکہ کسی بھائی کو تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے، تم بتاؤ اور کیا کیا چاہیئے میں بازار جا رہا ہوں جو کچھ منگوانا ہے بتا دو۔"

"بھائی! کون کم پڑ جائے گی آپ ابھی سے لے آئیں اور جلانے کیلئے رنگین موم بتیاں بھی چاہئیں۔"

"ٹھیک ہے اور بولو۔" نعیم پین سے کاغذ پر لکھنے لگا۔

"ہاں دو تین اسپرے فوم بھی لے لینا نعیم! گلابی رنگ زیادہ لینا مزا آئے گا۔" وردہ نعیم کی طرف جھک کر بولی۔

"ہاں مزا تو آئے گا جب فہد مصطفی کو پورا کا پورا رنگ دیں گے وہی سب سے زیادہ اعتراض کر رہا ہے۔" نعیم وردہ سے مخاطب ہوا تو وہ جھٹ بولی۔

"فہد اور احمد بھائی دونوں بہت بقراط بنتے ہیں جب دیکھو یہ نہ کرو وہ نہ کرو، ارے بھئی لائف ہے اسے انجوائے کرو، مجھے تو اتنے سوبر لڑکے اچھے بھی نہیں لگتے۔"

"تو میں کیسا لگتا ہوں؟" اس نے اچانک کہا تو وہ غصے سے اسے پکڑنا ہی چاہتی تھی تو سب کو ہنسی آ گئی اور نعیم باہر نکل گیا۔

"میں بھی یہی سمجھتی ہوں کہ کسی سے ڈسکس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم کیا کرنے جا رہے ہیں، جو کچھ بھی ہے ہم اچانک کریں گے، مہندی کی رسم کے بعد ایک سیکنڈ کے لیے لائٹ آف کر کے سب پر خوب ہی رنگ پھینکیں گے جو ہو گا دیکھا جائے گا ہم تو اپنے ہاں کی تقریبات میں ایسا ہی کرتے ہیں۔" وردہ بہت کانفیڈنس سے بولی۔

"ٹھیک ہے۔" ریشمین اور ربیعہ نے بھی اس کی تائید میں سر ہلایا تھا۔

"کیا ہوا ابھی تک مہندی والی آئی نہیں؟" گڑیا کچھ حیران سی ہوئی۔

”آتی ہو گی‘ انہوں نے پانچ بجے کا وقت دیا تھا ابھی تو پانچ نہیں بجے۔“ کرن چیونگم چباتے ہوئے بولی۔

”اور رامین آپی ابھی تک نہیں آئیں۔“ اس نے گھڑی پر نظر ڈالی پانچ بجنے والے تھے۔

......☆......

شام ڈھلنے سے پہلے پہلے نور محل کے اندر ساری مہندی کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں‘ حریم ایک کونے میں پیلے کپڑوں میں ملبوس سر جھکائے بیٹھی تھی‘ نازک سی کلائی پر بھاری سا گوٹے کا گنگنا بار بار ہلے جا رہا تھا‘ تبھی سعدیہ ممانی اوپر سے اتر کر نیچے آئی تھیں‘ اس سے پہلے کہ وہ اندر داخل ہوتیں عذرا ممانی ان سے پہلے حریم کے کمرے میں موجود تھیں‘ شیزرے چائے کی ٹرے تھامے اندر آئی تھی۔

”اٹھو حریم! یوں سوگوار مت بیٹھو۔“ بڑی ممانی نے پیار سے اس کا سر اوپر اٹھایا تو اس کی آنکھوں میں بہت سارا ملگجا اندھیرا دیکھ کر ایک منٹ کے لئے بڑی ممانی بھی نظریں جھکا گئیں۔

”چلو تم تھوڑا سا کھا لو اس کے بعد تم یہ چائے پیو۔“ بڑی ممانی نے بڑے پیار سے کپ میں چائے ڈالی۔

”پی لو حریم! دیکھو ساس کتنی محبت سے تمہیں چائے پلا رہی ہے‘ ارے ہاں صبح سے عباد دکھائی نہیں دے رہا ہے۔“ تو شیزرے نے چونک کر چھوٹی ممانی کو ایک نظر دیکھا تو چھوٹی ممانی نے بہت غور سے شیزرے کو دیکھا۔

”ہماری شیزرے یوں لگی رہتی ہے کہ جیسے یہ اپنی ہو۔“

”ہاں تو یہ اپنی تو ہے اس میں شک تھوڑی ہے یہ میری بیٹی ہے۔“ عذرا ممانی نے پیار سے جھٹ شیزرے کو گلے لگا لیا تاکہ وہ اداس نہ ہو تو حریم نے جھٹ محبت بھری نظروں سے بڑی ممانی کو دیکھا۔

"سب کا درست فیصلہ ہے کہ میں نے سب کی خوشی کے لئے عباد کے سامنے سر جھکا دیا۔" سوچ کی گہری لکیروں کو آنکھوں میں اترنے سے پہلے وہ کپ ہونٹوں سے لگا کر بولی۔

"بڑی ممانی! آپ کتنی اچھی ہیں، شیزرے اور مجھے آپ نے کبھی غیر سمجھا ہی نہیں۔" اس کے ہونٹوں پر بڑی الوہی سی مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

"میری چندا میں نے ہمیشہ تم سے محبت کی ہے اور کرتی رہوں گی، بس تم ایسے ہی ہنستی رہنا حریم!" انہوں نے پیار سے اس کا ماتھا چوم لیا۔

"بس ایسی ہی باتوں سے بڑی بھابی نے سب کے دل جیت لئے ہیں ہینگ لگے نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا آئے، پر میں اتنی ڈپلومیٹ نہیں ہوں۔"

"محبت میں ڈپلومیسی کیسی چھوٹی بہن!" وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

"رہنے دیں بھابی جان! میں خوب سمجھتی ہوں کہ اندر ہی اندر کیا چل رہا ہے ہمارے ہاں، فہد کہاں ہے میں تو اسے ہی دیکھنے آئی تھی، وردہ کی کچھ چیزیں رہ گئی ہیں وہ چاہ رہی ہے لانا میں اسی کو دیکھنے آئی تھی۔"

"فہد تو..." پاس بیٹھی ہوئی نورین بول پڑی۔

"دلہن چچی! فہد بھائی تو عباد بھائی کے ساتھ بوتیک تک گئے ہیں، انہیں آج مہندی کے لئے کچھ لینا ہے۔"

"اب بتاؤ گھر میں نوکر چاکر، ڈرائیور، اتنے لڑکے ہیں اب کیا ضروری ہے کہ فہد ہی جائے، جب سے نئی گاڑی ملی ہے بس ہر شخص کو فہد ہی نظر آ رہا ہے اس گھر میں، آئے تو کہہ دینا کہ ماں بھی رہتی ہے اوپر پوچھ لے آ کر کہ کیا کام ہے۔ کرن اور عبیر کے ابھی ٹیلر نے کپڑے نہیں دیئے میرا بلاؤز باقی ہے وردہ کی کچھ چیزیں رہ گئی ہیں وہ گھر جانا چاہتی ہے۔" وہ بہت رُکھائی سے بولیں۔

"ہاں تو ڈرائیور سے بولو کہ وہ لے جائے۔" بڑی بھابی نے پلٹ کر چھوٹی دلہن کو جواب دیا تو وہ بولیں۔

"کیوں عباد کیا ڈرائیور کے ساتھ نہیں جا سکتے تھے، قدم قدم پر اس گھر میں احمد اور فہد ہی رہ گئے ہیں دو مفت کے ملازم جو ملے ہیں۔" وہ غصے سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

پلٹیں اور چلی گئیں، ماحول ایک دم سے ہی تبدیل ہو گیا تھا سب چپ چپ ہو گئے، حریم اور شیزرے دونوں چپ تھیں۔

"بس سعدیہ آئیں اور سب پلٹ کر چلی جاتی ہیں میں سب برداشت کر رہی ہوں جب دیکھو یہی رونا کہ ہم نے اس کے بچوں کو اپنے قریب کر لیا ہے ارے بچے تمہارے ہیں اگر تم محبت دو گی تو وہ تمہارے پاس آئیں گے، دوسروں سے گلہ ہے۔" وہ بہت غصے سے بولیں۔

"بڑی ممانی جان! ان کی تو یہ پرانی عادت ہے۔" شیزرے بولی۔

"اب دیکھو ناں ہر ایک کو لتاڑ کر چلی گئیں کوئی بات ہے بھلا، شیزرے سے کام بھی کروا لو شیزرے پھر بھی بُری۔" انہیں ابھی تک سعدیہ پر غصہ آئے جا رہا تھا۔

"تم کیوں چپ ہو گئیں۔" انہوں نے شیزرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھا۔

"ممانی! اب میرا دَم گھٹتا ہے۔" اس کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے تھے۔

"نیچے آئو تو سعدیہ ممانی کو تکلیف، اوپر رہتی ہوں تو ابا کو بھی یہی تکلیف رہتی ہے۔"

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہے تم ہماری اپنی ہو ہماری ذمے داری ہو، تم نے دیکھا نہیں کہ کل کیا فہد نے شایان سے جھگڑا کیا۔" وہ بہت محبت بھرے لہجے میں شیزرے کو گلے لگا کر بولیں۔

"یہی تو دُکھ ہے وہ کیوں ایسا کرتا ہے ہمارے لئے ممانی! وہ ہر ایک سے ہمارے لئے جھگڑا کرتا ہے میں نہیں چاہتی کہ جہاں میرا نام آئے وہ انوالو ہو۔" اس کا لہجہ بہت دکھی نہ اور پریشان سا انداز تھا۔

"کیوں، کیوں نہیں انوالو ہو گا، بالکل صحیح کیا تھا اس نے یہی کرنا چاہئے تھا اسے، ہو گا کہیں کا وہ لاڈ صاحب اپنے لئے لیکن ہمارے گھر میں وہ دخل نہیں دے سکتے۔" حریم نے پیار سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کوئی نہیں شیزرے! تم مت دکھی ہو، میں سب سنبھال لوں گی، بس یہ آج کی ساری ذمے داری تمہاری ہے کیسے مہندی کرنی ہے اور کیا کرنا ہے تم جانو

اور ہاں بیوٹی پارلر والی سے بات کر لی ہے وہ 8 بجے مہندی لگانے والی دو لڑکیاں بھیج دے گی۔" وہ چلتے چلتے بولتی چلی گئیں۔

......☆......

"بھائی میرے مجھے تو کچھ نظر نہیں آرہا' بڑی ممی نے تو صرف دس ہزار تھمائے ہیں کہ عباد کو کوئی ڈھنگ کا کُرتا دلا کر لائو وہ بھی کسی بوتیک سے اور کُرتے پر لکھا ہے 25 ہزار۔" فہد کو بہت ضرور کی ہنسی آئی تھی۔

"میرے بھائی تو پاکستانی پیسوں میں سوچ رہا ہے ناں ڈالر میں سوچ' عباد بھائی خود ہی خرید لیں گے۔" ندیم نے لقمہ دیا۔

"نو' نو اتنا ایکسپینسو کُرتا اور صرف ایک دن کے لئے ہر گز نہیں۔" عباد کنجوسی پر اتر آیا۔

" یہی کوئی آج کے لئے مناسب سا سوٹ لے لیتے ہیں شلوار قمیص' کل تو آپ کو پہننی ہی ہے شیروانی۔" تبھی فہد کے سیل پر میسج آیا تھا۔

"او نو... ممی پوچھ رہی ہیں کہ میں کہاں ہوں۔" فہد گھبرا کر ندیم سے بولا۔

"تو کہہ دیں ناں آپ کہ ہم شاپنگ کر رہے ہیں۔" ندیم بولا۔

"رہنے دے یار! پھر وہ مما کی خوامخواہ عادت ہے پنچایت کرنے بیٹھ جائیں گی' میں بول دیتا ہوں کہ دوستوں کے ساتھ باہر ہوں۔" لیکن ایک پل میں سعدیہ نے میسج پڑھ کر فوراً ہی اپنے بیٹے سے رابطہ کیا۔

"اوہ ...تو تم اب جھوٹ بھی بولنے لگے ہو' تم تو اس وقت عباد کے ساتھ شاپنگ کرنے گئے ہو۔"

"او نو مما! آپ تو بس' اب میں آپ کو ساری تفصیل بتائوں' آپ کو پرابلم کیا ہے دوسرے بھی میرے ساتھ ہیں اور عباد بھائی بھی۔" وہ جھنجھلا کر بولا۔

"وردہ کو شام سے پہلے گھر جانا ہے اس کی کچھ چیزیں رہ گئی ہیں۔"

"تو آپ اسے ڈرائیور کے ساتھ بھیج دیں میں لیٹ ہو جائوں گا۔"

"نہیں وہ ڈرائیور کے ساتھ نہیں جائے گی' اسے تم جائو گے چھوڑنے اور پھر لے کر بھی آئو گے۔" وہ غصے سے بولیں۔

"تو پھر مما !انتظار کریں۔" اس نے غصے سے سیل آف کر دیا۔

"کیا ہوا عباد بھائی! کچھ پسند آیا آپ کو؟" عباد بلیک رنگ کے کُرتے کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔

"ہاں میرا خیال ہے کہ یہ مناسب رہے گا۔" عباد نے کُرتے کو سینے سے لگاتے ہوئے آئینے میں دیکھا۔

"بہت خوبصورت لگیں گے آپ اس میں۔" ندیم نے مسکرا کر اپنے بھائی کی جانب دیکھا تو اس نے بلیک کُرتا پیک کروانے کے لئے آگے بڑھایا' ڈارک براﺅن کافی رنگ کی شلوار اور ڈارک براﺅن ہی کُرتے پر کام بنا تھا' فہد کی کوشش تھی کہ وہ جلد از جلد گھر پہنچ جائے ورنہ اس کی مما طوفان اٹھا دیں گی' اس لئے وہ شاپر اٹھائے ہوئے تیز تیز کار کی جانب بڑھا۔

مغرب سے پہلے پہلے وہ گھر لوٹ آیا' گاڑی سے سامان اتار کر وہ ابھی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا' اس نے وردہ سے سیل پر بات کی کہ وہ جلدی سے نیچے پورچ میں چلی آئے' تبھی اس نے دیکھا کہ شیزرے اوپر سے اترتی ہوئی نیچے آئی' فہد کی نظر اس پر پڑی تو اسے لگا کہ جسم و جان سے وہ خالی ہو گئی ہے اور اگر کہیں دلہن ممانی آ گئیں تو' وہ گھبرا کر تیز اترنا چاہتی تھی کہ وہیں لڑکھڑاتے لڑکھڑاتے بچی' فہد کو اس کی اس گھبراہٹ پر ہنسی تو آئی مگر وہ کان سے سیل لگائے وردہ سے بول رہا تھا کہ جلدی نیچے آئو' شیزرے کی نظر سامنے پڑی تو فہد اسی کو دیکھ کر منہ پھیرے ہنس رہا تھا' وہ بہت نروس سی شاپر میں سے گری ہوئی چیزوں کو اٹھاتے ہوئے آگے بڑھنا چاہتی تھی کہ تیزی سے اترتی ہوئی عبیر کو رستہ دے کر ایک کونے میں ہوئی' عبیر نے پلٹ کر دیکھا فہد منہ پھیرے ہنسے جا رہا تھا اور شیزرے بہت گھبرائی ہوئی تیز تیز اترنے لگی' وردہ 'شیزرے کو اگنور کرتی ہوئی فہد کو دیکھ کر تیز نیچے اتری تھی۔

"کیا ہوا فہد! تمہارا چہرہ اس وقت بہت بلش کر رہا ہے کوئی خاص بات؟"

"تو..." وہ اپنی ہنسی دبا کر بولا۔

"خوامخواہ تم ہنسے جا رہے ہو کوئی وجہ تو تھی کیا بیچاری شیزرے پر ہنس رہے تھے آپ۔"

"بیچاری سے کیا مطلب ہے؟" اس کی ہنسی کو بریک لگ گئے۔

"آئی مین یہ غریب لوگ ہیں اور بیچارے رہتے بھی ایک کمرے میں ہیں اسی لئے میں اسے بیچاری بول گئی۔"

"ایسا پھر کبھی مت بولئے گا۔"

"اچھا فہد!" وہ بہت طنز بھری مسکراہٹ دبا کر بولی۔

"میں پھپھو کو بتاؤں گی۔"

"وردہ! پلیز پہلے ہی مسائل کیا کم ہیں جو تم اس آگ کو اور بھڑکاؤ گی' حاصل تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔"

"اور اگر ہو گیا تو..." وہ بہت گہری مسکراہٹ سے ہنسی۔

"ایسا کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"چلیں چھوڑیں وقت آپ کو بتائے گا کیا ہو سکتا ہے کیا نہیں ہو سکتا'بس میں اتنا ضرور جانتی ہوں یا یوں کہہ لیں کہ میری لک، میں جس چیز پر ہاتھ رکھ دوں وہ مجھے مل جاتی ہے۔" اس کے ہونٹوں پر ہنسی کھیلنے لگی۔

"لیکن فہد مصطفی کسی کی بھی لک نہیں' تو بھلا تم کس پر انگلی رکھ سکو گی۔" وہ بھی بول پڑا۔

"اینی وے آپ دس منٹ رُکیں میں ابھی آتی ہوں۔" وہ چلتی ہوئی واپس گھر کے اندر داخل ہوئی تھی۔

"ارے بیٹے فہد! آئو' آئو اندر آئو۔"

"نہیں ماموں! وردہ کی کچھ چیزیں رہ گئی تھیں بس اسی لئے آیا ہوں۔" اتنے میں وردہ واپس بہت تیزی سے پلٹ کر آئی تھی۔

"اوکے ڈیڈ! میں دو چار دن کے بعد ہی آ سکوں گی' ویسے بھی سعدیہ پھپھو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" یہ کہتے ہوئے وہ کار میں بیٹھ گئی تھی۔

"بس مجھے اس پارلر میں اترنا ہے۔" وہ قریبی پارلر پر کار رکوا کر اترتے ہوئے بولی۔

""بس فہد! تھوڑی ہی دیر میں' میں آتی ہوں۔"

"کتنی دیر لگے گی؟" اس نے اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی۔

"اُفوہ... آپ کا پرابلم کیا ہے؟" اس نے جھپٹ کر چابی کو تھام لیا۔

"ارے وردہ! یہ کیا؟" اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا وہ آگے بڑھتی ہوئی پارلر کے اندر داخل ہو گئی۔کتنی دیر تک وہ بے بسی سے ہاتھ ملتا ہوا اسٹیئرنگ کو تھامے بیٹھا رہا۔کبھی اس کا دل چاہتا کہ وہ واپس چلا جائے مگر بے بسی کہ وردہ چابی لے کر ساتھ گئی تھی۔آدھے گھنٹے سے اوپر ہو گیا وہ بار بار ہارن دیتا رہا لیکن وردہ اندر بہت مطمئن سی ہر ہارن پر ہنس ہنس کر انجوائے کرتی رہی' آج اس نے اپنے بالوں کو لائٹ گولڈن براؤن ڈائی

کروایا تھا فہد انتظار کرتے کرتے تھک گیا' پھر فہد بہت غصے سے گاڑی بند کرتا ہوا پیدل چلتا ہوا فٹ پاتھ تک آیا تھا جونہی اسے ٹیکسی نظر آئی وہ اس میں بیٹھ کر گھر آ گیا۔

"مما پلیز! اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ وردہ یہاں آتی جاتی رہے تو ا س سے کہیں کہ وہ اپنی لٹ میں رہے' میں ایک گھنٹے تک خوار ہو کر آیا ہوں' وہ میری چابی لے کر بیوٹی پارلر کے اندر چلی گئی۔" تبھی سیل پر بیپ ہوئی۔

"فہد! تم کہاں ہو؟ میں ہر طرف تمہیں دیکھ چکی ہوں مگر تم مجھے کہیں نظر نہیں آئے۔"

"وردہ! میں ایک گھنٹے کی خواری کے بعد گھر آ گیا ہوں۔"

"واٹ ڈو یو مین' تم مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے فہد؟" وہ غصے سے پھٹ پڑی۔

"دو مجھے فون۔" سعدیہ نے جھپٹ کر فہد سے سیل لے کر کان سے لگایا۔

"پھپھو! میں پارلر کے باہر کھڑی ہوں اور یہ فہد کا بچہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا‘ پلیز پھپھو بھیجیں اسے۔" وردہ نے سعدیہ سے کہا۔

"مما! آپ کچھ کر لیں میں آج کا فنکشن چھوڑ دوں گا لیکن میں وردہ کو لینے نہیں جائوں گا‘ اس سے کہیں کہ وہ گاڑی لاک کرے اور ٹیکسی لے کر گھر آ جائے۔" وہ پیر پٹختا ہوا غصے سے نیچے اتر گیا۔

"فہد! رُکو میں کہتی ہوں کہ تم چلے جائو وردہ کے پاس ورنہ میں ابھی تمہارے باپ کو بتاتی ہوں تمہاری آنکھوں پر تو ہمارے دشمنوں نے پٹی باندھ دی ہے۔" وہ بہت غصے سے آگے بڑھی تھیں۔

"بولتی رہیئے میں تو گھر ہی چھوڑ کر جا رہا ہوں‘ آئوں گا ہی نہیں۔" وہ یہ کہتا ہوا بہت تیزی سے زینہ اتر گیا۔

"کیا ہوا؟" سامنے سے منظور نظر آ گئے۔

"فہد حد سے زیادہ بدتمیزی کرنے لگا ہے یہ آپ کی ڈھیل کا نتیجہ ہے آج وہ وردہ کو بیوٹی پارلر چھوڑ کر گاڑی بھی وہیں چھوڑ کر گھر آ گیا ہے۔"

"گھر آ گیا ہے‘ کیوں‘ گاڑی وہاں تو..." انہوں نے بیوی کی طرف حیران ہو کر دیکھا تو وہ بولیں۔

"دراصل وردہ اترتے وقت چابی ساتھ لے گئی تھی‘ تھوڑی دیر لگی تو یہ گاڑی وہیں چھوڑ کر آ گیا‘ اب وہ مجھے فون پر فون کر رہی ہے کہ پھپھو فہد کو بھیجیں۔"

"میں ڈرائیور اور کسی بچے کو بھیج دیتا ہوں وہ لے آئیں گے وردہ کو۔"

"دیکھا آپ نے ایسی باتوں سے بچوں کو خراب کیا ہے کہ ماں نے جو کہا وہ غلط ہے وہ نیچے گیا ہے آپ بولیئے جا کر کہ وہ لے کر آئے وردہ کو‘ نعیم کی بائیک لے جائے۔"

"دیکھیں سعدیہ! بچے بڑے ہو گئے ہیں ہم ان کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے‘ کوئی بات نہیں میں ابھی بندوبست کرتا ہوں وردہ ابھی آ جائے گی۔"

”رہنے دیجئے ایک نہیں دس گاڑیاں کھڑی ہیں، ابھی بھائی میاں سے بات کرتی ہوں کوئی پک کر لے گا۔“

”کوئی ضرورت نہیں آپ کو کچھ کہنے کی۔“

”بس میں اب نور محل میں رہنا نہیں چاہتی‘ بس منظور صاحب! بہت دیر ہو گئی بھائی میاں کا بھی یہی خیال ہے۔“

”لیکن سعدیہ بیگم! میں اس نور محل میں اپنی ماں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا تم اپنا شوق پورا کر لو‘ میں جہاں رہوں گا وہیں میرے بچے بھی رہیں گے۔“

”تو یہ ہے پورا ٹولہ ملاہوا ہے آپس میں‘ وہ غصے سے بولیں۔

”دیکھو سعدیہ! انہی باتوں کی وجہ سے تمہارے بچے باغی ہو گئے ہیں‘ اپنا روّیہ بدلو ابھی بھی وقت ہے سعدیہ‘ ہر وقت غصہ‘ طنز‘ شک یہ اچھی چیزیں نہیں ہیں۔آج نور محل کا ہر فرد خوش ہے سوائے تمہارے‘ کیا میں تمہیں دیکھ نہیں رہا ہوں بجائے یہ کہ تم اماں کے پاس بیٹھو جا کر بھابی جان کا ہاتھ

بٹائو آتے جاتے یا تو تم مجھے کھڑکی پر نظر آتی ہو یا فون پر کہ حریم کے ساتھ بڑا ظلم ہو رہا ہے‘ کوئی ظلم نہیں ہے آج ہے فارنر بیوی کل چھوڑ کر چلی جائے گی پھر کون ہے اس کا۔“

”خوب منظور خوب‘ مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ بھی اندر ہی اندر ان میں شامل ہیں۔“

”لیکن دیکھو سعدیہ! میں تم سے بہت پیار سے کہہ رہا ہوں کہ تم ایسی کوئی بات نہیں کرو گی‘ سجاد بھائی کے چاروں دل کے والز بند ہیں پانچ پرسنٹ بھی امید نہیں ہے آپریشن کی‘ ایک ذرا سی ٹینشن ہم سب کو درہم برہم کر دے گی۔“

”بات رہی زندگی اور موت کی، آنی کو تو نہیں ٹال سکتے آپ کچھ بھی کر لیں لیکن دس از ناٹ فیئر کہ کسی بچی کا اس خوف سے مستقبل تاریک کر دیا جائے۔“

”خدایا سعدیہ! آہستہ بولو مت سوچو خوش رہو' تمہارے بچے تمہارے ہیں کوئی نہیں لے گا' ہم لوگ دینا جانتے ہیں ہم لیتے نہیں ہیں کسی سے' نیچے والے ہمارے بھائی ہیں کوئی غیر نہیں۔“

”کاش ہم نے یہ فیصلہ بہت پہلے کر لیا ہوتا' غلطی ساری میری ہے کہ میں اس نور محل کو چھوڑ کر نہیں گئی اور آج انجام ہمارے سامنے ہے' اگر یقین نہیں آتا ابھی جائو اور پوچھو اماں سے کہ احمد کہاں ہے وہیں عمیرہ آپا کی بیٹیوں کے اردگرد منڈلا رہا ہو گا اور جائو پوچھو کہ فہد صبح سے شام تک کہاں تھا عباد کو لئے شاپنگ کرتا پھر رہا تھا اور کرن اور عبیر وہیں حریم کے کمرے میں گھسی ہوئی ملیں گی۔“

”تو ایسا کیوں ہے؟“ وہ بیوی سے مخاطب ہوئے۔

”جادو کراتی ہیں تمہاری اماں اور بہنیں۔“ وہ غصے سے بولیں۔

”مجھے سجاد بھائی نے بلوایا ہے میں نیچے جا رہا ہوں کسی کام سے لیکن میں تمہیں ایک بات جاتے جاتے بتا دوں کہ محبت کا جادو ہمیشہ سر چڑھ کر بولتا

ہے لیکن تم نے محبت کی ہی نہیں' محبت کو امارت سے نہیں تولتے یہ دل کی دنیا ہوتی ہے سعدیہ!“ وہ بہت جذباتی سے انداز میں کہہ کر سوچ میں پڑ گئے۔

”ہاں تمہیں تجربہ زیادہ ہے کیوں کیا کالج کی صبا یاد آ گئی جسے تم حاصل نہ کر سکے۔“ وہ استہزائیہ انداز میں بولیں۔

”کاش... انہوں نے بات مان لی ہوتی۔“ وہ بہت رنجیدہ سے اتر کر نیچے چلے گئے۔

......☆......

معاملہ تو سب ختم ہو چکا تھا' وردہ اپنے بھائی کے ساتھ نور محل واپس تو آ گئی تھی مگر شدید غصے کے عالم میں وہ کونے کونے چپے چپے میں دندناتی پھری کہ فہد مل جائے و وہ اس کو مزا چکھائے گی کہ وہ سمجھتا کیا ہے خود کو لیکن وہ سعدیہ ممانی ہی کیا کہ جو چلتر چالوں سے باز آ جائیں لہٰذا یوں غصے میں بھنائی بھتیجی کو دیکھ کر مسکرا کر بولیں۔

"ورده میری جان! تم غصے میں اچھی نہیں لگتی ہو' نیچے کی بچیوں کو دیکھو تم کیسی مسکین صورت بنائے گھوم رہی ہیں' شیزرے تو "جی" کے آگے کچھ جانتی نہیں ہے ایسی بھولی بنتی ہے۔"

"میں کیا کروں پھپھو جان! فہد نے جو میری انسلٹ کی ہے اس سے تو میں سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی ہوں کہ وہ کیا سمجھتے ہیں خود کو۔" وہ بہت غصے میں بول رہی تھی۔آہستہ آہستہ نو بجے پھر دس بج گئے' نور محل کے لان میں برقی قمقمے تو جل بجھ ہی رہے تھے کہ مہندی کی رسم کے لئے حریم کو ساری کزنز لے کر آئی تھیں۔اچھی خاصی گیدرنگ تھی' دوسری فیملیز کے بھی لوگ تھے اور دیگر لوگ بھی انوائٹ تھے عباد کی طرف سے بھی اور حریم کی طرف سے بھی۔سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اتنے کزنز کے درمیان کون کس کی طرف ہے' کبھی نعیم اور ندیم حریم کی طرف تو دوسرے پل عباد کی طرف' اتنی حسین محفل کہ آج تک کبھی کسی نے اٹینڈ نہیں کی تھی سب لوگ بہت انجوائے کر رہے تھے' صحیح معنوں میں آج نور محل کا اتنا بڑا

لان کام میں آیا تھا دور دور تک پھیلے ہوئے ناریل کے درخت جن میں برقی قمقمے لہرا رہے تھے ان کے ارد گرد ترتیب سے لگی ہوئیں زرد کرسیوں کے غلاف سبز ڈیکوریشن اپنا ایک سماں بنا رہا تھا' خوشیوں اور محبتوں کا ایک سمندر اس سب کے درمیان ٹھاٹھیں مار رہا تھا' نعیم اور ندیم نے دیگر کزنز کو مقابلے کے لئے بلایا تھا تو وہیں یہ خفیہ خبر لڑکیوں تک پہنچ گئی تھی تو لڑکیوں نے بھی اپنی ٹیم بنا لی تھی۔

"چلو بہت دیر ہو رہی ہے۔" عذرا ممانی کو بہت جلدی پڑی تھی لڑکیوں اور لڑکوں کے مقابلے سے وہ بیزار ہو چکی تھیں' جلدی جلدی سب نے رسم ادا کی تھی۔

"بس بچیو !گیارہ بجے سے پہلے پہلے سب کچھ ختم ہو جائے۔" دادو نے بھی ہدایت جاری کی۔کسی کو بھی خبر نہیں تھی کہ فہد کہاں ہے البتہ ورده کی بے قرار نظریں بار بار اِدھر اُدھر بھٹک کر پھر شیزرے پر آن ٹکیں' وہ ڈارک گرین کلر کے بہت سادہ سے لباس میں مگر نمایاں نظر آ رہی تھی تبھی کسی

لڑکے نے شور مچاتے ہوئے ریمارکس دیا تھا اس پر، شیزرے کے طوطے اڑ گئے وہ بہت غصے سے پلٹی تھی تبھی وردہ کی نظروں میں اس کا سراپا ٹھہر سا گیا تھا۔

”ہے تو بلا کی حسین مگر غریب، چھچھورے ماحول کی پیداوار، میرا مقابلہ کیا کر سکے گی یہ، فہد کے تو یہ جوتے کی خاک بھی نہیں ہے، بس نور محل ہیں آتے جاتے اپنی آنکھوں میں اس نے خواب بھر لئے ہیں۔“ وہ تلملا کر شیزرے کو دیکھنے لگی تبھی شیزرے کی نظر وردہ پر پڑی جو بظاہر تو سب کے ساتھ شامل تھی مگر گہری نظروں سے اسے گھور رہی تھی، شیزرے نے جو ڈریس بنایا تھا اس میں وہ بے حد نکھری اور اچھی لگ رہی تھی تبھی گیٹ سے آتا ہوا فہد مصطفی اسے نظر آیا۔

”لو ہماری محفل کی جان آئی، کر لو مقابلہ۔“ نعیم اور ندیم ڈھول پر تالیاں پیٹ پیٹ کر بولے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”دیکھا میں کہہ رہی تھی فہد بھائی نہیں ہیں جلدی کر لو۔“ کرن، ریشمین سے بولی۔ فہد نے ایک نظر اپنے اطراف میں ڈالی تو شیزرے سے بھی اس کی نظر ٹکرائی تھی نجانے کیوں وہ غصے سے مڑ گئی۔

”میں نے کہا تھا ناں کہ یہ ہڑبونگ آج نہیں ملے گی اور آج جس نے بھی یہ واہیات حرکت کی خدا کی قسم میں چھوڑوں گا نہیں اسے، بُرا حشر کروں گا۔“ اس نے لڑکیوں کو دیکھتے ہوئے ندیم اور نعیم سے بات کی تھی۔

”تو پھر دیکھتے ہیں کہ آج کون قسمت والا آپ کے ہاتھوں سے قتل ہو گا۔“ نعیم نے ہنس کر شیزرے کی طرف دیکھا جو مڑ کر دوسری طرف جا رہی تھی جونہی بڑی ممانی نے حریم کا ہاتھ تھام کر جھولے سے اٹھایا تو آپس میں سارے کزنز ایک دوسرے پر رنگ پھینکنے لگے۔

”بکواس، واہیات۔“ فہد مصطفی نے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر خود کو بچانا چاہا مگر اتنے میں وردہ نے جو رنگوں میں بھیگ رہی تھی ایک جھٹکے سے کندھے سے

شیزرے کے دوپٹے کو کھینچ کر اپنے چہرے پر اس طرح ڈالا کہ فہد مصطفی نہ جان سکا کہ وہ کون ہے وہ اس پر رنگ ڈال کر بہت تیز پلٹی تھی۔

"تم سمجھتی کیا ہو اپنے آپ کو؟" فہد مصطفی نے بہت چیخ کر شیزرے سمجھ کر وردہ کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا' وہ رنگوں میں ڈوبی ہوئی فہد مصطفی کے اوپر آ گری۔

"تم اس قسم کی بیہودہ حرکت کرو گی مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔" اس سے پہلے کہ وردہ دوپٹہ شیزرے پر پھینکتی فہد مصطفی نے بڑھ کر اسے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

"تم..." اس نے برا سا منہ بنایا۔

"چھوڑو میرا ہاتھ اُجڈ' جاہل تم سمجھتے کیا ہو اپنے آپ کو۔" وہ غصے سے چیخی۔

"تمھاری ہمت کیسے ہوئی یہ سب کرنے کی؟" وہ بہت تیز لہجے میں بولا کہ اردگرد رنگ پھینکتے ہوئے سارے ہی لوگ ہکا بکا رہ گئے' شیزرے یہ منظر دیکھ کر اندر بھاگ گئی۔

"یہ کس کا دوپٹہ ہے۔" کسی نے آ کر بھیگے ہوئے دوپٹے کو اٹھایا۔

"ارے یہ تو شیزرے کا ہے۔" عبیر جلدی سے ہنس کر بولی' تبھی اس کھیل کی خبر سعدیہ کو بھی ہو گئی۔

"دیکھیں اماں دیکھیں' شیزرے نے کیا درگت میرے بیٹے کی بنائی ہے اور دوپٹہ پھینک کر اندر بھاگ گئی ہے' فہد اسی لئے غصے میں چیخا ہے۔" دادو چلتی ہوئی اسی طرف آ گئی تھیں اور حیران سی بڑی ممانی بولیں۔

"ہیں اتنی بے باک شیزرے کب سے ہو گئی۔" دادو حیران حیران سی بھیگے ہوئے فہد کو دیکھ رہی تھیں' وردہ غصے سے اپنی سعدیہ پھپھو کے پیچھے کھڑی سانس لے رہی تھی' اس بھیڑ میں کسی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ کب اس نے شیزرے کا دوپٹہ اپنے چہرے پر ڈال کر فہد مصطفی پر رنگ پھینکا تھا۔

"مما! مت لگائیں کسی پر جھوٹا الزام۔" وہ زور سے چیخا تو سعدیہ دلہن آہستہ ہو گئیں۔

"بیٹا! آہستہ بولو' تقریب میں اور مہمان بھی باہر سے آئے ہوئے ہیں۔"

"سو واٹ دادو جان! میری نئی شرٹ کا حشر کر دیا۔" وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی شرٹ کو پھاڑ کر پھینک کر چلا گیا۔

"فہد! میری بات تو سنو۔" احمد اور عباد اس کے پیچھے بھاگے مگر وہ بہت تیزی سے دروازہ کھول کر جا چکا تھا' سبھی لوگوں کو ایک دوسرے سے خبر ہوتی چلی گئی۔

"ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا شیزرے کو۔" کوئی بولا تھا۔

"یہ کس کی بیٹی تھی؟"

"ارے وہ اکو چھولے والے کی بیٹی تھی۔" کسی نے لقمہ دیا۔

"مت پوچھو یہاں کے تماشے' بس روز اس گلی میںایک تماشا ہوتا ہے' پوری گلی کے لڑکے رشتہ بھیج چکے ہیں' ماں بیٹی کے بڑے نخرے ہیں' سعدیہ بیچاری تو شروع سے چیخ رہی ہے مگر اس کی سنتا کب ہے کوئی۔" سامنے والی سارہ کی امی بولی تھیں۔

"ہاں بے باکی تو دیکھو' ارے بھئی فہد ہی رہ گیا تھا رنگ کھیلنے کے لئے۔" تبھی یہ آوازیں حریم کے کانوں تک بھی پہنچی تھیں۔

'یہ کیا شیزرے! تم نے یہ کیا کیا۔" وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اپنے روم کی طرف بڑی ممانی کا ہاتھ تھامے ہوئے بڑھی تھی۔

"پتہ نہیں اچانک شیزرے کو کیا ہوا۔" ممانی اسے کمرے میں چھوڑ کر جا چکی تھیں۔سب لوگ جا چکے تھے رسم بھی ختم ہو چکی تھی جانے والے بھی جا چکے تھے' فہد ابھی تک گھر نہیں لوٹا تھا۔

"مت ہو پریشان تم نے جو کیا بالکل ٹھیک کیا۔" سعدیہ نے وردہ کو اپنے سینے سے لگایا۔

”ایک فہد کے بکنے سے کیا ہوتا ہے کہ وہ شیزرے نہیں وردہ تھی' تم صاف مکر جائو کہ میں نے ایسا کیا ہی نہیں ہے وہ شیزرے ہی تھی دوپٹہ بھی اسی کا تھا تمہارا تو وہاں نام و نشان ہی نہیں تھا تم کیوں گھبرا رہی تھیں۔“

”پھپھو! فہد بہت اکھڑ ہے مجھے بہت خوف آ رہا ہے اس کا بی ہیویئر اتنا ذلت آمیز ہوتا ہے۔“ وردہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

”چپ ہو جائو میری جان! میں شیزرے کا پتا ہی صاف کروا دوں گی تم فکر ہی نہیں کرو' میں نور محل والوں کو ان کی چال میں کامیاب نہیں ہونے دوں گی' میرا نام بھی سعدیہ ہے تم دیکھتی جائو۔ہاں ایک بات یاد رکھنا وردہ تم ہرگز یہ نہیں کہو گی کہ تم نے یہ کیا ہے' یہ رنگ شیزرے نے پھینکا تھا' دس تمہاری بات کو جھوٹ سمجھیں گے تو دس سچ بھی جانیں گے' کچھ ہو جائے تمہیں انکار کرنا ہے۔“ وہ بہت محبت سے بھتیجی کا چہرہ پونچھنے لگیں۔

”نہیں پھپھو! میں کل واپس چلی جائوں گی آپ مجھے اتنی محبت سے لے کر آئی تھیں اس لئے میں آ گئی تھی' کرن اور عبیر بھی مجھے کوئی خاص لفٹ

نہیں کراتیں' وہ آپس میں اتنی مصروف ہیں کہ انہیں کسی دوسرے کی ضرورت نہیں' پھپھو' فہد نے آج اچھا نہیں کیا' اس نے دیکھ لیا تھا کہ میں ہوں پھر بھی اس نے میرا ہاتھ پوری شدت سے مروڑا ہے' پھپھو مجھے بے حد درد ہو رہا ہے میں مما کو بتائوں؟“ اس نے سیل اٹھایا۔

”نہیں وردہ! تم ایسا کچھ نہیں کرو گی' کیا تم چاہتی ہو کہ تمہاری پھپھو ہار جائے' تم نے خود دیکھ لیا کہ نور محل والے سب ایک ہیں اور میں بالکل الگ تھلگ' یہ میری جنگ ہے میرے بچوں کو انہوں نے دور کیا ہے' فہد صرف تمہارا ہے اور کسی کا نہیں۔“ وہ اسے پیار سے بار بارخود سے لگا رہی تھیں اور وہ اپنی بے عزتی پر غصے میں بیٹھی تھی۔

”شیزرے! یہ سب کیا ہوگیا' تم نے ایسا کیوں کیا؟“ حریم نے جلدی سے اپنا بھاری کام کا دوپٹہ اتار کر شیزرے سے پوچھا اور اس کے قریب بیٹھ گئی۔

”حریم! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا‘ بس ایک سیکنڈ کے لئے لائٹ گئی اور کب کسی نے میرا دوپٹہ کھینچا مجھے خود نہیں پتہ اور یہ سب کچھ ہو گیا‘ ہر کوئی یہی کہہ رہا ہے کہ میں نے کیا ہے۔“

”تو پھر اس طرح تم کیوں رو رہی ہو‘ مت روئو‘ اٹھو فرش سے تم اوپر آئو اور جائو فیس واش کر کے آئو۔“ لیکن وہ سسک سسک کر روئے جا رہی تھی پھر اٹھ کر وہ واش روم کی طرف گئی‘ تبھی حریم کے سیل پر فہد کی کال آئی تھی۔

”کہاں ہو فہد! سب لوگ بہت پریشان ہیں۔“

”وہ ساری واہیات رسمیں ختم ہوئیں؟“ فہد بولا تو حریم بولی۔

”فہد! یہ سب کیسے ہوا‘ شیزرے کہہ رہی ہے کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔“ دوسری طرف بڑی گہری خاموشی تھی۔

”فہد! بولو ناں کیا واقعی شیزرے نے ایسا کیا؟“

”چھوڑیں آپ اس بات کو جو بھی تھا میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔“

”لیکن فہد! شیزرے بہت رو رہی ہے۔“ حریم بول کر چپ ہوئی تو اسے دبی دبی ہنسی بھی آئی تھی۔

”میں نے اسے کچھ کہا ہے آپ اس سے پوچھ لیں کہ فہد نے اسے کچھ کہا ہے‘ بس آپ اتنا پوچھ لیجئے گا اور میں کچھ دیر سے آئوں گا آپ دادو کو بتا دیں اور ہاں اگر ہماری مما ٹیرس پر ٹہلتی ہوئی نظر آئیں تو ان کو بھی اطلاع دے دیجئے گا کہ میں آج لیٹ ہو جائوں گا۔“

......☆......

رات کافی ہو گئی تھی دادو کے کمرے میں ایک محفل جمی ہوئی تھی‘ سجاد مصطفی ٹہلتے ہوئے ماں کے کمرے کی طرف آئے باتوں کی آواز پر انہوں نے یونہی جھانکا ماں کے کمرے میں۔

"بہت دنوں کے بعد اماں ہم یوں اکٹھے ہوئے ہیں۔" انہوں نے اپنی ایک نظر اپنی دونوں بہنوں پر ڈالی‘ فائزہ اور عمیرہ اماں کے بیڈ پر ٹکی گپ شپ کر رہی تھیں۔

"آ جائو سجاد! بیٹھو بہنوں کے ساتھ بھی دو گھڑی‘ بہت اچھا لگ رہا ہے آج۔" ماں نے بہت پیار سے سجاد کی جانب دیکھا تھا۔

"نہیں اماں! میں تو فہد کو پوچھنے آیا تھا کہ وہ آیا نہیں۔"

"حریم بتا کر گئی ہے کہ وہ لیٹ ہو جائے گا۔"

"سمجھائیں اماں! اسے بات بات پر الجھنا‘ غصہ کرنا‘ بالکل الگ ہوتا جا رہا ہے۔" وہ کہتے ہوئے واپس مڑ گئے۔

"ہاں اماں! میں بھی محسوس کر رہی ہوں کہ فہد کچھ الجھا الجھا سا لگنے لگا ہے۔"

"میں کیا کر سکتی ہوں فائزہ! نہ ماں اس پر توجہ دیتی ہے نہ ہی باپ۔احمد ہو یا فہد دونوں بڑے ہو گئے ہیں‘ اب ماں کو چاہئے دیکھ بھال کر کے مناسب جگہ ان کا رشتہ کرے‘ میں اگر کچھ کہتی ہوں تو وہ طرح طرح کے شکوے لے کر بیٹھ جاتی ہے‘ ایسے ہی باتوں باتوں میں سعدیہ کہہ رہی تھی کہ فہد کے لئے اس نے وردہ کو سوچ رکھا ہے۔"

"اماں! میں نہیں سمجھتی کہ وردہ فہد کے لئے مناسب رہے گی۔" فائزہ بولی تھیں۔

"خیر تم اپنے منہ سے کچھ مت کہنا وہ جانے اور اس کی مرضی‘ فہد خود سمجھدار ہے اور اسی کی مرضی چلے گی۔"

"ہاں فائزہ! اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں‘ ہم لوگوں کو ان کے معاملے میں دخل نہیں دینا چاہیے۔" عمیرہ بولیں۔

"کیوں، کیوں نہ بولیں ہم، اتنے پیارے پیارے ہمارے بھتیجے ہیں اور گھر کی بچیاں کیا کم ہیں جو ہم کسی غیر کو اِدھر اُدھر دیکھتی پھریں۔" فائزہ بہت اکڑ کر بولیں۔

"خیر اماں! مجھے تو بہت خوف آتا ہے سعدیہ بھابی سے، کچھ لحاظ نہیں کرتیں سب کے ساتھ جو دل میں آتا ہے بولتی رہتی ہیں، احمد، رامین کو چھوڑنے کیا چلا گیا اتنی باتیں انہوں نے بنائی ہیں کہ میں سنی ان سنی کر گئی۔"

"خیر چھوڑو دل کی بُری نہیں ہیں تمہاری بھابی۔"

"اماں! آپ ہر موقع پر اپنی بہوئوں کو ہی فیور کرتی ہیں۔"

"کیوں نہ کروں تم دونوں تو مہمان ہو، رہنا تو مجھے ان کے ساتھ ہے، محبت ان کو دوں گی تو وہ بھی میری بن جائیں گی۔"

"رہنے دیں اماں! آپ کو بھی چھوٹی بھابی کیا کھری کھری سنا کر جاتی ہیں۔" فائزہ بولیں تو عمیرہ ہنسنے لگیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"خیر میں نے شروع دن سے یہ اصول بنا لیا تھا کہ میں نے سعدیہ کی کسی بات کا بُرا ہی نہیں ماننا جو بولتی ہے بولے اور یاد ہے عمیرہ جب سعدیہ کو ہم بیاہ کر لائے تھے تم نے چھوٹی چھوٹی باتوں کی شکایت

کرنی شروع کی کہ چھوٹی دلہن نے برتن نہیں اٹھائے، میں نے کتنی سختی سے کہا تھا کہ آئندہ مجھ سے شکایت مت کرنا، وہ کیا کر رہی ہے، کیا رکھ رہی ہے، کیا برت رہی ہے مجھے مت بتائو آ کر، ان دنوں سجاد اور عذا لوگ پوسٹنگ پر تھے یہ جب کی بات ہے، منظور کی تبھی میں نے شادی کی تھی یہ لوگ باہر سے آئے تھے، مجھے زندگی کا تجربہ تھا اللہ بخشے ہماری ساس کو لڑانے والی اور گھر میں فساد کرانے والی ہماری نندیں تھیں، دیکھ لو کبھی تم نے ہمارے گھر تو تو، میں میں سنی؟"

"نہیں اماں! آپ خود اتنی اچھی ہیں،یہ سب کچھ آپ کا ہے سب رہ رہے ہیں، دکانوں اور زمینوں کا کرایہ آتا ہے، سب یہیں آپ ہی تو استعمال کرتی ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

”ہاں تو صحیح ہے ناں کیا کرنا ہے مجھے اس دولت کا جو ہمارے کام نہ آئے' سب یہیں رہ جائے گا' چلو چھوڑو عمیرہ تمہاری گلے شکوے کی عادت نہیں گئی اور سناؤ تمہاری بیٹیوں کا کوئی رشتہ آیا یا نہیں؟“

”ہاں اماں! یہی آپ سے مشورہ کرنا تھا رشتہ آیا ہے ربیعہ کے لئے' رامین کے کوچنگ میں کوئی صاحبہ ہیں انہی کے ذریعے مگر بعد میں پھر جان پہچان نکل آئی۔“

”تم رامین کو چھوڑ کر ربیعہ کی کرو گی؟“ اماں حیران ہو کر بولیں۔

”اماں! پہلے بھی کئی رشتے آ چکے ہیں رامین کے وہ نہیں کرنا چاہتی' تنگ آ کر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جس کا بھی آئے گا میں کر دوں گی۔“

”تو کوئی وجہ ہو گی جو رامین انکار کرتی ہے' تم نے کبھی غور کیا عمیرہ۔“

”کیا غور کروں اماں؟“

”یہی کہ اس پر پورے گھر کی ذمہ داری ہے' کوئی بات نہیں اللہ سب بہتر کرے گا۔“

”آپا! ایک بات کہوں' مجھے تو احمد، رامین میں انٹرسٹڈ لگتا ہے۔“

”فائزہ پلیز! ایسی باتیں مت کرو مجھے تو سعدیہ بھابی سے خوف آتا ہے۔“

”آپا! کس دور میں رہتی ہیں آپ' وہ دور گزر گیا جب ”خلیل خان فاختہ اڑاتے تھے۔“ تو اماں کو بھی دبی دبی ہنسی آئی تھی۔

”فائزہ! ٹھیک کہتی ہے مجھے بھی یہی لگتا ہے کہ احمد' رامین کو پسند کرتا ہے دونوں میں بچپن سے انڈر اسٹینڈنگ ہے۔“

”رہنے دیں اماں! ایسی باتیں نہ کریں سعدیہ بھابی کو پتہ چل گیا تو سب کو ادھیڑ کر رکھ دیں گی۔“

''جتنا اس نے ہم سے دور رکھا بچے اتنے ہی ہم سے قریب ہو گئے' اس کے چاروں بچے محبت کے بھوکے ہیں۔'' اماں نے بہت اطمینان سے جواب دیا تبھی دھڑ سے دروازہ کھولتی ہوئی رامین اندر آئی تھی۔

''کیا ہوا آپ لوگ ابھی تک جاگ رہی ہیں؟'' وہ حیران سی ہو کر اپنی اماں کی جانب مڑی۔

''میں تو اپنی نائنتھ اور میٹرک کی کاپیاں چیک کر رہی تھی کل میرا موڈ نہیں جانے کا چھٹی کر لوں گی احمد کے ہاتھ پیپر بجھوا دوں گی۔'' یہ سن کر فائزہ کو ہنسی آئی تھی۔

''کیا ہوا خلو! آپ کیوں مجھے دیکھ کر ہنس رہی ہیں' خیریت؟''

''کچھ نہیں تم جاؤ تمہاری خلو کا تو دماغ خراب ہے۔'' عمیرہ بیٹی سے بولی تھیں' وہ کپڑے چینج کر کے بیگ رکھ کر واپس حریم کے کمرے میں چلی گئی۔

''ارے کیا ہوا تم ابھی تک رو رہی ہو؟'' وہ شیزرے کو دیکھتے ہوئے بولی۔

''میں تو خود سمجھا سمجھا کر تھک گئی ہوں فہد بھی کہہ رہا ہے کہ میں نے اسے کچھ نہیں کہا پھر بھی یہ دلہن چچی کے خوف سے روئے جا رہی ہے۔'' ریشمین بولی۔

''اب تم آگ مت لگاؤ' سن لیا ناں دلہن ممانی نے تو پھر اچھی طرح بتلائیں گی سوچ لو۔'' ردا بولی۔

''میں نہیں ڈرتی دلہن چچی سے تم لوگ ڈرو' شیزرے کے تو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئی ہیں اور شیزرے کے بغیر رہا بھی نہیں جاتا' شیزرے یہ کر دے' شیزرے وہ کر دے' ذرا نیچے اُتر کر آئی اور فوراً دلہن چچی کی آواز آئی' شیزرے۔'' اس نے دلہن چچی کی نقل اتاری۔

''اچھا' اچھا بس کرو' بہت بولے چلی جا رہی ہو۔'' نورین نے اسے ٹوک دیا۔

''ختم کرو شیزرے! فہد کہہ رہا ہے کہ اس نے تمہیں کچھ نہیں کہا۔'' حریم نے بھی پلٹ کر اسے کہا۔

''اٹھو شیزرے! وہ دیکھو وہ لوگ جانے کے لیے کھڑی ہیں مہندی لگوا لو۔''

"نہیں مجھے نہیں لگوانی، میری اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے میں تم لوگوں کی کچھ نہیں لگتی۔" وہ آنسو پونچھ کر بولی۔

"بتاؤں دادو جان کو۔" ریشمین نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"چھوڑ دو تم لوگ کیوں اس کے پیچھے پڑ گئی ہو جبھی تو روئے جا رہی ہے، فہد آ جائے تو پوچھ لیتے ہیں کہ بھئی وہ کون تھا جس نے تمہارا حلیہ بگاڑ دیا، خوامخواہ ممانی جان کا موڈ خراب ہو گیا اور وہ کرن اور عبیرہ کو بلا کر لے گئیں۔" رامین بولی تو ربیعہ اٹھ کر شیزرے کے قریب چلی آئی۔

"دینا رائمہ کون، میں شیزرے کے ہاتھ میں مہندی لگاتی ہوں۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"چپ ہو جاؤ، بڑے ماموں اِدھر ہی آ رہے ہیں۔" رامین نے سب کو چونکا دیا۔

"او... آپ..." نورین دروازے کی طرف دیکھ کر ہنسی، سامنے عباد مصطفی آنکھوں میں نجانے کتنی محبتوں کے رت جگے لئے ہوئے دروازے پر کھڑا تھا، حریم نے گھبرا کر اپنا رُخ دوسری طرف پھیر لیا۔

"ارے عباد بھائی! پردہ ہے آپ باہر چلیں۔" رائمہ بھاگ کر اٹھی۔

"کیوں کس کا پردہ ہے؟" وہ دو قدم آگے بڑھا۔

"کیا کر رہا ہوں میں۔" وہ رائمہ کو دھکا دے کرخود صوفے پر دھڑ سے بیٹھ گیا۔

'او... کتنا بے شرم دولہا ہے۔" رائمہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی تو عباد کی نظر کونے میں سمٹی ہوئی شیزرے پر پڑی۔

"یہ شیزرے کو کیا ہوا، ان کے چہرے پر کیوں برسات برس رہی ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا تو شیزرے اپنا رخ دوسری طرف موڑ گئی۔

"اوہو... تو یہاں دلہا میاں تشریف فرما ہیں۔" احمد چلتا ہوا انہی کے کمرے میں آ گیا۔

"آیئے، بس آپ کی کمی تھی۔"

"میں تو فہد کی وجہ سے آیا ہوں، پاپا بار بار اسے پوچھ رہے ہیں، وہ اسی لئے تو الٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہے اپنی امپورٹنس جتانے کے لیے۔" احمد ہنس کر بولا۔

"اب اگر شیزرے نے فہد پر رنگ پھینک دیا تو اس میں اتنی بڑی قیامت کیا ہے۔" تو سب کی نظریں ایک ساتھ "او۔" کر کے شیزرے پر پڑیں تو تبھی احمد کی نظر بھی شیزرے پر پڑی۔

"کیا ہوا فہد نے تمہیں کچھ کہا ہے۔" احمد تھوڑا غصے سے بولا تو شیزرے نے نفی میں سر ہلا دیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"او میں سمجھ گیا، میری اماں جان نے تمہاری خوب اچھی طرح پذیرائی کی ہے یہی ناں، ہماری ممی کو بھی اپنے اتنے خوبصورت بیٹوں کی نگرانی کرتے رہنا چاہیے۔" اس نے ایک نظر رامین پر بھی ڈالی تھی۔

"اب ایسا بھی کیا... ہنستے ہوئے انسانوں کو رُلا دیا جائے۔" رامین جھنجھلا کر بولی۔

"بس ان کی اپنی سوچ ہے اس میں ہم تو قصور وار نہیں۔" احمد بھی جواباً بولا۔

"اچھا تو احمد بھائی! آپ ان کے قبیلے سے تعلق نہیں رکھتے۔" رائمہ ہنس کر بولی۔

"تو دیکھ لیتے ہیں آپ کتنے بہادر ہیں۔" نورین نے کھٹاک سیل اٹھا کر جھوٹے نمبر ملانے کی ایکٹنگ کی۔

"فار گاڈ سیک! آج ممی شدید غصے میں ہیں اور پھر فہد بھی پلٹ کر گھر نہیں آیا، انہیں نیند نہیں آ رہی، وہاں بھی وردہ بیٹھی رو رہی ہے کہ مجھے گھر جانا

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے اس لیے عبیر اور کرن کو اوپر بلایا گیا ہے تاکہ وہ وردہ کا دل بہلائیں۔‘‘احمد رُکا تو عباد بولا۔

’’لیکن میری یہ بات سمجھ نہیں آ رہی احمد کہ سب تو بول رہے ہیں لیکن یہ حریم پیلا دوپٹہ سر پر ڈالے کیوں چپ بیٹھی ہے۔‘‘ عباد مصطفی نے محبت بھری نظریں حریم پر ڈالیں تو حریم اور خود میں سمٹ گئی۔

’’آپ خود ہی پوچھ لیں۔‘‘ احمد مصطفی بہت زور سے ہنسا تو اس لمحے رامین کی نظر ہنستے ہوئے احمد مصطفی پر پڑی۔

’’دادو کہتی ہیں کہ جب کوئی بلاسامنے سے نظر اٹھا کر دیکھے ناں تو فوراً دَم کر لینا چاہیے۔‘‘ احمد شرارت سے بولا۔

’’کون سی بلا...؟‘‘ عباد چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

’’ہرگز نہیں‘ ہرگز نہیں۔‘‘ رائمہ اور ریشمین نے حریم کو گھیرے میں لے لیا‘ عباد بہت قریب چلا آیا تھا۔

’’جائیں آپ لوگ باہر ورنہ میں دادو کو بلا لیتی ہوں۔‘‘ ریشمین بولی۔

’’بھئی بہت رات ہو جائے گی‘ آپ لوگ ہمیں ڈراپ کر دیں۔‘‘ مہندی والیاں کھڑی ہو گئیں۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا۔

کھویا کھویا سا عباد سر جھکا کر احمد کے ساتھ آگے بڑھا۔

’’چل میرے بھائی ویسے لوگ بھی یہاں خاصے تنگ لگ رہے ہیں۔‘‘ اس نے ایک نظر رامین پر ڈالی اور عباد کا ہاتھ تھامے باہر نکل گیا۔

رات کافی بیت گئی تھی مہندی والیاں تو جا چکی تھیں البتہ ربیعہ‘ شیزرے کا ہاتھ تھامے مہندی لگا رہی تھی۔‘ رونے کی وجہ سے اس کی ناک سے پانی بہے جا رہا تھا۔

......☆......

فہد ابھی تک گھر نہیں پلٹا تھا' تبھی گھبرا کر بڑی ممی عباد کے کمرے میں آئی تھیں۔

"عباد! تمہارے پاپا کہہ رہے ہیں کہ ان کے سینے میں ہلکا ہلکا درد ہو رہا ہے۔" ان کی رنگت اُڑ گئی تھی' عباد انہیں فوری طور پر احمد کے ساتھ آغا خان ہاسپٹل لے گیا' ان لوگوں کو ان کی خطرناک صورتحال کا اندازہ تھا کہ کسی وقت بھی کچھ بھی ہو سکتا ہے' ہرچند کہ سجاد مصطفی کہتے رہے کہ کوئی خاص بات نہیں ہے بس بہت معمولی سا درد ہے جو کہ موسم اور تھک جانے کی وجہ سے ہے لیکن عباد اور احمد کو پھر بھی یقین نہیں تھا۔ڈاکٹروں نے انہیں انڈر آبزرونگ رکھ لیا تھا۔احمد نے فہد کو فوراً ہی اطلاع کر دی تھی' وہ گھبرایا ہوا ہاسپٹل پہنچا۔

"اب کیسے ہیں بڑے پاپا؟" اس کا لہجہ بہت متفکر سا تھا۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے ہم پاپا کو خود ہی یہاں لے کر آئے ہیں تاکہ ان کا صحیح سے چیک اپ ہو جائے۔" عباد نے بہت محبت سے فہد کی جانب دیکھا' تو وہ بول پڑا۔

"عباد بھائی! ہم بڑے پاپا کے بغیر ایک پل نہیں جی سکتے۔" اس کی آواز اس کا لہجہ آنسوئوں میں ڈوب رہا تھا۔

"آئی نو' آئی نو۔" کہتا ہوا وہ فہد کو ہنسا گیا۔

"پلیز فہد! تم دونوں ہی نے پاپا کی دیکھ بھال کی ہے میں تو برسوں ان سے دور رہا' جو میں نے ناانصافی اپنے گھر والوں کے ساتھ کی ہے میں اسے ابھی تک فیس نہیں کر پا رہا۔" فہد نے تلملا کر اندرونی شدت کو کم کرنے کے لیے دیوار پر اپنا ہاتھ زور سے مارا تھا۔

"عباد بھائی! کچھ نہیں ہو گا بڑے پاپا کو۔" احمد بڑے جذباتی لہجے میں بولا۔

"بڑے پاپا کی جتنی بھی زندگی ہے ہم ایک ایک لمحہ ان کے ساتھ جینا چاہتے ہیں۔" فہد بہت جذباتی لہجے میں بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''تم اب گھر جائو' میں اور احمد یہیں پر موجود ہیں' تمہارے لئے دادو اور چھوٹے چچا بہت پریشان تھے' تم گھر لوٹ جائو۔''

''میرا خیال ہے کہ ڈاکٹرز پاپا کو چیک اپ کے بعد گھر جانے کی اجازت دے دیں گے اور ہم لوگ صبح تک گھر آ جائیں گے' تمہاری وہاں ضرورت ہے تم گھر جائو۔'' عباد نے فہد کو سمجھایا۔

فہد جب گھر لوٹا تو سجاد مصطفی کے پرسنل سکیورٹی گارڈ دونوں جاگ رہے تھے۔انہوں نے فہد کے لیے بڑا سا گیٹ کھول دیا' وہ گاڑی سے اترتا ہوا سیدھا دادو کی طرف آیا تھا' بڑی ممی نماز پڑھ کر فہد کی آہٹ پر اٹھ کر آ گئی تھیں' نظر پڑتے ہی بولیں۔

''کیسے ہیں تمہارے بڑے پاپا؟'' وہ بہت تیزی سے اس کی جانب آگے بڑھیں۔

''ٹھیک ہیں بڑی ممی! آپ پریشان نہ ہو' ہم بڑے پاپا کو کچھ نہیں ہونے دیں گے' آپ کیوں ایسا کر رہی ہیں۔'' اس کی نظر ان کے کانپتے ہوئے ہاتھوں اور بہتے ہوئے آنسوئوں پر پڑی تھی۔

''بڑی ممی پلیز!'' وہ اٹھ کر ان کے قریب گیا۔

''فہد! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔'' ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے تو فہد نے جلدی سے ان کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

''پلیز بڑی ممی! ہمت نہ ہاریئے' حوصلہ کریئے' آپ اس طرح سے کریں گی تو پھر ہمارا کیا ہو گا۔''

''بیٹا! آج عباد کا نکاح ہے ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے بڑے پاپا گھر آ جائیں۔''

''ہاں بڑی ممی! آپ دعا کیجیے احمد بھائی اور عباد بھائی نے کہا ہے کہ صبح دس گیارہ بجے تک بڑے پاپا کا پھر چیک اپ ہو گا اور ہم انہیں گھر لے آئیں گے' آپ یقین کیجیے کہ انہیں کچھ نہیں ہوا' بس معمولی سی تکلیف کو عباد

بھائی اور احمد بھائی اگنور نہ کر سکے آپ تو سب جانتی ہیں۔“ تو بڑی ممی کے بھیگے ہوئے ہونٹ کپکپا کر رہ گئے۔

”فہد! میں عباد کو کھونا نہیں چاہتی‘ بس آج کا دن بہت اہم ہے‘ تمہارے پاپا گھر آ جائیں اور یہ تقریب خیر خیریت سے ہو جائے‘ بس فہد یہی سمجھ لو کہ میں عباد کی محبت میں تھوڑی سی خود غرض ہو گئی ہوں تم لوگ مجھے معاف کر دینا‘ سعدیہ دلہن جو کچھ کہہ رہی ہیں وہ سب سچ ہے میں جانتی ہوں پھر بھی میں تمہارے بڑے پاپا کو یہ خوشی دینا چاہتی ہوں۔“

”بڑی ممی! ہم سب آپ کے ساتھ ہیں‘ آپ کیوں فکر کر رہی ہیں‘ عباد بھائی اب کہیں نہیں جائیں گے‘ آپ دیکھیئے گا۔“ وہ آہستہ سے کھڑا ہوا ان کے کاندھے دبا رہا تھا۔

”ریلیکس بڑی ممی ریلیکس‘جایئے آپ آرام کریں‘ آج تو بہت خوشی کا دن ہے اور آپ اداس بیٹھی ہیں‘ چلیے آپ اپنے کمرے میں۔“ وہ ان کا بازو تھام کر بولا۔

”رہنے دو فہد! میں تھوڑی دیر یہیں بیٹھ کر دعا کرتی ہوں۔“

”نہیں بڑی ممی! مجھے معلوم ہے آپ تمام رات جاگتی رہی ہیں‘ میں آپ کو آپ کے کمرے تک چھوڑ کر خود بھی آرام کرنے جا رہا ہوں‘ پلیز بڑی ممی اُٹھئے۔“ تو بڑی ممی نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ اٹھ کر کھڑی ہوئیں اور آگے بڑھیں‘ جونہی اس نے بڑی ممی کے لئے ڈور کھولا سامنے سوتی ہوئی شیزرے پر اس کی نظر پڑی‘ وہ ایک لمحے کے لئے چونکا ضرور تھا۔

”بہت محبت کرنے والی بچی ہے‘ ساری رات یہ ہمارے ساتھ رہی ہے‘ جونہی تمہارے بڑے پاپا گئے یہ ایک لمحے کے لئے بھی ہم سے جدا نہیں ہوئی۔“ تو فہد مصطفی نے ایک نظر ڈالی اس پر مگر وہ بے خبر بڑی ممی کے بیڈ پر سو رہی تھی اس کے مہندی بھرے دونوں ہاتھ بیڈ سے نیچے لٹک رہے تھے کہیں کہیں سے سرخ مہندی اس کی سفید ہتھیلیوں سے جھانک رہی تھی ایک نظر کی چوری کا وہ بھی خطاوارہوا تھا۔بڑے سے لان سے گزرتا ہوا وہ ملحقہ زینہ چڑھتا ہوا اپنے روم کی طرف پہنچا۔گھر میں بڑی گہری خاموشی تھی اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے اپنے سیل پر اٹھنے کے لئے ٹائم سیٹ کیا اور تھکا ہوا اپنے بیڈ پر گرا تھا‘ اس نے لائٹ آف کر کے اپنا ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیا لیکن ابھی تک بند دریچوں سے سفید سفید ہاتھوں پر لگی ہوئی مہندی جھانک رہی تھی‘ وہ ہنس کر بڑے سے تکیے کو بھینچ کر بیڈ پر کروٹ بدل کر لیٹ گیا تھا‘ بار بار نظروں کے سامنے شیزرے کا سہا ہوا چہرہ ابھی تک رنگوں میں بھیگ رہا تھا۔ نور محل کے چپے چپے میں ابھی تک شیزرے کو تنگ کرتا ہوا وہ ڈھونڈتا پھر رہا تھا‘ وہ کبھی اوپر تو کبھی دادو کے کمرے میں نظر آ رہی تھی وہ کتنی بے رحمی سے کہتا تھا کہ تم میرے ساتھ کھیلو گی اور کسی کے ساتھ نہیں۔ کیرم بورڈ کی ساتھی میری تم ہو‘ کسی اندرونی جذبے سے مسکرا کر وہ کروٹ بدل گیا۔

......☆......

سجاد مصطفی تقریباً گیارہ بارہ بجے کے قریب گھر واپس آ گئے تھے ان کی طبیعت قدرے بہتر تھی‘ وہ اپنے روم میں ہی تھے کہ فہد ان کے روم کی طرف آیا تھا‘ وہ آرام سے لیٹے ہوئے تھے فہد چلتا ہوا ان کے قریب پہنچا۔

”کیسے ہیں بڑے پاپا! مزا نہیں آ رہا لان میں بڑا سناٹا ہے‘ آپ کی شکل دیکھ کر تو میری صبح ہوتی ہے۔“

”ارے بیٹا! اب ایسے ہی چل رہی ہے زندگی کی گاڑی‘ تمہاری بڑی ممی گھبرا گئیں اس لیے میں ہاسپٹل چلا گیا جوں جوں وقت کی رفاقت آگے بڑھ رہی ہے تمہاری بڑی ممی میرا بے حد خیال رکھنے لگی ہیں۔“

”ارے نہیں بڑے پاپا! میں نے بڑی ممی کو ہمیشہ ”جی‘ جی بیٹا۔“ کرتے سنا ہے۔“

”ہاں تو اسی لئے بڑے سے لے کر چھوٹے تک انہی کا جادو بول رہا ہے۔“

”کیسی باتیں کرتے ہیں سجاد! اس عمر میں آپ مجھے بدنام کریں گے۔“ تو سجاد مصطفی کو بہت زور کی ہنسی آئی تھی۔

"فہد! تھوڑا سا کام رہ گیا ہے ٹیلر کو میں نے کچھ کام دیا تھا اس نے کل تک نہیں دیا اور تم کسی بچی کو ساتھ لے کر اس کی طرف چلے جائو۔" بڑی ممی بولیں۔

"آخری لمحے تک تم لوگ کچھ نہ کچھ کرتی رہو گی، ارے ڈھائی تین بج رہے ہیں اب ختم کرو شاپنگ وغیرہ، صبح سے ڈیکوریشن والے لگے ہوئے ہیں میں بھی دیکھتا ہوں۔" وہ بیڈ سے اترے تو فہد نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"نہیں بڑے پاپا! آپ باہر نہ جائیں، احمد بھائی، عباد بھائی اور نعیم ندیم بھی ہیں وہاں پر اور تھوڑی دیر پہلے زوہیر بھی آیا ہے، اتنے سارے لوگوں میں اب آپ کا کیا کام۔" پھر وہ دوبارہ پلٹ کر جب اوپر گیا زینہ چڑھتا ہوا، جب وہ اوپر پہنچا تو وردہ کی سسکیوں کی آواز اس نے گزرتے ہوئے اپنی مما کے روم کے پاس سنی تھی۔

"بس پھپھو بس، فہد نے میری بہت بے عزتی کی اب میں جانا چاہتی ہوں آپ مجھے بار بار کیوں لے کر آتی ہیں آپ پہلے اپنے بیٹے سے بات کر لیجئے گا پھر پوچھیئے گا۔" اس نے اپنے آنسو پونچھ لیے۔

"وردہ! میری بات سنو۔" وہ تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکلی تو سعدیہ بھی اس کی جانب بڑھی تھیں لیکن کوریڈور سے گزرتا ہوا فہد ایک لمحے کے لئے ٹھٹک سا گیا تو سعدیہ نے اسے گھور کر دیکھا اور بولیں۔

"ٹھیک ہے وردہ! تم اگر آج چلی گئیں تو نیچے اتر کر ہمارے ہاں سے کوئی نہیں جائے گا، میں بھی دیکھتی ہوں۔" انہوں نے فہد کی جانب دیکھا تو وہ مڑ کر انہی کی طرف چلا آیا۔

"مما! آپ سب جانتی ہیں لیکن آپ یہ سب کچھ جان کر، کر رہی ہیں اگر آپ نے ایسا کیا تو میں سب کو بتا دوں گا کہ مجھ پر رنگ پھینکنے والا کون تھا۔" وردہ یہ سن کر سُن سی ہو گئی اور ایک گہرا سانس لے کر اپنا رُخ موڑ گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”تو تم مجھے بلیک میل کر رہے ہو۔“

”نہیں میں سب کو سچائی بتائوں گا کہ مما کیوں نہیں آئیں‘ اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ یہ بات راز ہی رہے اور میں اپنا منہ نہ کھولوں تو بہتر یہی ہے کہ آپ اس تقریب کو اٹینڈ کریں گی‘ ابھی تک بڑے پاپا کی طبیعت پوری طرح ٹھیک نہیں ہے ‘سوچ سمجھ کر کوئی بھی فیصلہ کیجیے گا۔“ اس نے ایک نظر وردہ پر ڈالی جو نظر پھیرے بیگ لئے کھڑی تھی اور وہ وہاں سے بہت تیزی سے گزر گیا۔

”نہیں وردہ! تم آج نہیں جائو گی ورنہ سب کو شک ہو جائے گا اور خاص طور پر ان کی دادو کو پتہ چل جائے گا اور میں ایسا نہیں چاہتی‘ پلیز وردہ۔“

”تو دیکھا پھپھو! آپ فہد سے ڈر گئیں اور جھک گئیں اس کے آگے‘ کل اگر اس نے کہہ دیا کہ میں نہیں پسند کرتا وردہ کو تو...“ وہ پلٹ کر ان کی جانب آ کر بولی تو وہ جلدی سے بول پڑی۔

”نہیں نہیں وردہ! ایسا نہیں ہو گا‘ میری جان صرف تھوڑا سا انتظار اور صبر اور کچھ بھی نہیں‘ فہد صرف تمہارا ہے اور تم پھپھو کی جان۔“ انہوں نے اسے لپٹا کر اس کا ماتھے پر بوسہ لیا تو وہ آنسو پونچھ کر واپس بیگ اٹھائے سعدیہ کے ساتھ مڑ گئی۔

......☆......

ہر کوئی اپنی اپنی تیاریوں میں لگا تھا بس حریم اس وقت پارلر میں تھی اور دیگر خاندان کی لڑکیاں بھی سب اپنی اپنی تیاریوں میں بے حد مصروف تھیں‘ حریم کے ساتھ شیزرے تو نہیں البتہ نورین گئی تھی‘ صبح سے کئی بار عذرا ممانی حریم کو پوچھ چکی تھیں۔دادو نے خود احمد کو بھیجا تھا کہ شیزرے کو بلا کے لائو لیکن ہر کوئی یہی آ کر جواب دے رہا تھا کہ شیزرے سے پہلے اکو چچا سب کو واپس لوٹا دیتے ہیں۔تبھی فہد تیار ہو کر اوپر سے نیچے آیا تھا تاکہ ریسیپشن پر بڑے پاپا کے ساتھ وہ موجود رہے۔عباد کی تیاری میں احمد ان

کے ساتھ ساتھ تھا تبھی دادو کی نظر فہد پر پڑی تو وہ جلدی سے اسی طرف چلی آئیں جہاں فہد کھڑا بڑے پاپا سے بات کر رہا تھا۔

”فہد! سننا ذرا‘ دیکھو تم اوپر جا کر کل والی بات اکو میاں تک بھی پہنچ گئی ہے کئی بار میں شیزرے کو بلا چکی ہوں وہ نیچے نہیں اتر رہی‘ بچیاں بتا رہی ہیں کہ اکو میاں بہت غضبناک ہو رہے ہیں‘ بیٹا ذرا جا کر دیکھنا تاکہ شیزرے نیچے آ جائے ‘ میں تو اس کے بغیر ایک انچ نہیں چل سکتی‘ میرے کپڑے لینا دینا سب وہی کرتی ہے۔“

”ارے دادو جان! میں ابھی لے کر آتا ہوں شیزرے کو۔“ وہ بہت تیزی سے لان سے گزر کر بہت تیزی سے زینہ جب طے کر رہا تھا تو عین اسی وقت بنی سنوری سعدیہ‘ وردہ کے ساتھ نیچے اتر رہی تھیں۔

”کہاں فہد؟“ انہوں نے جلدی سے بیٹے سے پوچھا۔

”کچھ نہیں مما! دادو نے شیزرے کو بلایا ہے۔“ وہ تیزی سے گزرتا ہوا اوپر چلا گیا‘ اکو میاں کابکوں کی اکھاڑ پچھاڑ میں لگے ہوئے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ارے فہد میاں آپ۔“ وہ بڑی جلدی سے پلٹ کر بولے۔

”جی اکو چچا! دراصل فاطمہ خالہ اور شیزرے کو دادو جان بلا رہی ہیں۔“ اکو کو دیکھتے ہوئے اس نے اپنی بیلٹ کھول کر تھوڑی سی گھسیٹی تھی۔

”جی فہد میاں! ٹھیک ہے ارے فاطمہ جلدی کرو بہت دیر کر دی‘ تم اور شیزرے جلدی سے جائو نیچے۔“ اکو میاں نے بڑی اداکاری سے کام لیتے کمرے پر ایک نظر ڈالی۔

”جی خالہ! آپ جلدی کریں۔“ فہد نے انگلی سے دروازہ کھٹکھٹایا‘ فاطمہ فوراً ہی باہر نکل آئیں۔

”بس ہم لوگ ابھی آ ہی رہے تھے۔“

”میں تو کب سے کہہ رہا ہوں کہ جائو نیچے مگر یہ لوگ ہیں بڑی سست اور کام چور۔“ فہد کو ان کی اس اداکاری پر غصہ تو بہت آیا مگر وہ ہنس کر بولا۔

”اور اکو چچا! آپ کے کبوتروں کے حال چال کیسے ہیں۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

”میاں سب ٹھیک ہیں مگر بلیاں وبال جان بنی ہوئی ہیں اسی لیے کابکوں کی ٹھوکا پیٹی کر رہا ہوں۔“

”خالہ! جلدی کریں دراصل دادو کو آپ لوگوں سے کوئی کام ہے۔“

”ہاں' ہاں فاطمہ! جلدی جائو۔“ اکو میاں جلدی سے بولے' فاطمہ اور شیزرے فہد کی موجودگی میں ہی نیچے چلی گئی تھیں۔لان میں قطار در قطار کرسیوں پر اِکا دُکا گھر والے ہی نظر آ رہے تھے۔

”اُف او... اتنا بن سنور کر کس کے لیے آئی ہو؟“ تو شیزرے نے ایک نظر رک کر وردہ پر ڈالی اور دلہن چچی کو اگنور کرتی ہوئی وہ آگے بڑھی۔

”چھولے اور چاٹ والے کی بیٹی اور اتنے انداز' دیکھو شیزرے! بنائو سنگھار سے تم کسی کو نہیں جیت سکتیں۔“ سعدیہ چچی نے اتنا آہستہ سے کہا کہ وہ وہیں پر نظریں جھکائے کھڑی رہی' دادو کی نظر پڑتے ہی وہ اندر پلٹی تھی' فاطمہ تو بڑی بھابی کے ساتھ اندر چلی گئیں لیکن شیزرے دادو کے پاس چلی گئی۔

”جی دادو! آپ نے بلایا ہے؟“

”دادو کی جان' صبح سے بلا رہی ہوں' تمہارے بغیر میرا کام جو نہیں چلتا' شیزرے! آ جا میرے پاس' پچھلے جنم میں تیرا میرا کوئی رشتہ ضرور تھا مگر میں گیان پر یقین نہیں رکھتی ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ تم اپنی نہیں ہو۔“ انہوں نے بہت پیار سے سوئی سوئی شیزرے کو خود سے لپٹا لیا۔

”دادو! دلہن چچی نے ابا سے میری شکایت کی ہے۔“

”میں جانتی ہوں' بس تم صبر رکھو حوصلے سے کام لو بیٹا! وہ تمہارا باپ ہے۔“ تو شیزرے کی سانس رُک سی گئی۔

”جی دادو! آپ کچھ کہہ رہی تھیں۔“ اس نے سر اٹھا کر پوچھا۔

”تم آج بہت اچھی طرح سے تیاری کرو اپنی اور جیسے سب بچیاں آج تیار ہو رہی ہیں تمہاری تیاری بھی ویسی ہی ہونی چاہیے اور دیکھو میں نے سب کو کچھ نہ کچھ دیا ہے یہ بہت خاص تحفہ ہے اور یہ صرف میں تمہیں دے رہی ہوں' ویسے تو ایک انار سو بیمار والی بات ہے لیکن جب میں نے استخارہ کیا تو

تمہارے حق میں فیصلہ ہو گیا اور ویسے بھی تمام عمر میں نے دل میں یہی سوچ رکھا تھا کہ یہ تحفہ میں اپنے سب سے قریبی بیٹے کی اولاد کو دوں گی لیکن بس آج میں اس خوشی کے موقع پر یہ تمہیں دے رہی ہوں۔“

”لیکن کیوں دادو جان!“

”ویسے تو یہ اتنا خاص نہیں ہے مگر یہ خاص یوں ہے کہ میں نے اس کو بہت استعمال کیا ہے اور پھر ویسے بھی محبت کے تحفے کی کوئی قیمت نہیں ہوتی‘ بس یوں سمجھ لو تم...“ انہوں نے ایک خوبصورت گولڈ کا سیٹ اپنی کپڑوں کی تھیلی میں سے نکال کر اس کو تھما دیا۔

”نہیں دادو! یہ تو بہت قیمتی لگ رہا ہے یہ میں نہیں لے سکتی۔“

”کیوں کیا تم میری محبت کا جواب محبت سے نہ دے سکو گی۔“

”نہیں دادو! میں محبت تو کیا آپ کو اپنی جان بھی دے سکتی ہوں۔“

”نہیں میں تو محبت کرتی ہوں اور جواب میں محبت مانگتی ہوں‘ تم اس کو سنبھال کر رکھو‘ پہنو سب کو دکھاؤ کہ یہ دادو نے دیا ہے‘ سب کو ہمارے دل کی خبر ہے‘ جو چیز مجھے پسند ہوتی ہے وہی میں سب کو دیتی ہوں۔“ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دادو کو دیکھے جا رہی تھی۔

”جاؤ کئی بار بیوٹی پارلر سے تمہارا بلاوا آیا ہے‘ ساری شہزادیاں آج بن سنور کر ہمارے سامنے آئیں گی اور پھر میں دیکھ کر بتاؤں گی کہ سب سے زیادہ کون اچھا لگ رہا ہے آج۔“

”دادو!“ وہ پیار سے ان سے لپٹ گئی۔

”ارے دیکھو نعیم‘ فہد یا احمد کوئی ہے تو بلاؤ وہ شیزرے کو بھی چھوڑ کر آئیں۔“ تبھی سامنے سے فہد گزرا تھا۔

”جی دادو! آپ نے کچھ کہا؟“

”ارے فہد! اس بچی کو تم اسی بیوٹی پارلر میں چھوڑ کر آؤ جہاں حریم ہے۔“

”دادو! یہ ساتواں چکر ہے میں نہیں جا سکتا احمد بھائی کو بلائیں وہ بھی ہیں' جو میں نے کرنا تھا میں نے کر دیا' اکو چچا کے چنگل سے ان کو چھڑا کر لے آیا' فاطمہ خالہ سے پوچھ لیں۔“ قریب سے آتی ہوئی فاطمہ سے وہ مخاطب ہوا تھا۔

”رہنے دیں اماں! شیزرے گھر پر تیار ہو لے گی' اس کو ساتویں شہزادی کا خواب مت دکھائیں میں پھر کہہ رہی ہوں۔“ ان کا لہجہ بہت سنجیدہ تھا۔

”فاطمہ! یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے ہم جانیں یا شیزرے' تم دخل مت دو' میں احمد کو بلواتی ہوں فہد تو بڑا منہ پھٹ ہے جمعہ جمعہ دو دن ہوئے ہیں گھر میں بھی افسری جھاڑنے لگا ہے۔“

”ماشاء اللہ اماں! فہد کیا ہونہار نکلا ہے۔“ فاطمہ کے چہرے پر پیار بھری مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

”ماشاء اللہ نظر نہ لگے احمد بھی کم نہیں ہے' دونوں ہونہار اور محبت کرنے والے بچے ہیں مگر منظور کی دلہن کو یہ احساس نہیں ہے' جوان ہیں خوبصورت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہیں ان کی بھی رائے ہو سکتی ہے' ہم نے تو اپنے دور میں اپنے بچوں کو کبھی پابند نہیں کیا' خود منظور کو صبا پسند تھی میں تو رشتہ لے کر چلی گئی تھی ان لوگوں نے خود ہی انکار کیا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔پھر کوئی مسعود کو پسند آئی میں نے کہا ٹھیک ہے میں کر دیتی ہوں ان کی اپنی زندگی ہے وہ بھی جئیں۔ میں تو کل مر کر چلی جاؤں تو وہ تمام عمر یہی سوچتے کہ اماں نے ناانصافی کی ہے محبت کی کسک دل میں تو باقی رہتی ہے زبان سے کچھ نہ کہے مگر منظور کے دل سے بے چین رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ سعدیہ سے نباہ تو کر گیا مگر خود کو اس کے سانچے میں نہ ڈھال سکا۔فاطمہ! محبت ایک ایسا بھاری جذبہ ہے جو دلوں کو جب جوڑتا ہے ناں رنگ' نسل' عادت و اطوار' طور و طریقے سب ایک دوسرے کی محبت میں یکساں ہو جاتے ہیں' یہی محبت کا میں نے رنگ دیکھا ہے۔“ ان کے ہونٹوں پر بڑی الوہی مسکراہٹ تھی۔

”میں آپ سے اتفاق کرتی ہوں اماں! محبت کرنے والوں کو اگر بے جوڑ ساتھی مل جائے تو زندگی بالکل اجیرن ہو جاتی ہے' اماں میری بھی یہ خواہش

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے کہ میں شیزرے کے ساتھ کبھی زبردستی نہیں کروں گی‘ اسی کی پسند اور ناپسند پر میرا فیصلہ ہے۔“

”یہ تم نے بہت اچھا کیا فاطمہ!“

”چلیں آئیں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔“ فہد چینج کر کے دادو کے کمرے میں آیا تھا۔

”مجھے معلوم تھا کہ تم پلٹ کر آئو گے تمہاری یہ فطرت کا حصہ ہے پہلے تم کہتے ہو ناں اور پھر فوراً چلے آتے ہو‘ منظور بھی بالکل ایسا ہی تھا جیسا فہد ہے۔“ نور بی بی نے فاطمہ کی جانب دیکھا۔

”نہیں دادو! مجھے کہیں نہیں جانا‘ میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔“ شیزرے اڑ کر کھڑی ہو گئی۔

”کھا نہیں جائوں گا‘ دادو کہہ رہی ہیں اس لئے چلی چلو تم۔“ وہ غصے سے بولا تھا۔

”فہد! آرام سے بیٹے‘ کوئی اس طرح سے کسی کو غصے سے کہہ کر لے جاتا ہے کیا۔“

”تو پھر میں کیا کہوں یہی کہ چلیں اگر چلنا ہے تو ورنہ میں جا رہا ہوں‘ ویسے بھی حریم کا بکس بڑی ممی نے دیا ہے کہ میں وہ وہاں پہنچا کر آئوں اور اس میں ہے بھی گولڈ‘ دادو بھیجیں اس کو۔“ وہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

”رہنے دیں اماں! دیکھ لیں گی ناں دلہن بھابی تو پھر خوامخواہ کی بات بنے گی۔“

”ارے رہنے دو فاطمہ! بنتی ہے تو بننے دو اچھا یہی ہے جو بات ہے کھل کر سامنے آ جائے تم مت ڈرو کہ کون کیا کہتا ہے بس سنتی جائو بولو کچھ نہیں۔“

”لیکن اماں! دلہن بھابی ہر بات میں اکو کو انوالو کر لیتی ہیں پھر وہ جو گھر میں اودھم مچاتے ہیں وہ بہت مشکل ہوتی ہے وہ اب ہاتھ اٹھانے سے بھی باز نہیں آتے۔“ شیزرے ابھی تک منتظر کھڑی تھی۔

"میرا خیال ہے تم اس بچی کو جانے دو کیوں ہم اس کی خوشی میں دخل اندازی کر رہے ہیں' اٹھاؤ اپنے کپڑے شیزرے اور جاؤ وہ ہارن دے رہا ہے باہر۔" تو اس نے نظریں جھکائے جھکائے کپڑے اٹھائے اور باہر نکل گئی۔

"ارے تم کہاں چلیں شیزرے؟" دلہن چچی نے وہیں سے اسے آواز دی۔

"بڑی ممی نے یہ زیورات حریم کو بجھوائے ہیں۔" کئی بکس ہاتھوں میں تھامے ہوئے وہ وہیں کھڑے کھڑے پتھر کی بن گئی۔

"کیوں کیا گھر میں کوئی اور نہیں ہے۔" تو وہ خاموش کھڑی رہی' ہارن کی آواز پر وہ چونکی اور گیٹ کی جانب بڑھی اور دلہن چچی ٹوہ لینے کے لیے گیٹ تک آئیں' شیزرے پیچھے کا دروازہ لاک تھا وہ کھول رہی تھی' فہد فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر بولا۔

"بیٹھئے میں آپ کا ڈرائیور نہیں جو آپ پیچھے بیٹھیں گی۔" تو وہ بڑی خاموشی سے بیگ اٹھائے بیٹھ گئی' دل ابھی تک کانپ رہا تھا اور ہونٹ بھی خشک تھے۔

"کیا ہوا مما سے سامنا ہو گیا چہرے پر اس وقت تمہارے ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔" تو غصے سے اس نے ایک گہرا سانس لیا اور مڑ کر باہر دیکھنے لگی' فہد مصطفی کے ہونٹ اپنے آپ ہی مسکرا رہے تھے۔

"ہائے ماں غضب ہو گیا۔" سعدیہ کا دل دھڑ دھڑ کرنے لگا ان کے سامنے جس دیدہ دلیری سے شیزرے فہد کے ساتھ بیٹھ کر گئی تھی وہ اسی وقت زینہ چڑھتی ہوئیں اوپر پہنچیں۔

"کہاں ہیں اکو بھائی آپ؟" وہ اس وقت کسی کبوتری کے پَر باندھ رہے تھے۔

"اکو بھائی! میں نے آپ سے کہا تھا کہ اس کے پَر کتر کر رکھیں ورنہ نقصان آپ کا ہی ہو گا۔"

"دلہن بھابی!" وہ بات کی تہہ تک پہنچ چکے تھے انہیں فہد کی شکل یاد آئی۔

"خیال رکھیئے گا میں جنگلی بلیوں اور بلوں سے نمٹنا جانتا ہوں۔" وہ جھرجھری لے کر گویا ہوئے۔

”اب کیا ہوا چھوٹی دلہن!“

”میں یہاں رشتے ناتے نبھانے نہیں آئی ہوں صرف یہ بتانے آئی ہوں اپنی بیٹی کو لگام دو، کس دیدہ دلیری سے وہ میرے بیٹے کے ساتھ گھومتی پھرتی ہے۔“

”چھوٹی دلہن! میں ایک بات بتاؤں آپ اپنے تک رکھیئے گا میں نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ نیچے کوئی نہیں جائے گا آج کے دن لیکن...“

”لیکن کیا، کیا بہانہ ہے آپ کے پاس پھر۔“

”کوئی بہانہ نہیں چھوٹی دلہن! فہد مصطفی کو ڈھال بنا کر لوگ استعمال کررہے ہیں وہ جس افسرانہ لہجے میں آ کر بات کرتا ہے میں مجبور ہو گیا اور وہ دونوں نیچے چلی گئیں، احمد آیا، نعیم، ندیم اور زوہیر آئے، یہاں تک کہ بچیاں آئیں مگر میں نے سب کو واپس کر دیا لیکن چھوٹی دلہن فہد کسی اور مزاج کا ہے۔“

”کیا وہ آپ کو دھمکیاں دیتا ہے۔“ ان کا غصے سے بُرا حال تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”نہیں... اللہ جانے کیوں اسے دیکھ کر مجھے خوف آنے لگتا ہے۔“

”یہ آپ کی کمزوری ہے اکو بھائی! کوئی کسی کی بیٹی کو اس طرح نہیں لے جا سکتا۔“

”نہیں میں اتنا کمزور نہیں ہوں چھوٹی دلہن! کمزور تو ہمیں آپ لوگوں نے بنایا ہے، اماں جان کا پورا سپورٹ ہے فاطمہ اور شیزرے کو۔“

”آپ نے میرے منہ کی بات چھین لی۔“ وہ دھڑ سے کرسی پر بیٹھ گئیں۔

”تو بولو اکو بھائی! آپ میرا ساتھ دو گے، شیزرے کے ہاتھ پیلے کرو میں منہ مانگی قیمت دوں گی اس کو یہاں سے چلتا کریں۔“ تو اکو کے ہاتھ سے کبوتری یوں اڑ کر منڈیر پر جا بیٹھی جیسے شیزرے ہاتھ سے نکل گئی، اکو حیران سا انہیں دیکھ رہا تھا، پھر اپنے دل میں دل کی بات دبا کر بولے۔

”سچ تو یہ ہے چھوٹی دلہن! بیٹی کا باپ ہوں خالی ہاتھ تو رخصت نہیں کر سکتا، رشتے تو کئی ہیں مگر اپنی جیب کی طرف دیکھتا ہوں تو چپ ہو جاتا ہوں بات ٹل جاتی ہے۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آپ اس کی فکر مت کرو، جو ہو گا ہم دیکھ لیں گے بس آپ بات بڑھائو اور اس کو چلتا کرو، تمام عمر آپ ٹھیلا لئے مارے مارے پھرتے رہے، نور محل والے اتنے ہمدرد ہیں تو آپ کو دیکھ لیتے۔"

"سچ کہہ رہی ہیں آپ۔" اکو میاں نے بھی اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے، وہ بہت غصے سے نیچے چلی گئیں۔

......☆......

اس نے گاڑی ایک دم سے فٹ پاتھ کے کنارے روک دی تھی، شیزرے نے چونک کر دیکھا اور ایک منٹ کی خاموشی کے بعد بولی۔

"کیا ہوا؟"

"اس رات کیا ہوا تھا کون تھا شیزرے وہ؟" یہ کہہ کر وہ اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" اس نے بہت بے رُخی سے جان چھڑانی چاہی۔

"دیکھو شیزرے! تم جانتی ہو کہ وہ کون تھا، تم اس کا نام بتائو پھر دیکھو میں کیا حال کرتا ہوں، تم ڈرتی کیوں ہو؟" اس کے قریب بیٹھی ہوئی شیزرے کے دل کی رفتار بہت تیز ہو گئی تھی۔

"میں نے کہا ناں میں نہیں جانتی۔" اس نے شیزرے کی کلائی کو زور سے مروڑا اور بولا۔

"تم جانتی ہو مگر کہنا نہیں چاہتیں میں نے تمہاری آنکھوں میں دیکھ لیا ہے۔"

"آپ کو وہم ہے۔" اُس نے اپنی کلائی اس سے چھڑانی چاہی۔

"میں نے کہا تھا ناں کہ میں حساب لوں گا، میں تو موقع کی تلاش میں تھا آج گاڑی نہیں چلے گی۔" اسٹیئرنگ چھوڑ کر چابی نکالتے ہوئے بولا۔

"یہ زیور ہمارے پاس ہے بڑی ممی نے کہا ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے انہیں حریم تک پہنچا دیں، پلیز چلیں۔"

"نہیں، اچھا ہے حریم آپا وہیں بیٹھی رہیں گی۔" فہد بہت بے رحمی سے بولا تو وہ گھبرا کر بولی۔

"دیکھیں فہد! ابھی چلیں پھر کبھی میں بتا دوں گی۔"

"کیوں ابھی کیوں نہیں، کیا تمہارے حلق میں کوئی تکلیف ہے۔" تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پھر کس لئے؟"

"بس یونہی، امی کہتی ہیں ہر بات ہر ایک سے نہیں کی جاتی۔"

"تو اس لئے تم چھپا رہی ہو؟" اس کی براؤن آنکھوں میں بہت غصہ جھلک رہا تھا جس سے وہ بچنا چاہ رہی تھی۔

"دیکھو شیزرے! تم مجھے بہت اچھی طرح جانتی ہو کہ میں تمہارے ساتھ بہت آونسیٹ رہا ہوں۔"نجانے کیوں اس کی نظر باہر کی طرف اٹھی وہ نجانے کیا کہنا چاہ رہا تھا جو کہتے کہتے رُک گیا۔

"آپ کیا کہنا چاہ رہے تھے؟" اس نے فہد کی طرف مڑ کر دیکھا۔

"ہر بات اتنی جلدی شیئر نہیں کی جاتی۔"

"اور میں آپ سے کر لوں اتنی جلدی شیئر۔"

"میری بات کچھ اور تھی اور تمہارا مسئلہ کوئی اور ہے۔" وہ بہت سنجیدگی سے بولا۔

"ٹھیک ہے جب آپ کسی سے شیئر نہیں کر سکتے تو میں بھی نہیں کر سکتی۔" اس نے زور لگا کر اپنی کلائی چھڑا لی۔

"تو دیکھو شیزرے! پھر میں تمام عمر تمہیں ٹارچر کرتا رہوں گا۔"

"نہیں آپ کو زیادہ دن انتظار نہیں کرنا پڑے گا آپ کی مجھ سے جان جلد ہی چھوٹ جائے گی۔" شیزرے نے بڑے دکھی لہجے میں کہا تو فہد مصطفی کے دل پر ایک گھونسا سا جا لگا۔

"شیزرے! تم اپنا کانفیڈنس کھوتی جا رہی ہو۔"

"آپ کو وہم ہے میں شروع سے ایسی ہی تھی بے یارومددگار۔"

"اس لئے تو کہتا ہوں کہ تم مجھے بتائو کہ وہ کون تھا تم کیوں چیخی تھیں۔"

"پلیز فہد! میں اپنی ہی نظروں میں گر جائوں گی مت پوچھو کہ کیا ہوا تھا۔"

"میں تمہیں گرنے نہیں دوں گا' یہ میری ذمے داری ہے۔"

"نہیں میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

"شیزرے! تمہیں کیا مجھ پر یقین نہیں ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے فہد!" وہ بہت سہم کر بولی۔

"تو پھر... کیا ہے یہ سب جو میں نے دیکھا جو میں نے سنا کیا وہ جھوٹ تھا؟"

"نہیں وہ سب سچ تھا جو تم نے سنا جو تم نے دیکھا۔"

"تو پھر وہ کون تھا؟"

"کہا ناں مجھے نہیں معلوم۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تو پھر میں کس سے پوچھوں' کون بتائے گا مجھے کہ وہ کون تھا؟"

"میں نے کہا ناں کہ میں نہیں بتا سکتی۔"

"مجھ پر تمہیں اعتبار نہیں ہے ہم لوگ غیر ہیں ناں اس لئے۔"

"نہیں' نہیں یہ بات نہیں۔"

"تو پھر ہم اس قابل نہیں وہ کوئی اور ہو گا جس کو تم سب بتا دو گی' ٹھیک ہے یاد رکھنا شیزرے! بھولنا نہیں' میں اس بات کو بھولوں گا نہیں۔" یہ کہہ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی' تبھی بڑی ممی کی سیل پر کال آئی۔

"کیا ہوا فہد! تم ابھی تک وہاں پہنچے نہیں؟"

"بس بڑی ممی! پہنچنے ہی والا ہوں۔" اس نے اسپیڈ بڑھائی' وہ بہت بوکھلائی ہوئی کار سے اتری تھی۔

"کیا ہوا شیزرے؟" رامین بڑی گھبرا کر بولی۔

"بس آپی!" وہ گھبرا کر نروس ہو گئی۔

"کیا ہوا۔" نورین پلٹ کر آئی۔

"بہت دیر کر دی نو بجنے والے ہیں ہم سب تو تیار ہو گئے بس تم ہی رہ گئی ہو اور بس حریم کے ڈریس کی ٹاچنگ رہ گئی ہے اور بڑی ممی بار بار فون کر رہی ہیں کہ تم لوگ کہاں ہو۔" ردا بولی تھی، تبھی رامین بولی۔

"جاؤ شیزرے! تم چینج کر لو ہم سب تو تیار ہیں۔"

"کیا ہوا تھا تم صبح سے غائب کیوں تھیں؟" رائمہ بولی۔

"دراصل اکو چچا کو بہت تیز بخار چڑھا تھا۔" عبیر قہقہہ لگا کر زور سے ہنسی تو شیزرے جھینپ سی گئی۔

"اچھا' اچھا چھوڑو تم جلدی کرو شیزرے تم یہ دیکھو بڑی ممانی کی پھر کال ہے۔" رامین ہیلو کہتے ہی بولی تھی۔

"بس ممانی جان! ہم پہنچ رہے ہیں تھوڑی دیر میں۔" یہ کہہ کر اس نے سیل آف کر دیا تبھی بیپ کی آواز پر اس نے دوبارہ سیل دیکھا' احمد کی کال تھی۔

"کتنی دیر ہے؟"

"بس ہم تھوڑی ہی دیر میں آ رہے ہیں' فہد رُکا ہوا ہے جو لوگ تیار ہو گئے ہیں وہ آ رہے ہیں۔"

"لیکن بڑی ممی کہہ رہی ہیں تم حریم کو چھوڑ کر مت آنا میں لینے آ رہا ہوں۔"

"اچھا اچھا ٹھیک ہے تم تقریباً 9:30 تک ہمیں پک کر لو۔" فہد مصطفی کے ساتھ ریشمین اور ربیعہ لوگ لوٹ آئیں جبکہ حریم' شیزرے اور رامین رُک گئی تھیں کہ وہ احمد کے ساتھ جائیں گی۔

تھوڑی دیر میں احمد بھی بیوٹی پارلر کے دروازے پر ہارن دے رہا تھا۔رامین' حریم کا بیوٹی بکس تھامے حریم کو ساتھ لئے نکلی تھی۔

"شیزرے! تم حریم کا شرارہ تھامو۔" رامین نے جھک کر اس کے ہاتھ میں تھمایا تھا اور بھاگ کر دروازہ کھولا تھا اس نے۔احمد بڑی التفات بھری نظروں سے رامین کو دیکھ رہا تھا تو رامین اس کو دیکھ کر ہنسی روکتے ہوئے اپنے ہونٹ بھینچ گئی۔

"کمال ہے تم سب آج بالکل اجنبی لگ رہی ہو۔" احمد مصطفیٰ حریم کو دیکھ کر بولا تھا تو حریم کے بھی ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"احمد! خاموش بیٹھو' یہ چھیڑ چھاڑ نہ کرو۔"

"کیوں کیا میک اپ اُتر جائے گا' اچھا زور سے ہنسو گی تو لپ اسٹک پھیل جائے گی۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے بس ویسے ہی کہہ دیا' جوک سنانے کی ضرورت نہیں۔" رامین بہت سنجیدگی سے بولی۔

"ایک تو تم ہر وقت کلاس کی طرح لیکچر شروع کر دیتی ہو۔" اس نے گاڑی ریورس کرتے ہوئے اسے دیکھا۔رامین کی نظریں حیا سے جھک گئی تھیں اس

کی آنکھوں میں محبت کی ایک لو جل رہی تھی' اس کے قریب حریم سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"ہمیں ہے شوق کہ دل بھر کے تم کو دیکھیں گے
تمہیں ہے شرم تو آنکھوں پر ہاتھ رکھ لینا"

وہ بہت شوخ لہجے میں ردھم بھری آواز میں بولا تو رامین سمٹ سی گئی۔

"احمد بھائی! یہاں غلط فہمی ہو رہی ہے آپ وضاحت کریں کہ یہ شعر کس کے لئے ہے۔" شیزرے رامین کو شرماتے ہوئے دیکھ کر بولی تھی۔

"جس کے لئے بھی کہا ہے اسے خبر ہے احمد مصطفیٰ کے دل کی۔" وہ ہنس کر ترنگ میں بولا تو رامین جھینپ سی گئی احمد کی نظریں بتا رہی تھیں کہ وہ ہنسے جا رہا تھا' فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی شیزرے نے مڑ کر رامین کو دیکھا تھا جس کا چہرہ ابھی تک بلش کر رہا تھا۔

......☆......

"پھپھو! دیکھیں میں کیسی لگ رہی ہوں؟" لمبی سی گھیروالی فراک جو سامنے سے اوپن تھی بڑے بڑے کھلے پائنچوں کا ٹرائوزر جس میں چوڑی چوڑی ہم رنگ بڑی قیمتی لیس لگی تھی سامنے گھوم کر آئینے میں دیکھتی ہوئی وہ سعدیہ پھپھو سے بولی تو وہ اسے پلٹ کر دیکھتی ہوئیں ہنس پڑیں۔

"وردہ! بہت خوبصورت لگ رہی ہو تم۔" تو اس نے بالکل ماڈل کے انداز میں پھر چل کر پھپھو کو دکھایا تھا۔

"یو نو پھپھو! یہ ڈریس میں نے بہت مہنگا خریدا ہے اس کی پرائس ایک لاکھ ہے' بابا فہد کی حرکت سن کر بہت ہرٹ ہوئے ہیں' مجھ سے بابا نے کہا کہ اتنا قیمتی لباس پہنو کہ جو دلہن کا بھی نہ ہو' یو نو پھپھو! حریم کا جو ڈریس ہے انڈر 15000 ہے اور وہ لو چیپ کیٹگری کی لڑکی شیزرے اس ڈریس کو دیکھ کر آنکھیں پھاڑے بیٹھی رہ گئی' مجھے تو وہ دلہن کا ڈریس بالکل چیپ اور چھچھورا سا لگ رہا تھا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو صرف اور صرف تمہارا ڈریس خوبصورت اور مہنگا ہو گا۔" سعدیہ پھپھو کا سر فخر سے اٹھ سا گیا' اس نے جھک کر آئینے میں دیکھا' فریش چہرے پر کلرنگ بال بے حد اچھے لگ رہے تھے' خوبصورتی کے انداز محبت کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے' اس نے کئی بار جھک کر خود کو آئینے میں ہر زاویے سے دیکھا وہ کسی ماڈل سے کم نہیں لگ رہی تھی' سعدیہ بھی تیار ہو کر اسی کی جانب پلٹ کر آئی تھیں۔

"پھپھو! اتنی جلدی نہیں تھوڑا محفل کو جمنے دیں' سب آ جائیں میں تب نیچے جائوں گی' پھپھو آپ مجھے غلط مت سمجھئے گا میں صرف اور صرف آپ کے سسرال والوں کو دکھانا چاہتی ہوں کہ ہم لوگوں کا اپنا ایک اسٹیٹس ہے' شیزرے کی کیا اوقات ہے ہمارے سامنے جو فہد کی نظروں میں' میں نے پڑھا ہے ناں وہ آپ کبھی نہیں جان سکتیں۔" وہ بہت تکبر سے گھوم کر آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ رہی تھی۔

"میری زندگی میں یہ ناممکن ہے' یہ سب بڑوں کا کیا دھرا ہے۔"

"تو پھپھو! آپ نے ان کو اتنی ڈھیل کیوں دی کہ وہ ایک دوسرے کے اتنے قریب آ گئے۔"

"میری جان! ایسا کب ہوا' کیسے ہوا مجھے خود پتہ نہیں چلا' وہ تو مجھے ندیم کی برتھ ڈے پر کچھ شک سا ہوا کہ آخر شیزرے کو اتنی اہمیت کیوں دی جا رہی ہے' پھر میں نے اس دن سے محسوس کیا کہ ہے کچھ ضرور' فہد ہمارے پاس ہوتے ہوئے بھی ہمارے پاس نہیں ہوتا' احمد کو دیکھا تو وہ عمیرہ بیگم کے بہت قریب ہو چکا ہے' رامین میں انٹرسٹڈ لگتا ہے اور کس طرح سے یہ لوگ خود کو بڑے صاف ستھرے کہتے ہیں' بیٹیوں کو

ڈھیل دے رکھی ہے اور بدنصیبی تو ہمارے ساتھ وردہ یہ ہوئی ہے کہ کرن اور عبیر انہیں سپورٹ کرتی ہیں۔"

"بس آپ دیکھتی جایئے پھپھو کہ میں ان لوگوں کا کیا حشر کرتی ہوں۔"

"نہیں وردہ نہیں' تم کچھ نہ کرنا پتہ ہے ان لوگوں کی ہوشیاری کا راز کیا ہے' محبت... تم بھی پیار اور محبت سے یہ جنگ جیتو گی' فہد صرف تمہارا ہے

اور صرف تمہارا' یہ میرا وعدہ ہے اپنے بھائی سے' چلو آئو میرا خیال ہے اب سب لوگ آ چکے ہیں۔" انہوں نے اوپر ٹیرس سے جا کر لان میں جھانکا تھا تبھی وہ اترتی ہوئی نور محل کی راہداری سے گزرتی ہوئی لان کی طرف آ رہی تھی۔سامنے احمد گیٹ کھولے کھڑا تھا اور شیزرے ' حریم کا شرارہ تھامے آگے بڑھ رہی تھی' وردہ نے اپنے چاروں طرف فہد کو دیکھا تھا مگر وہ کہیں بھی اسے نظر نہیں آیا پھر مڑ کر جونہی وہ آگے بڑھی فہد تیزی سے آتا ہوا نظر آیا تھا لیکن اس نے ایک بار بھی سامنے سے آتی ہوئی وردہ کو نہیں دیکھا بلکہ وہ بڑے شوق اور تجسس سے حریم کو آتا ہوا دیکھ رہا تھا' حریم کے ساتھ چلتی ہوئی شیزرے پر ایک نظر پڑی تو بلیو اور گولڈن کامبی نیشن میں پہلی بار اس نے بنی سنوری شیزرے کو دیکھا تھا' وہ اتنی منفرد اور نمایاں سی لگ رہی تھی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وہ حریم کے سنگ آ رہی تھی تبھی وردہ حریم کی بائیں جانب آ کھڑی ہو گئی' احمد زوہیر کے ہاتھ سے کیمرہ لے کر مووی بناتا ہوا چل رہا تھا۔مووی میکر بھی لگے ہوئے تھے۔ہر طرف سے کھٹا کھٹ سیل پر بھی لوگ اسنیپ بنا رہے تھے۔فہد نے بھی اس وقت حریم کے کئی

پوز لئے تھے مگر وردہ کو یوں لگ رہا تھا کہ حریم کے ساتھ ساتھ اس نے شیزرے کو بھی فوکس کیا ہے' اس نے تلملا کر ایک گہرا سانس لے کر حقارت بھری نظر شیزرے پر ڈالی تھی لیکن وہ لوگ سب چلتے ہوئے نور محل کے گارڈن میں داخل ہو چکے تھے۔

......☆......

جب یہ لوگ نور محل پہنچے تو تقریباً تمام مہمان آ چکے تھے۔سبھی لڑکیاں جلدی سے باہر آئی تھیں' فہد مصطفی بہت پہلے عباد کو لے کر آ چکا تھا' بس دلہن کے آنے کی دیر تھی' حریم کو سب لے کر سامنے بنے ہوئے دلہن کے اسٹیج پر لے آئے تھے۔سفید موتیوں اور گلاب کی لڑیوں سے سجی ہوئی پالکی نما اسٹیج کے اندر حریم کو لے کر آئے' تھوڑی سی دیر میں بڑے ماموں نکاح کے لئے اجازت لینے اندر آئے' دستخط کرتے وقت اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے وہ بہت نروس اور گھبرائی ہوئی تھی۔زوہیر مسلسل حریم کو فوکس کر رہا تھا چند لمحوں بعد ہی نکاح کی تقریب ہو گئی اور دعائوں اور سلاموں کے

تبادلے ہونے لگے' لڑکیوں نے خوب ایک دوسرے پر پھول پھینکے تبھی عذرا ممانی شیزرے کے ساتھ اسے لینے آئیں' سبھی لڑکیوں کے جھرمٹ میں وہ دور تک بچھے ہوئے ریڈ کارپٹ پر آہستہ آہستہ چل رہی تھی کوئی اس کا دوپٹہ سنبھال رہا تھا تو کوئی جھک کر اس کا شرارہ اور وہ خود عالم خواب میں چلتی آہستہ آہستہ اسٹیج کی جانب بڑھ رہی تھی' ساتھ ساتھ چلتی لڑکیوں کی شوخیاں اپنے عروج پر تھیں' زوہیر کیمرہ لئے بھاگ کر اسٹیج کے قریب پہنچا تھا۔

"دے یار! کیمرہ۔" احمد نے زوہیر کے ہاتھ سے مووی کیمرہ لے لیا۔

"یار! یہ ہینڈی کیم ہے بڑے کام کی چیز' جس کو چاہو فوکس کر کے دیکھتے رہو کسی کو خبر ہی نہیں۔" وہ ہنس کر بولا۔

"تو کیا احمد مصطفی اتنا بیوقوف ہے۔" اس نے اپنے بھاری جوتے سے زوہیر کا پیر دبایا تو احمد نے حریم کا پوز لیتے لیتے رامین کو فوکس کر لیا اور دو قدم پیچھے ہوتے ہوئے اس نے کھٹ سے اپنا سیل نکال کر کال کی اور بولا۔

"تم سامنے تو دیکھ نہیں رہی ہو' سامنے دیکھو ناں۔" رامین نے سیل کی بیپ پر چونک کر سیل کان سے لگایا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" گھبرا کر اس نے سامنے دیکھا تو وہ اسی کو فوکس کیے ہوئے ہنس رہا تھا۔

"ہزاروں لوگوں کے سامنے تم اس طرح کا بیہودہ مذاق مت کرو مجھ سے۔" اس نے کھٹ سے سیل آف کر کے چہرہ دوسری طرف موڑا تھا' جتنی دیر بھی وہ اسٹیج کی طرف بڑھتی رہی۔احمد نے رامین کو ہی فوکس رکھا تھا۔

"دے دے میرے بھائی! بس کر ورنہ چھوٹی ممانی کی تجھ پر نظر پڑ گئی تو اسی بھرے مجمعے میں کلاس لے لیں گی۔"

"جا جا بہت دیکھی ہیں چھوٹی ممانیاں' یہ احمد مصطفی کا دل ہے کوئی ٹاور پر لٹکا ہوا گھڑیال نہیں۔" ہنستے ہوئے زوہیر کے ہاتھ میں کیمرہ تھما کر لڑکیوں کو راستہ دینے کے لیے وہ اسٹیج سے اتر آیا تھا۔حریم کو لا کر اسٹیج پر بٹھایا گیا تو عبیر' کرن' ریشمین' نورین دولہے کی طرف سے عباد کو اسٹیج پر لائی

تھیں۔احمد لان کے بالکل آخری سرے پر کھڑا پھر رامین کے سیل پر بیل دے رہا تھا' وہ اپنی کسی کولیگ کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔

"اب کیا پرابلم ہے تمہیں' کیا ہوا اب؟" وہ بہت غصے بھرے لہجے میں بولی۔

"اتنی بڑی گیدرنگ میں' میں تمہیں ڈھونڈ رہا تھا تم نظر نہیں آ رہی تھیں۔"

"میں سامنے ہی تو ہوں' چیکو والی رو میں ہوں۔"

"وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں' تم سے میں نے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

"اس وقت ایسی کیا اہم بات ہو گی' احمد! پلیز یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔"

"بس ایک چھوٹا سا پرابلم ہے جو میں تم سے شیئر کرنا چاہتا ہوں تم فوراً اٹھ کر پول سائیڈ پر آئو۔"

"اُف احمد! میں جانتی ہوں بات بہت معمولی سی ہو گی لیکن تم..." وہ سوری کہہ کر تھوڑی دیر کے لئے اٹھ کر آئی اسی طرف جدھر احمد تھا۔

"بولو احمد! کیا کہنا ہے تمہیں؟" وہ بہت سنجیدگی سے بولی۔

"آج تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔" وہ بھی اتنی ہی سنجیدگی سے بولا۔

"شٹ اپ۔" وہ منہ پھیر کر کھلکھلا کر ہنس پڑی اور وہاں سے سیدھی اسٹیج کی جانب بڑھی تھی جہاں عباد کو لایا جا رہا تھا' جونہی اسٹیج پر فہد آیا شیزرے آہستہ سے اٹھی تھی' فہد مصطفی کی ایک نظر شیزرے کے وجود پر پڑی تو وہ وہیں لرز کر تھم سی گئی اور جلدی سے اپنا دوپٹہ سنبھالتی ہوئی بہت تیزی سے اسٹیج سے نیچے آئی تھی' رامین کو ڈھونڈتی ہوئی وہ آگے بڑھی تو دلہن چچی سے ٹکراتے ٹکراتے بچی' انہوں نے بہت غور سے شیزرے کو دیکھا تھا ایک ایک چیز کو پھر ان کی نظر شیزرے کے گلے میں پڑے ہوئے ہار پر اٹک گئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"شیزرے! یہ کہاں سے آیا؟" انہوں نے شیزرے کے گلے میں پڑے ہار کو ہاتھ میں لیتے ہوئے پوچھا' شیزرے کو تو یوں لگا کہ اس کا دَم نکل جائے گا ابھی وہ بول ہی رہی تھی کہ وہ خود بول پڑیں۔

"یہ تمہیں اماں نے دیا ہے ناں؟" تو اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"آئو میرے ساتھ۔" انہوں نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنی جانب کھینچا اور آگے بڑھیں۔

"اماں! آپ اس سیٹ کی قیمت جانتی ہیں؟" وہ شیزرے کا ہاتھ تھامے تھامے بولیں۔

"چھوٹی دلہن! جبھی تو میں نے اسے دیا ہے۔"

"اماں! یہ آپ کی کون لگتی ہے یہ اس گھر کی بیٹیوں کا حق ہے اور آپ نے اس معمولی سی دو ٹکے کی لڑکی کو اتنا قیمتی ہار تھما دیا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

”دیکھیں چھوٹی دلہن! یہ بات ہم بعد میں کریں گے آپ جائیں۔“ انہوں نے شیزرے کا ہاتھ پکڑ کر خود سے قریب کر لیا۔وہ غصے سے چلی گئی تھیں مگر یہ ان سے برداشت نہیں ہو رہا تھا‘ پھر رخصتی کا وقت آ گیا عباد کے لئے عذا بھابی نے ہوٹل میں کمرہ بک کروایا تھا رخصتی کے وقت سب لڑکیاں حریم کو ہوٹل چھوڑنے آئی تھیں۔

نور محل سے سب لوگ آہستہ آہستہ رخصت ہو رہے تھے۔بہت قریبی رشتے دار جن میں فائزہ پھپھو‘ عمیرہ پھپھو‘ سجاد مصطفیٰ کے ایک دو کزنز اور ان کے بچے باقی رہ گئے تھے‘ حریم کی گاڑی کے پیچھے سارے کزنز اس کو ہوٹل تک چھوڑنے آئے تھے‘ رات کافی بیت چکی تھی تب عذرا بھابی اور فائزہ پھپھو نے کہا۔

”بھئی بچو اب چلو‘ نکلو حریم کے روم سے سب۔“

”نو پھپھو! ہم ابھی نہیں جائیں گے۔“ ندیم بیڈ پر پھیل کر لیٹ گیا تھا۔

”بالکل نہیں گھر چلو۔“

”دیکھ لیں فہد بھائی! کتنا اچھا ڈیکوریٹ روم شیرٹن میں ممی نے کروایا۔“ ندیم بولا۔

”یہ اسپیشلی فہد بھائی کو کیوں بتایا جا رہا ہے؟“

”تو پھر میں احمد بھائی کو دکھا دیتا ہوں‘ ویسے اب باری تو انہی کی ہے۔“ فہد کو اس بات پر زور کی ہنسی آئی تھی اور احمد بہت مسکین سی صورت بنا کر رامین کو دیکھ رہا تھا‘ شیزرے نے ریشمین کا ہاتھ دبا کر آہستہ سے احمد کی طرف اشارہ کیا تھا۔

”بس اٹھو چلو۔“ عذرا نے ندیم کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا‘ وہ ہنستے ہوئے کروٹ بدل کر حریم کی جانب دیکھتا ہوا بولا۔

”عباد بھائی سے آج ٹھیک ٹھاک حساب لیجئے گا حریم آپا! یوں کیوں افسردہ سی آپ سر جھکائے بیٹھی ہیں۔“ تو فائزہ پھپھو بڑھ کر دوبارہ گلے لگا کر بیٹی کو بولیں۔

"میری جان! تمہیں وہی ملا جو تمہارے نصیب کا حصہ تھا۔" اس نے بے بسی سے آنکھیں کھول کر ماں کو دیکھا اور پھر سر جھکا لیا۔

"عباد! اب تم یہیں بیٹھو، ہم سب چلتے ہیں۔" بڑی ممی بولیں۔سب کے جانے کے بعد عباد پلٹا تھا۔ہنوز وہ ابھی تک اسی پوزیشن میں سر جھکائے بیٹھی تھی، کوپر میرون اور گرین کامبی نیشن کے ڈریس میں ماتھے پر گرین رنگ کا جھومر اور ٹیکہ فانوس کی روشنی میں دمک رہے تھے اس کے اطراف میں لگے ہوئے بڑے بڑے آئینوں میں اس کا عکس ہر زاویے سے نظر آ رہا تھا۔ بھینی بھینی مہک نے ماحول کو بہت خوبصورت اور پرکشش بنا دیا تھا۔عباد نے ایک نظر اس پر ڈالی اور آہستہ سے بڑھ کر بیڈ پر اس کے سامنے ٹک گیا تھا۔مہندی اور چوڑیوں کو ایک چور بھری نظر سے اس نے دیکھا تو اس کی نظریں پیروں پر پڑیں جو

اناری رنگ کے ڈیزائن میں توجہ مانگ رہے تھے، اس نے بڑی شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔مہندی کے رنگ سے بھری اس کی

ہتھیلیوں کو اس نے اپنے سامنے پھیلا کر جھکتے ہوئے ہنس کر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔وہ جھرجھری لے کر ایک دم سے اپنے اندر سمٹ گئی، اسے یوں لگا کہ جیسے کوئی جلتا ہوا انگارا اس کی ہتھیلی میں آن گرا ہو۔اس نے تلملا کر اپنی نظریں اٹھا کر عباد کو دیکھا تھا، مسکراتاہوا عباد اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

"حریم!" اس نے مسکرا کر اس کے دونوں ہاتھ پھر تھام لیے تھے، ضبط کے باوجود حریم کے آنسو بہنے لگے۔

"پلیز حریم! میری بات سنو۔" تو اس نے ٹشو سے آنسوئوں کو پونچھ کر عباد کی جانب دیکھا تھا۔

"مجھے کوئی بات نہیں سننی۔"

"لیکن حریم! میری کچھ مجبوریاں تھیں۔" وہ ہنستے ہنستے بالکل سنجیدہ ہو گیا۔

"عباد! میں تمہاری مجبوری کو اپنی جیسی ہی مجبوری سمجھتی ہوں۔"

"میں ایسا نہیں چاہتا تھا' میں نے تم سے ہر بار ملنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا' تم خود تو کوئی فیصلہ کر سکتی تھیں۔" آنسو تھے اس کے کہ بہے چلے جا رہے تھے۔

"حریم! مجھے معاف کر دو' صرف میری بات سن لو کہ ایسا کیوں ہوا۔"

"مت لگاؤ ہاتھ بار بار مجھے تم۔"

"کیوں کیا میرا شرعی حق نہیں ہے؟"

"ہو گا لیکن میں تم سے کمپرومائز نہیں کر سکتی' ہمارے درمیان جو گیپ آیا ہے وہ پل جو بیت گئے انہیں میں نہیں بھول سکتی۔"

"تو پھر تم نے انکار کیوں نہیں کیا' میں خود بھی نہیں چاہتا تھا کہ تمہیں اس طرح سے دھوکا دوں۔"

"یہ دھوکا میں نے جان بوجھ کر کھایا ہے صرف بڑے پاپا کے لئے۔" تو عباد کو ایک بجلی کا کرنٹ چھو کر گزر گیا۔

"تو جو تم سمجھتی ہو' میری فیلنگز تم سے الگ تو نہیں۔" یہ سن کر وہ ساکت سی ہو گئی۔

"لیکن تم مجھے موقع تو دو' میری بات تو سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"پلیز عباد! خود کو حریم کے دل ہیںڈھونڈنے کی کوشش مت کرو' یہاں اب کچھ نہیں ہے۔" اس کے ماتھے کی بندیا آہستہ سے ہلی تھی' کوپر اور میرون کلر پر گولڈن دبکے سے بھاری دوپٹہ' ہلکا سا سرک گیا تو اس کے بلیک بلیک ریشمیں بال نظر آنے لگے' نہ چاہتے ہوئے بھی عباد کی ایک نظر پھر اس پر پڑی تو نجانے وہ کون سا لمحہ تھا کہ اس نے نظریں جھکا لیں۔

"دیکھو حریم! یہ تمہارے لیے ہے۔" اس نے بہت خوبصورت سا ڈائمنڈ کا سیٹ اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔

"عباد! میں کوئی بے جان مورتی نہیں جس کو تم یہ قیمتی چمکتے ہوئے ہیرے جواہرات کا سیٹ چڑھانے آئے ہو' صرف ایک بات بتا دو عباد' میں بے حد فراخدلی سے تمہیں معاف کر دوں گی جو تم نے کیا ہے وہ اگر میں کرتی تو...

کیا پھر بھی تمہارے دل میں میرے لئے اتنا ہی پیار ہوتا؟ کیا پھر بھی تم حریم کو ٹوٹ کر پیار کرتے؟ کیا پھر بھی تم یونہی میری ایک جھلک کے لئے بے قرار رہتے؟ کیا یہ میری مہندی کی خوشبو پھر بھی تمہیں اچھی لگتی؟" اس نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔

"بولو عباد مصطفیٰ! کیا پھر بھی میں تمہارے دل میں بسی رہتی؟ مجھے معلوم ہے تم کچھ نہیں بولو گے۔مجھے معلوم ہے تم جھوٹ بول نہیں سکتے اور سچ بولا نہیں جا رہا۔میں جانتی ہوں تم بھی ایک مرد ہو اور محبت میں مرد تنگ نظر ہوتا ہے۔"

"صرف ایک بار تم میری بات تو سن لو۔" وہ جلدی سے بولا۔

"کیا تم سمجھتے ہو کہ میں انجان ہوں، لاعلم ہوں، مجھے سعدیہ ممانی نے کچھ نہیں بتایا، تم مجھ سے بھی تو شیئر کر سکتے تھے تو مجھے اتنا دکھ نہیں ہوتا۔"

اس نے اپنے آنسو پونچھ لئے تھے۔

"لیکن میں نے شیزرے کے خط میں سب کچھ لکھ دیا تھا میرا خیال تھا کہ تمہیں میری مجبوری کا احساس ہو گا۔" وہ بہت دکھی لہجے میں بول کر یک ٹک سامنے سجی ہوئی حریم کا وہ روپ دیکھ رہا تھا جس کو اس نے سوچا تو کئی بار تھا پر دیکھ آج رہا تھا۔

"تم مجھے ایک موقع تو دو تم صرف ایک بار شیئر کر کے دیکھو میں تمہاری غلط فہمی دور کر دوں گا حریم! میں نے بہت کوشش کی کہ میں تم سے ملوں لیکن میں نہیں مل سکا۔"

"میں اتنی خاص نہیں ہوں اس لئے لوگوں نے مجھے اتنا بے خبر رکھا کہ میری ذات کو خود خبر نہیں ہوئی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، لیکن عباد مصطفیٰ! میں اب اتنی بھی گئی گزری نہیں ہوں کہ میرے دل میں تم نقب لگا کر اتر سکو۔"

"میں کوشش تو کرتا رہوں گا، شاید کسی دن۔"

"ہر بار تمہیں ناکامی ہو گی۔"

"چلو کوئی فرق نہیں پڑتا میرے مقدر میں ناکامی ہی لکھی تھی یہ سزا تمہارے ہاتھوں ہی سہی۔" اس نے پھر بڑے پیار سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

'کہا ناں عباد مصطفی! ایسا نہ کریں۔" اس نے اپنا ہاتھ عباد مصطفی کے ہاتھ سے کھینچ لیا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے ہم کوئی اور بات کرتے ہیں۔"

"کس لمحے کی بات؟"

"ان لمحوں کی بات جب ہم ایک دوسرے سے بے حد قریب تھے۔"

"میں نے کہا ناں عباد مصطفی! کہ تم خود کو حریم کے اس دل میں مت ڈھونڈو۔"

"اگر ڈھونڈ لوں تو..." اس نے ایک جھٹکے سے اس کے بازو کو پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹ لیا' اس کی بندیا اس کا جھومر اس کے کانوں میں پڑے ہوئے بڑے بڑے آویزے ملتے رہے' وہ اپنی بے بسی پر دم بخود عباد کو دیکھتی رہ

گئی۔اس کا چہرہ اس کے چہرے سے اس قدر قریب تھا ایک ہاتھ سے اس کے بازو کو کچھ اس طرح سے تھام کر خود سے قریب کیا تھا کہ وہ عباد کے سینے سے لگی غصے سے تڑپ کر بولی تھی۔

"میں اس کو ظلم اور بربریت کا نام دوں گی۔"

"اچھا تو میں اپنا ایک روپ اور دکھاتا ہوں' اس کا کیا نام ہو گا؟" اس نے اس کے دوپٹے کو پورے کا پورا اپنے ہاتھ میں یوں لپیٹا کہ پنوں سے کھل کر وہ آزاد ہو گیا۔

"یہ وحشی پن ہے۔" اس نے گھبرا کر اپنے دونوں ہاتھوں کا بکل مار کر عباد کو گھور کر دیکھا۔

"میری جان حریم! اس وقت کوئی تمہیں مجھ سے نہیں بچا سکتا' بس سیدھی طرح سے میرا تحفہ جو میری ماں نے دیا ہے قبول کر لو ورنہ میں اس سے بھی زیادہ..." وہ اس کی طرف بڑھا تو وہ سمٹ کر گھبرا کر بولی۔

"عباد...! تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔"

”جی نہیں آپ کو کچھ زیادہ ہی خوش فہمی ہے لیکن یہ سیٹ...“ وہ سیٹ ہاتھوں میں تھام کر اس کی جانب جھکا تو اس نے بغیر مزاحمت کیے ہوئے وہ ہار گلے میں ڈال لیا تھا۔

”گڈ! تم بے حد کمزور اور نازک سی لڑکی ہو، بے بس اور مظلوم، آج کی رات کوئی تمہاری آواز بھی نہیں سن سکتا۔“ اس نے دوبارہ اس کا مہندی بھرا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے بہت قریب کرتے ہوئے ہتھیلی پر بوسہ دیا تو وہ بہت گھبرائی ہوئی اور سہم کر اسے دیکھ رہی تھی، وہ بڑی دیر تک اس کے ہاتھوں میں پڑی چوڑیوں کو مہندی بھرے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا اور اس کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی معنی خیز مسکراہٹ اور آنکھوں میں اس کی شرارت اتر آئی تھی۔

”میں تمہارے کسی بھی عمل کو وحشی پن کہوں گی جس میں میری رضا شامل نہ ہو۔“

”تو میں وحشی ہوں، یہ بربریت ہے ظلم ہے سارے استحقاق کے باوجود میں پھر بھی تمہارا مجازی خدا ہوں۔“ قریب رکھے ہوئے پھولوں کی ٹہنی نکالی جو ننھی کلیوں سے بھری تھی۔

”حریم!“ وہ بہت کرخت لہجے میں بولا، اس نے گھبرا کر دیکھا اس نے پھر ایک جھٹکے سے بازو سے پکڑ کر اپنے اوپر گرا لیا اور وہ خوف اور بے بسی سے کچھ بولنے ہی والی تھی کہ پھول کی ٹہنی سے بڑے پیار سے اس کے ہونٹوں کو چھوتے ہوئے بولا۔

”یو آر ڈیلیکیٹ مائی سویٹ عباد کی جان!“ سہمی ہوئی ہرنی کی طرح اس نے عباد کی جانب دیکھا تو وہ ہنس رہا تھا۔

”تم تو سچ مچ مجھ سے ڈر گئیں، وحشی ظالم نجانے کیا کیا بولے جا رہی تھیں میں تو تمہیں ڈرا رہا تھا۔“ وہ ایک ہلکا سا قہقہہ لگا کر اس کے بے حد قریب آیا۔

”بس عباد مصطفی! میں اپنے اور تمہارے درمیان ایک فاصلہ رکھنا چاہتی ہوں۔“

”یہ ناممکن ہے تم میری ہو۔“ اس نے بہت پیار سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”شاید یہ میرا نصیب ہے۔“ اس نے کسمسا کر اپنا ہاتھ عباد مصطفی کے ہاتھ سے آزاد کرانا چاہا۔

”بیوقوف لڑکی، ایسا کچھ نہیں ہے تم خوامخواہ مجھ سے ڈر رہی ہو۔“ اس نے گلاب کی ٹہنی سے اس کے ہونٹوں کو بہت پیار سے چھوا تھا۔

”میں جانتی ہوں کہ تم خود کو ڈھونڈ رہے ہو لیکن عباد مصطفی بہت دیر ہو گئی۔“

”نہیں حریم! محبت میں کبھی دیر ہوتی ہی نہیں ہے نہ صبح نہ رات، وسیع ایک سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا پانی ہے جو کبھی اپنا راستہ نہیں بدلتا، محبت ہمیشہ ایک سمت میں چلتی ہے وہ اپنے زاویہ نگاہ میں رہتی ہے۔“ وہ ایک پھیکی سی ہنسی ہنس کر بہت غور سے اسے دیکھنے لگا۔

”تو اس محبت کو صرف زاویہ نگاہ تک ہی محدود رکھیں، کسی کو چھو لینے سے احساسات نہیں جاگتے عباد مصطفی! یو نو تم مجھے کھو چکے ہو، اب کھوئے ہوئے دل میں تم محبت کی روشنی ڈھونڈنے آئے ہو۔“

”اگر محبت نہ ہوتی حریم تو میں تمہیں اتنا بے خبر بھی نہ رکھتا مگر پاپا کے لئے فہد اور احمد کی محبت کے لئے وہ ایک ایک پل ان کے ساتھ جینا چاہتے ہیں شاید اسی لیے میں نے ممی کے کہنے پر سر جھکا دیا ورنہ عباد مصطفی اس قابل تو نہیں تھا کہ وہ تمہارے سامنے آتا لیکن زندگی مجھے نجانے کیوں تمہارے سامنے لے آئی ہے، تم میری دسترس میں ہو ضرور مگر تمہاری طلب میں، میں اتنا خود غرض بھی نہیں۔بہرحال اس خوبصورت رات میں...“ اس نے اپنے اطراف میں خوشبوئوں میں بسے ماحول کو محسوس کرتے ہوئے کہا تھا۔

”تم جیسا چاہتی ہو میں ویسا ہی بن جائوں گا۔لگ رہا ہے تم بیٹھے بیٹھے تھک سی گئی ہو، جائو تم چینج کر کے آرام کرو۔“ سامنے بیٹھی ہوئی حریم کے پاس

اب کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں رہا تھا‘ وہ تھکے تھکے وجود سے بیڈ سے نیچے اتری‘ بھاری شرارے اور دوپٹے کو سنبھالتے ہوئے۔

”حریم!“ وہ بڑے سنجیدہ لہجے میں بولا‘ وہ جاتے جاتے پلٹ کر ایک دم سامنے آ گئی۔

”میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔“

”جی۔“ اس کی نظریں عباد کے چہرے پر ٹک سی گئیں‘ وہ آف وہائٹ شیروانی اور کلرنگ ہیئر میں کتنا کھلا کھلا مگر کتنا اجنبی اور کتنے فاصلے پر‘ ہر چند کہ وہ اس کی سانسوں کی آہٹ بھی سن رہی تھی‘ پھر ایک لمحے کے لئے وہ نظر موڑ کر رکی رہی کہ عباد پھر کچھ کہے گا۔

”حریم! میں سچ کہتا ہوں ناں۔“ اس کی آنکھوں میں پھر بڑی گہری شرارت اتر آئی۔اس نے دونوں کاندھوں سے پکڑ کر سامنے کھڑی ہوئی حریم کو موڑا۔

”ایک بار تم نظر اٹھا کر سامنے تو دیکھ لو‘ آج تم بے حد خوبصورت لگ رہی ہو۔“ حریم کی نظریں سامنے آئینے میں پڑتے ہی جھک گئی تھیں‘ وہ بہت

تیزی سے پلٹا تو وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھی‘ سارے گہنے ایک ایک کر کے اس نے اتار کر ٹیبل پر رکھ دیئے۔اس نے سامنے دیکھا آنکھوں کا کاجل ہلکا ہلکا پھیل گیا تھا‘ بالوں میں لگی ہوئیں کلیاں کھل کر پھول بن گئی تھیں۔

”کیا ہوا؟“ وہ اٹھ کر اس کے بے حد قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

”کیا میرا تعریف کا انداز تمہیں اچھا نہیں لگا‘ کچھ میں نے تم سے کہا۔“ وہ گہری سانس لے کر بہت غصے سے اٹھی تھی‘ واش روم بند کر کے وہ دل بھر کر روئی تھی‘ بہت دیر تک وہ واش روم میں اپنا میک اپ اتارتی رہی‘ تبھی عباد مصطفی نے دروازے پر ہلکا سا ناک کیا تھا۔

”بہت دیر ہو گئی حریم‘ باہر آئو۔“ تو آہستہ سے دروازہ کھول کر وہ باہر آئی تھی۔ریڈ رنگ کی نائٹی میں اس کا نازک سا مہکتا ہوا جسم نظر آ رہا تھا‘ میرون اور کاپر دوپٹے کو وہ اپنے اوپر پھیلائے ہوئے باہر نکلی تھی۔

”میں باہر چلا جائوں۔“ وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"پلیز عباد! آپ مجھے ڈسٹرب نہ کریں' میں یہاں صوفے پر بیٹھ کر رات گزار لیتی ہوں' کم از کم اس حلیے میں تو آپ کے سامنے نہیں سو سکتی۔"

"کیوں اتنا حق تو ہے مجھے۔" اس نے اس کا دوپٹہ اپنے ہاتھوں میں لپیٹ لیا تھا۔

"اتناتو حق ہے مجھے کہ میں دیکھ سکتا ہوں تمہیں۔اوکے' اوکے تم روہانسی مت ہو' میں تم سے خود پردہ کر لیتا ہوں۔" وہ تکیہ اٹھا کر صوفے پر اس طرح سے لیٹا کہ تکیہ اس کے چہرے پر تھا' حریم کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تو تھی۔

......☆......

رات کافی بیت گئی تھی جب یہ لوگ نور محل پہنچے۔نعیم اور زوہیر اور ندیم تینوں بڑی سی اسکرین پر آج کی مووی دیکھنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے تبھی ندیم ہنس کر شیزرے کے قریب پہنچا تھا۔

"شیزرے! احمد بھائی کافی کے لئے کہہ رہے ہیں۔" تو دادو جلدی سے بول پڑیں۔

"خدا کا خوف کرو' رات کے تین بج رہے ہیں اور یہاں کافی پینے جا رہے ہو۔"

"نانو! کافی نہیں ہم کافیاں پینے جا رہے ہیں۔" نعیم نے ٹکڑا لگایا۔

"بچی تھک کر چُور ہو رہی ہے خدا کا خوف کرو تم لوگ' جائو کسی اور سے بولو' شیزرے تو میرے کپڑے تہہ کر کے رکھ رہی ہے۔"

"دادو! رات کے تین بج رہے ہیں۔" ندیم نے ان کا گھٹنا ہلایا۔

"تو ہم کیا کافیاں پی رہے ہیں۔"

"دادو! کافی پی لیں اس سے تو بہتر یہی ہے کہ آپ تین بجے کپڑے رکھوا رہی ہیں ظلم کی انتہا ہے۔" ندیم ہنس کر بھاگا۔

"بس میں دو منٹ میں آتی ہوں۔" وہ ندیم کو دیکھ کر بولی تھی۔

"چلیں ٹھیک ہے میں آگے بات پہنچاتا ہوں‘ آ جائو آپ جلدی سے‘ ہم آج کی مووی دیکھ رہے ہیں۔"

"نعیم بھائی! آپ لوگ انتظار کریں میں چینج کر کے آ رہی ہوں۔" کرن جلدی سے اپنے روم کی طرف دوڑی‘ ریشمین‘ عبیر تو جلدی سے آ بھی چکی تھیں۔بڑے ہال میں بیٹھے سب بڑی سی اسکرین پر آج کی مووی دیکھ رہے تھے شیزرے کافی لے کر آئی تھی۔

"مائی گڈ بے بی!" احمد بہت پیار سے شیزرے کو دیکھ کر ہنسا۔

"ارے‘ ارے دیکھنا یہ رامین آپی کو کیا ہوا‘ یہ کس کی بات پر شرمائی جارہی ہیں۔"

"اوہو... ایک تو تمہیں کھوج بہت لگ جاتی ہے۔" عبیر جل کر بولی تھی۔

اوئے یار! ہے کوئی چکر ضرور۔"

"کیا ہے تم لوگوں کو فضول باتوں کے سوا بھی کچھ آتا ہے۔" رامین کو ایک دَم غصہ آیا اور وہ اٹھ کر باہر نکلی تو احمد جاتا ہوا اُسے دیکھ کر ہنسا تھا۔

"احمد بھائی! ہے کوئی چکر..." زوہیر ہنسا۔

"تو چلیں خالہ کے گھر۔" تو رائمہ مووی دیکھتے دیکھتے پلٹی۔

"کیا... کیا‘ زوہیر بھائی‘ کس کے گھر؟"

"تم مووی دیکھو مووی‘ کسی کے گھر نہیں۔" وہ گھبرا کر بولا۔

"بات کہہ کر مکر جانا بزدلی ہے۔" عبیر اکڑ کر بولی‘ تبھی زوہیر بولا تھا۔

"عبیر! ضروری ہے کہ تم ہر ایک کی بات میں ٹانگ اڑائو۔"

"لیکن میں نے تو یہی محسوس کیا ہے کہ میں بولتا ہوں تو تم بھی ضرور بولتی ہو۔"

"بڑی خوش فہمی ہے آپ کو۔"

"تو کیا کمی ہے ہمارے زوہیر بھائی میں۔" ندیم نے بہت پیار سے زوہیر کے گلے میں ہاتھ ڈال کر عبیر کو چھیڑا تھا۔

"بکواس مت کرنا ورنہ میں بڑے پاپا سے شکایت کر دوں گی۔"

"اف او... بڑا غصہ ہے تم تو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتیں' کیا کرو گی سسرال جا کر۔" زوہیر' عبیر کی ناک دبا کر بھاگ گیا۔

"تمیز نہیں ہے بالکل بھی۔" وہ غصے سے سرخ ہو رہی تھی۔

"کیا' کیا ہو رہا ہے تم سب اتنی رات کو شوروغل مچا رہے ہو دادو کی آنکھ کھل جائے گی۔" آتے ہی فہد بولا تھا۔

"لو جی آ گئے دادو کے غمخوار' کچھ دیر پہلے تو دادو اپنے کپڑوں کی الماری شیزرے سے ٹھیک کروا رہی تھیں۔" ندیم بولا تو فہد بولا۔

"لوگ بھی تو اپنی اہمیت دکھاتے ہیں، ایکٹیو بنتے ہیں۔"

"کون...؟" ریموٹ ہاتھ میں تھامے ندیم بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہ... یہ۔" اس نے شیزرے کی مووی کو ایک سیکنڈ کے لئے اسکرین پر روکا' فہد نے بہت غصے سے ندیم کی جانب دیکھا تو تھا مگر اس وقت وہ شیزرے کو اسکرین پر دیکھ کر خود بھی ہنس پڑا۔

"فہد بھائی! ایسے ہی آپ رہا کریں۔"

"کیسا رہا کروں؟" اس کے لہجے میں بھی شرارت ٹپک رہی تھی' ابھی تک شیزرے کی تصویر کو ندیم نے روکا ہوا تھا' شیزرے بھی غصے سے پیر پٹختی ہوئی باہر چلی گئی۔

......☆......

اس نے سامنے گھبرا کر دیکھا تو عباد واقعی سونے کے موڈ میں تھے لائٹ بند تھی مگر وہ جتنا دوپٹے میں خود کو سمیٹتی پھر بھی اس کے بازو نظر آ رہے تھے تبھی اس نے غصے سے سیل اٹھا کر بات کی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”بے شرم کہیں کی' یہ لباس ہے جو تم یہاں میرے لئے ڈریسنگ روم میں لٹکا گئی تھیں میں بازو ڈھکتی ہوں تو پیر کھلتے ہیں پیر چھپاتی ہوں تو بازو نظر آتے ہیں تم کوئی ڈھنگ کا لباس میرے لئے نہیں رکھ سکتی تھیں۔“

”تو کیا ہو گیا اتنی رات ہو گئی' اب تمہیں یاد آ رہا ہے کیا عباد بھائی کو کچھ اعتراض ہے۔“ شیزرے شرارت سے بولی۔

”جی نہیں مجھے اعتراض ہے میں اتنا بیہودہ لباس پہن کر نہیں سو سکتی' تمہیں تو میں آ کر بتاؤں گی جو تم نے کیا ہے۔“ وہ آہستہ سے اٹھی اور ایک نظر عباد پر ڈالی وہ شاید واقعی سو چکا تھا' وہ پلٹ کر واش روم سے دوبارہ اپنا ڈریس پہن کر آ گئی تھی' اس نے ایک نظر عباد پر ڈالی اور اپنا بھاری شرارہ سنبھالتی ہوئی بہت آہستہ سے بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔

صبح نجانے کس پہر اس کی آنکھ کھلی تو عباد واش روم سے باہر آ رہا تھا' تولیہ لئے اپنی گردن کو پونچھتا ہوا بار بار وہ اپنے چہرے کو رگڑ رہا تھا تو وہ جلدی سے گھبرا کر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”یہ کیا ہوا' میں تو سو گیا تھا' یہ تم نے کس لئے ڈریس چینج کیا۔“ عباد نے دوبارہ اس کو برائیڈل ڈریس میں دیکھا تو مسکرا کر بولا۔

”جی نہیں کسی کے لیے بھی نہیں۔“

”پھر کیا تم رات بھر یہی کام کرتی رہیں کبھی یہ ڈریس تو کبھی وہ ڈریس۔“ اس نے گھور کر عباد کو دیکھا جو گردن پر تولیہ ڈالے بڑی شرارت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”مجھے نائٹی جیسے بیہودہ لباس میں نیند نہیں آ رہی تھی۔“

”او... اچھا یہ بات تھی' میں سمجھا تم نے میرے لئے چینج کیا ہے۔“

”جی نہیں' آپ کو خوش فہمی ہے۔“ وہ تیزی سے بول کر واش روم گئی تھی۔ابھی تک کسی نے کونٹیکٹ نہیں کیا تھا وہ واش روم سے نکل کر آئی جیولری اٹھا کر وہ ہینڈ بیگ میں ڈالنے لگی۔

”کہاں چلیں۔“ وہ بہت ہنس کر بولا۔

”جہاں سے آئی ہوں وہیں جانا چاہ رہی ہوں۔“ وہ غصے سے پلٹی تھی۔

”او آئی سی، مگر تم اتنی خونخوار کیوں لگ رہی ہو، کیا ہوا ہے تمہیں۔“

”عباد! زیادہ بیوقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔“

”نہیں ہرگز نہیں، تم بنی بنائی ہو، مجھے کیا پڑی ہے کہ میں دوبارہ تمہیں بیٹھ کر بنائوں، بنانے والے نے بہت اطمینان سے سوچ کر تمہیں بنایا ہو گا۔“ دبی دبی مسکراہٹ لئے وہ اس کے قریب چلا آیا، وہ گھبرا کر آگے بڑھی۔

”دیکھو حری! میری بات سنو، آرام سے بیٹھو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم مجھ سے کمپرومائز کرو مگر میں اتنا ضرور چاہتا ہوں کہ تم میری بات سن لو۔“

”چھوڑیں میرے ہاتھ مجھے نہیں سننی آپ کی کوئی بات، آپ نے جو میرے دل کو تکلیف دی ہے وہ میں نہیں بھول سکتی، میں لمحہ لمحہ تمہاری جدائی میں نہیں مری بلکہ اپنی تذلیل کے احساس سے مری ہوں کہ تم نے مجھے اگنور کر دیا۔“ وہ آنسوئوں سے رو دی، وہ تڑپ کر اس کے بے حد قریب چلا آیا۔

”نہیں حری! مت رو، یہ سچ ہے کہ جو بات تم کہہ رہی ہو وہ میں بھول گیا تھا، میں ہر سزا کے لئے تیار ہوں، میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا کہ میں تمہیں یہاں آ کر دھوکا دوں، میں اس بات سے بھی لاعلم ہوں کہ یہاں پر لوگ کیا سوچ اور کر رہے ہیں۔اتنے بڑے سرپرائز پر تو میں بھی حیران تھا، میں نے کئی بار تم سے ملنے کی کوشش کی مگر ممی نے یہ کہہ کر مجھے خاموش کروا دیا کہ تم سب جانتی ہو۔“ اس نے اپنی انگلیوں سے اس کے آنسو پونچھے۔

”دکھ تو مجھے اس بات کا ہے کہ مجھے بھی سب نے لاعلم رکھا اور کسی طاق میں سجی ہوئی گڑیا کی طرح اٹھا کر تمہارے ساتھ باندھ دیا، میں کچھ نہیں سننا چاہتی میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔“

”صرف مجھے تم ایک موقع دو۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

”جو میں نے سن لیا وہ کافی ہے میں تمہارے منہ سے کوئی بات مزید نہیں سننا چاہتی، چھوڑیں میرا ہاتھ۔“ اس نے بہت غصے سے اپنا ہاتھ گھسیٹ کر بیڈ کے کونے پر مارا تھا کہ ساری چوڑیاں چُور چُور ہو گئیں۔

”حریم!“ اس نے اس کی کلائی سے چبھی ہوئی چوڑیوں کو ہٹاتے ہوئے کہا۔

”تم اس حد تک مجھ سے نفرت کرتی ہو۔“

”شاید خود سے۔“ وہ یہ کہہ کر سسک سسک کر رو رہی تھی، اس کی کلائی سے بہتے ہوئے خون کے سرخ قطرے دیکھ کر وہ حیران سا کھڑا تھا، پھر وہ خود ہی اپنے آنسو پونچھ کر کھڑی ہو گئی۔

”اٹ از اوکے۔“ وہ بہت شرمندہ شرمندہ نظریں اٹھا کر اس کی جانب مڑی تھی، وہ ابھی تک بہت غور سے حریم کو دیکھ رہا تھا۔

”سب کو پتہ لگا تو...“

”کسی کو نہیں پتہ لگے گا، جب کسی کو ہمارے دل کی خبر نہ ہوئی، یہ تو چند خون کے قطرے ہیں'۔اس نے ٹشو بکس سے کئی ٹشو لے کر اپنے ہاتھ کی کلائی کو صاف کیا، چوڑیوں کو اٹھا کر اس نے ڈسٹ بن میں پھینکا۔

”لائو مجھے دو میں صاف کرتا ہوں۔“ اس نے اس کا ہاتھ تھاما۔

”اس کی ضرورت نہیں میں ٹھیک ہوں۔“

”تم ٹھیک نہیں ہو تم نے غصے کی حالت میں جو یہ کیا ہے یہ تمہارے دل کی کیفیت بتا رہی ہے۔“

”یہ حریم کا دل ہے جس کی کسی کو خبر نہیں۔“

”خبر تھی جبھی میں تم سے بہت دور ہو گیا تھا۔“

”اور آپ کی مجبوری آپ کو پھر ہمارے قریب لے آئی۔“

”تم ٹھیک کہتی ہو۔“

”جب انسان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو تو شاید ایسا ہی ہوتا ہے۔“

”یہ یک طرفہ خیال ہے۔“ وہ بہت بے بسی سے بولا۔

”لیکن مجھے کوئی خوش فہمی بھی نہیں۔“

”لیکن حریم! جو کچھ بھی ہوا اس میں میری مجبوریاں شامل تھیں۔“

”اور میری بھی شاید کچھ مجبوریاں تھیں جس کی وجہ سے میں نے سر جھکا دیا عباد مصطفی! بہت دیر ہو گئی آپ کے لوٹنے میں، جس دن آپ کا وعدہ ٹوٹا تھا اسی دن حریم، حریم نہیں رہی۔اب آپ اس دل میں محبت نہیں جگا سکتے اور پھر میرا دل بھی اتنا بڑا نہیں۔“

”ایک تو مسئلہ یہ ہے کہ تمہیں بولنا بہت آ گیا ہے۔“ وہ مسکرایا۔

”بے بسی کبھی کبھی زبان دے دیتی ہے۔“

”میں اسی زبان سے اقرارِ محبت سن کر رہوں گا، تم کل بھی حریم تھیں اور آج بھی حریم ہو، محبت کرنے والوں کے چہرے نہیں بدلتے۔“

”محبت کرنے والوں کے نظریات بدل جاتے ہیں، ہمارے احساسات بدل جاتے ہیں، ہماری فیلنگز بدل جاتی ہیں عباد مصطفی! بہت کچھ بدل جاتا ہے۔“

”او نو... تم یہاں آرام سے بیٹھو۔“ اس نے دونوں بازو سے پکڑ کر حریم کو صوفے پر بٹھا دیا۔

”ریلیکس، تم کیوں اتنے ٹینس ہو۔“ اسی وقت اس نے بیپ پر اپنے سیل پر نظر ڈالی احمد کی کال تھی، وہ لوگ گھر سے ہوٹل آنے کے لئے نکلے ہوئے تھے۔

”سب لوگ کچھ ہی دیر میں یہاں پہنچنے والے ہیں، مجھے تو شدید بھوک لگ رہی ہے۔“ سیل بند کر کے وہ بولا۔

”حریم! تم فٹافٹ تیار ہو جاؤ۔“ اس نے جلدی سے آئینے میں دیکھ کر اپنے بال بنائے، بلیک کُرتے پر گولڈن ایمبرائیڈری کا کُرتا اور اسی ایمبرائیڈری سے میچ کرتی ہوئی ڈارک براؤن شلوار پہنے وہ بہت نکھرا نکھرا سا لگ رہا تھا،

حریم نے ایک چور نظر سے اسے دیکھا جو گنگناتا ہوا بار بار آئینے میں اپنے بالوں کو دیکھ رہا تھا۔

”صبح تو گزر گئی اور اب گیارہ بج رہے ہیں‘ نہ بریک فاسٹ نہ لنچ‘ اب ہم اس وقت برانچ کرتے ہیں کیا خیال ہے تمہارا؟“

”مجھے نہیں معلوم‘ میں تو اس بھاری لباس میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔“

”تو چلو ہم اٹھا کر لے چلتے ہیں۔“

”عباد...“ وہ بہت غصے سے پلٹی۔

”جی‘ جی مجھ سے کچھ کہا۔“ وہ ہنس کر پلٹ کر اس کے سامنے آیا۔

”ہر بات کو تم مذاق میں مت اڑائو۔“

”ارے نہیں بھئی‘ آئی ایم ویری سیریس۔“ وہ مسکرا کر اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اب تم یہ اپنی کلائی دوپٹے میں کیوں چھپا رہی ہو‘ اگر اتنی بہادر ہو تو فیس کرو دنیا کو‘ کیوں نہیں تم نے اپنے لئے چیخ چیخ کر احتجاج کیا۔“

”تو آپ نے کر لیا ہوتا ایسا۔“

”میں تم لوگوں سے اسی لئے دور ہو گیا تھا تم لوگوں کو میں فیس نہیں کر پا رہا تھا‘ عباد مصطفی کیا کہتا اپنے ماں باپ سے‘ میری کوئی نہیں سنتا اور آج بھی تم میری بات سننے کو تیار نہیں ہو۔“

”لیکن آپ کے پاس سارے اختیارات تھے لیکن جب ہمارے پاس اختیار کی بات آئی تو بڑے پاپا کی زندگی کا سوال لے کر بڑی ممانی آئی تھیں۔“ اس کے آنسو پھر تواتر سے بہنے لگے۔

”تو تمہیں اپنے فیصلے پر دکھ ہے؟“ اس نے جھک کر جھکی ہوئی حریم کی آنکھوں میں دیکھا۔

”نہیں‘ بڑے پاپا کی زندگی سے بڑھ کر میری زندگی کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔“

"تو پھر؟" عباد نے اس کے بہتے ہوئے آنسو پونچھے۔

"دیکھو شاید وہ لوگ آ گئے ہیں' ناؤ چیئر اَپ۔" تو وہ جلدی سے بھاگ کر واش روم میں گئی تھی' بار بار رونے سے اس کی آنکھیں گلابی گلابی لگ رہی تھیں۔

......☆......

سب سے پہلے صبح پہنچنے والوں میں فائزہ جو چھوٹی بھابی کو واپسی پر اپنے ساتھ لے گئی تھیں' لہٰذا وہ دونوں صبح دس بجے گھر سے نکلی تھیں' انہیں بڑی بھابی نے اطلاع تو یہی دی تھی کہ وہ دس تک پہنچیں گی لیکن جب فائزہ ہوٹل آئیں تو ابھی تک بڑی بھابی نظر نہ آئیں البتہ حریم انہیں دیکھ کر سسک پڑی' انہوں نے سلام کے جواب میں دعائیں ہی دی تھیں کہ وہ امی سے لپٹ کر روئے جا رہی تھی' روتے روتے بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"امی ! آپ اتنی کمزور کیوں ہیں' آپ نے مجھے اس طرح اپنے سے دور کیوں پھینک دیا؟" وہ سسک کر رہ گئی' منظور کی بیوی نے مسکرا کر حریم کو دیکھا اور بولیں۔

"واقعی تمہاری ماں کچھ ضرورت سے زیادہ سیدھی ہیں۔" روتے ہوئے وہ پھر بولی۔

"امی! ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔" زیادہ رونے سے حریم کی ناک سے پانی بہہ رہا تھا۔

"مجھے معلوم تھا۔" اماں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا' وہ تڑپ کر فائزہ کو دیکھنے لگی۔

"امی ! آپ کو یہ سب معلوم تھا۔" اس کی سانس رُک گئی۔

"ہاں' مجھے سب معلوم تھا۔"

"اور پھر بھی آپ نے مجھے لاعلم رکھا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

”یہ سب کچھ میری رضا سے ہوا ہے۔“ یہ سن کر وہ تڑپ گئی۔

”امی ! میری کیا کوئی حیثیت نہیں تھی؟“

”ایسے کیوں سوچ لیا تم نے۔“

”امی! زندگی تو مجھے گزارنی ہو گی آپ لوگوں کے فیصلوں کے تحت۔“ فائزہ بھی بیٹی کے آنسوئوں کے سامنے موم کی طرح بہنے لگیں۔

”ہاں لیکن محبتوں کے اتنے روپ ہوتے ہیں‘ اتنے قرض ہوتے ہیں کہ میری جان اپنی سب سے قیمتی چیز میں نے بھابی جان کو دے دی۔“

”میں انسان ہوں کوئی قیمتی مجسمہ نہیں۔“ وہ روٹھے ہوئے انداز میں ماں کو تک رہی تھی۔

”میری چندا! تو سب ہی کی جان ہے‘ عباد بھیا کی بیماری کی خبر پا کر آ رہا تھا‘ برسوں بعد اسے حاصل کرنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا کہ اسے اس بندھن میں باندھ دیا جائے‘ تھوڑا وقت ہوتا تو شاید تمہیں آہستہ آہستہ ان

باتوں سے باخبر کرتے‘ تم اتنے اچانک فیصلے پر کس طرح رضامند ہوتیں۔“

ابھی فائزہ کا جملہ پورا ہی ہوا تھا کہ عباد نے ہاتھ روم کا دروازہ کھٹ سے کھولا تو اسے چھوٹی پھپھو سامنے نظر آئیں جو حریم کے پاس بیٹھی تھیں۔اس نے سلام کیا اور شیلف سے کپڑے لے کر دوبارہ واش روم میں چلا گیا‘ روم کی گھنٹی بجی فائزہ نے دروازہ کھولا تو بڑی بھابی جان‘احمد اور شیزرے نظر آئے‘ بڑی بھابی نے آتے ہی حریم کا ماتھا

چوما۔چھوٹی بھابی طنز سے مسکرائیں۔

”بھابی جان! عباد نے رونمائی میں حریم کو اپنی کہانی آخر پیش کر دی۔“ بھابی جان سن سی رہ گئیں‘ عباد واش روم سے باہر آ گیا تھا۔ماں کو سلام کر کے بولا۔

”اس نے حریم کی طرف دیکھا‘ وہ سر جھکا کے بیٹھی تھی‘ قریبی صوفے پر عباد نادم سا بیٹھ گیا‘ کسی کے پاس کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں رہ گیا تھا‘ اسی لمحے فائزہ بولیں۔

"بڑی بھابی! حریم کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' میں جب سے آئی ہوں یہ یونہی بیٹھی ہے' بہتر ہے کہ ہم لوگ اسے گھر لے چلیں۔"

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں پھپھو جان آپ' حریم کو آرام کی سخت ضرورت ہے۔" عباد نے محسوس کیا کہ شیزرے کی آنکھوں میں ہلکی سی نفرت کی نمی ہے اور وہ یوں دیکھ رہی ہے گویا وہ عباد ہی نہیں جس کو کل تک وہ تنگ کر رہی تھی۔بھابی جان کھڑی ہو گئیں۔

"ٹھیک ہے گھر میں کوئی رونق ہی نہیں ہے' شیزرے !تم حریم کی چیزیں اٹیچی میں رکھ دو' عباد تم ندیم کو فون کرو کہ دوسری گاڑی بھی بھیج دے' ہم ہوٹل چھوڑ رہے ہیں۔" عباد جب فون کر رہا تھا تو حریم نے محسوس کیا کہ وہ اسے ڈریسنگ میں نظر آ رہی ہے' اس کی نظریں حریم پر ہیں اور وہ ندیم سے بات کر رہا ہے' حریم نے اپنا رُخ موڑ لیا' ابھی تک حریم کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔گھر میں جونہی وہ کار سے اُتری شیزرے اس کا ڈریس سنبھالتی ہوئی اندر آئی۔

"حریم! ادھر کہاں' تمہارا کمرہ اب اس طرف ہے۔" سامنے سے ماموں جان نظر آ گئے' دادو' چھوٹے ماموں ' بڑے ماموں سب لوگ اس کے لئے باہر آ گئے تھے۔وہ چاہتی تھی کہ شیزرے سے کہے نہیں میں اس کمرے میں نہیں جاؤں گی لیکن وہ ایسا نہ کر سکی' اتنی ساری محبتوں کا بھرم ایک پل میں کیسے توڑ دیتی' وہ ڈر گئی۔

"ماموں جان دل کے مریض ہیں' نانو جان خود کون سی صحت مند ہیں' میں اتنی خودغرض کیسے بن جاؤں' سب لوگ کیا کہیں گے' کیسی جگ ہنسائی ہو گی' یہ زہر جو عباد نے میری رگوں میں ڈال دیا ہے' مجھے تنہا پینا ہے' میں کیوں امی کے گلے لگ کر روئی' مجھے کیا مل گیا' جو ہونا تھا وہ میری تقدیر سے کھیل گیا اب صرف محبتوں کے بھرم ہیں' امی ٹھیک کہہ رہی تھیں کہ محبتوں کے قرض ہوتے ہیں اور ہمیں اپنی سب سے قیمتی چیز دینی پڑتی ہے' کیا انسان کا یہی اصل روپ ہے کہ وہ ایک لمحے میں سب کے لئے خود کو قربان کر دے۔" کون کون اسے پیار کر رہا تھا' کس نے اس کو تھام رکھا

تھا‘ بس اسے اتنا یاد تھا کہ وہ شیزرے کے سہارے کار سے اتری تھی اور پھر وہ سجے سجائے کمرے میں آ گئی، جہاں بڑے بڑے سائز کے دو پوسٹر لگے تھے جنہیں احمد بھائی نے لگایا تھا۔یہ خوبصورت کمرہ بھی ہوٹل سے کہیں زیادہ سجاوٹ میں اپنی مثال آپ تھا۔عمیرہ اور سارے بچے اسی کمرے میں چلے آئے تھے‘ ندیم‘ زوہیر اور زلیخا بھی وہیں پر آ گئے‘ حریم سنبھل کر بیٹھ گئی‘ تب ہی بڑی ممانی جان آ گئیں۔

”تم سب باہر چلو حریم کو آرام کی ضرورت ہے۔“

”نہیں ممانی جان! میں ٹھیک ہوں۔“ وہ تکیے کے سہارے بیٹھی تھی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔نورین بولی۔

”ہائے ممی جان! اتنا بیچاری بچیوں پر ظلم نہ کریں‘ پہلے ہی آپ انہیں ہوٹل لے کر نہیں گئیں‘ اب وہ بیچاری آئیں تو آپ نے پھر باہر بھیج دیا۔“

”میں تو کہتی ہوں تم بھی اگر چلی جائو تو بہتر ہے‘ گھر کا سارا کام پڑا ہوا ہے‘ شیزرے کو لے جا کر میں نے غلطی کی‘ اب تمہارے پاپا کہہ رہے ہیں

کہ کھانا جلدی لگوا دو‘ تم جا کر فاطمہ خالہ کا ہاتھ بٹا لو بیچاری صبح سے کچن میں لگی ہوئی ہیں۔“ فائزہ کی جھلک نظر آئی تو بڑی بھابی جان نے آواز دی۔

”آ جائو فائزہ‘ بیٹھو آ کر۔“ وہ حریم کے پاس فائزہ کو چھوڑ کر خود چلی گئیں۔ زلیخا بلیو رنگ کا سوٹ لئے کھڑی تھی۔

”حریم آپا! بڑی بی بی نے کہا ہے کہ تیار ہو کر یہ سوٹ پہن لیجئے گا۔“ وہ الماری میں ہینگ کر کے جا چکی تھی۔

عباد کسی کام سے کمرے میں آیا تھا‘ فائزہ اسے دیکھتے ہی فوراً باہر نکل گئیں‘ وہ اپنی الماری سے والٹ لینے آیا تھا‘ جب ہٹا تو حریم اپنے ہی بیڈ پر بیگانوں کی طرح یوں بیٹھی تھی گویا ابھی اٹھ کر اسے چلے جانا ہے‘ عباد کے ہونٹوں پر ایک دُکھ بھری مسکراہٹ تھی‘ جاتے جاتے وہ بولا۔

”میں تو والٹ لینے آیا تھا یقیناً تم ڈسٹرب ہو گئیں۔“ وہ باہر نکل گیا‘ حریم جہاں بیٹھی تھی وہیں بیٹھی رہ گئی۔

"میں قصوروار ہوں یا عباد' یہ کیسا حصار ہے جس میں اتار دی گئی ہوں' یہ کون سے خواب کی تعبیر ہے حریم کہ عباد ایک خوشبو کی طرح آیا بھی اور گزر بھی گیا۔" اس نے ہاتھوں کی کھنکتی چوڑیوں کو ایک ایک کر کے گنا۔

"ان شیشوں کے رنگوں میں حریم کے خواب بستے ہیں' یہ میرے سہاگ کے رنگ ... لیکن ان میں کوئی رنگ ایسا نہیں کہ حریم کے خوابوں کی تعبیر جوڑ دے اور میں آنکھ بند کر کے ہنستے ہنستے جب ان چوڑیوں کو گنوں تو وہ کلائی کے نازک احساسات سے بے خبر جب وہ تھامے تو کوئی شیشہ کوئی نگ جھڑ کر میری آغوش میں آ گرے' اور وہ معذرت کرے' میں روٹھ جائوں وہ منا لے' مجھے ان رنگوں کی طرح ایک ہی ترتیب میں جوڑ دے لیکن اب ٹوٹنے کے عمل سے میں ریزہ ریزہ بس ایک کائنات کا ذرہ ہوں' عباد کب مجھے سمیٹنے آئے گا' میری راتوں کا خمار تو کسی اور کے دَر کا نصیب ہے' میری صبحیں کسی اور کا مقدر' میں تو

صرف ایک اُمید ایک روشن دیے کی طرح اس ڈیوڑھی پر جلائی گئی ہوں، جس کو عباد پار کر چکا ہے تاکہ جب وہ لوٹے تو ٹھوکر نہ لگے' لیکن کب تک یہ نین دیے جلائے رکھیں گے' اگر اندھیرا زیادہ پھیلا تو کیا میں اجالا کر سکوں گی' اگر پھر بھی نہ پلٹا تو میں اسی ڈیوڑھی پر ایک موم کی گڑیا کی طرح ہر روز پگھلا کروں گی اور پگھل پگھل کر میں پانی کی طرح جم جائوں گی وہ نہ آیا اور مر گئی تو روئے گا تو بہت میرے ہاتھوں کے یہ رنگ اسے یاد آئیں گے' وہ میری یاد میں تڑپے گا' اپنی غلطی کا احساس کر کے وہ مجرم بنا پھرے گا' ماموں جان اور ممانی جان سب اسے موردِ الزام ٹھہرائیں گے' وہ کس کس سے نظریں چرائے گا' میرا مجرم عباد بنے' نہیں نہیں۔" آنسو خود بخود بہنے لگے۔

"واہ... تم تو عباد کے ایک آنسو سے پگھل گئیں' کہیں اندر کسی گوشے میں نرم محبت کا احساس ابھی تک باقی ہے' لیکن کچھ دور نہیں سب ختم ہو جائے گا' اگر میں محبتوں میں ٹوٹ کر اس کے احساس طلب کو بھر بھی دوں تو وہ

مجھے وہ حق تو نہ دے سکے گا کہ وہ مکمل اس کا تھا‘ وہ سوچ گا حریم محبت میں تنگ دل ہے‘ کسی ادائے دلنشین کا احساس میرے جذبات کی ترجمان نہ بنے گی‘ بلکہ انا اور میری خودی پر یہ کاری ضرب ہو گی کہ اس کے قدموں کو پکڑ کر کہہ دوں کہ آئی لوّ یُو عباد‘ ایسے بے معنی لفظ ہیں اب وہ خود کفیل ہے‘ نجانے کتنے ہونٹوں سے اس نے یہ جملے سنے ہوں گے‘ اب میرے ہونٹوں کی ادائیگی میں وہ احساس لطافت کہاں کہ میں کہوں اور وہ سنے اور پھر دل کی دھڑکنیں تیز ہو کر سارے رنگ بھول جائیں اور پھر محبت کی اسی تپش میں حریم یوں پگھلے کہ آنسو چھلک پڑیں‘ ایسے ہی کسی لمحے کا خواب آیا تھا کبھی۔“ آنکھیں چھلک پڑیں۔شیزرے اپنے ہاتھوں میں کوئی ہینڈ لوشن ملتی ہوئی اندر داخل ہوئی‘ حریم نے چاہا کہ وہ آنکھوں کو چھپا لے لیکن وہ دھڑ سے اس کی گود پر سر رکھ کر اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

حریم...“ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”تم رو رہی ہو؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”نہیں تو۔“ لیکن سارے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے‘ وہ سسک سسک کر شیزرے کے گلے لگ کر روئی۔

”شیزرے! میں ناں کہتی تھی کہ وہ پہلے جیسا نہیں رہا۔“

”حریم! انہیں معاف کر دو‘ نجانے کون سی مجبور ہو گی جو انہوں نے وہاں ایسا کیا۔“ وہ خود بھی رو رہی تھی۔

”شیزرے! مجھے اندر سے یہ دکھ مار رہا ہے کہ اس کی نظروں میں میری کوئی حیثیت نہ تھی۔“

”نہیں حریم! عباد بھائی آج سارا دن خود بہت اپ سیٹ اور شرمندہ سے رہے ہیں‘ میں نے کئی بار ان کی طرف دیکھا لیکن وہ نظریں نہیں ملا سکے‘ انہیں جرم کا احساس ہے‘ تم انہیں معاف کر دو حریم۔“

”کس کو شیزرے! اس کو جو کہتا تھا کہ ایک پل نظر نہ آئوں تو دم گھٹتا ہے‘ کتنی آسانی سے کس بے خبری کے عالم میں اس نے میری محبت کو کسی اور کے دامن میں ڈال دیا‘ میں اتنا حق نہیں رکھتی کہ وہ معافی مانگے اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں معاف کر دوں، مجھے یوں لگتا ہے کہ وہ مجھے چھوئے گا تو میں نہیں وہ جل جائے گا اور اس کی طرف دیکھتی ہوں تو یوں لگتا ہے کہ وہ پھر کوئی فریب دے رہا ہے۔"

"نہیں حریم! اتنی بدگمانی درست نہیں، ہر لمحہ انہوں نے تم سے کچھ کہنا چاہا لیکن بڑی ممی نے تمام راستے بند کر دیئے تھے، عباد بھائی نے مجھ سے بھی کہا تھا کہ میں آ کر تمہیں سارے حالات سے آگاہ کر دوں اور آخری فیصلہ حریم کا ہو گا لیکن حریم..." وہ رُک گئی۔

"تو تم نے کیوں نہیں مجھے بتایا تاکہ آج وہ میری نظروں میں شرمندہ تو نہ ہوتا، اگر اس نے اپنی زندگی کا فیصلہ کر ہی لیا تھا تو وہ اس کا حق تھا۔"

"لیکن بڑی ممی نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ اگر کوئی بات حریم تک پہنچی تو حریم انکار کر دے گی اور یہ اس خاندان کی تباہی ہو گی، بڑے پاپا اس دُکھ کو برداشت نہ کر سکیں گے اور یہ ہنستا بستا گھر بے ستون ہو جائے گا، سو میں بڑی ممی کے خوف اور بڑے پاپا کے دکھ سے چپ ہو گئی لیکن انکار کی

ہمت تو تم میں بھی نہ تھی۔کہاں سے لاتیں اتنا بڑا حوصلہ کہ انکار کرتیں، بڑے پاپا یہ دکھ برداشت ہی نہ کر سکتے اور ہاں حریم ابھی تک بڑے پاپا کو ان تمام باتوں کا علم نہیں ہے۔"

"کہ حریم جل گئی اور انہیں خبر نہیں۔"

"خدا نہ کرے حریم! تم ہمیشہ خوش رہو، بڑی ممی کہتی ہیں کہ ایسے حادثات عورت کی زندگی میں آتے رہتے ہیں لیکن ستون وہی باقی رہتے ہیں جن کی بنیادیں مضبوط ہوں، چھت اگر بیم کے بغیر تعمیر کی جائے تو وہ گر جاتی ہے، بڑی ممی ٹھیک کہتی ہیں تم اپنی جگہ قائم رہو گی، عباد بھائی ایک دن لوٹ آئیں گے۔" اس نے پیار سے اس کے ماتھے پر زور سے بوسہ لیا۔

"شاید عباد بھائی بھی ایسے ہی..." حریم روتے روتے شیزرے کی اس شرارت پر مسکرائی۔

......☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM

آج کی تقریب بھی بے حد شاندار طریقے سے منائی جا رہی تھی' نور محل پھر ایک بار جگمگا رہا تھا' خاصی رونق تھی' ہر شخص مصروف نظر آ رہا تھا' بڑے پاپا تھکے تھکے سے ایزی چیئر پر بیٹھے ہوئے کسی نہ کسی کام کے لئے بچوں کو بلا رہے تھے' سعدیہ چھوٹی دلہن ہوٹل سے آنے کے بعد گاڑی سے اتریں تو نور محل کے اندر ہی تھیں مگر فوراً ہی دائیں جانب اتر کر وہ اوپر چڑھتی چلی گئیں' منظور مصطفی سامنے ہی انہیں نظر آ گئے تھے وہ

بہت تلملا کر سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ تو گئی تھیں مگر پھٹ پڑی تھیں۔

"جاؤ دیکھو! کیسا بلک بلک کر حریم رو رہی ہے' فائزہ کو دیکھ کر تو وہ اتنا روئی ہے منظور میں تو گھبرا گئی اور تو اور فائزہ کہتی ہے کہ مجھے سب پتا تھا' پھر مت پوچھو کیا ہوا؟" منظور گھبرا کر بولے۔

"وہ اپنی ماں سے بے حد بدگمان ہے۔"

"ہم سب کا یہی فیصلہ تھا' تم کچھ مت بولو۔"

"بولنا کیا ہے میں نے منظور! میں تو خاموش ہو کر چلی آئی' تم لوگوں نے یتیم بچی کو تماشا بنا دیا ہے جس طرح وہ بلک بلک کر رو رہی تھی مجھ سے تو دیکھا نہیں گیا' دھان پان سی لڑکی اور وہ عباد ایسا شکل سے خرانٹ لگ رہا تھا' اس نے تو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہو گا اس بچی کو' اس کو زندگی کا تجربہ ہے وہ کسی عورت کے ساتھ رہ رہا ہے منظور' خدا کا خوف کرو مجھ سے تو حریم کا رونا ہی نہیں دیکھا جا رہا۔"

"وہ سب ٹھیک ہے سعدیہ! تم اتنی ہمدردی نہ کرو' بڑی بھابی اتنی ظالم نہیں ہیں اور نہ ہی میری ماں اوکے' حریم تو پھر بھی ہماری اپنی ہے شیزرے کے لئے ان کے دل میں اتنی محبت اور عزت ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔" وہ غصے سے کھڑے ہو گئے۔

"دیکھو منظور! تم کوئی بات میری سننا ہی نہیں چاہتے' کیسا بُرا لگ گیا' رہی شیزرے تو میں اس کا ایسا حشر کروں گی کہ تم سب دیکھتے رہ جاؤ گے۔" وہ تڑپ کر اٹھیں۔

"کسی غریب کی بیٹی ہے یاد رکھنا کہ تمہاری بھی بیٹیاں ہیں۔"

"اللہ نہ کرے کہ ہماری بیٹیاں اس کے جیسی نکلیں۔" سعدیہ بولیں، منظور یہ سن کر باہر چلے گئے، انہوں نے اپنا بھاری بھرکم ساڑھی کا پلو جو پھسل کر گر گیا تھا اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور سیل اٹھاکر بولیں۔

"کیا ہوا وردہ! یاد ہے ناں تمہیں، آج تمہیں نور محل آنا ہے، تمہارا ڈریس اتنا قیمتی ہو کہ نور محل کی کوئی لڑکی تمہارا مقابلہ نہ کر سکے، میں آ رہی ہوں تم میرا انتظار کرو۔" وہ بڑے غصے سے چابی اٹھا کر نیچے اُتریں تھیں۔

"ڈرائیور گاڑی نکالو۔" وہ بہت غصے سے دروازہ کھول کر بیٹھی تھیں۔

"کہاں ہے وردہ؟" سیدھے اترتے ہوئے وہ خیابان سحر کے بنگلے میں داخل ہوئی تھیں، شایان کاظمی انہیں راستے میں ہی مل گیا۔

"ارے پھپھو آپ!"

"کیسے ہو شایان تم! بس ذرا وردہ سے کام ہے اس لئے آئی ہوں۔"

"ارے ہاں پھپھو! اس لڑکی کا کیا بنا، اگر وہ ماڈلنگ کے لئے تیار ہو جاتی ہے تو اس کے لئے گڈ چانس ہے، طاہر اظہر کی پروڈکٹ کے لئے ایک ماڈل چاہیئے، بہت ہی سوٹ ایبل فیس ہے اس کا۔"

"ٹھیک ہے شایان! یہ میں بعد میں دیکھوں گی فی الحال وردہ کدھر ہے۔" وہ وردہ کے کمرے کی طرف بڑھیں، وردہ ابھی تک نیند سے بوجھل ان کی آواز سن کر اٹھ بیٹھی۔

"پھپھو! اتنی صبح صبح، خیریت...؟"

"صبح صبح نہیں دن کا ایک بج رہا ہے، اٹھو اور چلو میرے ساتھ شاپنگ کے لئے، میرے ساتھ چل کر تم شاپنگ کرو آج کی تقریب کے لئے۔"

"نو پھپھو! چھوڑیں آپ۔" وہ بہت بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"وردہ! کمزور مت بنو۔" انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا۔

"وہ ایک غریب سی لڑکی ہے فہد کے لئے لے آیئے' تمام عمر خدمت کرے گی آپ کی' نوکر چاکر کی بھی ضرورت نہیں ہے' فہد جیسے لڑکوں کے لئے شیزرے ہی مناسب رہے گی۔" وہ بڑی رعونت سے بولی۔

"یہ بات نہیں ہے میری جان' میری جنگ شیزرے سے نہیں نور محل میں رہنے والے لوگوں سے ہے' میں انہیں شکست دینا چاہتی ہوں' تمہیں اپنی پھپھو کی خاطر چلنا پڑے گا۔" وہ بہت پیار سے بولیں۔

"پھر بھی پھپھو' اگر آپ کو کچھ حاصل نہ ہوا تو..." وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"سب کچھ جلا کر راکھ کر دوں گی میں' وہ گھر چھوڑ دوں گی اگر میرے خلاف کچھ ہوا تو۔"

"او نو پھپھو! پھر اس کا سیدھا سادا حل یہی ہے کہ آپ اسے شایان بھائی کے حوالے کر دیں۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے' ماں بیٹیاں دونوں بڑی چالاک ہیں۔"

"تو پھپھو! پھر آپ مجھے بیچ میں کیوں لا رہی ہیں۔"

"اچھا اٹھو تم چلو ابھی اسی وقت میرے ساتھ' آج کی تقریب میں تم سب سے نمایاں نظر آئو گی۔" تو وہ ناچاہتے ہوئے اٹھ کر ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئی۔تین چار گھنٹے خواری کے بعد سعدیہ کو کوئی ڈریس اس کے لئے پسند آیا تھا' بہت قیمتی لباس سے میچنگ جیولری اور شوز لے کر اسے ڈراپ کرتی ہوئیں جب وہ نور محل پہنچیں تو شام کے سائے ڈھل چکے تھے' وہ گاڑی سے اتر کر سیدھی اپنے پورشن کی طرف زینہ چڑھتی چلی گئی تھیں۔

"عبیر' کرن۔" وہ کمروں میں آواز دیتی ہوئیں اپنے کمرے میں آئی تھیں' بڑی گہری خاموشی تھی اردگرد کوئی نہیں تھا' البتہ ملازم چائے کی پیالیاں ٹرے میں رکھے نظر آیا تھا۔

"یہ لے کر کہاں جا رہے ہو؟"

"صاحب نے نیچے منگوائی ہے چائے۔"

”کیوں... کہاں ہے وہ دو ٹکے کی نوکرانی' کیا آج اسے کمخواب کا جوڑا پہنا کر بٹھا دیا گیا ہے' رکھ دو تم تھرموس اور چائے کے کپ اور جاؤ اسی وقت میرے لئے سینڈوچ بنا کر لاؤ' میں سارا دن کی بھوکی ہوں۔“ وہ غصے سے آگے بڑھیں' ملازم حیران حیران سا کھڑا رہ گیا' تبھی تھوڑی دیر بعد احمد اوپر آیا تھا۔

”کیا ہوا' ابھی تک تم چائے نہیں بنا سکے' وہاں تو آدھے لوگ چائے بھی پی چکے۔“ تو اس نے اشارے سے سعدیہ کی طرف اشارہ کیا تھا' احمد تھرموس اٹھا کر آہستہ سے دبے پاؤں وہاں گزرا لیکن تب تک سعدیہ شاور لے کر باہر آ چکی تھیں۔

”احمد...“ تو وہ تھرموس تھامے ماں کی طرف پلٹ کر بولا۔

”جی مما!“

”کبھی دوسروں کی طرف بھی دیکھ لیا کرو' ہر وقت پھپھو اور بڑی اماں کی جی حضوری میں لگے رہتے ہو اور بھی ہیں آپ کے رشتے دار' میں تمہاری ماں ہوں' ماموں خالہ اور ممانیاں بھی ہیں کبھی ان کی بھی خیر خبر لیا کرو۔“

”او نو مما! وہ لوگ خود ہم سے اتنی دور رہتے ہیں۔“

”سو واٹ' دور رہتے ہیں یہ کہو کہ وہ چاپلوس نہیں ہیں' وہ کسی کے جوان بیٹوں پر ڈورے نہیں ڈالتے۔“

”کیسی باتیں کرتی ہیں مما !آپ' فارگاڈسیک' ایسا مت سوچیں' کوئی کسی پر ڈورے نہیں ڈالتا۔“

”تم ابھی بچے ہو' تم ان سب باتوں کو نہیں سمجھو گے' بڑی گھاگ پھوپھیاں ہیں تمہاری اور مسکین صورت والی دادو بڑی شارپ دماغ کی ہیں' احمد! تم لوگ ان کو نہیں سمجھ سکتے۔“ لیکن احمد ماں کی باتیں بغیر سنے ہوئے گزر گیا تھا۔

"میں نے کہا تھا تم سے کہ تم خود بنا لو چائے' وہ شیزرے لائے گی' وہ نورین بنائے گی تم کوئی کام نہ کرنا۔" وہ تھرموس نکالتے ہوئے رامین سے بولا۔

"تو تمہاری شکل پر بارہ کیوں بج رہے ہیں۔" رامین ہنس کر بولی۔

"مما اوپر "نصر من اللہ فتح قریب۔" کی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔"

"کیا... کیا۔" وہ جاتے جاتے پلٹی۔

"کچھ نہیں جائیں میرا پیچھا چھوڑ دیں۔"

"کیا مطلب ہے احمد! میں کب پیچھے پیچھے چل رہی ہوں' ایک گھنٹے کے بعد چائے لائے ہو اوپر سے پتہ نہیں کیا بکے جا رہے ہو۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی اندر بڑھی۔

"دیکھو اب سات بجنے والے ہیں تم حریم کو لے کر پارلر چلی جاؤ تھوڑی سی ٹچنگ کرنی ہے۔" نورین' رامین سے بولی۔

"ہاں میں خود اسی طرف آ رہی تھی کہ بیچ میں احمد ٹپک پڑے' میں چائے ڈال کر دے دوں' پھر میں جاتی ہوں۔" وہ کپ میں چائے ڈالتے ہوئے بولی۔

"رامین آپی! ہم لوگ سب وہیں پارلر سے نہ تیار ہو جائیں؟" ریشمین نے کہا تو عبیر جھٹ بول پڑی۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"او خدایا! تم لوگ پھر جا رہے ہو میک اپ کروانے' کیا ہو گیا ہے۔" ندیم گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولا۔

"تو تمہیں کیا تکلیف ہے۔" عبیر پلٹ کر بولی۔

"کوئی ناں کوئی تکلیف تو ہو گی تبھی تو تم سب جا رہی ہو' جب مریض بیمار ہوتا ہے تو ڈاکٹر کے پاس ہی جاتے ہیں' ہو گا الٹا سیدھا فالٹ چہرے پر' ٹوٹے پھوٹے چہرے کی چیزیں بیوٹی پارلر میں سنوار دی

جاتی ہیں۔“

”اچھا ندیم تمہیں بولنا بہت آ گیا ہے، تم چلو تمہیں اس سے کیا۔“ رامین پیار سے بولی۔ندیم نے پلٹ کر عبیر کی جانب دیکھا تو وہ بُرا سا منہ بنا کر اپنا رُخ پھیر گئی، رامین کی نظر حریم پر پڑی تو وہ شیشے سے نجانے کہاں دور دیکھ رہی تھی، تو اس نے گھبرا کر حریم کا ہاتھ پکڑا۔

”آر یو اوکے حری؟“ وہ بُری طرح چونک پڑی۔

”کیا ہوا؟“ سبھی ایک ساتھ مڑ کر دیکھنے لگیں، وہ کھوئی کھوئی خود سے بہت دور لگ رہی تھی۔

......☆......

گرین کمخواب کے دوپٹے میں بھاری جڑاؤ سیٹ جس کو عذرا ممانی نے نیو چ دلوایا تھا، گرین موٹے موٹے آنسو نما موتی بھاری جھمکوں میں لٹک رہے تھے، ماتھے پر لٹکتی ہوئی بندیا اور گلے میں گلوبند گرین کمخواب کے دوپٹے سے جھانک رہا تھا، وہ کھوئی کھوئی بظاہر عباد کے پہلو میں بیٹھی تھی، کل سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کہیں زیادہ آج اس کی پلکیں جھکی ہوئی تھیں، عباد نے سب کی نظروں سے بچا کر اس کی ہتھیلی کو اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا اور سب سے ہنس ہنس کر بات کیے جا رہا تھا۔

”کم از کم تم نہ سہی میں تو سب سے ہنس کر بات کر لوں، میں اداکاری اچھی کر لیتا ہوں۔“ اس نے ہنس کر اس کے کان میں سرگوشی کی تو اس نے کسمسا کر اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا تھا۔

”بس تھوڑی دیر کی بات ہے خاموش بیٹھی رہو۔“ اس نے ہنس کر پھر کان میں سرگوشی کی تھی، تو اس کی گہری پلکوں میں ہلکی سی جنبش ہوئی اور اس نے نظر اٹھا کر آہستہ سے دیکھا تھا، کتنی دیر تک وہ یونہی بیٹھے رہے، لوگ باری باری مووی بنوا رہے تھے ان کے ساتھ آ آ کر۔

”تمہیں تکلیف کیا ہے، کیا تم تھوڑی دیر آرام سے نہیں بیٹھ سکتیں۔“ اس نے پھر مزاحمت کی کوشش کی تھی مگر وہ پھر اپنی کوشش میں ناکام ہوئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ارے عباد بھائی! تھوڑا سا قریب تو ہو جائیں۔" نعیم ہنس کر بولا۔

"یہ کوئی اتنا مشکل کام تو نہیں ہے۔" عباد نے اپنا ہاتھ اٹھا کر حریم کے کاندھے پر رکھ دیا اور خود کو اس سے بے حد قریب کر دیا۔

"ہاں اب بنی ناں بات۔" ندیم ہنس کر بولا۔

"ہاں اب فلمی شوٹ چلیں گے۔" عبیر ہنس کر بولی۔

"تو ٹھیک ہے ہم پہلا شوٹ تمہارا کرتے ہیں۔" نعیم نے اپنے کیمرے کا رُخ عبیر کی جانب کیا۔

"شٹ اپ۔" عبیر اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"ایک دو شوٹ تو لینے دو۔" ندیم ہنس کر بولا۔

"تم اپنی بتیسی اندر رکھو تو بہتر ہے۔" عبیر جل کر بولی۔

"ویسے تو مجھے کوئی خاص نظر نہیں آ رہی ہو اس وقت' یہ تو بس نعیم ہے جو تمہیں بار بار فوکس کر رہا ہے،مجھے کیا پڑی ہے۔"

"لو آ گئی اپنی شیزرے۔" خودبخود ساری لائٹس اس کی طرف موو کر گئیں تو قریب کھڑے ہوئے فہد نے چونک کر سامنے دیکھا' جلتی بجھتی لائٹس کے درمیان شیزرے وائٹ ڈریس میں گزرتی ہوئی اسٹیج کی طرف آئی تھی۔

"لو بھئی اب تو چراغوں میں روشنی ہی نہ رہی۔" نعیم اور ندیم نے ایک ساتھ دھڑ سے اپنے کیمرے بند کر دیئے' وہ دونوں ایک ساتھ بولے تھے۔

"ساری روشنیاں گل کر دو فہد بھائی' اب کیا ضرورت ہے۔" زوہیر بہت تیز آواز میں بولا تو اسٹیج پر چڑھتی ہوئی شیزرے چونک کر بولی۔

"کیوں کیوں کیا ہوا؟ کیوں تم لوگ ساری روشنیاں گل کروا رہے ہو۔" شیزرے سب کے چہروں کی طرف دیکھ کر بولی تو حریم بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکی' اس نے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا شیزرے اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"ہنستی ہوئی تم بہت اچھی لگتی ہو۔" عباد نے پھر دھیرے سے کان میں سرگوشی کی تو فہد جلدی سے وہاں سے ہٹ کر نیچے اتر گیا' سعدیہ ممانی کی

گرم گرم آنکھیں اس کے چہرے کو پگھلائے دے رہی تھیں، شیزرے نے اپنے اردگرد نظر ڈالی، سبھی اس کے اس طرح حیران ہونے پر ابھی تک مسکرائے جا رہے تھے، تبھی سعدیہ ممانی بڑے ٹھسے سے چلتی ہوئیں وردہ کا ہاتھ تھامے اسٹیج پر آئیں اور بولیں۔

"ہٹو وردہ کو جگہ دو۔" انہوں نے آتے ہی شیزرے کو کہنی ماری۔

"آئیں ممانی آپ۔" رامین نے جلدی سے ان کے لئے جگہ بنائی تھی۔

"میں وردہ کو بڑی مشکل سے لائی ہوں، یہ آ نہیں رہی تھی۔" انہوں نے جھلمل جھلمل کرتے ہوئے بلیک ڈریس میں ملبوس وردہ پر ایک پیار بھری نظر ڈالی۔

"عبیر اور کرن تم سب کو ہٹاؤ یہاں سے اور وردہ کے ساتھ تصویریں بنواؤ۔" تو شیزرے بڑی کانشس سی ہو کر ریشمین کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

"آ جاؤ اِدھر۔" رامین نے شیزرے کو اپنی طرف بلایا تھا، ریشمین اور ربیعہ بھی اسی طرف پہنچ گئی تھیں، فہد تو وہاں سے غائب ہو گیا تھا البتہ احمد کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیمرے کا رخ شیزرے اور رامین کی طرف تھا، تبھی احمد نے چونک کر اپنے سیل پر نظر ڈالی۔

"پلیز احمد! حماقت مت کرو، میں تو پل دو پل کی مہمان ہوں یہاں سے چلی جاؤں گی تم شیزرے کا کچھ خیال کرو۔"

"شیزرے کو سوچنے والے بہت ہیں تم اس کی فکر مت کرو۔"

"احمد..." رامین نے چپکے سے رخ موڑ کر میسج کیا تھا۔

"احمد! بس ایک منٹ بھی میں نہیں رُکوں گی ابھی اور اسی وقت میں گھر چلی جاؤں گی۔" تو احمد پھر رک کر سیل پر نظر ڈال کر اس کی طرف سے رخ موڑ کر وردہ کی جانب بڑھا، تبھی کسی نے آ کر شیزرے کو بتایا کہ تمہیں دادو بلا رہی ہیں، جونہی وہ اسٹیج سے نیچے اتری ایک بار پھر روشنیوں نے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا، وہ نظریں جھکائے جھکائے آگے بڑھتی گئی اور روشنیوں کا ہالہ اس کے ساتھ ساتھ تھا، تبھی اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

شایان کاظمی کی ٹیم شیزرے کے کئی شوٹ بنا چکی تھی، تبھی احمد کی اس طرف نظر پڑی تو وہ بھاگ کر نیچے اترا۔

"دیکھیں شایان بھائی! دس از ناٹ فیئر۔"

"ہم نے اس شوٹ کے اس کو پیسے دیئے ہیں۔" شایان ہنس کر بولا۔

"دیکھیں شایان! اگر یہ فہد کو پتا چل گیا تو وہ کبھی برداشت نہیں کرے گا۔" رامین نے دیکھ لیا تھا کہ فہد بہت غصے سے آگے بڑھا ہے وہ تیز تیز چلتی ہوئی اسی طرف آئی تھی۔

"احمد پلیز!" وہ اس کے بازو کو پکڑ کر بولی تو شایان کے ہونٹوں پر ایک گہری مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"تم یہاں سے جاؤ۔" احمد نے اس کے ہاتھ کو جھٹکا تھا۔فہد بھی تبھی وہاں پہنچا تھا اور ایک ہی جھٹکے سے اس نے شایان کاظمی کے ہاتھ سے مووی کیمرہ کھینچ لیا۔

"اینف شایان!"

"پلیز فہد! ڈونٹ انٹرفیئر، میں نے اس شوٹ کے لئے بھاری رقم دی ہے۔"

"کس کو دی ہے۔" فہد نے بڑھ کر اس کا گریبان تھام کر اپنی طرف گھسیٹا۔

"فہد! آرام سے۔" احمد نے اس کا گریبان چھڑایا تو فہد نے بڑھ کر شیزرے کا ہاتھ تھاما اور کھینچتا ہوا اس کے قریب لایا تھا۔

"بولو تم نے کتنے پیسے لئے ہیں اس شوٹ کے۔" فہد نے ایک شک بھری نظر اس کے وجود پر ڈالی تو وہ کانپ کر بولی، وہ گھبرا کر پیچھے ہٹی۔

"یو بی لیو می فہد! میں نے کوئی پیسے نہیں لیے اس شخص سے۔" وہ رونے لگی۔

"میں اس کے باپ کو اس شوٹ کے پیسے دو دن پہلے پے کر چکا ہوں۔" شایان نے جھپٹ کر اپنا کیمرہ فہد کے ہاتھ سے لیا تھا۔

"اکو چچا!" فہد ایک دم لپک کر اوپر بھاگا تھا اور احمد پیچھے۔

"فہد! تماشا مت بنائو ہم بعد میں بات کر لیں گے فہد پلیز۔"

"نہیں۔" وہ تیزی سے اوپر بڑھا اور اتنی ہی تیزی سے احمد اس کے پیچھے بھاگا مگر دونوں ہی چھت پر پہنچ کر تھم گئے' وہاں بڑا سا تالا پڑا تھا اور وہاں کوئی نہیں تھا۔

"فہد! پلیز ذرا ذرا سی بات پر مت کرو ہنگامہ' نیچے سب لوگ بیٹھے ہیں۔"

"یہ ذرا سی بات ہے آپ کے لئے۔" وہ غصے سے ہانپ رہا تھا۔

"نہیں۔"

"تو پھر کیا کرنا چاہئے ہم لوگوں کو' یہ سب مما کی حماقت کا نتیجہ ہے' یو نو۔" وہ بہت غصے سے بولا۔

"آئی نو فہد! ہم کوئی حل ڈھونڈ لیں گے' بڑے پاپا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' ہم یہ نیا ایشو نہیں اٹھا سکتے' کول ڈائون' تم نیچے آئو ہم کل شایان سے چل کر خود اس کے آفس میں بات کریں گے۔" وہ ہاتھ

پکڑے ہوئے فہد کا نیچے آیا تھا' اسٹیج پر بیٹھی ہوئی وردہ اور سعدیہ ممانی کے شایان کاظمی جب تک کئی پوز لے چکا تھا۔

"چپ ہو جائو شیزرے! فہد اور احمد دونوں اسی طرف آ رہے ہیں ورنہ کوئی مسئلہ ہو جائے گا۔"

"لیکن میں نے ایسا کیا کیا ہے رامین! چھوٹی ممانی ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئی ہیں' میں نے کچھ نہیں کیا مجھے نہیں پتہ کہ انہوں نے ابا کو کتنے پیسے دیئے اور کیا ہوا۔"

"میں جانتی ہوں مگر اس وقت تم درگزر کر دو' میں احمد سے خود بات کروں گی' چلو تم اس طرف آ جائو۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک پرسکون گوشے کی طرف بڑھی۔سعدیہ ممانی کی نظریں فہد کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

"فہد کہاں ہے بلائو اسے۔" وہ کرن سے مخاطب ہوئیں۔

"پتہ نہیں مما! میں فون کرتی ہوں۔" وہ وہیں پر کھڑے کھڑے سیل سے کان لگا کر بولی۔

"بھائی! دو منٹ کے لئے اسٹیج پر آئیں' مما آپ کو پوچھ رہی ہیں۔" تو وہ بہت غصے سے چلتا ہوا بھیڑ سے گزر کر اسٹیج پر پہنچا۔

"آئو بیٹا فہد! ہمارے پاس بیٹھو' دیکھو آج وردہ کتنی پیاری لگ رہی ہے۔" انہوں نے ایک رشک بھری نظر وردہ پر ڈالی۔

"فارگاڈ سیک مما! مجھے اس قسم کا کوئی واہیات شوق نہیں ہے۔" اس نے ایک سلگتی ہوئی نظر وردہ کے کھلے بازوئوں پر ڈالی۔

"فہد..." وہ غصے سے غرّائی۔

"اینف مما! یہ لوگ اپنی حد سے زیادہ آگے جا رہے ہیں' یو نو مما شایان پھر اس کی تصویریں بنا رہا تھا۔"

"اس کے باپ نے اس کی قیمت لی ہے۔" سعدیہ غرّا کر بولیں۔

"لیکن وہ ہماری گیدرنگ میں ہے اور کوئی اس کا شوٹ یہاں نہیں بنا سکتا' اور اگر زیادہ شوق ہے ناں تو وردہ کے بنوا لیجئے' چھوڑ دیجئے اس غریب کو مت بنائیں تماشہ۔"وہ آہستہ سے بولی۔

"فہد!" وہ غصے سے بولیں۔

"اٹھیں پھپھو' بس چلیئے۔"

"نہیں وردہ! تم آئو میرے ساتھ' یہ ہوتا کون ہے۔" وہ وردہ کے پیچھے بڑھیں۔

"پھپھو! ہر بار جو فہد بی ہیو کرتا ہے ناں میں برداشت نہیں کرسکتی مگر صرف آپ کی وجہ سے برداشت کر رہی ہوں ورنہ میں اس کو ایک دن برداشت نہیں کرتی ' پلیز پھپھو آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔"

”مت بھولو وردہ! کہ تم فہد کو پسند کرتی ہو اور جو چیز پسند ہو ناں تو اس کو حاصل کرنے میں چاہے کتنی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے، شیزرے کو راستے سے میں ہٹاؤں گی بس تم دیکھتی جاؤ، میں اس کو فہد کی نظروں میں گرا کر رہوں گی، نور محل کی اس سازش کو میں کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔“

”لیکن پھپھو!“

”کچھ نہیں میری جان! بس تم دیکھتی جاؤ کہ تمہاری پھپھو تمہاری محبت میں کس حد تک جاتی ہے، آؤ دیکھو، تم تھوڑا سا کھانا لو، پھر میں بات کرتی ہوں۔“

”نہیں پھپھو! میں شایان کے ساتھ چلی جاتی ہوں۔“

”مت ڈرو وردہ!“ وہ اس کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھیں۔

......☆......

حریم خود ہی چلتی ہوئی تیز تیز اپنے روم کی طرف آئی تھی تو اس کی نظر شیزرے پر پڑی، وہ رامین کے ساتھ سر جھکائے بیٹھی تھی، شیزرے نے بہت غصے سے اپنے جھمکے اتار کر ڈریسنگ ٹیبل پر پھینکے۔

”کیا ہوا حریم؟“ وہ شیزرے کا ہاتھ چھوڑ کر حریم کی جانب بڑھی۔

”کیا کچھ باہر ہو گیا؟“ تو اس نے اپنی سرخ سرخ آنکھیں کھول کر شیزرے کی جانب دیکھا جو اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ رہی تھی۔

”کیا ہوا تمہیں؟“ وہ اپنے دوپٹے پر سے پنیں اتارتے ہوئے بولی تو جواب میں شیزرے کے آنسو بھل بھل بہنے لگے۔

”کچھ نہیں حری! پھر وہی شایان شوٹ بنا رہا تھا احمد اور فہد دونوں الجھ پڑے۔

”پھر...؟“ وہ اپنا دکھ سارا بھول کر شیزرے کی جانب بڑھی۔

"حد سے زیادہ شایان آگے بڑھ رہا ہے رامین آپی! اگر میں نے فہد سے کہہ دیا ناں تو خدا کی قسم فہد اور احمد اس کی ہڈیاں کچل کر رکھ دیں گے بس میرے کہنے کی دیر ہے' پھر وہی کہ شیزرے کی وجہ سے یہ سب ہو گیا تو میں چپ ہو جاتی ہوں۔"

"چپ ہو جا شیزرے! ایک دو دن گزر جائیں پھر تم دیکھنا میں شایان کو چھوڑوں گی نہیں۔" اس نے اس کے آنسو پونچھے۔

"حری! آج بڑے ماموں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' میں نے فہد اور احمد کو سمجھا لیا ہے' ریلیکس۔" اس نے حریم کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"شیزرے پلیز!" رامین پھر التجا بھرے لہجے میں بولی۔

"میں اسی لئے اس کو تمہارے روم میں لائی ہوں تاکہ کسی کو خبر نہ ہو' وہ تو شکر کرو کہ احمد بیچ میں آ گیا ورنہ فہد نے تو کرنا ہی تھا کچھ نہ کچھ' ساری کمزوری فہد کی ہے اسی لئے یہ کھیل سعدیہ ممانی کھیل رہی ہیں' کیوں نہیں بتاتا وہ بزدل کہیں کا۔" اس نے زور سے بھاری کنگن اٹھا کر ڈریسنگ پر رکھا۔

"لیکن حریم! تم یہ کیا کررہی ہو' ہوش میں ہو' چلو شیزرے چلو عباد آ رہا ہے۔" رامین جلدی سے گھبرا کر اٹھی اور دونوں باہر نکلیں۔

"کیا ہوا رامین! بیٹھو تم لوگ۔" عباد ڈیوڑھی پر ہی رک گیا' باہر ایک افراتفری مچی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا؟" رامین نے گھبرا کر دیکھا۔

"بہت تیز بارش کے آثار پیدا ہو گئے ہیں' ڈیکوریشن والے اپنا سامان سمیٹ رہے ہیں۔"

"او مائی گاڈ! میں تو سوچ رہی تھی کہ آج میں چلی جاؤں گی۔" رامین گھبرا کر شیزرے کا ہاتھ تھامے باہر نکل آئی' دروازہ کھٹ سے بند ہوا تھا۔

"کیا ہوا' تم یہ سب کیوں اتار اتار کر پھینک رہی ہو' خیریت؟"

"کچھ نہیں۔" عباد نے ڈریسنگ ٹیبل سے کنگن اٹھائے۔

”کیا ہوا یہ کیوں اتار دیئے‘ ان چیزوں پر کیوں غصہ اتار رہی ہو۔“ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس کنگن پہنا دیئے۔

”مجھ پر غصہ ہے تو مجھ سے کہو کیا کہنا ہے۔“ اس نے اس کا چہرہ سامنے کر لیا۔

”مجھے کسی سے کچھ نہیں کہنا۔“ اس نے اپنا رخ موڑ لیا۔

”کہنا تو ہے کچھ۔“ عباد نے اس کا چہرہ اپنے سامنے کرلیا۔

”پلیز عباد! مجھے مت تنگ کرو۔“ اس نے اپنی اٹکی ہوئی پن کو دوپٹے سے نکالنا چاہا۔

”میں کچھ ہیلپ کروں۔“ وہ ہنس کر بولا۔

”مجھے ضرورت نہیں ہے۔“

”مجھے ضرورت نہیں ہے‘ مجھے کوئی دکھ نہیں ہے پھر بھی آنکھیں بھیگ رہی ہیں۔“ اس نے دونوں جھمکے اس کے سامنے ہلائے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پہن لو انہیں فٹافٹ‘ بہت اچھے لگ رہے تھے۔“

”بہت بھاری ہیں میں نہیں پہنتی۔“

”پھر بھی حری! میری خاطر!“ اس نے جھمکا اس کے ہاتھ میں تھمایا۔

”نہیں چاہئے مجھے یہ سب کچھ۔“ اس نے جھمکا دور پھینکنا چاہا مگر عباد نے کیچ کر لیا۔

”یاد ہے حریم! میں تمہیں ہمیشہ کرکٹ میں آئوٹ کر دیتا تھا۔“ وہ جھمکے کو کیچ کرتے ہوئے بولا۔

”اسی لئے تم نے مجھے اپنی زندگی سے آئوٹ کر دیا ہے۔“

”نہیں حری! ایسا مت کہو۔“ اس نے گھبرا کر اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

”پلیز عباد! مجھے کمزور مت بنائو۔“ وہ غصے سے کسمسائی۔

”نہیں حری! میں ایسا کبھی نہیں چاہوں گا کہ تم کمزور بن جائو‘ بس میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔“

”مجھے کوئی بات نہیں سننی آپ کی۔“

”میں ایک بات شیئر کرنا چاہتا ہوں صرف ایک بات۔“ اس نے حیرت سے اپنی آنکھیں اس کے چہرے کی طرف کیں اور اس نے ہنستے ہوئے اس کا رخ آئینے کی طرف کر دیا۔

”آج تم کل سے زیادہ حسین لگ رہی ہو۔“ اس نے ہنس کر اس کے ہاتھ چھوڑ دیئے۔

”عباد!“ وہ غصے سے اس کی طرف پلٹی تو وہ ہنس کر بولا۔

”میں تمہیں یونہی تنگ کرتا رہوں گا اتنا تو حق رکھتا ہوں۔“ اس نے زور سے اس کی ناک کو ہلایا۔

”مت تنگ کرو میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔“ اس نے اپنے آنسو پونچھے۔

”کس سے‘ مجھ سے؟“ وہ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

”تم ایک بار میری بات سن لو۔“ تو اس نے نظریں اٹھائیں تو وہ بولا۔

”تم مجھ سے نفرت کرو گی لیکن جب پلٹ کر آیا ہوں تو لگا ساری محبتوں نے میرے پیر پکڑ لئے ہیں لیکن میں اپنی محبتوں کے پیر پکڑنا چاہتا ہوں کہ میں محبتوں اور رفاقتوں کا مجرم ہی سہی لیکن میں تمہارا شریک سفر ہوں۔“

عباد نے حریم کے ہاتھ چھوڑ دیئے لیکن حریم تو کسی شیشے کی طرح ٹوٹ گئی۔ زندگی کے سارے لمحے رنگ چرا کر ایک پل میں لے گئے‘ رفاقتیں اور محبتیں سب بے معنی سی اس کے سامنے تھیں لیکن وہ کانچ کی گڑیا نہیں تھی کہ عباد توڑ کر لفظوں سے جوڑ دے۔اس نے اپنے دونوں پیر ہٹا لئے‘ عباد کسی خواب سے بیدار سا لگ رہا تھا‘ وہ پر کشش خوبصورت سی حریم کو دل بھر کر دیکھنا بھی چاہ رہا تھا لیکن اعتراف کا سنگ بیچ میں آ گیا تھا‘ حریم سر اٹھائے بول رہی تھی۔

”لوٹنا اب اتنا آسان نہیں ہے حریم!“

”اتنا مشکل بھی نہیں عباد، کل تک بھی تم دور تھے۔“

”وہ کوئی اور بات تھی حریم!“

”میں یہ سمجھوں گی کہ یہ کوئی خواب تھا جو آیا اور گزر گیا عباد!“

”نہیں یہ حقیقت ہے، میں محبت میں اتنا خودغرض بھی نہیں کہ تمہارے احساسات کی قدر نہ کروں حریم!“

”احساس کے کسی روپ کو تم کوئی جذبے کا نام دے لو لیکن یہ تو سچ ہے کہ حریم تمہارے دل میں نہ رہ سکی عباد! اور اگر لمحے دو لمحے کی بھیک دینے تم برس بعد آ بھی گئے تو واپسی تمہاری اتنی تکلیف دہ ہو گی عباد کہ میں سانس بھی نہ لے سکوں گی، تم لوٹ جاؤ میں سمجھوں گی آئے ہی نہیں، میں آنکھ بند کر لیتی ہوں، میں نے تمہیں اس روپ میں دیکھا ہی نہیں عباد!“

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، عباد تڑپ گیا لیکن یہ کون سا پل تھا کہ قربتیں خود فاصلوں سے جا ملی تھیں، وہ گرین کپڑوں میں سسک سسک کر رو رہی تھی اس کے وجود کی مہک سے عباد کا دل تو بہک رہا تھا لیکن اعتراف

اور اختیار کے درمیان کہیں کوئی ایسا نازک لمحہ نہ آیا کہ وہ بیقراری سے اس کے آنسو چن لیتا، وہ ہنس دیتی وہ وصل شب کی نازک گھڑیوں میں سمیٹ لیتا۔ کتنی دیر تک وہ سسکتی رہی وہ مجرم بنا تکتا رہا، وہ خود ہی اٹھ کر واش روم سے منہ دھو کر آ گئی۔ آنکھیں سرخ تھیں سامنے محبتوں کا اسیر آج خود اعتراف جرم میں اس کے سامنے بیٹھا کسی سزا کا منتظر تھا۔ عباد کی خاموش نگاہیں ایک بار پھر التجا کر رہی تھیں، وہ تمام رات تکتا رہا اس چاند کو جو آج کی شب نکلا تو تھا لیکن اس کی طلب سے بہت دور مشرق کے پار، بہت دیر سے وہ سر جھکائے بیٹھی تھی، کافی دیر کی خاموشی کے بعد اس نے اپنا سر گھٹنوں سے اٹھا کر ایک نظر عباد کی طرف دیکھا، وہ تھکا ہارا بیڈ کے ایک کونے میں آنکھیں بند کئے لیٹا تھا، وہ بے خبر سو رہا تھا، اس کے ماتھے پر بکھرے بال اس کی پیشانی پر پڑے تھے، اس کی سانولی رنگت اس کی مسکراتی آنکھیں اس کا لب و لہجہ کا اُتار چڑھائو سب کچھ تو اس کی ہی طلب میں تھا آج وہ ہی دور ہو گئی تھی... اس نے نظر بھر کر عباد کو دیکھا جو بے خبر سو رہا تھا۔ حریم آنا کے محل سے دبے پاؤں نکل کر آ اور اس کے قدموں میں

اپنا سر رکھ دے کہ کاتب تقدیر نے نوشتہ تقدیر پر اسی کا نام لکھا تھا‘ راستوں میں ندی نالے تو آتے ہی رہتے ہیں۔

”نہیں نہیں میں اتنی بھی فراخدل نہیں کہ یوں قدموں پر گر جائوں‘ عباد کی میں اب طلب نہ تھی اس نے ممانی کے آنسوئوں کا بھرم رکھا ہے اور ممانی جان نے اپنا قرض وصول کیا ہے۔حریم خیرات کا سکہ نہیں کہ اسے کسی کے سامنے ڈال دیا جائے۔عباد کل تھا لیکن آج وہ میرا نہیں ہے‘ کل کی حقیقت کس طرح نظر انداز کر دوں‘ اس سے پہلے کہ میں بکھر کر گر جائوں عباد مجھے کمزور سمجھ کر سمیٹ لے‘ میں خود آگہی کے اس عذاب کو نہیں پار کر سکتی‘ اس کے اعتراف میں میری شکست تھی‘ اس کی جیت میں میری ہار ہو گی... میں اس کی دسترس سے دور رہوں گی اگر اس کے گھر کے کسی کونے میں میرا کوئی بسیرا نہیں تو میں کیسے اس کے دل میں سما جائوں‘ اب میں وہ خوشبو بھی نہیں کہ وہ میرا دوپٹہ اوڑھ کر سو جائے اور میں جگائوں تو شرارت سے کہے کہ اس میں میرے ہی وجود کی مہک آتی ہے۔

گرین کمخواب کے سنہرے دوپٹے کو عباد نے بل دے کر اس کی طرف دیکھا لیکن اس نے اس کے اس روّیہ کی نفی کر دی۔”پلیز حری ایک بار صرف معاف کر دو۔“اس نے شرارت سے آنکھیں موند رکھی تھیں۔

......☆......

اچانک گرجدار آواز کے ساتھ پورا کمرہ روشن ہو گیا تھا‘ ٹوٹ کر بارش کہیں گری تھی یا پھر اس کا دل رویا تھا اس نے سہم کر جلدی سے بالکونی کا دروازہ کھول دیا‘ اتنی موسلادھار بارش اور ہر سو گھپ اندھیرا‘ یوں لگ رہا تھا تاریکی میں پورا شہر ڈوب گیا ہو‘ دل کے اندر اس سے بھی گہرا اندھیرا ہر سو پھیل رہا تھا۔

”بند کرو حری! بہت تیز بوچھاڑ آ رہی ہے۔“ عباد نے بھیگے ہوئے پردے کو جلدی سے کھینچ دیا۔

”تم میرے اتنے قریب ہوتے ہو تو مجھے وحشت سی ہوتی ہے۔“ وہ سہم کر بولی۔

”تو پھر تم کیا چاہتی ہو؟ صرف ایک رات کی ہی بات ہے، میں کل ہی لوٹ جاؤں گا۔“ تھوڑا سا وہ غصے میں بولا۔

”نہیں نہیں، بڑے پاپا یہ برداشت نہیں کر سکیں گے۔“

”تو ٹھیک ہے میں رات اس بالکونی میں گزار دیتا ہوں۔“

”اب ایسا بھی نہیں ہے۔“ اس نے گھبرا کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا، ہلکی ہلکی پھوار سے اس کا چہرہ بھیگ رہا تھا۔

”تم سو جاؤ، جونہی بارش رُکے گی میں تھوڑی دیر کے لئے باہر نکل جاؤں گا، اس کے علاوہ میرے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے اور پھر تم مجھ سے اتنی خوفزدہ کیوں ہو؟ کیا ہوا ہے؟ پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔“ اس کے ہونٹوں پر پھر شرارت پلٹ آئی تھی، اس نے ایک گہری سانس لے کر اپنا رخ موڑا اور بولی۔

”دراصل عباد! وہ...“

”وہ کیا؟“ وہ گھوم کر اس کے سامنے آ گیا۔

اس کی نظریں جھکی کی جھکی رہ گئیں۔

”بولو حری بولو، کیا کہنا چاہتی ہو۔“ وہ اس کے ہاتھ کی ہری ہری چوڑیوں کو گھمانے لگا۔

”بس عباد! میں تم سے کوئی تعلق ہی نہیں رکھنا چاہتی۔“ وہ رخ موڑ کر بولی۔

”تو تمہیں یہ خوش فہمی کب سے ہوئی۔“ وہ اس کا چہرہ اپنی طرف موڑ کر شرارت بھری نظروں سے بولا تو وہ شرمندہ شرمندہ سی کھڑی رہ گئی۔

”تم جاؤ اور چینج کر کے سو جاؤ، مجھے ابھی تھوڑی دیر کچھ کام بھی ہے۔“ وہ سامنے پڑے ہوئے اونچے سے صوفے پر یوں گر کر بیٹھا گویا زمانے بھر سے ہار گیا ہو، وہ جونہی واش روم کی طرف بڑھی تو وہ بہت غصے سے بولا۔

"حری...!" تو اس کے قدم وہیں تھم سے گئے اور وہ پلٹ کر مڑی' وہ بے تحاشہ ہنسے جا رہا تھا اس کی اس بدحواسی پر' جس طرح وہ سہم کر پلٹی تھی وہ غصے سے رخ موڑ گئی۔

......☆......

"امی!" اس نے گھبرا کر ماں کے سینے پر سر رکھ دیا۔

"امی! اٹھیں ناں دیکھیں کتنی تیز بارش ہے' کیا حشر ہو رہا ہو گا گھر کا۔" فاطمہ بے خبر سو رہی تھیں چونک کر اٹھ بیٹھیں۔

"میں کیا کروں' کتنی بار میں نے اوپر چکر لگا لئے' تھک گئی' بچوں کو بھیجا سب واپس آ گئے' نجانے آج تمہارا باپ کہاں چلاگیا ہے اگر جانا تھا تو بتا کر جاتا یا پھر چابیاں ہی دے جاتامجھے' اب میں کیا کروں۔" وہ بے بسی سے اٹھ کر کھڑکی کے پار دیکھنے لگیں' اتنی تیز بارش تھی کہ سب کچھ جل تھل سا ہو رہا تھا۔

"امی! ساری کابکیں بھیگ گئی ہوں گی' ابا بوچھاڑ سے بچا لیتے تھے۔"

"تو میں کیا کروں بیٹا! اتنی طوفانی بارش میں کیسے چھت پر جاؤں' ہر جگہ وہ تالے ڈال کر گیا ہے۔"

"امی! ابا نے آج ایسا کیوں کیا ہے، میں جانتی ہوں۔"

"کیا جانتی ہو۔" فاطمہ نے گھبرا کر بیٹی کا ہاتھ تھام لیا۔

"بولو شیزرے! کیوں چپ ہو؟"

"امی! شایان کہہ رہا تھا کہ اس نے ابا کو پیسے دیئے ہیں۔"

"کس بات کے؟" فاطمہ کو ایک کرنٹ سا لگا۔

"وہ ہماری تصویریں بناتے ہیں۔" اس کی نظریں جھکی کی جھکی رہ گئیں۔

"شیزرے! کب؟ اور تم نے بنوا لیں؟"

"امی! مجھے خبر ہی نہیں ہوئی' میں سامنے سے چلتی ہوئی آ رہی تھی اور شایان مووی بنا رہا تھا۔"

"شیزرے میری جان!" وہ تڑپ کر اس کے پاس آ گئیں۔

"غریبوں کے پاس صرف عزت ہوتی ہے' اپنا بچاؤ خود کرنا پڑتا ہے ورنہ لوگ تماشا بنا دیتے ہیں' ہماری تھوڑی بہت جو عزت ہے نور محل میں صرف اسی وجہ سے ہے کہ ہم جھکے رہتے ہیں وہ بھی چلی جائے گی۔"

"امی! ایک بات کہوں' چھوڑ دیں یہ نور محل ہم کہیں اور چلے جاتے ہیں پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"نہیں شیزرے! اکو تجھے اسی دن بیچ دے گا' یہاں تو وہ سجاد بھائی اور امی سے ڈرا رہتا ہے' بس شیزرے میری بات مان لے' جونہی تیرا گریجویشن کا فائنل ہوتا ہے میں تیری شادی کر دیتی ہوں جب تک ہم اس سب کو برداشت کر لیں گے۔"

"لیکن امی! وہ اوپر بارش میں سب کا بکیں بھیگ جائیں گی' ابا صبح آ کر شور مچائیں گے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تو میں کیا کروں' ڈھائی تین کا پہر ہے اور بارش تو دیکھو۔" انہوں نے باہر اندھیرے میں جھانکا جہاں گہرا اضمحلال طاری تھا' قریبی بیڈ پر رامین نے کروٹ بدل کر چمکتے ہوئے سیل کی طرف دیکھا احمد کا میسج تھا۔

"یہ کیا کیا ہے تم لوگوں نے۔" رامین نے گھبرا کر پوچھا۔

"کیا کیا ہے ہم لوگوں نے۔"

"برآمدے میں آ کر دیکھو کیا ہو رہا ہے' دیکھو کیا ہو رہا ہے لان میں۔" وہ سیل بند کرتے ہوئے گھبرا کر برآمدے میں نکل آئی تھی' باہر تیز موسلادھار بارش ٹوٹ کر برس رہی تھی' کچھ ڈیکوریشن کا سامان اٹھ گیا تھا اور باقی کرسیاں بھیگ رہی تھیں۔

"یہاں تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔" اس نے گھبرا کر پھر Sms کیا۔

"تم اپنی بائیں جانب اوپر بالکونی میں دیکھو۔" اس کی نظریں خودبخود اوپر اٹھیں تو وہاں احمد کھڑا ہنس رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"احمد پلیز! ہر وقت یہ مذاق اچھا نہیں لگتا۔" اس نے سیل ہونٹوں سے لگا لیا۔

"تو تمہیں ایسی بارش میں پھر کیا اچھا لگتا ہے۔" احمد ہنس کر بولا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے' چار بج رہے ہیں صبح ہونے والی ہے کیا کوچنگ نہیں جانا تم نے۔" وہ ہنس کر بولی۔

"اتنے خوبصورت موسم میں اور میں کوچنگ جاؤں گا' تم نے تو بس میری سوچ پر پتھر پھینک دیئے۔"

"ابھی تو پیچھے سے جب پتھر پڑیں گے ناں چھوٹی ممانی کے وہ تم برداشت کر لینا۔" وہ ہنسی۔

"ان کی تو فکر ہی نہ کرو' وہ ڈبل ڈوز لے کر سو رہی ہیں' البتہ تم کیوں جاگ رہی ہو۔"

"یہ ضروری ہے کہ میں تمہیں ہر بات بتا دوں۔"

"تو اس وقت نور محل کے سارے لوگ جو گرائونڈ فلور میں رہتے ہیں وہ کیا کر رہے ہیں اور تم کیا کر رہی ہو؟"

"وہ سب سو رہے ہیں اور میں بھی سو رہی تھی تم نے مجھے جگا دیا احمد۔"

"تو میں نے اچھا کیا ناں۔"

"صبح میں کیسے جائوں گی۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے صبح جانے کی' ہم صبح آئوٹ ڈور عباد بھائی کے ساتھ لنچ کرنے جائیں گے اور تم بھی ساتھ جائو گی اور ہاں یاد رکھنا تم میری کار میں ہو گی ورنہ میں..."

"ورنہ کیا' تم ہر بار مجھے بلیک میل کرتے ہو۔"

"تیز رفتار کار میں کسی دیوار سے مار دوں گا' میں زندہ رہوں یا مر جائوں۔"

"شٹ اپ ریجڈ مین۔" اور اس نے سیل بند کر دیا۔

......☆......

ڈبل ڈوز کے باوجود سعدیہ کو ابھی تک نیند نہیں آئی تھی جنریٹر کی آواز سے ان کے کان پھٹے جا رہے تھے' وہ اپنے کمرے سے نکل کر گیسٹ روم کی طرف آئی تھیں جہاں وہ کمپیوٹر پر بیٹھی ہوئی کسی سے چیٹنگ کر رہی تھی' پھپھو کو دیکھتے ہی اس نے کھٹاک سے کمپیوٹر آف کر دیا اور گھبرا کر کھڑی ہو گئی تھی' وہ اس وقت وہ انٹرنیٹ پر اپنے کسی کالج فرینڈ سے بات کر رہی تھی۔

"پھپھو! آپ ابھی تک سوئیں نہیں۔" وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

"بس وردہ مجھے نیند نہیں آ رہی۔" انہوں نے ونڈو کا پردہ کھینچ دیا تو باہر شیشے پر گرتی ہوئی بارش آبشار کی طرح چھلک رہی تھی۔

"پھپھو! آپ نے میڈیسن لے لی؟"

"ہاں میں نے ڈبل ڈوز لے لی مگر ذہن ابھی تک تھکا تھکا سا ہے' شایان بتا رہا تھا کہ احمد کے ساتھ نعیم اور ندیم بھی الجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔"

"پھپھو! وہ غریب سی ایک لڑکی ہے چھوڑیں اس کا پیچھا' ہمیں اس سے کیا لینا دینا۔" "زیادہ ہیڈک نہ پالیں' کچھ پیسے دیں اس کے باپ کو اس کو اور یہاں سے چلتا کر دیں' اس کی ماں سے بات کریں ایک کمرے میں وہ کیسے گھٹ گھٹ کر جی رہے ہیں' پھپھو! یو نو ہمارے نوکروں کے سرونٹ کوارٹر بھی اس سے اچھے ہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے میری جان! وہ غریب لوگ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے مگر نور محل والے ہمارے لئے ہیڈک ہیں' انہوں نے ہمارے بچوں کو ہم سے دور کر دیا ہے' بس وردہ یہ اتنا گہرا زخم ہے کہ میں اس کے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں' میں نے اس کے لئے اکو کو آفر بھی کی ہے وہ مان جائے گا' وہ لالچی قسم کا انسان ہے لیکن یو نو فاطمہ بڑی میچورڈ عورت ہے کبھی تم اس سے بات کر کے دیکھو' بہت کانفیڈنٹ ہے' غربت کو تو وہ خدا کی طرف سے دیا ہوا ایک تحفہ سمجھتی ہے اور بیٹی کو تو اس نے ایسا گروم کیا ہے کہ کوئی کہہ ہی نہیں سکتا کہ یہ اکو چھولے والے کی بیٹی ہے اور اس میں امی جان

اور بھابی جان کا بھی ہاتھ ہے' اس کی ایجوکیشن انہی اسکول و کالج میں ہوئی ہے، جہاں ان کے اور ہمارے بچے پڑھتے تھے' اس کو ایسا بنا دیا گیا ہے کہ وہ بھول گئی ہے کہ وہ کسی غریب کی بیٹی ہے' وہ اس محل کے خواب دیکھ رہی ہے' امی جان نے اس کو ہمیشہ ساتویں شہزادی کا درجہ دیا وہ اپنی اوقات بھول گئی اور جب سے عباد اور حریم ایک دوسرے سے قریب کیا آئے اس کی سوچوں میں میرا فہد قریب آ گیا ہے' وہ بچپن سے ان لوگوں پر رحم کھانے لگا اور اب یہ رحم اس کی آنکھوں میں محبت بن کر جھلک رہا ہے' میں نے فہد کی آنکھوں میں جو دیکھا ہے ناں پلیز وردہ مجھے اس کھیل کا ڈراپ سین کرنا ہے' میں اس ٹین ڈبے والے اکو کو یہاں سے ہٹا کر رہوں گی' میں نے شایان کو بھی کہہ دیا ہے کہ اس کے جتنے شوٹ ہیں تم جہاں چاہو یوز کرو۔“

”پھپھو! جلدبازی سے کام نہ لیں تو اچھا ہے' احمد بھائی اور فہد آپ کے خلاف ہو جائیں گے۔“

”وہ تو ہو چکے ہیں اب کچھ نہیں بچا میرے پاس' تم کوشش کرو فہد سے قریب رہنے کی' میں جلد ہی تمہاری اور اس کی منگنی کر دوں گی۔“

”دیکھ لیں پھپھو! فہد اتنی آسانی سے بات ماننے والا نہیں۔“ سعدیہ نے ایک جمائی لی اور بولیں۔

”اچھا وردہ! مجھے نیند آ رہی ہے میں جا رہی ہوں سونے۔“ وہ ونڈو کا پردہ کھینچ کر پلٹ گئیں۔

......☆......

”امی! اوپر چلیں۔“

”تھوڑی اور دھوپ نکلنے دو بیٹا!“

”چلیں ناں اوپر ہو سکتا ہے ابا آ گئے ہوں۔“

”میں فجر پڑھ کر گئی تھی اوپر وہ ابھی نہیں آئے۔“

''لیکن پھر بھی امی! اوپر تو چلیں۔'' جلدی سے بولتی۔وہ چلتی ہوئی اوپر پہنچی تھی فاطمہ اس کے پیچھے پیچھے لیکن سامنے کمرے میں بڑا سا تالا لٹک رہا تھا' بھیگی ہوئی ساری کابکیں' ٹین کی چھت کے نیچے رکھی ہوئی تھیں۔اور کبوتروں کی غٹرغوں' غٹرغوں دور سے ہی سنائی دینے لگی' وہ قریب آئیں تو ان کی آوازیں اور تیز ہو گئیں۔

''کھول دوں امی!'' وہ بڑھ کر آگے آئی اور ایک ایک کر کے ساری کابکوں کو کھول دیا تھا' سارے کبوتر پھڑپھڑاتے ہوئے پانی کی اونچی سی ٹینکی پر بیٹھ گئے تھے۔

''امی! ان کا دانہ بھی اندر بند ہے۔''

''وہ تو ان کو مل ہی جائے گا شیزرے! مجھے تو لگ رہا ہے کہ آج سارا پانی کمرے کے اندر بہہ کر گیا ہے'۔'' انہوں نے ٹوٹی ہوئی کمرے کی ڈیوڑھی کو دکھایا۔

''یہ دیکھو اکو توڑ کر گیا ہے جان کر' سارا پانی اندر گیا ہو گا سارا سامان بھیگ گیا ہو گا اس کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا وہ یہ بات جانتا ہے کہ ٹوٹ گئی ڈیوڑھی تو سارا پانی اندر جائے گا۔'' فاطمہ کی آنکھ سے آنسو بہنے لگے۔

''جائو شیزرے! نیچے اور ندیم سے بولوکہ تالے چابی والے کو لے کر آئے۔''

''جی امی!'' وہ نیچے پلٹی' تھوڑی ہی دیر میں ندیم کسی چابی والے کو لے کر اوپر آیا تھا۔

''ہٹیں خالہ!'' ندیم نے دھکا دے کر دروازے کو کھول دیا تھا۔

''او نو...'' ندیم ایک جھٹکے سے پلٹا' سارا کمرہ جل تھل ہو رہا تھا۔

''خالہ پلیز! آپ فکر نہ کریں مت روئیں خالہ' ہم ابھی سب ٹھیک کر دیں گے۔''

''نہیں ندیم! تم نیچے جائو' میں دیکھتی ہوں۔''

''کیا ہوا فاطمہ؟'' عذرا بھابی اوپر آ گئی تھیں۔

"او خدایا! یہ کیا ہوا؟" وہ بھیگے ہوئے لحاف اور بستر دیکھ کر بولی تھیں۔

"فاطمہ! دھیان رکھتے ہیں۔" لیکن ٹوٹی ہوئی ڈیوڑھی پر جب نظر پڑی تو وہ چپ کی چپ رہ گئیں۔

"خالہ! یہ کس نے توڑی؟"

"بس بیٹا! کسی نے نہیں۔"

"چلو فاطمہ! تم نیچے آئو۔" عذرا بھابی نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"رہنے دیں بھابی! آپ جائیں میں کر لوں گی۔"

"ایسے ہی کر لوگی تم' میں بھیجتی ہوں بچوں کو اور کام والی کو۔" گھنٹے دو گھنٹے کے بعد سب نے مل کر ان کے کمرے سے پانی نکال دیا تھا' بھاری کارپٹ کھینچ کر کھلی چھت پر ڈال دیا گیا تاکہ وہ دھل جائے' ہلکی ہلکی دھوپ نکل آئی تھی' بھیگے ہوئے بستر اور چادریں باہر کرسیوں اور پلنگ پر پھیلے ہوئے تھے' ہلکی ہلکی بوندیں اب بھی اس وقت آسمان سے برس رہی تھیں' بھیگے

ہوئے کبوتر پانی سے اپنے پروں کو جھاڑ رہے تھے' کچھ پھڑپھڑاتے ہوئے اپنی کابکوں میں جاتے پھر بھوک سے تلملا کر اپنی کابکوں سے نکل آتے۔

سہ پہر بیت گئی تھی مگر ابھی تک اکو گھر نہیں لوٹے تھے' فاطمہ کو ویسے تو یقین تھا کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے کہیں گئے ہیں مگر جب شام ڈھلی تو انہیں بھی فکر ہوئی کہ ایسا کیا کہ اکو گھر پلٹ کر نہ آئے' وہ بڑی متفکر سی بیٹھی رہیں' شیزرے نیچے گئی تو پھر اوپر پلٹ کر نہ آئی' البتہ نعیم اوپر آیا تھا۔

"خالہ! نانو آپ کو بلا رہی ہیں۔"

"تم شیزرے کو اوپر بھیجو پھر میں آتی ہوں۔"

"شیزرے! رات سے پہلے پہلے سب کابکوں کو پٹڑی لگا دینا دھیان سے کوئی کبوترہ نہ جائے ورنہ بلیاں لے جائیں گی۔" وہ بڑے پیار سے بولیں۔

"جی امی! سارے کبوتر اپنے خانوں میں جا چکے ہیں اندھیرا بڑھ گیا ہے مگر وہ دیکھیں منڈھیر پر بیٹھے پھڑپھڑا رہے ہیں' میں کیا کروں۔"

......☆......

آج دوسرے دن ہلکی ہلکی دھوپ نور محل کی آخری چھت پر پھیلی ہوئی تھی، فاطمہ اپنے سارے کپڑے تقریباً سمیٹ کر کمرہ سیٹ کر چکی تھیں تبھی دلہن چچی چڑھتی ہوئیں اوپر پہنچیں، ان کا خیال تھا کہ فاطمہ کا پریشانی سے برا حال ہو گا مگر یہاں تو فاطمہ بڑے سکون سے ٹوٹے پلنگ پر بیٹھی ہوئیں باسی روٹی مل مل کر کبوتروں اور جنگلی چڑیوں کو کھلا رہی تھیں البتہ انہیں شیزرے اردگرد نظر نہ آئی تو وہ چلتی ہوئیں بڑے تکبر سے فاطمہ کے پاس چلی آئیں اور ایک نظر مڑ کر فاطمہ کے کمرے کی ڈیوڑھی پر ڈالی جہاں فاطمہ نے پھر سیمنٹ اور بجری سے ڈیوڑھی بنا کر آنے جانے کے لئے بلاک لگا رکھے تھے، سعدیہ دلہن کے اندر ایک سانس ٹوٹ کر بکھر گئی اور بولیں۔

"کیا کھاتی ہو فاطمہ تم..."

"ان ہاتھوں سے کمائی ہوئی روزی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یا اکو کے نشے کی پڑیا کا جادو، کچھ تو ہے فاطمہ جس نے تمہیں اتنا توانا بنا دیا ہے۔"

"وقت اور حالات نے مجھے ایسا بنا دیا ہے، صبر اور قناعت نے حالات سے نمٹنے کی عادت بھی ڈال دی ہے، آپ سنائیں سعدیہ بھابی! بہت تھکی تھکی اور پریشان دکھائی دے رہی ہیں۔" آج فاطمہ کا دل بھی جل کر بولا تھا۔

"ساری تھکن ایک دن اتر جائے گی یہ نشے کی پڑیا نہیں۔"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو، بس آپ اپنا دھیان رکھیے گا۔"

"میں تو اپنا دھیان رکھتی ہوں البتہ تم اوپر دیکھ کر مت چلو ورنہ ٹھوکر لگے گی اور گر جائو گی۔" کبوتر پھڑپھڑا کر فاطمہ کے ہاتھ پر آیا تو فاطمہ نے باسی روٹی کی چوری اٹھا کر کبوتروں کی جانب پھینکی اور ان کی بات کو ان سنی کر کے وہ مسکرا کر کبوتروں کو دیکھنے لگیں۔

"اکو کہاں ہے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مجھے نہیں معلوم' دو تین دن سے گھر نہیں آیا۔"

"تم ماں بیٹی سے تنگ آ کر وہ کہیں غائب ہو گیا۔"

"نہیں سعدیہ بھابی! ہمارے دشمنوں نے اسے کچھ پیسے تھما دیئے' نشے میں کہیں وہ دھت پڑا ہو گا۔"

"بس تم یہاں سے اپنا ٹین ٹبر اٹھاؤ اور جاؤ' میں تمہاری وجہ سے ڈسٹرب رہتی ہوں' اکو ہر وقت نشے میں آتے جاتے رہتے ہیں' اب میں مزید برداشت نہیں کر سکتی' فاطمہ! میں تم سے کچھ کہہ رہی ہوں۔" فاطمہ نے کوئی جواب ہی نہیں دیا تھا۔

"فاطمہ! جو میں نے کہنا تھا کہہ دیا بس یہ ہر روز تماشہ جو نور محل میں ہو رہا ہے ناں بس اب ختم کرو اور جاؤ تم لوگ یہاں سے بس بہت ہو گیا یہ تماشہ' میں تھک گئی ہوں سمجھیں تم۔" زینے پر آہٹ ہوئی تو وہ بہت تیزی سے مڑ کر چلی گئیں' فاطمہ جہاں بیٹھی تھیں وہیں بیٹھی رہ گئیں۔

"تین دن سے اکو لاپتہ ہے نجانے کہاں مر کھپ گیا نشے کی حالت میں' یہاں ماں بیٹی نے ایک تماشہ بنا رکھا ہے نور محل کے وہ خواب دیکھ رہی ہیں آج میں اسے اس کی اوقات یاد دلا کر آئی ہوں۔" وہ منظور صاحب کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی تھیں۔

"پلیز سعدیہ! اتنا تکبر اچھا نہیں ہوتا۔"

"تکبر کیسا؟" وہ غصے سے کھڑی ہو گئیں۔

"یہ میرا حق ہے کہ میں اسے اس کی اوقات میں رکھوں' تم لوگوں کی آنکھوں پر تو پٹیاں بندھ گئی ہیں۔" تبھی یہ آواز گزرتے ہوئے فہد مصطفی کے کانوں تک بھی پہنچی' جاتے جاتے اس نے پلٹ کر ماں کی طرف دیکھا' ان کو خبر ہی نہیں تھی جو منہ میں آ رہا تھا وہ بولے جا رہی تھیں' وہ جھنجلا کر نیچے اترنے لگا تو سامنے سے آتی ہوئی شیزرے پھر ایک بار ٹکرائی تھی۔

"شیزرے!" فہد مصطفی کی آواز پر وہ وہیں پتھر کی سی ہو گئی۔

"شایان کاظمی نے تمہارا پورا شوٹ بنایا ہے اور تمہیں خبر کیسے نہ ہوئی' کیا یہ تمہاری مرضی سے ہوا ہے' مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میں دخل اندازی کروں..." تو شیزرے نے ایک لمحے کے لئے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔

"جی آپ دخل اندازی نہ کریں۔" اور بہت تیزی سے دوڑتی ہوئی اوپر چلی گئی' فہد مصطفی کے پائوں من من بھاری ہو رہے تھے' جب وہ نیچے اتر رہا تھا اس نے مڑ کر دیکھا تو شیزرے پلٹ کر اسی کو دیکھ رہی تھی' پھر ایک پل میں وہ اوجھل ہو گئی' اس کا سانس بُری طریقے سے پھول رہا تھا وہ ماں کے گرد کمر میں ہاتھ ڈالے جھنگلہ پلنگ میں بیٹھے سسک سسک کر رو رہی تھی۔

"کیا ہوا...؟"

"نہیں امی کچھ نہیں۔" کبوتر پھڑ پھڑا کر اس کے ارد گرد گھوم رہے تھے۔

"پھر بھی میری جان شیزرے! بولو مجھ سے شیئر کرو ہر بات' کوئی کسی کا نہیں ہوتا' جنم دینے والی ماں ہوتی ہے بس تم مجھ سے بولو کیا دکھ ہے کیوں رو رہی ہو' کیاچاہتی ہو تم؟ بولو کیا ہوا ہے' تم اس طرح کبھی نہیں روئیں' کیوں بھیگ رہا ہے تمہارا جسم' کیوں کانپ رہی ہو تم اس طرح' کیا سعدیہ بھابی کی کوئی بات سنی ہے۔" اس نے روتے روتے سر نفی میں ہلا دیا' پھر سسک سسک کر وہ فاطمہ کی گود میں سر رکھے روتی رہی' ماں اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہی' بہت دیر کے بعد اس کی ہچکیاں رُک گئیں تو پھر اس نے اپنے آنسو پونچھ لئے اور ماں کی جانب دیکھ کر اس نے کہا۔

"امی! شایان نے میرے شوٹ کے پیسے دیئے ہیں' فہد اسی بات کو لے کر مجھ سے غصے سے پوچھ رہا تھا کہ کتنے پیسے لئے ہیں میں نے' امی میں کیسے کہتی کہ پیسے میرے ابا نے لئے ہیں میں ابا کو تو نظروں میں ان کی نہیں گرا سکتی' امی..." وہ ایک لمحے کے لئے رکی۔

''میں نے فہد سے کہہ دیا ہے کہ سب کچھ میری مرضی سے ہوا۔''

''شیزرے...!'' وہ تڑپ کر اس کو گلے لگا گئیں۔

''یہ تو نے کیا کیا؟ یہ تم نے اچھا نہیں کیا بیٹا' اکو اس قابل نہیں ہے کہ تم اس پر کوئی ٹرسٹ کرو' کیا کروں میری تو خود کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ گھر میں چھوڑ کر کہاں جاؤں' تم بہت محفوظ جگہ پر ہو' اگر اس بات کی خبر سجاد بھائی یا امی جان کو ہوئی تو تم یقین کرو اس گھر میں قیامت آ جائے گی' اکو جتنا کمینہ ہے یہ لوگ اتنے ہی اچھے ہیں۔'' پہلی بار انہوں نے اکو کو اتنے گرے ہوئے لفظوں میں بولا تھا' شیزرے کو خود بھی حیرت ہوئی کہ تمام عمر اکو کی طرفداری کرنے والی ماں آج ایسی کیسے ہو گئی۔

وہ ابھی تک ناک سے بہتا ہوا پانی پونچھ رہی تھی' فاطمہ بے یاس و مددگار خود سے لگائے جھنگلہ پلنگ پر پیر لٹکائے بیٹھیں آسمان کی طرف دیکھ رہی تھیں' سیاہ بادلوں کی ٹولیاں نور محل کے اوپر گھوم رہی تھیں' وقت سے پہلے اردگرد روشنیاں جل گئیں' ایک ایک کر کے سارے کبوتر کابکوں میں جا چکے

تھے لیکن وہ ابھی تک سر نیہواڑے ماں کی گود سے چمٹی ہوئی یوں بیٹھی تھی گویا اس کا اب کہیں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

......☆......

کیا ہوا فہد؟'' عباد نے آ کر لائونج کی لائٹ جلا دی' سامنے ایش ٹرے میں سگریٹ کا ڈھیر لگا تھا' وہ جلدی سے سگریٹ ایش ٹرے میں پھینک کر کھڑا ہو گیا۔

''کچھ نہیں عباد بھائی! اب میں اپنی واپسی کی سوچ رہا ہوں' بڑے پاپا نے مجھے آپ کی وجہ سے بلا لیا تھا۔'' وہ اپنی نظریں پھیر گیا۔

''آئو باہر نکلو' یہاں تم اس طرح سے کیوں بیٹھے ہو۔'' تو وہ جلدی سے آگے بڑھا۔

''فہد! بات کیا ہے آج تم بے حد اداس ہو۔''

”کوئی خاص بات نہیں بس یونہی سر میں درد ہے تھک گیا ہوں شاید۔“ وہ بہانہ بنا کر آگے بڑھا۔

”تو آئو چلتے ہیں کسی ڈاکٹر کے پاس۔“

”فی الحال مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔“

”فہد! تم اتنی جلدی کیوں جا رہے ہو؟“

”میں صرف 15 دن کے لئے آیا تھا‘ نئی نئی میری جاب ہے اور میں اب یہاں رہنا بھی نہیں چاہتا۔“

”کیوں یہاں کیوں نہیں رہنا چاہتے؟“ عباد چونک گیا۔

”میں نے تو سنا تھا تم پوسٹنگ کروا رہے ہو کراچی میں‘ وہاں سکھر میں تمہارے لئے کیا ہے۔“

”لو پورے شہر کا کوتوال بنا پھرتا ہوں‘ سارے تھانے میرے انڈر میں آتے ہیں۔“ وہ بہت پھیکی ہنسی ہنسا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہاں‘ ہاں مجھے سب معلوم ہے لیکن فہد!“ وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

”جی عباد بھائی! کچھ کہنا چاہتے ہیں۔“

”تھوڑے دنوں کے لئے میں واپس جانا چاہتا ہوں۔“ عباد رک کر بولا تو فہد نے ہنس کر دیکھا اور بولا۔

”بڑے پاپا کی ایسی کنڈیشن نہیں ہے کہ آپ چھوڑ کر جائیں‘ آپ ایک بار ان کے ڈاکٹر سے مل کر بات تو کر لیجئے۔“

”میں جانتا ہوں فہد! اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ تم دو چار دن اور رُک جائو‘ میں یوں گیا اور یوں واپس آیا۔“

”جی‘ جی میرے بھائی‘ آج تک مجھے یاد ہے بڑی ممی سے آپ نے یہی تو کہا تھا کہ دو سال لگیں گے یوں گیا اور یوں آیا اور بیت گئے پورے چھ سال۔“ وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لیکن فہد! تم میری بات سمجھنے کی کوشش تو کرو، میں پاپا ہی کی وجہ سے آیا تھا اور اب میری واپسی بھی انہی کی وجہ سے ہو گی، میں زیادہ دن وہاں نہیں رک سکتا۔" تو فہد کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔

"کیا سوچ رہے ہو فہد؟" اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

"آپ کی فیملی کے بارے میں، فہد ایک جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔

"وہ دراصل فہد!" عباد بھی گھبرا کر بولا۔

"فہد! اصل میں بات یہ ہے۔"

"عباد بھائی! بات کچھ نہیں ہے، بات صرف یہ کہ میں آپ کو کلیئر بتا دوں، آپ آئیں میرے ساتھ گارڈن میں بیٹھتے ہیں۔" وہ پول سائیڈ کی طرف چل دیا۔

"جو کچھ بھی آپ نے دیکھا یا جو کچھ بھی آپ کے ساتھ ہوا وہ ہم سب نے ایک چانس کیا ہے ہم جانتے تھے کہ آپ نے وہاں شادی کر لی ہے آپ کی

وہاں ایک فیملی ہے، ہم جنید کی بات کو جھٹلا دیتے تھے بڑی ممی اس بات پر یقین رکھتی ہیں کہ آپ ایک بار حریم کے ہو گئے تو کہیں نہیں جائیں گے۔" وہ اپنا دکھ بھول کر عباد کی دلجوئی کر رہا تھا۔

"ہم نے بڑے پاپا کی زندگی کے لئے اپنے اس خاندان کی سب سے پیاری اور قیمتی چیز حریم کو داؤ پر لگا دیا، وہ آپ سے ملنا چاہتی تھی وہ آپ سے پوچھنا چاہتی تھی کہ آپ کی رضا اس میں شامل ہے کہ نہیں، وہ آپ سے ٹوٹ کر پیار کرتی تھی، ہم سب نے ان کے احساسات و جذبات کو مار دیا، صرف بڑے پاپا کی خاطر کہ وہ نیند میں بھی کہتے تھے کہ عباد کو بلاؤ، حریم میری ذمے داری ہے تب ہم سب نے حریم کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں، ہم سب نے ہنستے ہنستے موت کے گھاٹ اتار دیا، و ہ ایک ایک پل روئی ہے آنکھوں سے احتجاج کرتی رہی کہ ہم لوگ آپ سے اُسے بچا لیں اور آپ پھر بڑے پاپا کو چھوڑ کر جا رہے ہیں کیا آپ تھوڑی دیر انتظار نہیں کر

سکتے کہ ہم اپنے بڑے پاپا کو بڑی عزت اور محبت سے رخصت کر دیں۔'' یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھیں چھلک پڑی تھیں۔

''نہیں ایسا نہیں ہو گا' پاپا کو کچھ نہیں ہو سکتا' میں انہیں اپنے ساتھ باہر لے کر جاتا ہوں۔''

''میں ڈاکٹر زکی رائے لے چکا ہوں وہاں پر بھی کچھ نہیں ہو سکتا' بس یہی کہ ہم انتظار کریں اور ان کے ساتھ ایک ایک لمحہ جی لیں۔'' وہ کھڑا ہوا اپنے آنسو پونچھ رہا تھا' عباد خوف سے منجمد سا بیٹھا رہ گیا۔

......☆......

''کیا ہوا؟ کس کا ماتم ہو رہا ہے جو دونوں ماں بیٹیاں منہ لٹکائے بیٹھی ہیں' ' اکو نے ایک دم چونکا دیا۔

''اللہ نہ کرے۔'' فاطمہ نے گھبرا کر شیزرے کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

''بہت دیر کا آیا ہوں' اماں بیٹی کا تماشہ دیکھ رہا ہوں' میں تو آج تین دن بعد آیا ہوں میں تو سمجھا میری بیوی میرا قل پڑھ کر بیٹھی ہو گی۔'' اکو کی اس وقت بھی آنکھیں نشے میں لال لال ہو رہی تھیں' ہاتھ میں نئی گھڑی اور ڈھیر سارے شاپر لئے کھڑا تھا۔

''اٹھ میری شہزادی۔'' اس نے جھک کر شیزرے کا ہاتھ پکڑ کر بازو گھسیٹ لیا' فاطمہ نے اتنی ہی تیزی سے دھڑ سے اکو کا ہاتھ پکڑا تھا۔

''بس اکبر! اس کو ہاتھ نہ لگانا تم۔''

''ہائے میری انار کلی جب تم مجھ کو اکبر کہہ کر بلاتی ہے تو میں خود کو سلیم سمجھنے لگتا ہوں۔''

''یہ الٹی سیدھی بکواس انہی چرسیوں میں جا کر کرنا جہاں تین دن گزار کر آ رہے ہو' میری بیٹی کو ہاتھ مت لگانا۔''

''کیوں یہ میری بیٹی ہے۔'' وہ ڈھٹائی سے ہنسا۔

"نہیں شیزرے، یہ تیرا باپ نہیں ہے ہٹ جا، ہر روز ایک نیا تماشہ، کتنے پیسے لئے ہیں تم نے شایان سے؟" فاطمہ غرا کر بولیں۔

"اچھا... تو یہ ہے بات۔" اکو نے سارے شاپر وہیں زمین پر رکھ دیئے۔

"یاد رکھنا فاطمہ! اتنی تیری ذلت اور رسوائی پھیلاؤں گا اگر ایک لفظ بھی آگے بولی۔"

"چل شیزرے اندر۔" فاطمہ اسے ہاتھ سے تھام کر اندر لے گئیں اور وہ بے سدھ سی ماں کا بازو تھامے اندر چلی گئی۔

"نہیں امی نہیں، ابا سے جھگڑا مت کریں، ساری آوازیں نیچے جاتی ہیں مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔" وہ ایک کونے میں سمٹ کر رونے لگی۔

"دیکھا تم سے زیادہ تو تمہاری بیٹی سمجھدار ہے۔" اکو کھلکھلا کر ہنسا۔

"بڑے بے غیرت باپ ہو تم۔"

"ابھی کہہ رہی تھیں کہ میں اس کا باپ نہیں ہوں اور اب... آج تم فیصلہ کر لو کہ میں اس کا باپ ہوں یا نہیں۔" اکو وہیں کمرے میں پڑی کرسی پر دھڑ سے بیٹھ گیا تھا۔

"دیکھو اکبر! تم اس وقت نشے کی حالت میں ہو۔"

"پیسے ہیں پیسے، میں نے سستی والی نہیں بہت مہنگی والی شراب پی ہے اس کا نشہ نہیں ہوتا، سمجھیں میری جان۔"

"ہٹاؤ اپنا چہرہ میرے پاس سے، بدبو آ رہی ہے۔"

"ارے فاطمہ! سنو میری بات ہماری شیزرے ایک کمرے سے تنگ آ گئی تھی اور تمام عمر تم نیچے برتن دھوتی رہیں اور میری بیٹی جی جی کرتی رہی۔" اکو نے ہاتھ بڑھا کر شیزرے کے گال پر چٹکی کاٹ لی اور فاطمہ پھر چیخیں۔

"مت ہاتھ لگاؤ میری بیٹی کو۔" فاطمہ نے دھڑ سے ایک ہاتھ اس کی کلائی پر مارا تو اکو کھسیا کر ہنسنے لگا۔

"اچھا بڑا گھمنڈ ہے اس پر تمہیں۔" اکو یہ کہہ کر شیزرے کی طرف دیکھ رہا تھا' وہ ابھی تک کمرے کے کونے میں نفسیاتی مریض کی طرح دونوں ہاتھ سر پر لپیٹے روتی جا رہی تھی۔

"چل اٹھ اِدھر آ میرے پاس۔" اکو نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف بلانا چاہا۔

"نہیں اکبر! تم اس کو اب نہیں چھو سکتے' تم نے شایان سے اس کا سودا کیا ہے بات حد سے آگے بڑھ گئی ہے' چھوڑو اس کا ہاتھ۔" فاطمہ نے وہیں پڑا بیلن تھام لیا تھا۔

"میں کہتی ہوں چھوڑ دو اکبر ورنہ میں یہ ہاتھ پر مار دوں گی۔" فاطمہ نے بیلن تان لیا تھا۔

"بڑی تھانے دار لگ رہی ہے اس وقت تو' کیا کچھ فہد نے دے دلا دیا ہے۔" وہ ہنسا۔

"یہ غلیظ سوچ صرف تمہاری ہے میری نہیں۔"

"اس میں حرج ہی کیا ہے میری جان! چھٹکارا ملے گا اس ایک کمرے سے' میں بھی کچھ دن چین سے زندہ رہ لوں گا' دیکھ تو سہی پہلی قسط ملی اس میں' میں کیا کیا لایا ہوں اور تین دن جو میں نے گلچھرے اڑائے ہیں اس کا تو تو سوچ بھی نہیں سکتی' کیا نشہ ہے پیسے میں' دو دن تک تو آنکھ ہی نہیں کھلی اور آج صبح جب میں اٹھا تو مجھے خیال آیا کہ گھر جا کر دیکھوں کہ میرا لقاء کیسا ہے' چنگیزی آئی کہ نہیں آئی' شیرازی بھی بچے نکالنے والی تھی۔" وہ متفکر سا ہو کر بولا۔

"اچھا... تو آنکھ کھلتے ہی تمہیں کبوتر یاد آئے ہم لوگ نہیں۔"

"کبوتروں کے لئے جب میں نے 5 کلو دانہ خریدا تو تیری بیٹی کا خیال آیا دیکھ تو سہی کتنا زیور اور کپڑا لایا ہوں یہ پہلی قسط ہے تیری شیزرے کو ماڈل بنا کر وہ ٹی وی پر لے آئیں گے دنیا دیکھے گی کہ یہ میری بیٹی ہے' ارے فاطمہ رات شایان نے شیزرے کی مووی دکھائی بہت لوگ بیٹھے تھے' شیزرے تو یوں چل رہی تھی جیسے کوئی شہزادی چلتی ہوئی آ رہی ہو' پروڈیوسر

نے تو اسی وقت ڈن کر دیا اور شایان نے مجھے فوری طور پر پیمنٹ کی ہے یہ دیکھ۔“ اکو نے اپنی جیب سے رومال میں لپٹے ہوئے پانچ پانچ ہزار کے ڈھیروں نوٹ فاطمہ کے سامنے رکھ دیئے۔

”لعنت ہو تم پر‘ تم نے اپنی بیٹی کا سودا کیا۔“ فاطمہ نے سارے پیسے اکو کے چہرے پر دھڑ سے مارے‘ وہ ہنس ہنس کر ہوا میں اڑتے ہوئے نوٹوں کو چننے لگا‘ پوری گڈی کو چن کر ہونٹوں سے چوم کر بولا۔

”سچ فاطمہ! ان میں بڑی طاقت ہے ان کو ایسے نہ پھینکو‘ میں نے تو نکڑ پر جو پان والا نہیں ہے وہ صابر اس سے تو میں نے بات بھی کر لی ہے‘ اب میں یہ گلی گلی ٹھیلا نہیں لگاتا پھروں گا سب چیزیں ایک وین میں رکھ کر اسی کے برابر میں رکھ دوں گا پھر دیکھنا اکو کی کتنی عزت ہوتی ہے پورا محلہ میرے چھولوں کا دیوانہ ہے۔“ وہ بہت جوش سے بولا۔

”نہیں میں سجاد بھائی سے بات کرتی ہوں ابھی اور اسی وقت‘ جہاں سے بھی اس کے رشتے آئے ہوئے ہیں میں ان میں سے کسی سے بات کر دیتی ہوں

لیکن میں اپنی بیٹی کو یوں تماشہ نہیں بناؤں گی۔“ وہ جلدی سے گھبرا کر شیزرے کے قریب بیٹھ گئیں اور وہ ماں اور باپ کی باتیں سن کر کانپ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔

”اب فہد بھی مجھے بچانے نہیں آئے گا یہ میں نے کیا کیا؟“

......☆......

آج چوتھا دن تھا فائزہ‘ عمیرہ اور ان کے بچے سبھی اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے‘ عذرا بھابی بہت مطمئن سی اپنے کمرے میں تھیں‘ عباد زیادہ وقت بڑے پاپا کو ہی دے رہا تھا‘ احمد اور فہد یہیں لگے رہتے تھے‘ وہ تو بچوں کی وجہ سے چلی گئی تھیں ورنہ فائزہ اور عمیرہ کا بھی دل نہیں تھا کہ وہ ایک پل کے لئے بھی سجاد مصطفیٰ کو چھوڑ کر جائیں‘ خود سجاد مصطفیٰ بھی بڑے خوش خوش نظر آ رہے تھے تبھی اماں جان نے سجاد مصطفیٰ کو بتایا تھا۔

"عمیرہ کہہ رہی تھی کہ سب سے پہلے میں عباد کی دعوت کروں گی' ماشاء اللہ رامین اور ربیعہ کیا کوکنگ کرتی ہیں سجاد کہ لوگ انگلیاں چاٹتے رہ جائیں۔"

"کیوں اماں! ہماری حریم اور شیزرے کیا کسی سے کم ہیں' ہماری شیزرے تو ایک گھنٹے میں چار ڈشیں بنا کر نکل آتی ہے اور حریم کے ہاتھ کے تو ذائقے کا جواب نہیں۔" عذرا بھابی مسکرا کر بولیں تو سجاد مصطفی بھی سن کر مسکرائے۔

"ہاں اماں! یاد نہیں میں نے آفس کے کتنے سارے لوگوں کو بلایا تھا اور کیا شیزرے نے کھانا بنایا تھا آج تک لوگ نہیں بھولے۔" قریب بیٹھی ہوئیں سعدیہ نے ایک نظر پہلے احمد اور پھر فہد پر ڈالی اور دل میں سوچ کر رہ گئیں۔

"تو یہ بات ہے ہر بات میں شیزرے اور رامین کی تعریفیں' یوں لڑکوں کو شیشے میں اتارا گیا' ہر وقت کی چھیڑ چھاڑ' جوان لڑکیوں کی تعریفیں اور کیا

چاہئے لڑکوں کو' کتنے آرام سے ہمارے دونوں بیٹے دادی' پھپھو کی گود میں بیٹھ گئے۔" ان کا سازشی دماغ اس وقت بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"اماں! سب سے پہلے عمیرہ آپا کیوں دعوت کریں گی سب سے پہلے تو میرا حق بنتا ہے۔" وہ بہت سوچ کر بولیں۔

"چلو ٹھیک ہے تم کر لو چھوٹی دلہن! دیکھو بیٹی عمیرہ اور فائزہ کو بھی بلایا جائے گا۔" اماں جان رسان سے بولیں۔

"اماں! یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔" منظور ہنس کر بولے۔

"کیوں سعدیہ! پھر کب رکھ لیں۔" منظور استفسار بھرے لہجے میں بولے۔

"ٹھیک ہے میں سوچ کر پھر بتاتی ہوں۔" بہت دنوں کے بعد ایک ساتھ سب اکٹھے ہو کر ٹیبل پر بیٹھے چائے پی رہے تھے' نور بی بی کو یہ بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"ارے تم کہاں ہو بھئی؟" سعدیہ نے حریم کو چونکا دیا' وہ عباد کے برابر میں بیٹھی چائے کا سپ لے رہی تھی۔

"کہیں نہیں چچی جان! یہ ہمارے پاس ہی بیٹھی ہیں۔" اس نے مڑ کر حریم کی جانب دیکھا تو وہ چائے میں آہستہ آہستہ چمچہ چلا رہی تھی۔

"قریب ہوتے ہوئے بھی بہت دور نظر آتی ہے عباد تم سے۔" وہ سعدیہ ہی کیا جو پلٹ کر جواب نہ دیں۔

"کیوں حریم! یہ کیا کہہ رہی ہیں چچی جان' جواب دو۔"

"میں کیا جواب دوں' آپ نے دے تو دیا۔" وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"شیزرے نظر نہیں آ رہی۔" عذرا ممانی نے اردگرد نظر ڈالی۔

"بہت دن کے بعد کل اکو چچا نظر آئے تھے ڈھیروں شاپر لئے اوپر جا رہے تھے۔" تو احمد اور فہد چونک گئے' سعدیہ کی ایک نظر ان کے چہروں پر جا کر پلٹ آئی تھی۔

"یہ اچانک غائب کہاں ہو گئے تھے اکو چچا۔" عباد پوچھ رہا تھا۔

"اس شخص کا کوئی دین ایمان ہے کیا جدھر دل چاہتا ہے منہ اٹھا کر چلا جاتا ہے۔" منظور مصطفی ہنس کر بولے۔

"مگر جناب! اس کی بیٹی ہے بہت پیاری' اتنی محبت کرتی ہے کہ یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ یہ کوئی غیر ہے' ذرا سی مجھے چھینک آ جائے تو جی پاپا' جی پاپا' اتنا گھبراتی ہے عباد! اس دن بھی مجھے چکر آیا تو اس نے ہی جلدی سے احمد کو بلایا تھا ایسا چیخی کہ احمد بھائی جلدی آئیں کہ میں خود گھبرا گیا کہ ایسا مجھے کیا ہو گیا کہ شیزرے پریشان ہو گئی۔" سجاد مصطفی نے دیکھا کہ سب کے چہرے اُتر گئے اس وقت البتہ اماں جان ہنس کر کہہ رہی تھیں۔

"بہت محبت والی بچی ہے بس قسمت اس کی..." منظور نے گھبرا کر اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا تھا' حریم گھبرا کر جلدی سے چائے کے کپ اٹھانے لگی' ندیم وہاں سے اٹھ گیا تھا' فہد اور احمد دونوں چپ چپ سے بیٹھے تھے۔

"ارے اس میں اتنی اداس ہونے کی کیا بات ہے بچیاں ہوتی ہی اتنی پیاری چیز ہیں' پلی بڑھی وہ حریم کے ساتھ ہے ظاہر ہے وہ حریم سے اتنی قریب رہی ہے۔" سجاد مصطفی ہنس رہے تھے۔

"نورین! ذرا اوپر کا ایک چکر لگا کر آئو دیکھو کیا کر رہی ہے وہ' کہیں اکو میاں نے الٹی سیدھی حرکت نہ کر دی ہو' بیٹھے بٹھائے اسے جنون چڑھتا ہے تو اس بچی کو کہہ بیٹھتا ہے اور اگر فاطمہ کچھ بول دے تو وہ فاطمہ کو بھی اچھی طرح سنا دیتا ہے۔" عذرا بھابی بولیں۔

"بھابی! یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے آپ لوگ حد سے زیادہ وہاں انٹرفیئر کرتے ہیں' چھوٹے لوگوں کی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں آپ اس بچی کو اتنے خواب مت دکھائیں کہ وہ آپے سے باہر ہو جائے۔پتہ ہے بھائی صاحب ہے تو وہ چھولے والے کی بیٹی وہ ماڈلنگ کی بات شایان سے کر رہی ہے کہ مجھے موقع دلوائیں' ولیمے والے دن شایان نے اس کے کئی شوٹ بنوائے ہیں اور آپ لوگ ایسی لڑکی کو ہماری بچیوں کے درمیان پال رہے ہیں' کل ہماری بچیاں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اسی ڈگر پر نکل چلیں تو..." سعدیہ بڑے غصے سے بڑی بھابی کو دیکھ کر بولیں تو حریم برتن سمیٹتی بڑے غصے سے بولی۔

"جی نہیں چھوٹی ممانی! ایسی کوئی بات نہیں ہے' آپ شایان بھائی سے کہہ دیں کہ وہ اپنی حد میں رہیں' شیزرے کو جتنا میں جانتی ہوں اتنا کوئی نہیں جانتا' وہ اس قسم کی گری ہوئی کوئی حرکت نہیں کر سکتی' میں نہیں چاہتی کہ ہر بات میں شیزرے کو انوالو کیا جائے' بس ایک حد ہوتی ہے وہ اس گھر کی پارٹ آف لائف ہے۔" وہ بہت غصے سے تلملا کر بولی تھی' اس پر عباد مصطفی بھی ہنس پڑا اور مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"خیر چھوڑو اس بات کو حریم! تمہیں اتنا جذباتی نہیں ہوناچاہیے۔" سعدیہ چچی بولیں۔

"نہیں چھوٹی ممانی! اچھا ہوا آپ نے سب کے سامنے یہ بات کرلی' میں آپ سے یہ بات کرنے ہی والی تھی وہ بے حد اپ سیٹ اور پریشان ہے اس دن بھی اس نے فہد پر رنگ نہیں پھینکا تھااور آپ نے شیزرے کا نام لیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا کیوں فہد! بولتے کیوں نہیں میں سچ بول رہی ہوں یا جھوٹ... رنگ کس نے تم پر پھینکا تھا۔" اس لمحے فہد مصطفیٰ گھبرا کر ماں کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔

"فہد کی کیا مجال کہ وہ ماں کے سامنے ہاں یا ناں بولے اور میں سمجھتی ہوں بڑی بھابی نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا وہ ٹھیک ہی کیا۔"

"وہ میری قسمت تھی۔" اس کی آنکھ سے آنسو بہنے لگے۔

"اچھا سعدیہ اچھا تم باہر آئو۔" عذرا بھابی بھاگ کر ان کے قریب پہنچیں تاکہ وہ سجاد مصطفیٰ کے سامنے کچھ نہ بولیں۔

" ساری دنیا تم سے جھوٹ بول رہی تھی حریم، ایک صرف میں تھی جو تمہیں بچانا چاہتی تھی۔"

"بس سعدیہ بس۔" منظور مصطفیٰ ان پر ہاتھ اٹھانے کے لئے آگے بڑھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"منظور...!" سجاد مصطفیٰ زور سے بولے تو وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئے، فہد مصطفیٰ بھاگ کر ماں کے بازو پکڑ کر بولا۔

"مما! آپ جو چاہتی ہیں میں وہی تو کر رہا ہوں پھر کس بات کا دکھ ہے چلیں آپ، کرنے دیں جو جس کو کرنا ہے۔"

"سچ فہد!"

"ہاں ہاں آپ چلیں اوپر۔" جب وہ اپنی ماں کو لے کر زینے سے اوپر جا رہا تھا تبھی وہاں سے اکو چاچا گنگناتے ہوئے گزرے، ان کے کندھے پر ان کی پیاری چنگیزی بیٹھی تھی، سر پر ان کے زرد رومال اور چہرے پر ہلکا ہلکا پائوڈر چھلک رہا تھا اور بڑی سریلی آواز میں کبوتری کو کندھے پر بٹھائے گنگنائے جا رہے تھے۔

"رنگ برسے بھیگے چنر والی رنگ برسے..."

WWW.PAKSOCIETY.COM

”یہ دیکھو فہد! ہمارے سر پر روزانہ ڈرامہ ہوتا ہے ہم اس ماحول میں جی رہے ہیں' ہماری بچیاں بڑی ہو گئی ہیں ہم اس ماحول میں زیادہ دیر نہیں رہ سکتے۔“

”جی مما! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔“ اس نے ہاں میں ہاں ملائی۔

”اس لئے میں چاہتی ہوں اس لالچی آدمی کو میں کچھ دے دلا کر یہاں سے بھیج دوں' یہ ان ماں بیٹی کو لے کر کہیں چلا جائے گا' فہد میرا بیٹا میری جان چھڑا دے ان سے' مجھے نیند نہیں آتی۔“ وہ نڈھال نڈھال سی فہد کے کندھے پر سر رکھے چلنے لگیں۔

”ٹھیک ہے مما! ہم دادو سے کہہ کر کوشش کرتے ہیں۔“ آخری زینے پر اکو فہد کو سامنے دیکھ کر وہیں سیڑھی پر لگ کر بیٹھ گئے' فہد اپنی مما کا ہاتھ تھام کر اندر جا چکا تھا تبھی پیچھے سے احمد چلتا ہوا وہاں آیا تھا۔

”بس میاں! دل کے بہلانے کا یہ سامان ہے۔“ انہوں نے کبوتری کے پروں میں ہاتھ پھیرا۔

”میں نیچے اتر رہا تھا تو یہ پھڑپھڑاتی ہوئی میرے کندھے پر آ کر بیٹھ گئی۔“

”جی اکو چچا!“

”جیو میرے لال! تم نے کتنے عرصے بعد مجھے اکو چچا کہا ہے' خوش رہو آباد رہو۔“ وہ احمد سے بولے۔

”اکو چچا! آپ کے بارے میں پولیس انکوائری کر رہی ہے۔“ اس نے جھک کر ان کے کان میں کہا۔

”کیوں بیٹا؟“ ان کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔

”لیکن میں نے رکوا دی' آپ فکر نہ کریں۔“ وہ بہت سنجیدگی سے بولا۔

”جیو میرے لال۔“ اکو نے سر سے زرد رومال کھینچ کر اپنے چہرے سے پسینہ پونچھا۔

”مجھ سے کوئی پوچھ رہا تھا کہ اکو چھولے کی آڑ میں نشے کی پڑیا بھی دیتا ہے لیکن آپ فکر نہ کریں میں نے کہہ دیا کہ آپ تو فری میں بچوں میں ٹافیاں بانٹتے ہیں۔“

”جیو لال! بول‘ بول کیا چاہتا ہے اپنے چچا سے‘ تیری ماں اندر چلی گئی ہے‘ کیا اوپر جانا چاہتا ہے شیزرے کے پاس تو میں فاطمہ کو نیچے بلا لیتا ہوں۔“ وہ بہت رازداری کے انداز میں بولا۔

”نہیں اکو چچا‘ ایسا کچھ نہیں ہے۔“

”تو بول تیرا اکو چچا تو تیرے لئے آگ میں بھی کود جائے گا۔“

”نہیں اکو چچا! آپ آگ میں نہ کودیں‘ بس اتنا بتا دیں کہ شایان نے شیزرے کے شوٹ کے آپ کو کتنے پیسے دیئے تھے؟“

”ارے میاں یہی کوئی پانچ ہزار دیئے تھے۔“

”بس پانچ دیئے تھے تو چلیں آپ میری طرف سے ڈبل رکھیں۔“

”نہیں نہیں میاں‘ انہوں نے ہمیں پانچ پانچ کے دس دیئے تھے۔“ اکو میاں جلد ہی اپنی بات سے مکر گئے۔

”تو ٹھیک ہے مما کو نہ بتایئے گا کل میں آپ کو اس کے ڈبل کر دوں گا۔“

”لیکن میاں‘ کیا شیزرے کے تم بھی شوٹ بنائو گے؟“

”نہیں‘ بس میری خواہش ہے کہ وہ اس گھر میں میری ماں اور دادو کی خدمت کرتی رہے‘ اس گھر سے نہ جائے۔“

”ٹھیک کہتے ہو تم‘ ہے تو وہ اسی قابل۔“

”پھر اکو چچا ڈھیروں کبوتر ان کی دیکھ بھال کھانا پینا اگر یہ ماڈلنگ کی فیلڈ میں چلی گئی تو پیسہ تو ملے گا مگر یہ آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔“

”سولہ آنے سچ کہا تم نے آج میں تمہیں مان گیا کہ تم واقعی عقلمند ہو اور میں چلا تھا اسے شایان کے ہاتھ بیچنے‘ مگر یہ تمہاری ماں کا پلان تھا سوچ لینا‘

WWW.PAKSOCIETY.COM

اگر پتہ چل گیا ناں تو تمہیں کیا مجھے اکھاڑ کر نیچے پھینک دیں گی۔" احمد کے ہاتھ سے انہوں نے پیسے اچک کر جیب میں رکھے اور بہت مسکرا کر بولے۔

"بھیگے چنر والی رنگ برسے' رنگ برسے..."

انہوں نے رومال سے اپنی کبوتری کو اڑا دیا' ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی تھی' نیچے اترتے اترتے وہ سعدیہ بھابی کا پلان بھول چکے تھے صرف احمد مصطفی کے نوٹ آنکھوں کے سامنے لہرا رہے تھے۔

......☆......

"چار دن کیا گھر سے دور گئے توبہ توبہ کیا طوفان مچا ہوا ہے۔" صحن میں سوکھے پتوں کا انبار دیکھ کر عمیرہ بولی تھیں۔

"رامین کے آنے سے پہلے پہلے میں ربیعہ کہے دے رہی ہوں صفائی کر لینا ورنہ وہ بیگ پٹخ کر صفائی میں لگ جائے گی۔" امی گیلے کپڑے ڈوری پر ڈالتے ہوئے بولی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"امی! ابھی ابھی میں کالج سے آئی ہوں تھکن بھی نہیں اتری اور آتے ہی صفائی میں لگ جائوں اور صحن بھی دیکھیں۔" اس نے بڑے سے صحن کی طرف اشارہ کیا۔

"ٹھیک ہے امی! ہم آپی سے پہلے پہلے سارے کام کر لیں گے آپ فکر نہ کریں۔"

"شادی والے سارے کپڑے میں نے دھوپ میں ڈال دیئے ہیں بشریٰ سارے کپڑوں کو استری کر کے بند کرے گی بس۔" وہ صحن سے گزر کر اندر چلی گئی تھیں۔

"یہ لیں امی' میں پورے صحن کی دھلائی کر کے آئی ہوں۔" وہ بھیگے پائنچے اوپر چڑھائے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"کل فائزہ بھی کہہ رہی تھی گھر کو صاف ستھرا رکھنا چاہئے' بچیوں والا گھر ہے یوں تو خاندان میں کئی لڑکے ہیں مگر اپنے اپنے نصیب' کون کسی کا ہوتا ہے' وہ تو عذرا بھابی کی نیکی تھی کہ انہوں نے حریم کو اپنا جانا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"رہنے دیں امی! کوئی کسی کو اپنا نہیں جانتا، ماموں جان بہت اچھے ہیں اور خود آپ دیکھئے حریم آپی میں کیا کمی ہے اور پھر دیکھا آپ نے کیا کچھ ہوا ان کے ساتھ۔" راحمہ بولی تھی۔

"کچھ نہیں ہوا اس کے ساتھ، مجھے سب خبر ہے فائزہ نے مجھے سب بتا دیا ہے، فائزہ سب جانتی ہے وہ سجاد بھائی کی محبت میں چپ تھی تم یہ بھی دیکھو کہ چھ برس میں کوئی رشتہ آیا حریم کا، نہیں ناں، عمر کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تھی کہ لوگ سوچنے لگے تھے کہ عباد کیوں چھوڑ رہا ہے یہ رشتہ۔"

"بس امی! یہ والی بات میں آپ کی نہیں مانتی کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں، یہ ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے زندگی گزارنے کے لئے اپنے دل کو نہیں مارنا چاہئے۔" ربیعہ بولی۔

"تو بی بی! کس نے کہا تھا اپنا دل مار دے، ہنسی خوشی بس راضی رضا میں رہے، صرف سعدیہ آگ لگاتی رہیں، اب دیکھو کیسی خوش ہے حریم، کہاں

جائے گا وہ اسے چھوڑ کر، اپنے اپنے ہوتے ہیں، غیروں کا انجام دیکھ تو لیا کہ چار بچیوں کے باوجود تمہارے ابا نے دوسری کر لی۔"

"امی! آپ پھر ابا کا رونا لے کر بیٹھ گئیں، بھلے وہ تیسری کر لیں ہماری زندگی پر کیا فرق پڑتا ہے۔"

"ہاں تمہیں فرق اس لئے نہیں پڑتا کہ میری اماں اور میرے بھائیوں نے ہمیں سنبھال لیا، ذرا تمہارے باپ کے دل میں خدا کا خوف نہیں آیا کہ چار بیٹیاں ہیں اس کی، کوئی اپنا ہوتا تو یہ دکھ نہیں دیتا۔"

"چھوڑیں اس ٹاپک کو، مجھے لگ رہا ہے کہ بارش ہونے والی ہے اور آپی ابھی تک نہیں آئیں۔"

"رامین سے بات کر، کہ وہ جلدی گھر آ جائے کہیں بارش نہ تیز ہو جائے۔" جونہی راحمہ نے رامین سے کانٹیکٹ کیا تو وہ بولی۔

"راحمہ! امی سے بولو بارش تیز ہو گئی ہے میں تھوڑی دیر میں نکلتی ہوں اگر احمد مجھے نظر آ گیا تو وہ مجھے چھوڑ دے گا، پریشان مت ہو تم لوگ۔"

"اللہ خوش رکھے احمد کو، کتنا پیارا بچہ ہے تکبر نام کی چیز ہی نہیں ہے اس کے اندر، کوئی بھی بات ہو جی پھپھو جی پھپھو کہتا رہتا ہے انکار کرنا تو جانتا ہی نہیں ہے، منظور کے دونوں بیٹے بہت پیارے نکلے ہیں، کرن بھی اچھی ہے بس ذرا عبیر تھوڑا تھوڑا ماں کی طرح نظر آتی ہے۔"

"ارے نہیں امی! وہ بھی لونگ نیچر ہے وہ لگتی ایسی ہے اس کا اسٹائل ایسا ہے۔" تبھی گرج دار آواز کے ساتھ موسلادھار بارش شروع ہو چکی تھی، رامین دس پندرہ منٹ سے کوچنگ سینٹر کے کوریڈور میں کھڑی احمد کا انتظار کرتی رہی، وہ بار بار اس کے سیل پر کانٹیکٹ کرتی مگر اس کا نمبر بند جا رہا تھا، سبھی لوگ ایک ایک کر کے بارش کے باوجود نکل کر جا رہے تھے۔

"چلیں آئیں ناں مس رامین۔" روبینہ بارش میں نکلتے ہوئے بولی۔

"تھوڑا بارش میں انجوائے کر لیں گے، کیا خیال ہے کبھی کبھی تو بارش ہوتی ہے۔" روبینہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا۔

"نو، نو روبینہ! مجھے فوراً فلو ہو جائے گا، پہلے ہی میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ واپس پلٹ آئی۔اس نے دوبارہ احمد سے کانٹیکٹ کیا، بارش اور تیز ہو گئی تھی اندھیرا پھیلنے لگا تھا کوچنگ کی ساری لائٹس آن تھیں، اس نے ایک بار پلٹ کر زینے کی طرف دیکھا وہاں سے احمد کو آنا تھا، پھر بڑے غصے سے اس نے قدم باہر کی طرف بڑھائے کیونکہ کوچنگ کا کاؤنٹر بند ہو چکا تھا، وہ بارش کی پروا کئے بغیر بہت غصے سے باہر نکلی تھی اور تیز تیز اسٹاپ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"رامین رُکو!" وہ اس کی جانب چابی لئے بہت تیز بھاگا تھا۔

"کیا کرتی ہو تم دو منٹ انتظار نہیں کر سکتی تھیں وہ اوپر ڈسکشن ہو رہا تھا، ڈاکٹر اسد کہنے لگے کہ بارش بہت تیز ہے کچھ ویٹ کر لو تو میں کیا کہتا کہ مجھے نیچے جانا ہے فوری طور پر اور تم غصے سے چل دیں نکل کر، گاڑی دور ہے میں اتنی دور سے چیخ کر تمہیں روک رہا ہوں پر تمہیں آواز ہی نہیں آ رہی۔" اس نے اپنا کوٹ اتار کر رامین کے کندھوں پر ڈالا۔

"پہلے ہی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور اتنی تیز موسلادھار بارش میں تم نکل کھڑی ہوئیں اگر کچھ ہو گیا تو..."

"سو واٹ' کچھ ہو گیا..." وہ غصے سے بولی۔

"بہت بورنگ ہو تم رامین! اتنے خوبصورت موسم میں میرا دل جلا رہی ہو' تم ٹھہرو میں گاڑی لے کر یہیں آتا ہوں۔" وہ بھاگتا ہوا پانی اڑاتا آگے بڑھا تو رامین کو ہنسی آ گئی' قریب لا کر کار روکی وائپر چلاتے ہوئے اس نے فرنٹ ڈور کھول دیا تھا' رامین بھاگ کر اندر بیٹھ چکی تھی۔

"یہ احمد! تم کہاں جا رہے ہو' کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"آج مرنے کا ارادہ ہے۔"

"لیکن مجھے کوئی شوق نہیں ہے مرنے کا' پلیز گھر چلو اس حلیے میں ہم کہاں جائیں گے۔"

"ہم ایسے موسم میں سی سائیڈ جائیں گے اور کہاں جائیں گے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے' امی انتظار کر رہی ہوں گی۔"

"اچھا یہ بات ہے تو چلو پھر ٹھیک ہے۔" اس نے سیل پر نمبر ملایا۔

"کون ربیعہ؟" وہ ہنس کر بولا۔

"پھپھو کو بتائو کہ میری کار اس وقت پانی میں پھنس چکی ہے اور میرے ساتھ رامین ہے ایک دو گھنٹے لگ جائیں گے مکینک نہیں مل رہا' پھپھو سے کہنا پریشان نہ ہوں' ٹھیک ہے ربیعہ دھیان سے پھپھو کو یہ میسج دے دو' موسم اس وقت بہت خراب ہو رہا ہے۔" اس نے ایک نظر غصے سے بھری رامین پر ڈالی۔

"آئو دیکھو تو سہی کہ دنیا کس طرح اس وقت انجوائے کر رہی ہے اور تم بیوقوفوں کی طرح گھر جا کر کاپیوں پر جھک جائو گی' ربیعہ بھاگ کر بیگ پکڑے گی' راحمہ جلدی سے چائے کا کپ لا کر رکھ دے گی اور وہ بشریٰ ٹاول اٹھا کر تمہارا سر پونچھ رہی ہو گی کہ ہائے میری آپی بھیگ گئی۔" اس نے ہاتھ پکڑ کر رامین کو باہر نکالا' وہاں تو ایک دنیا ہی دوسری تھی' بارش

میں بھیگے کپل، کرکٹ کھیلتے بھاگتے دوڑتے نوجوان لڑکے لڑکیاں، بھینی بھینی بھٹے اور پاپ کورن کی خوشبو اور سیاہ بادلوں سے برستا ہوا پانی اور سامنے بے قرار سمندر کی لہریں جو قدم چھونے کے لئے بے قرار تھیں وہ دونوں گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑے تھے۔

"کچھ تو بولو، کیسا لگ رہا ہے یہ سب؟"

"بہت اچھا لگ رہا ہے احمد! مگر یہ سب ہم افورڈ نہیں کر سکتے ، ان کے لباس، ان کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی رنگین چھتریوں کی طرف دیکھو یہ سب اپر کلاس کے لوگ ہیں۔"

"تو ہم کب لوئر کلاس کے ہیں، دل تو ایک جیسے ہوتے ہیں کیا اپر کیا لوئر، تم ایسے موسم میں دل جلانے والی باتیں مت کرو، بھٹہ کھاؤ گی میں بھٹہ لے کر آتا ہوں۔" وہ ابھی بھٹہ لے کر پلٹا ہی تھا۔

"او خدایا! یہ کہاں سے آ گئی۔" وردہ ہاتھ میں بھٹہ پکڑے اسی کی طرف بڑھی تھی۔

"ہائے احمد بھائی! آپ اور یہاں۔" اس کی نظر رامین پر ٹھہر سی گئی۔

"اچھا آپ بھی ہیں۔" وہ اونچی سی کیپری پہنے بھاگتی ہوئی چھپا چھپ پانی اڑاتی احمد کی طرف آئی تھی، رامین کو اتنے قریب احمد کے دیکھ کر وہ چپ سی ہو گئی۔

"اچھا رامین بھی آپ کے ساتھ ہے۔" وہ احمد کو بڑی معنی خیز مسکراہٹ سے دیکھ کر بولی۔

"تم کس کے ساتھ آئی ہو؟ کہاں ہیں ماموں؟" اس نے وردہ سے پوچھا تو وہ مڑ کر انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"میں تو شوبی کے ساتھ آئی ہوں۔"

"یہ کوئی نیا کک ہے تمہارا۔" احمد ہنس کر بولا۔

"احمد بھائی! شوبی میرا فرینڈ ہے اور یہ شایان کے ساتھ کام بھی کرتا ہے۔"

"او آئی سی۔" شوبی کی آواز پر وہ پلٹ کر جاتے جاتے بولی۔

"اوکے یو انجوائے بائے۔" وہ بھیگتی ہوئی بوچھاڑ میں بھیڑ میں کدھر نکل گئی احمد نے یہ دیکھا تھا کہ اس نے کسی کا ہاتھ تھاما پھر وہ کہاں گئی کچھ خبر نہ ہوئی، اس نے جو پلٹ کر رامین کی طرف دیکھا تو وہ غصے سے منہ پھیرے کھڑی تھی۔

"اب تمہیں کیا ہو گیا؟"

"اپنی خیر مناؤ کہ کیا ہو گیا۔"

"میری تو خیر ہی خیر ہے راوی چین ہی چین لکھتا ہے بس تھوڑا تمہارا مسئلہ ہو گا۔"

"مسئلہ... چھوٹی ممانی ایسا خاندان میں واویلا مچائیں گی کہ امی ہمیں چھوڑیں گی نہیں، تمہاری یہ حرکتیں ایک دن ہمیں بھی لے ڈوبیں گی۔"

"ہم تمہیں ڈوبنے نہیں دیں گے آئی پرامس یو۔" اس نے بارش میں بھیگا ہوا اس کا سرد ہاتھ تھام لیا تھا۔

"ڈونٹ وری! میں آج پھپھو سے خود بات کروں گا وہ بہت سمجھدار ہیں۔"

"اب مزید حماقتیں کرنے کی کوشش مت کرنا احمد۔" اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

"تو پھر بتاؤ کہ میں کیا کروں۔" وہ گم صم سی کھڑی رہی۔

"میں بتاؤں۔" احمد بہت سنجیدگی سے بولا۔

"مٹا کر رکھ دوں گا میں اپنی ہستی احمد ایک دن

جو نہ مل سکا میری منزل کا ہمسفر مجھ کو"

وہ جھٹکے سے اس کا بازو تھامے آگے بڑھا، رامین کا دل بُری طرح سے کانپ رہا تھا۔

"پلیز رامین! میں تمہیں لے کر آیا ہوں اتنا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں، یہ میری لائف ہے میں جس سے چاہوں ملوں جسے چاہوں پسند کروں، اس میں کوئی بھی انٹرفیئر نہیں کر سکتا، بس تھوڑے دن کی بات ہے جیسا بھی

ہے تم میری ماں کو برداشت کر لو' میں پھپھو کے ہاتھ جوڑ لوں گا لیکن تمہیں کچھ نہیں ہو گا' یہ میں جانتا ہوں' پلیز رامین کچھ تو بولو۔" لیکن وہ بالکل ساکت بیٹھی تھی۔

......☆......

"پکوڑے تو بیسن کے شیزرے بناتی ہے اسے بلوائو۔" سب لان میں چھتری کے نیچے بیٹھے تھے پانی سوئمنگ پول میں گر رہا تھا' نور محل کی ریڈ کلر کی راہداری کو بارش نے دھو ڈالا تھا' سرخ سرخ گملوں سے ہرے ہرے پتے بارش میں نہائے بھلے لگ رہا تھے' تبھی دادو جان کا دل چاہا تھا کہ وہ ایسے موسم میں گرما گرم پکوڑے بنوائیں' عذرا ان کے کہنے پر اٹھ کر کچن میں آ گئی تھیں۔

"میں ابھی بنواتی ہوں۔" عذرا بھابی جلدی سے بولیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ارے نہیں رہنے دو تم' پکوڑے تو شیزرے بناتی ہے سچ مجھے تو بس اسی کے ہاتھ کے بنے اچھے لگتے ہیں۔" ان کی ایک نظر زینے کی طرف گئی تھی جہاں بڑا سناٹا تھا۔

"تو بلا لیں اسے اماں!" سجاد مصطفیٰ بولے تھے۔

"دیکھتا ہوں میں دادو!" عباد جلدی سے اٹھا تھا۔

"حریم سے بولو وہ فون کرے گی۔" عباد من من قدموں سے اندر کی طرف بڑھا تھا' ننھے ننھے بارش کے قطروں نے اس کے بال اور چہرے کو بھگو دیا تھا' حریم راہداری سے گزرتی اسے نظر آئی' وہ بہت تیز اس کی طرف لپکا۔

"حری!" اس کے قدم رک تو گئے تھے مگر اس نے پلٹ کر نہ دیکھا۔

"حری!" وہ بہت تیزی سے اس کے دوپٹے سے اپنا سر اور منہ پونچھ کر ہنس کر بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"دادو کہہ رہی ہیں کہ شیزرے کو نیچے بلالو' ان کا دل اس وقت پکوڑے کھانے کو چاہ رہا ہے۔" جس تیز رفتاری سے وہ بولا تھا اسی تیز رفتاری سے دوپٹے کا گولہ بناتا وہ باہر نکل گیا' وہ ہکا بکا اسے دیکھتی رہ گئی اور آہستہ سے بولتی ہوئی آگے بڑھی۔

"تم کچھ کر لو عباد! تم حریم کو نہیں ڈھونڈ سکتے جو کہیں دل کے اندر کھو گئی ہے' گزرے ہوئے پل کی یہ شوخیاں اب مجھے نہیں جگا سکتیں۔" کچن میں ملازم کے ساتھ بیسن گھولنے گئی تھی تھوڑی دیر میں ہی شیزرے بھیگتی ہوئی نیچے آئی تھی سارا دوپٹہ اس کا بھیگ چکا تھا۔

"شیزرے! دادو جان تو بس تمہارے ہاتھ کے پکوڑے کھائیں گی حالانکہ عذرا ممانی کہہ بھی رہی ہیں کہ وہ بنوا لیں گی مگر دادو..." وہ شیزرے کی طرف دیکھ کر ہنسی۔

"مگر دادو نے جیسا ایک بار بتا دیا میں تو ویسا ہی بناتی ہوں۔" شیزرے بولی تھی۔

"ہم سب بہت بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں جلدی کریں۔" ندیم بولا۔

"دیکھو ندیم! ہم لوگ کام کر رہے ہیں بڑا خطرناک ہے یہ تیل' تم جاؤ یہاں سے۔" حریم نے اس سے کہا۔

"چلو یہ تم لے کر جاؤ۔" شیزرے نے ایک ٹرے میں پکوڑے ڈالتے ہوئے ندیم کی طرف بڑھائے' تھوڑی دیر میں وہ پلٹ کر واپس آیا تھا۔

"حریم آپی! دادو کہہ رہی ہیں کہ تھوڑا سا نمک اور ڈالیں' کم لگ رہا ہے۔"

"دادو سے کہو کہ بلڈ پریشر میں نمک اتنا ہی مناسب ہے اور نہیں ڈالا جائے گا۔" تبھی عباد بھی کچن کی طرف چلا آیا' شیزرے دیکھ کر ہنسی تھی۔

"عباد بھائی! آپ کو یہاں کے پکوڑے تو بہت یاد آتے ہوں گے' وہاں تو سنا ہے ہر وقت بارش ہوتی رہتی ہے۔"

"فرصت ہی نہیں تھی وہاں شیزرے کہ ہم کسی کو یاد کرتے۔" وہ حریم کو دیکھتے ہوئے بہت دل جلانے والے انداز میں بولا تو حریم بولی۔

"اچھا اچھا تم اپنے کام پر دھیان دو' تیل زیادہ ہے اگر اِدھر اُدھر دھیان گیا تو ہاتھ جل جائے گا۔"

"او یس دس اِز ویری ڈینجرس' شیزرے دور ہٹ کر کھڑی ہو۔" عباد بولا۔

"کچھ نہیں ہوتا عباد بھائی! ہمارا تو یہ ہر وقت کا کام ہے' ابا کے گول گپے بنانا' چھولے ابالنا۔"

"اچھا اچھا اب زیادہ فلسفہ نہ جھاڑنے بیٹھ جائو۔" حریم شیزرے کو چھیڑ کر بولی تبھی عباد پلیٹ میں پکوڑے ڈال کر باہر گیا تھا' تبھی سعدیہ ممانی سیڑھیوں سے اترتی نظر آئی تھیں۔

"او... مجھے تو خبر ہی نہیں اور منظور یہاں اکیلے اکیلے پکوڑے کھا رہے ہیں۔"

"ارے آ جائو تم بھی۔" منظور بولے۔

"دادو ہم بھی۔" عبیر بھی ماں کے ساتھ نیچے اتری۔

"ابھی تک احمد نہیں آیا۔" فہد کو دیکھ کر سجاد بولے' فہد نے گھڑی پر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں آج بھائی لیٹ ہو گئے بارش کی وجہ سے۔" تبھی شیزرے ٹرے میں پکوڑے اٹھائے ہوئے برآمدے تک آئی' ندیم نے بھاگ کر ٹرے پکڑی اور دوسری ٹرے تھما کر باہر کی طرف پلٹا تو سعدیہ ممانی نے آتی ہوئی شیزرے کی ایک جھلک دیکھی تھی اور پھر اطراف میں بیٹھے ہوئے پرسکون لوگوں کو جن کے چہروں پر بہت اطمینان تھا۔

"کتنے مطمئن ہیں یہ لوگ' جو چاہتے ہیں حاصل کر لیتے ہیں' کس خوبصورتی سے عباد کو ان لوگوں نے گھیر لیا ہے' کل یہ ہمارے بچوں کو بھی اسی طرح گھیر لیں گے' بہت ہوشیار ہیں۔" انہوں نے گہرا سانس لے کر پکوڑا منہ میں رکھا اور ٹرے اٹھا کر کھڑی ہو گئیں۔

"چھوڑیں بڑی بھابی' میں لے کر آتی ہوں۔"وہ اندر کی طرف بڑھیں تبھی کچن سے آتی ہوئی حریم انہیں نظر آئی تھی۔

"یہ لیں ممانی پکوڑے۔" اس نے پلیٹ آگے بڑھائی۔

"جائو بیٹا جائو' میں دوچار پکوڑے پیاز کے خود بنا کر لاتی ہوں' مجھے پسند ہیں ناں۔" وہ آگے بڑھیں' شیزرے اکیلے میں انہیں دیکھ کر بہت زور سے کانپی تھی انہیں بھی ہنسی آ گئی تھی۔

"ڈالو' ڈالو تم۔" اس وقت اس کا پکوڑے ڈالتے ہوئے ہاتھ کانپ رہا تھا۔

"ارے تم تو ڈر رہی ہو۔" انہوں نے بھرے ہوئے تیل میں کچے پکوڑے کے ساتھ ہی کفگیر سے تیل اچھالا' ایک چیخ کے ساتھ شیزرے دیوار کے ساتھ آ لگی تھی اور وہ معصومیت سے گھبرا کر کچن سے تیز پلٹی تھیں لیکن تب تک سبھی لوگ شیزرے کی چیخ پر اسی طرف پلٹ آئے تھے۔یہ کیسی چیخ تھی ہر شخص اس کی آواز پر تڑپ گیا تھا۔

"امی' امی۔" اس کی چیخیں نکل رہی تھیں۔

"کیا ہوا شیزرے!" عذراممانی سب سے پہلے آنے والوں میں تھیں' تیل چمچہ سب کچھ نیچے گرا پڑا تھا' اس کے پیروں میں کھولتا ہوا تیل سعدیہ نے ڈالا تھا اور وہ بھاگتی ہوئی باتھ روم کی طرف گئی تھی اس نے پانی اپنے پیروں پر ڈالا مگر چیخیں تھیں کہ رُک ہی نہیں رہی تھیں' سب ایک دوسرے کو دیکھ ہی رہے تھے۔

"عباد بھائی! تھوڑی مدد کریں۔" یکلخت فہد جھپٹا' ایک پل دیر کئے بغیر عباد اور فہد نے شیزرے کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالا تھا۔

"چھوڑیں عباد بھائی! میں لے جائوں گا اسے' اس کو یہ سزا صرف میری وجہ سے ملی ہے۔" اس نے ایک شک بھری نظر دور کھڑی ماں پر ڈالی اور بہت تیز رفتاری سے گاڑی نکال کر لے گیا۔

"اُف خدایا اب کیا ہو گا۔" دادو سر پکڑے بیٹھی تھیں' سب حیران سے کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

”یہ کیا ہو گیا؟ میرا ہی بیٹا اسے یہاں سے نکال کر لے گیا۔“ سعدیہ ممانی چکرا کر کرسی پر بیٹھ گئیں۔

”فکر نہیں کرو تم‘ شیزرے ٹھیک ہو جائے گی۔“ دادو نے بہت پیار سے سعدیہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

”جی اماں! بیچاری شیزرے‘ اماں جان ایک بات میں سچ کہتی ہوں اس غریب کو دیکھ کر بڑا رحم آتا ہے‘ امی جان اس کے کئی رشتے آئے ہوئے ہیں آپ کہیں بھی ہاں کر دیں ورنہ اکو اسے کہیں نہ کہیں ٹھکانے لگا دے گا۔“

”خیر چھوڑو ان باتوں کو‘ اس وقت یہاں کیا ذکر۔“ دادو جھنجھلا کر بولیں‘ تبھی انہوں نے سیل اٹھا کر احمد سے پوچھا تھا۔

”کیا ہوا احمد! کہاں ہو تم؟“

”بس مما! میں تھوڑی دیر میں پہنچ رہا ہوں‘ کچھ گاڑی میں پرابلم تھی۔“ اس نے جلدی سے سیل بند کر دیا اور گھبرا کر رامین کو دیکھا۔

”دیکھا بارش میں پسینے چھوٹ گئے چھوٹی ممانی کی آواز سن کر اور تم کہتے ہو کہ تم ڈرتے نہیں ہو۔“ رامین بولی۔

”تم سمجھنے کی کوشش کرو‘ ہم مما سے نہیں ڈرتے۔“ وہ بہت غصے سے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا اور اپنی اسپیڈ بڑھا دی۔

”کہاں ہو فہد تم!“ عباد نے فہد سے کانٹیکٹ کیا تھا۔

”شیزرے کے دونوں پیر بُرے طریقے سے جلے ہیں عباد بھائی‘ وہ اس وقت روم میں ہے میں اس کے پاس ہی ہوں‘ دیکھتا ہوں میں تھوڑی دیر تک ہم واپس آتے ہیں۔“ شیزرے کو ٹریٹمنٹ کے بعد ابھی تک وہیں رکھا گیا تھا۔

”شیزرے! ایسا تم کیا سوچ رہی تھیں۔“ اس نے گھبرا کر پلکیں اٹھائیں۔

”یہ شوٹ‘ یہ فلمی دنیا یہ سب وقتی چیزیں ہیں شیزرے! ٹھیک ہے اگر تمہیں یہ چیزیں یہ گلیمر اٹریکٹ کرتا ہے تو ٹھیک ہے پہلے تم اپنی تعلیم پر دھیان دو‘ گریجویشن کرنے کے بعد تم اس طرف چلی جانا‘ کیا اچھا ہے کیا بُرا ہے ہم لوگ یہ سب جانتے ہیں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تم اور خالہ

ہم لوگوں سے کتنی مخلص ہو' ہم آپ کے کچھ بھی نہیں ہیں پھر بھی ہم آپ کا بھلا چاہتے ہیں' ہم کبھی آپ لوگوں کی مرضی کے خلاف بھی نہیں جائیں گے لیکن اگر کوئی حتیٰ کہ میری ماں بھی اس میں شامل ہوئی اور وہ زبردستی ایسا کچھ چاہیں تو میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔" تو جواب میں اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"میرا مطلب تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا بس اپنی ذمے داری سمجھ کر تم سے یہ سب کہہ رہا ہوں۔" اس نے اپنے بہتے ہوئے آنسو اپنے دوپٹے سے پونچھے۔

"شیزرے! آج تک وہ خیال کہ اس دن چھت پر کون تھا ذہن میں بھٹکتا ہے۔"

"فہد! اب میں ٹھیک ہوں گھر چلیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہاں ٹھیک ہے چلتے ہیں ابھی ایک گھنٹے کے بعد ڈاکٹر پھر تمہیں انجکشن دے گا' اگر تم چاہو تو میں تمہیں یہاں ایڈمٹ کروا سکتا ہوں' گھر جا کر تمہیں اور مزید تکلیف ہو سکتی ہے۔"

"نہیں فہد!" اس نے اپنی پلکیں اوپر اٹھا کر فہد کو دیکھا تو فہد کے چہرے پر بیچارگی اور افسردگی چھا رہی تھی۔

"شیزرے! مجھ سے وعدہ کرو تم اپنا خیال رکھو گی' تمہیں تکلیف ہوتی ہے تو..." تو شیزرے نے جواب میں آنکھیں کھول کر اس کی سمت دیکھا۔

"تو نجانے کیوں مجھے تکلیف ہوتی ہے۔" وہ منہ موڑ کر دوسری جانب دیکھنے لگا۔

"فہد!" تو وہ پلٹ کر اس کے قریب چلا آیا۔

"اگر تمہیں ذرا بھر تکلیف ہوتی ہے ناں..." اس کے آنسو پھر بہہ نکلے۔

"بولو شیزرے! کیا کہنا چاہتی ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میری طرف مت دیکھا کریں' مجھ سے دور رہا کریں یہ آج چھوٹی چچی..." تو فہد مصطفی نے گھبرا کر اس کے ہونٹوں پر اپنی ہتھیلی رکھ دی۔

......☆......

"او نو شیزرے! ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ گھبرا کر روم سے باہر چلا گیا پھر پلٹ کر آیا۔

"واقعی شیزرے! کیا یہ مما نے کیا ہے' بولو؟ تم کیوں چپ ہو شیزرے' تم نے تھوڑی دیر پہلے مجھ سے کچھ کہا تھا' میں دوبارہ سننا چاہتا ہوں۔" تو شیزرے کے لب کپکپا کر آنکھیں بھیگ گئیں۔

"بولو شیزرے! اس رات کی طرح تم پھر چپ ہو گئی ہو' اگر یہ مما نے کیا ہے تو یہ ٹھیک نہیں کیا۔" وہ اس کے دونوں پیروں پر نظر ڈال کر بولا تھا۔

"شیزرے! کچھ بولو تم' میں سن رہا ہوں۔" اس نے بھیگی ہوئی پلکوں کو ہلکی سی جنبش دے کر سر نفی میں ہلا دیا۔

"پلیز شیزرے!" وہ کرسی کھینچ کر قریب بیٹھ گیا۔

"یہ تم خود پر ظلم کر رہی ہو اور اب یہ جان لینے کے بعد کہ میری ماں نے ایسا کیا ہے اور اس احساس کے ساتھ کہ میری ماں نے میری وجہ سے تمہیں اتنی بڑی تکلیف دی' میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا' میں نے عباد بھائی کو فون کر دیا ہے وہ تھوڑی ہی دیر میں آنے والے ہیں تم ان کے ساتھ چلی جانا' میں آج ہی رات واپس جارہا ہوں' میں اس دکھ کے ساتھ کسی کا بھی سامنا نہیں کر سکتا اور ہاں شیزرے! تم سے پھر میں ایک بار کہہ رہا ہوں جو بھی تمہارا گنہگار ہے اس کا چہرہ تم جتنی جلدی ہو سکے دنیا والوں کو دکھا دو' غربت' بھوک' افلاس یہ جرم نہیں ہے' ناانصافیوں کے خلاف انسان کو احتجاج کرنے کا حق ہونا چاہئے' تم اپنا خیال رکھنا' عباد بھائی آئیں گے تم جا سکتی ہو۔" وہ جونہی مڑا شیزرے نے اسے آواز دی تھی تو وہ آہستہ سے اس کی جانب مڑا۔

"اس میں تمہارا کوئی قصور تو نہیں۔" اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"میرا نقصان تو بہت ہے۔"لب کانپ کر رہ گئے

"یہ میری قسمت کا ایک حصہ ہے جہاں مجھے ایسی ہی تکلیفوں سے بار بار گزرنا ہے، آپ میری قسمت تھوڑی بدل سکتے ہیں۔میں بہت بدنصیب ہوں،میں نے ایسا تو نہیں کہا کچھ،کیا کچھ کہنے اور سننے کو باقی ہے۔" فہد مصطفیٰ نے اس کے پیروں پر نظر ڈالی، اتنی دیر میں عباد ہاسپٹل پہنچ چکا تھا۔

"ٹھیک ہے عباد بھائی! آپ شیزرے کو لے کر گھر جایئے۔"

"کیا ہوا فہد! تم ٹھیک تو ہو۔" عباد کی نظر اس کے بجھے ہوئے چہرے پر پڑی تھی۔

"کیا ہوا فہد؟" تو وہ بہت تیزی سے باہر کی طرف مڑ کر چلا گیا۔

"کیا ہوا شیزرے! کیا فہد نے تم سے کچھ کہا؟"تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"فہد بتا رہا تھا کہ تمہیں کافی تکلیف تھی، اب تم کیسی ہو؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"عباد بھائی! جلن بہت ہو رہی ہے۔"

"شیزرے! کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ اچانک یہ سب ہوا کیسے، تم چھوٹی چچی سے کیا کہہ رہی تھیں، یہ اتنا بڑا حادثہ ہوا کیسے؟" عباد ابھی تک سوال پر سوال کر رہا تھا۔

"حریم ابھی تک روئے جا رہی ہے کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ یہ ہوا کیا، پاپا بہت خاموش سے بیٹھے ہیں، فہد کے کہنے پر میں تمہیں لینے آیا ہوں۔" اتنے میں کوئی ڈاکٹر اس کو دیکھنے کے لئے اندر آیا تھا

باتوں کا سلسلہ منقطع ہوا اور وہ گھر چلنے کے لئے تیار بیٹھی تھی، وہ اسے لے کر دادو کے کمرے کی طرف ہی آیا تھا، کیسے کیسے سوالات تھے جن سے بچنا چاہتی تھی پھر بھی ہر شخص یہ جاننا چاہتا تھا کہ اس وقت جب دلہن چچی کچن میں تھیں تب کیا ہوا تھا؟ فاطمہ بڑی دلگیر سی ابھی تک وہیں بیٹھی سوچ رہی تھیں، دادو نے اسے وہیں اپنے کمرے میں روک لیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"فاطمہ! یہ اتنا بڑا زینہ چڑھ کر ابھی اوپر نہیں جا سکتی، بہت تکلیف ہے اسے، پھر ہم سب اس کی دیکھ بھال کر لیں گے تم چاہو تو اس کے پاس میرے ہی کمرے میں رک جائو، مجھے افسوس ہے کہ اچھی خاصی اوپر بیٹھی تھی میں نے ہی اسے نیچے بلایا تھا۔"

"نہیں، نہیں اماں جان! جو ہونا تھا وہ تو ہو کر ہی رہتا ہے۔" تبھی اوپر سے چیخنے کی آواز آئی تھی۔

"فہد! رکو تم ایسے موسم میں کہاں جا رہے ہو تم۔"سعدیہ زور سے بولیں۔

"دیکھنا ذرا یہ چھوٹی دلہن کیوں چیخ رہی ہے۔" دادو نے نورین کو مخاطب کیا تھا۔

"فہد بھائی بہت غصے میں ہیں اور گھر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔" ریشمین جلدی سے بولی۔

"فہد میری بات سنو۔" سعدیہ تیز تیز دوڑتی ہوئیں زینے سے نیچے اتریں تھیں، لیکن فہد کے انتظار میں باہر گاڑی کھڑی تھی وہ اپنا بیگ اٹھا کر دھڑ

سے بیٹھا اور ایک پل میں گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی اور زینے پر بیٹھی سعدیہ رو رہی تھیں۔

......☆......

"ارے احمد! تم تو بالکل بھیگ چکے ہو۔" عمیرہ، احمد کو دیکھ کر گھبرا گئیں۔

"بیٹا! ایسے کیسے تم بھیگ گئے، تم تو گاڑی میں آئے ہو۔"

"پھپھو! گاڑی رستے میں خراب ہو گئی تھی بہت دور تک میں دھکا لگا کر آیا ہوں۔"

"کیا حشر ہو رہا ہے تم لوگوں کا، اللہ رحم کرے۔" عمیرہ انہیں دیکھ کر گھبرا گئی تھیں۔

"کیا احمد بھائی! رامین آپی بھی دھکا لگا رہی تھیں۔"""۔

"شٹ اپ..." رامین نے آہستہ سے راحمہ کو ڈانٹ دیا تھا اور وہ سیدھا واش روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔احمد' ربیعہ سے تولیہ لے کر اپنے چہرے اور بالوں کو صاف کرتے ہوئے بولا تھا۔

"اچھا پھپھو! میں گھر چلتا ہوں۔"

"اچھا بیٹے! اللہ حافظ' احمد دیکھ کر جانا بہت تیز بارش ہے بیٹا۔" پھپھو کا دل اندر سے ہول رہا تھا' رامین جب شاور لے کر باہر آئی تو اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"کیا ہوا' تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" عمیرہ نے اسے چونکا دیا۔

"جی امی! سر میں درد ہو رہا ہے۔" وہ جلدی سے چائے کا کپ لے کر مڑ گئی۔

"آپی! آپ کو پتہ ہے ابھی ریشمین کا فون آیا تھا' شیزرے کے دونوں پیر بُرے طریقے سے جل گئے ہیں۔"

"وہ کیسے؟" اس کے ہاتھ میں کپ تھرتھرا کر رہ گیا۔

"تفصیل تو زیادہ نہیں ہے' پتا ہے فہد بھائی شیزرے کو لے کر ہاسپٹل گئے ہوئے ہیں۔"

"اللہ رحم کرے۔" رامین بولی تھی۔

"امی کو بتا دیا تم نے۔"

"ہاں اور ابھی تک تو فہد بھائی واپس نہیں آئے اور عباد بھائی بھی نکلے ہوئے ہیں۔"

"اور کس کا فون تھا۔" رامین نے چونک کر پوچھا۔

"کسی کا بھی نہیں۔" ایک اطمینان سا اس کے دل میں ہوا۔

......☆......

احمد جونہی گھر کے اندر داخل ہوا' عجیب سی ایک سوگواری طاری تھی بارش تو رُک چکی تھی' پہلے ہی زینے پر سعدیہ بت کی طرح پاؤں پسارے بیٹھی تھیں اور منظور انہیں اٹھا رہے تھے کہ اندر چلو' احمد کا دل دھک

سے ہوا کہ شاید آج اس کی چوری پکڑی گئی ہے' جونہی ان کی نظر احمد پر پڑی۔

"احمد! فہد گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے۔" وہ پھُوٹ پھُوٹ کر رو رہی تھیں۔

"تو آ جائے گا مما! کہاں جائے گا؟" وہ تڑپ کر ان کے قریب چلا آیا۔

"نہیں احمد! وہ کہہ کر گیا ہے کہ میں اب اس گھر میں نہیں آؤں گا۔"

"لیکن کیوں... کیوں ایسا ہوا؟"

"مجھے خود نہیں معلوم بیٹا! ہمارے خلاف اس کے کان بھرے گئے ہیں' اچانک آیا ٹھیک ٹھاک تھا بالکل' شیزرے کو لے کر ہاسپٹل گیا وہاں سے آیا'

آنکھیں لال چیزوں کو ٹھوکریں مارتا رہا' بیگ میں سامان ڈالا' میں تمہارے بابا کو آوازیں دیتی رہ گئی اور وہ نکل کر چلا گیا۔"

"مما! کیا ہوا شیزرے کو؟" وہ گھبرا کر بولا۔

"بھاڑ میں جائے شیزرے' تم اس وقت صرف اپنے بھائی کو دیکھو جو غصے اور جنون میں گیا ہے' احمد کچھ کرو وہ بہت غصے میں تھا مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

"احمد نے وہیں کھڑے کھڑے اس کا نمبر ڈائل کیا تھا' مسلسل بیل جا رہی تھی مگر فہد نہیں اٹھا رہا تھا' اس نے گھبرا کر اپنے بابا کی طرف دیکھا جو بہت شرمندہ سے کھڑے تھے۔

"یہ سب کیا ہے بابا!"

"شیزرے برے طریقے سے جل گئی ہے۔"

"کیسے' کب؟"

”اس وقت کچن میں اس کے ساتھ صرف تمہاری ماں موجود تھی اور سب کا شک تمہاری ماں کی طرف جا رہا ہے۔“

”مما! آپ...“ احمد کی گردن ان کی طرف گھوم کر رُک گئی۔

”نہیں احمد! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا' جو بھی ہوا اچانک ہوا میں تو خود نہیں سمجھ سکی کہ اس نے ایسا کیوں کیا' میں تو بہت فاصلے پر کھڑی تھی' سچ احمد میں جھوٹ نہیں بول رہی۔“ احمد کندھے پر بھیگا ہوا کوٹ ڈالے کھڑا رہ گیا۔

”بابا! کہاں ہے شیزرے؟“ پھر وہ بھاری قدموں سے دادو کے کمرے کی طرف بڑھا۔

”منظور! آپ بھی مجھے ایسا سمجھ رہے ہیں' میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔“

”میں جانتا ہوں سعدیہ! مگر سب کا شک تمہاری طرف ہی کیوں جا رہا ہے' تمہارا بیٹا خود اس وقت غصے سے گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے' روتے روتے حریم نے خود کہا ہے کہ یہ سب سعدیہ ممانی نے کیا ہے' سب تمہارے خلاف

کیوں جا رہے ہیں سعدیہ' فاطمہ خود رو رو کر کہہ رہی ہے کہ میری بیٹی نے ایسا کچھ نہیں کیا کہ جس کی اس کو اتنی بڑی سزا دی جائے۔“

”تم فاطمہ کو تو چھوڑو' تمہارے گھر والے تو سب کمپلیکس میں ہیں ہمارے سامنے' لہٰذا بچوں سے ہمدردیاں کر کے انہیں ہم سے دور کر دیا ہے۔“

”سعدیہ! تمہیں ہمیشہ یہ غلط فہمی رہی ہے فار گاڈ سیک' تم اوپر جاؤ سجاد بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“

”سجاد بھائی' سجاد بھائی ہر وقت تم لوگوں نے یہی خوف اور ٹینشن پھیلا رکھی ہے' ہو جائے جو ہونا ہے۔“

”شٹ اپ۔“ منظور ہاتھ اٹھا کر چیخے تھے۔

”تو اب تم مجھ پر ہاتھ اٹھاؤ گے اس عمر میں جوان بچوں کے سامنے۔“ انہوں نے عبیر اور کرن کو آتے دیکھ لیا تھا۔

”مما! اوپر چلیں' اس طرح سے مت شور مچائیں یہاں۔“عبیر بولی۔

''میں شور مچا رہی ہوں میرا بیٹا مجھے چھوڑ کر چلا گیا' تمہارا باپ مجھ سے لڑ رہا ہے' سب مجھ پر شک کر رہے ہیں اور تم لوگ کہہ رہی ہو کہ میں شور نہ مچاؤں' تم لوگ اوپر جاؤ۔'' وہ آنسوؤں سے رونے لگیں۔

''مما! شیزرے کو بہت تکلیف ہے' آپ مت کچھ بولیں' آپ اوپر جائیں پلیز۔''

''تمہیں شیزرے کے دکھ کا اندازہ ہے اپنی ماں کا نہیں۔''

''ریلیکس مما! فہد بھائی آ جائیں گے ڈونٹ وری۔'' کرن نے ان کے آنسو پونچھے۔

''مت لگاؤ مجھے ہاتھ' جاؤ دادو' پھپھو اور بڑی ممی کے آنسو پونچھو' اس دو ٹکے کی شیزرے میں ایسا کیا ہے سوائے شکل کے' تعویذ بنا کر ڈال دیا تم سب کو' حسب نسب' خاندان' اسٹیٹس یہ سب زندگی کے لئے بہت اہم ہوتے ہیں' ایسا ہی ہے تو اگر شیزرے انہیں اتنی پیاری ہے تو کل جب فائزہ بیوہ ہو کر آئی تھیں اکو بھی تو گھر میں تھا کر دیتیں اس سے نکاح۔''

''تم اس وقت ہوش میں نہیں ہو' اوپر جاؤ۔'' منظور نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اوپر گھسیٹا۔

''چھوڑ دو منظور میرا ہاتھ' میں نہیں جاؤں گی کہیں بھی جب تک فہد واپس نہیں آتا۔'' منظور انہیں گھسیٹتے ہوئے کرن اور عبیر کے ساتھ اوپر لے کر گئے تھے۔

''فہد! یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ شیزرے کو میں نے جلایا ہے کیا ثبوت ہے ان کے پاس آج سے میں نیچے نہیں جاؤں گی ان سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہے۔'' ان کے آنسو بھل بھل اُبل رہے تھے۔

''مما! پلیز مت کریں ایسا۔'' عبیر ان کے آنسو پونچھ رہی تھی۔

''تو بلاؤ میرے فہد کو' وہ غصے میں اس طرح نکل کر کبھی نہیں گیا' میں جانتی ہوں اسے وہ نہیں آئے گا' جاؤ تم احمد سے بولو کہ وہ بڑے پاپا سے بات کروائے اس کی اور اسے واپس بلاؤ' میں کچھ نہیں جانتی وہ غصے میں کچھ بھی کر سکتا ہے۔''

......☆......

"او مائی گاڈ! فہد فون نہیں اٹھا رہا۔" احمد بے بسی سے ٹہل رہا تھا۔

"ایک منٹ آپ ایسا کریں فہد بھائی کو میسج کریں کہ بڑے پاپا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تمہارے اس طرح چلے جانے سے۔" کرن بولی۔

"نہیں میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔" احمد نے اسے میسج کیا تھا۔

"کہ فون اٹھاؤ جہاں پر بھی ہو، ہم لوگ سخت پریشان ہیں تمہاری وجہ سے۔"

"جی بھائی!" اس کی آواز آنسوئوں میں رندھ رہی تھی۔

"فہد! میری بات سنو فون مت بند کرنا، تم اس طرح گھر چھوڑ کر کس لئے گئے ہو۔"

"بھائی! آپ جانتے ہیں میں اس وقت کسی کو فیس نہیں کر سکتا تھا اور جو کچھ مما نے کیا ہے اس کے بعد میں کسی کے سامنے نظریں نہیں اٹھا سکتا۔"

"فہد، فہد مما نے ایسا کچھ نہیں کیا، مت کرو تم ایسا اور واپس گھر آئو، وہ بے حد پریشان ہیں تمہارے لئے۔"

"نہیں بھائی! نیم غنودگی کی حالت میں شیزرے نے مما کا نام لیا، ہوش میں آنے کے بعد وہ مکر گئی ہے مگر میں جانتا ہوں مما کس حد تک جا سکتی ہیں۔" اس نے اپنی آنکھیں ملیں تو احمد کو اس کی شدت کا اندازہ ہوا تھا۔

"لیکن فہد! اس طرح گھر چھوڑ کر جانے سے مسئلہ حل ہو جائے گا؟"

"میں اب بہت دور نکل چکا ہوں واپسی کا کوئی رستہ نہیں، ویسے بھی مجھے دو چار دن میں اپنی ڈیوٹی جوائن کرنی تھی دو دن پہلے سہی میں چلا آیا۔"

"تو پھر تم مما کو فون کر کے تسلی دو، دادو پریشان ہیں بڑے پاپا پریشان اور اداس بیٹھے ہیں۔"

"بھائی! مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہوتا جو مما کرتی ہیں۔"

"فہد! میں بھی تو ہوں۔" احمد آہستہ سے بولا۔

"آپ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں میں نہیں کر سکتا کہ میری وجہ سے کسی کی ذات کو تکلیف پہنچائی جائے۔"

"فہد! وہ ہماری ماں ہیں۔"

"میں نے کب انکار کیا ہے' ماں ہونے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ وہ کسی کی زندگی کو داؤ پر لگا دیں' بھائی اس دن بھی جو کچھ ہوا تھا مہندی والے دن اس میں شیزرے نہیں وردہ شامل تھی۔"

"واٹ۔" احمد ہکابکا سیل تھامے رہ گیا۔

"کیا ہوا احمد؟" بڑی می ادھر ہی پلٹ کر آئی تھیں۔

"فہد سکھر اپنی ڈیوٹی پر پہنچ چکا ہے۔"

"کیوں... ابھی تو دو دن اور اس کی چھٹیوں کے باقی تھے پھر..."

"دیکھتے ہیں ایک دو دن کے بعد' بڑے پاپا بات کریں گے۔" احمد پُرسوچ انداز میں بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

......☆......

"امی! آپ اس طرح سے اچانک انکار نہ کر دیا کریں۔" رامین کچھ افسردہ سے لہجے میں بولی۔

"پھر بیٹا! ہر روز رخسانہ کسی نہ کسی کو لے کر ہمارے گھر چلی آتی ہے' رشتہ کروانے والیوں کا تو یہ ایک طریقہ ہے سب سے پیسے لے کر کھا جاتی ہیں اور پھر لوگ تنگ کرتے ہیں کہ رشتہ دکھائو تو وہ تیرے میرے گھر میں جھانکتی پھرتی ہیں' دو قدم کے فاصلے پر ہیں تو جو آیا انہیں لے کر ہمارے گھر آ جاتی ہیں اور سچ تو یہ ہے رامین اچھا نہیں لگتا۔" وہ تھوڑا سا نظریں جھکا کر بولیں۔

"دیکھیں امی! ہمیں تو آپ بھول جایئے' امی جس طرح سے ابا ہم لوگوں کو چھوڑ کر گئے ہیں ناں وہ سب ہمیں یاد ہے' امی یہ ذمے داری آپ کی ہی نہیں میری بھی ہے۔"

"بیٹا! کسی کا انتظار نہیں کرتے۔" وہ نظریں چرا کر بولیں۔

"امی! مجھے کسی کا بھی انتظار نہیں ہے آپ غلط سمجھ رہی ہیں' یہ احمد کی الٹی سیدھی حرکتوں سے آپ بھی سوچنے پر مجبور ہو گئی ہیں۔"

"لیکن اس میں برائی بھی کیا ہے وہ میرا اپنا ہے مگر جب تک اس کی ماں راضی نہیں ہوتی تب تک کچھ نہیں ہو گا' اس دن بھی تمہارے خلاف دبے دبے لفظوں میں یہی بات کر رہی تھیںکہ اب حریم کے بعد رامین کی باری ہے وہ تو امی نے چپ کروا دیا کہ سعدیہ چپ ہو جا۔"

"چھوڑیں امی! آپ پتا نہیں کہاں کی باتیں لے بیٹھیں' ربیعہ کا جو رشتہ آ رہا ہے آپ وہ دیکھیں' اب میرا بھی دل چاہنے لگا ہے شور شرابا اور ہنگامہ کریں۔"

"سب نصیب کی بات ہے بیٹا! ننھیال' ددھیال سب جگہ لڑکے ہیں بس آج کل کی ماؤں کے نظریات ہی بدل گئے ہیں' اب حریم ہی کو لے لو کتنا خوش ہیں بھابی جان۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"امی! ایک بات آپ کو بتاؤں اپنے تک ہی رکھیئے گا' مجھے تو کچھ یوں محسوس ہوتا ہے فہد' شیزرے میں انٹرسٹڈ ہے۔"

"ہائے میری جان رامین! ایسا کبھی بول بھی مت دینا' سعدیہ بھابی اس کو کچا کھا جائیں گی۔"

"ہائے میری بھولی اماں جان! تو شیزرے وہاں پس ہی رہی ہے آپ کو خبر ہی نہیں ہے کہ وہاں کیا کچھ ہوا ہے' آپ نے اسے دیکھا ہے ممانی کی جو بھتیجی ہے وردہ۔"

"وہ جو گھٹنوں تک پاجامہ پہنے آئی تھی۔" تو رامین کو بہت زور کی ہنسی آئی تھی۔

"امی اسے کیپری کہتے ہیں ماڈرن لوگوں کا لباس ہے۔" رامین ہنسے جا رہی تھی۔

"بکواس یہ کوئی فیشن تھا کہ اس کی دونوں پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"امی!" وہ بہت آہستہ سے بولی۔

"حریم بتلا رہی تھی کہ چھوٹی ممانی فہد کے لئے وردہ کو پسند کرتی ہیں لیکن فہد' شیزرے کو پسند کرنے لگا ہے اور یہ جنگ امی جان وہاں دو برس سے چل رہی ہے۔"

"اللہ رحم کرے' چھوٹی بھابی تو شیزرے کو زندہ ہی نہیں رہنے دیں گی ان کا مزاج اور عادتیں' توبہ توبہ۔وہ تو منظور کی ہمت ہے جو گھر چلا رہا ہے' غیر کیا کریں گے اپنے اس کے بچے اس کے سائے سے بھی دور رہتے ہیں۔فہد اور احمد چھوٹے چھوٹے تھے ذرا ذرا سی بات پر ادھیڑ کر رکھ دیتی تھیں صرف اس لئے کہ امی جان کو تکلیف پہنچے اور ہم لوگ پریشان رہیں۔تھوڑی بہت تو پھر بھی کچھ سدھر گئی ہیں عمر کے اس حصے میں آ کر' ہر وقت پارٹی میں اِدھر اُدھر لگی رہتی تھیں' خیر اس میں منظور کا بھی قصور تھا ڈپٹی کمشنر کیا بنے بیوی کو لئے لئے اڑتے پھرتے تھے' بچے اگنور ہوئے' ریٹائرمنٹ کے بعد منظور بھی کچھ سدھر گئے ہیں لیکن بچے ان سے دور ہو چکے ہیں' احمد

یونہی تڑپ کر میرے پاس نہیں آتا تھا ہم لوگ پیار کرتے تھے اب وہ اسے جادو ٹونے کا نام دیتی ہیں۔اللہ نہ کرے جو میں کسی پر جادو کرواؤں۔"

"امی! آپ ٹھیک ہی کہہ رہی ہیں' آپ کو ایک بیڈ نیوز سناؤں آپ پریشان تو نہیں ہوں گی۔"

"ہو گئی پریشان اب بولو۔" وہ حیران سی دیکھنے لگیں۔

"امی! کل رات فہد غصے میں اپنی ڈیوٹی پر واپس چلا گیا۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا؟"

"امی! لیں سبھی کو یہ بات پتہ ہے احمد اس بات کو لے کر بہت پریشان ہے اور ٹینس ہے' آج کوچنگ بھی نہیں آیا۔"

"طبیعت تو ٹھیک ہے اس کی۔"

"بہانہ تو وہ یہی کر رہا تھا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں جب میں نے بار بار پوچھا تو کہنے لگا کہ فہد کی وجہ سے سب لوگ اپ سیٹ ہیں اور یوں بھی امی! فہد کو تو آپ جانتی ہیں' احمد کہہ رہا تھا کہ اس کے آفس

میں بھی کچھ ٹینشن چل رہی ہے' کچھ لوگ اس نے شک کی بناء پر حراست میں لئے تھے۔احمد بتلا رہا تھا کہ وہ لوگ بڑے اثر و رسوخ والے ہیں اور فہد کو تو آپ جانتی ہیں اس نے ایف آئی آر درج کر کے کیس آگے بڑھا دیا ہے۔"

"خدایا! رحم کرنا میرے بچے پر۔" عمیرہ پھپھو نے اس کے لئے دعا کی۔

"دراصل امی! احمد اسی لئے بہت پریشان ہے۔"

"تو یہ سب ماں کو بتائے ناں اپنی کہ کیوں جوان بچوں کا سکون درہم برہم کر رکھا ہے۔"

"نہیں امی! سعدیہ ممانی کو بتانے کا کوئی فائدہ نہیں' آپ نہیں جانتیں کل دبے دبے لفظوں میں احمد نے یہ بات بتائی ہے کہ فہد کا پورا پورا شک ہے کہ شیزرے کو چھوٹی ممانی نے جلایا ہے؟"

"ہائے میں مر گئی' اس غریب بچی کو سعدیہ نے جلایا ہے۔"

"امی! اتنی پریشا ن نہ ہوں میرا کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہوں نے تیل چھڑک کر آگ لگا دی ہے' اس کے دونوں پیروں پر جو گرم تیل گرا ہے میرا اشارہ اس طرف تھا آپ غلط سمجھیں۔" تبھی سیل پر بیپ ہوئی' احمد آن لائن تھا۔

"امی! ایک منٹ میری کال ہے۔" وہ اٹھ کر اندر چلی گئی۔

"ہاں احمد! کیسے ہو تم؟"

"ہاں میں ٹھیک ہوں' بس یہاں ٹینشن بہت چل رہی ہے' مما کو شدید ڈپریشن کا دورہ پڑا ہے' وہ بالکل خاموش ہو گئی ہیں ابھی ابھی بابا انہیں ڈاکٹر

کے پاس لے کر گئے ہیں، بس عجیب سا ماحول ہو کر رہ گیا ہے، سب خوش تھے لیکن یہ فہد کے بچے نے سب گڑبڑ کر دی ہے۔"

"دیکھو میں رات میں فہد سے بات کروں گی۔"

"کوئی فائدہ نہیں ہے رامین! وہ کسی کی نہیں سنتا، اگر مما سے ایسا کچھ ہو بھی گیا ہے تو اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، انفیکٹ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ کیسے ہوا؟"

"احمد! کچھ ایسا ہوا ہی ہو گا ورنہ میں بھی فہد کو جانتی ہوں وہ کبھی خواہ مخواہ کسی کو دکھ نہیں دیتا۔"

"ہاں اب تم بھی یہ ایشو لے کر بیٹھ جاؤ پلیز رامین!"

"دس از ناٹ فیئر احمد کہ کسی کو اتنی اذیت ناک سزا دی جائے۔"

"پتہ نہیں کون کیا چاہتا ہے میں تو تھک سا گیا ہوں۔" وہ بہت بوجھل بوجھل لہجے میں رامین سے بولا تھا۔

"چلو اچھا تم مجھے رات میں مس کال کرنا میں فون کر لوں گا، اوکے مائی سوئٹ ہارٹ۔"

"احمد...!" اس کی آواز میں سرزنش تھی۔لیکن احمد سنے بغیر سیل آف کر چکا تھا، رامین بڑی دیر تک احمد کے آخری جملے پر مسکرائے جا رہی تھی۔

"آپی! آپ اپنے آپ کیوں مسکرائے جا رہی ہیں۔" راحمہ نے ٹوکا۔

"کیوں کیا مل کر ہنستے ہیں؟"

"آپی! احمد بھائی ہیں بہت سوئٹ اور اسمارٹ سے۔" راحمہ ہنسی تو وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"چلو چلو اسمارٹ ہے، اپنی ماں کے سامنے تو بدھو بن جاتے ہیں ساری اسمارٹ نیس اس وقت ختم ہو جاتی ہے لڑکوں کا تو یہی کام ہے کہ لائن مارتے ہیں۔" وہ دبی دبی ہنسی ہنس کر بولی۔

"میں نہیں سمجھتی احمد بھائی ایسے ہیں۔"

"تو پھر کیسے ہیں؟" اس نے دھڑ سے اپنی کتاب بند کر دی۔

"ویری لونگ اور کیئرنگ۔" راحمہ ہنسی۔

"کیا ہوا خیریت، تم کچھ زیادہ نہیں احمد کو فیور کر رہیں۔"

"میں کیا آپی، سارے کزنز ان کو فیور کرتے ہیں آپ نے دیکھا نہیں عباد بھائی کی شادی پر احمد بھائی کی کتنی عزت تھی۔"

"ہاں، ہاں عباد بھائی بھی ایسے نہیں تھے کیا کھل کر کھیلے ہیں بس وہ تو حریم کا دل ہے کہ وہ ہاں کہہ گئی، میں تو کبھی کمپرومائز نہیں کر سکتی تھی، عباد مصطفی ہو یا احمد مصطفی ہو، میں تو یہی چاہتی ہوں کہ میرے ہو کر رہو۔"

"لیکن امی تو یہی کہتی ہیں کہ مردوں کی عادت میں یہ شامل ہے۔"

"ہاں... ان کو تجربہ ہے ناں، ابا جو چھوڑ کر چلے گئے۔"

"اب تم ابا کو لے کر بیٹھ گئیں۔"

"چلو جاؤ مجھے بہت کام کرنا ہے تم جاؤ امی کا ہاتھ بٹاؤ کچن میں ہوں گی، دوچار دن کے لئے ہم کیا گئے امی کونے کونے کی صفائی کر رہی ہیں۔" راحمہ منہ بسورتی باہر نکل گئی اور رامین کتاب پر پھر جھک گئی۔

......☆......

دھڑ دھڑ رکشے کی آواز آئی تو دادو چونک کر ندیم سے بولیں۔

"دیکھنا مجھے لگتا ہے فائزہ آ گئی ہے۔"

"تو دادو آپ نے یہ خبر فائزہ پھپھو کو بھی پہنچا دی۔" ندیم اٹھتے ہوئے بولا۔

"ہاں تو کیا ہوا وہ میری بیٹی ہے۔"

"لیکن دادو! آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں دلہن چچی ابھی تک شدید غصے میں ہیں، کسی وقت بھی وہ اٹیک کر سکتی ہیں۔"

"بکواس نہ کرو تم، رکشہ گیٹ پر رکا ہے کھولو تم، اس سے میری بات ہوئی تھی تمہارے ابا کی صحت کا پوچھ رہی تھی بہت فکر لگی رہتی ہے اسے، یا ہو

سکتا ہے اپنی بیٹی کو دیکھنے کا دل چاہ رہا ہو۔‘‘ تو ندیم بہت تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھا تب ہی فائزہ ردا کے ساتھ اندر آ گئی تھیں۔

’’نانو جان‘ نانو جان۔‘‘ ردا بھاگ کر نانو کے پاس پہنچی تھی۔

’’نانو کی جان!‘‘ ان کا دل ردا کی آواز پر ہی مچل گیا‘ انہوں نے بہت ساری دعائیں دیتے ہوئے کہا۔

’’تمہاری ماں بھی آئی ہے ساتھ؟‘‘

’’جی نانو! وہ گیٹ پر چھوٹے ماموں مل گئے ان سے بات کر رہی ہیں۔‘‘ تبھی فائزہ اپنا اسکارف اتارتے ہوئے اندر آئی تھیں‘ سلام کے بعد ہی وہ اماں جان کے پاس بیٹھ گئی تھیں۔

’’کیا ہوا اماں ! فہد کا کچھ پتہ چلا‘ شیزرے کیسی ہے اب؟‘‘

’’بہت تکلیف ہے اُسے‘ اس وقت بھی فاطمہ اسے ڈریسنگ کے لئے ہاسپٹل عباد کے ساتھ لے گئی ہے۔‘‘ ان کا لہجہ بجھابجھا تھا تبھی ندیم نے اپنا سیل آن کیا۔

’’دیدی تیرا دیور دیوانہ

ہائے رام کڑیوں کو ڈالے دانہ‘‘

’’او ندیم بھائی!‘‘ ردا اس کے پیچھے بھاگی‘ وہ ہنستا ہوا دادو کے پلنگ کے دوسرے سرے پر بیٹھ گیا۔

’’نانو دیکھیں ناں! ندیم بھائی نے میری آواز ریکارڈ کی ہے‘ یہ گانا میں گا رہی تھی۔‘‘

’’دادو! یہ میرا پرسنل سیل ہے میں جس کی چاہے آواز ریکارڈ کر لوں یہ کون ہوتی ہے منع کرنے والی۔‘‘ اس نے دوبارہ سیل پر اس گانے کو ری پیٹ کیا تو ردا اس پر جھپٹی تو ندیم باہر نکل گیا اور ردا اس کے پیچھے دوڑی تھی۔

”کیا ہوا' کیا ہوا؟“ ندیم بھاگ کر حریم کے پیچھے کھڑا ہنس رہا تھا۔

”آپی! ندیم بھائی نے آپ کی مہندی والے دن میری آواز ریکارڈ کر لی تھی۔“

”غلط بات ہے یہ ندیم تمہاری۔“ حریم پلٹی تھی کہ وہ تیزی سے موبائل آن کیے باہر کی طرف پلٹا' ردا پیچھے پیچھے بھاگ رہی تھی۔

”دیکھیں ندیم بھائی! دے دیں؟“ ردا بار بار اس کی طرف لپک رہی تھی اور وہ تھا کہ ہاتھ اوپر کیے اس کے سائونڈ کو سنوائے جا رہا تھا۔

”اللہ کے واسطے ندیم بھائی! اگر ماموں نے سن لیا تو وہ کیا سوچیں گے۔“

”یہی کہ تم کتنی بڑی فنکارہ ہو۔“ تبھی ٹیرس پر کھڑی ہوئی سعدیہ نے جو کہ عبیر کا انتظار کر رہی تھیں' بولیں۔

”دیکھنا منظور ردا کو' کیسے بھاگ رہی ہے ندیم کے آگے پیچھے۔“ منظور کی نظر جونہی اٹھی ندیم موبائل اوپر کیے کھڑا تھا اور ردا اس کے پیچھے پیچھے بھاگ رہی تھی وہ وہیں سے چیخے تھے۔

”ندیم...“ تو وہ اپنی ہنسی روکتے ہوئے دو قدم آگے بڑھا۔

”جی چچا!“ ضبط کے باوجود اس کی ہنسی رک نہ سکی۔

”ماموں جان! دیکھیں۔“ ردا سٹپٹا کر کھڑی ہو گئی۔

”اور تو اور وہ دیکھیں دوسرا نظارہ' سجاد بھائی یہ سب دیکھ کر کیسے ہنس رہے ہیں۔“ تو ردا اوپر دیکھتے ہوئے زور سے بولی تھی۔

”ماموں! ندیم بھائی نے میری آواز میں گانا ریکارڈ کر لیا ہے آپ ان سے بولیں کہ ڈیلیٹ کر دیں۔“

”فوراً ڈیلیٹ کرو اس کی آواز۔“

”وہ کیوں کرے گا وہ تو تفریح لے رہا ہے ردا کی۔“

"جی چچا!" اس نے اسی وقت بٹن پش کیا اور ردا کی لمبی سی چٹیا کو بل دیتے ہوئے سر گھما کر بولا۔

"یہ لے چوہیا بہت چہک رہی تھی ناں میں نے بھی سوچا تھا کہ تیری ریڑھ لگائوں گا۔"

"بڑے ماموں جان!" ردا زور سے چیخی تو ندیم دوڑتا ہوا اندر بڑھ گیا۔

"بڑے بھائی کو ستائو گی تو یہی ہو گا۔" سجاد مصطفی دیکھ کر ہنسے تبھی کار رکنے کی آواز آئی تو نور محل کے پرسنل گارڈ نے بڑھ کر عبیر کے لئے دروازہ کھولا تھا۔

"یہ اتنی دیر سے کہاں سے آ رہی ہے اکیلے؟" منظور نیچے دیکھتے ہوئے بولے۔

"کیا مطلب ہے' مجھ سے اجازت لے کر گئی ہے کسی دوست کی برتھ ڈے پارٹی تھی۔"

"لیکن اکیلی..."

"نہیں پوری کلاس کی بچیاں اور بچے ساتھ تھے میکڈونلڈ میں ان کی پارٹی تھی۔"

"اس طرح سے رات میں اکیلا آنا جانا سعدیہ! یہ ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیا ٹھیک ہے اور کیا غلط' میں اپنے بچوں کے لئے زیادہ بہتر جانتی ہوں' یہی چیز ہمارے بچوں کو ہم سے دور لے گئی ہے' جیسا میری بچیاں مجھ سے چاہتی ہیں میں وہی کرتی ہوں۔"

"یہ تم اچھا نہیں کر رہیں بچیوں کے حق میں۔"

"کیا اچھا ہے اور کیا بُرا اب میں اپنے بچوں کو اپنے طریقے سے ہینڈل کروں گی۔" عبیر کسی کو بائے بائے کرتے ہوئے دھڑ دھڑ اوپر آئی تھی۔

"عبیر...!" منظور کی ایک آواز پر اس کے قدم تھم سے گئے۔

"جی بابا!"

"تم اتنی دیر سے کیوں آ رہی ہو؟"

"بابا! ہم سب سحرش کی برتھ ڈے پارٹی سے واپس آ رہے ہیں۔"

"یہ چھوڑ کر تمہیں کون گیا ہے؟"

"زرش اور اس کا بھائی تھا۔"

"آئندہ تم اس قسم کی پارٹی میں نہیں جاؤ گی۔" انہوں نے پلٹ کر بیٹی کی طرف دیکھا جو جینز اور شرٹ پہنے سامنے کھڑی تھی۔

"جاؤ عبیر! تم اپنے کمرے میں جاؤ اب جو ہو گا میں خود ہینڈل کروں گی جو میں چاہوں گی و ہی ہو گا' پہلے ہی میرے بیٹے میرے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔" سعدیہ بولیں۔

"ہاں جاؤ نیچے فائزہ آئی ہے تمہارا دکھ بانٹنے۔" منظور نے غصے سے ایک نظر سعدیہ پر ڈالی اور نیچے اتر گئے۔

......☆......

وہ بہت بے چین سی بار بار بالکونی میں ٹہلے جا رہی تھیں انہیں فہد شدت سے یاد آ رہا تھا بار بار وہ کانٹیکٹ کرتیں مگر ہر بار فہد کا سیل بند ملتا' اس وقت بھی تقریباً رات کے نو دس بج رہے تھے وہ یونہی فائزہ کی سن گن لینے کے لئے نیچے اتر رہی تھیں تو اکو میاں نیچے سے اوپر جاتے ہوئے ٹکرائے۔

"کیا ہوا اکو بھائی! میں نے کہا تھا ناں کہ اب تمہاری بیٹی میرے بیٹے کے سامنے سے بھی گزری تو میں اس کا بُرا حشر کروں گی لیکن اس بے غیرت کو ذرا سی بھی شرم اور حیا نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور اس کا کیا ہوا جو آپ نے شایان کے پیسے لئے ہیں' اگر وہ ماڈلنگ کے لئے آمادہ نہیں ہے تو اس کے پیسے واپس کرو' کوئی معمولی رقم نہیں ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے چھوٹی دلہن! وہ معمولی تو نہیں البتہ منحوس تھے ان کے ساتھ میری جمع پونجی بھی لٹ گئی اور میری جیب کٹ گئی۔" اکو میاں آبدیدہ ہو کر بولے۔

"جھوٹ، بکواس، تم لوگ جھوٹے ہو مکار اور دھوکے باز ہو۔"

"چھوٹی دلہن! مجھے گالیاں مت دیں، اس کا غصہ مجھ پر مت اتاریں۔"

"تو کس پر اتاروں، بولو۔" وہ بہت آہستہ لہجے میں بولیں۔

"تمہیں جو چاہئے میں دوں گی اکو بھائی! اس کو تم میرے راستے سے ہٹا دو۔" ان کی آواز بہت آہستہ سی ہو گئی۔

"اتنا آسان نہیں ہے چھوٹی دلہن! آپ کا بیٹا شہر کا کوتوال بنا پھرتا ہے آپ سمجھ نہیں رہیں شطرنج کی بازی نور محل والے کھیل رہے ہیں ان کو مات دینا اتنا آسان نہیں ہے اور شیزرے سے اچھی تو میری چنگیزی ہے جو بارش اور طوفان کے تھپیڑے کھا کر بھی کل شام سے اڈے پر بیٹھی ہوئی ہے، یہاں تو تین دن سے ماں بیٹیاں غائب ہیں، نیچے ترنوالے اڑا رہی ہیں۔" وہ دردناک لہجے میں بولے تو وہ پھٹ پڑیں۔

"یہ سب تمہاری ڈھیل کا نتیجہ ہے، اٹھاؤ ڈنڈا اور لگاؤ چار، چھ فاطمہ کو، کر دیں ٹھیک شیزرے کو اور جلا دیں اس کا چہرہ جس طرح سے اس کے پیر بھسم ہوئے ہیں تب باز آئے گی۔"

"نہیں چھوٹی دلہن، جلدبازی میں کام خراب ہو جاتا ہے، کبوتروں کو دانہ آہستہ آہستہ ڈالتے ہیں تب وہ قریب آنے دیتے ہیں، تم فکر نہیں کرو میں سوچتا ہوں کچھ۔"

"تم سوچتے رہنا بلی گھر میں گھس کر کبوتر لے جائے گی تب تمہیں ہوش آئے گا۔"

"اللہ نہ کرے، کیسی باتیں کرتی ہیں میرا تو دل کانپنے لگا، ایک ایک کبوتری مجھے اپنی جان سے پیاری ہے یہ دیکھو کتنے خوبصورت چھلے لایا ہوں اپنی چنگیزی اور شیرازی کے لئے، جب پہن کر چلیں گی ناں ہائے چھوٹی دلہن! کیا چھنا چھنا چھن کی آواز نکلتی ہے، یوں لگتا ہے ہیرا منڈی میں چمپا کلی ناچ رہی ہے۔" اکو چچا نے وہیں کھڑے کھڑے ٹھمکا لگایا۔

"دور دفع کیسے چیپ اور چھچھورے لوگ ہیں جنہوں نے تم جیسوں کو پال رکھا ہے۔" بلی کے نام پر ان کا دل ابھی تک دھڑ دھڑ کر رہا تھا وہ بغیر کچھ کہے بھاگتے ہوئے اوپر گئے تھے' چاروں طرف نظر دوڑائی کابکوں کو ہاتھ لگا کر ٹٹولا پھر شکر کرتے ہوئے جھنگلا بھیگے ہوئے پلنگ کو گھسیٹ کر لیٹ گئے۔

"یا میرے اللہ! میں اتنے پیسے اکٹھا کر لوں کہ میں بھی کہیں نہ کہیں اپنا ٹھکانہ بنا لوں' جائیں مریں جہنم میں فاطمہ اور شیزرے' وہ شبن پنواڑی تو کہہ ہی رہا ہے کہ چل تیرا دوسرا نکاح پڑھوا دیتا ہوں۔" کبوتر کے پھڑ پھڑانے کی آواز آئی تو اکو میاں تڑپ کر کابک کے پاس گئے تھے۔

"ارے کیا ہوا کیوں لڑ مر رہے ہو۔" انہوں نے جلدی سے کابک کی پٹڑی ہٹائی تو پھڑ پھڑا کر شیرازی کے خانے سے لقا نکلا تھا۔

"اچھا تو تو اس کے گھر میں کیسے گھسا۔" انہوں نے پکڑ کر اسے سینے سے لگالیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میرے لال یہ رہا تیرا گھر۔" وہ دوسری کابک کی پٹڑی کھول کر اسے ڈالتے ہوئے بولے۔

"ایک دن اکو بھی اپنے گھر جائے گا اس ڈربے سے نکل کر۔" انہوں نے نور محل کے آخری منزل پر بنے ہوئے کمرے کو دیکھ کر کہا اور پھر ہنس کر اٹھ گئے۔

......☆......

اس نے ڈریسنگ ٹیبل سے اپنا والٹ اور گھڑی اٹھائی اور حریم کی طرف دیکھا جو اپنا چہرہ موڑے دوسری طرف دیکھ رہی تھی' وہ بہت غصے سے اس کا بازو پکڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے بولا۔

"میں دیواروں سے نہیں تم سے کہہ رہا تھا سمجھیں' یہ ایکٹنگ میں ایک دن میں ختم کر سکتا ہوں بس لحاظ کرتا ہوں تمہارا' میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں' سمجھیں تم۔" وہ ہنوز اس کا بازو دبوچے ہوئے گھور رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم جا سکتی ہو تو اس کمرے سے چلی جاؤ کیونکہ میں نہیں جا سکتا۔" اس نے غصے سے اس کا بازو چھوڑ کر سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر اپنی شکل دیکھتے ہوئے غیر ارادی طور پر پنچ مارا تھا' شیشہ ایک چھنانے کے ساتھ ٹوٹ کر بکھر گیا۔

"عباد!" وہ زور سے چیخی لیکن اس کی انگلیوں کی پوروں سے بھل بھل خون اُبل رہا تھا۔

"میں کہتا ہوں ہٹ جاؤ میرے پاس سے' ہے ناں تم یہی ثابت کرنا چاہتی تھیں ناں۔" اس نے بہت غصے سے شیشے کی ٹیبل کو ایک ٹھوکر ماری تھی۔

"مت چھوئو مجھے۔" حریم پاگلوں کی طرح تولیہ لے کر اس کے ہاتھ پر جھپٹی تھی' صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے لیمپ کو روشن کیا' ہاتھ صوفے پر بے جان سا ٹک گیا۔

"میں جب سے یہاں آیا ہوں ایک ایک لمحہ مر رہا ہوں۔"

"تو تم لوٹ کیوں نہیں جاتے۔" تو اس نے غصے سے اپنا ہاتھ اٹھایا مگر رک کر بڑی بے رحمی سے اس نے اس کو دھکا دیا۔

"تو تم بولو مجھ سے کیا چاہتے ہو۔" وہ چیخ کر عباد کے بے حد قریب آ گئی تھی۔

"میں کچھ بھی نہیں چاہتا۔"

"تو پھر یہ کیا کیا ہے تم نے؟" وہ لرز کر بولی۔

"بس یونہی جو میرا دل چاہتا ہے۔"

"تم ہوش میں نہیں ہو عباد! اس وقت' میں ممانی جان کو بلاتی ہوں۔" اس نے پلٹتی ہوئی حریم کو بڑی بے رحمی سے اپنی طرف گھسیٹا تھا۔

"اگر اس وقت تم نے کسی سے کچھ کہا تو میں سب کچھ مٹا کر رکھ دوں گا خود کو بھی' "۔حریم نے تڑپ کر اس کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔

"اپنے وجود سے اپنے آپ سے مجھے نفرت ہے کہ میں نے تمہیں اتنی اذیت کیوں دی۔"

"عباد...!" وہ سب کچھ بھول کر اس کے بے حد قریب چلی آئی۔

"اگر تمہیں اتنی محبت تھی مجھ سے تو پھر تم نے کیوں مجھے مٹا دیا۔"

"یہی دکھ تو مجھے مار رہا ہے اور تم مجھے اس کا احساس دلاتی ہو۔"

"تو تم کیا چاہتے ہو میں یہ سب کچھ بھول جاؤں' کیا سب اتنا آسان ہے۔" اس کے آنسو بے اختیار بہنے لگے۔

"تو پھر میں کیا کروں' میں کہا جاؤں' اس لئے میں جتنی جلدی ہو گا یہاں سے چلا جاؤں گا' تمہاری مشکل میں آسان کر دوں گا۔" یہ سن کر وہ دیوار سے جا لگی' وہ اپنے خون کو پونچھتا ہوا واش روم کی طرف گیا تھا' وہ بیڈ پر تکیہ دونوں ہاتھوں میں دبائے ہوئے روئے جا رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"رئیلی آئی ایم سوری' نجانے مجھے کیا ہو گیا' دراصل جب تم نفرت سے چہرہ دوسری طرف کرتی ہو تو ایک جنون سا مجھ پر طاری ہو جاتا ہے اور یوں لگتا ہے خود کو مٹا کر رکھ دوں' ہاتھ دکھاؤ تمہارے ہاتھ میں بھی شیشہ لگ گیا ہے' آؤ میں بینڈیج کر دیتا ہوں۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑے بیٹھا تھا اور اس کے آنسو ٹپ ٹپ زمین پر گر رہے تھے۔

"میں ابھی ممی کو اندر بھیجتا ہوں' وہ سب ہینڈل کر لیں گی یو ڈونٹ وری' سوری۔" اس نے مسکرا کر اس کے سر پر ایک دھپ لگائی اور والٹ اور گھڑی اٹھائی اور باہر نکل گیا' بڑی ممانی تڑپ کر اندر آئی تھیں۔

"یہ کیا ہوا حری؟" جب شیشہ 'ڈریسنگ ٹیبل ہر چیز الٹی دیکھی تو بولیں۔

"یہ کیا کیا عباد نے' یہ کیسے ہوا؟" وہ حیران سی بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

"ممانی جان! آپ تو سب کچھ جانتی ہیں اس کے بارے میں' دو حصوں میں بٹا ہوا انسان ایسا ہی ہوتا ہے۔" وہ دل کی بات چھپا کر بولی۔

"کوئی بات نہیں بیٹا! نانو سے کچھ نہ کہنا اور نہ ہی یہ بات سعدیہ چچی کو پتہ چلے، میں ابھی ماسی کو تمہارے کمرے میں بھیجتی ہوں تم صفائی کروا لو، شام تک ندیم سے کہہ کر میں اس کے شیشے بدلوا دوں گی، تم فکر نہ کرو۔"

انہوں نے اداس اداس سی حریم کو پیار کیا۔

"دروازہ لاک رکھنا جب تک میں نہ آ جائوں۔" انہیں بیٹے کی پردہ داری بے حد عزیز تھی، تھوڑی دیر میں ہی عذرا ممانی نے ماسی کے ساتھ مل کر اس کمرے کی صفائی کروا دی تھی، تبھی عباد پلٹ کر پھر تھوڑی دیر کے بعد آیا تھا تو وہ مجرم سا بنا سامنے کھڑا تھا۔

"یہ تمہاری الٹی سیدھی حرکتیں بالکل اچھی نہیں لگتیں، یہ کیا کیا ہے تم نے؟"

""بس ممی! پتہ نہیں مجھے کیا ہوا اور میں یہ کیوں کر گیا، سوری ممی۔" وہ نظریں جھکا کر بولا۔

"کہیں تم لوگوں کو چوٹ تو نہیں لگی۔" وہ گھبرا کر بولیں تو وہ بولا۔

"ممی! پتہ نہیں کیوں میں ٹینس تھا اور اس کا ری ایکشن باہر آ گیا۔"

"آئندہ تم دھیان رکھنا اگر تمہاری چچی کو خبر ہو جاتی تو..."

"تو کیا...؟" اس نے ٹوٹے آئینے میں اپنی شکل دیکھی اور ماں سے بولا۔

"ممی! میں اپنے ٹکٹ کی بکنگ کے لئے جا رہا ہوں۔

"کیا، کیا؟" وہ اس کی جانب بڑھیں پر وہ باہر جا چکا تھا، وہ شرمندہ شرمندہ ٹوٹی ڈریسنگ کو دیکھ رہی تھی۔

......☆......

جونہی وہ کمرے میں داخل ہوئی عباد بیڈ پر لیٹا ہوا تھا، اس نے اپنی آنکھوں کو کہنیوں سے چھپا رکھا تھا، وہ دبے پائوں گزر کر جانا چاہتی تھی۔

"حریم! دروازہ بند کر دو۔" وہ لرز گئی۔دروازہ بند کر کے وہ الماری کھولنے لگی تو پھر عباد بولا۔

”میں تمہارے ہی انتظار میں جاگ رہا تھا حریم۔“ وہ بے جان ہو گئی وہ پھر بولا۔

”لائٹ آف کر دو۔“ اس نے ایک گہری سانس لی اور نائٹی اٹھا کر جلدی سے باتھ روم میں گھس گئی۔

کتنی دیر تک وہ باتھ روم میں رہی، کتنے آنسو گرے وہ نہ جان سکی، ساری کلیاں پھول بن گئی تھیں اس نے بالوں سے نوچ کر پھینک دیں، ایک ایک چائو سے پہنائے گئے وہ گہنوں کو جب اتار رہی تھی تو نجانے کیوں اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

”یہ روپ یہ سنگھار جو تمہارے لئے تھا کس بے رحم ہاتھوں سے میں نے خود ہی اتار دیا، یہ کاجل بھری آنکھیں تم نے دیکھی ہی نہیں کتنے خواب تھے میرے ماتھے کی ننھی سی بندیا میں حریم کے سپنے اٹک رہے تھے اور افشاں بھری مانگ، تمہارے نصیب کے وہ رنگ جو تم نے اپنے نام لکھوائے تھے۔“

وہ بہت دیر تک یونہی جان کر اپنے میک اپ کو آہستہ آہستہ اتارتی رہی، اسے

یقین تھا کہ عباد اس کے انتظار میں جاگ رہا ہو گا، ابھی دروازے پر دستک ہو گی اور وہ ... لیکن ایسا نہ ہوا۔وہ کافی دیر کے بعد باہر آئی تو عباد بے خبر سو رہا تھا وہ اسی بیڈ پر کسی تھکے ہوئے مسافر کی طرح آدھے کونے پر ٹک گئی۔ صبح جب وہ بیدار ہوئی تو عباد جا چکا تھا، اس نے آہستہ آہستہ کمرے کا بھید لیا کہ کہیں وہ باتھ روم میں نہ ہو اور جب اس نے گھڑی پر نظر ڈالی تو دن کے دس بج رہے تھے، وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی، ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی وہ اپنی پنک نائٹی سے سجے اس حسن کو دیکھ رہی تھی، جسے کسی نے سراہا بھی نہیں تھا، کس قدر نکھرا نکھرا رنگ لگ رہا تھا، تب ہی عباد دروازہ کھول کر اندر چلا آیا۔

”مجبوری ہے ہر ضرورت کی چیز ممی نے اسی کمرے میں رکھ دی ہے۔“اس نے تولیہ میں سارے بال سمیٹ کر بل دیا... وہ جان و تن سے محبت میں بھیگ گئی۔”میں محبت میں تن من دونوں عباد پر واری کرتی لیکن اس نے اس قابل ہی نہیں سمجھا۔“ وہ دل میں سوچ کر رہ گئی۔اور جب ممانی جان

حریم کے ساتھ ڈائننگ روم میں یوں داخل ہوئیں گویا انہوں نے عباد کو نہیں ساری کائنات کو فتح کر لیا تو عباد ان کے اس فریب پر مسکرا کر رہ گیا۔سب اس کے لیے ناشتہ پر منتظر تھے... عذرا ممانی آپا اسے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں اور وہ بہت مطمئن سی عباد کے برابر والی سیٹ پر بیٹھی چائے کا کپ بڑے ماموں جان کی طرف بڑھا رہی تھی' عباد نے سب کی طرف دیکھا ایک مکمل زندگی کا روشن دن سب ایک دوسرے کے تھے لیکن عباد 'حریم کے دل میں روگ لگا بیٹھا۔

......☆......

بڑی لمبی دوپہر چھت پر پھیلی ہوئی تھی لیکن وہ ابھی تک آنکھیں موندے لیٹی تھی' خالی خالی آنکھوں سے چلتی ہوئی گھڑی کی سوئیوں کو گھورے جا رہی تھی۔یوں لگتا تھا کہ وہ سدھ بدھ گنوا بیٹھی ہے' صرف سانس چل رہی ہے' امی کا دل اندر سے اس کی حالت پر کانپ رہا تھا' اکو میاں اسے بیمار سمجھ کر ٹھیلا لے کر جا چکے تھے' فاطمہ اکیلی تھیں۔

''میری جان! دودھ ہی پی لے' صبح سے ایک گھونٹ تک نہیں لیا۔'' فاطمہ پیالہ اٹھا کر دوبارہ لے آئیں۔

''کہا ناں امی! دل نہیں چاہ رہا' جب بھوک ہو گی تو کھا لوں گی۔'' وہ دوسری طرف کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔

''آخر ایسا ہوا کیا ہے جو یوں گم صم ہے' چوٹ تو لگتی رہتی ہے لیکن اس بار ایسا کیا ہوا تم تو چوٹ دیکھ کر ہنسا کرتی تھیں' اٹھو اور اسے پیو۔''امی نے پھر ایک بار کوشش کی۔

''امی! اس بار چوٹ بہت گہری لگ گئی ہے' زخم بہت گہرا ہے۔'' اس نے اپنے پیروں کو دیکھا جن پر چھالے بنے تھے۔

''زخم بھر جاتا ہے۔'' امی نے پیار سے اٹھایا۔

''امی! کب بھرتے ہیں زخم؟'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"بس دو چار دن تو لگتے ہی ہیں' بس ایک دو گھونٹ دودھ پی لو۔" امی نے پیالہ ہونٹوں سے لگا دیا۔

......☆......

"کیا خیر خبر ہے اکو میاں! تم تو چپ ہی سادھ کر بیٹھ گئے۔" وہ آہستہ سے سات زینے نیچے اتر کر لمبی سی راہداری جو نیچے جاتی تھی آ کر کھڑی ہو گئیں۔

"چھوٹی دلہن!" اکو میاں انجان بن کر چونکے' گویا انہیں نہ آواز آئی اور نہ ہی انہیں کچھ دکھائی دیا بلکہ یہ ملاقات اچانک مڈبھیڑ کا نتیجہ ہے۔

"میں نے کوئی کام دیا تھا۔" دلہن چچی نے اوپر نیچے نظر دوڑائی۔

"کیا بتاؤں چھوٹی دلہن!" ان کا ہاتھ گنجی ٹنڈ پر پہنچ گیا۔

"اپنے تو نصیب ہی خراب ہیں کس منہ سے آتا جاتا جیب ہی کٹ گئی۔" جھوٹ معصومیت سے بول کر چپ ہو گئے۔

"اچھا کب... خبر تو کی ہوتی۔"

"کیا خبر کرتا چھوٹی دلہن! سجاد بھائی اور دوسروں کو پتہ چلتا تو کیا وہ نہ پوچھتے کہ اتنے روپے اکو میاں تم کہاں سے لائے۔" اس نے بھی ایک شرر سی خاک دل میں اڑائی۔دلہن چچی تھوڑا سا چکرا گئیں لیکن حوصلہ مندی میں وہ صدا کی ہی ٹکر والی تھیں۔ جھوٹ کو وہ امرت جان کر پی گئیں۔

"اچھا تو یوں کرتے ہیں کہ کچھ اور..." وہ سوچنے لگیں۔نیچے کا گیٹ کھلا تو فوراً ہی واپس زینے طے کر کے اوپر پہنچ گئیں' اشارے و کنائے میں پھر کا وعدہ کیا اور اندر چلی گئیں' اکو میاں نے مسکرا کر ایک نظر کھڑکی پر ڈالی اور اوپر چڑھ گئے۔

ساری چھت پر دھوپ بھری تھی' فاطمہ مرغی کے چوزوں کو ہاتھ سے مسل مسل کر رات کی بچی روٹی کھلا رہی تھیں اور وہ سائے میں پڑی کرسی پر بیٹھی کوئی کتاب دیکھ رہی تھی' اکو میاں دیوار کے ساتھ ہی پڑی ہوئی نواڑی کی پلنگ پر بیٹھ گئے' ان کی نظر شیزرے پر پڑی وہ بہت غور سے دیکھتے رہے

ہوبہو ماں کی تصویر کی کاربن کاپی تھی۔خمیر میں پڑی گھٹی کی تاثیر' اکو میاں کے ہونٹوں پر پھیلی تو وہ اسے دیکھ کر شرارت سے مسکرائے۔وہ غافل بھی نہیں تھی احساس کی بے خبری تو اسے کبھی نہیں تھی۔یہ الگ بات تھی کہ لفظ پر انسان گرفت نہیں کھو سکتا۔پھر وہ پلی پلائی اس گھر کی چڑیا تو تھی نہیں جو اڑ کر کسی اور شاخ پر پناہ لے لیتی' لیکن پھر بھی جائے پناہ یہی تھی۔اس نے کتاب رکھ دی' کیوں کہ اکو میاں کی نظریں اس کے وجود کے آر پار اترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں اور وہ گم صم سی دوسری طرف کھلے آسمان کی سمت دیکھ رہی تھی۔چھت پر پھیلی خاموشی کو اکو میاں ہی نے توڑا۔

”فاطمہ! یہ اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھی ہے' عشق وشق کوئی شے آج کی دنیا میں نہیں ہوتی' چھوڑ اس کا خیال اور اپنی دنیا میں آپ جینا اچھا ہے۔“ اکو میاں اس وقت نشے میں ہرگز ہرگز نہیں تھے۔

”ابا!“ بجلی کا کرنٹ پورے وجود کو ہلا گیا' مہینوں کی خاموشی ایک پل میں چھٹ گئی۔

”آپ باپ ہیں؟“ وہ حیرت سے کرسی چھوڑ کر کھڑی ہو گئی۔

”ایسی بے شرمی کی بات باپ بیٹی سے کرے۔“ وہ روہانسی ہو گئی۔

”ایسا میں نے کیا کہہ دیا؟“ اکو نے اٹھ کر اس کا بازو پکڑا۔

”چھوڑ دیں ابا! مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ میرے ابا ہیں۔“ اس نے مزاحمت کر کے بازو چھڑا لیا۔فاطمہ کے کان اسی طرف لگے ہوئے تھے' وہ فوراً دامن جھاڑ کر کھڑی ہو گئیں۔

”سو بار میں نے کہا ہے کہ اکو اس کے حال پر اسے چھوڑ دو' پھر تم بات بے بات اسے کیوں تنگ کرتے ہو۔“ فاطمہ آن کھڑی ہوئیں۔

”سب سمجھتا ہوں فاطمہ! یہ شرارت تمہاری ہے' تمہارا انجام اچھا نہ ہو گا۔“ وہ ایک معنی خیز مسکراہٹ سے گویا ہوئے۔

"کس بات کا انجام اکو!" وہ نڈھال سی ہو رہی تھیں۔

" میں پھر کسی دن اسے ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔"

"آپ ادھیڑ کر رکھ دیں ابا! لیکن اتنے گرے ہوئے جملے ناں بولا کریں کہ جنہیں سن کر ایک بیٹی مر جائے' مجھے نفرت ہوتی ہے اپنے وجود سے۔" وہ اپنا بازو تھامے کھڑی تھی۔

"یہ ٹسوے بہانے لگی' ایسا میں نے کیا کیاہے۔"اکو نے اس کے سرخ سرخ نرم و نازک گال پر اتنی زور سے چٹکی بھری کہ وہ تلملا گئی' کتاب اس نے زمین پر چھینکی اور اندر جا کر بیڈ پر گر گئی' آنسوئوں سے چہرہ تر ہو گیا... باپ اور ماں کی آوازیں باہر سے اندر آ رہی تھیں' اپنے وجود سے زیادہ رونا اسے اس بات کا تھا کہ یہ آوازیں آس پڑوس میں بھی جا رہی ہیں' روز روز کی کل کل سے وہ تنگ آ گئی تھی۔

......☆......

ابھی ہفتہ نہ بیتا کہ اکو میاں کے ہاتھ سانپوں بھری پٹاری پھر لگ گئی' خوب لدے پھندے گھر میں داخل ہوئے۔

"یہ لو فاطمہ! تمہارے کپڑے اور ہاں یہ ہیں میری بٹیا رانی کے جہیز کے کپڑے۔"

"جہیز کے کپڑے۔" وہ تلملا کر باورچی خانے سے کمرے میں آ گئی۔

"بڑی جلدی ہے کیا۔" اکو میاں نے جھپاک سے آتے دیکھ لیا تھا۔

"یہ دیکھو۔" اکو میاں نے ہر رنگ کے سوٹ پیس ایک ایک کر کے وہیں نکال کر رکھ دیئے۔

"اتنے پیسے کہاں سے آئے ابا؟" وہ حیران سی کھڑی تھی۔

"یہ جمع پونجی ہے۔" وہ معصومیت سے بولے۔

"جمع پونجی ہے ابا! یا تم نشے کی حالت میں پھر ہماری بولی لگا رہے ہو۔" وہ غصے سے تلملا رہی تھی۔

”دیکھ رہی ہو فاطمہ! اس کی زبان کو، کیسے چلتی ہے۔“

”پھر بھی اکو! یہ سب کہاں سے آیا؟“ فاطمہ نے الٹ پلٹ کر کپڑوں کا جائزہ لیا، کپڑے قیمتی تھے۔

”پسند آئے فاطمہ؟“

”لیکن یہ سب آئے کہاں سے؟“ وہ بھی سوچ میں پڑ گئیں۔

”پچیس ہزار کا بانڈ نکلا ہے، پھر تمہیں اس سے کیا۔“ اکو میاں کو غصہ آ گیا، ان کا خیال تھا کہ فاطمہ اور شیزرے دونوں ہی خوش ہو جائیں گی۔

”امی! ان سے کہہ دیجئے کہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔“ شیزرے روٹھ کر اٹھی تو اکو میاں نے ہاتھ پکڑ لیا۔

”چھوڑیں ابا میرا ہاتھ۔“ وہ غصے سے کھڑی رہی۔

”یہ ہاتھ میں اب عزیز اللہ کے ہاتھ میں دے رہا ہوں، بڑی اپنے حسن پر اکڑتی تھی ناں۔“ اکو نے زور سے جھٹکا دیا اور غصے سے ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔

”ابا!“ وہ سکتے میں اکو میاں کو جاتے دیکھتی رہی۔اکو میاں غصے سے باہر نکل گئے، یوں بھی وہ گھر میں کم اور باہر کے رسیا تھے۔فاطمہ جہاں تھیں، وہیں بیٹھی رہ گئیں۔

”یہ کیسے ممکن ہے، یہ کیا کیااکو نے؟“ ان کا چہرہ غصے سے تمتمارہا تھا۔

”دیکھتی ہوں کیسے کرتا ہے عزیز اللہ کے حوالے، ابھی میں زندہ ہوں۔“

فاطمہ نے اس کے چہرہ پر پیار کیا تو وہ سسک پڑی۔

......☆......

”کیا ہوا، کی عزیز اللہ سے بات؟“ دلہن چچی نے ایک دن پھر اکو میاں کو زینے پر ہی روک لیا۔

"ایک تو چھوٹی دلہن !آپ ہتھیلی پر سرسوں جماتی ہیں' اس کے کان میں بات ڈالی ہے' اب مسئلہ اس کے بچوں کا ہے' تھوڑا وقت تو لگے گا۔" اکو میاں ذرا جلدی میں تھے۔

"اکو میاں! ذرا رُکیں تو سہی۔" دلہن چچی نے مٹھی اِدھر اُدھر دیکھ کر سامنے کھولی۔

"یہ لو پورے پندرہ ہزار لیکن..." انہوں نے مٹھی بند کر دی۔

"جب بات طے کرو گے تو اسی وقت دوں گی۔" انہوں نے دانا دکھا کر مٹھی بند کر لی تھی۔

"یہ بات ذہن میں رکھنا اکو! کہ ان دنوں فہد یہاں نہیں ہے ورنہ مشکل ہو گی۔" اکو میاں کے منہ میں تو رال آ گئی۔

"چھوٹی دلہن! لائو یہ ابھی دے دو کچھ دھندہ ہی کر لیں گے۔" وہ مطمئن سے مسکرائے' کہاں بڑی جلدی میں زینہ طے کر رہے تھے۔

"یہ لو اب نہ کٹوا دینا جیب۔" انہوں نے مسکرا کر ہاتھ میں روپے تھما دیئے۔

"کیا بات ہے دیالو چھوٹی دلہن کی' آپ فکر ہی نہ کریں' ہو گی رخصت تو عزیز اللہ کے ہی ساتھ' ورنہ زہر دے کر مار دوں گا۔"

"ناں ناں مجھے بھی بہت پیاری ہے شیزرے' ہرگز تم اس پر ظلم نہ کرنا' پیار محبت سے اگر بات بن جاتی ہے تو خوامخواہ کا جھگڑا کرنا ٹھیک نہیں' پیسے تم رکھ لو لیکن دنگا فساد نہیں' پیار و محبت سے کام لو' بھیا کہہ رہے تھے کہ اکو میاں سے کہنا کہ گھبرائے نہیں وہ بھی کچھ دے دلا دیں گے۔" دلہن چچی کی آواز شیرینی بن کر اکو میاں کے کان میں اتری۔

"اور کیسی ہیں وردہ بی بی' شایان میاںاور بھابی صاحبہ؟" ان کو بھی پاسداری کا لحاظ تھا۔

"سب ٹھیک ٹھاک ہیں' بس فہد نے دل اداس کر رکھا ہے۔" وہ اداس سی ہو گئیں۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا چھوٹی دلہن! یہ تمہارے اپنوں کا بیج بویا ہوا ہے۔"

اکو میاں نے ایک تسلی بھری نظر ڈالی۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" انہوں نے ایک گہرا سانس لیا۔

"بس چھوٹی دلہن! ذرا دھیان رکھیئے گا کہ اماں اور بڑی بھابی کو ان پیسوں کی خبر نہ ہو۔"

"تم فکر ہی نہ کرو، بس یوں جانو میں تو تمہیں ملی ہی نہیں۔" انہوں نے دبی دبی مسکراہٹ میں یقین دلایا اور جھٹ تین زینے کے بعد ہی باورچی خانے سے اندر چلی گئیں۔

اکو میاں سو سو کی گڈیاں لئے جیب میں بہت خوش گھوم رہے تھے جب کہ شیزرے اور فاطمہ اداس اور فکرمند تھیں کیونکہ اکو میاں کے ہونٹوں پر ایک شریر مسکراہٹ اور آنے والے سائیکلون کی خبر تھی، ایسا تلاطم جس میں پوری حیات خاک ہو جائے گی۔

بے خبری میں زندگی خاک ہو جائے تو کسے ہوش ہو گا لیکن جاگتے میں طوفان کی خبر، کون اپنا نصیب بارشوں کے حوالے کرے گا اور پھر ایک ماں کا دل نرم گوشہ صبح کی ٹھنڈی ہوا جو تمام رات کے حبس کے بعد صبح لوریوں میں سمائی ہو، کیوں کر طوفان اور حوادث کے حوالے اور وہ بھی جاگتی آنکھ سے لیکن انسانی ہوش مندی عقل کی پہلی دلیل انسان ہونے کا احساس ہے۔ہزاروں نا سہی سینکڑوں راستے تھے لیکن بے بسی کا عالم کہ ان کا دنیا میں اکو کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔

"بس فاطمہ! جو ہونا تھا وہ ہو چکا، اس کو سمجھا دینا ہوش میں رہے ورنہ اسے وہیں پہنچا دوں گا جہاں کی خاک ہے، شکر کرے کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی عزیز اللہ نے ہم پر مہربانی کی ہے کیا یہ کم ہے کہ نام، عزت، دولت سب کچھ اس کا مقدر بنے گا۔" اکو میاں نے ایک مٹھائی کا ٹوکرا اٹھایا اور نیچے اتر کر دادو کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”آداب اماں!“ اکو میاں مٹھائی کی خوبصورت ٹوکری تخت پر ہی رکھ کر مودبانہ انداز میں جھک گئے۔

”جیتو رہو اکو میاں‘ کیا لے آئے؟“ دادو پاندان بند کرتے ہوئے مخاطب ہوئی تھیں۔

”سب سے پہلے اماں !آپ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔“

”عمر دراز ہو۔“ دادو نے دعا دی۔

”یہ ہے کیا؟“

”بس اماں! آپ کی دعا سے شیزرے کی نسبت طے ہو گئی ہے۔“

”نسبت؟“ دادو حیرت سے بولیں۔

”ہاں دعا کریں‘ جوان بیٹی کا بوجھ آپ کی دعائوں میں اتار سکوں۔“

”ارے کس سے؟“ دادو کو جلدی تھی۔

”کلیم صاحب کے بڑے بیٹے عزیز اللہ خان سے۔“

”کیا کہا؟“ دادو گویا بے ساعت سی ہو گئیں۔

”ارے اماں! اپنے عزیز اللہ خان۔“

”عزیز اللہ خان کے بیٹے سے؟“

”نہیں‘ نہیں اماں خود عزیز اللہ خان سے۔“

”کیا کہا ذرا پھر سے کہو۔“ وہ چکرا گئیں۔

”ارے بس اماں! غریب کی بیٹی کے نصیب ایسے ہی ہوتے ہیں‘ نہ ذات‘ نہ برادری اوپر سے پورا محلہ...“

”کیا ہوا پورے محلے کو۔“ وہ کچھ نہ سمجھیں۔

”فہد میاں نے کہیں کا نہ رکھا۔“ اکو میاں الزام پر اتر آئے۔

”ایسا کچھ نہیں ہے یہ کہو کہ تم نے مشورے کے قابل بھی نہیں سمجھا‘ عزیز اللہ خان تمہاری عمر کا ہے اور شیزرے اس کے بچوں کی عمر کی ہو گی‘ کتنے میں کیا ہے یہ سودا۔“ ان کے اندر آگ بھڑک اٹھی۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں اماں!" اکو میاں سعادت مندی سے بولے۔

"لے جائو یہاں سے اسے اور بلائو فاطمہ کو' کہاں ہے وہ۔" دادو نے قریب کھڑی ہوئی ریشمین کو کہا۔

"بس اماں! عزت اور آداب ایک حد تک ہوتا ہے' آپ ہماری عزت کے معاملے میں مداخلت نہ کریں' آپ کے ٹکڑے کھاتے ہیں لیکن عزت نہیں بیچی' ماں باپ جس ڈیوڑھی پر چھوڑ گئے آنکھ بند کر کے اپنا جانا۔"

"جب ہی تو تم یوں چھپ چھپا کر نسبت طے کر آئے' ارے وقت کا انتظار تو کیا ہوتا۔" دادو ترش لہجہ میں مخاطب تھیں۔

"ذلت اور رسوائی کے سوا آپ لوگوں نے کیا دیا' اس غریب نے تو آپ لوگوں کی عزت ہی کی تھی اور آپ لوگ' اور آپ لوگوں نے کیا صلہ دیا' آج باورچی خانے میں پیر جلے کل چہرہ جلا دیں اوپر سے نیچے فہد کو ذریعہ بنا

کر اسے نچا رہے ہیں' اگر ہے ہمت کر لیں اسے اپنا 'ورنہ کسی غریب کی بیٹی کو تماشا بنانے کا کیا فائدہ۔"

"اکو! تم حد سے زیادہ آگے نہیں چلے گئے۔" نور بی بی غصے میں اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔

"بلائو سجاد کو میں ابھی اسے ٹھیک کرواتی ہوں' سونے جیسے بیٹی کو مٹی میں ملانے چلا ہے اپنی ہوتی ناں تو میں دیکھتی کہ تو نیلامی کیسے کرتا ہے۔"

"وہ میری ہے۔"

"نکل جا وہ نہیں ہے تیری' میں سب جانتی ہوں فاطمہ نے مجھے سب بتایا ہے' اٹھائو یہ ٹوکرا اور بلائو فاطمہ کو۔" تو ریشمین فاطمہ کو لیے ہوئے واپس آئی تھی۔

"امی جان! میں کچھ نہیں کر سکتی سب نے مل کر میری بیٹی کو تماشا بنا دیا ہے۔"

"سب نے مل کر..." انہیں حیرت ہوئی۔

"جی امی جان! چھوٹی دلہن اور اکو میری بیٹی کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔" ان کی آنکھوں سے تواتر سے آنسو بہنے لگے۔

"امی جان! میں جا رہی ہوں شیزرے اکیلی ہے۔"

"سنو فاطمہ سنو میری بات۔" لیکن فاطمہ تیزی سے زینہ چڑھتی ہوئی اوپر گئی تھیں جہاں چھوٹی دلہن پہلے سے موجود تھیں جو شیزرے سے کھڑی کہہ رہی تھیں۔

"کیسی سزا دی میں نے تجھے باورچی خانے میں' اس سے بھی زیادہ میں سزا دے سکتی ہوں چائے گرم کر کے پورا جلا سکتی ہوں سمجھیں ورنہ جہاں باپ کہتا ہے چپ کر کے وہیں چلی جا شادی کر کے' میں اتنی بے رحم بھی نہیں ہوں تو میری وفادار بن جا میں تیری غلام رہوں گی' صرف میرے بیٹے کو اپنے سحر سے آزاد کر دے ورنہ میں یہ تیرا چہرہ جلا دوں گی پھر دیکھتی ہوں تو فہد کے خواب کیسے دیکھتی ہے' کبھی تو نے وردہ کی طرف دیکھا ہے کس

باپ کی بیٹی ہے وہ فہد کے لئے ہے تم جیسے لوگ دو ٹکے کے ان کے مقدر میں عزیز اللہ خان جیسے لوگ لکھے ہوتے ہیں اور تجھے یقین نہیں آتا ناں تو اپنی ماں کی شکل دیکھ اکو اسے بیاہ کرلایا اور وہ محنت کر کے کھاتی ہے تو تو پھر بھی عیش کرے گی عیش' بوڑھا ہے تو کیا ہوا پیسے والا تو ہے۔" وہ فاطمہ کو دیکھ کر جلدی سے دو قدم پیچھے پلٹیں۔

"سب جانتے ہیں کہ یہ کس کا ہاتھ ہے۔" فاطمہ بڑبڑاتی ہوئی اوپر آئی تھیں۔

"شکر کرو فاطمہ کہ عزت اور شرافت سے بیٹی رخصت کرو گی' ساتھ میں مل کر رو رہی ہو۔" ان کا لہجہ حقارت سے بہت ہی قریب تھا۔

"عزت اور شرافت کی زندگی کے لئے ہی اور در در کی ٹھوکروں سے بچنے کے لئے ہی تو یہ چھپر حاصل کیا تھا' کیا دیا اس اکو نے ہمیں اور اب کس بے رحمی سے ہنکا رہا ہے' یوں تو کوئی کھونٹے کی گائے بھی قصائی کے حوالے نہیں کرتا' یہ تو ایک انسان ہے۔" ان کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ رہے تھے۔

"وہ باپ ہے فاطمہ!"

"نہیں ہے وہ باپ، یہ سب جھوٹ ہے اس کا باپ کوئی اور تھا، کیوں روئے جا رہی ہے، میں ابھی زندہ ہوں کیا حق ہے اسے۔" فاطمہ ایک نئے عزم سے جاگ اٹھی تھیں، سامنے پر آکر چھوٹی دلہن کھڑی ہو گئیں۔

"ہم تو مبارک باد دینے آئے تھے، یہاں تو رونا پڑا ہوا ہے۔" دلہن چچی نے دونوں کی آبدیدہ آنکھیں دیکھ لی تھیں۔

"چھوٹی دلہن! مبارک باد اپنے پاس ہی رکھو، غریب اور بے سہارا ضرور ہوں لیکن ایسی بھی نہیں کہ کسی بدنصیب کا سودا کروں، بیٹی ہے میری دیکھتی ہوں کہ اکو کیسے اس کا سودا کرتا ہے، میں خوب جانتی ہوں کہ اس میں کس کا ہاتھ ہے۔" وہ ریزہ ریزہ ہو رہی تھیں۔

"لو اور سنو تو باپ کوئی اور نکلا۔" دلہن چچی یہ کہہ کر دیوار سے ٹک گئیں گویا کسی نے اٹھا کر تصویر کی طرح دیوار میں لگا دیا ہو۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اچھا اب بات کھل ہی گئی ہے تو یہ لیں۔" اکو میاں نے مٹھائی کے ٹوکرے کو لات ماری، کھلی چھت میں پیلے پیلے ورق لگے ہوئے لڈو دور تک بکھر گئے۔اکو زور سے دھاڑے۔

"زبان چلاتی ہے، اگر یہ شادی نہ ہوئی تو اس کی اصلیت پر لے آئوں گا، ایک منٹ میں گھر سے نکال باہر کروں گا۔" ایک بم بلاسٹ ہوا تھا الفاظ اسے ریزہ ریزہ کر گئے، وہ ساکت کھڑی سب کچھ دیکھ اور سن رہی تھی، منجمد لمحوں کی ایک دھوپ جس پر اب کوئی چھت ہی نہ تھی۔

"ہاں تو یہ راز تھا اس کے جادو کا اس کی جنم کنڈلی ہی آگ اور شر کی حرارت سے لکھی گئی تھی۔" دلہن چچی دل میں بڑبڑائیں لب ان کے بھی خاموش تھے۔چند لمحوں کے بعد دلہن چچی چلنے کے لئے دو قدم بڑھیں اور پھر پلٹ کر فاطمہ کے پاس آئیں اور بولیں۔

"عزت سے فاطمہ !اس کو رخصت کر دو ورنہ یہ بھاگ جائے گی۔" انہوں نے تیز نظروں سے شیزرے کے اندر تک کا جائزہ لیا، اسے یوں لگا آج وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

سب سے گندی اور گری ہوئی شے ہے جس کو چھونے سے بھی ہاتھ کی پور جل جائیں اور سچ مچ وہ کسی کا ہاتھ پکڑ کر بھاگ جائے گی لیکن کس پاتال میں، کس سمندر کی اتھاہ میں ہر جگہ وہی چہرہ وہی احساس ذہن سے آسمان تک خلاء میں اڑتے ہوئے ہر روپ میں بے جان، بے رنگ، بے بو، بے خواہش، بے خواب بس ایک صورت جاناں...! جو آنکھوں کے ویرانوں میں ٹھہر گئی ہے بس وہی ساتھ ہو گی، پھر میں کس کا ہاتھ تھام کر چلوں، کون زاد سفر ہو گا؟ وہی صورت جاناں...! جس نے دل سے بھی بیگانہ کر دیا، جسم و جان کے سارے رشتے چرا لئے نہ دل رہا، نہ روح تو پھر یہ اس جسم کے زندان خانے میں شیزرے کی روح قید کیوں ...آزادی کی طلب ہے، وہ محبت جو خود اتری اور جسم میں سما گئی، جس نے روح اور جسم کے رشتوں کو جدا کر دیا، پھر کہاں خواب سمندروں میں جگہ، نہ پاتال میں پناہ اور نہ ہی اس دل کو۔" اس نے بائیں جانب دل کے پاس ہاتھ رکھا تو وہ جگہ خالی تھی، دل تو اس کی آنکھوں میں دھڑک رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"جب دل ہی نہ ہو تو پھر اس جسم کو کسی بھی مردہ خانے میں جمع کرا دینا چاہیے۔" ساعت میں دلہن چچی کے تازیانے بجنے لگے۔

"یہ بھاگ جائے گی..." کب کی دلہن چچی جا چکی تھیں، اکو میاں بھی چیخ چلا کر جا چکے تھے، وہ ساکت وہیں تخت پر بیٹھی تھی، اتنی بڑی چھت بھائیں بھائیں کر رہی تھی، پھر اٹھ کر وہ کمرے کے اندر آئی تو فاطمہ جلدی سے اندر آ گئیں۔

"بولیں امی! یہ سب سچ ہے؟" وہ ہچکیوں سے رونے لگی۔

"ہاں یہ سچ ہے میری جان کہ یہ اکو تمہارا باپ نہیں۔" فاطمہ یہ کہہ کر چپ ہو گئیں۔

"اور میرا باپ امی..." وہ آہستہ سے بولی۔

"کیا کرو گی جان کر میری جان! وہ بزدل تھا میرا اپنا تھا، تایا زاد، ساری دنیا سے لڑ کر اس نے مجھے اپنا تو لیا، کیسے بھول جاؤں اسے شیزرے! اور کیسے میں بتاؤں کہ وہ کیا تھا اور میں کیا تھی، ان دنوں میں ہاسٹل میں رہتی تھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

جب میرا نکاح اس سے ہوا‘ تایا کی وہ اکلوتی اولاد تھا کیسا لڑا میری خاطر وہ سب سے کہ تایا‘ تائی سب ہار گئے اس کی ضد کے آگے۔“

”پھر امی...؟“ فاطمہ اپنے آنسو پونچھ رہی تھیں اور وہ ایک پل میں بے قرار سی بول پڑی۔

”بولیں امی بولیں۔“

”پھر سب مان گئے‘ تایا تائی دادی کی رضامندی سے میرا نکاح ہوا تھا‘ تائی بھی چپ ہو گئی تھیں کہ میری جائیداد کا حصہ بھی انہیں مل جائے گا اور میں تو اسے بے حد پسند کرتی تھی۔“

”امی! ان کا کیا نام تھا؟“

”شبیر حسن...“ فاطمہ کے لب تھرتھرا سے گئے تھے۔

”پھر امی!“ وہ اپنا دکھ بھول کر بولی۔

”امریکہ جانے سے پہلے وہ ایک دو بار کسی نہ کسی بہانے سے ہوسٹل آیا‘ شرعی طور پر میں اس کی بیوی تھی وہ مجھ پر پورا حق جتاتا‘ بس شیزرے چپ ہو جا مت پوچھ کہ آگے کیا ہوا‘ وہ بڑا بے غیرت انسان نکلا‘ جب میں ہوسٹل سے چھٹیوں میں گھر گئی وہ تو جا چکا تھا امریکہ لیکن شیزرے...“ فاطمہ کی پھر آنکھیں بھیگ گئیں‘ وہ سسک سسک کر بولیں۔

”پھر ایک دن مجھے پتہ چلا کہ میں ماں بننے والی ہوں شیزرے‘ مت پوچھ اس دن کتنی بڑی قیامت آئی میرے سر پر‘ میں نے رو رو کر دادی کے پائوں پکڑ کر قرآن اٹھا کر یہ بات بتائی کہ شبیر حسن مجھے ہوسٹل سے لے کر ہوٹل جاتا تھا لیکن کسی نے بھی میری بات کا یقین نہ کیا اور جب شبیر سے تایا نے فون پر بات کی تو وہ مارے ڈر کے جھوٹ بول گیا کہ تم اس کی اولاد نہیں ہو‘ تایا نے اسی وقت اس سے کہا تھا ابھی اور اسی وقت یہ لو ریسیور تھما کر کہا تھا طلاق دو اسے‘ وہ آن لائن تھا میں نے روتے ہوئے اس

سے کہا کہ شبیر جھوٹ مت بولو' پتہ ہے شیزرے۔" وہ ایک دم آنسوئوں سے منہ چھپا کر رونے لگیں۔

"اس نے مجھ سے کیا کہا۔"

"کیا کہا امی!" لیکن وہ ہچکیوں سے رو رہی تھیں۔

"اس نے جو کہا وہ پتھر بن جانے کے لئے کافی تھا' اس نے مجھ سے کہا فاطمہ! تم مجھے بیوقوف نہ بنائو' یہاں میں چار سال سے شادی شدہ ہوں رپورٹ کے مطابق میں کبھی باپ نہیں بن سکتا اور تم نے دو ملاقاتوں ہیں مجھے باپ بنا دیا' میں تمہیں طلاق تحریری طور پر بھیج رہا ہوں تم مجھے بدنام کرنے کی کوشش نہ کرو' اس کے بعد ہمارے پاس کیا بچا تھا شیزرے۔" وہ سسک سسک کر رو رہی تھیں۔

"جوں جوں دن قریب آ رہے تھے دادی اور تایا اپنی عزت سے خوفزدہ ہو گئے' ہمیں علاج کے بہانے دادی کراچی سے لاہور ایک چھوٹے سے گائوں میں لے گئیں جہاں ہمارے کچھ رشتے دار تھے' تمہاری پیدائش کے بعد دادی

ہمیں وہیں چھوڑ کر واپس چلی گئیں یہ کہہ کر کہ اب تم جانو' جہاں تمہارا دل چاہے تم جائو' میں نے وہیں تمہیں جنم دیا تایا اور دادی کچھ پیسے مجھے بھیجتے رہتے تھے وہیں مجھے پتہ چلا کہ شبیر حسن نے مجھے طلاق دے دی ہے' نجانے کیوں مجھے اس گھر میں رہتے ہوئے ایک ذلت کا احساس ہوتا تھا' پھر اس گھر کے مکین بھی آہستہ آہستہ مجھے غلط نظروں سے دیکھنے لگے۔پھر وہیں اکبر نامی اس شخص سے انہی لوگوں نے میرا نکاح کر دیا کہ تم عزت کے ساتھ اس کے ساتھ چلی جائو۔دادی اور تایاکی رضامندی سے مجھے اس کے حوالے کر دیا گیا' میں بہت روئی بہت چیخی لیکن وہاں میرا کوئی ہمدرد نہیں تھا۔دادی اور تایا مجھے اس اکو کے حوالے کر کے چلے گئے' پھر میں اس کے کاروبار میں ہاتھ بٹانے لگی' نجانے کہاں کہاں میں نے ٹھوکریں کھائیں بس میں نے اس سے ایک ہی بات کی تھی کہ اکبر یہ تیری بیٹی ہے اور تم اس کے باپ ہو' ساری دنیا کے سامنے تم میرا بھرم رکھ لو' مالی حیثیت سے یہ بہت کمزور تھا دادی اور تایا نے اس کو اچھی خاصی رقم بھی دی تھی کہ اپنا گھر بنا کر اپنا کاروبار جما لے' مگر یہ ایسا نہ کرسکا' سارے پیسے نشے میں اڑا کر

خالی ہاتھ بیٹھ گیا' پھر ایک دن مجھے تمہارے ساتھ اٹھا کر اس نور محل میں لایا تھا کہ یہ اس کا پرانا ٹھکانہ تھا اور پھر میں نے ان لوگوں کو اپنا ہمدرد اور غمخوار پایا کہ میں اپنے دکھ کو بھول گئی' پھر سے سجاد بھائی نے اس کو ٹھیلا لگوا دیا' بس زندگی چل نکلی میں سب کچھ بھول گئی' سنا ہے نجانے کیوں وہ اب مجھے ڈھونڈتا پھرتا ہے شیزرے میں تجھے اس سے بچانا چاہتی ہوں بس یہی ہے تیرا باپ' عزت بڑی چیز ہوتی ہے' میں نے کبھی کسی کو یہ نہیں بتایا کہ اکو تمہارا باپ نہیں ہے' لیکن اب میں تھک گئی ہوں۔'' شیزرے کے آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے اور وہ خوفزدہ سی ماں سے لپٹی بیٹھی تھی۔

چھلیے پھول اور کانٹے تھے

دھرتی ساری پیاسی تھی

ٹوٹ گیا تھا من مندر کا گھنٹہ

پر نہ کھلی آنکھ میری

میں جوڑ رہی تھی بیٹھے

تتلی کے رنگین پروں کو

نجانے کتنے تتلیوں کے رنگین پَر ہوا میں اڑتے جا رہے تھے وہ بھاگ رہی تھی' دوڑ رہی تھی' ایک تیز ہوا کا جھونکا آیا اور اسے یوں لگا کہ وہ گر گئی ہو' بے سدھ فاطمہ کے وجود سے لپٹی ہوئی وہ ساکت بیٹھی تھی۔

......☆......

رخسانہ اپنی چادر سنبھالتی ہوئی عمیرہ کے گھر صرف یہ بتانے آئی تھی کہ کل کچھ لوگ رامین کو دیکھنے آنے والے ہیں' عمیرہ کی سانس وہیں کی وہیں رک گئی تھی' بیٹیاں تو سب ماؤں کو پیاری ہوتی ہیں لیکن عمیرہ کو رامین کماؤ پوت نظر آتی تھی' شاید اس لئے دل بڑی زور سے دھڑکا پھر کچھ سوچ کر بولیں۔

''دیکھو رخسانہ! اگر لڑکا پڑھا لکھا' لوگ ڈھنگ کے ہیں تو لے کر آنا ورنہ رامین کے لئے کوئی کمی تو نہیں ہے' کئی آئے گئے میں نے کوئی جواب ہی نہیں دیا' ۔عمیرہ کے اندر ابھی تک دل اتھل پتھل ہو رہا تھا' اندر کھڑی

ہوئی رامین نے بھی یہ بات سنی تھی' تھوڑی سی ہنسی پھر جھینپ کر اندر چلی گئی۔

"لو آپا! آپ تو سیدھے منہ بات بھی نہیں کر رہیں' میں تو ایسی دھوپ میں بھاگتی ہوئی آئی ہوں' حیرت ہے آپ کے گھر میں چار بیٹیاں ہیں ایک نپٹاؤ گی تب دوسری کی باری آئے گی۔" رخسانہ بڑی سنجیدگی سے بول کر ان کے چہرے کو دیکھنے لگی تھی تب ہی عمیرہ' رخسانہ کی ہتھیلی دبا کر آہستہ سے بولی تھیں۔

"یہی تو سارا مسئلہ ہے رخسانہ! تو سمجھتی کیوں نہیں رامین ہی تو سارے گھر کا خرچ چلا رہی ہے' باقی ہے کیا ہمارے پاس؟ نہ شوہر' نہ گھر' باقی بھی پڑھ رہی ہیں' باقی یہ تھا کہ ایک رامین تو پورے گھر کی ذمہ داری نبھا رہی ہے' تھوڑا بہت میں بھی کپڑے سی کر گزارا کرتی ہوں' مگر کب تک' آنکھیں جواب دے گئیں' اب تو آپریشن کی تیاریاں ہیں۔" عمیرہ بڑے راز بھرے انداز میں بول کر جونہی خاموش ہوئیں تو رخسانہ پٹ سے بول پڑی۔

"چلو رامین نہ سہی اس سے چھوٹی تو ہے' اپنی زندگی میں سب کو فارغ کر دو۔" رخسانہ نے بہت ہی رازدارانہ انداز میں گوش گزار کیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے آج شام چھ بجے کے قریب انہیں لے آئوں' لڑکا بینک میں ہے' کھاتے پیتے گھرانے کا' زیادہ جھنجٹ نہیں ہے ان کے ساتھ'تو پھر لے آئوں۔" عمیرہ سے اس نے اجازت چاہی تھی' عمیرہ کو رامین کی ایک جھلک نظر آئی تو کھٹ سے خاموش ہو گئیں۔رخسانہ کے جانے کے بعد عمیرہ نے دروازہ بند کرتے ہوئے گردن نکال کے باہر جھانکا تھا سنسناتی ہوئی دوپہر میں پیاسے کوے کے علاوہ دور دور تک کوئی نہیں تھا البتہ رخسانہ ایسی دھوپ میں تیز تیز چلتی ہوئی نظر آ رہی تھی' عمیرہ مڑیں تو سامنے رامین پر نظر پڑی تھی' اس نے بھی انجان بن کر پوچھا تھا۔

"ایسی دھوپ میں رخسانہ آنٹی کس لئے آئیں امی؟"

"ارے! بیچاری اس کا تو کھانا پینا اسی سے وابستہ ہے' میرا گھر دیکھ لیا ہے ہر روز منہ اٹھائے کوئی نہ کوئی رشتہ بتانے چلی آتی ہے' دسیوں کو تو میں بھگا

چکی ہوں، پر ہے بہت مضبوط، ہمت نہیں ہاری، آج پھر کسی کا کہنے آئی، کہہ رہی تھی شام چھ بجے تک کچھ لوگ آئیں گے، میں نے بھی کہہ دیا چلو آنے دو، جہاں بیری ہوتی ہے وہاں پتھر تو آتے ہیں، کب تک روکوں؟" اماں کے ہونٹوں پر بڑی پیار بھری مسکراہٹ پھیل گئی تھی، لیکن نجانے کیوں رامین کے اندر خوشی کی کوئی لہر نمودار نہیں ہوئی تھی، وہ سوچتی ہوئی سی اپنے کمرے کی جانب پلٹ گئی، پانچ بجنے والے تھے، اماں نے ہلکے پھلکے ناشتے کا انتظام کیا تھا، تب ہی شبر نے بتایا کہ احمد بھائی آ گئے ہیں۔

"یہ لو، احمد کو اسی وقت آنا تھا، میں کہتی ہوں ساری خبریں احمد کے ذریعے ہمارے گھر کی نور محل میں پھیل جاتی ہیں۔" امی نے یہ کہہ کر رامین کی جانب دیکھا۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں امی آپ۔" امی کا یہ جملہ رامین کو پسند نہیں آیا تھا، پہلی بار امی نے چونک کر رامین کو دیکھا تھا، بجھا بجھا سا چہرہ، چہرے پر بڑی اداسی لیے وہ سنک میں کھڑی برتن دھو دھو کر رکھے جا رہی تھی، امی ایک

گہری سانس لی اور کچن ہی میں کرسی کھینچ کر بیٹھ گئیں، گویا وہ تھک گئی تھیں۔

"اب بتائو تم ڈرائنگ روم میں وہ خواتین بیٹھیں گی یا احمد بیٹھ کر شبر اور بشری کو پڑھائے گا۔" رامین ایک بہت ہی اچھے اسکول میں ٹیچر تھی، احمد بھی درس و تدریس کے شعبے سے منسلک تھا، ایک مقامی گورنمنٹ کالج میں فزکس کا لیکچرار لگا تھا۔

"ٹھیک ہے تم ایسا کرو۔" شبر سے امی بولیں۔

"آج تم چھٹی کر لو، احمد سے کہہ دو وہ جائے۔" امی احمد کے آنے سے ڈسٹرب سی ہوئی تھیں۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں آپ امی ! اس ہفتے شبر کے فائنل امتحان ہونے والے ہیں، آنے جانے والوں کا کیا ہے یہ تو آتے رہیں گے، آپ شبر کو ڈسٹرب مت کریں،جائو شبر ! تم احمد کو لے کر اوپر والے کمرے میں چلے جائو۔" وہ یہ کہہ کر بہت تیزی سے پلٹی تھی۔

"آپی ! آج شام کی چائے پہ کچھ لوگ آ رہے ہیں آپ کو دیکھنے، ہو سکے تو کچھ ڈھنگ کے کپڑے ہی پہن لیجئے آپی !" چھوٹی بہن راحمہ نے بڑے پیار سے رامین کو دیکھ کر کہا تھا۔

"کیوں، ٹھیک تو ہیں میرے کپڑے، کیا ہوا ہے؟" اس کا موڈ سخت خراب ہو گیا تھا، وہ اپنے دامن کو جھاڑتی ہوئی بولی۔

"پھر بھی آپی ! وہ لوگ تو آپ ہی کی خاطر آ رہے ہیں، چائے لے کر تو آپ ہی کو جانا ہے۔" ربیعہ یہ کہہ کر شرارت سے ہنسی تو رامین نے گھور کر اسے دیکھا، تب ہی راحمہ نے آکر اطلاع دی تھی کہ وہ لوگ آ چکے ہیں، رامین نے ایک گہرا سانس لیا، نجانے کیوں اس کا دم گھٹا جا رہا تھا، تین خواتین تھیں، چوتھی خود رخسانہ جو رشتہ لے کر آئی تھی، اماں علیک سلیک کے بعد چائے کا بول کر چلی گئی تھیں، رامین چائے رکھ کر تھوڑی دیر بیٹھ کر جا چکی تھی تب اماں بولیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہ تو میری بڑی بیٹی ہے، سچ تو یہ ہے بہن! میں روایتی قسم کی ماں نہیں ہوں، آپ میری دوسری بیٹیوں کو بھی دیکھ سکتی ہیں، رخسانہ تو میری بہن جیسی ہے میں ابھی آئی۔" یہ کہہ کر امی باہر آئیں اور ربیعہ کو اندر لے کر چلی گئیں۔

"یہ میری بڑی پیاری بیٹی ہے رامین سے پورے ڈھائی برس چھوٹی، بی اے کے فائنل ایئر میں ہے، سگھڑ اور بے حد سلیقہ مند، سچ تو یہ ہے کہ مجھے سب بیٹیوں میں یہ بے حد پیاری ہے، اللہ نصیب اچھا کرے جس گھر میں جائے گی نصیبوں والے ہوں گے وہ لوگ۔" ربیعہ حیران سی امی کو دیکھنے لگی، تب ہی اشارے سے ماں نے ربیعہ کو باہر بھیج دیا تھا۔

"بچی تو آپ کی بڑی والی بھی بہت پیاری ہے۔" ایک خاتون بولی تھیں۔

"لیکن دراصل بہن کچھ ایسا مسئلہ ہے کہ میں ابھی اس کی کر نہیں سکتی۔" رخسانہ تو یہ سن کر ہکا بکا سی بیٹھی رہ گئی، پھر چائے پی کر واپس جلدی ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو گئی، امی اور رخسانہ انہیں گیٹ تک چھوڑنے آئیں، رخسانہ انہیں گاڑی میں بٹھا کر پلٹ کر امی کے پاس آئی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے بہن آپ کو، میں تو بڑی بیٹی کے لئے رشتہ لائی تھی اور تقریباً رامین انہیں پسند بھی آ گئی تھی، آپ چھوٹی کو بیچ میں کہاں لے آئیں۔"

"یہ بات رخسانہ! تم نہیں سمجھ سکو گی، میں ابھی بڑی کو نہیں بیاہ سکتی، میری کچھ مجبوریاں ہیں۔" ہارن کی آواز پر رخسانہ خدا حافظ کہہ کر پلٹی اور گاڑی میں جا کر خواتین کے ساتھ بیٹھ گئی تھی، امی دروازہ بند کر کے جب اندر آئیں تو رامین بجھی بجھی سی آئینے کے سامنے کھڑی کانوں سے اپنے ٹاپس اتار رہی تھی۔

"پاگل ہیں یہ لوگ، لو بھلا بڑی بیٹی بیٹھی ہے اور انہیں چھوٹی پسند آ گئی، میں ان کے بے حد اصرار پر ربیعہ کو لے کر گئی تھی، وہ تو اس کی شکل پر

ایسی ریجھ گئیں چلتے چلتے تھوڑا سا عندیہ تو دیتی گئی ہیں کہ انہیں ربیعہ پسند آئی ہے۔" رامین کے چہرے پر ایک دم خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"سچ امی!" اس کے ہونٹ مسکرا پڑے تھے، اس نے دونوں ہاتھوں سے امی کے کندھوں کو تھام لیا تھا۔

"کیا امی! کیا؟" بشریٰ جلدی سے پلٹ کر آئی، چاروں ایک جگہ پر اکٹھا ہو گئی تھیں۔

"دماغ خراب ہے بڑی بی کا۔" ربیعہ غرائی۔

"تو کیا ہوا؟" رامین نے حیرت سے تینوں بہنوں کی طرف دیکھا۔

"تو آپ کیوں نہیں بولیں کہ آپ کو ابھی صرف اور صرف آپی کی شادی کرنی ہے؟" ربیعہ بھی بے ساختہ بولی تو اماں بہت فکرمندی سے بولیں۔

"اگر رامین کو بیاہ دوں تو گھر کون چلائے گا؟ تم، تمہارا بابا۔" تو رامین کے ہونٹوں پر ہنسی کی ایک شادمانی سی پھوٹ پڑی۔

"سو فیصد امی نے درست فرمایا۔" ایک مسکراہٹ بھری نظر اس نے ربیعہ کے سراپے پر ڈالی جو سہمی ہوئی ہرنی کی طرح آپی کو دیکھ رہی تھی۔

"امی! کیسی باتیں کرتی ہیں آپ؟ آج ربیعہ تو کل آپ راحمہ کو لے آئیں گی تو گویا آپی اسی کام کے لئے رہ گئی ہیں' ان کی بھی کوئی لائف کوئی احساسات ہیں' اس سے پہلے بھی آپ کئی بار رخسانہ آنٹی کو واپس کر چکی ہیں' اب ایک یہ نئی منطق لے آئیں۔" بشریٰ جو سب سے چھوٹی تھی وہ ایک سرد گہری سانس لے کر امی سے مخاطب ہوئی تھی۔امی نے بڑے تحمل سے اس کی بات سن کر مسکرا کر ایک نظر راحمہ پر ڈالی' بشریٰ مڑ کر چلی تو آپی بولیں۔

"بشریٰ! تم زیادہ بدتمیزی نہیں کر گئیں امی سے' یہ مخاطب ہونے کا طریقہ نہیں' ان کا فیصلہ ہم سب کے لئے اہمیت رکھتا ہے۔"

"امی چاہے آپ کو پھانسی پر چڑھا دیں۔"

"واہ آپی واہ!" ربیعہ بھی ہنستے ہوئے بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"امی! آپ بھی تو کچھ بولیں' سب آپ کے خلاف جا رہے ہیں۔"

"میں بھی تقریباً تقریباً یہی رائے آپی کے لئے رکھتی ہوں۔" ربیعہ جھینپی جھینپی سی بولی۔

"لو بھئی مینڈکی کو بھی زکام ہونے لگا۔" رامین ہنس پڑی۔امی بھلا کیا بولتیں' بات تو سچ تھی مگر بات ایسی بھی نہیں تھی کہ کسی کی سمجھ میں نہ آئے مگر یہاں بات کچھ ایسی تھی کہ رامین رخسانہ آنٹی کی شکل دیکھتے ہی بجھ سی جاتی' خبر تو سب کو تھی مگر سب چپ رہ جاتے' اس کا بڑا گھر میں رعب تھا مجال تھی جو کوئی اونچی آواز میں اس کے سامنے بات کرے' ہرچند کہ وہ صبر و تحمل والی لڑکی محبت کرنے والی بہن اور امی کی فرمانبردار بیٹی تھی' میٹرک کے بعد ہی سے جب ابا نے ان سے تعلق توڑا تو وہ ذمہ داریوں کے بوجھ تلے آگئی تھی' ٹیوشن پڑھانا' ایک پرائمری اسکول کی ٹیچر تو میٹرک کے رزلٹ سے پہلے ہی بن چکی تھی اور اب تو وہ بی ایڈ کرنے کے بعد گورنمنٹ ٹیچر بن چکی تھی اور ایک مقامی ٹیوشن سینٹر میں وہ شام کی کلاسز

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیتی تھی، امی کو بڑا مان تھا اس پر، وہ بیٹی نہیں اس گھر کا ایک بیٹا تھی، جس کی ذمہ داریوں میں ناصرف امی بلکہ تینوں بہنیں تھیں، بلکہ وہ غریب تایا کے بیٹے شبر کو بھی پڑھا رہی تھی۔

"کیا ہوا شبر؟ آج تم جلدی فارغ ہو گئے؟" رامین نے زبان کو اوپری دانت میں لگاتے ہوئے مسکرا کر شبر کو دیکھا تھا، جو احمد کے جانے کے بعد صحن کا دروازہ بند کر کے اس طرف چلا آیا تھا، تب بشریٰ دبی دبی ہنسی میں آپی کو دیکھ کر بولی تھی۔

"آج احمد بھائی کا شبر کو پڑھانے میں دل ہی نہیں لگا۔" رامین نے گھور کر دیکھا تو راحمہ پٹ سے بول پڑی۔

"کیوں شبر! آج کیا ہوا احمد بھائی جلدی کیوں چلے گئے؟" وہ کھلکھلا کر ہنسی، شبر نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا، ہنسی تو اس کو بھی آ گئی تھی۔

"زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" ہاتھ میں دبا ہوا ٹشو رامین نے راحمہ کو پھینک کر مارا تھا اور مڑ کر چلی تو پیچھے سے اس کے کانوں کی لوویں بتا رہی تھیں کہ وہ مسکرا رہی تھی۔

رخسانہ آنٹی نے امی کو نوید دی تھی کہ انہیں یوں تو رامین بہت پسند آئی ہے مگر انہیں ربیعہ کا رشتہ کرنا ہے تو وہ لوگ راضی ہیں، امی یہ خبر سن کر تھوڑا سا متفکر سی نظر آنے لگیں، رامین جب اسکول سے واپس آئی تو امی کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا، وہ چینج کر کے جب آئی تو راحمہ، بشریٰ اور ربیعہ کھانا لگا چکی تھیں، صرف رامین کا انتظار تھا، امی بھی آ کر بیٹھ چکی تھیں۔

"مجھے آتے آتے ڈھائی تین بج جاتے ہیں امی! آپ لوگ کھانا کھا لیا کریں۔" لیکن امی جواب میں کچھ نہیں، ان کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ آج کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔

"کیا ہوا امی؟" وہ پلیٹ میں دال چاول کے اوپر سلاد ڈالتی ہوئی بولی، امی نے پانی سے بھرا ہوا گلاس پی کر ایک گہری سانس لی اور بولیں۔

"رخسانہ آئی تھی بیٹا آج۔" رامین نے سر اٹھا کر ربیعہ کی جانب دیکھا تو وہاں شرم و حیا چہرے پر کھیل رہی تھی، نظریں جھکی جھکی اور دبی دبی مسکراہٹ کے ساتھ وہ کھانے میں مشغول تھی۔

"تو پھر کیا ہوا امی ؟"

"جواب تو ہاں میں آیا ہے مگر ایک بہت کڑی شرط کے ساتھ کہ وہ لوگ انہی دو چار مہینوں میں تاریخ مانگ رہے ہیں، کہلا بھیجا ہے کہ ہماری طرف سے تو ہاں ہے، آپ اپنی تسلی کر لیں، ساتھ ہی رخسانہ نے یہ بھی خبر سنا دی کہ وہ جلدی چاہتے ہیں، کھاتے پیتے لوگ ہیں، رخسانہ بتا رہی تھی کہ لڑکا بینک میں ملازم ہے، جب چاہیں بلا کے دیکھ لیں۔" امی نے تفصیل سے بتایا۔

"تو امی !اس میں اتنی فکرمندی کی کیا بات ہے؟" رامین منہ میں لقمہ لے جاتے ہوئے رک کر بولی۔

"امی ! ہم لوگ پہلے اسے دیکھ لیتے ہیں، اگر پسند آ گیا تو؟"

"تو کیا؟" امی نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"ہو جائے گا امی سب کچھ، پھر دیکھتے ہیں کچھ نہ کچھ تو بندوبست ہو ہی جائے گا، اس مہینے سے اسکول میں ایک کمیٹی ڈالی جا رہی ہے، میں مس زمان سے بات کروں گی باقی آپ بات تو بڑھائیں۔" امی نے ایک نظر رامین پر ڈالی اور چپ کر کے اٹھ کر چلی گئی تھیں۔

خلاف توقع آج احمد، شبر کی کلاس لینے گھر پر دیر سے آیا تھا، رامین نے چائے بنا کر بشریٰ کے ہاتھ بھجوائی تھی، وہ دبے دبے قدموں سے چلتی ہوئی جب کمرے میں آئی تو احمد، شبر کو کوئی ٹاپک سمجھا رہا تھا، ایک لمحے کے لئے وہ رک کر بولی۔

"نانو اور سب گھر والے کیسے ہیں؟"

"وہ سب ٹھیک ٹھاک ہیں بس اب تھکن اتر رہی ہے شادی کی۔"

"ویسے احمد مزہ تو بہت آیا۔"

"اسی لئے تو کہتا ہوں کہ جلدی جلدی ہماری کزنز نبٹ جائیں تو مزا تو آئے گا۔"

"تو پھر آپ کب کھلا رہے ہیں بریانی؟"

"پر تم یہ بتائو کہ تم کہاں بیٹھو گی۔"

"کہیں بھی بیٹھ جائوں گی' میرا کیا ہے' پھر بھی اسٹیج پر' نیچے جہاں جگہ ملے گی بیٹھ جائوں گی۔"

"اچھا تو یہ بات ہے۔" احمد ہنس کر بولا اور شبر کی نظر بچا کر رامین پر اس نے ایک نظر ڈالی جس کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی شرارت بھری مسکراہٹ رینگ رہی تھی' رامین قریب پڑی کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔احمد نے کتاب بند کر دی اور بہت گہری نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔

"آج آپ سینٹر نہیں آئے؟" وہ متفکر سی ہو کر بولی تھی۔

"میں نے سر ولید کو فون کر دیا تھا کہ میری جگہ آج مس زویا کلاس لے لیں۔" وہ سر جھکائے ہوئے بولا۔

"اور اتفاق دیکھئے کہ آج مس زویا بھی آپ کی طرح غائب تھیں' میں سمجھی آپ شاید مس زویا کی طرف چلے گئے۔" یہ کہہ کر رامین دبی مسکراہٹ لیے ہنسی تھی' احمد مستقل اپنا ہونٹ کاٹے جا رہا تھا۔

"کوئی خاص وجہ تھی آج جو آپ نہیں آئے؟" رامین نے کریدا تاکہ وہ احمد کو سمجھ سکے۔

"آف کورس' کوئی نہ کوئی تو ریزن ہو گا۔" احمد سر جھکائے ہوئے بولا تو وہ بول پڑی۔

"لیکن احمد! ضروری تو نہیں ہے کہ ہر بات وہی ہو جو ہم سوچ رہے ہیں' ہو سکتا ہے کوئی اور بات ہو' اور فہد سے بات ہوئی۔"

"ہاں اس پر بعد میں بات کروں گا وہاں اس کے لئے کچھ مشکلات ہو گئی ہیں۔"

"فہد بہت الجھا الجھا رہنے لگا ہے۔" رامین بولی تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور پھپھو کہاں ہیں' ان کی طبیعت کیسی ہے؟ آج میں ذرا جلدی میں ہوں اس لئے جا رہا ہوں۔" وہ کچھ سوچ کر بولا تھا' اس نے احمد کی جانب یوں دیکھا' گویا وہ کچھ سمجھانے جا رہی ہو' شبر کچھ نہ سمجھتے ہوئے دوبارہ اپنی کتاب پر جھک گیا تھا۔

احمد اپنی فائل سمیٹ کر چلنے کے لئے کھڑا ہو چکا تھا' تو وہ بھی کھڑی ہو گئی' شبر اپنے نوٹس سمیٹ کر فائل میں لگانے لگا۔رامین نے محسوس کیا کہ احمد بے حد مضطرب اور پریشان سا نظر آ رہا ہے کیونکہ وہ باوجود کوشش کے ہر بار اس بات میں ناکام رہا تھا کہ کسی طرح وہ مما کو رامین کے لئے بھیج دے' شاید اسی لئے وہ بہت کانشس سا دکھائی دے رہا تھا۔

"دراصل احمد! رخسانہ آنٹی کل آئی تھیں۔" اس نے اپنے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑے' اس لمحے احمد بہت نروس دکھائی دے رہا تھا' رامین کو اس کی کیفیت کا اندازہ تو تھا' انسان بھی کتنی مجبوریوں میں گھرا ہوا ہے۔

"تم سے تو گھر کے حالات ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔"

"آئی نو۔" اس نے پوری آنکھیں کھول کر رامین کو بھرپور محبت بھری نظروں سے یوں دیکھا گویا وہ رامین کے عکس کو اپنی آنکھوں میں اتار رہا ہو' اس احساس سے رامین بھی انجان نہیں تھی' اس کی نظریں جھکی کی جھکی رہ گئیں' اس کی نظریں احمد کے چہرے سے ہٹ کر زمین پر آ ٹکیں۔

"مجبوریاں تو ہم سب کی ہیں رامین! یہ مجبوریاں ہماری ذمہ داریاں ہیں' جنہیں ہمیں نبھانا ہے' یہ ذمہ داریاں بہت سارے خوبصورت لمحوں سے جڑی ہوئی ہیں۔"

"اچھا احمد! امی مجھے آواز دے رہی ہیں پھر کبھی بات کروں گی۔" اس موضوع کو نظرانداز کر کے جلدی سے احمد کا خالی کپ اٹھا کر اتنی تیزی سے

نکل گئی کہ رامین کے اڑتے ہوئے آنچل کی ہوا احمد نے اپنے چہرے پر محسوس کی تھی۔اسے یوں لگا رامین ایک پل تھی جسے وہ صدیوں میں نہ چھو سکا، وہ خوشبو کے جھونکے کی طرح آئی اور اس کے وجود میں محبت کی وہ حرارت جگا کر چلی گئی جو احمد کے لئے زندگی بھر کا سرمایہ تھی۔

محبت لفظوں کی تو محتاج نہیں ہے، نہ کوئی آہٹ، نہ کوئی آواز، نہ الفاظ کا کوئی جادو تھا، بس وہ ایک لمحہ تھا کئی برس پہلے جو احمد کو چھو کر گزر گیا اور جب اس نے رامین کی آنکھوں میں دیکھا تو اسے اپنا ہی عکس دکھائی دیا تھا، وقت رفاقت کا محتاج نہیں ہے، رفاقت ایک پل تلاش کرتی ہے یوں صدیوں کے برابر ہوتا ہے سو یوں محبت کا ایک دائرہ زندگی کو اپنی تشکیل بنا کر بہت دور لے گیا نور محل کے اندر جہاں انہوں نے آنکھ مچولی کا کھیل بچپن میں کھیلا تھا اور وقت آج انہیں اتنے قریب لے آیا تھا کہ احساسات بولنے لگے تھے، جہاں لب خاموش ہوتے ہیں پر سانسیں بولنے لگتی ہیں، احمد اور

رامین نے اسکولنگ اور پھر کالج ساتھ پڑھا اور احساسات نے کبھی لفظوں کو جنم نہیں دیا پھر بھی وہ جنم جنم کے احساسات میں بندھتے چلے گئے۔

......☆......

صبح سے عبیر چپ چپ بیٹھی تھی، اسے ماں اور اکو میاں کے درمیان ہونے والی سازش کا علم تھا لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتی تھی، بے بسی سے ہاتھ ملتی رہتی، آج بھی وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔

"مما! مجھے سب علم ہے، یہ زیادتی ہے شیزرے کے ساتھ۔" وہ آخر شکوہ بھرے لہجے میں ماں سے مخاطب ہوئی۔

"تو میں کیا کروں؟" وہ انجان بنیں۔

"مما! یہ سب آپ کا کیاہوا ہے، پلیز۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"کیا کہا؟" وہ غضبناک سی ہو کر بولیں۔

"مما! محبت کرنا جرم نہیں ہے، آپ فہد بھائی پر ظلم کر رہی ہیں۔"

"میں ظلم کر رہی ہوں۔"

"ہاں مما! آپ ناصرف ظلم کر رہی ہیں بلکہ آپ نے غریب شیزرے کی ایسی حالت بنا دی ہے کہ وہ بیچاری جیتے جی مر گئی ہے' میں دادو کو سب کچھ بتا دوں گی۔"

"کیا بتائے گی؟" وہ برہمی سے کھڑی ہو گئیں۔

"یہی جو آپ رول ادا کر رہی ہیں' عزیز اللہ خان اور اکو چچا کے ساتھ مل کر۔" وہ تھوک نگل کر بولی۔

"یہی انجام ہوتا ہے ایسی بدکردار لڑکیوں کا۔"

"نہیں مما! وہ بدکردار نہیں ہے۔"

"تم طرفدار کب سے بن گئیں؟"

"مما! ذرا سوچیئے کہ ہر فرد گھر میں سوائے آپ کے پریشان ہے۔"

"آخر کس لئے' ان کا معاملہ ہے وہ جانیں۔" وہ برہم سی بولیں۔

"بات صرف یہ نہیں ہے کہ..." وہ چپ ہو گئی۔

"ہاں ہاں آگے بول۔"

"فہد بھائی نجانے کیا کر ڈالیں گے' اس کی آپ کو خبر نہیں' نہ آپ نے کسی سے محبت کی اور نہ آپ محبت کی حرارت کو محسوس کر سکتی ہیں۔"

"تو اچھا تم کر رہی ہو؟"

"جی ہاں۔"

"مما! آپ یہ فیصلہ رکوا سکتی ہیں۔"

"کس حیثیت سے؟"

"ایک انسانی رشتہ ایک ماں کی حیثیت بہت اہم ہوتی ہے'آپ نے تو محبت کرنے والوں کو ایسی سزا دی۔"

"اگر میری بیٹی ہوتی میں اسے زندہ دفن کر دیتی۔" وہ خون کا گھونٹ پی کر بولیں۔

"ایسے لنگڑے لولے کے حوالے کرتی کہ سارے عشق کے مزے بھول جاتی، ایسی عبرتناک سزا دیتی کہ عزیز اللہ خان تو کچھ بھی نہیں۔" وہ غصے کی پوری شدت سے بولیں کہ چہرہ سرخ ہو گیا۔دوسری طرف عبیر ساری ہمدردی بھول کر سہم کر ماں کو دیکھے جا رہی تھی، گویا ساعت میں دھماکے ہو رہے ہیں اور وہ ساکت سی بیٹھی رہ گئی۔

"کیا ہوا کیا مر گئی؟" انہوں نے خاموش دیکھا تو پوچھا۔

"یہ تم نہیں تمہاری زبان میں دادو، پھوپھی اور تائی بول رہی ہیں۔" وہ شک بھری آواز میں بولیں۔

"تمام عمر آپ انہی لوگوں کو الزام دیتی رہیں۔"عبیر بولی۔

"کیوں ناں ہو ہمدردی۔" وہ کھوئی کھوئی سی اٹھی اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔

......☆......

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ فہد بھائی خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔" حریم تلملائی ہوئی پھر رہی تھی۔سامنے سے عباد نظر آ گئے تو وہ اپنا غصہ نہ چھپا سکی، دل کے اندر جتنی آگ بھری تھی وہ سب کی سب انگاروں کی شکل میں نا سہی آنسوئوں میں بہانے لگی۔

"آخر ہوا کیا ہے؟" عباد کا لہجہ خود بھی بجھا ہوا تھا۔

"یہ بات آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔" اس نے آنسوئوں سے لرزتی ہوئی پلکیں گرا لیں۔

"ہم لوگ کیا کر سکتے ہیں؟"

"کچھ نہیں صرف تماشا دیکھ سکتے ہیں۔"

"اس کے علاوہ کوئی چارہ ہے کیا۔"عباد بولا۔

"کیوں آپ فہد بھائی کو فون نہیں کرتے۔"

"حریم! بہت برا ہو گا اگر فہد کو علم ہو گیا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا ہو گا ایک احتجاج کی صورت تو ہو گی ورنہ وہ بیچاری رو رو کر مر جائے گی،تم مرتے ہوئے اسے دیکھ سکتے ہو لیکن میں ایسا نہیں کر سکتی، میں فہد بھائی سے بات کروں گی، ایسی بھی بزدلی کیا کہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔یہ محبت یکطرفہ تو نہیں تھی اور نہ ہی اس نے کوئی حماقت کی، جو بھی ہے اس میں فہد بھائی کا ہاتھ ہے، کن کن طریقوں سے اس نے جان بچائی ہے مجھے ایک ایک پل کی خبر ہے۔" روتے روتے اس کے ہونٹ شرم سے بھیگ گئے، اس نے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا۔

"میں نے اگر فون کر کے اسے بتا دیا تو؟" عباد سوچ کر بولا۔

"تو کیا یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم آخری کھیل میں بھی تو انہیں شامل کر لیں، کیا تم بھول گئے کہ ہم ہی لوگوں نے دونوں کے چپ چپ دلوں کو ایک دوسرے سے مخاطب کروایا، بچپن کے اس کھیل کو ایک پل میں دلہن چچی یوں نہیں مٹا سکتیں، اگر تم نہیں کر سکتے تو ناں سہی آج رات میں فہد

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بھائی کو اطلاع دوں گی، دیکھتی ہوں ان کی محبت کا امتحان..." اس کے آنسو بہنے لگے۔

"امتحان تو ہماری محبتوں کا ہے، تم فکر نہ کرو میں خود باہر سے جا کر فون کر دوں گا تاکہ کسی کو خبر نہ ہو۔" اس نے حریم کا نازک سا ہاتھ تھام لیا، لیکن وہ سسک سسک کر رو رہی تھی۔

......☆......

"سرد رات کے سناٹوں میں پیروں سے خون رس رہا ہے، دوڑتے بچپن میں بہت دور نکل گئی تھی آج واپسی پر محبت کہاں لے آئی، نہ گھر نہ کوئی اپنا بس روح جسم کا ایک ناتہ ہی تو ہے پھر یہ دل آنکھوں میں کیوں اتر آیا، کیوں پاؤں زخمی ہیں کیوں یہ آوازیں آ رہی ہیں، میں سورج تلے کی دھوپ ہوں یا چاند کا دھبہ۔

محبت میں مان اور اقرار کا بندھن نہیں ٹوٹتا، آج وہ پھر کیوں نہیں آیا لوٹ کر، نہ ذکر نہ کوئی بات، کوئی اشارہ ہی کرے کہ شیزرے کدھر ہے، ہر

WWW.PAKSOCIETY.COM

طرف یادیں بکھری پڑی ہیں، سامنے کوئی اور نظروں میں صرف فہد سا رہا ہے۔“وہ کسی گزرے خیال سے چونک پڑی تھی۔

بڑی گہری تاریکی ہر طرف چھا رہی تھی یوں لگتا تھا اس منجمد رات کا اندھیرا اب کبھی نہیں ٹوٹے گا، اکو چھپ کر دلہن چچی کے پاس آئے تھے۔

”چھوٹی دلہن! آپ حکم کریں میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔“

”تم بزدل ہو اکو! دوعورتوں کو قابو نہ کر سکے۔“

”چھوٹی دلہن! بزدلی کا طعنہ مت دیں، آپ جو کہہ رہی ہیں میں وہی کر رہا ہوں، نور محل سے تو میں ٹکرا نہیں سکتا، احمد میاں ایک ایک پل کی خبر لے رہے ہیں، آپ دیکھیں سجاد بھائی جاگ رہے ہیں، فائزہ کا کیا کام ہے وہ بھی آ گئی ہیں، نیچے عجیب پراسرار سی سرگرمیاں جاری ہیں، عباد بار بار سیل پر کسی سے کانٹیکٹ کر رہا ہے۔“ تو چھوٹی دلہن نے ایک نظر نیچے نور محل کے لان پر ڈالی تھی واقعی وہاں کچھ عجیب سا احساس اور اضمحلال طاری تھا۔

”اُف خدایا! ایک غریب لڑکی کے لئے یہ اتنے حساس ہو رہے ہیں یا پھر مجھے نیچا دکھانے کی سازش ہے، ہو سکتا ہے یہ لوگ فہد کو انوالو کریں اگر ایسا ہوا تو میں ان کی بنیادیں ہلا دوں گی۔“ وہ بہت غصے سے پلٹ کر اکو کی جانب آئی تھیں۔

”میرا خیال ہے اکو! تم مجھے ایک دو دن کی مہلت دے دو، نکاح ہو گا اور ضرور ہو گا، دیکھتی ہوں کہ کون تمہارے سامنے اب آئے گا۔“

”چھوٹی دلہن! ہمیں تو بہت خوف آ رہا ہے۔“

”خوف کیسا... تم جاؤ میں شایان سے بات کرتی ہوں اب یہ بات اتنی آسان نہیں ہے۔“ انہوں نے وہیں کھڑے کھڑے شایان سے بات کی۔

”شایان! مجھے تمہاری ہیلپ چاہیئے، وہ ویڈیو کیسٹ جو تم نے بنایا تھا مجھے ایک دن کے لئے چاہیئے میں تمہاری طرف نکل رہی ہوں باقی ڈسکس میں وہیں آ کر کروں گی۔“

”شیور پھپھو! آپ آ جائیں۔“ شایان جلدی سے بولا۔

"پھپھو! دیکھ لیں بات پھر دور تک جائے گی میں آپ کو پوراسپورٹ دے سکتا ہوں لیکن پھپھو فہد بیچ میں آئے گا ضرور' آئی نو۔"

"جب تک بہت دیر ہو چکی ہو گی' بہرحال یہ شادی ہونی ہے اور ضرور ہونی ہے' میں نہیں چاہتی کہ تمہاری انوالومنٹ ظاہر ہو' بس تم نے اتنی مدد کر دی کافی ہے۔"

"سوچ لیں پھپھو' یہ اتنا آسان نہیں ہے۔" وہ بہت سوچ کر بولا۔

"بہت آسان ہے شایان! بلائو مومنہ کو میں ابھی پوچھ لیتی ہوں۔"

"پھپھو! آپ خود جا کر بات کر لیں۔"

"کس طرف ہے راستہ؟"

"پہلے آپ مما سے تو بات کر لیں۔" وہ بہت بیزاری سے شایان کے پاس سے اٹھ کر اندر آسیہ کے پاس گئی تھیں۔

"کیسی ہیں آسیہ بھابی آپ۔" میں بہت بڑی مصیبت کو فیس کر رہی ہوں یو نو وردہ میری جان ہے' تمام عمر میں نے ایک ہی خواب دیکھا ہے وردہ اور فہد' اب یو نو کہ ہماری سسرال والے کیا چاہتے ہیں۔" وہ چکرا کر کرسی پر بیٹھ گئیں۔

"ہاں مجھے کچھ اس بات کا علم ہے سعدیہ! ایک بات اور ہے کل وردہ تمہاری نند کی بیٹی کے بارے میں بات کر رہی تھی۔"

"واٹ... چھوڑیں بھابی! ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ ہم کسی کے ساتھ ناانصافی کریں' غریب بچی ہے آپ جانتی ہیں ناں شیزرے کو' اس کا میں نکاح کروانا چاہتی ہوں تو بھابی جان جب خدا چاہتا ہے تو تمام رستے خود ہی بنا دیتا ہے' کل ایک ایسا حادثہ ہوا کہ میں خود چکرا گئی ہوں سن کر' وہ اکو اس کا باپ ہی نہیں ہے یہ ہر وقت کی مصیبت میں اپنے سر سے اب ختم کرنا چاہتی ہوں' سارا پلان میرا تیار ہے بھابی' بس ایک جگہ کی دیر ہے مجھے مومنہ کا

گھر چاہیئے دو دن کے لئے' کل رات ماں و بیٹی کو میں یہاں لانا چاہتی ہوں۔" ان کا لہجہ غصے سے اکھڑ رہا تھا۔

"تم جب چاہو سعدیہ! یہ تو اتنی بڑی بات نہیں ہے یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔" آسیہ جلدی سے بولی تھیں۔

"بس بھابی! آدھا کام تو میرا ہو چکا ہے میں نہیں چاہتی کہ آپ لوگوں کو پریشانی ہو' ذرا مومنہ کو بلا دیجئے۔" سامنے سے آتی ہوئی مومنہ کو انہوں نے اشارے سے بلایا تھا۔

"کیسی ہو مومنہ! ادھر آئو۔" انہوں نے آہستہ سے پرانی ملازمہ کو بلایا تھا۔

"جی بی بی!" وہ بہت قریب چلی آئی۔

"دراصل ہمیں ایک دو دن کے لئے تمہارا گھر چاہیئے' ہمارے واقف کار کی ایک بیٹی ہے اس کا نکاح ہے دو چار دن بعد' تو میں سوچتی ہوں اس کو پہلے سے لے آئوں'تم تو یہاں سرونٹ کوارٹر میں رہتی ہو تمہارا گھر تو خالی پڑا رہتا ہے۔"

"جیسے آپ کی مرضی بی بی! ہم تو آپ کے غلام ہیں۔" مومنہ سر جھکا کر بولی۔

"تو پھر ٹھیک ہے میں جائوں' جب ہمیں ضرورت پڑے میں تمہارا گھر استعمال کر سکتی ہوں۔" وہ اٹھ کر پھر پلٹ کر شایان کے پاس آئی تھیں۔

"بس شایان گھر تو ہمیں مل چکا ہے' بس تم ذرا سیٹنگ کا انتظام کر دو ماں بیٹی کی طبیعت ٹھکانے آ جائے' شیزرے کی مووی دیکھ کر' کہاں ہے وہ تمہارا ایکسپرٹ دوست شوبی جو فلم ایڈیٹنگ کا کام کرتا ہے۔"

"او پھپھو! آپ کا بھی بڑا کریٹو مائنڈ ہے' شوبی تو ایسا کر دے گا کہ آپ خود حیران رہ جائیں گی اس کا تو کام ہی یہی ہے۔"

"بس شایان! اس کام کو ہو جانا چاہیئے جو میں نے تم سے کہا ہے۔"

"ڈونٹ وری پھپھو! بس ہو جائے گا۔"

"تو اب میں چلوں، دیکھتی ہوں کہ نور محل میں کیا چل رہا ہے۔" جب وہ گھر پہنچیں تو احمد انہیں راستے میں ہی مل گیا۔

"کہاں سے آ رہے ہو احمد اتنی رات گئے؟" وہ اسے دیکھ کر روک کر بولیں۔

"بس مما! ٹیوشن سینٹر سے ابھی ابھی آیا ہوں۔" وہ بہت آہستہ سے دبے لفظوں میں بولا۔

"کتنی بار کہا ہے احمد کہ ان چھوٹی چھوٹی جابوں میں تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو، بھائی میاں تمہیں کہیں پر بھی اچھی پوسٹ دلوا سکتے ہیں مگر تمہارے اندر کا کمپلیکس کہ ماموں سے نہیں کہہ سکتے تو پھر ٹھیک ہے "پڑھو فارسی اور بیچو تیل۔" یہ کہتی ہوئیں وہ کھٹ کھٹ زینہ چڑھتی ہوئی اوپر چلی گئی تھیں۔

"تمہیں کیا ہوا، تم کس بات کا سوگ منا رہے ہو؟ اگر اتنی ہمدردی تھی تو فاطمہ سے تم نے نکاح کیوں نہ کر لیا۔"

"شٹ اپ سعدیہ! تمہاری گندی زبان ایک دن دیکھنا تمہیں رونے پر مجبور کر دے گی۔" منظور مصطفی نے غصے سے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا تھا۔

"عبیر!" وہ کھٹ سے کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کر کے کھڑی ہو گئی تھی۔

"جی مما!"

"یہ تم ہر وقت کھوئی کھوئی کیوں رہتی ہو، کیاپرابلم ہے تمہارا؟"

"کچھ نہیں مما!"

"کرن کہاں ہے؟"

"مما! دادو کو آج بخار ہے کرن شاید انہی کے روم میں ہو گی۔"

"اچھا... جاؤ اس سے کہو کہ مما بلا رہی ہیں یا چھوڑو میں خود دیکھ لیتی ہوں کہ تمہاری دادو کو کتنا ٹمپریچر ہے۔" ڈریسنگ ٹیبل سے برش اٹھا کر انہوں نے بال برش کیے اور نیچے اتر گئیں۔

"کیا ہوا اماں، آپ کو بخار ہے؟" نور بی بی اٹھ کر بیٹھ گئی تھیں۔

"نہیں سعدیہ! بخار تو نہیں ہے بلکہ یہ اکو کی الٹی سیدھی حرکتوں سے میں کیا پورا گھر متاثر ہے' ہمسایہ اور اپنوں کے بہت حقوق ہوتے ہیں اور یہاں پر ہم سب مجبور ہو گئے ہیں' حالات کا تو تمہیں خود بھی علم ہے' تم بیٹی والی ہو شیزرے پر رحم کھاؤ' وہ اکو کی بیٹی نہیں ہے وہ اچھے اور شریف خاندان کی بیٹی ہے' عزیز اللہ سے شادی کے وہ کارڈ بانٹتا پھر رہا ہے اور ایسا ہم کسی صورت نہیں چاہتے۔"

"تو امی! ایسا کریں زوہیر یا ندیم سے اس کا نکاح پڑھوا دیں یہ معاملہ خود ہی ٹل جائے گا۔"

"بات تمہاری مناسب ہے ایسا ہو سکتا ہے۔" احمد نے چونک کر سعدیہ کی جانب دیکھا۔

"کیسی غلط بات کرتی ہیں آپ مما! زوہیر تو شیزرے سے چھوٹا ہے اور ندیم..." وہ کچھ سوچ کر بولا۔

"تو پھر کیا کرنا چاہئے' وہ ماں باپ ہیں اگر وہ اپنی بیٹی کا رشتہ کہیں کر رہے ہیں تو ہمیں اس سے کیا' ہم کون ہوتے ہیں اسے روکنے والے' وہ شرعی کام کر رہا ہے کوئی غلط کام نہیں کرنے جا رہا۔" ان کی اس بات پر سبھی چپ کے چپ بیٹھے رہ گئے'انہوں نے چاروں طرف ایک نظر ڈالی۔اور کرن کے ساتھ اٹھ کر بہت غصے سے چلی آئی تھیں۔

"احمد! جو کچھ یہ ہو رہا ہے ناں بہت غلط ہو رہا ہے۔"

"جی دادو جان! پر ہم کچھ نہیں کر سکتے' ہاں اگر فہد ہوتا تو شاید ہم یہ سب روک سکتے تھے۔"

"چل تو ملا فہد کو نمبر۔" عباد پلٹ کر احمد کی جانب آیا۔

"میں کئی بار ٹرائی کر چکی ہوں پر فہد کال ریسیو نہیں کر رہا' کسی کی موت اور زندگی کا سوال ہے احمد بھائی ! پلیز کسی طرح فہد سے کانٹیکٹ کر لیں۔" وہ بجھی بجھی نظروں سے عباد کو اگنور کرتی ہوئی بولی تھی۔

"دیکھو ایک بات میں تم لوگوں کو بتلا دوں جو کچھ اس گھر میں کھیل کھیلا جا رہا ہے تمہارے بڑے پاپا کو اس کی بھنک بھی نہ لگے۔" عذرا ممانی، حریم کو دیکھ کر بولی تھیں۔

"لیکن ممی! آپ جس طرح دادو کے کمرے میں آ رہی ہیں اور جا رہی ہیں لازمی پاپا کو پتا لگ جائے گا۔" ندیم بولا تھا۔

"شور یا ذرا سی بھی ٹینشن سے پاپا کو کچھ بھی ہو سکتا ہے، انڈراسٹینڈ۔"عباد بولا۔

"میں صبح سے کئی بار ٹرائی کر چکی ہوں، ٹھیک ہے احمد بھائی! آپ فون کی جگہ فہد کو میسج کریں اسے میسج پڑھنے کی عادت ہے کل بھی میں نے اس سے بات کی تو فہد کہہ رہا تھا کہ میں کیا کروں، وہ خود کیوں نہیں اپنا دفاع کر سکتی، کوئی کسی کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتا، سچ احمد بھائی فہد جان کر اگنور کر رہا ہے اس بات کو۔"

"یہی تو سارا پرابلم ہے، ایک بار وہ مجھ سے بات تو کرے کچھ بول تو دے، کہہ کر تو دیکھے وہ مجھ سے کہ وہ شیزرے کو پسند کرتا ہے، میرے بھائی کی وہ پسند ہے میں اینٹ سے اینٹ بجوا دوں گا لیکن شیزرے عزیز اللہ کے نکاح میں نہیں آئے گی۔" احمد بہت غصے سے بول رہا تھا۔

"ویسے احمد! بات سچ ہے کہ وہ خود کیوں نہیں احتجاج کرتی ہم کیا لگتے ہیں اس کے۔" عباد پھٹ پڑا تھا تو حریم نے بہت گھور کر عباد کی طرف دیکھا۔

"عباد! تمہیں بھول جانے کی عادت ہے تم کچھ بھول رہے ہو۔"

"میں کچھ نہیں بھول رہا، اس کا کوئی حل ہے؟" وہ بھی جواباً حریم کو گھور کر بولا۔

"کوئی حل نہیں ہے کوئی فرق نہیں پڑے گا وہ مرتی ہے مر جائے، اس پر کیا گزرے گی یہ تم نہیں جان سکتے۔" حریم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"تو تم جان سکتی ہو؟" عباد منہ بنا کر بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں میں جان سکتی ہوں میں محسوس کر سکتی ہوں' میں نے یہ دکھ جھیلا ہے میں راتوں کو روئی ہوں میں تڑپی ہوں پاگلوں کی طرح چیخی ہوں دیواروں سے سر ٹکرایا ہے کہ تم میری محبت کو چھوڑ کر کسی اور کے ہو گئے تھے۔" وہ چیخ کر بولی تھی۔

"او آئی سی' تو ایکسپیرینس ہے آپ کو۔" عباد ہنس کر بولا تو حریم کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔

"ہاں ہے پھر تم کیا کر سکتے ہو؟" وہ کسی بپھری ہوئی شیرنی کی طرح عباد پر جھپٹی تھی اور اس کے کُرتے کے گریبان سے اس کے دونوں ہاتھ الجھ گئے تھے۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہی ہو تم۔" عباد نے ہنستے ہوئے اس کی دونوں کلائیاں تھام لی تھیں' حریم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"اوکے بابا اوکے' بڑے گہرے زخم ہیں آپ کے عباد مصطفی کے لئے۔تم روئی تھیں، سو سوئٹ اب تو مجھے کچھ کرنا ہی پڑے گا اور واقعی کیا گزرے

گی شیزرے پر' ٹھیک ہے احمد میں ابھی اور اسی وقت فہد کی طرف نکل رہا ہوں۔" اس نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی اور باہر نکل گیا۔

......☆......

پھر ایک ایسی ہی شام دو چار دن کے بعد ہی رخسانہ آنٹی ربیعہ کے لئے باقاعدہ دو تین خواتین کے ساتھ رشتہ لے کر آئی تھیں' گھر میں تھوڑی سی چہل پہل اور رونق تھی' امی بھی بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔

آج احمد شبر کو ٹیوشن پڑھانے نہیں آیا تھا' آج سینٹر ہی میں رامین نے اس کو بتا دیا تھا کہ "کچھ لوگ ہمارے گھر آ رہے ہیں۔" وہ یہ کہہ کر جل پری کی طرح آنکھوں سے اُڑ گئی تھی' احمد کو پھر یوں لگا ہوا کا ایک جھونکا آیا اور پھر اسے چھو کر گزر گیا۔وہ احمد کو بیوقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی تھی کہ میرا ہی پرپوزل آیا ہوا ہے' وہ احمد کو پریشان دیکھ کر اندر ہی اندر محظوظ ہو رہی تھی' خواتین جو رقعہ لے کر آئی تھیں اس کے مطابق لڑکا بینک میں ملازم تھا' دو بھائی دو بہنیں تھیں' سب بات بڑی خوش اسلوبی سے طے پا

گئی تھی، ان کے جاتے ہی بشریٰ اور راحمہ نے لپک کر مٹھائی کا ڈبہ کھولا تھا جس میں موتی چور کے پیلے پیلے لڈو آدھے ٹوٹے اور آدھے ثابت تھے۔

"ارے کنجوس، بھلا ربیعہ تیری ساس کیا اٹھا کر لے آئیں، ایک نمبر کی کنجوس لگتی ہیں، یہ بھی نہ سوچا کہ چلو گلاب جامن ہی لے چلیں، لو تم ہی سنبھالو۔" بشریٰ نے ربیعہ کو ڈبہ تھما دیا۔

"تو اس میں کون سی خرابی ہے۔" ربیعہ نے چٹکی سے لڈو اٹھا کے منہ میں ڈالا۔

"تم لوگ بھی اتنی جلد بازی کرتی ہو۔" امی نے چشمہ لگا کر غور سے رقعے کو دوبارہ پڑھا۔

"سب ٹھیک ہے امی! میں نے تصدیق کر لی ہے، لوگ اچھے ہیں۔"

"ربیعہ! تمہارے سسرال والے اول نمبر کے کنجوس لگتے ہیں۔" راحمہ، بشریٰ، ربیعہ کو چھیڑ رہی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دیر ہو رہی ہے راحمہ، روٹیاں جلدی ڈالو، امی کئی بار پوچھ چکی ہیں، تم لوگ ابھی تک پیلے پیلے لڈوؤں میں بیٹھی ہو، بس ہو چکا تبصرہ اب ختم بھی کرو۔" رامین یہ کہہ کر باورچی خانے سے پلٹ آئی تھی۔ گرمی کے دن تھے کھانا لگایا گیا لوکی کی سبزی اور دہی کے رائتے سے سب نے سیر ہو کے کھانا کھایا، نماز سے سب فارغ ہو کر امی کے کمرے میں جمع تھے، ابھی امی نے ہاں تو نہیں کی تھی مگر اندر سے سب راضی تھے، ٹاپک وہی تھا۔

"دیکھو سوچ سمجھ کے جواب دینا ہے بھئی! لڑکے کی بہن کہہ رہی تھی کہ اگر آپ تسلی کر لیں تو بھائی کو کسی دن گھر پر آکر دیکھ لیں۔"

"ٹھیک ہے امی! کسی دن رکھ لیں آپ، بھیج دیں رخسانہ آنٹی کو، چلے چلتے ہیں۔"

"اللہ نہیں آپی۔" راحمہ بولی۔

"گھر پر بلائیں، ہم لوگ کیسے دیکھیں گے؟ امی اور آپ تو چلی جائیں گی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"پاگل ہوئی ہو تم لوگ، پہلے ہم لوگ تو دیکھ آئیں پھر گھر پر بلا لیں گے، کیا یہ اچھا لگتا ہے کہ ہم سب اکٹھا ہو کر لیفٹ رائٹ کرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔" راحمہ، بشریٰ منہ بنا کر رہ گئیں۔

"امی! میں نے آج اپنی کولیگ سے بات کی تھی، میں نے بھی اپنا نام لکھوا دیا' یہ لوگ تو ویسے نمبر لگا کر بیسی دیتی ہیں مگر اگر ضرورت کے تحت ڈالی جائے اور تاریخ بتا دی جائے تو یہ لوگ دے دیتی ہیں' امی ! نام تو انہوں نے ہمارا لکھ لیا تھا' پانچ ہزار کی ہے' پورے لاکھ مل جائیں گے' لیکن امی ٹھیک ٹھاک رقم نکل جائے گی یہ دیکھ لیں ہاتھ روک کر چلنا پڑے گا۔" رامین بہت سوچ سمجھ کر بولی تھی۔

"پھر بھی سجاد بھائی' منظور اور خاص طور پر مسعود بہت کچھ کریں گے' تم دیکھنا۔" عمیرہ بہت ارمان بھرے لہجے میں بولیں۔

"بس وہ ابھی بات ڈال کر گئی ہیں امی سے مشورہ کروں گی سجاد بھائی کو بتانا ہے ابھی ٹھیک ٹھاک میں اچھی طرح معلومات کر لوں کوئی ضرورت نہیں ہے ڈھنڈورا پیٹنے کی۔" عمیرہ نے بیٹیوں کو تنبیہ کی۔

"پھر بھی امی! ماموؤں سے ڈیمانڈ تو نہیں کر سکتے اور اچھا بھی نہیں لگتا اور میں بہت کیئرفل رہتی ہوں احمد سے' ٹھیک ہے وہ ہمارا کزن ہے پھر بھی میں نے اپنے گھر کی تنگی کا رونا نہیں رویا۔"

"کہنے کی کیا بات ہے سمجھدار ہے اسے سب کچھ نظر آتا ہے رامین! ایک بات میں کہوں اس لئے نہیں کہ وہ میرا بھتیجا ہے پر جب احمد مجھے پھپھو کہتا ہے تو دل میں ایسی محبت آتی ہے کہ بھینچ بھینچ کر پیار کروں' سعدیہ کی قسمت کہ اللہ نے اسے ہونہار بیٹوں سے نوازا میں تو رشک کرتی ہوں۔"

"پھر بھی امی' ہم اوروں سے بہتر ہیں۔"

"بیٹا! ابھی ہم لوگ کون سا گھی کے پراٹھے اڑا رہے ہیں' تمہاری ہی تنخواہ میں گزر ہوتا ہے۔" امی تھوڑا پریشان ہوئیں۔

"خیرامی! جو ہو گا دیکھا جائے گا‘ میں ایک دو ٹیوشن پرائیویٹ گھر میں پکڑ لوں گی‘ بے چارا شبر بھی تو اکیلا ہوتا ہے۔" رامین نے پیار سے شبر کی جانب دیکھا تھا۔قریب ہی ربیعہ سر جھکائے بیٹھی تھی‘ اس کی ذات کے حوالے سے لوگ باتیں کر رہے تھے۔

"آپی! ہم لوگوں کے لئے بھی تو ٹھیک ٹھاک کپڑے لینے ہیں‘ لڑکے والے ذرا پوزیشن کے دکھائی دیتے ہیں۔" چھوٹی بشریٰ بولی۔

"لو ابھی یہاں کچھ طے تو ہوا نہیں‘ ان کے جوڑے سلنے لگے‘ ایسا کرو تم لوگ پہلے اپنے جوڑوں کی تیاری کر لو۔" امی کو غصہ آ گیا تھا۔

"کیوں نہیں امی ! ان کے بھی جوڑے ہوں گے مگر... آسمانوں پر۔"

"اور آپی آپ کا؟" راحمہ نے شرارت بھری نظر سے دیکھا تو شبر کے چہرے پر بھی دبی دبی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

"زیادہ دل لگی کرنے کی ضرورت نہیں ہے‘ بڑی بہن ہے تمہاری۔" انہوں نے پیار سے سرزنش کی۔

"اچھا بھئی! میں چلی اور تم سب بھی جائو‘ میں تھوڑی کاپیاں دیکھ لوں ربیعہ! تم اپنی اکنامکس کی بک لے کر آئو‘ اب یہ تھوڑی ہے کہ تم سب پڑھنا لکھنا چھوڑ دو‘ فائنل ایئر ہے‘ شادی ہو بھی جائے گی تو تمہیں پیپر دینے ہیں‘ یہ بات ذہن میں رکھنا‘ میں نے ان لوگوں سے بھی بات کرنی ہے کہ ہر صورت میں ربیعہ اپنے فائنل پیپر دے گی‘ اب وہ لوگ ہم سے کمیٹڈ ہوئے ہیں ورنہ میں ہاں نہیں کرتی‘ دراصل ان کی ماں شدید بیمار ہیں اور ان کے پاس زیادہ وقت بھی نہیں ہے اس لئے ہم راضی ہو گئے‘ میں دیکھ رہی ہوں دو چار دن سے تم بہت کھوئی کھوئی اور اپ سیٹ ہو۔" رامین انگلی اٹھا کر وارن کرتی ہوئی چلی گئی۔

"دیکھا آپی ‘نے کیسا پکڑا۔" چھوٹی بہن کھلکھلا کر ہنسی‘ امی نے اٹھ کر اپنے کمرے کی لائٹ بند کی تو وہ تینوں بھی چلی گئیں۔

"بشریٰ! صحن کی لائٹ بجھاتی جانا‘ ایک تو نئے میٹروں نے رہا سہا سکون بھی چھین لیا ہے‘ چلو گھر میں اندھیرا کر لو مگر اس نامراد گرمی کا کیا کیا جائے جو

چین نہیں لینے دیتی۔'' امی آپ ہی آپ بڑبڑا کر لیٹ گئی تھیں۔رات دیر سے رامین کے سیل پر ''بپ بپ'' ہوئی تو اس نے جھک کر دیکھا احمد کا نمبر تھا' ہنس کر اس نے نمبر بند کر دیا۔

......☆......

عباد جھک کر اپنا والٹ دراز سے نکال ہی رہا تھا کہ اس کی نظر حریم پر پڑی جو کہ آج کے حالات سے بے حد دلبرداشتہ نظر آ رہی تھی۔عباد کو اتنا ہمدرد جان کر کہ وہ ابھی اور اسی وقت فہد کے لئے نکل رہا ہے آج اسے اپنے سخت رویئے پر تھوڑی سی پشیمانی ضرور تھی' عباد پاس سے گزرا تو اسے اتنا اداس اور خاموش دیکھ کر رک گیا۔

''کیا ہوا جا تو رہا ہوں اس اُلو کے پٹھے کو پکڑ کر ساتھ لے کر آئوں گا لیکن تم کیوں اتنی اداس ہو' اکو چچا ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں کہ یہ ان کا اپنا ذاتی معاملہ ہے' اوکے میں چلتا ہوں۔'' وہ دوقدم اس کے قریب چلا آیا۔

''اتنی سوگواری اچھی نہیں لگتی۔'' اس نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا تو اس کی پلکیں لرز کر جھک گئیں' عباد کو یوں لگا کہ ایک ہلکی سی کہیں پھوار گری ہو۔

''اچھا میں جا رہا ہوں۔'' وہ ایک قدم بڑھا کر پھر پلٹا۔

''اوکے۔'' اس کی شوخ نظروں میں بڑی گہری شرارت اتر آئی اس نے ایک چھوٹی سی شرارت کی اور بہت تیزی سے پلٹ گیا۔

''عباد...!'' اتنی ہی تیزی سے وہ چیخی تھی پھر دروازہ بند کرتے ہوئے وہ ہنستے ہنستے دیوار سے جا لگی' پھر نجانے کیوں اس کے آنسو بہنے لگے۔وہ آنسو پونچھ کر اٹھی تو اسے پہلا خیال شیزرے کا ہی آیا تھا۔یہ بہت اہم بات تھی کہ عباد خود فہد کو لینے چلا گیا تھا اور جب وہ کمرے سے باہر برآمدے میں آئی تو عباد کی گاڑی جا چکی تھی' گارڈ دروازہ بند کر چکا تھا' لان میں نکل کر اس نے اردگرد نظر ڈالی کوئی بھی نہیں تھا' عباد اور احمد جا چکے تھے' بڑی ممانی' بڑے پاپا کے روم میں تھیں' ندیم ابھی تک یونیورسٹی سے نہیں آیا تھا'

لان سے لے کر زینے تک بڑی خاموشی پھیلی ہوئی تھی وہ زینہ چڑھتی ہوئی اوپر پہنچ گئی، اردگرد نظر ڈالی اکو چچا تو نہیں تھے البتہ فاطمہ خالہ اسے کام کرتی ہوئیں نظر آئیں تو وہ انہیں سلام کرتی ہوئی کمرے کے اندر گئی تھی، کمرے میں وہ جونہی داخل ہوئی کمرے کے ساتھ ہی چھوٹی سی بالکونی میں وہ کشن کے سہارے بیٹھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

"شیزرے!" وہ جھپٹ کر اس کے قریب پہنچی۔

"کیسی ہو شیزرے؟ تم تو نیچے اترنا بھول ہی گئیں۔"

"بس میں سب کچھ بھول گئی۔"

"نہیں شزی! ہم کچھ نہیں بھولے، ہمیں سب کچھ یاد ہے، تم فکر نہ کرو بس فہد سے کانٹیکٹ نہیں ہو رہا۔"

"نہیں حریم! انہیں انوالو مت کرو ورنہ اس گھر میں کچھ اچھا نہیں ہو گا۔"

"کیوں نہیں، جو قیامت کل آنی ہے وہ آج آ جائے تمہاری جان تو بچ جائے گی۔" حریم نے اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو پونچھ دیئے۔

"تم دیکھنا عباد ابھی فہد کو لینے گئے ہیں۔"

"کوئی فائدہ نہیں حری! اب بہت دیر ہو چکی ہے۔" اس نے ایک گہری سانس لی۔

"صرف ایک بار فہد فون اٹھا لے ناں تو تم سمجھو کہ وہ ایسا دوڑتا ہوا آئے گا کہ سب دیکھتے رہ جائیں گے۔" حریم بڑے امید بھرے لہجے میں بولی۔

"نہیں حری! میں نہیں چاہتی کہ فہد انوالو ہو۔" اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"کیوں نہیں ہو گا وہ انوالو، سب کچھ اسی کی وجہ سے ہوا ہے اس کی فیلنگز تم سے الگ تو نہیں ہیں، کیوں بلاتا تھا ہر وقت تمہیں کام کے لئے، کیا ملازم مر گئے تھے، کیوں چھوٹی ممانی نے ایسا محسوس کیا کچھ تو ہو گا ناں۔" حریم تھوڑی جذباتی ہو کر بولی تو وہ بولی۔

"جو کچھ بھی تھا ہمارے بیچ وہ سب ختم ہو گیا حری! اسے سب علم ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے، وہ بار بار مجھے کانٹیکٹ کر رہا ہے وہاں سے، میں خود نہیں اٹھاتی اس کا فون۔" تو حریم کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"تو فہد جانتا ہے یہ سب کہ یہاں تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے۔"

"ہاں وہ سب جانتا ہے پھر بھی انجان بن رہا ہے۔" شیزرے نے جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا۔

"پلیز شیزرے! تم ایک بار فہد سے بات تو کر کے دیکھو، یاد ہے تمہیں کھیلتے وقت جب بھی کسی کا کوئی مسئلہ ہوتا تھا فہد ہی کام آیا، آج بھی اگر فہد کو ایک بار تم کہہ دو اپنے منہ سے کہ فہد مجھے بچا لو، فہد ساری دنیا کے بند توڑ کر تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔" حریم نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"نہیں حری! اب یہاں تو کہانی ہی دوسری نکلی، جیسے بھی تھے، تھے تو میرے ابا لیکن جب سے مجھے یہ بات پتہ چلی ہے کہ میرا باپ کوئی اور ہے

میں ریزہ ریزہ ہو رہی ہوں، فہد پھر پوچھے گا کہ اس دن چھت پر کون تھا تو میں کیا کہوں گی۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں شیزرے! کیسی باتیں کر رہی ہو تم، وہ بات اب اتنی اہم نہیں رہی کہ جتنی اہم یہ بات ہے کہ تمہاری شادی عزیز اللہ سے ہو رہی ہے، وہ 6 جوان بچوں کا باپ ہے۔" حریم اسے جھنجوڑ کر بولی۔

"تو کیا ہوا، وہ مجھے زندگی کا ہر سکھ تو دے سکے گا، اس ذلت کی زندگی سے مجھے نجات تو ملے گی، دلہن ممانی کہتی ہیں کہ عیش کروں گی عیش اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ فہد میری وجہ سے دربدر رہتا ہے، میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے یہاں کچھ ہو۔" اس نے اپنے پیر آہستہ سے پھیلائے۔

"اف خدایا! ابھی تک تمہارے پیروں میں تکلیف ہے۔"ہلکا سا زخموں سے کھرنڈ ہٹ گیا تھا۔

”بھر جائیں گے یہ زخم بھی۔“ وہ بے اختیار رو پڑی۔حریم نے بے اختیار لپٹ کر ماتھے پرپیار کیا تھا تو سیل پر بیپ ہوئی‘ بیپ کی آواز پر حریم نے پلٹ کر سیل اٹھایا تھا‘ وہ ایک سیکنڈ میں سیل اٹھا کر کھڑی ہوئی تھی۔

”پلیز حریم!“ وہ سیل ہاتھ سے واپس لینا چاہتی تھی مگر حریم جلدی سے بولی۔

”بس شیزرے بس بہت ہو گئی تمہاری۔“ اس نے سیل کو آن کر کے کان سے لگایا تھا‘ دوسری طرف فہد ہی تھا۔

”بولو بولتی کیوں نہیں تم چپ ہو میری ماں کے سامنے تم دبک گئیں بزدل‘ ہر شخص مجھ سے تمہارے لئے کانٹیکٹ کر رہا ہے اور تم ہی جب مجھ سے کانٹیکٹ نہیں کر رہی ہو تو میں کس لئے عبداللہ دیوانہ بن جاؤں‘ بولو کیوں نہیں بولتیں‘ خوشی خوشی تم راضی ہو گئیں‘ سنا ہے کہ دوچار دن کے اندر تم عزیز اللہ کی بیوی بن جاؤ گی‘ ان کے بچے تو عمر میں تم سے کافی بڑے ہیں‘ تم انہیں بھائی یا بھائی صاحب تو بولو گی‘ ہاں ایک بات ہے دولت بہت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہے اس کے پاس‘ عیش کرو گی تم اس لئے کچھ نہیں بولتیں‘ دیکھتا ہوں کب تک تم نہیں بولو گی‘ جب تم بولو گی تو فہد مصطفی آئے گا یہ میرا وعدہ ہے۔“

”فہد...! بہت بدتمیز ہو تم۔“ دوسری طرف فہد کی سانس رک گئی۔

”او... یو۔“ فہد کی کھلکھلاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”فہد! اتنے ظالم تو تم مت بنو‘ تم سب جانتے ہو نور محل کی کہانی کو۔“

”اف خدایا! تمہیں کیوں ہمدردی ہو رہی ہے ساتویں شہزادی سے‘ ساتویں شہزادی خود اپنی تقدیر کا کھانے جارہی سو واٹ کہ میں بن رہا ہوں۔“ اس کی ہنستی ہوئی آواز رک گئی تھی۔

”فہد! پلیز سیل بند مت کرنا۔“ شزرے کا سیل بند ہونے لگا۔

”تو تم یہاں کیا کر رہی تھیں‘ زخموں پر مرہم رکھنے آئی تھیں۔“ اس نے بے رحمی سے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں فہد! ابھی اس کے ایک پیر کے زخم بہت گہرے ہیں کھرنڈ اتر گیا ہے اسے تکلیف بہت ہے۔" وہ بات کو دوسری طرف لے گئی اور فہد بھی سمجھ گیا تھا۔

"تو وہ خود کیوں نہیں سیل اٹھاتی۔" فہد نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"دراصل فہد! وہ تمہیں انوالو نہیں کرنا چاہتی۔"

"نہیں وہ جانتی ہے کہ میں ضرور پوچھوں گا کہ وہ کون تھا؟" فہد رک کر بولا تو وہ جلدی سے تڑپ کر بولی۔

"پلیز فہد! ایسا مت کرو سب لوگ یہاں بہت کمزور ہیں، یو نو احمد بھائی یہاں کچھ نہیں کر سکتے، بڑے پاپا کو ان تمام باتوں کا علم نہیں ہے اور منظور ماموں وہ بھلا کیا بولیں گے اور عباد کو تو تم جانتے ہو وہ کسی معاملے میں اتنا انوالو نہیں ہوتے، فہد یہ مذاق اور ضد کا وقت نہیں ہے کسی کی زندگی اور موت کا سوال ہے اور فہد تم یہ سب جانتے ہو کہ یہ کیوں ہوا اور یہ سب

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیوں کیا جا رہا ہے اور ہاں عباد تمہاری طرف نکل چکے ہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی۔"

"اچھا میں عباد بھائی کو روک دیتا ہوں ڈونٹ وری، بڑے پاپا کیسے ہیں اور بالائی منزل میں پراسراریت چل رہی ہے، تھوڑی تفصیل تو بتاؤ۔"

"سب کچھ ویسا ہی ہے چھوٹی ممانی بہت پرسکون ہیں، بڑے پاپا بھی پہلے سے بہتر ہیں بس دادو بہت پریشان ہیں اور سب تمہیں یاد کر رہے ہیں۔"

"سوچ لو حریم! کیا فہد ہی رہ گیا ہے قربانی کا بکرا بننے کے لئے، یہ معاملہ اب اتنا آسان نہیں ہے پھر ایک بار میں ہی میں سب کچھ ختم کر دوں گا، یاد رکھنا پھر یہ نہ کہنا کہ یہ کیا ہوا، نور محل میں بس ایک دھماکہ ہو گا۔"

'نہیں فہد! تم ایسا کچھ نہیں کرو گے بس تم آ جاؤ۔"

"بس میں آ جاؤں اور سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا کیا حریم! تمہیں میری مما اتنی سیدھی سادی نظر آتی ہیں، کیا اکو چچا اتنے معصوم ہیں، اگر یہ سب کچھ اتنا آسان ہوتا تو یہ کھیل ہی نہ کھیلا جاتا لیکن حری، شیزرے اگر خود ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

بار کہہ دے کہ میں آ جاؤں تو جان لو کہ میں اس کھیل کا ڈراپ سین کر دوں گا کہ برسوں لوگ فہد مصطفی کو یاد رکھیں گے۔"

"نہیں فہد! تم اتنا غصہ مت کرو بس کسی صورت سے تم اس شادی کو روک دو۔"

"اچھا تم میری شیزرے سے بات کرواؤ وہ کیوں نہیں ریسیو کرتی میری کال۔" وہ بولا تو حریم جلدی سے سیل بڑھا کر بولی تھی۔

"پلیز شیزرے! بات کرو فہد آن لائن ہے۔" شیزرے پیچھے ہٹ کر دیوار سے جا لگی تھی۔

"بات کرو شیزرے!" اس نے سیل اس کے کان سے لگا دیا۔

"کیا پوچھنا چاہتے ہو تم مجھ سے۔" شیزرے روتے ہوئے بولی۔

"او مائی گاڈ! پہلے رونا تو بند کرو۔" فہد بولا تو وہ تڑپ کر بولی۔

"میں کچھ نہیں بولنا چاہتی تم سب جانتے ہو۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں کچھ نہیں جانتا، میں تم سے جاننا چاہتا ہوں آ جاؤں بولو، پھر فائنل ڈراپ سین کر دوں، تم ایک بار بولو اگر تم چاہتی ہو تو میں آ جاؤں گا اور اگر نہیں تو میں نہیں آؤں گا، بولو شیزرے بولو، خاموش کیوں ہو، سوچ لو، اگر تمہارا جواب ہاں میں ہوا پھر میں آخری دھماکہ کروں گا، تم فہد مصطفی کو جانتی ہو اسی لئے نہیں بول رہیں چلو کچھ نہیں تو آزما کر دیکھ لو تم بولو تو سہی۔"

"فہد پلیز!" اس کی آواز رندھ رہی تھی۔

"اوکے ڈونٹ وری۔" اور سیل اس نے آف کر دیا۔

"کیا ہوا شیزرے!" حریم نے جھپٹ کر سیل کی جانب دیکھا جو بند ہو چکا تھا۔

"تم نے اس سے کچھ بھی نہیں کہا۔" حریم نے گھور کر اسے دیکھا۔

"وہ پھر بھی آئے گا حری! میں اسے جانتی ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

......☆......

اکو میاں نجانے کس کام سے اندر آئے تو جاتی ہوئی حریم پر نظر پڑی تھی۔

"کیسی ہو بیٹا! سب خیر ہے، سہیلی سے ملنے آئی ہو گی۔"

"جی اکو چچا!" وہ ایک لمحے کے لئے رک کر بولی۔

"دیکھو بیٹا! سمجھائو اسے کئی دن سے یہ روئے جا رہی ہے، بیٹیاں ہوتی اسی لئے ہیں کہ پال پوس کر بڑا کرو اور پھر ان کا گھر آباد کرو، یہ تو پیر ولیوں کی رسم ہے کوئی ہم غریبوں کی نہیں۔" وہ بہت پیار بھرے لہجے میں بول رہے تھے، حریم ان کی اس اداکاری پر حیران سی کھڑی رہ گئی۔

"سمجھائو بیٹا سمجھائو اپنی سہیلی کو۔" تو بغیر کچھ بولے وہ زینہ اترتی چلی گئی۔

نور محل کی آخری چھت سے سورج گزر چکا تھا، ہلکی ہلکی روشنی نیلے شفاف آسمان پر پھیل رہی تھی تب اکومیاں نے فاطمہ کی جانب دیکھا جو کپڑے ڈوری سے اتار کر تہہ کر رہی تھیں بڑی اداس اور بکھری بکھری سی۔

"لگتا ہے تمہیں بھی بیٹی کے رخصت ہونے کا بہت دکھ ہے۔" جواب میں انہوں نے صرف نظر اٹھا کر اکو میاں کو دیکھا جو کھڑے مسکرا رہے تھے۔

"ارے فاطمہ! راج کرے گی تمہاری بیٹی، ساتھ میں تم بھی چلی جانا، میرا کیا ہے میں اپنا ٹھیلا لگا کر کسی کونے کھدرے میں نکل جائوں گا اور تیرے اور تیری بیٹی کے مزے ہوں گے، یاد رکھو گی تم بھی۔" وہ یہ کہہ کر قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گئے، فاطمہ کچھ نہ بولیں تو وہ پھر بول پڑے۔

"کیا سوچ رہی ہو چپ چاپ، ماں بیٹی مل کر کہیں بھاگنے کا ارادہ ہے کیا۔" وہ ہنس کر بولے۔

"یہی تو افسوس ہے اکو کہ ہم کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتے۔" وہ بجھے بجھے انداز میں بولیں۔

"یہ نیچے سے کیا پیغام لے کر آئی تھی، ارے ابھی تو چار دن پڑے ہیں اور ماں بیٹیاں ایسے رو پیٹ رہی ہیں جیسے ابھی رخصت ہو رہی ہیں۔"

"اللہ نے چاہا تو وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔"

"توبہ توبہ بیٹی کے لئے ایسی بدشگونی کی باتیں تو نہ کرو' اس حمایتی افسر کو تو بھول جائو اب نہیں آئے گا وہ تمہاری بیٹی کو بچانے۔"

"اور اکبر خان! اللہ جو سب سے بڑا ہے وہ... اور جب بات کھل ہی گئی ہے کہ تم اس کے باپ نہیں ہو اور میں اس کے باپ کے پاس لے جا کر اسے کھڑا کر دوں تو تم بچا لو گے' سنا ہے شبیر حسن اپنے اس گناہ پر آج بھی روتا ہے' تمہیں خبر نہیں وہ ایک بار ہمیں ڈھونڈتے ہوئے ہم تک پہنچ گیا تھا ہم نے ہی لوٹا دیا تھا تم کیا جانو کہ خودداری اور عزت کیا چیز ہوتی ہے۔"

"اچھا تو یہ بات ہے' چپکے چپکے تم نے اس سے پھر تعلقات بڑھا لئے۔" اکو میاں بہت ڈھٹائی سے ہنسے تو فاطمہ غصے سے اندر جانے لگیں تو اکو میاں نے بڑھ کر فاطمہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ارے ارے کہاں چلیں' میں تو مذاق کر رہا تھا' تیری شرافت اور تیری نیکی کا تو میں قائل ہوں' البتہ شبیر حسن اور تمہارے بیچ ایسا کیا ہوا وہ تو میں نہیں جانتا' مگر یہ ڈر ضرور ہے فاطمہ کہ تم شبیر حسن کے سامنے اپنی بیٹی کو

لے کر مت جانا ورنہ پھر اس نے ایک بار اسے اپنا ماننے سے انکار کر دیا تو...؟"

"تو پھر تم بھی اپنی حرکتوں سے باز آ جائو اکبر! ان لوگوں کو ڈھونڈنا اتنا مشکل نہیں ہے' وہ گھر' گلی اور محلہ سب کچھ میری آنکھوں میں آباد ہے۔" وہ رنجیدہ لہجے میں بولیں۔

"اچھا... اور یہاں جو برسوں دل میں آباد رہیں اس کی خبر نہیں تمہیں۔" وہ دل پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

"مجبوری کے سودے کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔"

"مجھے لگ رہا ہے تم ماں بیٹیوں کے پکے ارادے ہیں نور محل سے بھاگنے کے' کہاں جائو گی بھاگ کر' چلو ہم بھی تو دیکھیں۔" وہ اٹھ کر فاطمہ کی آنکھوں میں جھانکنے لگے اور فاطمہ نے اپنی گردن موڑ لی۔

"ارے جا فاطمہ! میں تو مذاق کر رہا تھا تم تو آنسو بہانے لگیں۔" انہوں نے بہت پیار سے کاندھا دبا کر ہاتھ چھوڑ دیا۔کھلے آسمان تلے چھت پر اپنی بے

بسی پر فاطمہ کی آنکھوں سے دو آنسو گرے تھے جنہیں اکو میاں نہ دیکھ سکے‘ فاطمہ کے ساتھ ساتھ اکو میاں بھی کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

”چل آ جا میری بٹیا! تیرا ابا اب بوڑھا ہو گیا ہے تھک گیا ہے آئینے میں آنکھیں جمائے جمائے‘ وہ چنگیزی کا بچہ ابھی تک نہیں لوٹا‘ لگتا ہے لمبی اڑان پر چلا گیا‘ آ جا جلدی آ جا۔“ اکو میاں نے دیوار پر ٹنگا ہوا بڑا سا نقشیں شیشہ اتارا اور باہر نکل گئے‘ ماں کے اشارے پر شیزرے آہستہ سے اپنے آنسو پونچھتی ہوئی باہر آئی تھی۔

”یہ لے بیٹا!“ وہ آئینہ ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولے تھے۔

””شام سے پہلے پہلے آ جائے تو اچھا ہے‘ خلیل کے ساتھ آج شرط لگی تھی سب لوٹ آئے چنگیزی کہیں دور بھٹک گیا ہے‘ سورج چھپنے والا ہے اور اِدھر سے اُدھر بادلوں کی ٹولیاں بھی گھوم رہی ہیں۔“ وہ آئینہ اٹھا کر جھنگا پلنگ پر بیٹھ گئی تھی شیشہ اس کی گود میں رکھا تھا‘ آنکھوں تلے اسے آسمان

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پر ڈولتے ہوئے بادل‘ بھاگتے ہوئے پرندے سب کچھ نظر آ رہے تھے‘ اکو میاں جاتے جاتے پھر پلٹ کر آئے۔

”واپسی پر کہیں دیر نہ ہو جائے‘ کمبختوں کو بند کرتا ہوا جاتا ہوں۔“ انہوں نے اپنی مخصوص سیٹی زور سے بجائی تھی‘ اڑتے ہوئے دیواروں پر اکا دکا کبوتر ان کی ٹرین سیٹی کی آواز پر بھاگ کر آ گئے تھے‘ بڑے پیار سے انہوں نے باجرے کی تھیلی اندر سے لا کر الٹی اور خالی برتن میں پانی ڈالتے ہوئے انہوں نے ایک نظر شیزرے پر ڈالی جو سر جھکائے ہوئے آئینے پر دوڑتے ہوئے چنگیزی کو بادلوں میں ڈھونڈ رہی تھی۔ انہوں نے سر جھکائے ہوئے شیزرے پر ایک نظر ڈالی اور چھت سے نیچے اتر گئے۔جاتے جاتے گارڈ سے کہہ گئے تھے۔

”بھیا نظر رکھنا میری جوان بیٹی کو کہیں میری بیوی نہ لے کر بھاگ جائے۔“

سیاہ بادلوں میں چنگیزی کہاں ہے‘ کون کیا ہے کدھر ہے اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا‘ اسے یوں لگ رہا تھا کہ کسی نے اس کے پر کتر کر اس نور محل کی

چھت پر چھوڑ دیا ہے' آنسو تھے کہ بہے جا رہے تھے دونوں ہاتھوں سے وہ آئینہ تھامے اپنی ہی شکل کو دیکھے جا رہی تھی اور سماعت میں فہد کی آواز۔

''بولو کچھ تو بولو' اگر تم چاہتی ہو تو میں لوٹ آئوں گا اور اگر نہیں تو میں نہیں آئوں گا۔''

''اور کب تک فہد مجھے بچاتا رہے گا' میں اس باپ کے پاس کبھی نہیں جائوں گی جس نے میرے پیدا ہونے سے پہلے ہی میری ماں کو خود سے الگ کر دیا اور وہاں میں بھاگ کر پناہ لے لوں' کبھی نہیں۔'' اس نے بہتے ہوئے اپنے آنسوئوں کو پونچھ لیا تھا' سرمئی رات کے اندھیرے میں بڑے سے آئینے میں اس کا اپنا چہرہ دھندلا رہا تھا۔

''چلو بہت دیر ہو گئی اب تو اندھیرا بھی پھیل گیا ہے اب یہاں کیا ہے تمہارے لئے۔'' فاطمہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک گئی۔

''جی امی!'' وہ آئینہ تھام کر کھڑی ہوگئی۔

''چلو شیزرے اندر تمہیں بچانے کوئی نہیں آئے گا۔'' اس نے چونک کر ماں کی جانب دیکھا اور بولی۔

''آئے گا امی! فہد آئے گا آپ دیکھیں گی'عباد بھائی اسے لینے گئے ہیں وہ ہم سب سے ناراض ہے اس لئے سیل نہیں اٹھا رہا۔'' تو فاطمہ نے گھبرا کر اپنا ہاتھ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیا کہ کہیں سعدیہ دلہن کن سوئیاں نہ لے رہی ہوں یا اکو میاں پاس سے نہ گزرے ہوں۔

چھت پر ہلکا ہلکا اندھیرا پھیل چکا تھا اردگرد گھروں کی لائٹیں جل گئی تھیں اور نور محل کی بالائی چھت پر ایک گہرا اندھیرا تھا' ہلکی ہلکی بوندا باندی ہونے لگی تو اچانک اندھیرا گہرا ہو گیا ' دور کہیں بجلی کڑکی تو وہ گھبرا کر اندر کمرے میں چلی آئی تھی۔

......☆......

اکو میاں سعدیہ دلہن سے کچھ کہنے آئے تھے لیکن منظور مصطفی کی موجودگی میں وہ کچھ سوچ کر بولے' بس اپنے خدشات ظاہر کرتے رہے کہ

"فاطمہ، شبیر حسن کا رعب ڈال رہی ہے کہیں وہ شیزرے کو لے کر بھاگ نہ جائے، میری تو ناک کٹ جائے گی اور عزیز اللہ خان تو برادری والا ہے بڑی ٹائٹ بے عزتی ہوگی، وہ اگر شیزرے کو کہیں لے کر چلی گئی۔"

"خیر اکو بھائی! میں نے اس معاملے سے خود کو دور کر لیا ہے، خوامخواہ میں، میں نور محل میں بری بنتی ہوں، تمہارا معاملہ ہے تم جانو، میں نہیں انوالو ہو رہی اس معاملے میں۔" وہ منظور مصطفیٰ کو دیکھتے ہوئے اکو میاں سے اشارے سے بولیں کہ اچھا ہوا تم نے یہ بات منظور کے سامنے کی لیکن منظور مصطفیٰ اکو میاں کو نظر انداز کرتے ہوئے بولے۔

"آج عبیر پھر یونیورسٹی سے گھر نہیں آئی۔"

"تو بتایا تو ہے میں نے کہ کسی دوست کی برتھ ڈے ہے آج اور سب فرینڈز مل کر پزاہٹ جا رہے ہیں۔" وہ بہت غصے سے بولی تھیں۔

"سعدیہ! مجھے اس طرح سے لڑکیوں کا گھر سے باہر رہنا پسند نہیں ہے، یہ تم اچھا نہیں کررہی ہو۔" تو وہ پلٹ کر بولیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اچھا اکو بھائی! آپ اپنے گھر کا معاملہ خود سلجھا لیں تو بہتر ہے ہمیں بیچ میں مت لائیں۔" تو اکو میاں وہیں دروازے پر کھڑے کھڑے پلٹ کر چلے گئے۔

"کیا ضرورت تھی آپ کو اس چھچھورے اکو میاں کے سامنے یہ کہنے کی، کل سے میری ہی بیٹی کو دیکھنے بیٹھ جائے گا کہ کب آ رہی ہے اور کب جا رہی ہے۔" وہ بہت غصے سے بولیں۔

"ہاں تو سعدیہ بیگم! مکافات عمل تو ہے جب تم کسی کی بیٹی کو تانکوجھانکو گی تو یہ سب تمہارے سامنے بھی آئے گا۔"

"بس منظور! میں الجھنا نہیں چاہتی تم سے، میں شدید ٹینشن میں ہوں، میرا ایک بیٹا جا چکا ہے، صرف اسی وجہ سے کہ ہمارے بچوں کو سکون نہیں ملا اس گھر میں، کبھی ہمارے اور تمہارے درمیان اتفاق نہیں رہا۔"

"سعدیہ! یہ تم خود سے سوال کرو، تم ہم لوگوں سے کمپرومائز نہیں کر سکیں۔" منظور مصطفیٰ نے بہت غصے سے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھا تھا۔

"تم لوگوں کے کمپلیکس نے مجھے قریب ہونے کا موقع نہیں دیا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے، تم لوگ ماڈرن بننے کے چکروں میں اپنی بھی چال بھول گئے ہو، اپر کلاس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم سامنے والے کو حقیر سمجھیں، یہ تمہارا تکبر تھا کہ تمہارے بچے تم سے خود دور چلے گئے۔"

"جی نہیں، جادو اور ٹونے کے ذریعے ہمارے بچوں کو ہم سے دور کر دیا گیا اور یہ کوئی تہذیب نہ ہوئی کہ منہ لگائی ڈومنی تال بہ تال گائے۔" منظور مصطفی کو بہت زور کی ہنسی آئی وہ ہنستے ہوئے بولے۔

"ویسے اردو کے اچھے خاصے محاورے تم بول لیتی ہو۔" وہ ہنسے۔

"آپ کی ماں اور بہنوں کی صحبت کا اثر ہے۔"

"کاش تم پر میری ماں کا اثر کچھ اس طرح ہوتا کہ تم ان کے رنگ میں رنگ جاتیں تو آج جس طرح میرے بچے تم سے زیادہ دوسروں سے اٹیچ ہیں یہ نہ ہوتا۔"

"بس رہنے دیں آپ، آپ نے تو سارا وقت بزنس کی وجہ سے باہر گزارا ہے میں نے بچوں کی اکیلے پرورش کی ہے، میں جب سو جاتی تھی یا کہیں

جاتی تھی تو ہمارے بچوں کو پیار کی میٹھی لوریاں دے کر اپنا لیا گیا ہے اور کچھ نہیں۔" وہ غرّا کر بولیں۔

"خیر چھوڑو تم یہ قصہ بہت پرانا ہو گیا، اب نیا ایشو تو یہ ہے کہ تم خود کو اکو میاں سے دور رکھو، سنا ہے کہ وہ کہیں اپنی بیٹی کی شادی کر رہا ہے جبکہ اماں کہہ رہی تھیں کہ وہ اس کی بیٹی ہی نہیں ہے تو پھر یہ کیوں چوہدری بنا پھر رہا ہے، میں فاطمہ آپا سے بات کروں گا۔" وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"ہرگز نہیں، آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے فاطمہ سے بات کرنے کی، پھر اس کو کوئی خوش فہمی ہو جائے گی۔" وہ بہت غصیلے لہجے میں بولیں۔

"ویسے سعدیہ! اس میں حرج کوئی نہیں ہے کہ خوش فہمی کو ہم کوئی نام دے لیں۔"

”کیا کہا منہ دھو رکھیں، میں موت کو گلے لگا لوں گی مگر اکو میاں کی بیٹی کو میں اپنے گھر میں کیا اپنی ڈیوڑھی میں جگہ نہیں دے سکتی، ذلت اور رسوائی کے سوا کیا ملے گا، شکل کو لے کر چاٹنا ہے کیا۔“

”یہی تو بد نصیبی ہے۔“ منظور نے بیوی کو چھیڑا تھا۔

”بس منظور بس، اپنی آپ لمٹ میں رہیں لیکن ہمارے بچوں کے سامنے ذکر مت کر دیجئے گا۔“ وہ غصے سے بول رہی تھیں۔

”ویسے سعدیہ! میرا تو بڑا دل دُکھتا ہے کہ کوئی کسی کو چاہے اور وہ نہ ملے، دل دکھی دکھی سا رہتا ہے، تمام عمر دل میں پچھتاوا رہتا ہے کہ جسے چاہا وہ نہ ملا۔“ منظور مصطفی کے ہونٹوں پر بڑی زخمی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

”ہاں بڑا گہرا زخم ہے آپ کے دل میں آئی نو... کہ تم صبا کو نہیں بھول سکے اسی لئے ہمارے اور تمہارے درمیان محبت کا وہ رشتہ جو بچوں کی پرورش میں درکار ہوتا ہے، قائم نہیں ہوسکا۔“ منظور مصطفی کو بہت زور سے ہنسی آئی تھی وہ سر پر اپنی ہتھیلی مار کر بولے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بس رہنے دو سعدیہ تم، تمہیں پارٹیز اور اپنے گھر سے فرصت ہی نہیں ملی۔“

”بس تم لوگوں کو یہی دکھ رہا، ایشو بنا کر میرے بچوں کے ذہن بدل دیئے، ٹھیک ہی آپا کہتی تھیں کہ سعدی تم بچوں کو رات میں ان کے پاس اکیلا مت چھوڑو پھر یہ تمہارے اپنے نہیں رہیں گے اور تنہائی میں یہ ان کے کان بھریں گے۔“

”خدا کا خوف کرو سعدیہ! ہمارے گھر کا ماحول ایسا نہیں اور نہ ہی ہمارے بچے اتنے برے ہیں، ہاں میں پھر بتا رہا ہوں کہ تم عبیر پر تھوڑا دھیان دو، مجھے اتنی آزادی اچھی نہیں لگتی۔“ منظور یہ کہہ کر مڑے۔

”تمہارے ہاں کیا اچھا لگتا ہے تمہارے خاندان کی ہر لڑکی نے پھانس کر شادی کی۔“ تو منظور کو بہت زور کی ہنسی آئی۔

”جانے تم کس دنیا میں رہتی ہو، شروع سے ہمارا جوائنٹ فیملی سسٹم چلا آ رہا ہے اور اگر آپس میں شادیاں ہو جائیں تو ہم لوگ اسے بہت اچھا سمجھتے ہیں،

یو نو حریم کی مثال تمہارے سامنے ہے' تم یہ جانتی ہو عباد کوئی معمولی چیز نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لئے لڑکیوں کی کمی تھی مگر یہ کہ عذرا بھابی ہمارے اپنے خاندان سے ہیں اس لئے ان کی سوچ' ان کا مزاج' ان کی محبت جوائنٹ فیملی سسٹم میں نمایاں رہی اور تم نے دیکھا کہ ہمارے بچے ہوں یا فائزہ یا عمیرہ کے ' بڑی بھابی جان کوئی فرق نہیں کرتیں' مسعود کی بیوی ہماری کزن ہے تم دیکھ لو کوئی تکبر کوئی غرور ہے اس کے اندر' ذرا سی بات ہو تو اٹھا کر بچوں کو بھیج دیتی ہے غیر کبھی ایسا نہیں کرتے۔“

”ہاں غیر تو میں ہوں ناں۔“

”اس میں کیا شک ہے“۔منظور منہ موڑ کر ہنسے۔

”چیپ' چھچھورے لوگ آپس میں شادیاں کرتے رہتے ہیں' ڈاکٹرز کہتے ہیں جینز بہت کمزور ہو جاتے ہیں' نہیں کرنی چاہئیں۔“ وہ نفرت سے بولیں۔

”میرا خیال ہے تمہارے ڈاکٹرز کے ذہن بہت کمزور ہیں اور وہ مذہب سے بھی کافی دور لگتے ہیں ورنہ ہمارے دین میں ایسا کچھ نہیں ہے۔“

”کزن کا آپس میں بہن بھائی کا رشتہ ہوتا ہے۔“

”جی نہیں' کزنز سے پردے کا حکم ہے' سورہ نساء کو غور سے پڑھو نامحرم سے پردہ ہوتا ہے' بھائی بہن کا نہیں۔“ منظور انہیں چھیڑ کر اپنے روم میں چلے گئے تھے' وہ بہت غصے سے بپھری ہوئیں ٹیرس پر آئی تھیں اس وقت رات کے نو بج رہے تھے عبیر کو اس وقت بھی کوئی چھوڑنے آیا تھا' وہ بڑے دبے قدموں چلتی ہوئی زینے سے چڑھتی ہوئی کچن میں داخل ہوئی تھی' سعدیہ بڑی تیزی سے پلٹ کر کچن کا دروازہ تھامے کھڑی تھیں' وہ راستہ دیتے ہوئے جلدی سے بولیں۔

”تم پھر آج لیٹ ہو گئیں' تمہارے بابا بہت پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔“

”مما! آپ تو جانتی ہیں ایسی گیدرنگ میں دیر ہو جاتی ہے۔“

”ایسا کرو تمہارے بابا غصے میں ہیں تم نیچے اتر کر دادو کے کمرے میں چلی جاؤ' اب اگر انہوں نے پوچھا تو میں بتا دوں گی کہ وہ تو شاید نیچے دادو کے پاس ہے' لیکن عبیر! یہ جو تمہیں ڈراپ کرنے آیا تھا یہ کون ہے جس نے

اتنی تیزی سے تمہارے لئے ڈور کھولا اور جس بے تکلفی سے اس نے تم سے بات کی ہے، عبیر اتنے قریب آنا اچھا نہیں ہوتا۔“ انھوں نے بیٹی کو بہت غور سے دیکھا۔

”مما! آپ بھی شک و شبہات میں پڑی رہتی ہیں۔“

”بیٹا! یہ شک نہیں ہے میں نے خود تمہیں دیکھا ہے اگر تمہارے بابا دیکھ لیں گے تو وہ ناراض ہوں گے۔“

”سو واٹ اگر بابا دیکھ لیں گے، اچھا ہے اگر دیکھ لیں، مما مجھے سامیر پسند ہے۔“

”عبیر! ابھی ہم ایک کہانی سے نکلے نہیں کہ تم دوسری کہانی چھیڑنے جا رہی ہو ڈونٹ بی سلی۔“ وہ بہت تیزی سے ان کے ہاتھ جھٹک کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی، سعدیہ بھی اس کے پیچھے پیچھے اس کے روم تک آئی تھیں، دروازہ بند کر کے اور ٹیک لگا کر وہ کھڑی ہو گئی تھیں۔

”عبیر! تمہارا باپ ٹھیک ہی کہتا تھا کہ تمہارا اس طرح دیر سے آنا ٹھیک نہیں۔“

”مما! کیا ٹھیک ہے اور کیا نہیں آپ انٹرفیئر نہ کریں اور بابا سے بھی کہہ دیں یہ میری لائف ہے۔“

”عبیر! ایسا مت سوچو، تم نہیں جانتیں یہ لوگ بہت بیک ورڈ ہیں کبھی اس طرح سامیر کو قبول نہیں کریں گے اور تمہارے بھائی...“

”وہ کس منہ سے مجھ سے بات کریں گے وہ اپنے گریبان میں تو جھانک لیں پہلے، ایک ہر وقت رامین کے چکر میں رہتے ہیں اور دوسرے کو آپ ہی کہتی ہیں کہ وہ شیزرے کے خیالوں میں گھومتے ہیں۔“

”بکواس مت کرو عبیر! یہ لوگ ایسا اسکینڈل بنائیں گے تمہارا کہ تم یاد رکھو گی، اگر کچھ ہے تو مجھ سے شیئر کرو میں تمہیں پورا سپورٹ دوں گی، انڈراسٹینڈ اور گھر آنے میں دیر مت کیا کرو۔“

”مما! میں سامیر کو پسند کرتی ہوں۔“ اس نے اپنا سر جھکا لیا اور پھر بولی۔

”مما! وہ سحرش کا بھائی ہے اور بزنس مین ہے۔“ وہ بہت غور سے ماں کا چہرہ دیکھنے لگی۔

”ٹھیک ہے میں دیکھوں گی، مگر جلد بازی سے کوئی کام مت کرنا میں تمہاری ماں ہوں دشمن نہیں، ماں، ماں ہوتی ہے بچوں کے سارے عیب چھپا لیتی ہے مگر یاد رکھنا یہ دادو، پھپھو کسی کی نہیں ہوتیں۔“ اس نے ماں کی بات بہت غور سے سنی تھی۔

”آئندہ اس طرح تم یوں اس کے ساتھ نہیں آئو گی جس دن بابا کی نظر پڑ گئی ناں تو وہ تمہیں یونیورسٹی نہیں جانے دیں گے سمجھیں تم۔“ انہوں نے بیٹی کو غور سے دیکھا مگر دل اندر سے دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔

”مما! آپ میرا ساتھ دیں گی ناں، پلیز مما! وہ کئی بار کہہ چکا ہے کہ تم اپنے پیرنٹس سے بات کرو، مما وہ بہت کیئرنگ اور لونگ ہے۔“ سعدیہ نے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔

”شیزرے کی کہانی ابھی اختتام کو نہیں پہنچی کہ یہ عبیر کیا کیا کر رہی ہے، یہ بیچ میں سامیر کہاں سے آ گیا، میں تو سوچتی تھی کہ شایان کے ساتھ عبیر فٹ رہے گی، مگر یہ کیا...“ ان کا ذہن اس وقت دور کہیں سوچوں میں گم تھا۔

”کیا ہوا مما!“ تو سعدیہ چونک کر بولیں۔

”تم کھانے پر آ جائو۔“ یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئیں۔

......☆......

”کیا ہوا...؟“ عباد گھر واپس آ گیا تھا۔

”کیا ہوا تم واپس آ گئے۔“ عذرا ممانی سامنے سے آتے ہوئے بولی تھیں۔

”ممی! شاید فہد کو میسج مل گیا ہے وہ کہہ رہا تھا کہ میں خود آ رہا ہوں۔“

”عباد! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے شیزرے ایک غریب بچی ہے اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہو جائے‘ تمہارے پاپا اس بات سے لاعلم ہیں فہد گھر پر نہیں ہے‘ اکو میاں اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔“

”لیکن ممی! ہم لوگ کیا کر سکتے ہیں جو کر سکتے تھے وہ ہم سب نے کیا‘ لیکن وہ ظاہر ہے عجیب و غریب قسم کا انسان ہے‘ پچھلے دنوں احمد بتا رہا تھا کہ اس نے بھی کچھ پیسے اکو چچا کو دیئے تب وہ بڑی مشکل سے مانا تھا اس کا روز کا یہی دھندا ہے ممی! آپ کہیں تو میں کچھ دے دلا کر اس کو راضی کر لوں؟“ اس نے ماں کی جانب دیکھا۔

”نہیں بیٹا! اس بار اس نے بہت گہری چال چلی ہے اور اس میں تمہاری چچی شامل ہے۔“ تو وہ بولا۔

”اس میں چچی کا کیا انٹرسٹ ہے؟“ وہ ٹھہر کر بولیں۔

”بس انہیں پورا پورا شک ہے۔“ وہ کہتے کہتے رک گئیں۔

”کیا ممی؟“

”یہی کہ فہد اسے پسند کرتا ہے۔“

”تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔“

”بس یہ بات سعدیہ کی سمجھ میں نہیں آ رہی‘ کیسے سمجھاؤں بات کروں تو وہ سمجھتی ہے کہ ہم لوگ اس کے دشمن ہیں‘ احمد بھی بہت صبر و تحمل والا ہے‘ بس ایک فہد ہے جس سے اکو میاں ڈرتا ہے۔“

”تو ٹھیک ہے فہد کو اطلاع ہو گئی ہے‘ آپ پریشان نہ ہوں وہ پہنچنے والا ہے۔“

”عباد! ایک بات پوچھوں آپ سے؟“

”جی‘ جی ممی! پوچھیئے۔“ وہ ہنس کر ان کے ہاتھ تھام کر کھڑا ہو گیا۔

”تم پہلے جیسے ہنستے بولتے نہیں ہو حریم سے‘ میں نے خود دیکھا ہے کہ تم بہت خاموشی سے گزر جاتے ہو۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

”نہیں ممی! اسے خود اچھا نہیں لگتا کہ میں سب کے سامنے اس سے بات کروں، ان دنوں وہ ویسے بھی ٹینس ہے آپ تو جانتی ہیں کہ شیزرے کے بغیر حریم کا ایک پل نہیں گزرتا۔“

”یہی تو مجھے دکھ ہے عباد! وہ بہت پیاری بچی ہے اور افسوس تو اس بات کا ہے کہ وہ اکو میاں کی بیٹی بھی نہیں ہے۔“ عباد یہ سن کر بہت زور سے چونکا تھا۔

”اچھا... جبھی تو کہیں سے نہیں لگتا کہ شیزرے اکو چچا کی بیٹی ہے، ممی! خود فاطمہ خالہ بڑی ڈیسنٹ اور پڑھی لکھی نظر آتی ہیں۔“

”ہاں... بہت افسوس ہو رہا ہے عباد! اس بات کا کہ اکو میاں عزیز اللہ خان سے پیسے لے کر اسے بیچ رہا ہے، سوچتی ہوں تمہارے پاپا کو بتا دوں وہ اس سے بات کریں۔“

”ممی! یہ تو کوئی حل نہیں ہے اکو چچا ہر بار کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہتے ہیں اس بار فہد آ جائے ناں تو اکو چچا کو اٹھوا کر ڈلوا ہی دیں، صرف لوگ پاپا اور

چچا کی وجہ سے کچھ نہیں بولتے ورنہ محلے والے سب تنگ ہیں، ایک دن یہ ٹھیلا نہیں لگا سکتے اگر پاپا اور چچا اپنی سپورٹ ہٹا لیں، دیکھیں ممی! فہد آتا ہے تو کچھ کرتے ہیں ان کا۔“ تبھی سیل پر بیپ ہوئی تو اس نے سیل کی جانب دیکھا، احمد کی کال تھی۔

”کیا ہوا عباد بھائی! آپ تو فہد کی طرف جا رہے تھے سنا ہے کہ آپ واپس لوٹ آئے۔“

”ہاں فہد شاید خود پہنچ رہا ہے آج یا کل میں۔“ عباد سے جو بات فہد کی ہوئی تھی وہ احمد کے گوش گزار کر دی۔

”شاید مجھے کچھ دیر ہو جائے، میں بڑی پھپھو کی طرف آیا تھا تو ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں ان کو لے کر اسپتال جا رہا ہوں۔“

”کیا ہوا احمد! پھپھو ٹھیک تو ہیں۔“

”نہیں وہ ٹھیک نہیں ہیں، اس وقت ان کو شدید بخار اور کھانسی ہے میں رامین کو چھوڑنے آیا اور اندر گیا تو دیکھا کہ پھپھو بیمار ہیں۔“

"اب انہیں کون اسپتال لے کر جائے اس لئے میں رک گیا ہوں، دادو کو مت بتایئے گا ورنہ وہ پریشان ہو جائیں گی اور ہاں عباد بھائی کسی کو بھی نہ بتایئے گا کہ میں کہاں ہوں، ہو سکتا ہے میں لیٹ ہو جاؤں۔"

"احمد! اگر میری ضرورت ہے تو میں آ جاؤں؟"

"ارے نہیں عباد بھائی! میں تو انہیں لے کر نکل بھی چکا ہوں، ٹریفک میں گاڑی پھنسی ہوئی ہے، اب میں فون بند کرتا ہوں۔"

"کیا کہہ رہا تھا احمد؟" بڑی ممی جلدی سے پوچھنے لگیں۔

"ممی! بڑی پھپھو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، احمد انہی کے پاس ہے آپ تو جانتی ہیں کہ وہاں گھر میں کوئی مرد نہیں ہے، احمد کہہ رہا تھا کہ اتنی طبیعت بھی خراب نہیں، بخار کھانسی وغیرہ ہے۔"

"تم چاہو تو پھپھو کی طرف چلے جاؤ اور حریم کو لے جاؤ، وہ کافی دن سے گھر سے نہیں نکلی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نہیں ممی! میرا جانے کا موڈ نہیں ہے۔"

"کیوں عباد کیوں، تم حریم کے ساتھ پھپھو کو ضرور دیکھنے جاؤ، میں ابھی اسے بلاتی ہوں۔" وہ پلٹ کر حریم کے کمرے میں گئیں۔

"حریم! پتا ہے عمیرہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، عباد دیکھنے جا رہا ہے انہیں، تم بھی اس کے ساتھ چلی جاؤ، میں تمہارے بڑے پاپا کے پاس ہوں۔" تو حریم ناچاہتے ہوئے بھی چپ چاپ اٹھ کر چلی آئی۔عباد باہر گاڑی میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"آپ کو کیا پتہ بڑی ممانی! ہمارے اور عباد کے درمیان کتنا فاصلہ آ گیا ہے، ہر روز محبت کا روپ بھرنا کتنا مشکل لگتا ہے، صبح ناشتے کی میز پر عباد کے ساتھ بیٹھنا رات ڈنر پر بھی وہ کیسا ہنس ہنس کر میری پلیٹ میں کھانا ڈال رہا تھا گویا برسوں کی شناسائی ہو، وہ کیا میرے بھی ہونٹوں پر ایک الوہی مسکراہٹ پھیل رہی تھی، تبھی دادو نے دیکھ کر ڈھیروں دعائیں دی تھیں، دعائیں ہمارے ہاتھ باندھ لیتی ہیں، پر آپ کو کب خبر ہو گی کہ حریم اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے کتنے فاصلے پر ہے‘ وہ اب چاہے بھی تو میرے قریب نہیں آ سکتا۔“ وہ سوچتی ہوئی لان سے گزر کر باہر عباد کی گاڑی میں بیٹھ چکی تھی‘ اس نے بہت ہنس کر ایک نظر اس کی جانب دیکھا جو غصے سے منہ پھیرے بیٹھی تھی۔

”مجھے اتنا شوق نہیں ہے کہ میں تمہیں لے کر چلوں جو تم اتنے بُرے بُرے منہ بنا رہی ہو اور کتنا بکواس رنگ تم نے پہنا ہوا ہے‘ مجھے اس کلر سے الرجی ہے۔“ وہ اس کے لیمن کلر کے ڈریس کو دیکھتا ہوا بولا تھا۔

”جو مجھے سوٹ کرتا ہے میں وہ پہنتی ہوں‘ تمہیں اس سے کیا۔“ وہ ہنوز چہرہ پھیرے ہوئے بولی تھی۔

”فرق پڑتا تو ہے‘ ممی پوچھ رہی تھیں کہ میں تمہارے آگے پیچھے کیوں نہیں گھومتا۔“

”تو کہہ دیا ہوتا ناں کہ میں گھوم چکا ہوں جہاں گھومنا تھا۔“ وہ جھنجھلا کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یہی تو بات ہے کہ میں گھوما بھی نہیں ہوں حری! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں‘ تم سن لو میری بات۔“ اس نے اسپیڈ آگے بڑھائی۔

”مجھے تمہاری رومانس بھری کہانی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی مجھے اتنی فرصت ہے کہ میں بیٹھ کر سنوں۔“ وہ نظریں جھکائے ہوئے بولی۔

”حریم! صرف ایک لمحے کی کہانی ہے۔“ اس نے اپنا رخ اس کی طرف موڑ لیا تھا۔

”لیکن مجھے یوں لگتا ہے یہ ایک پل صدیوں پر محیط ہے۔“

”بس عباد! اب اس چیپٹر کو کلوز بھی کردو۔“

”نو نیور...“ اس نے آہستہ سے اس کی کلائی تھام لی تھی‘ اس نے نظر اٹھا کر عباد کی جانب دیکھا جو بالکل بیگانوں کی طرح سامنے دیکھ رہا تھا‘ سامنے سے آتی ہوئی گاڑی کے سامنے اس نے زوردار بریک لگائے تھے۔

”عباد! چھوڑو میرا ہاتھ‘ سامنے دیکھ کر ڈرائیو کرو۔“ وہ جھنجھلا کر بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جب تم سامنے ہوتی ہو نجانے مجھے کیا ہو جاتا ہے' فاصلے قربتوں میں بدلنے لگتے ہیں۔" اس نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا تو وہ غصے سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"ویسے مائی سوئیٹ کزن! میں آج تک یہ نہ سمجھ سکا کہ تمہیں غصہ کس بات پر آتاہے اور کیوں آتا ہے' ہم اپنے اپنے محاذ پر ڈٹے ہوئے ہیں پھر بھی تم مجھ سے ناراض رہتی ہو آخر کیوں؟" اس نے کان کے پاس سرگوشی کی۔

"تم ہنستے ہوئے مجھے زہر لگتے ہو اس لئے اور مذاق میں ہر بات کو مت اڑاؤ' اب یہ اتنا سہل نہیں ہے جو تم چاہتے ہو۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"لیکن اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔" وہ بڑی معصومیت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"لیکن میں تمہاری الٹی سیدھی حرکتوں سے مرعوب ہونے والی نہیں ہوں یہ میں آپ کو بتا دوں اچھی طرح۔"

"وہ تو میں جانتا ہوں بہت اچھی طرح مگر حری! پل دو پل یا جو بھی پل ہیں تمہارے ساتھ گزار رہا ہوں ان کی بہت اہمیت ہے' پھر گیا وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔" وہ اس کے چہرے پر ایک نظر ڈال کر ہنسا تھا۔

"وہ تو میں جانتی ہوں جب تک بڑے ماموں ہیں تب تک آپ ہمارے ساتھ ہیں اور شاید میرا بھی ساتھ..." اس نے ایک نظر عباد کے چہرے پر ڈالی' چہرے کا ایک سیکنڈ میں اتنا گہرا سیاہ رنگ ہوا تھا جیسے ٹوٹ کر گھٹا برسی ہو' عباد نے بہت جھٹکے سے بریک لگایا تو آسمان سے ٹوٹ کر ایک بجلی دل میں آن گری۔

"عباد...!" اس نے گھبرا کر اس کا بازو تھام لیا' وہ سمجھی کہ گاڑی' گاڑی سے ٹکرا گئی۔

"سوری..." اس نے آہستہ سے اپنی آنکھ کا آنسو پونچھا اور نارمل اسپیڈ میں گاڑی چلانے لگا' وہ گھبرا کر اس کی جانب دیکھنے لگی لیکن وہ اس کی طرف سے رخ پھیر گیا' تمام راستے وہ خاموش رہا تھا' پھپھو کے گھر جب وہ پہنچ

WWW.PAKSOCIETY.COM

گئے تب بھی وہ بہت خاموش خاموش سا تھا' وہ گھبرائی گھبرائی سی شرمندہ سی اس کے ساتھ چل رہی تھی۔

"یہ میں نے کیا کیا؟ ایک ایک پل میری زندگی کا ان کے احسان تلے دبا ہے پھر یہ میں نے کیا کیا' جن کے لئے میں نے اپنی زندگی تج دی اور پھر بھی مجھ سے غلطی ہوئی۔" اس کی آنکھ سے دو آنسو ٹوٹ کر گرے لیکن وہ بے خبر گاڑی سے اتر کر گھنٹی پر ہاتھ رکھ چکا تھا۔

"عباد! سوری' آئی ایم رئیلی سوری عباد۔" وہ اپنا بازو' عباد کے بازو میں ڈال کر بولی' اس کی گہری اور خاموش نظر حریم کے دل کیا اس کے احساسات کو جھنجوڑ چکی تھی' تبھی بشریٰ دروازہ کھولے کھڑی تھی۔

"عباد بھائی' حری آپا' آئیں آئیں باہر کیوں کھڑے ہیں۔" بشریٰ کھلکھلاتی ہوئی دروازے سے ہٹ گئی تو وہ اندر داخل ہو گئے' احمد کچھ ہی دیر پہلے پھپھو کو ڈاکٹر کے پاس سے لے آیا تھا اوررامین اس کے ساتھ ساتھ تھی۔

"کیسی ہیں پھپھو آپ؟" عباد جلدی سے ان کے بیڈ پر ہی بیٹھ گیا تھا۔

"ارے بیٹا! تم کرسی پر بیٹھ جائو۔"

"میں ٹھیک ہوں پھپھو۔" اس نے اپنا ہاتھ پھپھو کے پیر پر رکھ دیا۔

"خوش رہو بیٹا!" وہ بہت دیر تک دعائیں دیتی رہیں۔

"اچھا پھپھو! اتنی ساری دعائیں عبادبھائی کے لئے اور میرے لئے..." احمد انہیں اپنے ہاتھوں سے دوا کھلا رہا تھا۔

"نہیں بیٹا! میں تو ہر وقت ہر ایک کے لئے دعا کرتی ہوں۔"

"ارے پھپھو کس کی ہیں احمد مصطفیٰ کی' میں تو مذاق کر رہا تھا' بس آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں' بڑے پاپا کی سالگرہ آ رہی ہے پھپھو' وہ ہم بہت دھوم دھام سے منائیں گے آپ بھی کیا یاد کریں گی کہ کوئی احمد مصطفیٰ ہے۔" جواب میں عمیرہ مسکرا پڑی تھیں۔

"خالہ! آپ کیسی ہیں؟" حریم ان کے پاس ہی بیٹھ چکی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں، بس یہ احمد گھبرا گیا، معمولی نزلہ کھانسی ہے تم آرام سے بیٹھو۔" تبھی رائمہ اندر آئی تھی۔

"عباد بھائی! آئیں آپ لوگ میں نے چائے تیار کر دی ہے۔"

"ہمارے لئے تو تم نے کبھی اتنا اہتمام نہیں کیا۔" احمد جلدی سے بولا۔

"آپ تو روز کے آنے والوں میں ہیں، عباد بھائی تو شادی کے بعد پہلی بار آئے ہیں اور حریم آپا بھی۔" تو رامین نے گھبرا کر رائمہ کی طرف دیکھا، لیکن احمد تو رامین کو گھبراتے ہوئے ہنس ہنس کر دیکھ رہا تھا، عباد کے ہونٹوں پر بھی ایک دبی دبی مسکراہٹ آئی تھی۔

"اچھا اچھا چلیں، ہم آ رہے ہیں۔" حریم جلدی سے موضوع بدل کر بولی تو رامین نے امی پر نظر ڈالی جو نجانے کن خیالوں میں گم تھیں، سب کمرے سے نکل کر لائونج میں جا چکے تھے مگر رامین امی کے پاس ہی بیٹھی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہیں امی! کیوں اداس ہو رہی ہیں، بس معمولی بخار ہے اتر جائے گا، ڈاکٹر تو یونہی ڈرا دیتے ہیں۔"

"میں موت سے تو نہیں ڈرتی وہ تو آنی ہے ایک دن، اور اپنے وقت پر ہی آئے گی، جس کا علم نہیں مجھے، بس یونہی کچھ خیال آ گیا۔"

"کیا خیال آ گیا امی! بولیں ناں۔"

"احمد تمہیں پسند کرتا ہے اور تم بھی اسے... یہ بات میں جانتی ہوں مگر رامین ضروری تو نہیں کہ وہ ہر چیز ہمیں مل جائے جسے ہم پسند کرتے ہیں۔"

"امی! آپ پتہ نہیں کن سوچوں میں پڑ گئی ہیں، چھوڑیں آپ، اٹھ کر بیٹھئے آپ، میں آپ کے لئے چائے لاتی ہوں ساتھ میں اپنی بھی۔" وہ پلٹ کر کمرے سے چلی گئی۔

"دیکھو رامین! تمہاری بہنوں نے کتنی چیزیں منگوا لیں، کبھی ہماری بھی اس طرح سے خاطریں کروائو تم۔"

"آپ اسی طرح سے شادی کر کے کسی کو لے کر آئیں ناں جیسے عباد بھائی آئے ہیں تو ہم بھی آپ کو اس سے اچھا استقبال دیں گے۔" ربیعہ بولی تو

حریم کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ دیکھ کر احمد رخ پھیر گیا اور رامین بڑی جھینپی جھینپی سی کپ میں چائے ڈال رہی تھی اور کپ میں چمچ چلاتے ہوئے احمد کی نظر رامین کے ہاتھوں پر جم سی گئی۔

”او میرے بھائی! کیا ڈھونڈ رہا ہے کپ میں۔“ احمد کی ایک نظر کی چوری اس وقت بھی پکڑی گئی تھی۔

”او میرے بھائی! بھری برسات میں اولے مت برسا دینا‘ ابھی ذرا فہد کو تو نمٹنے دے‘ ہاں یہ ہے کہ تم قطار میں لگے رہو کبھی نہ کبھی باری آ ہی جائے گی“ ۔عباد ہنسا تو احمد پلٹ کر بولا۔

”ہاں خاصا تجربہ ہے ناں عباد بھائی!“ وہ ہنس کر بولا۔تو عباد کی ا یک بھٹکتی ہوئی نظر حریم کے چہرے پر پڑی۔

”احمد بھائی! آپ کچھ زیادہ نہیں بولتے۔“ حریم چائے کا سپ لیتے ہوئے بولی۔

”رامین! میں کیا کچھ زیادہ بول گیا۔“

”مجھے نہیں پتہ احمد! تم لوگ کس ٹاپک پر بات کر رہے ہو‘ یہ بے سر و پیر کی باتیں‘ میں جا رہی ہوں۔“ وہ کپ لے کر وہاں سے پلٹی۔

رات کافی بیت چکی تھی عباد اور حریم کو پھپھو نے کھانے پر روک لیا تھا‘ جب وہ گھر سے نکلے تو رات بارہ تو بج چکے تھے‘ ہلکی ہلکی بارش کی پھوار شیشے پر گر رہی تھی اور عباد دروازہ کھولے حریم کے لئے کھڑا تھا‘ ہلکی ہلکی بارش کے قطرے‘ سفید ریشم کی طرح عباد کے بالوں میں مدھم اسٹریٹ لائٹ میں چمک رہے تھے‘ وہ دروازہ تھامے حریم کے لئے کھڑا تھا۔

”تھینک یو۔“ اس وقت عباد بلیو شرٹ اور جینز میں بہت ہینڈسم دکھائی دے رہا تھا‘ اس نے جلدی سے نظریں جھکا لیں کہ کہیں اس کی نظرعباد کو نہ لگ جائے‘ اس نے جلدی سے نانو کی بتائی ہوئی نظر کی دعا پڑھ کر حصار کیا تو عباد چونک کر بولا۔

”کیا ہوا؟“

”کچھ نہیں۔“ وہ گھبرا گئی۔

”تو پھر کیا سوچ رہی تھیں، کیا میرے ساتھ بیٹھ کر کہیں جانا بھی پسند نہیں۔“

”آئی ایم سوری عباد! میں نے تمہیں ہرٹ کیا، میرا مطلب وہ نہیں تھا جو تم نے لیا ہے۔“ وہ نظریں جھکا کر بولی تو وہ اس کی طرف پلٹ کر دیکھ کر بولا۔

”لیکن اس حقیقت سے آنکھیں پھیر لینے سے تھوڑی مسئلہ حل ہو جائے گا، اچھا کیا تم نے مجھے یہ احساس دلا دیا، تھینک یو۔“ وہ سامنے نظریں جمائے ہوئے بولا۔

”کس بات کا؟“

”یہاں تک ساتھ دینے کا، میری غلطیوں کو چھپا لینے کا اور بہت ساری چیزیں ہیں اور اس خوشی کا جو تم نے اپنے نفس کو مار کر ہم سب کو دی ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”عباد! یہ دکھ تمہارا تو نہیں تھا جو میں نے بانٹ لیا، میں نے جب اس دکھ کو سمیٹا تو بہت سارے چہرے ہمارے سامنے تھے۔“ وہ بہت شرمندہ سی برابر بیٹھی بول رہی تھی۔

”نہیں حریم! مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں یہ میری قسمت کا ایک حصہ ہے جو گزار رہا ہوں۔“ اس نے گاڑی کے وائپر چلائے۔

”اور وہ جو تم گزار چکے ہو وہ کیا تھا عباد! وہ کس کی تقدیر کا حصہ ہے عباد تم ہماری تقدیر کا حصہ جی چکے ہو اور اب میں اس حصے کی سزا کاٹ رہی ہوں مجھے کوئی الزام مت دینا، میں نے تو صرف اور صرف تمہارے ساتھ یہ محبتوں کا کھیل صرف اس لئے کھیلا ہے تاکہ سب خوش رہیں۔“

”میں نے کوئی کھیل نہیں کھیلا کسی کے ساتھ وہ کل ایک حقیقت تھی جسے میں فیس نہ کر سکا ورنہ شاید عباد مصطفی نہ تو اتنا بزدل ہے اور نہ ہی اتنا بے ایمان ورنہ تم یوں نہ میرے ساتھ بیٹھی ہوتیں۔“ حریم کو یوں لگا کہ جیسے

WWW.PAKSOCIETY.COM

عباد نے اٹھا کر اسے زمین پر پھینک دیا ہو' مارے شرم کے وہ چُور چُور ہو گئی۔

"سو واٹ... جس طرح سے تم نے ایک کھیل کھیلا ہے اس میں میں بھی شریک ہو گئی' عباد مصطفی جب چاہو تم لوٹ جائو میں کبھی تمہیں آواز نہیں دوں گی' یہ میرا تم سے نہیں خود سے وعدہ ہے۔" دھڑ سے دروازہ کھول کر وہ اندر چلی گئی۔

......☆......

"دادو! کیسی ہیں آپ؟" وہ ان کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گیا تو دادو بولیں۔

"اب کیسی ہے عمیرہ! اس کی طبیعت کیسی ہے؟ کیا ہوا تھا؟ رات تم لوگ گئے تھے ناں۔"

"آپ آرام سے لیٹی رہیئے دادو! پھپھو ٹھیک ہیں معمولی سا نزلہ' کھانسی تھا۔ احمد انہیں دوا دلا کر لے آیا تھا' کیا ہوا دادو کیوں آپ چپ ہو گئیں۔" وہ گھبرا کر ان کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

"کچھ نہیں بیٹا! میں یہ سوچنے لگی کہ اپنے اپنے ہوتے ہیں اور غیر' غیر ہوتے ہیں' اس میں کیا برائی ہے کہ اگر ہم احمد کے لئے رامین کو مانگ لیں۔" وہ بہت آہستہ سے بولیں۔

"دادو !اس میں برائی تو کوئی نہیں ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں۔" عباد بولا۔

"لیکن بیٹا! منظور اور سعدیہ بات نہیں سمجھتے' تمہاری بات اور تھی' فہد اور احمد کے ساتھ کے بچوں کی شادیاں ہو چکی ہیں' اب تو فائزہ بھی زوہیر کے لئے دیکھ رہی ہے' مگر اللہ جانے سعدیہ اور منظور کو کوئی ہوش ہی نہیں ہے' ابھی تھوڑی دیر پہلے تمہاری چچی جان فرما کرگئی ہیں کہ وہ بہت جلدی وردہ اور فہد کی منگنی کرنے والی ہیں تو میں کچھ نہیں بولی ' وہ ماں ہے جو چاہے

سوچ اور کرے، مگر پھر بھی بچوں کو سمجھنا ضروری ہے اب یہ زمانہ اپنی مرضی کا نہیں ہے بچوں کی رائے لینا ضروری ہے۔"

"جی دادو جی۔" عباد کھڑا ہو کر بولا۔

"دادو! ہماری رائے تو ہم سے کسی نے نہیں لی کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔" وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"لو تمہاری کیا رائے لینی تھی، یہاں تم تو بچپن سے ایک دوسرے کو جانتے اور پسند کرتے تھے، اگر ایسا کچھ ہوتا تو تم لوگ خود بول دیتے مگر تمہاری ماں کا تو یہی خیال تھا کہ عباد میرا بیٹا ہے میں جو چاہے کروں۔" وہ بہت محبت سے بولیں۔

"لیکن دادو! آپ کیوں نہیں سمجھتیں، پسند کرنا یہ الگ ہے اور اتنے وقفے کے بعد تو لازمی تھا کہ آپ کو مجھ سے پوچھنا چاہئے تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں یا وہ کیا چاہتی ہے۔"

"ہیں... تمہیں کیا ہوا ہے،کیوں الجھ رہے ہو عباد! کیا حریم سے جھگڑا ہوا ہے تمہارا۔"

"حریم، حریم نہیں ہے اب وہ حریم جو پہلے تھی، جسے میں چھوڑ کر گیا تھا اس کو بھی زندہ رہنے کا حق ہے، وہ بھی اپنی پسند اور ناپسند بتا سکتی ہے اس کو یہ حق دینا چاہئے تھا آپ لوگوں کو، آپ لوگوں نے مجبور کر کے ہمارے ساتھ باندھ دیا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا، کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

"کچھ نہیں دادو، کچھ نہیں کہنا چاہتا، جب میں کہنا چاہتا تھا تو آپ لوگ سننا نہیں چاہتے تھے اور اب میں کچھ نہیں سنانا چاہتا۔اس نے ہم پر ایک اور احسان کیا ہے، پاپا کی خوشی کے لئے وہ..." وہ چونک پڑیں۔

"کیا... کون سی پاپا کی خوشی کے لئے۔"

"کچھ نہیں دادو! نجانے کیا میں غصے میں کہہ گیا۔"

حریم بہت تیزی سے دادو کے کمرے میں داخل ہوئی' وہ عباد سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔

"دادو! آج عباد مجھ سے ناراض ہیں آپ ان کی کوئی بات مت سنیں۔" وہ بہت گھبرائی ہوئی بولی۔

"کیا ہو گیا ہے عباد تمہیں۔" وہ کلائی سے ہاتھ تھام کر کھلکھلا کر ہنسی۔

"دیکھ نہیں رہے آپ دادو کتنی پریشان ہیں شیزرے کو لے کر اور آپ اوپر سے آ گئے میری شکایت لگانے۔" عباد ہکا بکا اسے دیکھتا رہ گیا۔

"میں تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تم لوگوں کی کسی بات پر ان بن ہے' دیکھو کیسا سوگوار سا کھڑا ہے۔" تو حریم کو بہت زور کی ہنسی آئی اور سر جھکا کر وہ چہرے کا رخ موڑے ہنس رہی تھی۔

"عباد! شیزرے دو دن سے نیچے نہیں اتری' تم کچھ کرو ناں' جاؤ۔"

"میں کسی کے معاملے میں انٹرفیئر نہیں کرتا اور نہ ہی مجھے فرصت ہے۔" اس نے حریم سے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا۔

"چلو آئو کوئی بات نہیں۔" اس نے عباد کا ہاتھ تھام کر دادو کی کرسی کی طرف کھینچا تھا۔

"چلو آئو تم اپنی کرسی پر بیٹھ جائو اور میں دادو کے پیچھے اور پھر سنتے ہیں دادو سے کوئی مزیدار قصہ۔" لیکن عباد ہنوز بہت خاموشی سے کھڑا تھا۔

"ارے عباد! اتنا غصہ ٹھیک نہیں' میں تو کہتی ہوں تم کہیں اچھی سی جگہ ہنی مون کے لیے چلے جائو۔" تو وہ جلدی سے بولی۔

"ارے دادو جان! نور محل سے بھی کوئی اچھی جگہ ہے ہنی مون کے لیے' میں ابھی عباد کو پھر سے نور محل کے لان کا چکر لگواتی ہوں' چلو آئو عباد باہر چلیں۔" وہ عباد کا ہاتھ پکڑے کمرے سے باہر نکلی۔

"کیا ہو گیا ہے عباد تمہیں کیا تم دادو سے کہہ کر مجھے فتح کر لو گے کبھی نہیں' تمہیں اپنے کیے کی سزا ضرور کاٹنی ہے وہ دیکھیں ادھر کیا ہو رہا

ہے۔'' وہ ہاتھ پکڑ کر سامنے نور باغ کی طرف دیکھ کر بولی۔سامنے نیم کے درخت کے نیچے پڑے ہوئے جھولے پر بڑے پاپا کھڑے صفائی کروا رہے تھے۔

''مجھے معلوم ہے تمہارا وقت نہیں گزر رہا' تم یہاں سے جانا چاہتے ہو اور میں تمہیں گھیرنے کے لیے تمہارے سنگ باندھی گئی ہوں' اب تم اتنی آسانی سے یہاں سے نہیں جا سکتے' چلو آئو۔'' اس نے ہاتھ پکڑ کر جھولے کی سمت اسے کھینچا۔

''تم ہوش میں تو ہو' میں بچہ نہیں کہ تم جھولے پر بیٹھو اور میں تمہیں...'' وہ بولتے بولتے رُکا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا' تمہاری ساری رکاوٹیں ایک پل میں دور کر سکتی ہوں میں' میں جب جھولے میں بیٹھوں تو تم بہت تیز جھلا کر ایک دھکا دے دینا' حریم زندگی سے ہاتھ دھو جائے گی۔''

''شٹ اپ۔'' اس نے زور سے حریم کے ہاتھ کو اپنی جانب کھینچا تھا۔

''تم زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو سمجھیں۔''

''کیا ہو رہا ہے عباد! ذرا ذرا سی بات پر تم مجھے جھڑک رہے ہو' ایسا میں نے کیا کہہ دیا۔''

''اس سے زیادہ اور میری انسلٹ کیا ہو گی۔'' وہ اپنے پاپا کو دیکھ کر ان کی جانب بڑھا۔

''اور تم... جو میری انسلٹ کر گئے اور مجھے میری نظروں میں گرا گئے کہ کیا میری کوئی ویلیو نہیں تھی تمہاری نظروں میں''۔وہ قدم سے قدم ملاتے ہوئے آگے بڑھی۔

''وہ کیا تھا وہ تم نہیں جان سکتیں اس لئے کہ تم نے جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔'' وہ غصے سے بولا تو وہ پھٹ پڑی۔

''ہیں سنوں' مجھ میں تو اتنی تاب ہی نہیں ہے کہ میں سن سکوں اس لئے میں نے اپنے کان اور آنکھیں دونوں بند کر لئے ہیں کہ کہانی سنانا بہت آسان ہوتا ہے لیکن سننا بہت مشکل ہوتا ہے' تم جواز کا کوئی

راستہ تلاش کرنا چاہتے ہو۔" وہ دکھ سے بولی۔

"مجھے کسی راستے کی نہ تلاش تھی نہ ہے، میں جو تھا وہ صحیح تھا یا غلط میں مطمئن ہوں کم از کم میرا ضمیر مطمئن ہے۔"

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ کوئی تمہارا انتظار کر رہا ہے تم کسی سے کمیٹڈ ہو پھر بھی۔" وہ مڑ کر بولی۔

"ہاں پھر بھی، مجبوریوں کی بدولت تمام کمٹمنٹ توڑے جا سکتے ہیں، میری اور تمہاری پہلے کوئی شرعی حیثیت نہیں تھی۔"

"ہاں یہ درست ہے مگر پھر بھی کسی کے اعتماد کو دھوکا نہیں دیتے عباد مصطفیٰ۔" وہ بھی اسی کاٹ دار لہجے میں بول رہی تھی۔

"میں نے کسی کو دھوکا نہیں دیا لیکن اب ہم دھوکا دے رہے ہیں دوسروں کو۔"عباد مصطفیٰ دکھ سے بولا۔

"یہ دھوکا نہیں ہے یہ ہماری محبت، ہماری پرورش کا تقاضا ہے"۔حریم جلدی سے بولی۔

"تو شاید ہمارا ضمیر مر چکا تھا تم یہی کہنا چاہتی ہو۔" وہ الجھ پڑا۔

"میں کسی کے ضمیر کی بات نہیں کر رہی اور نہ ہی اب مجھے تم سے کوئی شکایت ہے، تم جو چاہے سوچو اور کرو مگر صرف اتنا سا دھیان رکھ لینا کہ تمہاری جلد بازی کہیں ہم لوگوں کو پھر ایک بار دکھی نہ کر جائے۔"

"ہاں... یہ دکھ سمیٹنے کے لیے تم تنہا وارث ہو اس نور محل میں باقی سب لوگ تو مر گئے ہیں۔"

"نہیں سوائے تمہارے عباد مصطفیٰ! سب لوگ اس دکھ میں شامل تھے تب مجھے پتہ چلا کہ محبت کیا ہے اور تم میرے نہیں ہو ورنہ مجھے یوں تنہا فیصلہ نہ کرناپڑتا۔"

"تمہارے ذہن میں جو آتا ہے حریم! تم اسی پر سوچے جاتی ہو، میں کہہ رہا ہوں کہ ایک بار میں تمام باتیں تم پر کلیئر کر دوں پھر تم فیصلہ کرو لیکن

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں سارے لوگوں کے لیے تمہارے پاس وقت ہے' شیزرے کے سارے مسائل تمہیں نظر آتے ہیں' فہد مصطفیٰ سے لے کر سعدیہ چچی تک ان سب کے لیے تمہارے پاس وقت ہے' میں نے تمہیں محسوس کیا ہے' احمد سے لے کر رامین تک تمہیں خاندان کے ایک ایک فرد کا خیال ہے۔"

"نہیں عباد مصطفیٰ! تم بھول گئے مجھے خیال ہے تو صرف بڑے ماموں اور اپنی نانو کا ورنہ تم یوں نانو کے کمرے میں میری شکایت لگانے نہ پہنچتے۔"

"میں تمہاری شکایت لگانے نہیں گیا تھا' تم اپنی بکواس بند کرو۔" عباد نے ہاتھ پکڑ کر اسے جھنجوڑ ڈالا۔ بڑے پاپا نے انہیں دور سے دیکھ لیا تھا۔

"چھوڑو میرا ہاتھ' بڑے پاپا دیکھ رہے ہیں۔" اس کے ہاتھ سے اپنا دوپٹہ کھینچتی ہوئی دوسری سمت ہنستے ہوئے بولتی چلی گئی تھی۔

"عباد ! تمہارے چہرے پر بارہ بج رہے ہیں اپنی شکل ٹھیک کرلو۔"

"جی پاپا ! آپ مجھ سے کچھ کہہ رہے ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے بولا تو حریم کو اتنی زور کی ہنسی آئی تھی عباد مصطفیٰ کے چہرے کو دیکھ کر وہ ہنستے ہنستے سجاد مصطفیٰ کے سینے سے آلگی۔

"ارے ' ارے بیٹا! اتنا نہیں ہنستے' بہت خوش دکھائی دے رہے ہو تم دونوں نظر نہ لگ جائے۔" انہوں نے شفقت بھرا ہاتھ حریم کے سر پر رکھ دیا تو نجانے ایسا کیا ہوا کہ اس کے دل کے سارے تار ایک ایک کرکے ٹوٹ گئے' آنکھیں تھیں کہ ساون بھادوں کی طرح برس گئیں اس نے گھبرا کراپنا چہرہ سبز آنچل سے رگڑ ڈالا۔

"ارے' ارے یہ کیا... تم اس طرح کیوں رو رہی ہو' کیا ہوا؟ کیا کچھ یاد آگیا۔" وہ مسکراکر بولی تو اس نے سر کو ہلاکر سارے آنسو آنچل سے پونچھے۔ اس کی بھیگی ہوئی نظر آہستہ سے عباد مصطفیٰ کے چہرے پر پڑی تھی جس کے چہرے کا رنگ خوف سے لال ہورہا تھا' گھبرا کر اس نے اپنا رخ دوسری طرف کرلیا' قریب ہی جھولا خالی پڑا تھا' اس پر بیٹھنے کی ذرا بھر تمنا اس کے

دل میں نہ جاگی، سجاد مصطفی اس کے دل کے بھید کو نہ جان سکے، وہاں گھمسان کارن پڑا تھا اور گہرے بادل برسنے کے لئے بے تاب کھڑے تھے۔

......☆......

منظور نے بہت گھبرا کر احمد کو آواز دی تھی، سعدیہ بہت گہری گہری سانس لے رہی تھیں دل شدید درد کی شکایت تھی، گھبرا تو سبھی لوگ گئے تھے احمد، منظور کے ساتھ انہیں قریبی ہاسپٹل لے گیا۔جہاں پر انہیں داخل کرلیاگیاتھا، فوراً ہی سعدیہ کے بھائی ہاسپٹل پہنچ گئے تھے، شایان کا قریبی دوست بھی وہیں مل گیا تھا، بظاہر تو انہیں کوئی تکلیف نظر نہیں آرہی تھی پھر بھی انہیں ہاسپٹلائز کرلیاگیا اور جب صبح منظور اور دوسرے گھر والے دیکھنے گئے تو پتہ چلا کہ ان کے کچھ ٹیسٹ باقی ہیں اور وہ دو چار دن تک یہیں ایڈمٹ رہیں گی وہ خود بھی بہت مایوس اور چپ چپ سی بیٹھی تھیں۔

”سعدیہ ! اتنی بھی پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے تمہاری ای سی جی ٹھیک آئی ہے تمہاری رپورٹس دو چار دن میں آجائیں گی۔“ تو احمد بیچ میں بول پڑا۔

”ہاں مما ! بابا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“ تو احمد کے ساتھ ہی عباد بھی بولا۔

”چھوٹی چچی! آپ تو اتنی اسٹرونگ نظر آتی تھیں اور ایک ہی پل میں آپ کملا کر رہ گئیں۔“ تو وہ لگاوٹ سے بولیں۔

”بس بیٹا ! اللہ نے دوسری زندگی دی ہے۔“ وہ بڑی روہانسی ہوکر بولیں۔

”ارے نہیں چچی ! آپ کیسی باتیں کرتی ہیں ابھی تو آپ کو بہت ساری خوشیاں دیکھنی ہیں، گھر تو چلئے وہاں بڑا جشن ہوگا اس بار، کل احمد کا فائنل لیٹر آگیا ہے، انکم ٹیکس گروپ میں آپ کے احمد کو ڈالا گیا ہے، ویسے تو یہ خبر چار دن پہلے انٹرنیٹ پر دیکھ لی گئی تھی مگر پھر بھی لیٹر کا انتظار تھا۔“ تو انہوں نے مسکراکر احمد کی جانب دیکھا جو سامنے صوفے پر بیٹھا انہیں دیکھ کر مسکرا رہاتھا۔

”تم نے یہ خبر اپنے ماموں اور خالو کو سنائی؟“

”جی مما ! میں نے یہ خبر سب کو ایس ایم ایس کے ذریعے دے دی تھی۔“

"بس سعدیہ ! تمہاری بیماری سے ہم اتنا گھبرا گئے کہ ہمیں احمد کی خوشی کا احساس ہی نہیں رہا' فائزہ تو بخار میں اٹھ کر آگئی ہے وہ تو میں اسے چھوڑ کر آیا ہوں کہ تم آرام کرو۔" تو سعدیہ کے دل میں ایک سرد لہر اٹھی اور ہونٹوں پر آکر تھم سی گئی۔

"اب ان دنوں میں ہمارے پیچھے نجانے کیا ہورہا ہوگا' فائزہ آگئی اور عمیرہ بھی آگئی ہوگی' سارے لوگ ہمارے بچوں کی خوشیاں برت رہے ہیں اور میں یہاں ہاسپٹل میں ہوں"۔وہ سوچ کر رہ گئیں۔

"تم جلدی سے گھر آجاؤ تو پھر ہم ایک پارٹی احمد کے لئے سلیبریٹ کریں گے۔" منظور بولے تھے۔

"ہاں مما ! آپ جلدی سے گھر آجائیں بہت سناٹا لگ رہا ہے دادو پریشان ہیں بڑے پاپا بار بار آپ کا پوچھتے ہیں' گھر میں سبھی آپ کے لئے دادو کے ساتھ دعا کررہے ہیں' مما میں آپ کو اپنے ہاتھ سے یہ سوپ پلاؤں گا۔"

احمد نے چمچہ اٹھاکر ان کو سوپ پلایا تھا تو ان کی آنکھوں سے دو آنسو اس لمحے ٹوٹ کر گرے۔

"نو مما ! ڈونٹ وری آپ کو کچھ نہیں ہوگا مما' آئی لو یو۔" اس نے اپنے ہونٹ ان کے سر پر رکھ دیئے' سعدیہ' احمد کے ہاتھ تھام کر سسک سسک کر رو رہی تھیں' منظور بھی اس منظر کو دیکھ کر اداس ہوکر کھڑے ہوگئے تھے' عباد گھبرا کر ان کے قریب آیا تھا۔

"احمد! فہد کو تو تم لوگوں نے نہیں بتایاناں' ورنہ وہ پریشان ہوکر آجائے گا۔"

"نہیں مما ! بہت دن سے اس کا سیل بند جارہا ہے وہ تو میسج پر بھی کانٹیکٹ نہیں کرتا۔" احمد بولا۔

"وہ اپنی ماں سے خفا ہے میں خود اسے مناکر گھر لاؤں گی میں اس کی دشمن نہیں ہوں' میری بیماری کی خبر اسے ہر گز مت دینا وہ جیسا بھی ہے وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔" سعدیہ تھکے تھکے لہجے میں بول کر لیٹ گئی تھیں۔

"احمد تمہارے پاس ہے اور فہد بھی آجائے گا پریشان مت ہو' تمہارے بیٹے تم سے بہت محبت کرتے ہیں سعدیہ۔"منظور صاحب بولے۔

"میں جانتی ہوں منظور !" انہوں نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"منظور ! میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے میرے بچے دکھی ہوں۔" احمد اور عباد باہر چلے گئے تھے' وہ پھر آبدیدہ سی ہوگئیں۔

"نہیں سعدیہ !" وہ پیار سے ان کے بال سہلاتے ہوئے بولے۔

"فہد ذرا غصے کا تیز ہے تم اس کا خیال کرلیا کرو' وہیں احمد بہت نرم مزاج ہے' تمہاری وجہ سے وہ بے حد اپ سیٹ اور پریشان ہے رات میں نے جاکر دیکھا تو وہ روم میں سر پکڑے بیٹھا تھا۔" وہ بہت پیار سے بولے۔

"آئی نو' میرے بچے بڑے کیئرنگ اور لونگ ہیں یہ تو لوگوں نے ان کو خراب کیا ہے۔"

"سعدیہ ! بس تم بھی..." منظور یہ کہہ کر خاموش ہوگئے اور جانے کے لئے اللہ حافظ کہہ کر باہر نکل گئے۔

"منظور ...!" تو انہوں نے پلٹ کر دیکھا۔

"تمہیں اس حالت میں بھی میری بات بری لگ گئی ناں۔" لیکن وہ ایک نظر ڈالتے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔

سنڈے کا دن تھا جونہی احمد' عباد کو لے کر ہاسپٹل سے باہر نکلا تو رامین کی میسج تھی۔

" ہم لوگ امی کے ساتھ تھوڑی دیر میں پہنچ رہے ہیں۔" احمد نے میسج کرکے پوچھا تھا۔

"گھر یا ہاسپٹل؟" پھر رامین کا میسج آیا تھا۔

"گھر۔"

......☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM

اکو میاں عزیز اللہ کے اسٹور میں بیٹھے ہوئے بڑے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

"بس میاں، میں نے تمہارا لحاظ کیا ہے تمہاری اور اس کی عمر میں بہت فرق ہے، مرد کی عمر نہیں دیکھتے، پیسہ دیکھتے ہیں خوش تو رکھ سکو گے ناں میری بیٹی کو۔"

"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ، جب آجائے ناں ہمارے گھر وہ تو پھر دیکھنا، بس ذرا بچوں کا مسئلہ ہورہا ہے۔" عزیز اللہ خان بڑی سنجیدگی سے بولے تو اکو میاں کو ایک جھٹکا سا لگا اور وہ حیرت سے عزیز اللہ خان کو دیکھنے لگے۔

"لو بھئی ، وہاں دلہن کی تیاریاں ہورہی ہیں کہیں وقت پر نوشے میاں ہی نہ غائب ہوجائیں۔" اکو میاں ہنس کر بولے۔

"عزیز اللہ اپنی زبان کا پکا ہے وہ وقت پر آئے گا، بڑا بیٹا بہت ادھم مچا رہا ہے کہ یہ شادی نہیں ہوگی، میں نے بھی اپنا اپارٹمنٹ الگ لے لیا ہے دلہن رخصت ہوکر وہیں آئے گی، بچے اب سب بڑے ہیں کسی کو میری ضرورت

نہیں ، بیوی کو مرے ہوئے بھی دس سال ہوگئے کسی نے پوچھا کہ میں کس حال میں جی رہا ہوں، کوئی دکھ درد کا ساتھی بھی ہو، یوں تو گھر میں نوکر چاکر سبھی ہیں مگر کوئی تنہائی بانٹنے والا نہیں۔" عزیز اللہ اداس لہجے میں بولے تو اکو میاں بھی تڑپ کر بولے تھے۔

"فکر نہ کرو تم، بہت پیاری بچی ہے نظر پڑتے ہی تھکن اتر جایا کرے گی، مگر دیکھو، ہمارے کبوتروں کا دھیان رکھنا، ہفتے کے ہفتے ہمیں تمہارے گودام سے اناج ملتا رہے۔"

"ارے تم اس کی فکر ہی نہ کرو تمہارے گھر کے نیچے جو ایک خالی دکان ہے وہ میں نے لے لی ہے۔" عزیز اللہ نے کہا۔

"ویسے تو ہے بہت لگی، ایسا پتہ صاف ہوا ہے فہد مصطفی کا نور محل سے کہ دور دور تک اس کا نشان نہیں ہے۔"

"تم صحیح کہہ رہے ہو، ذرا دھیان سے رہنا، کہیں ایسا نہ ہو بروقت آکر کوئی گڑ بڑ کردے، ویسے اکبر خان ! کیا کوئی چکر ہے اس کا اس لڑکی سے؟"

"نہیں نہیں ایسا کوئی چکر نہیں ہے، لڑکی تو میری ہے سیدھی سادی وہ تو نظر اٹھاکر بھی کسی کو نہیں دیکھتی۔یہ فہد ہے ناں، تم تو جانتے ہو آج کل کے لڑکوں کو، خوبصورت لڑکی دیکھی اور بس لائن مارنے لگے۔" اکو میاں بہت دلیر ہوکر بولے۔

"دیکھ لے بھائی، کہیں وہ آکر مجھے تڑی وڑی نہ لگائے۔"

"ارے نہیں، تم فکر ہی نہ کرو ابھی اکبر، زندہ ہے تمہارے راستے میں کوئی شہزادہ سلیم نہیں آئے گا انار کلی تمہاری ہے۔" وہ ہنس کر بولے۔

"پھر بھی میں یہ چاہتا ہوں کہ بڑی خاموشی سے صرف دو گواہوں کے درمیان نکاح ہو اور میں اسے لے کر اپنے گھر میں شفٹ ہوجاؤں۔" عزیز اللہ خان راز داری بھرے لہجے میں بولے۔

"ارے تم فکر ہی نہ کرو، تم دیکھتے ہی رہ جاؤ گے وہ تمہاری ہے اور تمہاری رہے گی۔" اکو میاں ڈھٹائی سے ہنسے۔

"پھر میں بھی اکبر خان بات کا پکا ہوں زندگی بھر تمہارا وظیفہ چلتا رہے گا بس ایک بار تمہاری بیٹی میری ہوجائے پھر دیکھنا۔"

"عزیز اللہ خان ! ہم لڑکی والے ہیں اتنے بے غیرت نہیں جو لیا دیا ہے ناں، وہ صرف اس لئے کہ خرچہ بھی بہت کیا ہے نور محل سے اسے نکالنا اتنا آسان نہیں ہے میرے بھائی وہ تو تمہاری قسمت اچھی ہے کہ فہد میاں ڈیوٹی پر واپس چلے گئے ہیں اور اب جو کچھ ہورہا ہے ایک مہربان ہستی کی وجہ سے ہورہا ہے، اچھا خاصا خرچ کیا ہے میں نے، زبان کا پکا ہوں اس لئے، بس تم میری بیٹی کو خوش رکھنا اور میری روز کی ایک بوتل"۔اکو میاں نے شراب کی ایک بوتل اٹھاکر غٹاغٹ اپنے حلق میں اتاری۔

......☆......

رات کی تاریکی میں نجانے کون تھے جو باہر سے تالا کھو ل کر اندر آئے جن کے ہاتھوں میں گن اور کلاشنکوف لہرا رہی تھیں، فاطمہ چیخنا چاہتی تھیں کہ ایک نے آگے بڑھ کر شیزرے کے سر پر نشانہ لگا لیا تھا۔

”تم کون ہو؟“ وہ لرزتے لہجے میں بولیں۔

”سیدھی طرح ہمارے ساتھ چلو ورنہ میں اسے جان سے مار دوں گا۔“ آنے والے نے شیزرے کا ہاتھ تھام لیا تھا' وہ مارے خوف کے دیوار سے دھڑ سے جالگی' فاطمہ کے ہونٹ کانپے۔

”تم کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟“

”بڑھیا زیادہ بات نہیں بس خاموشی سے ہمارے ساتھ چلو' ہم تمہاری بیٹی کو دلہن بناکر رخصت کرنے تک ساتھ ہیں' تمہیں کوئی پریشان ہونے کی ضرورت ہے نہ ہم تم پر تشدد کرناچاہتے ہیں' ورنہ ہم دوسرا بھی حل جانتے ہیں تمہیں ابھی اور اسی وقت شوٹ کرکے اس لڑکی کو لے جائیں گے کسی بھی حال میں ،تمہیں ہم تین منزلہ عمارت سے نیچے پھینک دیں گے اور اس کو ایسے...“ ایک نے آگے بڑھ کر شیزرے کے دونوں ہاتھ تھام لئے تھے۔

”سمجھیں تم۔“

”نہیں نہیں چھوڑ دیں آپ امی کومیں آپ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوں' امی ! مزاحمت مت کریں کوئی فائدہ نہیں ہے یہ بے رحم لوگ ہیں یہ کچھ بھی کرسکتے ہیں میں تمہارے ساتھ چلنے کوتیار ہوں' مگر میری ماں کو چھوڑ دوانہیں۔“

”جی نہیں ہمیں تو یہی ہدایت ہے کہ لڑکی سے زیادہ بڑھیاخطرناک ہے وہ کچھ بھی کرسکتی ہے اور کچھ کرنے کی صورت میں...“ اس نے ٹی ٹی فاطمہ کے گلے پر لگادی۔

”نہیں تم میری ماں کو کچھ نہیں کرو گے چلیں امی ! آپ بھی اگر قسمت کا یہی لکھا ہے تو ہمیں منظور ہے' امی مت روئیں زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا کہ مجھے ابا عزیز اللہ کے ساتھ رخصت کر دیں گے لیکن آپ تو زندہ رہیں گی۔“

”میں کیا کروں گی اس زندگی کا شیزرے!“ فاطمہ رونے لگی تھیں۔

"اے بڑھیا! سانس بھی لے تو آہستہ، ورنہ ہم تجھے یہیں تیسری منزل سے اٹھاکر پھینک دیں گے۔" ایک درندہ صفت انسان نے فاطمہ کو اپنی طرف گھسیٹا تو وہ تقریباً زمین پر گر پڑیں۔

"تم لوگ جو کچھ بھی ہمارے ساتھ کررہے ہو یہ اچھا نہیں کررہے ہو۔" فاطمہ رو کر بولیں۔

"تم نہیں جانتے ابھی فہد مصطفی کو، تمہیں وہ پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالے گا۔"

"یہ کون ہے بھئی؟" ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اے بڑھیا! کیا تیرا بیٹا ہے جس کی تو تڑی مار رہی ہے۔"

"نہیں پر وہ بیٹوں جیسا ہی ہے ایک مہربان اور فرشتہ صفت انسان۔"

"چل خاموشی سے بڑھیا!"

"یہ میری ماں ہے تمیز سے بات کریں ان سے، میں چلنے کو تیار ہوں تمیز سے بات کریں، سمجھے آپ، ورنہ میں اس وقت جان بھی دے سکتی ہوں۔"

"نہیں حسینہ! تمہاری تو جان لینی ہی نہیں ہے صرف تمہاری ماں کی لینی ہے ورنہ چلو۔"

"امی چلیں۔" شیزرے نے ہاتھ تھام لیا تھا۔

"نہیں شیزرے! ہم آخری دم تک لڑیں گے یہ ہمیں مار دیں مگر ہم خود کو ان کے حوالے نہیں کریں گے ذلت سے موت اچھی ہے اس سے پہلے کہ یہ لوگ تمہیں لے جائیں میں تمہیں خود مار دوں گی۔" تو پھر بڑھ کر ایک وحشی درندے نے فاطمہ کو پنچ مارا اور دونوں ہاتھ پکڑ کر پیچھے باندھ دیئے۔

......☆......

"اب کیا خیال ہے بڑھیا! تو اس کو مار سکتی ہے یا بچا سکتی ہے، نہیں تم میں اتنا دَم خم نہیں، سمجھیں۔وقت ضائع مت کرو ہمیں پانچ منٹ کے اندر اندر یہ جگہ چھوڑ دینے کا حکم ہے، چلو ساتھ اور آہستہ، تمیز کے دائرے میں، کوئی

آہٹ، کوئی آواز نہ نکلے، میں نے پستول تمہاری بیٹی کی کمر سے لگا رکھی ہے۔" دونوں رات کی تاریکی میں آہستہ آہستہ زینہ اتری تھیں۔فاطمہ نے اُترتے وقت نور محل کے وسیع لان پر ایک نظر ڈالی، گہری خاموشی تھی، اس وقت گارڈ بھی پہرے پر نہیں تھا، حیرت تو یہ تھی کہ زینے کے چھوٹے گیٹ پر بندھا ہوا "بوزو" کیوں خاموش تھا اور حسبِ معمول وہ آج نہیں بھونک رہا تھا، آرام سے جیپ میں پہلے شیزرے اور پھر فاطمہ کو چڑھایا اور رات کے اندھیرے میں جیپ اوجھل ہو گئی۔فاطمہ نے ایک نظر نور محل پر ڈالی پر گہری رات کی تاریکی میں کوئی نظر نہیں آیا، گاڑی ایک جھٹکے سے کچی آبادی کے ایک چھوٹے سے مکان پر جا کر رُکی۔

"اترو اور خاموشی سے اندر چلو۔" دونوں کو اندر لے جا کر ایک کمرے میں بند کر دیا گیا تھا، فاطمہ نے بہت غور سے دیکھا، خالی کمرہ نہیں تھا البتہ وہ کسی غریب گھر کا کمرہ تھا جہاں پلنگ، الماری، ریڈیو، گھڑی ضرورت کی ہر چیز موجود تھی، ساتھ ہی اٹیچ باتھ روم، دروازہ باہر سے بند کرتے وقت ان

لوگوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ اگر شور مچایا تو وہ باہر ہی بیٹھے ہیں پلٹ کر آئیں گے اور پھر ایک شخص جو وہاں پہلے سے موجود تھا۔

"تمہاری بیٹی کا وہ حشر کرے گا جو تم دیکھ نہیں سکو گی سمجھیں، ہم نے تمہارے ساتھ کوئی بدتمیزی نہیں کی، بے حد شرافت سے ہم پیش آئے ہیں، جونہی تمہاری بیٹی نکاح کے بعد رخصت ہوتی ہے تمہیں بھی جانے کی اجازت دے دی جائے گی جب تک تم یہیں قید رہو گی ہر چیز تمہارے استعمال کی کھانے پینے کی موجود ہے، بس شور مچانے کی کوشش مت کرنا اتنا ذہن میں رکھنا۔" اس شخص نے خوف پھیلانے کے لیے شیزرے کو بہت زور کا دھکا دیا تھا کہ وہ حواس باختہ سہمی ہوئی لوہے کے بیڈ پر گری تھی جس کا کونہ اس کے ماتھے پر لگنے کی وجہ سے خون بہنے لگا، وہ شخص تو جا چکا تھا فاطمہ نے گھبرا کر بیٹی کے سر کو اٹھایا تو خون دیکھ کر انہوں نے دروازہ پیٹ ڈالا۔

"کھولو دروازہ کھولو ورنہ میری بیٹی مر جائے گی۔" جاتے جاتے ایک آدمی نے پلٹ کر دروازہ کھولا اور چیخ کر بولا۔

"میں نے کہا تھا ناں کہ شور مت کرنا۔" پستول کے دستے کو زور سے فاطمہ کی کلائی پر مارا۔

"بیٹا! میری بچی کی طرف دیکھو اس کے سر سے خون بہہ رہا ہے۔" اس ظالم انسان نے گھور کر شیزرے کی طرف دیکھا اور پھر فاطمہ پر نظر ڈال کر بولا۔

"آپ مجھے بیٹا کہہ رہی ہیں اس لئے پوچھ رہا ہوں، کیوں نہیں مان لیتیں اس کی شادی والی بات، آخر کو وہ اس کا باپ ہے۔" وہ رحم بھری نظروں سے دیکھ کر بولا۔

"نہیں بیٹا! یہ بات میں کیسے مان لوں، اسی لیے تو یہ سب مصیبتیں ہم پر آئی ہیں، یقین کرو بیٹا محنت مزدوری کرنے والا غریب شخص بھی ہوتا تو میں اس کا ہاتھ دے دیتی مگر ایک بوڑھے کو اپنی چاند جیسی بچی کیسے دے دوں۔" وہ آنکھوں میں آنسو بھر کر بولیں۔

"لیکن اماں! آپ کا کیا کوئی بیٹا نہیں ہے؟"

"نہیں بیٹا! اسی لئے ہم آج گھر سے بے گھر ہوئے تمہارے رحم و کرم پر ہیں، جن لوگوں نے یہ سب کیا ہے وہ تو بڑے ظالم ہیں مگر بیٹا تمہاری بھی تو کوئی بہن ہو گی۔"

"ٹھیک ہے اماں ٹھیک ہے، آپ اسے باتھ روم میں لے جا کر اس کا منہ دھلوائیں میں بینڈیج لے کر آتا ہوں۔" وہ افسردہ سا باہر نکل گیا۔

"لیں اماں بینڈیج اور دوا لیں۔" وہ تھوڑی دیر میں پلٹ کر آیا۔

"اور آپ لوگ آرام سے رہیں، آپ کو ہماری طرف سے کوئی تکلیف نہیں ہو گی، کیا کریں ہماری بھی مجبوریاں ہیں اماں مگر تم نے مجھے بیٹا کہا ہے، بس اتنا بتا دوں اماں کہ نکاح تک تو ہم پابندی سے اس کی حفاظت کریں گے مگر یہ میرا وعدہ ہے کہ تمہاری بیٹی کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا، معاف کر دیں ہمیں، آپ لوگ سو جائیں رات بھر کی جاگی ہوئی ہیں، اماں میری بھی ایک بہن ہے اتنی ہی عمر کی، بس یہ وعدہ ہے اپنا کہ آپ ہماری قید میں تو ہیں پر

حفاظت سے۔“ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اور وہ بینڈیج اور دوا تھما کر باہر نکل گیا تھا۔

”شیزرے! مجھے تو یہ شخص بہت نیک اور رحم دل لگتا ہے اللہ کرے جو یہ کہہ رہا ہے وہ سب سچ ہو۔“

”پھر بھی امی! ہم اتنی جلدی کیسے کسی پر یقین کر لیں‘ امی میرا سیل بھی ان لوگوں نے چھین لیا ہے ہم کسی سے رابطہ بھی نہیں کر سکتے امی...“ وہ کچھ کہتے کہتے رُک گئی اور پھر بولی۔

”امی! فہد آئے گا ضرور۔“ اس کی پلکیں لرز کر جھک گئیں۔

”اب کوئی فائدہ نہیں اس کے آنے نہ آنے کا‘ اکو اور سعدیہ نے مل کر اس بار جو کھیل کھیلا ہے وہ اتنا آسان نہیں کہ فہد وہاں تک پہنچ جائے‘ چار دن سے بیماری کا بہانہ کر کے سعدیہ نور محل سے چلی گئی ہیں‘ 24 گھنٹے سے تمہارا باپ گھر نہیں آیا‘ آخر کیوں اور اب میں جانتی ہوں یہی دونوں مل کر کہیں گے کہ میں تمہیں لے کر کہیں بھاگی ہوں۔“

”امی...! اب اگر یہ نیک دل انسان اندر آئے تو ہم اپنی خواہش کا اظہار تو کر سکتے ہیں۔“

”کون سی خواہش شیزرے؟ ہم ان کے رحم و کرم پر ہیں۔“

”امی! وہ ہمیں شوٹ تو کر سکتا ہے ناں‘ میں اس سے پوچھوں گی کہ اگر تمہاری بہن میرے جیسی ہے تو ان حالات میں تم کیا کرتے۔“

”نہیں شیزرے نہیں‘ کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ ان کے آنسو بہہ رہے تھے۔

”لیکن امی! میں اپنی جان تو دے سکتی ہوں پر عزیز اللہ خان سے میں شادی نہیں کروں گی۔“ اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی کہ کہیں اسے خود کو مارنے کا سامان مل جائے۔

”نہیں شیزرے نہیں‘ کرنا تو بہت دور کی بات ہے ایسا سوچنا بھی بدترین گناہ ہے‘ جہنم کی آگ ہے‘ ایسا تصور کہ انسان خود کو اپنے ہاتھوں ہلاک کرنے لگے‘ شیزرے میری جان بس اللہ سے دعا کر‘ ہم ایسے حالات میں بھی

سعدیہ دلہن تمہیں بددعا نہیں دے رہے‘ بس ہم ان ظالموں سے پناہ مانگ رہے ہیں۔‘‘ وہ اپنی بے بسی پر لپٹ لپٹ کر رو رہی تھیں‘ رات کا پہر بیت گیا‘ صبح کاذب کھٹکے سے آنکھ کھلی تو دیکھا وہی آدمی کھانے کی کچھ چیزیں لے کر اندر آیا تھا۔

’’اماں یہ آپ لوگ کھا پی لیں۔‘‘ وہ میز پر ٹرے رکھ کر خاموشی سے شیزرے کو دیکھنے لگا جو سر جھکائے بیڈ پر بیٹھی تھی۔

’’اماں! ہم دروازہ کھول کر آپ لوگوں کو رہائی دے سکتے ہیں‘ آپ نکل کر چلی بھی جائیں گی مگر آپ کو اندازہ نہیں کہ دو قدم کے فاصلے پر ان کے دوسرے لوگ بیٹھے ہیں اور میں اپنے دھندے میں دھوکا نہیں دیتا‘ نکاح کے لیے جب لوگ آئیں تو آپ چیخو‘ چلاؤ‘ انکار کرو‘ ایسے کیسے کوئی زبردستی کر سکتا ہے۔‘‘ اس نے بہت غور سے شیزرے پر ایک نظر ڈالی۔

’’ہمیں اپنے اللہ پر یقین ہے کہ وہ ہمیں اس مصیبت سے نجات ضرور دلائے گا۔‘‘

’’اللہ کرے اماں ایسا ہی ہو۔‘‘ وہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا تھا۔

......☆☆☆......

منظور مصطفی کو دیکھ کر عمیرہ جلدی سے بڑھ کر آئی تھیں۔

’’بھائی! اب سعدیہ بھابی کیسی ہیں‘‘؟

’’کچھ پرابلم ہیں مگر زیادہ نہیں‘ ہم تو سمجھے تھے کہ کوئی اسٹروک ہے بس دعا کرو عمیرہ! جیسی بھی ہے اب وہ ہمارے بچوں کے لئے بہت اہم ہے‘ عمیرہ آئو بیٹھو۔‘‘ انہوں نے جلدی سے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بیٹھ گئیں‘ بہت دیر تک وہ پھر اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے پھر بہت آہستہ سے بہن سے بولے۔

’’عمیرہ! میں عبیر کی طرف سے بہت پریشان رہتا ہوں‘ بڑی بھابی سے کہو کہ وہ سوچیں‘ ایک بار بات تو چلی تھی مگر سعدیہ کو تو تم جانتی ہو‘ میں نہیں سمجھتا کہ ندیم میں کوئی برائی ہے۔‘‘ وہ دبے دبے لفظوں میں بولے تو عمیرہ ان کا مطلب سمجھ گئی تھیں۔

"بھائی! مجھ سے زیادہ کون پریشان ہو گا اس دنیا میں، چاروں ایک جیسی لگتی ہیں، رشتے والی آتی ہیں تو سارے کمروں میں جھانکتی پھرتی ہیں کہ کون کیسا ہے، کیا ہے، کوئی کہتا ہے منجھلی سے کر دو، کوئی کہتا ہے چھوٹی سے کر دو، ابھی حال ہی میں ایک رشتہ ربیعہ کا آیا ہے، دیکھ بھال تو کر رہے ہیں ابھی وقت لگے گا۔"

"تو کیا رامین کا پہلے نہیں کرو گی؟" تو عمیرہ اپنی نظریں جھکا کر بولیں۔

"رامین کا ابھی کوئی ڈھنگ کا رشتہ نہیں آیا، ایک دو آئے تو وہ کہتی ہے کہ ابھی میں نہیں کروں گی۔" وہ آہستہ سے گویا ہوئیں۔

"ایسا وہ کیوں کہتی ہے کبھی تم نے پوچھا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔" منظور آہستہ سے بولے۔

"بھائی! اس کے چاہنے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے، گھر کے حالات کی طرف دیکھتی ہوں تو چپ ہو جاتی ہوں۔" وہ شکستہ لہجے میں بولیں۔

"پر حالات کیسے بھی ہوں عمیرہ! بیٹیوں کو ہم گھر نہیں بٹھا سکتے۔"

"بھائی! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میں موقع دیکھ کر بڑی بھابی سے عبیر کے لیے بات کروں گی۔" بہت دیر تک وہ بیٹھیں اپنے بھائی سے دل کی باتیں کرتی رہیں، منظور کو بھی بہت دن کے بعد تنہائی کا موقع ملا تھا اس لئے وہ بھی کھل کر بولتے رہے، کچھ دیر بیٹھ کر وہ نیچے اتر آئی تھیں۔

"اماں! اوپر بڑا سناٹا ہے کیا فاطمہ اوپر نہیں ہے۔"

"ارے ہے بیچاری، وہ اکو نجانے کہاں شیزرے کا رشتہ طے کر آیا۔" نور بی بی اٹھ کر بیٹھ گئی تھیں۔

"اماں! ایک بات کہوں آپ سے، غریب ضرور ہے مگر ہے بہت پیاری بچی، آپ اسے گھر میں ہی رکھ لیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو عمیرہ! مگر یہاں تو ایسے سوچنے پر بھی پہرے بٹھا دیئے ہیں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا، سعدیہ کے بچوں کی طرف کوئی نظر بھی نہیں اٹھا کر دیکھ سکتا، تائی اور پھپھو یہاں آ کر احمد اور فہد سے بات کر لیں تو تم جانتی ہو کیا حشر کرتی ہے وہ اپنے بچوں کا، ویسے ایک بات بتا دوں جو

سیانی مائیں ہوتی ہیں وہ ایسا نہیں کرتیں' اس نے خود ہی احمد اور فہد کے دل میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ تمہیں فلاں دیکھ رہی ہے' فلاں تم پر عاشق ہو گئی ہے' ہم نے بھی دنیا دیکھی ہے آبیل مجھے مار والی مثال ہے' پتہ تو تمہیں چلا ہو گا کہ فہد گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے' ماں سے بات نہیں کر رہا حالانکہ اس کی چھٹیاں باقی تھیں پھر بھی غصے میں چلا گیا۔'' وہ آہستہ سے بولیں۔

''لیکن اماں! رامین نے مجھے بتایا تھا پھر حریم سے بھی بات ہوئی سب کا شک سعدیہ پر ہی جاتا ہے اماں' ایسے کیسے تیل اچھل کر پیروں پر آ جائے گا سوچنے کی بات ہے اور پھر فہد کو کیسے خبر ہوئی وہ کیوں چھوڑ کر گیا تھا۔'' وہ بھی ماں سے بولیں۔

''تو ہاں حری کہہ رہی تھی کہ فہد کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ اس کی وجہ سے شیزرے کو اذیت دی جاتی ہے' تم کسی سے ذکر مت کرنا مجھے تو لگتا ہے سعدیہ دلہن نے اکو کو کچھ دے دلا کر مٹھی گرم کر دی ہے۔''

''اماں! اب وہ اتنی بھی ظالم نہیں کہ پھول جیسی بچی کو بڈھے کے حوالے کروا دیں' اکو خود ہی جواری شرابی ہے اماں کسی سے پیسے لے کر ہار گیا ہو گا جوئے میں تو یہ ڈھونگ رچا رہا ہے۔''

''نہیں نہیں یہ بات نہیں ہے' آج کل اس کے پاس پیسے آ گئے ہیں' بچے بتا رہے تھے کہ اکو کے پاس گڈیوں کے حساب سے پیسے ہوتے ہیں۔''

''ہاں تو اماں! عزیز اللہ خان مالدار ہے' ہو سکتا ہے اسی نے دے دلا دیئے ہوں گے' سعدیہ بھابی تو چار دن سے بیچاری اسپتال میں ہیں۔'' تبھی رامین کو دیکھ کر بولیں' وہ اسی وقت اندر کسی کام سے آئی تھی۔

''رامین! ذرا دیکھنا تو فاطمہ خالہ کو کہنا کہ امی آئی ہیں نیچے آ جائیں وہ۔''

''جی امی! میں ابھی جاتی ہوں۔'' جب رامین اوپر گئی شیزرے' شیزرے کہتی ہوئی تو پوری چھت کیا کمرے اور باتھ روم تک میں جھانک آئی تھی' سارا سامان الٹا پڑا تھا خالہ کی ایک جوتی چھت پر اور دوسری زینے پر نظر آئی تھی' وہ بہت تیز دوڑتی ہوئی اوپر سے نیچے آئی۔

"نانو! کمرہ تو خالی پڑا ہے نہ وہاں خالہ ہیں اور نہ شیزرے‘ ان کے پیر کی ایک چپل چھت پر اور ایک زینے پر نظر آئی ہے۔" نانو کو حیرت ہوئی۔

"کیا...؟ شیزرے اور خالہ اوپر نہیں ہیں؟" حریم حیرت سے بولی‘ احمد تیزی سے اوپر سے نیچے آیا۔

"بڑے پاپا! خالہ اور شیزرے پورے گھر میں نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب وہ گھر میں نہیں ہیں۔"

"پتہ نہیں پاپا! دروازے کے کنڈے پر ایک پرچہ لگا ہوا نظر آیا تو میں نے پڑھا "میں اپنی بیٹی کو لے کر کہیں دور جا رہی ہوں مجھے مت ڈھونڈنے کی کوشش کرنا‘ فاطمہ۔"

"ارے ایسے کیسے جا سکتی ہے فاطمہ‘ اس کا تو یہاں کوئی نہیں ہے اور شیزرے..." وہ حیران سے کھڑے رہ گئے۔

"بڑے پاپا! آپ بیٹھ جایئے۔" احمد جلدی سے بڑھ کر آیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کمال ہے ہم سے تو کچھ کہا ہوتا میں اکو سے بات کرتا ایسے کیسے وہ بچی کا سودا کر سکتا ہے‘ ہم نے کبھی ان لوگوں کو غیر نہیں سمجھا‘ شیزرے ہماری بچیوں کی طرح تھی‘ فاطمہ نے گھر سے نکل کر اچھا نہیں کیا اماں! اس طرح بچی کو لے کر جانا ٹھیک نہیں ہے۔"

"جی بڑے پاپا! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں‘ نجانے کہاں ہوں گی خالہ۔"

"خیر اللہ رحم کرے‘ دیکھو اکو کہاں ہے بلا کر لاؤ۔" تو ندیم جلدی سے بولا۔

"صبح ہی سبزی والا بتا رہا تھا کہ شراب پی پی کر دو دن سے گولا گنڈے والے کے ساتھ قبرستان میں اکو چچا پڑے ہیں اور ان کا ٹھیلا اٹھا کر کوئی چرسی لے گیا‘ بیٹھے رو رہے تھے فقیروں کی طرح۔"

"جاؤ احمد! بلا کر لاؤ اسے کہنا کہ میں بلا رہا ہوں۔" اکو نشہ تو کم اور ایکٹنگ کی حالت میں جب نور محل میں داخل ہوئے‘ تب انہیں پتہ چلا کہ فاطمہ اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

شیزرے گھر چھوڑ کر چلی گئی ہیں تو فوراً زور زور سے رونے بیٹھ گئے' ہاتھ میں پکڑی ہوئی پانی کی بوتل سر پر رکھے رو رہے تھے۔

''میں لٹ گیا شیزرے کسی کے ساتھ بھاگ گئی۔''

''شٹ اپ' ایسا مت بولو' تمہارے اندر ذرا سی بھی غیرت نہیں ہے کہ تم اپنی بیٹی کے بارے میں ایسا بول رہے ہو۔'' سجاد مصطفی غصے سے بولے۔

''بڑے بھائی! مجھے مارو کہ میں اپنی بیٹی کی حفاظت نہ کر سکا۔'' وہ ان کا پیر پکڑ کر اپنا سر پٹخ رہے تھے۔

''ہٹیں اکو چچا! ایسا نہ کریں۔'' احمد بڑے پاپا کے پیر چھڑاتے ہوئے بولا۔

''ارے احمد میاں! میں لٹ گیا برباد ہو گیا' فاطمہ میری بیٹی کو لے کر کہیں بھاگ گئی' چار دن کے بعد تو اس کی بارات آنی تھی۔'' وہ منہ چھپائے رو رہے تھے۔

''چلیں اکو بھائی! آپ جس آدمی سے اس کی شادی کر رہے تھے اس سے تو اچھا ہے کہ فاطمہ شیزرے کو لے کر بھاگ گئی۔'' عمیرہ غصے سے بولیں۔

''ارے عمیرہ! تم تو ایسا مت بولو' بیٹی والی ہو۔'' وہ اپنا پانی سے بھیگا ہوا چہرہ زمین سے رگڑتے ہوئے بولے' عمیرہ کو ایک جھرجھری سی آ گئی' چار جوان بیٹیوں کی وہ ماں تھیں' تبھی اکو میاں روتے ہوئے زینے کی سمت بڑھتے ہوئے بولے۔

''میں تو دو دن سے گھر نہیں آیا' میں تو سمجھ رہا تھا فاطمہ میرے کبوتروں کی دیکھ بھال کرے گی جاتا ہوں اوپر' میری طرح وہ بھی پیاسے مر رہے ہوں گے۔''

''نہیں اکو چچا' آپ کے کبوتر تو دانہ بھی کھا رہے ہیں اور پانی بھی پی رہے ہیں۔'' ندیم بولا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے میں تو بند کر کے گیا تھا۔'' وہ حیران سے ہو کر بولے۔

"تم میں سے کوئی اوپر گیا تھا' فاطمہ تو رات کی تاریکی میں گئی ہے کبوتر میں صبح بند کر کے گیا تھا۔"

"تو تم نے روکا کیوں نہیں۔" سجاد مصطفی بولے تو اکو میاں اپنی غلطی پر گھبرا کر بولے۔

"بھائی صاحب! میں سمجھا کہ وہ آج رات کو اس کو لے کر نکل جائے گی اب میں کہاں سمجھا تھا کہ وہ سچ میں نکل جائے گی۔" وہ زینہ چڑھتے ہوئے بولے۔

نور محل میں ہر طرف ایک سناٹا سا چھا گیا' شیزرے کا یوں چلا جانا سب کو حیرت میں ڈال گیا۔

......☆☆☆......

نور محل کی خاموشی کو ایک دم فہد نے آ کر توڑ دیا تھا' لان میں پہلی نظر حریم کی تھی جس نے فہد کو گیٹ سے اندر آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

"فہد... تم!" وہ بہت تیزی سے لپکتی ہوئی سامنے کی گرل کا کنڈا کھولتی ہوئی لان میں نکل آئی تھی۔

"فہد...!" اس کی آواز رک سی گئی۔

"کیا ہوا حری!" وہ ایک دم حواس باختہ ہو کر بولا۔

"فہد! تم نے بہت دیر کر دی آنے میں۔" آنسو تھے کہ بہہ نکلے۔

"کیا...؟" بیگ چھوٹ کر دھڑ سے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گرا۔

"کیا ہوا حری! بڑے پاپا ٹھیک تو ہیں؟" وہ گھبرا کر حریم کے دونوں ہاتھ تھام کر بولا۔

"پاپا تو ٹھیک ہیں فہد! مگر فاطمہ خالہ اور شیزرے اب یہاں نہیں۔" اس نے چونک کر ایک گہرا سانس لیا اور دل کی رفتار بھی کچھ کم ہو گئی تھی۔

"وہ یہاں سے کہاں گئیں؟" اس نے ایک نظر تیسری منزل کے زینے پر ڈالی جس کے پٹ کھلے ہوئے پڑے تھے۔

”پتہ نہیں فہد! ہم لوگ سخت پریشان ہیں۔“

”لیکن میں نے تو اسے کہا تھا کہ میں آ رہا ہوں پھر اور اکو چچا کہاں ہیں۔“

” انہیں خود اس سب کا علم نہیں ہے وہ دو دن کے بعد گھر آئے ہیں۔“

”اور مما کیسی ہیں؟“ وہ بجھے بجھے لہجے میں حریم سے تفصیل پوچھ رہا تھا۔ ساری تفصیل جان کر کہ مما ابھی تک اسپتال میں ہیں نجانے کیوں اس نے بہت گہرا سانس لیا اور ایک نظر میں پھر اس کے زینہ' لان اور گیٹ گھوم گیا' وہ دوبارہ بیگ اٹھا کر اندر آیا سبھی لوگ موجود تھے۔فائزہ' عمیرہ' دادو' عباد' بڑی ممی اسے دیکھ کر جلدی سے گلے لگا کر بولیں۔

”فہد! ایک مظلوم بچی نجانے کہاں خوار ہو رہی ہو گی۔“ وہ آبدیدہ ہو کر بولیں۔

”فہد! تم کچھ کرو۔“ بڑی پھپھو نے اس پر ایک نظر ڈالی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”فہد! مجھے تو اس کے باپ پر شک جاتا ہے اسی نے اسے شاید اِدھر اُدھر کر دیا ہے۔“ فائزہ بولیں۔

”اچھا' دم تو لینے دو' بیٹا! تم بیٹھو' سوچتے ہیں کہ کیا کرنا ہے۔“ دادو کے قریب وہ بیٹھا تو وہ اسے پیار کرتے ہوئے بولیں۔

”بھئی ان کا ذاتی معاملہ ہے' کیوں ہم لوگ اتنا انوالو ہو رہے ہیں۔“ عباد بولا۔

”جی نہیں' یہ ہمارا اپنا معاملہ ہے آپ اتنا بننے کی کوشش نہ کیجئے۔“ حریم رخ موڑ کر آہستہ سے عباد سے بولی۔

”احمد بھائی کہاں ہیں؟“ اس نے اپنے اردگرد نظر ڈالی تو کرن افسردگی سے بولی۔

”بھائی! مما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' بابا اور احمد بھائی ابھی تک ہاسپٹل سے نہیں آئے۔“

"اور عبیر کہاں ہے؟" اس نے تشویش بھری نظر اِدھر اُدھر ڈالی۔

"بھائی! وہ کالج سے ابھی تک نہیں آئی۔" وہ چونک سا گیا۔

"اوپر کیا اکو چچا ہیں؟" اس نے کرن سے پوچھا تو وہ بولی۔

"پتہ نہیں۔"

"فہد! تمہیں اکو سے ملنے کی کوئی ضرورت نہیں' وہ حد سے زیادہ بدتمیزی پر تلا ہوا ہے' اس سلسلے میں ہم سب اس سے بات کر چکے ہیں وہ بہت معصوم اور انجان بن رہا ہے۔" دادو بولیں۔

"نہیں فہد! اب دیر مت کرو تم اکو چچا سے پوچھ گچھ کرو' یو نو فہد کہ جو کچھ ہو رہا ہے تم اچھی طرح جانتے ہو۔" حریم بولی تو اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو پکڑ کر جھکا لیا تھا تبھی اسے کچھ آہٹ ہوئی' احمد اور منظور زینے پر چڑھتے ہوئے بول رہے تھے۔

"میں بابا سے مل لوں' پھر میں آخری فیصلہ کرتا ہوں۔" سر جھکائے جھکائے حریم سے اپنا ہاتھ چھڑا کر باہر نکل گیا' حریم اس کے ساتھ آگے بڑھی تھی۔

"دیکھو فہد اس وقت بہت غصے میں ہے نجانے کیا کر بیٹھے' عباد تم جائو۔"

"فہد! میری بات تو سنو۔" عباد بہت تیز اس کی جانب لپکا۔

"نہیں فہد! تم نے جو کرنا ہے کرو پلیز' کسی غریب کے ساتھ اتنی بڑی ناانصافی' اللہ کبھی ہم لوگوں کو معاف نہیں کرے گا' تم صاحب اختیار ہو' تم اس پوزیشن میں ہو کہ کسی کی مدد کر سکو' فہد رُکو سنو میری بات' رکو فہد' چھوٹی ممانی اور اکو چچا دونوں اس وقت مل چکے ہیں۔" فہد نے آہستہ سے اپنا سر ہلایا اور تھکے تھکے قدموں سے چلتا ہوا زینہ چڑھا تھا۔

"ارے فہد!" احمد اٹھ کر اس کے گلے لگ گیا۔

"بابا! فہد آیا ہے۔" احمد نے منظور مصطفیٰ کو دوسرے کمرے میں اطلاع دی تھی۔

"کیسے ہو فہد بیٹے؟ تمہاری ماں بہت بیمار ہے اچھا کیا جو تم آ گئے۔"

"جی نہیں بابا! میری ماں بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں آئی نو' وہ ہم سب کو دھوکا دینے کے لیے ہاسپٹلائز ہوئی ہیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا فہد؟" منظور مصطفی بہت غصے سے بولے۔

"شیزرے اور فاطمہ خالہ کو غائب کروانے میں میری ماں اور اکو چچا شامل ہیں۔"

"بکواس مت کرو فہد! تمہاری ماں انجائنا کے اٹیک سے بال بال بچی ہے' فاطمہ اور شیزرے کل یہاں سے گئی ہیں خود کہیں اور تمہاری ماں تین دن سے ہاسپٹل میں ہے' سعدیہ ٹھیک ہی کہتی تھی کہ تم ہمیشہ اس سے بدگمان رہتے ہو۔"

"بابا! کسی غریب کے ساتھ ایسا مذاق نہیں کرتے جو اس کے ساتھ مما کر رہی ہیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں کہتا ہوں فہد...!" تو احمد بیچ میں آ گیا۔

"فہد! تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے۔"

"مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہو رہی احمد بھائی' آپ بیچ میں مت آئیں۔"

"ہٹ جائو احمد! یہ کیا کہنا چاہتا ہے اس کو بولنے دو۔"

"بابا! اگر میں یہ سب ثابت کر دوں تو...؟"

"تم یہ کبھی ثابت نہیں کر سکتے فہد' یہ صرف تمہاری غلط فہمی ہے اور کچھ نہیں۔"

"ٹھیک ہے بابا! اگر میری ماں اس کھیل میں شامل ہے تو میں بھی حد سے گزر جائوں گا۔" وہ غصے سے بولا۔

"میں جا رہا ہوں۔" وہ غصے سے نیچے اترا۔

"بابا! سوچ لیجئے گا آپ۔" وہ پلٹ کر بولا۔

"میں گستاخی میں اتنا آگے نکل جائوں گا کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے فہد! آج میں سمجھتا ہوں کہ جو سعدیہ کہتی تھی تم لوگوں کے بارے میں وہ سچ ہے، تم اتنے بدگمان ہو اپنی ماں سے۔" منظور غصے سے بول رہے تھے۔

"اوکے بابا! آپ کی یہ خوش فہمی بہت جلد میں دور کر دوں گا۔" اس کا لہجہ بہت گستاخانہ سا تھا۔

"فہد! تم سمجھنے کی کوشش کرو، تم بابا سے کیوں الجھ رہے ہو۔" احمد بولا تو عباد بھی بولا۔

"فہد! تم کچھ زیادہ جذباتی ہو رہے ہو۔" تو حریم بولی۔

"فہد جو کر رہا ہے صحیح کر رہا ہے، تم سب ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہو، کوئی بھی یہ نہیں سوچ رہا کہ کل اس کا نکاح ہو جائے گا۔" حریم، زینے سے فہد کے ساتھ ساتھ اتری تھی۔

"تم سمجھنے کی کوشش کرو حری! جب خالہ، شیزرے کو لے کر یہاں سے چلی گئی ہیں تو کیسے اس کا نکاح ہو سکتا ہے۔" عباد بھی الجھ پڑا۔

"یہ اکو چاچا کی کہانی ہے کہ شیزرے اور خالہ خود یہاں سے بھاگ گئی ہیں، تم لوگ سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے اور فہد کو بھی روک رہے ہو، فہد! میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی کہ یہ تمہاری ذمے داری ہے کہ تم اسے آزاد کروائو ورنہ وہ بے موت ماری جائے گی۔"

"فہد! ہماری بات سنو۔" احمد، عباد بہت تیز اس کی جانب بڑھے۔

"بدگمانی ثابت کرنے کے لیے فہد مصطفی 24 گھنٹے کے اندر اندر نور محل میں دوبارہ آئے گا، یہ یاد رکھنا۔" احمد کو اس نے انگلی سے وارننگ دی۔

"فہد! اتنا جذباتی مت بنو۔" احمد دوڑ کر اس کے قریب پہنچا مگر وہ گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا اور وہ فہد مصطفی ہی کیا جو غصے میں کسی کی سن لے۔

"اسے ہوا کیا ہے۔" منظور تیز تیز زینہ اترتے ہوئے آئے تھے۔

"بابا! اسے غلط فہمی ہو گئی ہے کہ شاید مما نے شیزرے کو یہاں سے ہٹایا ہے۔"

"وہ بے چاری ہاسپٹل میں ہے اور یہ بیٹا ہے کہ جائے ماں سے پوچھے کہ تم کیسی ہو اُلٹا اس سے بدگمان ہو رہا ہے' یہ گیا کہاں ہے اس وقت احمد' کانٹیکٹ کرو اس سے۔"

"بابا! وہ غصے میں ایسے ہی ری ایکٹ کرتا ہے۔"

"لیکن کس بات کا غصہ؟" منظور بہت افسردگی سے بولے۔

"بابا! ہم کچھ نہیں کہہ سکتے فہد کے بارے میں کہ وہ اس وقت کہاں گیا ہے اور کیا کرے گا"۔وہ بھی حیران سے کھڑے تھے۔

نور محل میں بڑی گہری خاموشی تھی' شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے' شیزرے اور فاطمہ کی طرف سے سب مایوس ہو کر بیٹھ گئے تھے لیکن حریم کے دل میں فہد کو دیکھ کر نجانے کیوں ایک آس' ایک امید جاگ اٹھی تھی کہ فہد مشکل سے مشکل ترین کام کو حل کر دیتا ہے اور یہاں تو اس کی ذات انوالو ہو رہی تھی' حریم ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ہوئی گم صم سی اپنے نیل صاف کر رہی تھی تبھی عباد مصطفیٰ اندر آیا تھا' اس نے

ایک نظر حریم کے چہرے پر ڈالی جہاں بے حد افسردگی اور اداسی کے سائے نظر آ رہے تھے۔

"دکھ تو مجھے بھی ہے حریم! کہ فاطمہ خالہ نے ایسا کیوں کیا۔" میگزین اٹھا کر ورق گردانی کرتے ہوئے بولا تو وہ ڈریسنگ ٹیبل سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"عباد! تم بہت عرصے سے اس ماحول سے دور رہے ہو' یہاں بہت ساری تبدیلیاں آئی ہیں' جو محبت کرتے تھے وہ بہت دور چلے گئے اور جو دور تھے وہ ایک دوسرے سے بہت قریب آ گئے ہیں' شیزرے فہد سے بہت قریب آ گئی ہے لیکن تمہیں اس کی خبر نہیں ہے۔"

"فہد کی جذباتی کیفیت دیکھ کر مجھے بھی اندازہ تو ہوا ہے کچھ۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"شکر ہے تمہیں کسی کے جذبات کا احساس تو ہوا۔" حریم کے اس جملے پر وہ بہت بے قرار ہو کر اٹھا اور ساری ناراضی بھول کر اس نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

"کیوں کیا میں انسانی جذبات سے عاری ہوں۔" وہ سارا غصہ بھول کر پھر مسکرایا' حریم اس کی اس بات پر کچھ جھینپی جھینپی سی کھڑی رہی اور وہ اسے یک ٹک دیکھے گیا۔

"حریم! تم دوسروں کے لیے کیوں اتنا پریشان ہوتی ہو۔" وہ اس کی گرم نگاہیں اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی۔

"پتہ ہے تمہاری یہ عادت تمہیں منفرد بنا دیتی ہے کل سے تم شیزرے کے لئے اتنی دکھی ہو' دکھ تو مجھے بھی ہے لیکن میں کل سے محسوس کر رہا ہوں کسی نہ کسی بہانے سے تم ہاتھ پونچھ کر ٹیبل سے اٹھ جاتی ہو' تم نے ممی کے ساتھ جس طرح سے تعاون کیا ہے میں شرمندہ رہتا ہوں۔" وہ اداس لہجے میں بولا تو اس نے تڑپ کر نظریں اٹھائیں۔

"نہیں جو کچھ میں نے کیا ہے وہ اپنی خوشی کے لئے' آپ کسی خوش فہمی میں مت رہیں۔" اس نے بڑی گہری نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ بولا۔

"چلو میں نے ساری خوش فہمیاں دور کر لیں' لیکن اب اگر میں اپنی خوشی کے لیے کچھ چاہتا ہوں تو..." وہ سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو۔" اس نے اپنی نظریں جھکا لیں۔

"بس تھوڑی سی خوشی' تھوڑا سا تعاون' بس یونہی جیسے تم دوسروں کے لیے کرتی ہو۔" وہ نظریں جھکا کر بولی۔

"سوچوں گی۔"

"تو چلو میں تمہیں ایک اچھے سے ریسٹورنٹ میں کھانا کھلاتا ہوں گھر میں ماحول بہت ٹینس ہے' کچھ دیر تم باہر چلو گی تو فریش ہو جاؤ گی' حری! یہ میں نہیں میری ماں مجھے بار بار کہہ رہی ہیں' اب میں انہیں کیا جواب دوں۔"

"ٹھیک ہے میں تھوڑی دیر میں چینج کر کے آتی ہوں' تم باہر جاؤ۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے باہر نکل گیا۔

......☆☆☆......

"کیا ہوا تم کیا سوچ رہی ہو؟" بظاہر حریم اس کے سامنے بیٹھی تھی مگر ذہن کہیں اور تھا۔

"شیزرے کی گمشدگی اتنی آسان تو نہیں تھی کہ وہ چپکے چپکے نور محل سے غائب ہو جائے جبکہ فہد سے اس نے بات بھی کر لی تھی پھر ایسی کیا مجبوری ہوئی کہ وہ یوں خاموشی سے چلی گئی' اکو چچا دو دن سے گھر سے

غائب تھے' چھوٹی ممانی کا یوں گھر سے جانا اور پھر یوں اچانک خالہ اور شیزرے کا چلا جانا' ان تینوں واقعات میں ایک بات مشترک ہے کہ تینوں نے گھر چھوڑ دیا' خیر فہد مصطفی بھی کوئی معمولی چیز نہیں' وہ پاتال سے بھی انہیں ڈھونڈ نکالے گا۔"

"کیا سوچ رہی ہو حری! کھانا لو۔" وہ چونک گئی۔

"بس عباد! بھوک نہیں لگی۔"

"تم نے شیزرے کی تکلیف کو کچھ زیادہ نہیں اپنے سر پر سوار کر لیا۔"

"ٹینشن کبھی لی نہیں جاتی عباد! سوچیں خود آتی ہیں' میں نے خود کو بے حد مصروف رکھا مگر کوشش کے باوجود میں ناکام رہی' عباد تمہیں دل کی خبر نہیں ہے۔" اس کے آنسو بھل بھل بہنے لگے۔

"پلیز حری! حوصلہ رکھو' سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"نہیں عباد! تم کچھ نہیں جانتے کہ میں آج تمہارے سامنے جو ہوں وہ صرف شیزرے کی وجہ سے ہوں۔" وہ یہ کہتے ہوئے اپنے چہرے کا رخ موڑ گئی تھی۔

"ہم دکھ کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں۔" شاید عباد مصطفی کچھ نہیں سمجھا تھا۔

"نہیں عباد تم کچھ نہیں سمجھتے۔" وہ بے خبر سا اسے دیکھ رہا تھا۔

"انجان بننے کی ایک حد ہوتی ہے' یہ جانتے ہوئے کہ چھوٹی ممانی کا رویہ شیزرے کے ساتھ کیسا تھا پھر بھی ہم کتنے پرسکون سے بیٹھے ہیں' شیزرے

اس نور محل کا اب ایک حصہ ہے‘ یو نو فہد اور شیزرے ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔‘‘ تو عباد مصطفی چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

’’حری! میں نہیں سمجھتا کہ فہد اتنا سیریس ہے‘ تم نے دیکھا نہیں کتنا مایوس اور بکھرا ہوا لگ رہا تھا‘ وہ شیزرے کے دکھ اور تکلیف پر اتنا دکھی تھا کہ وہ اس سے نظریں نہ ملا سکا اور جب ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے تو وہ بے بسی سے بیگ اٹھا کر نور محل سے نکل گیا تھا اور آج جس طرح سے منظور چچا کے سامنے سر اٹھا کر بولا ہے کیا پھر بھی ہم اس کے دل کی کیفیت کو نہیں سمجھ سکتے۔‘‘ عباد بولا تو وہ حیران سی نظریں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

’’تو کیا اب ہم شور مچاتے پھریں کہ ہم کیا کر رہے ہیں‘ ہم اکو میاں کی ایک ایک پل کی خبر لے رہے ہیں کہ وہ کس وقت کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں‘ احمد خود پریشان ہے ہاسپٹل سے نجانے وہ کہاں کہاں مارا مارا پھر رہا ہے‘ ندیم اور زوہیر‘ عزیز اللہ خان کی نگرانی کر رہے ہیں‘ کہیں نہ کہیں سے ہمیں کوئی نہ کوئی سراغ تو ملے گا۔‘‘ وہ بے حد اداس لہجے میں بولا۔

’’تو پھر تم لوگ کیوں اس طرح سے بی ہیو کر رہے ہو کہ جیسے تمہارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہ ہو۔‘‘

’’بس حری! یہ ہے کہ ہم اپنی بات کسی سے شیئر نہیں کرتے۔‘‘

’’اور خود تم دوسروں سے یہ امید رکھتے ہو کہ وہ تم سے شیئر کر لیں۔‘‘

’’کم از کم میں نے تو تم سے یہ اختیار نہیں لیا‘ بس یہ خواہش ضرور تھی کہ تم تھوڑا سا مجھے جاننے کی کوشش کرو۔‘‘ عباد بولا تو وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔

’’اب کیا سوچ رہی ہو تم...؟‘‘ یکطرفہ خیالات سب منتشر ہو گئے‘ اس نے چمچے کو ٹک ٹک کر کے بجایا۔

’’فہد مصطفی سے مجھے تو نجانے کیوں خوف سا آ رہا ہے وہ غصے میں کچھ بھی کر سکتا ہے عباد! تم اسے کال کرو اور اس سے بات کرنے کی کوشش کرو۔‘‘

"اب حری کچھ نہیں ہو سکتا' اس نے اپنا سیل آف کیا ہوا ہے اور اگر چھوٹی چچی کا انوالومنٹ ہو گا تو اس قدر نتائج خطرناک نکلیں گے' احمد بھی بہت گھبرایا ہوا ہے' منظور چچا بھی بہت اپ سیٹ ہیں کہیں واقعی چھوٹی چچی انوالو نہ ہوں اس میں' پھر تو فہد اتنا ایگریسو نیچر کا ہے کہ وہ پلٹ کر نور محل نہیں آئے گا اتنا تو میں بھی جانتا ہوں۔" اس نے بہت غور سے دیکھا۔

"ہم سب کو ڈر تو اسی بات کا ہے لیکن اتنا تو میں بھی جانتی ہوں کہ خالہ اسے لے کرکہیں نہیں جائیں گی' ایک بار نہیں وہ کئی بار اس بات کا اظہار دادو سے کر چکی ہیں' پھر انہوں نے اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر لیا۔" وہ دکھ میں ڈوبی ہوئی آواز میں بول رہی تھی۔اس لمحے دکھی سی حریم کو عباد اپنی آنکھوں میں چھپا لینا چاہتا تھا۔

......☆☆☆......

حریم اور عباد رات نور محل پلٹ کر آئے تو اک خوشگوار ہوا کا جھونکا سامنے محسوس ہوا' جوں جوں وہ آگے بڑھی اسے لگا کہ کچھ لوگ خوش اور مطمئن

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے ہیں تبھی رامین نے اسے بتایا تھا کہ احمد کا کنفرمیشن CSS میں ہو گیا ہے' اس نے نیٹ پر دیکھا ہے لیکن احمد کے چہرے پر ایسا کوئی خوشگوار احساس نہیں تھا' عباد نے تو جلدی سے بڑھ کر احمد کو گلے لگایا تھا۔

"یار احمد! تو انکم ٹیکس آفیسر لگے گا مزہ آئے گا۔" لیکن احمد کے چہرے پر سوگواری ابھی تک چھائی ہوئی تھی' وہ فہد کو لے کر بے حد اداس تھا' رامین نے یہ تیسری بار مڑ کر میسج کیا تھا۔

"تھوڑا سا تو مسکرا لو۔" لیکن احمد نے سوگوار سی نظر اس کے چہرے پر ڈالی تو اس کے چہرے پر لگا کہ پھول کھل رہے ہیں' احمد کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تو آئی لیکن وہ نظریں اٹھا کر اپنا رخ پھیر گیا اور وہ اس کی اس ادا پر نجانے کیوں اندر سے کھل اٹھی اور چہرہ بلش کر اٹھا تبھی بڑی ممانی نے اسے آواز دی تو وہ اسی طرف چلی گئی۔

نور بی بی بہت متفکر سی ابھی عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں تبھی ملازم ان کے بیڈ پر چائے کی ٹرے رکھ کر گیا تھا' عمیرہ اور فائزہ بھی موجود تھیں'

WWW.PAKSOCIETY.COM

دونوں بہنیں سعدیہ کی بیماری کا سن کر آئی تھیں مگر یہاں شیزرے کی گمشدگی اور فہد کا گھر چھوڑ کر چلے جانا ان دونوں باتوں نے ہر ایک کو پریشان کر رکھا تھا' ذکر شیزرے کا نکلا تو فائزہ ماں سے بول پڑیں۔

"امی! رامین کے لئے منظور بھائی سے بات کریں' احمد کی تو مرضی لگتی ہے۔" تو چائے کا سپ لیتے ہوئے عمیرہ تھم سی گئیں اور بولیں۔

"نہیں فائزہ! اپنی طرف سے کوئی بات مت کرنا' یہ ممکن نہیں ہے۔" عمیرہ بولیں تو نور بی بی جلدی سے بول پڑی تھیں۔

"اس میں برائی تو کوئی نہیں ہے لیکن اتنی آسانی سے سعدیہ ماننے والی نہیں ہیں اور عمیرہ! تم ہو بھی تو بہت سادہ تھوڑا تم اِدھر اُدھر نکلا بھی کرو۔" وہ ہنس کر بولیں۔

"لیکن امی! اِدھر اُدھر سے کیا مراد ہے' بیٹیاں ہیں تو اللہ ان کی قسمت بھی دے گا۔"

"وقت پر بیاہی جائیں بیٹیاں تو اچھی لگتی ہیں عمیرہ آپا! میری جٹھانی کو دیکھیں ایسا فٹافٹ ان کی بیٹیاں بیاہی گئی ہیں' وہ ہر ہفتے کہیں نہ کہیں اپنی بیٹیوں کے لیے جاتی رہتی ہیں اور دیکھیں وہ کامیاب بھی ہیں' ارے انہوں نے بڑی کیا چھوٹی کا بھی رشتہ طے کر دیا' رشتے تو یوں کھٹا کھٹ ملے ہیں کہ کچھ مت پوچھو۔"

"اب دیکھو فائزہ! ایک رشتہ آیا تو ہے ربیعہ کا' دیکھتے ہیں کیا بنتا ہے۔"

"میں تو بات کر رہی ہوں رامین کی آپا! آپ رامین کے لئے کہیں جائیں اور کروائیں سعدیہ بھابی پر کچھ۔"

"کیسی باتیں کررہی ہو فائزہ! یہ سب شرک ہے۔"

"ارے رہنے دیں عمیرہ آپا! آج کل دنیا اسی پر چل رہی ہے میں لے کر آپ کو کسی دن چلوں گی' پھر دیکھیئے گا اپنی آنکھوں سے وہاں کیا کیا نہیں ہو رہا' سارے رشتے ایسے ہی ہو رہے ہیں یا تو نیٹ کے ذریعے یا پیروں فقیروں کے ذریعے۔"

”توبہ توبہ فائزہ! تم کیسی باتیں کرتی ہو، میری بیٹیاں ایسی نہیں ہیں اور نہ میں اس کی اجازت دوں گی، جو اللہ نے ان کے نصیب میں لکھ دیا ہے وہ مل کر رہے گا۔“

”تو ٹھیک ہے بیٹھی رہو بیٹیوں کو سمیٹے۔“ فائزہ نے اپنی بات کو خود ہی سمیٹ لیا اور کپ اٹھا کر کچن کی جانب گئی تھیں۔

”جب تک سعدیہ خود سے نہ کہیں تم خود سے کوئی بات مت کرو، ویسے میں نے منظور کے کان میں یہ بات ڈال دی ہے کہ رامین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے، اس وقت تو کچھ نہیں بولا مگر اس کی نظروں میں رامین کے لیے بڑا پیار چھلکتا ہے، تم نے دیکھا نہیں رامین کو بات بات پر آواز دینا۔“ اماں ہنس کر بولیں۔

”اماں! فائزہ کو اُلٹی سیدھی حرکتوں سے روکیے، یہ نجانے کہاں کہاں ماری ماری پھرتی ہے۔“

”چھوڑو تم اسے، وہ ہے ہی بچپن کی جنونی جس نے کہا اس کے پیچھے چل دی، ان کے سسرال میں بس پیری مریدی کا بہت زور ہے۔“

”اماں! میں نے تو سب کچھ اپنے اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔“

”چلو تمہاری بہن ہے اپنی طرف سے وہ اچھا سمجھ رہی ہے، بس مجھے تو فکر فہد کی کھائے جا رہی ہے کہ آخر وہ گیا کہاں۔سچ عمیرہ! بات نکلی ہے تو میں کہہ رہی ہوں شیزرے بہت پیاری بچی ہے پہلے تو میں مذاق سمجھتی تھی مگر فہد کے تیور کچھ اور بتا رہے ہیں میری زندگی کا تجربہ ہے یہ، بات بات پر پہلے تو شیزرے کو تنگ کرنا، رعب جمانا، اسے اگنور کرنا اور جس دن اس کے پاؤں جلے عمیرہ اس دن تم دیکھتیں، فہد جیسے تڑپ کر اسے لے کر بھاگا ہے کہ سعدیہ دیکھتی رہ گئیں اور کل جو ہوا وہ سب کے سامنے ہے وہ باپ کے سامنے اکڑ کر بولا کہ اگر ثابت ہو گیا کہ مما انوالو ہوئیں تو پھر دیکھیے گا اور جس طرح سے وہ نکل کر گیا ہے ناں اس کے لفظوں کا اتار چڑھاؤ بتا رہا تھا کہ شیزرے اس کی ہے۔“

"لیکن اماں! یہ ظلم ہے اس بچی کے ساتھ، اس طرح اکو میاں نے انہیں تماشا بنا کر رکھ دیا، توبہ توبہ رامین بتا رہی تھی کہ شیزرے بے حد اپ سیٹ اور پریشان رہتی ہے، بس آپ سب کے لئے دعا کریں کہ وہ جہاں بھی ہیں اللہ انہیں اپنی امان میں رکھے۔" تبھی ندیم اندر داخل ہوا تھا۔

"دادو! کہیں سے اطلاع ملی ہے کہ کل بعد مغرب عزیز اللہ خان کا شیزرے سے نکاح ہے۔دادو، احمد بھائی بہت غصے میں باہر نکل کر گئے ہیں اور عباد بھائی بھی ساتھ ہیں۔"

"ایک تو مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہا ان لوگوں کا کیوں غصے سے برا حال ہو رہا ہے، ارے بھئی نکاح ہو رہا ہے ٹھیک ہے مگر تم لوگ تو اپنے ہوش میں رہو۔" تبھی عذرا ممانی اور حریم بھی اندر آئی تھیں۔

"اماں! احمد اور عباد بہت غصے میں باہر گئے ہیں انہیں اطلاع ملی ہے کہ شیزرے کہیں ہے مگر کہاں وہ لوگ یہ نہیں جانتے، اماں، احمد نے میرے سامنے زوہیر اور عاقب کو بھی اس بات کی اطلاع دی ہے ان

لوگوں کا کہنا ہے کہ فہد کانٹیکٹ نہیں کر رہا، اماں مجھے تو ڈر لگ رہا ہے اللہ جانے یہ بچے کیا کریں گے، کیا ہم منظور کو اطلاع کر دیں؟"

"نہیں پہلے ہی وہ اپنی بیوی کی ٹینشن میں بیٹھا تھا کہ اوپر سے فہد کا گھر چھوڑ کر چلے جانا، اب تو مجھے بھی شک ہو رہا ہے کہ سعدیہ ٹھیک کہتی تھی کہ سب آپس میں ملے ہوئے ہیں، اب تم یہ دیکھ لو کہ نور محل کے سارے لڑکے ایک ہو کر اِدھر اُدھر نکل گئے ہیں اور ہمیں کوئی خبر نہیں ہے۔"

"اماں! کچھ ہونے والا ہے مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔" عذرا بولی تھیں۔

"اس میں ممانی جان ڈرنے کی کیا بات ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں ٹھیک کر رہے ہیں، شیزرے ہماری اپنی تھی اور اتنا آسان نہیں ہے کہ اچانک خالہ اور وہ گم ہو جائیں اور پھر یہ اطلاع پھیل گئی ہے کہ جمعہ کے دن بعد مغرب عزیز اللہ خان کا نکاح ہے تو پھر ممانی ہے ناں یہ کسی نہ کسی کی شرارت۔"

"اچھا حریم! تم چلو اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔" رامین اس کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے کمرے میں لے گئی جہاں ساری لڑکیاں سہمی ہوئی بیٹھی تھیں کہ کچھ ہونا ضرور ہے۔

"تھوڑی سی دیر کے لیے اکو چچا اوپر آئے تھے' شام میں کبوتروں کو دانہ ڈالا اور پھر اتر کر چلے گئے۔"کرن بولی۔

"نہیں' نہیں ہاتھ میں بھی کوئی تھیلا تھا' ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے ان میں کپڑے وغیرہ ہوں۔" عبیر بولی۔

"کمال ہے تم نے پھر بھی ان سے کچھ نہیں پوچھا۔" ریشمین' عبیر سے الجھ پڑی۔

"لو بھلا بتاؤ کہ تم کیا لینے آئے ہو' وہ ان کا گھر ہے وہ جب چاہیں آئیں، جب چاہیں جائیں۔میں تھوڑی پوچھ سکتی ہوں۔" عبیر غصے سے بولی۔

"پھر بھی تم ازرائے انسانیت انہیں روک کر پوچھ لیتیں کہ شیزرے آپی ملیں یا نہیں۔" بشریٰ بولی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"وہ اپنے ہوش میں ہوں تو کچھ پوچھا جائے' میں تو اس وقت عبیر کے ساتھ کھڑی تھی جب اکو چچا جھومتے ہوئے فلمی گانا گاتے ہوئے زینہ اتر گئے۔"

"ارے آپی! انہوں نے اپنے کبوتروں کے پیروں میں چھوٹے چھوٹے چھلّے پہنائے ہیں' جب وہ چلتے ہیں تو اتنے مزے کی آواز آتی ہے چھن چھن اور پھر اکو چچا اس کبوتری کو پیار کر کے گانا گاتے ہیں۔

چھن چھن ناچوں گی
گن گن گائوں گی
سیاں میرے آئیں گے
ان کو رجھائوں گی"

کرن بولی تو سبھی کو گانے پر زور سے ہنسی آئی تھی۔

"اور وہ ایک گانا اور بھی تو گاتے ہیں کبوتری اڑا کر' وہ بتائو کرن۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کون سا کون سا' اچھا وہ والا "رنگ برسے بھیگے چنر والی۔" اس نے اکو چچا کے انداز میں بتایاتو سب کو پھر سے ہنسی آ گئی تبھی زوہیر تیز تیز چلتا ہوا ندیم کے کمرے کی طرف گیا تھا اور ندیم کو لے کر تیزی سے باہر نکلا تھا' بائیک پر موجود دو لڑکوں کے ساتھ ندیم اور زوہیر بیٹھے اور تیزی سے کہیں گئے تھے' حریم نے بھاگ کر یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا پھر وہ چل کر اندر آئی اور عباد کو کانٹیکٹ کیا تو وہ بول رہا تھا۔

"شیزرے اور خالہ کو کہیں غائب کیا گیا ہے کہاں انہیں رکھا گیا ہے یہ ابھی معلوم نہیں ہو سکا' ویسے حریم! احمد بہت غصے میں ہے اس نے اکو چچا کو دو لگائیں تو وہ زمین پر گر پڑے ' سب نے بیچ بچاؤ کر کے اکو چچا کو بچا لیا ہے لیکن احمد کہتا ہے کہ میں انہیں جان سے مار دوں گا۔"

"ویسے یہ بات ہے ٹینشن والی' آپ کسی طرح احمد بھائی کو لے کر گھر آ جائیں' احمد بھائی سے میری بات کروائیں وہ اپنا سیل نہیں اٹھا رہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"لو احمد! بات کرو حریم لائن پر ہے۔" عباد نے اپنا سیل احمد کے قریب کر دیا۔

"احمد بھائی! آپ لوگ کیا کر رہے ہیں ہم سب کو بہت ڈر لگ رہا ہے۔"حریم گھبرا کر بولی۔

"ڈر لگ رہا ہے تو ہم کیا کریں چوڑیاں پہن لیں' وہ میرے بھائی کی پسند ہے میں اکو چچا کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"احمد غصے سے بولا۔

"پلیز احمد بھائی آپ گھر آ جائیں' دادو پریشان ہیں۔"وہ روہانسی ہو کر بولی۔

......☆☆☆......

لیکن دیکھتے ہی دیکھتے احمد اور عباد کے سامنے زوہیر اور ندیم ابھی پہنچے ہی تھے اپنے دوستوں کے ہمراہ کہ نجانے کہاں سے پولیس موبائل سے چار پولیس والے اچانک اترے' ہوٹل میں بیٹھے ہوئے اکو چچا

جو خوش گپیوں میں مصروف تھے اپنے سامنے آتی ہوئی پولیس کو دیکھ کر گھبرا کر کھڑے تو ہوئے تھے مگر فوراً ہی پولیس انہیں اریسٹ کر کے اتنی تیزی سے لے گئی کہ اکو میاں ایک لفظ نہ بول سکے، سب حیران پریشان کھڑے کے کھڑے رہ گئے، ہوٹل کے سارے ملازم پولیس وین دیکھ کر ہی بھاگ گئے تھے، فوراً ہی ہوٹل کے شٹر ڈائون ہوئے، یہ چھوٹا سا ایک ہوٹل قریب ہی محلے میں تھا جہاں رات گئے تک لوگ چائے اور ٹھنڈی بوتلیں پیتے یا پھر وقت گزاری کے لیے ڈبو کھیلنے آتے تھے، آج بھی یہاں اکو چچا ڈبو کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ یہ سانحہ ہو گیا، احمد اور عباد اور باقی سبھی لوگ ہکا بکا واپس مڑے تھے۔

”عباد بھائی مجھے یوں لگتا ہے کہ کہیں یہ عزیز اللہ کی چال نہ ہو کہ کچھ دے دلا کر پولیس والوں کے ذریعے اکو چچا کو اٹھوا لیا، اب ہمارے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے اکو چچا کے چلے جانے کے بعد ہم کچھ نہیں کر سکتے۔“

”پولیس وین کا نمبر تو ہے ہمارے پاس مگر فہد بھائی سیل نہیں اٹھا رہے۔“ زوہیر کا لہجہ بہت تشویش بھرا تھا۔

”فہد کا بچہ ہے کہاں؟“ احمد بولا۔

”اب پاور آف آ رہا ہے۔“ اس نے گاڑی سے ٹیک لگائے لگائے سیل کو غصے سے سیٹ پر پھینکا تھا۔

کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ویسے بھی آہستہ آہستہ رات کی تاریکی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

......☆☆☆......

اکو چچا کو جب ہوش آیا وہ ایک تاریک کمرے میں تھے اور جونہی روشنی کا بلب جلا اکو چچا حیران سے کھڑے رہ گئے، ان کے سامنے فہد اپنی بیلٹ کھولے کھڑا تھا۔

”فہد میاں...!“ وہ ہکلانے لگے۔

"کہاں ہے شیزرے؟" ابھی اس کے ہاتھ میں بیلٹ گھومی ہی تھی کہ اکو میاں دھڑ سے چکرا کر کرسی پر گرے۔

"ارے میاں، اتنی سی بات پوچھنی تھی تو وہیں پوچھ لیتے، کیا بتاؤں کہاں اس کی ماں اس کو لے کر لاپتہ ہو گئی ہے میں خود انہیں جگہ جگہ ڈھونڈتا پھر رہا ہوں۔" فہد بہت غصے سے ان کی طرف بڑھا مگر نجانے کیا ہوا کہ اس نے پوری بیلٹ کھول کر ہاتھ پر لپیٹ لی اور غصے سے ایک نظر ان پر ڈالی اور بولا۔

"دیکھیں اکو چچا! میں آپ پر کوئی تشدد نہیں کرنا چاہتا، صرف آپ سے بہت آرام سے بات کر رہا ہوں خوفزدہ ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے، بس اتنا بتا دیں کہ وہ کہاں ہیں۔" وہ دو قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔

"فہد میاں! مجھے اگر اس کا علم ہوتا تو میں پہلے ہی گھر میں بتا دیتا، تم لوگ تو ہمارے محسن ہو اور سعدیہ بھابی تو ہماری بہنوں کی جگہ ہیں، اللہ انہیں

زندگی دے وہ ہاسپٹل سے آ گئیں یا نہیں؟" وہ پوری اداکاری سے بولے تو فہد دانت پیس کر منہ پھیر گیا۔

"بس اکو چچا بس، قانون کے مطابق آپ کے ساتھ پوری کارروائی کی جائے گی آپ اس کے لئے تیار رہیں۔" فہد بہت غصے سے رستم شاہ کو اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل گیا، دوچار لگنے کے بعد ہی اکو چچا دھڑ سے کرسی پر گر کر بولے تھے۔

"یہ جو ابھی باہر گیا ہے سب کچھ اس کی ماں کا کیا دھرا ہے۔"

"بکواس بند، صرف یہ بتائو کہ لڑکی کہاں ہے؟" وہ جلدی جلدی تفصیل معلوم کر رہا تھا، اکو میاں کرسی پر نڈھال سے پڑے تھے جب فہد تھوڑی دیر کے بعد کمرے میں پلٹ کر آیا تو اکو چچا گڑگڑا کر زمین پر گرنے والے تھے کہ فہد نے انہیں اٹھا لیا اور تیز روشنی کی زد میں اکو میاں کی آنکھوں کے نیچے تارے ناچنے لگے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"سر! یہ اس کی تفصیل ہے۔" بتاتے ہوئے اس نے فہد کی طرف دیکھا تو فہد کی نظریں جھکی کی جھکی رہ گئیں۔

"بیٹا! یہ جو کہہ رہے ہیں سب سچ کہہ رہے ہیں۔" اکو میاں لڑکھڑا کر بولے تو فہد کو پیروں کے نیچے سے زمین سرکتی محسوس ہو رہی تھی۔

"اگر آپ نے غلط بیانی سے کام لیا تو بہت بُرا حشر ہو گا' رعایت کی کوئی گنجائش نہیں ہو گی' میں آپ کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکوں گا۔"

"سر! شایان کاظمی کی کسی ملازمہ کا گھر بتا رہا ہے۔" ایک سپاہی بولا۔

"ٹھیک ہے ان کی نشاندہی پر فوری طور پر ایکشن لیا جائے۔" فہد نے ایک نظر اکو چچا پر ڈالی۔

"بیٹا! میری بات سنو' تمہاری ماں نے جو کیا ہے وہی میں نے کیا ہے' ہاں یہ ضرور ہے کہ میں نے ان سے پیسے لئے ہیں۔فہد! مجھے معاف کر دو میں بے قصور ہوں' مجھے یہاں سے باہر نکالو بیٹا ہم غریب لوگ ہیں وہ ہماری عزت ہے' غلطی ہو گئی کل رات آٹھ بجے مغرب کے بعد اس کا نکاح

ہے۔" وہ فہد کے سامنے گڑگڑا کر زمین پر گر چکے تھے' فہد اپنے بھاری بوٹ ان کے ہاتھوں سے آزاد کراتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔

......☆☆☆......

تنگ و تاریک کمرے میں پڑا ہوا ملگجا پردہ ہوا سے اُڑ رہا تھا' صحن سے آنے والی سورج کی ہلکی ہلکی کرنیں وقت کا احساس دلا رہی تھیں کہ شام اترنے والی ہے جوں جوں وقت گزر رہا تھا اس کے دل کی دھڑکنیں آہستہ آہستہ بند ہورہی تھیں' انتظار ختم ہو رہا تھا' دل کہتا تھا کہ فہد آئے گا اس نے وعدہ کیا تھا لیکن دماغ کہہ رہا تھا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا' وقت بہت کم ہے اور تم عزیز اللہ خان کی ہو جاؤ گی' اس نے دیوار میں لگی ہوئی کھڑکی کی گول گول سلاخوں کو اتنی زور سے تھاما کہ ہاتھ میں لگی ہوئی ہری ہری مہندی ہتھیلیوں سے جھڑ گئی' اسے یوں لگا جیسے سرخ مہندی نہیں اس کی ہتھیلیوں سے خون اُبل رہا ہو' سرخ سفید ہتھیلیوں پر لگا ہوا تیز لال کلر اپنی رنگینیوں کے ساتھ

جھلک رہا تھا اور وہ دونوں ہاتھوں سے سلاخوں کو تھامے اپنے سر کو ٹکرا رہی تھی، قید میں تڑپتی ہوئی ماں نے بڑی بے بسی سے اس کا ماتھا چوما تھا۔

”شیزرے! جب گواہ تجھ سے اجازت لینے آئیں تو انکار کر دینا، ہمیں زندگی کی آخری سانس تک ان ظالموں سے لڑنا ہے۔“ ان کے آنسوئوں سے ان کا چہرہ بھیگ رہا تھا۔

”نہیں امی! ہمارے انکار کی حسرت میں وہ لوگ آپ پر تشدد کرتے ہیں، روز روز مرنے سے ایک دن مرنا بہتر ہے، ٹھیک ہے امی، ابا کو اپنا ارمان پورا کر لینے دیں، سعدیہ چچی بھی خوش رہیں گی، وہ بھی کیا یادکریں گی کہ شیزرے نے کتنی آسانی سے ہار مان لی، بس امی اتنے بڑے دکھ پر بھی میں خود کو نہیں ختم کر سکتی وہاں جہنم کی آگ ہے، بہتر ہے اس آگ میں اتر جانا جہاں میری آزمائش ہے۔“وہ دُکھی لہجے میں بولی۔

”اللہ چاہے گا تو یہ آزمائش ایک پل میں ختم کر دے گا۔“ فاطمہ نے بیٹی کی آنکھوں سے آنسو پونچھ دیئے۔سامنے دو خواتین شادی کا ڈریس اور جیولری بکس لیے کھڑی تھیں۔

”بی بی! رو چکیں جتنا رونا تھا، ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں، ہاتھ دھوئیں اور چل کر یہ ڈریس پہنیں اس کے بعد ہم آپ کو تیار کر دیتے ہیں، آپ جانیں اور ان کا کام۔“ خواتین کے ساتھ ایک گارڈ بھی کھڑا تھا، شیزرے نے آنکھیں پونچھ کر انہیں غور سے دیکھا اور پھر سر جھکا لیا گویا اس نے ہار مان لی۔دونوں خواتین نے اسے بے حد محبت اور پیار سے دلہن بنایا اور ایک رشک سے بولی۔

”کاش... میں تمہاری کوئی تصویر لے سکتی۔“ شیزرے نے اسے سر اٹھا کر دیکھا جواس کے ماتھے پربندیا سجا رہی تھی جب بالوں پر وہ گجرا باندھ چکی تو اس نے مسکرا کر ایک نظر شیزرے کو دیکھا تھا، ڈریس تو اتنا قیمتی نہیں تھا سرخ ساٹن کا شرارہ سرخ قمیض اور باریک ریڈ سرخ دوپٹہ جو سر پر پنوں

سے ٹکا ہوا سامنے لٹک رہا تھا' اس کی سرخ و سفید رنگت اس وقت پھوٹ کر تیز روشنی کی طرح آنکھوں میں اتر رہی تھی' ہاتھوں میں پڑی سرخ گولڈن چوڑیاں اور ڈریس سے ہم رنگ جیولری اسے بے حد حسین بنا رہی تھی۔

......☆......

"تم ایک نظر اس چھوٹے سے آئینے میں تو دیکھ لو۔" بیوٹیشن نے دیوار سے اتار کر آئینہ اس کے سامنے کر دیا۔

"مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تو اپنی ماں سے ہی پوچھ لو کہ آج تم کتنی حسین لگ رہی ہو۔"

"امی سے کیا پوچھنا ہے' بس میں تو یہ جانتی ہوں کہ اللہ غریبوں کو حسن دیتا ہی کیوں ہے اگر ان کی قسمتیں اسی طرح لکھی جاتی ہیں تو..."

"اللہ سے مایوس نہیں ہوتے' ہم شاید آپ کے لیے کچھ نہیں کر سکتے سب کچھ سمجھ آ جانے کے بعد' مگر ہم دعا ضرور کریں گے کہ اللہ انصاف کرے۔" وہ پرس اٹھا کر مڑ گئی تو شیزرے نے سہم کر ماں کا ہاتھ تھاما تھا۔

"امی! کیا فہد نہیں آئے گا؟" اس کی نظریں دروازے تک جا کر واپس پلٹی تھیں۔

"بہت مشکل ہے شیزرے اس کا اب لوٹ کر آنا' کوشش تو کی ہوگی اس نے مگر وہ ہم تک پہنچ نہیں پایا۔" وہ بے بسی سے ہاتھ مل کر رو کر بولیں' تبھی ایک جھٹکے سے دروازہ ہلا تھا۔

"امی...!" وہ خوف سے لرز کر فاطمہ سے جا لپٹی' کمرے کا دروازہ دوبارہ باہر سے اندر کی طرف دھڑ سے کھلا تھا اور چند پولیس والے بہت تیزی سے اندر داخل ہوئے تھے' فاطمہ بیٹی سے لپٹ کر دیوار سے جا لگی تھیں' تب بے ساختگی میں فاطمہ بولیں۔

"فہد..." تب شیزرے نے گردن موڑ کر دروازے کی جانب دیکھا تو پولیس والوں کے ساتھ فہد بھی کھڑا تھا' وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ زبان کی گویائی سلب ہو گئی اور وہ پوری کی پوری فاطمہ کے ہاتھوں سے پھسلتی ہوئی بیڈ کا کونا پکڑے ہوئے زمین پر ڈھیر ہو گئی تھی۔

"چلیں اُٹھیں خالہ!" فہد نے فاطمہ کا ہاتھ تھام لیا تھا' زمین پر گرا ہوا سفید دوپٹہ اٹھا کر اس نے خالہ کے سر پر ڈالا تبھی قرب و جوار سے اذان کی آواز اللہ اکبر' اللہ اکبر ان کے کانوں میں آنے لگی۔شیزرے اور فاطمہ کو لے کر فہد کی کار ایک ہوٹل کی طرف مڑ گئی تھی۔

"فہد بیٹا!" وہ گاڑی سے اُتر کر آنسوئوں سے رو رہی تھیں۔

"فہد بیٹا' فہد بیٹا۔"

"چپ ہو جایئے فاطمہ خالہ! آپ اس وقت بہت محفوظ ہیں کوئی آپ کا کچھ نہیں کر سکتا' قانونی طور پر آپ اس وقت محفوظ ہیں مگر خالہ میں پھر بھی آپ کے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا' آپ کے سامنے صرف دو راستے ہیں یا

آپ اس کا عزیز اللہ خان سے نکاح کر دیں یا پھر میں اس کو قانونی تحفظ دینے کو تیار ہوں' یہ فہد مصطفی کا آپ سے وعدہ ہے' یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے صرف آپ کو' اس میں آپ کی مرضی چاہیئے' میں اس میں شیزرے کی بھی رائے نہیں لینا چاہتا' آپ فیصلہ کریں ابھی اور اسی وقت۔" فاطمہ کچھ کہنا چاہتی تھیں کہ وہ پھر بول پڑا۔

"خالہ! وقت نہیں ہے میں بہت جلدی میں ہوں صرف اور صرف میں نے وعدہ کیا تھا تو اس لیے اس وقت یہاں آیا ہوں۔"

"تم جس ماں کے بیٹے ہو وہ فرشتہ ہے میرے لیے اور میں بہ ہوش و حواس تمہیں اپنی بیٹی سونپتی ہوں' بیٹا! تم فوراً اس سے نکاح کر لو' میں راضی ہوں۔" اس کے بعد فوری طور پر شیزرے اور فاطمہ کو ہوٹل کے روم میں پہنچا دیا گیا تھا' گواہوں کے درمیان آمنے سامنے فہد اور شیزرے بیٹھے تھے' فاطمہ نے شیزرے کو جھنجوڑ ڈالا۔

"شیزرے! ہوش میں آئو اور یہاں دستخط کرو' میں تمہارا نکاح فہد سے کرنے کی اجازت دے رہی ہوں۔" سر پر پڑے ہوئے سرخ دوپٹے سے اس کا بڑا سا ٹیکا جھلملا رہا تھا' کانوں میں پڑی ہوئی سونے کی بالیاں جن میں سرخ سرخ موتی لٹک رہے تھے ہل رہی تھیں' شفاف آنکھوں میں کاجل پھیل گیا تھا' ہونٹوں پر لگی ہوئی سرخ لپ اسٹک بھی ہلکی ہلکی پھیل رہی تھی اور گلے میں پڑا ہوا سرخ گلوبند کا مخملی کپڑا اس کے گلے میں چبھ رہا تھا اور وہ تھکی ہاری ماں کے کاندھے سے اپنا سر ٹکائے نجانے کہاں تھی' فہد مصطفی کی اک نظر اس کے چہرے پر پڑی مگر وہ جلدی سے اپنی نظر موڑ کر بولا۔

"اٹھو شیزرے' آئو۔" اس نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنی جانب کھینچا اور کھڑا ہو گیا۔

"کہاں...؟" پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس نے فہد کو سہمی ہوئی پری کی طرح دیکھا۔

"ایک محفوظ پناہ گاہ میں' جہاں کوئی تمہیں ہاتھ نہ لگا سکے گا۔" وہ بہت مضبوطی سے شیزرے کا ہاتھ تھامے فاطمہ کے ساتھ ہوٹل کی لابی سے گزرتا ہوا لفٹ تک آیا' شیزرے ابھی تک غنودگی کی حالت میں لگ رہی تھی وہ پہلے سے کہیں زیادہ شاک میں چلی گئی تھی کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے' پھر وہ اپنے ساتھ شیزرے اور فاطمہ کو لے کر نور محل پہنچا تھا۔فاطمہ خالہ کو نظرانداز کرتے ہوئے اس نے جلدی سے شیزرے کی طرف کا دروازہ کھولا اور بازو سے پکڑ کر باہر نکالا' گارڈ نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے وہی نور محل میں داخل ہوا تھا' شیزرے اس کے پیچھے تھی' عباد نے حیران ہو کر دیکھا کہ فہد شیزرے کے ساتھ ابھی ابھی اندر آیا تھا۔

"بابا' بابا۔" اس نے اوپر زینے کی طرف نظر اٹھا کر بالکونی کی طرف آواز دی تھی' منظور مصطفی گھبرا کر ننگے پائوں زینے کی طرف لپکے' وہی کیا دوسرے لوگ بھی سب باہر آ گئے تھے' حریم بہت تیز آگے بڑھی مگر یہ کیا' اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"بابا!" منظور مصطفیٰ زینے پر کھڑے تھے۔

"میں نے کہا تھا ناں بابا کہ اگر اس میں مما انوالو ہوئیں تو میں وہ کروں گا جو آپ سوچ نہیں سکتے، اب کوئی شیزرے کو ہاتھ لگا کر دکھائے۔" اس نے شیزرے کو ایک دھکا دے کر تھوڑا سا پش کیا۔

"جو بھی میرے رستے میں آیا میں اُسے تباہ و برباد کر دوں گا لیکن صرف میری وجہ سے کسی کو اتنی بڑی اذیت دی جائے یہ میں نہیں برداشت کر سکتا، بابا اس سب میں مما کا انوالومنٹ تھا، اس میں مما، شایان اور اِکو چچا شامل تھے، اِکو چچا اس وقت پولیس کسٹڈی میں ہیں انہوں نے اقبال جرم کیا ہے اور شایان کاظمی کے خلاف اغوا کی رپورٹ درج ہو چکی ہے، ابھی بھی اگر شک کی گنجائش ہے تو مما کو ہاسپٹل سے گھر لے آیئے، میری اطلاع کے مطابق مما کا یہ پورا پلان تھا جو ہاسپٹل میں رہ کر کیا گیا ہے۔"

"فہد...!" منظور مصطفیٰ بہت غصے سے آگے بڑھے تو احمد بڑھ کر ان کے قریب آیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بابا یہ سچ ہے، عزیز اللہ کو اطلاع مل گئی ہے وہ روپوش ہو گیا ہے، میری اس کے بڑے بیٹے سے بات ہوئی ہے وہ بھی یہی کہہ رہا ہے کہ اس میں مما کی سپورٹ اِکو کو حاصل تھی۔" تو لڑکھڑا کر انہوں نے زینے کی باؤنڈری تھام لی۔

"سعدیہ اتنا گھٹیا کام نہیں کر سکتی۔" سجاد مصطفیٰ قریب چلے آئے تھے۔

"فہد میری بات سنو۔" عباد اس کو پکڑنے کے لیے آگے بڑھا تھا مگر وہ اسی تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا باہر نکل گیا، وہ جا چکا تھا مگر فاطمہ اور شیزرے حیران سی مٹی کا بت بنی کھڑی تھیں، انہیں خود بھی یہ خبر نہیں تھی کہ فہد ایسا کچھ کرے گا۔

"منظور! تم اوپر جاؤ میں سب سنبھال لوں گی، چلو فاطمہ تم شیزرے کو لے کر اندر آؤ۔" حریم نے اس کا مہندی بھرا ہاتھ تھام لیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"شیزرے تم..." تو گویا کسی نے اس کے دل میں جان ڈال دی‘ اس نے جھکی ہوئی نظروں کو اٹھا کر حریم کو دیکھا جو اس کا ہاتھ تھامے اس کے ہاتھوں کی مہندی کو دیکھ رہی تھی۔

"چلو اندر چلو‘ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔" دادو بڑے تحمل بھرے انداز میں بولیں تو سب مل کر اندر کی طرف مڑے‘ لیکن ابھی تک منظور مصطفی ریکنگ تھامے ساکت سے کھڑے تھے‘ ان کے اندر ایک آگ سی جل رہی تھی کہ۔

"اتنا بڑا قدم وہ بھی سعدیہ اٹھائے کسی کی بچی کے بارے میں‘ یہاں سب جانتے تھے کہ سعدیہ ایسی ہے اور میں ہی اس کا طرفدار تھا یعنی فہد ٹھیک کہہ رہا تھا‘ ٹھیک ہی کیا میرے بیٹے نے‘ غیرت مند مرد اسی طرح کے ہوتے ہیں‘ کسی غریب انسان کی بیٹی کی بولی لگانا اور یوں..." وہ پسینے پسینے ہو رہے تھے۔

"آر یو اوکے بابا؟" احمد کو تشویش ہوئی تھی۔

"بس زندہ ہوں تمہاری ماں کے تماشے دیکھنے کے لیے۔" انہوں نے لب بھینچ لیے۔

"چلیے بابا! آپ اوپر جو ہونا تھا وہ ہو چکا‘ جو فہد نے کیا وہ کچھ غلط نہیں ہے۔"

"لیکن تمہاری ماں اس بات کو بالکل برداشت نہیں کرے گی اور میں ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں ہوں‘ سعدیہ اس حد تک جائے گی یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔" وہ آہستہ سے اوپر کی جانب بڑھے‘ تھکے تھکے قدم اور چہرہ جھکا ہوا تھا‘ ابھی چند لمحے نہ گزرے تھے کہ سعدیہ تڑپ کر نور محل پہنچ چکی تھیں۔

"کہاں ہے فہد؟" وہ بہت غصے سے نور محل کے لان سے گزرتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھیں۔

"میری غیر موجودگی کا سب نے فائدہ اٹھایا ہے اور یقیناً وہ یہیں کہیں ہو گی‘ اس کی اتنی ہمت اتنی مجال کہ وہ شیزرے کو نکاح سے پہلے اٹھا کر لے آیا

ہے، میں اس کی ساری افسری ایک منٹ میں نکال دوں گی، ہے کہاں؟'' وہ دادو کے کمرے سے پلٹ کر دوبارہ نکل کر آئیں، ان کی آواز سن کر منظور اور احمد اوپر سے نیچے آ گئے تھے۔

''دیکھا منظور! تم بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے، کس طرح سے آنکھوں میں دھول جھونکی ہے تمہارے بیٹے کے ذریعے ان لوگوں نے، پہلے تو میں نے اس کو جلایا ہی تھا اور اب اس کی آخری سانس تک کھینچ لوں گی، کہاں ہے وہ خوبصورت ڈائن۔'' وہ چیختی ہوئی آگے بڑھیں، سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

''مما...! آپ۔'' احمد بہت گھبرا کر بولا۔

''تو وہ ڈائن یہاں دلہن بنی بیٹھی ہے۔'' وہ بہت تیزی سے شیزرے پر جھپٹیں، وہ گھبرا کر حریم کی پیٹھ سے لپٹ کر کھڑی ہو گئی تھی، برے طریقے سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔

''بہت ہو گیا چچی جان!'' عباد نے ان کا بڑھتا ہوا ہاتھ تھام لیا تھا۔

''تو اب تم لوگ مجھ سے ہاتھا پائی کرو گے۔''

''نہیں چچی جان، ہرگز نہیں، آپ اس پر ہم لوگوں کی موجودگی میں ہاتھ نہیں اٹھا سکتیں، یہ اب ہماری ذمے داری ہے۔''

''یہ ذمے داری نہیں ہے یہ وہ آگ ہے جس نے ہمارے گھر کو جلا ڈالا، ہمیں تباہ کیا، میں اس کو اب یہاں پناہ نہیں لینے دوں گی، بہت دیکھے ہیں تم جیسے۔'' انہوں نے عباد سے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا تھا۔

''بس سعدیہ بس، بہت ہو گیا یہ شور یہ ہنگامہ اچھا نہیں لگتا، اس بچی کا تمہاری زندگی میں کوئی عمل دخل نہیں ہو گا یہ ہمارے پاس رہے گی۔'' سجاد مصطفی نے شیزرے کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

''بھائی صاحب! آپ کو خبر نہیں ہمارے خلاف جو کھیل کھیلا جا رہا ہے۔''

''چلو سعدیہ! بس خاموش ہو جاؤ، مت چیخو چلاؤ، تمہارے اس کھیل کا ڈراپ سین ہو چکا ہے، تم کسی غریب بچی کو اغوا کر کے شادی کروا رہی تھیں یہ

بات تمہارے بیٹے پر کھل چکی ہے اور اب قانونی طور پر یہ اس کی بیوی ہے۔" منظور مصطفی نے ایک بم بلاسٹ کیا تھا۔

"کیا... یہ میرے بیٹے کی قانونی بیوی ہے' "۔انگلی اٹھا کر وہ بہت زور سے ہنسی تھیں۔

"منظور! خدا کا خوف کرو' میں ایک ہفتے سے ہاسپٹل کے بیڈ پر لیٹی تھی' مجھے کوئی فون پر یہ اطلاع دے رہا ہے کہ میرا بیٹا فہد مصطفی اس دو ٹکے کی لڑکی کو اٹھا کر لے گیا ہے' وہ صرف لایا ہے اس سے اس کا کوئی رشتہ نہیں اور اگر ایسا ہے تو میں دو منٹ میں اس کی چھٹی کروا دوں گی' دیکھتی ہوں تم لوگ کیا کرتے ہو' اس کی ویڈیو کیسٹ میں گلی گلی چلوا دوں گی' تم لوگ کیا کر سکو گے' یہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔" انہوں نے شیزرے کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر پھر عباد مصطفی نے ان کا بڑھتا ہوا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"بس چچی جان بس' یہ میرا فہد سے وعدہ ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تم اپنے گریبان میں تو جھانک لو عباد! تمہارے لیے تو یہ باتیں بے معنی ہیں لیکن وہ میرا بیٹا ہے' وہ عباد مصطفی نہیں کہ ایک شادی امریکہ میں رچا لے اور پھر دھوکہ دے کر ایک یتیم بچی سے دوسری شادی یہاں رچا لے۔"

"سعدیہ..." منظور مصطفی زور سے چیخے تھے۔

"مما..." احمد بہت تیزی سے پلٹ کر ان کے قریب آیا تھا' عذرا ممانی نے گھبرا کر سجاد مصطفی کی طرف دیکھا تو انہیں کچھ ہو رہا تھا' وہ دل تھامے جھکتے چلے گئے عباد بھاگ کر ان کے پاس آیا۔

"پاپا!" وہ ان کی جانب بڑھا۔

"مت لگاؤ مجھے ہاتھ۔" انہوں نے عباد کا ہاتھ جھٹک دیا اور ایک طرف گر گئے۔

سجاد مصطفی کو احمد اور عباد ایمرجنسی میں لے کر چلے گئے تھے' سعدیہ ابھی تک چیخ اور چلا رہی تھیں' کرن اور عبیر "مما' مما" کہہ کر ان کے آنسو

WWW.PAKSOCIETY.COM

پوچھے جا رہی تھیں مگر وہ تھیں کہ اب تک اپنی شکست پر بلک بلک کر رو رہی تھیں۔

"میں اپنی جان دے دوں گی، ختم کر لوں گی میں اپنی زندگی، میں یہ نہیں برداشت کر سکتی، فہد پر جادو ہے میں ایک پل اس کو نہیں برداشت کر سکتی۔"

"تم اٹھو اور جاؤ اوپر، تمہاری اسی بکواس کی وجہ سے سجاد بھائی اس وقت ہاسپٹل میں ہیں۔"

"میں کس کی وجہ سے اس حال کو پہنچی۔" انہوں نے منظور مصطفی کو جھڑک دیا تھا۔

"نہیں سعدیہ! تمہارے شک و شبہات نے، تمہاری اس وحشیانہ حرکت کی وجہ سے میرے بیٹے نے بغاوت کی ہے۔"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا، میں تو ہاسپٹلائزڈ تھی، میں نے ایسا کچھ نہیں کیا، یہ بہتان ہے مجھ پر۔" وہ آنسوؤں سے رو پڑیں۔

"نہیں مما! اِکو چچا اریسٹ ہیں، ان کی ہی نشاندہی پر فہد بھائی نے ٹیم کے ساتھ کارروائی کی، اِکو چچا اقبال جرم کر چکے ہیں، انہوں نے صرف آپ کا نام لیا ہے کہ آپ کے پلان کے تحت یہ سب کیا جا رہا ہے۔" عبیر بولی۔

"جھوٹ، میں تو عزیز اللہ خان کو جانتی تک نہیں ہوں۔"

"آپ کے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ نے شیزرے کو یہاں سے غائب کروایا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے، میرے خلاف میرے بیٹے کو استعمال کیا گیا ہے اور کچھ نہیں، میں جان دے دوں گی زندہ نہیں رہوں گی۔" وہ تیزی سے اپنے بالائی منزل کے زینے پر چڑھتی چلی گئیں، کرن اور عبیر بہت تیزی سے ان کے ساتھ اوپر گئی تھیں۔

رات بڑی گہری خاموشی تھی، یوں لگتا تھا سجاد ولا میں آج کچھ ہو گیا ہے، سجاد مصطفی ہاسپٹلائزڈ تھے، عباد سر جھکائے ہاسپٹل کے بینچ پر بیٹھا تھا، احمد

بھی بہت خاموش خاموش اس کے قریب ہی کھڑا تھا' دادو جان کے کمرے میں بڑی گہری خاموشی تھی' فائزہ اور عمیرہ جو سعدیہ کی بیماری کا سن کر آئی تھیں بڑی رنجیدہ اور چپ چپ سی بیٹھی ہوئی تھیں' دادو جان فاطمہ خالہ سے ساری باتیں تفصیل سے پوچھ رہی تھیں' برابر والے کمرے میں عذرا ممانی خاموش بیٹھی تھیں' حریم کے کمرے میں شیزرے ابھی تک سسک سسک کر رو رہی تھی' سرخ ڈریس تو اس نے چینج کر لیا تھا مگر ہاتھوں کی مہندی کی لالی کو وہ نہیں کھرچ سکی تھی۔

''پتہ نہیں بڑے ماموں جان کیسے ہوں گے' یہ چھوٹی ممانی نے اچھا نہیں کیا' ہم سب کی قربانیوں پر چھوٹی ممانی نے پانی پھیر دیا۔'' حریم' شیزرے کا دکھ بھول کر سجاد مصطفی کے لیے آبدیدہ بیٹھی تھی اور رامین شیزرے کے انجام سے بے حد خوفزدہ چھوٹی ممانی سے الگ تھلگ بیٹھی تھی اور اوپر بالائی منزل پر لیٹی ہوئی سعدیہ مسلسل سسک سسک کر روئے جا رہی تھیں اور منظور

مصطفی مسلسل بالکونی میں ٹہل رہے تھے' ایک لمبی اور تاریک رات بہت آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔

احمد نے عباد کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو نیند سے بوجھل آنکھیں جو سرخ ہو رہی تھیں وہ گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا' احمد بہت گھبرایا ہوا اُسے نظر آیا تھا تو بہت گھبرا کر اس نے احمد کا ہاتھ تھاما تھا۔

''کیا ہوا احمد! پاپا تو ٹھیک ہیں؟''

''وہ تو ٹھیک ہیں مگر...''

''کیا مگر...'' اس نے احمد کو جھنجوڑا۔

''فہد ابھی اپنی ڈیوٹی پر پہنچ بھی نہیں پایا تھا کہ راستے میں کسی نے اس کی کار کو نشانہ بنایا' اس کے ڈرائیور کی حالت سیریس ہے۔''

''فہد...'' اس نے احمد کی طرف دیکھا۔

''وہ بھی زخمی ہے۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

......☆☆☆......

صبح کب اور کیسے ہوئی ہر شخص اپنی اپنی جگہ بے حد پریشان تھا' عباد اور احمد کو اس وقت فیصلہ کرنا بے حد مشکل لگ رہا تھا۔

"احمد! میرا خیال ہے تم اس وقت فوراً فہد کی طرف چلے جاؤ' میں پاپا کو سنبھال لوں گا۔"

"لیکن عباد بھائی..." احمد کچھ کہتے کہتے رُک سا گیا۔

"کسی کو بھی تمہیں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے' فہد کے قریبی دوست سے میری بات ہوئی ہے' فہد خطرے سے باہر ہے' مگر پھر بھی یہ بات دادو اور گھر والوں کو نہ بتائی جائے تو بہتر ہے۔" عباد مصطفی نے بہت پیار سے احمد کا گال چھوا تھا' احمد کو خاموش دیکھ کر عباد پھر بولا۔

"احمد! تم گھر جاؤ' گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے' آئی ہوپ پاپا بھی بہتر ہو جائیں گے' اس وقت فہد کو تمہاری ضرورت ہے تم جتنی جلدی ہو سکے پہنچ جاؤ اور پھر مجھ سے کانٹیکٹ کرو' اگر ضرورت پڑی تو ہم اسے یہاں شفٹ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کروا لیں گے' اب تم گھر جاؤ۔" عباد نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا' اس نے کچھ سوچتے ہوئے گھڑی پر نظر ڈالی اس وقت صبح کے سات بجنے والے تھے۔

......☆☆☆......

احمد جب گھر پہنچا تو ابھی تک ایک سوگواری سی طاری تھی' منظور بیٹے کو دیکھ کر بالکونی سے ہو کر نیچے آ گئے تھے اور وہ بھی لان میں رُک کر انہی کو دیکھ رہا تھا۔

"کیسے ہیں سجاد بھائی؟" منظور مصطفی نے احمد سے پوچھا۔

"بابا! بڑے پاپا تو ٹھیک ہیں مگر..." اس کا چہرہ روہانسا ہو گیا۔

"کیا ہوا احمد؟" ان کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔

"ہمارا فہد تو ٹھیک ہے؟" ان کا اندیشہ درست تھا۔

"جی بابا! یہاں سے واپسی پر فہد کی کار پر نامعلوم لوگوں نے حملہ کیا تھا‘ ڈرائیور تو آن اسپاٹ ہی ختم ہو گیا‘ بس اللہ کا شکر ہے کہ فہد وہاں بال بال بچ گیا مگر پھر بھی وہ ہاسپٹل میں ہے۔" منظور چکرا کر وہیں کرسی پر بیٹھ گئے تھے۔

"کتنی بار میں نے فہد کو منع کیا ہے کہ بیٹا اس طرح کے کاموں میں رسک بہت ہوتا ہے لیکن فہد تو خدائی فوجدار بنا پھرتا ہے‘ چار چھ دن پہلے جو لوگ پولیس کی کسٹڈی میں تھے انہوں نے اعتراف جرم کر لیا‘ ساری تفصیلات میں نے اخبار میں پڑھی ہیں‘ وہ بہت بڑا گینگ ہے احمد! فہد نے یہ اچھا نہیں کیا‘ میں اسی لیے اس کو اس محکمے میں جانے سے منع کرتا تھا‘ اب تم دیکھ لو یہ سب‘ ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں یہاں انصاف کرنا بہت مشکل ہے‘ جرائم پیشہ افراد کی جڑیں اتنی مضبوط ہیں کہ اب انہیں کاٹنا بہت مشکل ہو گیا ہے‘ احمد تمہارا سی ایس ایس کا فائنل رزلٹ آ چکا ہے شکر ہے کہ تمہیں انکم ٹیکس گروپ میں ڈالا گیا ہے‘ میں نے فہد سے کہا تھا کہ تم فارن

سروس میں چلے جاؤ‘ وہ اسٹیبلش ہو جاتا اس سے بڑی بات ہمارے لیے کیا ہوتی۔" منظور بول رہے تھے اور وہ سن رہا تھا۔

"بس بابا! وہ بائی پولیس سروس جاب چاہتا تھا‘ اس کے مزاج میں بہت سختی ہے‘ اب دیکھیئے کہ وہ کیا کر کے گیا ہے۔"

"ہاں بیٹے! جو اس نے کیا ہے وہ اتنا آسان نہیں ہے‘ میں تمہاری ماں سے بے حد خوفزدہ ہوں۔"

"بابا! اس نے اتنا غلط بھی نہیں کیا‘ مما نے خود ہر وقت کہہ کہہ کر شیزرے اس کے سر پر سوار کر دی تھی تو انجام تو یہی ہونا تھا بابا۔"

"خیر بیٹے! فہد نے جو کچھ کیا اب ہم اس سے مزید بگاڑ نہیں کر سکتے۔"

"بابا! میں ابھی تھوڑی دیر میں فہد کی طرف نکل رہا ہوں‘ آپ پریشان نہ ہوں‘ آپ اس سے بات کریئے جتنی جلدی ہو سکے گا میں اسے یہاں کراچی شفٹ کروا لوں گا۔" احمد جب اندر کی طرف مڑا تو پہلے دادو کے کمرے سے

ہوتا ہوا وہ بڑی ممی کے کمرے میں جا رہا تھا رامین کاریڈور میں اُسے نظر آ گئی جو اپنا بڑا سا بیگ اٹھائے آ رہی تھی۔

"کیا ہوا، تم کہاں جا رہی ہو؟" احمد رُک کر بولا۔

"میں گھر جا رہی ہوں، ویسے بھی چھٹیاں ختم ہونے والی ہیں میں زیادہ دن یہاں نہیں رہ سکتی۔" وہ بیگ کی زِپ بند کرتے ہوئے بولی۔

"کیا ہوا، کیا دل بھر گیا اس گھر سے؟"

"دل تو نہیں بھرا البتہ خوفزدہ ہو گئی ہوں، مائنڈ مت کرنا احمد! مجھے چھوٹی ممانی سے بہت ڈر لگتا ہے اور اوپر سے تم جو الٹی سیدھی حرکتیں کرتے ہو۔"

"دیکھ لو رامین! الٹی سیدھی حرکتیں تو ہوتی رہیں گی، رہیں مما تو وہ اپنی جگہ تو رہیں گی اور تمہیں برداشت ہی کرنا ہے۔"

"تم اپنی فکر کرو، تمہاری باری اب آنے ہی والی ہے۔"

"جی ہماری خیر کبھی رہی ہی نہیں ہے تو اب کیا رہے گی، میرا تو ایک ہی فارمولا ہے ایک چپ سو کو ہراتی ہے، خیر تم چھوڑو، یہ بتاؤ بڑے ماموں جان کیسے ہیں؟"

"وہ تو ٹھیک ہیں مگر..."

"مگر کیا؟" وہ بیگ دھڑ سے زمین پر رکھ کر بولی۔

"فہد ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیا ہوا فہد کو؟" وہ بہت تیز لہجے میں بولی۔

"فہد قاتلانہ حملے میں بال بال بچا ہے۔"

"حملہ... او نو۔" شیزرے دروازے پر آتے ہوئے تھم سی گئی تھی، احمد نے ایک نظر شیزرے پر ڈالی تو وہ بھی چونک سا گیا۔

"فہد کو کچھ نہیں ہوا وہ ٹھیک ہے۔" وہ شیزرے کے بغیر پوچھے ہی بول پڑا تھا۔

"احمد! تم فوراً فہد کے پاس چلے جاؤ، مجھے تو بہت خوف آ رہا ہے وہ اکیلا ہے وہاں کیا کرے گا۔"

"میں چینج کرنے کے لیے آیا ہوں بس تھوڑی دیر میں، میں نکلنے والا ہوں، ہو سکے تو تم یہاں میرے آنے تک رُک جاؤ، مما تو اپ سیٹ تھیں ہی اب بابا بھی ہو گئے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے احمد! میں دیکھ لوں گی چھوٹے ماموں کو مگر میں کوئی نئی مصیبت تمہارے لیے نہیں پیدا کرنا چاہتی۔"

"کوئی مصیبت نہیں ہے، یہ سب کچھ کیا دھرا فہد کا ہے۔"

"نہیں احمد! جو کچھ فہد نے کیا میں سمجھتی ہوں کہ اس نے بہت بولڈ قدم اٹھایا ہے کم از کم وہ بزدل تو نہیں تھا۔"

"کیا مطلب ہے میں بزدل ہوں؟"

"آپ ہر بات اپنی طرف کیوں لے جاتے ہیں، سبھی فہد کو فیور کر رہے ہیں۔"

"جی نہیں، یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ وہ شیزرے کو یہاں چھوڑ کر چلا جاتا، کیا ضروری تھا کہ وہ اس طرح شیزرے سے نکاح کر کے یہاں چھوڑ کر گیا ہے، بس وہ اپنی اہمیت دکھانا چاہتا ہے، ضدی، انجام نہیں سوچتا، اب دیکھو ناں کیا ہوا ہے اُسے، جا تو رہا ہوں اسے دیکھنے، بڑا ہیرو بنا پھرتا ہے اور اب اس کا کیا ہو گا؟" اس کا اشارہ شیزرے کی طرف تھا۔

"کیا مطلب... یہ اس کی بیوی ہے تم اس کا خیال رکھو، ایکسیپٹ کرو۔"

"تم تو بس مجھے مما سے جوتے کھلوانا چاہتی ہو، اچھا دیکھو بڑی ممی آ رہی ہیں، میں اب چلتا ہوں، دادو سے کہنا کہ وہ فہد کے لیے دعا کریں۔" یہ کہتا ہوا وہ آگے کی طرف بڑھ گیا، دادو کو پتہ چل گیا تھا کہ فہد ہاسپٹل میں ہے اور اس پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے، شیزرے تو سن کر ہی سکتے میں بیٹھی رہ گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"شاید یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔" اس نے حریم کے ہاتھ تھام لیے تھے۔

"کیسی باتیں کرتی ہو تم، بس اللہ سے دعا کرو، وہ موت کے منہ سے بال بال بچا ہے، احمد بھائی سب سے چھپا رہے ہیں۔"

"میں سب کو کیسے فیس کروں گی، اس زندگی سے وہ موت بہتر تھی جو مجھے ابا مار رہے تھے۔"

"مت لو ابا کا نام۔" حریم نے پیار سے اسے اپنے حصار میں لیا تھا، وہ سسک سسک کر رونے لگی۔

"اب حری! یہ ایک نئی کہانی شیزرے کی نور محل میں پھیلے گی۔" وہ سر اٹھا کر بولی۔

"اب تم پہلے سے زیادہ ہم لوگوں سے قریب ہو، کسی کی مجال نہیں کہ فہد کی بیوی کو کوئی ہاتھ لگائے، سب جانتے ہیں فہد ہاتھ توڑ کر رکھ دے گا۔"

"لیکن جو کچھ ہوا ہمارے اور فہد کے درمیان حری! وہ مجبوری تھی، بس یوں سمجھ لو کسی بے کس اور مجبور کی مدد کی ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔"

"سچ، صرف مجبوری تھی۔" وہ شرارت سے اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولی تو اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑے جسے حریم صاف کرتے ہوئے ہنسی تھی۔

"نہیں شیزرے! تمہاری وجہ سے کچھ نہیں ہوا۔"

"نہیں حری! میری بدنصیبی آج اسے بھی ڈس گئی۔"

"اُف او... ایک تو تمہیں ہر وقت بدنصیبی اور منحوسیت کا احساس رہتا ہے تم فضول باتوں میں الجھتی ہو، کچھ نہیں ہو گا، ہی از آ بریو مین، چلو دعا کرو، فضول باتیں مت کرو، جو سوچو گی ویسا ہی ہو گا۔" دوسری طرف چھوٹی چچی کو اطلاع مل چکی تھی وہ بہت تیزی سے زینے سے نیچے آئی تھیں، منظور مصطفی ان کے پیچھے پیچھے تھے۔

"کہاں ہے وہ منحوس، دیکھا میرا بیٹا موت کے منہ سے بچ کر نکلا ہے۔"
انہوں نے زور سے Push کیا، دروازہ دھڑ سے کھلا تو شیزرے اور حریم دونوں جاء نماز پر بیٹھی نظر آئی تھیں۔

"ممانی جان! ایک منٹ۔" رامین جلدی سے بیچ میں آ کر بولی۔

"بڑی نیک پروین بنی جاء نماز پر بیٹھی ہے منحوس کہیں کی، اب یہ آہستہ آہستہ ہمارے پورے گھر کو کھا جائے گی۔" حریم سلام پھیر کر جلدی سے اُٹھی تھی۔

"دیکھیں ممانی! اللہ سے دعا کریں فہد کی جان بچ گئی ہے، آپ شیزرے کو کچھ نہ کہیں اس میں اس کا کیا قصور ہے۔"

"قصور... اس کی نحوست میرے بیٹے کو لے ڈوبی ہے، یہ سب ہی اسی وجہ سے ہوا ہے کہ ذہن میں اس کے کشمیری تتلی چل رہی تھی۔" ندیم بہت زور سے ہنسا تھا، اس نے نام کشمیری تتلی سن لیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"چچی جان! آپ نے نام تو بہت خوبصورت رکھا ہے آج سے ہم اسی نام سے شیزرے کو پکاریں گے۔" وہ شیزرے کی طرف دیکھ کر ہنسا، وہ کھڑے تھر تھر کانپ رہی تھی، خوف سے سفید رنگت زرد ہو گئی تھی آنکھیں پھٹی پھٹی، خوف سے وہ ساکت بے جان سی کھڑی تھی۔

"اِدھر آ میں بتاتی ہوں تجھے کہ میں کیا ہوں۔" انہوں نے جھپٹ کر شیزرے کی کلائی تھام کر اپنی طرف گھسیٹا تھا۔

"نہیں ممانی جان!" حریم ان کے بازو سے جھول گئی تھی۔

"یہ مت کریں آپ۔" کرن نے ماں کو پیچھے سے گھسیٹا تھا۔

"چھوڑ دیں چچی جان اسے آپ۔" ندیم نے ان کی کلائی کو زور سے تھام لیا تھا، ان کے لمبے لمبے ناخن اس کی کلائی پر اپنا کام دکھا گئے تھے، دادو نے اپنے بیٹے منظور کو آواز دی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"دیکھو منظور! جو ہوا سو ہو گیا' اب سعدیہ کی یہ دھینگا مشتی یہاں نہیں چلے گی' لے جاؤ اسے اوپر اور اب یہ نیچے نہیں آئے گی میری اجازت کے بغیر۔"

"کیا کررہی ہو سعدیہ' تم اوپر چلو۔" انہوں نے بپھری ہوئی سعدیہ سے کہا۔

"خدا کا کچھ خوف کرو' تمہارا بیٹا اس وقت موت اور زندگی کے بیچ ہے تم ہوش میں تو ہو' اللہ سے دعا کرنے کے بجائے تم یہ کر رہی ہو۔" منظور مصطفی آنسوؤں سے رو رہے تھے۔

"نہیں ماموں جان! فہد کو کچھ نہیں ہو گا' ابھی ابھی احمد کی کال آئی تھی' وہ پہلے سے بہتر ہے۔" چیختی ہوئی سعدیہ نے پلٹ کر رامین کو یوں دیکھا تو شرم کے مارے اسے اپنی غلطی کا احساس جونہی ہوا وہ اپنا سر جھکا گئی۔

"میں ہی اپنے بیٹے کو اس طرف لے کر آیا ہوں' میں نے ہی اسے مجبور کیا تھا کہ سول سروس کمیشن کے امتحان میں بیٹھے' مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے خواب اس طرح سے بکھر جائیں گے' میں تو فارن سروس اس کے

لیے چاہتا تھا' اماں یہ فہد کی اپنی مرضی تھی کہ وہ پولیس ڈیپارٹمنٹ جوائن کرے گا' مجھے معلوم تھا کہ یہ سب ہو گا اور ہوتا آیا ہے' میں تو چاہتا تھا کہ میری طرح وہ بھی فارن سروس میں رہے لیکن بقول حضرت علیؑ کے "میں نے اپنے ارادوں کی شکست سے یہ جانا کہ خدا ہے۔" اس کی قسمت میں جو لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا اماں۔" وہ بے بسی سے دروازے کے کواڑ سے ٹک کر اپنے آنسو پونچھ رہے تھے۔

"نہیں منظور! کچھ نہیں ہو گا اللہ سے بھلائی کی امید رکھو' اللہ تمہیں مایوس نہیں کرے گا۔" نور بی بی کے کمزور ہاتھوں میں تسبیح لرز رہی تھی' سعدیہ زمین پر پاؤں پسار کراپنے آنسو پونچھ رہی تھیں۔

"تم سب اسے معاف کر دو اور میرے فہد کے لیے دعا کرو کہ وہ میرے پاس لوٹ آئے' عبیر اٹھاؤ ماں کو اور اوپر چلو تم لوگ' میں سجاد بھائی کو ہاسپٹل دیکھنے جا رہا ہوں' ہماری کوئی آزمائش ہے اماں! دعا کریں آپ۔" وہ اماں کے ہاتھ تھام کر بولے۔

......☆☆☆......

فہد پہلے سے بہت بہتر تھا' احمد اس کے ہاتھ چوم کر بیٹھا بہت دیر تک روتا رہا۔

"فہد! تمہیں یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی' یہ تو معاشرے کا ایک ایسا ناسور ہے، جسے تم ختم نہیں کر سکتے' جرائم تو ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے' تم انہیں جڑ سے نہیں اکھاڑ سکتے۔" احمد روہانسا ہو کر بولا تو وہ بہت آہستہ سے بولا۔

"میری مجبوری یہ ہے کہ میں غلط ہوتا نہیں دیکھ سکتا' میں کسی بھی بات کی تہہ تک پہنچنا چاہتا ہوں' کرائم بڑھتے جا رہے ہیں' نسل در نسل پھیلی ہوئی ان شاخوں کو کاٹنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے جب تک زمین میں پیوست اس بنیاد کو نہ کھینچ لیا جائے جہاں سے تناور درخت بنتے ہیں۔" اس وقت بھی وہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"نہیں فہد! تم تنہا نہیں لڑ سکتے اس ٹولے سے۔"

"کوشش کر لینے میں حرج ہی کیا ہے۔"

"اور تم اپنی جان گنوا دو گے۔" احمد پیار سے اس کا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا۔

"زندگی اور موت تو صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔" وہ بہت تلخ مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیر کر بولا تبھی ایک پولیس آفیسر نے دروازہ کھولا۔

"سر! آپ کی شفٹنگ کے آرڈر ہیں' ایمبولینس تیار ہے آپ کو ہم فوری طور پر کراچی لے جا رہے ہیں۔"

جونہی وہ کراچی کے ہاسپٹل میں شفٹ ہوا اس کے لیے سیکورٹی بہت سخت کر دی گئی تھی' فہد کا پی اے اور احمد دونوں اس کے ساتھ ساتھ تھے' قاتلانہ حملے کی دوبارہ افواہ تھی' لہٰذا حفاظتی باڈی گارڈز کی گاڑی آگے آگے تھے اور فہد مصطفی کو انتہائی نگہداشت وارڈ میں لایا گیا تھا' میڈیا والے کئی بار کوشش کر چکے تھے لیکن ابھی تک وہ فہد تک نہیں پہنچ سکے تھے اور نہ ہی فہد نے کوئی بیان دیا تھا' عیادت کرنے والوں میں اپنوں کے علاوہ غیر بھی شامل تھے مگر بہت کم لوگوں کو اجازت ملی تھی اور آج عیادت کے لیے آنے

والے صوبائی وزیر کے ہمراہ میڈیا والوں کی پوری ٹیم شامل تھی اور ملاقات کے بعد صوبائی وزیر کو میڈیا نے گھیر لیا تھا' رپورٹر نے صوبائی وزیر سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

”سر! ایک دیانتدار افسر پر کھلا قاتلانہ حملہ لاء اینڈ آرڈر کی صورت کو ظاہر کرتا ہے۔“ دوسری طرف سے دوسرا سوال آیا تھا۔

”سر! بڑھتے ہوئے جرائم کی صورتحال یہ ہے کہ خود پولیس آفیسر محفوظ نہیں رہے' ایسے حادثات کو آپ کیسے روک سکتے ہیں؟“ صوبائی وزیر سے دوسرا سوال تھا۔

”اس سلسلے میں پولیس کیا کرے گی' بڑھتے ہوئے جرائم کو کیسے روکا جائے گا' سر بولیں کیا کوئی اہم لیڈ ملی ہے' سر فہد مصطفی کس پر شک ظاہر کر رہے ہیں؟“

”دیکھیں! اس وقت سچویشن یہ ہے کہ پولیس نے انویسٹی گیشن کا آغاز کر دیا ہے اس سلسلے میں اوپر سے بھی آرڈر آئے ہیں' ہماری کوشش ہے کہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجرموں کو جلد از جلد پکڑ لیا جائے۔“ پھر انہوں نے پاس کھڑے آئی جی سندھ پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

”اس بارے میں آئی جی صاحب آپ کو کچھ بریفنگ دے سکتے ہیں' آپ ان سے یہ سوالات کیجیے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ وہ بھی اس وقت آپ کو مطمئن کر سکیں گے' ان پر بھی پریشر ہے کہ یہ بڑھتے ہوئے کرائمز کو روکیں۔“ تو آئی جی صاحب نے خود ہی میڈیا کے نمائندے سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”دیکھیں ان حالات کا ذمے دار کوئی ایک گروہ نہیں ہے' ہمارا پورا ڈیپارٹمنٹ بہت ہی ایمانداری کے ساتھ انویسٹی گیشن کر رہا ہے۔“

”سر! ہمیشہ آپ لوگ ایک ہی بیان دیتے ہیں کہ ہم بہت جلد 48 گھنٹوں میں مجرموں تک پہنچ جائیں گے اور ایسا آپ لوگ کبھی نہیں کر سکے۔“ رپورٹر نے کہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''دیکھیں! 48 گھنٹے گزر جانے کے باوجود ہم ابھی تک مجرموں تک نہیں پہنچ سکے' اب فہد مصطفی کے تعاون کے بعد ہم مجرموں تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' آئی جی نے جواب دیا تھا۔

''سر! اگر ایسے پولیس آفیسر بھی مجرموں کی زد میں آتے رہے تو پھر ایک عام شہری کو آپ کیسے تحفظ دے سکیں گے؟'' وہ ہجوم میں گھرے ہوئے اپنی جان بچا کر آگے بڑھنا چاہتے تھے کہ میڈیا سے پھر ایک سوال آیا تھا۔

''سر! آپ جب سے صوبائی وزیر بنے ہیں یہ پانچواں کیس ہے اس سے پہلے بھی دو پولیس آفیسر ز کو مارا گیا اور ماضی میں بھی کئی پولیس آفیسرز کو مارا گیا' آپ لوگ ان جرائم کے سلسلے کو روکنے میں ناکام رہے ہیں۔''

''دیکھیں! جرائم ہر کنٹری میں ہوتے ہیں لیکن آپ لوگ ایسا تاثر دیتے ہیں کہ شاید مجرموں تک ہم پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے' ایسا کبھی نہیں ہوا' پولیس ڈیپارٹمنٹ اپنے فرض کی ادائیگی میں غفلت نہیں برتتا' ہم نے اس طرح کے کئی کیسز میں مجرموں کو پکڑا ہے۔''

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

''سر! اگر آپ مجرموں تک پہنچ گئے ہوتے تو آج ایک بہادر اور نڈر افسر کی کھلی جیپ پر حملہ نہ ہوتا۔''

''نہیں' سندھ میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال بہتر ہو رہی ہے۔'' آئی جی سندھ نے کہا۔

''سر! کیا آپ کا اشارہ دہشت گردی کی طرف ہے؟ یا کسی اور غیر ملکی ایجنسی کا کام ہے؟'' ایک رپورٹر ہنس کر بولا۔

''میں نے آپ سے کہا ہے کہ ہم اس سلسلے میں پوری کوشش کر رہے ہیں اور جونہی ہم مجرموں تک پہنچ جائیں گے تو پریس کانفرنس کے ذریعے آپ لوگوں کو پولیس کی کارروائی کے بارے میں آگاہ کریں گے۔'' وہ آگے بڑھے تو صوبائی وزیر کو رپورٹرز نے گھیر لیا۔

''سر! آپ دیکھ رہے ہیں کہ کل کیا ہوا؟ رمضان میں آٹے کے لیے قطار در قطار لگی ہوئی تھی اور صوبائی وزیر پیر مظہر الحق صاحب نے قطار میں لگے ایک شخص کو تھپڑ مارا تھا۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

"دیکھیں، دیکھیں آپ لوگوں کے سوالات اور پبلک کو دیکھیں اور یہ رش۔" انہوں نے لوگوں کو دیکھتے ہوئے اشارہ کیا۔

"سر! آپ لوگ ووٹ کے بعد نظر نہیں آتے اس لیے آپ لوگوں کو دیکھنے کے لیے بھیڑ لگ جاتی ہے۔" ایک من چلا صحافی ہنس کر بولا۔

"یہ سوال بہت غیر ضروری تھا' ہم تو یہاں عیادت کرنے آئے تھے' آپ آئی جی سندھ سے جو کچھ پوچھنا تھا پوچھ چکے ہیں اور مزید اس سلسلے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔" وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر کار کی طرف بڑھ گئے۔

......☆☆☆......

"فہد میری جان!" سعدیہ نے بے اختیار فہد کا چہرہ ہاتھ میں تھام کر چوم لیا۔

"کیسے ہو میرے بیٹے! فہد تم نہیں جانتے تم میری زندگی میری جان ہو' میں یہ خبر سن کر ریزہ ریزہ ہو گئی ہوں' میں کیسے زندہ ہوں یہ میرا رب جانتا ہے' دکھائو اپنی ماں کو کہاں گولی لگی ہے۔" وہ فہد کی ہتھیلی کو چومے جا رہی تھیں۔

"بس مما بس۔" احمد نے انہیں خود سے لپٹا لیا تھا' خود فہد ان کے اس طرح تڑپ جانے پر آبدیدہ ہو کر اٹھ بیٹھا تھا' خون کی کشش دل کی حرارت میں اترنے لگی تو وہ بہت پیار سے بولا۔

"مما..."

"مما کی جان میں تجھ پر قربان جائوں' بس تو اچھا ہو جا میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گی' چھوڑ دے اس جاب کو۔"

"ریلیکس مما!" فہد نے احمد کی طرف دیکھا جس کے برابر میں منظور صاحب اور عباد کھڑے نظر آئے' احمد نے خود کو سنبھالا تو منظور بہت بے قرار ہو کر فہد کے بیڈ پر جھک گئے۔

"بیٹا! یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ تم خطرات مول لیتے پھرتے ہو۔"

"نہیں بابا! ایسا کچھ نہیں تھا' نامعلوم افراد کی گولیوں سے ایسا ہوا ہے' بروقت میری جوابی کارروائی سے ان کے دو افراد ہلاک ہوئے ہیں' بہت جلد ہی اس تنظیم کا انکشاف کر دیا جائے گا' بابا اس وقت تو کئی شہر دہشت گردی کی لپیٹ میں ہیں۔" وہ آہستہ سے بولا تو سعدیہ تڑپ کر پھر پلٹیں۔

"بس فہد میں کچھ نہیں جانتی' تم یہ پولیس کی جاب چھوڑ دو' ہمیں کس چیز کی کمی ہے' ہم امریکن نیشنل ہیں میں تم سب کو لے کر موو کر جاؤں گی' مجھے نہیں رہنا ایسے ملک میں۔"

"یہ کیا بات ہوئی مما! کہ ہم زندگی کے خوف سے اپنا ملک چھوڑ جائیں' یہ بزدلی ہے' ہم نے جس مٹی پر چلنا سیکھا اس پر چلنے سے کیا ڈرنا۔"

"نہیں فہد نہیں' میں نہیں یہ برداشت کر سکتی' یہ معاشرہ ہمارے لیے نہیں ہے نہ ہی ہمارے بچوں کے لیے' ہم سب کچھ چھوڑ دیں گے۔"

"اوکے مما اوکے' آپ ریلیکس ہو جائیں مجھے کچھ نہیں ہوا۔"

"کچھ نہیں ہوا یہ تم کہہ رہے ہو' تمہارے جسم پر دو گولیاں لگی ہیں فہد! یہ بہنے والا خون میرا خون تھا۔" وہ پھر اس کا ہاتھ تھام کر چومنے لگیں' فہد کی آنکھیں ہلکی ہلکی نم ہو چلیں' احمد بھی اس طرح ماں کے رونے پر بہت دکھی سا ہو گیا تھا۔

"سعدیہ! ہوش میں آئو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ ہمارے فہد کو دوبارہ زندگی ملی ہے۔" منظور مصطفی نے پیار سے انہیں تسلی دی اور ان کے آنسو پونچھے۔

"بڑے پاپا کیسے ہیں؟" فہد کی نظریں عباد کی طرف لگی تھیں۔

"ہم انہیں آج گھر لے آئے ہیں۔" عباد بہت شرمندہ شرمندہ سا اپنی نظریں جھکائے کھڑا تھا تبھی منظور مصطفی نے بڑے پیار سے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا' تو وہ شرمندگی سے اپنی نظریں جھکائے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا۔

"بابا! اچھا ہوا ناں اس بار عباد کو بڑے پاپاکی خدمت کا موقع تو ملا ہے۔" اس نے اس کی خاموشی کو بھانپ لیا تھا تب عباد مصطفی کی نظریں اس کے اعتماد بھرے چہرے پر جا ٹکیں۔

"میرا خیال ہے عباد! اب ہمیں چلنا چاہیے' دوسرے لوگ بھی آنا چاہتے ہیں' وزٹینگ آور ختم ہونے والا ہے اور دھیان سے اس بوکے پر لکھا ہوا پڑھ بھی لینا یہ بہت خاص پھولوں کی ارینج منٹ کسی اور نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے۔" تو فہد مصطفی کی نظر سامنے ٹیبل پر رکھے ہوئے یلو اور ریڈ' پنک نازک ٹہنیوں پر کھلے ہوئے نازک چمپا کے پھولوں پر پڑی تو اس کے ہونٹوں پر بڑی زخمی مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور نظریں پھولوں پر جا کر اٹک سی گئیں' دوسری طرف حریم کے ہونٹوں پر بڑی پیار بھری مسکراہٹ پھیل گئی تھی' اس کی آنکھوں میں ہلکی سی شرارت فہد کے لیے ابھری' بہت پیار سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"فہدی! بڑا مزا آئے گا تم جلدی سے لوٹ آئو گھر۔" تو اس نے آہستہ سے سر ہلا کر نفی کردی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ نانو کا رو رو کر بُرا حال ہے اور وہ تو بس..." وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر سعدیہ کی طرف پلٹ گئی۔

"اوکے فہد! ٹیک کیئر' تمہاری بہادری مجھے پسند آئی۔" وہ آہستہ سے گویا ہوئی تو فہد کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔حریم کے پلٹتے ہی ندیم' فہد پر جھک کر آہستہ سے بولا تھا۔

"جلدی گھر آ جایئے' کشمیری تتلی انتظار میں ہے۔" اس نے انگلی سے فہد کے خشک ہونٹوں پر بڑے پیار سے انگلی رکھی تھی' فہد کے ہونٹوں کے بجائے حریم اور ندیم کی شرارت پر آنکھیں مسکرا رہی تھیں' تبھی احمد ہنس کر پلٹا تو عمیرہ پھپھو' رامین کے ساتھ اندر آ رہی تھیں' فہد انہیں دیکھ کر تھوڑا سا سر اونچا کر کے دیکھنے لگا تو عمیرہ پھپھو نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بہت پیار سے دم کیا تو فہد نے بہت پیار سے ان کا

ہاتھ تھام کر چوما تھا۔

"بس پھپھو! آپ سب کی دعائیں ہمارے ساتھ تھیں۔" عمیرہ پھپھو اپنا چشمہ اتار کر دوپٹے سے آنسو پونچھ رہی تھیں، سعدیہ چچی کے دل پر اُس لمحے بجلی گری تھی۔

"دیکھا... کیا خوبصورت ایکٹنگ کی میرے بیٹے کے دل میں اترنے کے لیے، ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دَم کیا اور اب سامنے کھڑے ہو کر آنکھوں سے آنسو پونچھ رہی ہیں جبھی تو فہد نے تڑپ کر پھپھو کا ہاتھ چوما ہے، ماں کتنے صدقے واری گئی مگر فہد نے عمیرہ جیسا رسپانس مجھے نہیں دیا، کوئی مانے نہ مانے یہ سب جادو ہے میرے بیٹوں کو مجھ سے دور کرنے کا۔"

"فہد! ہم سب تمہارے لیے بے حد دعا کر رہے تھے، ممانی جان تو تمہارے لیے بے حد اداس اور دُکھی تھیں۔" رامین کی نظریں سعدیہ ممانی پر پڑیں تو وہ جلدی سے ان کی تعریف میں بول پڑی۔

"کیسی اب آپ کی طبیعت ہے ممانی جان؟" وہ فہد کو چھوڑ کر جلدی سے ان کی جانب پلٹی۔

"زندہ ہوں۔" انہوں نے ایک گہری سانس لی تو رامین کے دل میں کھٹاک سے کوئی چیز گری، احمد جھینپا جھینپا ونڈو کے اس پار دیکھ رہا تھا تبھی ایک ڈاکٹر روم میں داخل ہوا۔

"دیکھیں آپ لوگ سب اس طرح سے بھیڑ مت لگائیے۔" اس نے کھڑے ہوئے اتنے سارے لوگوں کو دیکھ کر کہا تو منظور مصطفی، فہد کو پیار کر کے عباد اور ندیم کے ساتھ باہر نکل گئے، مڑ کر حریم نے بھی ایک نظر سعدیہ ممانی پر ڈالی اور باہر کی جانب بڑھی، اب اس وقت کمرے میں احمد، عمیرہ پھپھو، رامین، سعدیہ اور فہد تھے۔

"مما! آپ بہت تھک گئی ہیں آرام سے بیٹھیں۔" احمد ماں کو تسلی بھرے لہجے میں بولا تو اتنی دیر میں عمیرہ پھپھو اور رامین چلنے کے لیے کھڑی ہو گئی تھیں۔

"اچھا بھابی! اللہ تمہیں مبارک کرے، آپ فہد کی جان کا صدقہ دیں اور اب میں چلتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ رامین کے ساتھ باہر نکلیں۔

"اچھا مما! آپ آرام کریں میں ایک چکر نیچے سے لگا کر ابھی آتا ہوں۔"

احمد نے پلٹ کر پھر فہد کو دیکھا۔

"بس میں ابھی آتا ہوں، یوں گیا اور یوں آیا۔" تبھی سامنے سے آتے ہوئے کرن اور زوہیر نظر آئے۔

"چلو اچھا ہوا تم لوگ بھی آ گئے، میں بس ابھی آتا ہوں تم مما کے پاس بیٹھو۔" احمد نے کرن کو مخاطب کیا، سعدیہ بہت تھکی تھکی اور بیمار نظر آ رہی تھیں۔احمد جس تیزی سے باہر نکلا تھا زوہیر کو خودبخود ہنسی آئی تھی جس پر فہد بھی مسکرا پڑا، رامین نے بیپ کی آواز پر سیل کی جانب دیکھا۔

"بہت جلدی ہے کیا، تم گیٹ پر رُکو میں آ رہا ہوں۔" احمد کا میسج تھا، اس نے گھبرا کر ماں کی جانب دیکھا جو رکشہ روکنے کے لیے تھوڑا آگے بڑھی تھیں۔

"امی! چھوڑیں اسے یہ بہت پیسے بتا رہا ہے ہم دوسرا پکڑ لیتے ہیں۔" دوسری جانب سے احمد تیز تیز چلتا ہوا انہی کی جانب آیا۔

"آئیں پھپھو! میں چھوڑ دیتا ہوں۔" وہ گاڑی کی طرف بڑھا۔

"نہیں بیٹا! تم بھائی کے پاس جاؤ ہم چلے جائیں گے۔"

"ایسے کیسے پھپھو! میں گاڑی یہیں لے کر آتا ہوں۔" وہ بغیر کچھ سنے آگے بڑھ گیا۔

"کرن!" سعدیہ نے بیٹی کو آواز دی تو وہ مڑی۔

"تم نے دیکھا جونہی رامین باہر گئی احمد کتنی تیزی سے باہر نکل کر گیا اور ابھی تک واپس نہیں آیا، ہو نہ ہو یہ اس وقت عمیرہ کو جہانگیر روڈ چھوڑنے گیا ہے۔"

"چھوڑیں مما! چپ کریں کوئی سن لے گا۔"

"میری جان انہیں اپنی عزت پیاری نہیں ہے اور تم ماں کو سمجھا رہی ہو، میں کسی غیر کو نہیں اپنی بیٹی کو یہ بات بتا رہی ہوں۔"

"جی مما! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں ہر وقت روک ٹوک اچھی نہیں لگتی، پلیز آپ چپ ہو جائیں اور دعا کریں فہد بھائی گھر آ جائیں۔"

”وہ تو آ جائے گا مگر...“ ان کے آنسو پھر بہنے لگے۔

”ارے ممانی جان! فہد بھائی ٹھیک ہیں۔“ زوہیر ان کے قریب بیٹھ گیا اور فہد نے ایک نظر اپنی ماں پر ڈالی۔

”ماں کیا چیز ہوتی ہے میرے دکھ پر مما کیسا تڑپ رہی ہیں‘ شیزرے کے دکھ پر فاطمہ خالہ کتنی تڑپتی ہوں گی۔“ ہنستی کھلکھلاتی ہوئی شیزرے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

”فہد! تم کیسے گر گئے‘ تمہارے تو پیر سے خون نکل رہا ہے‘ میں ابھی نانو کو جا کر بتاتی ہوں۔“ ایک شوخ سی بارہ سالہ بچی نور محل کے باغ میں اپنا جھولا چھوڑ کر دوڑتی ہوئی اندر بھاگی تھی۔

”ارے کیسے گر گیا فہد! دیکھنا ذرا۔ بڑے پاپا نے آ کر مجھے اٹھایا تھا۔“

”دیکھیں بڑے پاپا اس کے پیر سے خون بہہ رہا ہے‘ فہد درخت سے کودا ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اچھا... تو تم نے میری شکایت لگائی ہے کہ میں درخت سے کودا ہوں۔“

”نہیں فہد نہیں‘ میں نے شکایت نہیں لگائی‘ میں نے تو صرف نانو کو بتایا تھا۔“ گزرے ہوئے پل کا کوئی صفحہ فہد مصطفی کی آنکھوں میں اتر آیا تھا۔تو سامنے سرخ اور زرد رنگوں کے ڈھیروں چمپا کے پھول بکھرتے چلے گئے تھے وہ فہد کی چوٹ دیکھ کر بہت تیز دوڑی تھی اور پھر ایک پل میں کتنے لوگ اس کے ارد گرد چلے آئے تھے‘ وہ بچپن کا ایک پل تھا جو اُڑ کر صفحے کی طرح جب سامنے آیا پاؤں سے بہہ جانے والا خون معمولی تو نہ تھا۔

”عباد بھائی نے مجھے گود میں اٹھالیا تھا‘ بابا نے تیز گاڑی دوڑائی تھی کتنے Stiches آئے تھے۔“

”شکر کرو شیزرے نے بروقت اطلاع دے دی ورنہ نجانے کتنا خون بہہ جاتا اور یہ ضدی انسان وہیں بیٹھا اپنے خون کو دیکھ رہا ہوتا اور پھر کہتا کہ کچھ نہیں ہوا‘ میں تو ٹھیک ہوں بابا۔“ منظور مصطفی اسے گھر لا کر دادو کے کمرے میں سیدھے آئے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میری تو سن کر جان نکل گئی' شیزرے تو کانپ رہی تھی بڑی مشکل سے بول رہی تھی کہ باہر کیا ہوا ہے' دیکھو ابھی تک سہمی ہوئی اپنی ماں سے لپٹی بیٹھی ہے۔" تب ہیں نے پلٹ کر ایک سہمی ہوئی لڑکی کو دیکھا تھا اس دن سے نجانے کیوں وہ مجھے اپنی ہمدرد سی لگنے لگی' کوئی اس کے ساتھ زیادتی کرتا تو میں اس کا طرفدار بن جاتا اور سب نے میری اس طرفداری کو نجانے کیسے کیسے رنگ دے دیئے' سارے کزنز مجھے چھیڑنے لگے وہ مجھ سے کترانے لگی اور میں اس بات سے انجوائے کرتا اور پھر مما نے اس بات کو نجانے کیا رنگ دے دیا کہ میں خود سے کترانے لگا اور پھر میری ہستی کے حوالے سے جہاں نور محل کے لوگ اس سے پیار کرتے تھے وہیں میری ماں تشدد پر اتر آئی' ماں کا دیا جانے والا ہر زخم اور دکھ اسے یاد آ رہا تھا اور سامنے زرد اور سرخ چمپا کے پھولوں کا بکے وہ غور سے دیکھے جا رہا تھا۔

"شروع سے پھول چن کر ارینجمنٹ کتنی خوبصورتی سے بناتی تھی اور آج بھی اس نے اپنے ہاتھوں سے یہ پھول چن کر مجھے کیا بھیجے ماضی کا ایک در کھلتا

چلا گیا' کتنا معصوم تھا میرا بچپن اور نور محل کے بڑے سے باغ میں کھیلتے کھیلتے وقت گزر گیا اور پتہ ہی نہ چلا اور فہد مصطفی تم کسی دشمن کی گولی کی زد میں بھی آ گئے۔"

......☆☆☆......

"آہ۔" وہ اندرونی درد سے تڑپ اٹھا۔

"فہد مصطفی بہت دیر کر دی تم نے۔" وہ ابھی تک پھولوں کی ارینجمنٹ کو دیکھے جا رہا تھا۔

"کب اور کیسے؟" اس کے ہونٹ مسکرائے تھے' اس نے ہاتھ بڑھا کر پھولوں کو چھونا چاہا تھا۔

"میں اٹھا دوں بھائی!" کرن جلدی سے بوکے اٹھا کر فہد کے سامنے لائی تھی' اس نے بڑی آہستگی سے لپٹی ہوئی پھولوں کی ٹہنیوں کو تھاما تھا' ایک بھینی بھینی سی مہک اور تازگی کا احساس اس کی روح میں اترنے لگا' وہ کبھی نور باغ میں اڑتی ہوئی تتلیوں کے پیچھے دوڑ رہا تھا' کبھی شیزرے کے ہاتھ

سے اس نے پھولوں کی ٹوکری ہوا میں اُڑا دی تو کبھی وہ ندیم' زوہیر اور کرن کے ہاتھ سے فالسے چھین کر بھاگ گیا تھا' عبیر اور شیزرے کا جھگڑا ہوا تھا وہ دوڑتا ہوا آیا۔

"ارے کیا کر رہی ہو تم دونوں' کیوں مارا عبیر تم نے اس کو۔" غصے سے اس نے بہن کو مارا تھا۔

"کہاں ہے فہد؟" مما غصے سے اوپر سے نیچے آئی تھیں۔

"تم نے شیزرے کی خاطر اپنی بہن کو مارا' بڑی شرم کی بات ہے فہد۔"

"مما! عبیر کی زیادتی تھی اس لیے میں نے انصاف کیا۔"

"شٹ اپ' شیزرے کو تو میں ابھی بتاتی ہوں۔" وہ لپکی تھیں۔

"بھاگ شیزرے بھاگ' دادو کے کمرے میں بھاگ جا۔" احمد بھائی زور سے بولے تھے' وہ دوڑ کر ہم سب کے حصار سے دور بھاگ رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ٹھیک ہے آئے اوپر نہ میں کچل کر رکھ دوں شیزرے کی بچی کو' آئندہ تم لوگ ہاتھ نہ لگانا۔" وہ عبیر کا ہاتھ تھامے آگے بڑھی تھیں۔

"نہیں چھوٹی ممانی! عبیر مسلسل اس کو تنگ کر رہی تھی' وہ جھولے پر بیٹھی تھی کہ عبیر نے اس کا شوز دیوار کے اس پار پھینک دیا۔"

"اچھا اچھا بس' ویسے تو بڑے صوم صلوۃ کے پابند ہیں نور محل والے مگر پھر بھی اتنی بڑی بڑی لڑکیاں گارڈن میں بائیک چلاتی پھر رہی ہیں' جاؤ اتنا شوق ہے تو باہر جا کر لڑکوں کے ساتھ کھیلو۔" نورین سامنے سے گیند اچھالتی ہوئی چلی آ رہی تھی۔

"چھکا..." ندیم نے زبردست بیٹنگ کی' بال اچھال کر گزرتی ہوئی مما کی پیٹھ پر لگی تھی۔

"او گاڈ!" وہ سامنے پڑی ہوئی کرسی پر سر تھام کر بیٹھ گئی تھیں' عباد بھائی جلدی سے بھاگ گئے تھے' ندیم مما کے سامنے دونوں ہاتھوں سے کان پکڑے کھڑا تھا۔

"ان کی ان شرارتوں سے نور محل میں گہما گہمی ہے ورنہ تو کچھ بھی نہیں۔" بڑے بابا کھڑے انجوائے کر رہے تھے۔

"تم لوگ دیکھ بھال کر کھیلو۔" بڑے پاپا پھر بولے تھے۔

"مما خود رستے میں آئی ہیں' خوامخواہ شیزرے کی شکایت لے کر۔"

"چٹاخ۔" مما کا ایک تھپڑ میرے گال پر پڑا تھا۔

"آ میں بتاتی ہوں تجھے سچ کا مزا۔" مما کھڑے ہوتے بول رہی تھیں اور میں بیٹ پھینک کر بابا کی طرف بڑھا تھا جو میری طرف بڑھ رہے تھے۔

"سوری فہد! میں تمہاری وکٹ کو چھوڑ کر عبیر سے لڑ پڑی اگر تم نہ آتے ناں تو عبیر مجھے بہت مارتی' اب میں ان کے ساتھ نہیں کھیلوں گی' تمہاری مما بھی کتنا غصہ کر رہی تھیں۔" وہ بولی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ارے تم چھوڑو مما کو' میں تو بس سچ کا ساتھ دیتا ہوں' میں تو صرف اللہ میاں سے ڈرتا ہوں باقی کسی سے نہیں۔" وہ شام کو اسٹڈی روم میں بیٹھا شیزرے سے بات کر رہا تھا۔

گزرے ہوئے پل کی پھر ایک شام اتری تو مدھم مدھم سے افق پر تارے چمک رہے تھے اور قریب رکھے ہوئے پھولوں کی مہک پھیل رہی تھی' اس نے بہت آہستہ سے پھولوں کو اٹھایا تو بے بسی سے روتی ہوئی شیزرے نظر آ رہی تھی۔

"میں نے تو خود سے عہد کیا تھا کہ میں تمہارے کسی دکھ پر اتنے قریب نہیں آؤں گا کہ مما تم پر تشدد کریں' بس یہی احساسات تھے اور بس اور اب میرے اس رویے کو دوسرے کیا نام دیں گے اور تم کیا سوچو گی کہ ایک پتھر دل انسان ایک پل میں موم کیسے بن گیا' سب تو یہی کہتے ہیں کہ فہد کے دل میں پتھر نصب ہے اور مجھے اب خود بھی کسی کے دکھ پر رونا نہیں آتا' لیکن میری ضد مجھے شکست نہیں دیتی' بس یہی لگتا ہے کہ میں ہر

WWW.PAKSOCIETY.COM

ظلم کرنے والے کا ہاتھ توڑ کر رکھ دوں‘ اب جب سے میں اس فیلڈ میں آیا ہوں نہ میرے کوئی احساسات ہیں نہ جذبات ‘خواہ کوئی اسے کوئی رنگ دے دے فرق کیا پڑتا ہے‘ بس فہد مصطفی اتنا جانتا ضرور ہے کہ اب تمہیں کوئی چھو نہ سکے گا‘ تمہاری طرف دیکھتے ہوئے شایان کئی بار سوچ گا اور مما بھی بے بسی سے تمہیں دیکھتی رہیں گی۔“ اس کے ہونٹوں پر بڑی زخمی مسکراہٹ پھیل گئی تو اس نے پھولوں کواپنے چہرے پر ہونٹوں سے لے کر آنکھوں تک پھیرا تھا۔ایک جنون سچ اور انصاف کے لیے لڑ جانا اور اس کے درمیان یہ بھینی بھینی مہک اس کی روح کو چھو رہی تھی‘ اسے یوں لگا کہ وہ صدیوں سے اپنے گھر سے دور ہے کب دل چاہتا تھا سب کو چھوڑ کر جانے کے لیے مگر قسمت ہر بار اسے سب سے دور لے جاتی تھی‘ کوئی خوشی ہو وہ بہانے بہانے سے پلٹ کر نور محل آتا تھا۔

”آج شاید موت بھی مجھے چھو کر گزر گئی کہ مجھے لوٹ کر ان کے درمیان جانا ہے‘ لوٹ کر جانا مجھے اچھا لگتا ہے‘ میں اپنی ذات میں کتنا تنہا ہوں اور

جب میرے اپنے میرے ساتھ ہوتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ ایسی ہی مہک میرے اردگرد پھیل رہی ہے لیکن میری فیلنگز کو کوئی محسوس نہیں کر سکتا اور نہ ہی میں کسی سے شیئر کرتا ہوں‘ بھول جانے کی مجھے عادت نہیں ہے‘ شاید میں اسی لیے آیا ہوں۔“ وہ پھولوں کی ٹہنیوں سے بار بار اپنے چہرے کو ہوا دے رہا تھا۔

......☆☆☆......

”اب کیسا ہے حریم وہ؟“ شیزرے تڑپ کر آئی تھی۔

”بہت فکر ہو رہی ہے ناں تو اٹھاؤ فون ‘ کرو بات۔“

”“نہیں حریم ایسا نہیں‘ تم آنے والے طوفان کو نہیں دیکھ رہیں‘ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے حری تم کچھ کرو ناں‘ تم کیا کر سکتی ہو میرے لیے؟۔“

”میں بہت کچھ کر سکتی ہوں تمہارے لیے مگر فی الحال تم اپنی آنکھیں پونچھو اور فہد سے بات کرو۔“

”نہیں حری! مجھے فاصلے پر رہنے دو، جس شخص نے میری مدد کی اور میں اب اس کے گلے تو نہیں پڑ سکتی۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟ تم کیا کہنا چاہتی ہو، فہد کبھی کسی کی مدد کو اس طرح نہیں جاتا جس طرح وہ تمہاری مدد کو آیا ہے۔“

”نہیں حری نہیں، اس نے جو بھی کیا ہے بس اتنا ہی ہمارے لیے کافی ہے۔“

”کچھ کافی نہیں ہے، بکواس مت کرو اور فون کرو، یہ لو بات کرو۔“ حریم نمبر ڈائل کر کے شیزرے سے بولی۔

”فہد! شیزرے بہت پریشان ہے تم اس سے بات کرو۔“ وہ شیزرے کو سیل تھما کر باہر چلی گئی۔

”بولو کیا بولنا ہے؟“

”آپ کیسے ہیں؟“ اس کی آواز آنسوئوں میں بھیگ رہی تھی۔

”اب کیا ہوا، تم کیوں اتنا رو رہی ہو؟“ فہد مصطفی کی آواز نے ایک لمحے کے لیے اس کے دل کو ساکت کر دیا تو وہ ہنس کر بولا۔

”تم یہ آنسو پونچھ لو، مجھ جیسے انسان کے لیے آنسو بہانا کچھ ٹھیک نہیں ہے شیزرے! کیا ہوا؟ کیالائن سے غائب ہو گئیں۔“

”نہیں نہیں میں سن رہی ہوں فہد!“

”تو بولو، شکریہ کہنا چاہتی ہو تو بولو، میں سن رہا ہوں۔“ وہ ہلکے سے مسکرایا تو شیزرے کے دل میں نجانے کیا چیز ٹوٹ کر چبھ گئی تھی، وہ آنسو پونچھ کر سیل کو ہاتھ میں تھامے سنبھل کر بیٹھ گئی۔

”تھینکس فہد!“ اس کے ہونٹ ہلکے سے وا ہوئے۔

”تھینکس۔“ دوسری جانب آواز ساکت ہوئی تو فہد مصطفی کھلکھلا کر ہنس پڑا دوسری طرف کانوں میں جلترنگ سے بجے۔

"ارے پھول بھیجنے کا شکریہ بابا۔" بہت مانوس سی آواز سنائی دی تو وہ آنسو پونچھ کربولی۔

"اب آپ کیسے ہیں؟"

"سو واٹ کیسا ہوں، جیسا تھا ویسا ہی ہوں، تم تو تھینکس کہنے بھی نہیں آئیں۔" تو اس کی آواز یہ سن کر حلق میں ہی پھنس گئی تو وہ ہنسا۔

"اگر تم مجھے دیکھنے چلی آتیں تو بھی تم سے بازپرس نہیں ہو گی۔" وہ آہستہ سے بولا تو وہ کچھ نہ بول سکی۔

"آپ اپنا خیال رکھا کریں ناں۔"

"چلو یاددہانی کا شکریہ، سب کو مجھ سے ایک یہی تو شکایت رہتی ہے کہ میں اپنا دھیان نہیں رکھتا، شاید میں ہتھیلی پر جان لیے پھرتا ہوں، موت خود میرا پیچھا کرتی ہے۔" وہ آہستہ سے ہنسا۔

"ایسا مت کہیں آپ۔" وہ تڑپ کر بولی۔

"کیوں... تمہیں کیا بہت تکلیف ہوئی، بولو ہاں تم بھی ایک لڑکی ہو، خوابوں میں ایک بہادر شہزادہ آئے گا اور تمہیں سارے دکھوں سے نجات دلا دے گا، یہی تم سوچ رہی ہو گی ناں مگر صرف اور صرف یہ حقیقت ہے شیزرے کہ تم مشکل میں تھیں اور فہد مصطفی ایسی تکلیف میں کسی کو نہیں دیکھ سکتا۔" اس نے بہت اونچی بلندی سے اٹھا کر اسے نیچے پھینک دیا تھا۔

"فہد! کسی بھی بات کا مطلب انسان اپنی سوچ کے مطابق لیتا ہے، تم جو چاہے سوچ لو۔" وہ بہت دبے دبے لہجے میں بولی۔

"گڈ! ذہین ہو، اب تم اپنی اسٹڈی پر پوری توجہ دو اور کسی کی بھی کیئر مت کرو، اب تم صرف فاطمہ خالہ کا خیال رکھو اور ہاں تمہارے پھول مجھے پسند آئے ہیں، بہت تروتازہ سے ہیں اور ان پھولوں کی مہک نے مجھے پھر سے نورمحل میں لاکھڑا کیا تھا، میں زیادہ دیر تک تم سے بات نہ کرسکوں گا۔" وہ رُکا۔

"کیا بہت تکلیف ہے؟" وہ تڑپ کر بولی۔

"تکلیف تو گزر گئی' زخموں پر اب کسک سی ہوتی ہے تو ڈاکٹر کہتے ہیں کہ مجھے آرام کی ضرورت ہے اور میں آرام نہیں کرنا چاہتا' بس تم دعا کرنا کہ میں جلد ہی اپنی جاب پر لوٹ جائوں۔"

"فہد!' ' وہ دبے دبے لفظوں میں بولی۔

"تم اب گھر کب آئو گے؟" وہ رنجیدہ لہجے میں بولی۔

"شاید اس کی ضرورت نہیں ہے' ہاں میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں I am realy sorry کہ مما نے تمہیں بہت دکھ دیئے ہیں لیکن دیکھو میں نے بھی حساب چکا دیا' اب میری ضرورت نہیں' تم سب کچھ بھول جائو۔" اور لائن خودبخود ڈراپ کر دی۔

......☆......

دو دن کی چھٹیوں کے بعد آج تھرسڈے کو احمد لیکچر دینے سینٹر آیا تھا' ساری کلاسز ہو رہی تھیں اس وقت بھی' رامین اپنی کلاس لے رہی تھی کہ کلاس میں ماہم کے بیگ میں موبائل کی بیل نے پوری کلاس کو ڈسٹرب کر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دیا تھا' رامین بلیک بورڈ پر کچھ لکھتے لکھتے رُک کر بڑے غصے سے ماہم کو دیکھ کر غصے سے بولی۔

"اسٹینڈ اپ! آپ کی وجہ سے کلاس ڈسٹرب ہوئی۔" ساری کلاس میں خاموشی چھا گئی' ماہم نے شرمندہ ہو کر بیل آف کی تھی' اس وقت بھی رامین غصے سے ماہم کو دیکھے جا رہی تھی کہ اچانک رامین کے موبائل پر بیپ کی آواز پر پوری کلاس ہنسنے لگی تھی۔

"اوہ نو! شٹ اپ۔" اور اس نے جھک کر موبائل کے بٹن پر انگلی رکھی' احمد نے میسج دیا تھا' اس نے جلدی سے گھبرا کر بہت سیریس ہو کر اسٹوڈنٹس کو مخاطب کیا تھا۔

"بس خاموش ہو جایئے۔" وہ دوبارہ بلیک بورڈ کی طرف مڑی تھی لیکن دبی دبی ہنسی ابھی تک کئی اسٹوڈنٹس کی سنائی دے رہی تھی' کلاس لے کر جب وہ باہر زینے سے نیچے اُتری تو احمد سامنے ہی نبیل کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

ساتھ کھڑا ہنس رہا تھا‘ رامین نظر پڑتے ہی کترا کر کامن روم کی طرف مڑ گئی تھی‘ اس نے دوبارہ اپنے موبائل پر احمد کے میسج کو چیک کیا‘ پڑھ کر وہ ہولے سے مسکرائی تھی۔جونہی وہ سینٹر سے باہر آئی احمد کار کا دروازہ کھولے اُسی کے انتظار میں کھڑا تھا وہ جونہی بیٹھی احمد بول پڑا تھا۔

”میں آج فہد کو ہاسپٹل سے گھرلا رہا ہوں۔“

”دیکھ لو احمد! پھر کوئی نیا ہنگامہ نہ کھڑا ہو جائے۔“ وہ چونک کر بولی۔

”تو پھرکیا کروں‘ اس مسئلے کا کوئی حل ہے‘ سب لوگ یہ چاہ رہے ہیں کہ فہد کچھ دن رک کر جائے اور ویسے بھی وہ سرجری کے بعد بہت ویک ہو گیا ہے‘ کیا ایسا ممکن نہیں ہے رامین! جب تک فہد گھر پر رہے تو تم مما کو سنبھال لو۔“

”رہنے دو احمد! میں اور چھوٹی ممانی کو سنبھالوں‘ مجھے بھی ذلیل کروا کر چھوڑو گے تم۔“ تو احمد کے ہونٹوں پر بڑی گہری ہنسی آئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اب ایسی بھی نہیں ہیں میری مما‘ تم تو انہیں اتنا خوفناک بنارہی ہو۔“ وہ اس کی جانب مڑ کر بولا۔

”بس تم مجھے تو رہنے دو‘ مجھے تو بے حد خوف آتا ہے۔“ وہ ابھی تک ہنس رہی تھی۔

”دیکھا جائے گا جو ہو گا‘ میں تو مما کو بتا چکا ہوں کہ میں اُسے لے کر آ رہا ہوں مگر آپ کچھ نہیں بولیں گی اور اوپر تو شیزرے کی شکل بھی نظر نہیں آئے گی مگر ہم کچھ کہہ بھی نہیں سکتے اگر فہد بلا لے تو...“ وہ بڑی پرشوخ نگاہیں رامین کے چہرے پر ڈال کر بولا تھا۔

”تو ایسے مجھے کیوں دیکھ رہے ہو تم؟“ وہ ہنس کر بولی۔

”یہی کہ فہد نے رستہ اچھا ڈھونڈ نکالا ہے ورنہ امید کوئی نہیں تھی۔“

”جی ہاں بڑا اچھا رستہ نکالا ہے‘ تمام عمر اب چھوٹی ممانی اس کی زندگی اجیرن رکھیں گی۔“ وہ منہ بنا کر بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”تو ایسا کرتے ہیں کہ تمہاری بھی اجیرن کروا دیتے ہیں زندگی۔“ وہ مسکرایا۔

”جی نہیں، مجھے کوئی ایسا شوق نہیں ہے۔“ وہ سنجیدگی سے بولی۔

”تو پھر سوچ لو، میں تو ٹریننگ پر چلا جاؤں گا، پھر کیا ہو گا؟“

”پتہ نہیں، ہو سکتا ہے ہماری بھی کہیں ٹریننگ شروع ہو جائے۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“ احمد چونک کر بولا۔

”چھوڑو تمہیں بات بہت دیر سے سمجھ میں آتی ہے۔“ وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولی تو وہ بولا۔

”تو تم باتیں بھی تو اس طرح گھما گھما کر کرتی ہو کہ میری سمجھ میں نہیں آتیں۔“ وہ ہنسا۔

”بس رہنے دو احمد! تم اتنے معصوم مت بنو۔“

”شیور میں جلد ہی ٹریننگ کے لیے چلا جاؤں گا، بڑا مزا آئے گا، سنا ہے ایک فوجی ہمارے ساتھ فٹ بال کھیلے گا اور جوگنگ کے لیے بھی ساتھ جائے گا۔“

”ظاہر ہے اتنے اوور ویٹ ہو رہے ہو تو کنٹرول تو کرنا پڑے گا۔“

”اب اتنا بھی میں اوور ویٹ نہیں ہوں ہاں یہ ہے کہ مجھے کیپٹن بھی بنایا جائے گا، تم کیپٹن سے شادی کرنا پسند کرو گی۔“ وہ ہنس کربولا۔

”پھر احمد! وہی الٹی سیدھی بکواس تم نے شروع کر دی۔“

”لو بھلا اس میں بکواس کیا ہے، میں جو مستقبل کے خواب دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں بھی دکھا رہا ہوں پھر اس کے بعد پوچھا جائے گا کہ آپ پاکستان کی کون سی جگہ دیکھنا پسند کریں گے، پتہ نہیں رامین شیور...“ اس کی آنکھوں میں بہت سارے خواب اُتر آئے، وہ بھی اسے مڑ کر دیکھنے لگی۔

”میں پاک بھارت کی وہ جگہ دیکھنا پسند کروں گا جہاں ہماری اور ان کی فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہیں۔“

"تو گویا آپ محاذ جنگ پر جا رہے ہیں۔"

"لگ تو مجھے ایسا ہی رہا ہے کہ میں یہ ڈیڑھ سال کی دوریاں کیسے برداشت کروں گا۔" اس نے گاڑی کے مرر میں اپنی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم تو یوں بول رہے ہو کہ پتہ نہیں جیسے دس سال کے لیے جا رہے ہو۔"

"ہاں تمہیں کیا خبر اس کے بعد مجھے IBA میں بھیج دیا جائے گا اور وہاں سے MBA کروایا جائے گا' تمہیں ہی شوق تھا کہ احمد CSS کر لو' تم انٹیلی جنٹ ہو' لو ارے تم خود کیوں نہیں کر لیتیں' مجھے مروا دیا۔"

"لو اتنا اچھا تمہیں انکم ٹیکس گروپ ملا ہے' سنا ہے اوپر کی کمائی بہت ہے۔" وہ ہنسی۔

"یعنی اب تم مجھے رشوت بھی کھلا کر رہو گی' لاحول ولا قوۃ۔"

"یہ تم نے سوچ بھی کیسے لیا احمد!" وہ منہ پھیر کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پھر اب تمہارے کیا ارادے ہوں گے؟" وہ اس کی جانب یک ٹک دیکھنے لگا۔

"دیکھو احمد! تم پھر پٹڑی سے اُتر رہے ہو۔"

"نہیں نہیں ابھی نہیں' وہ اگلے موڑ پر آئے گی ابھی تو یہ لمبی سڑک گزر رہی ہے۔" احمد کی اس بات پر اُسے بہت زور کی ہنسی آئی تھی۔

"بس مجھے کیا کرنا ہے بہت لمبی مسافت پر مجھے چلتے ہی رہنا ہے۔"

"اور تھک گئیں تو..."

"نہیں احمد! ایسے حالات ہی نہیں ہیں کہ میں تھک جاؤں۔"

"اس کا کیا بنا وہ جو ربیعہ کا رشتہ آیا تھا۔"

"وہ لوگ پسند تو کر کے گئے ہیں لیکن یہ بھی اتنا آسان نہیں ہے' تم حالات تو جانتے ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

”اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ میرے دوسرے والے سینٹر میں ایک ٹیچر جانے والی ہے تم اس کی جگہ لے سکتی ہو۔“

”اور پھپھو کیا کہتی ہیں؟“

”انہیں کیا کہنا ہے‘ جو کچھ ہے مجھے کرنا ہے۔“

”راحمہ اور بشریٰ کے اخراجات‘ اوپر سے ربیعہ کے لیے گنجائش نکالنا‘ ابا نے تو بالکل لاوارثوں کی طرح چھوڑ رکھا ہے۔“ وہ بہت غمگیں لہجے میں بولی۔

”سب ٹھیک ہو جائے گا‘ تم فکر نہ کرو‘ میں موقع دیکھ کر دادو سے بات کروں گا۔“

”خدا کے واسطے احمد! کوئی نیا ایشو نور محل میں مت اٹھانا پلیز‘ رہا سہا جو بھرم قائم ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا۔“

”تو پھر... پھپھو سے بات کروں؟“

”نہیں کوئی ضرورت نہیں‘ کوئی بھی اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا ‘ جو بھی کرنا ہے وہ میں کروں گی۔“

”تم میرا انتظار کر لو گی؟“

”ارے بابا‘ انتظار ہی انتظار ہے ہماری زندگی میں‘ تم کیوں پریشان ہوتے ہو‘ تم جب بھی پلٹ کر آئو گے مجھے اُسی چوکھٹ پر پائو گے مگر احمد میں کبھی کبھی سوچتی ہوں ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔“ اس کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی اتر آئی۔

”احمد! کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ ہم ایک دوسرے کے اتنے قریب آئے ہی کیوں؟“

”یہ تمہیں آنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔“

”بکواس‘ میں قریب آئی ہوں تمہارے یا تم مجھے میٹرک سے لائن مارتے رہے ہو۔“

"وہ تو میں ہر لڑکی کے ساتھ کرتا ہوں۔"

"اچھا تو تم مجھے بیوقوف بنا رہے تھے۔"

"تم کیسی باتیں کرتی ہو رامین! میں بہت مایوس ہو جاتا ہوں کبھی کبھی۔"

"اور کبھی تم نے میرے بارے میں سوچا کہ میں کیسا Feel کرتی ہوں۔"

"وہ تو میں جانتا ہوں۔" وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"چلو چھوڑو تم میری بات، جو یہ نیا ایشو نور محل میں اٹھنے والا ہے فہد جو آرہا ہے اس کو کیسے سنبھالو گے؟"

"بابا سے بات کی ہے میں نے، بابا نے مما کو سمجھایا ہے کہ وہ تھوڑا نرم اور ریلیکس ہوں، I hope مما تھوڑا سا نرم پڑ گئی ہیں، فہد کی خبر سن کر تو وہ بالکل نیم پاگل سی ہو گئی تھیں، تب مجھے احساس ہوا کہ ماں ماں ہوتی ہے، کتنی جلدی وہ سب بھول گئیں، لیکن جو کچھ فہد نے کیا ہے وہ اتنا آسان نہیں ہے کہ اُسے کوئی بھلا سکے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مت بھولو کہ شیزرے اب فہد کے نکاح میں آ چکی ہے، ارے ہاں وہ اِکو چچا کا کیا بنا؟"

"بننا کیا تھا وہ جیل میں سڑ رہے ہیں اور ان کے کبوتروں کی وہ خاطر مدارت ہو رہی ہے کہ مت پوچھو، بے چاری حریم ہر وقت بھاگ بھاگ کر اوپر جا رہی ہے کہ دانہ ڈال آئوں، پانی دے دوں اور وہ شیزرے وہ تو دادو جان کے کمرے میں ہے، البتہ فاطمہ خالہ اپنے کمرے میں ہی رہ رہی ہیں، کل رات کسی بلی نے کبوتروں پر حملہ کر دیا تھا ایک ہنگامہ، شور ہو گیا۔"

"پھر احمد پھر؟" وہ چونک کر بولی۔

"ارے بھئی اتنا شور اتنا ہنگامہ کہ سیکورٹی گارڈ نے فائر کر دیا۔"

"او نو... کسی کو گولی لگی تو نہیں؟" وہ چونکی۔

"نہیں ہوائی فائر تھا۔"

"احمد! اب چھوٹی ممانی، شیزرے کے بارے میں کیا سوچ رہی ہیں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"وہ کیا سوچیں گی شیزرے کے بارے میں' فی الحال مما کی تیمارداری کے لیے وردہ آئی ہوئی ہے۔"

"وردہ آئی ہوئی ہے' کس لیے؟"

"I dont know' ان کی مرضی ہے' وہ وردہ کولائیں یا کسی سلمٰی کو' ہماری صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"احمد! وردہ مجھے بالکل پسند نہیں ہے' شیزرے اس سے ہزار گنا بہتر ہے' پھر چھوٹی ممانی کو کیا ہو گیا ہے۔" وہ سوچ کر بولی۔

"بس ضد' انا' لیکن فہد نے یہ بہت بڑی بیوقوفی کی ہے' میں نے اس سے بات کی تو اس کا کہنا تھا کہ اس نے اُسے عزیز اللہ سے بچانے کے لیے ایسا کیا تاکہ فاطمہ خالہ اور وہ سکون سے جی سکیں۔"

"یہ فہد کہہ رہا ہے؟" رامین حیرت سے بولی۔

"نہیں یہ میں کہہ رہا ہوں' رامین تم بھی کبھی کبھی پیدل چل دیتی ہو۔"

"رہنے دیں احمد! خود بڑے دانشور ہیں۔"

"کیا مطلب ہے ہوں دانشور' ہینڈسم' جوان اینڈ سول سروس کمیشن پاس' مستقبل کی ضمانت دیتا ہوں تمہیں۔"

"اوہو... بڑا رعب مار رہے ہو۔"

"کیوں کیا بُرا لگ رہا ہے تمہیں یہ سب؟" تبھی گاڑی ایک جھٹکے سے رُکی تھی' اس نے چونک کر دیکھا تو گیٹ پر کھڑے اُسے ابو نظر آئے تھے اور ابو کی نظر پلٹ کر احمد کے ساتھ بیٹھی رامین پر پڑی تھی تو اس نے گھبرا کر احمد کی کلائی تھام لی' احمد بھی سٹپٹا کر نیچے اُتر آیا لیکن اظہر الدین تیزی سے اندر چلے گئے تھے' احمد تو باہر سے ہی اُسے ڈراپ کر کے چلا گیا تھا ' اس کے پائوں من من بھاری ہو رہے تھے کہ اب وہ ابو کو کیا جواب دے گی۔

"السلام علیکم ابو!" وہ قریب پہنچتے ہی بولی تھی۔

"دیکھ لیا عمیرہ! یہاں یہ ہو رہا ہے۔"

"کیا ہو رہا ہے؟" عمیرہ گھبرا کر رامین سے بولی تھیں۔

"امی! کچھ بھی نہیں، احمد مجھے چھوڑنے آئے تھے۔" وہ گھبرا کر جلدی سے بولی۔

"یہ احمد کون ہے؟"

"منظور بھائی کا بڑا بیٹا ہے۔"

"تو اس کے ساتھ یہ گھوم پھر رہی ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ، وہ کوچنگ سینٹر میں اس کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی نے ہی اس کو جاب دلائی ہے سمجھے آپ۔"

"بہت کچھ سمجھ گیا ہوں عمیرہ بیگم بہت کچھ، یہ سب تمہاری ڈھیل کا نتیجہ ہے جو اس طرح سے آ جا رہی ہیں، کیا سوچیں گے محلے والے..."

"محلے والے کیا سوچیں گے یہی کہ باپ چھوڑ کر چلا گیا، بچی خود کما رہی ہے۔"

"کیوں سجاد مصطفیٰ، منظور مصطفیٰ نے اپنی پراپرٹی میں سے کچھ نہیں دیا۔" وہ گھور کر بولے۔

"مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہاں بھئی اب کیوں ضرورت رہے گی، کمائو پوت جو ہے۔"

"خیر چھوڑیں، آپ کے لیے چائے بنائوں۔"

"نہیں مجھے کوئی ضرورت نہیں تمہاری چائے کی، آئندہ بس سمجھا دینا کہ مجھے اس قسم کی باتیں اچھی نہیں لگتیں، تمہیں خوف نہیں آتا، کرو شادی اس کی۔"

"نہیں کیوں مجھے خوف آئے گا آپ اس کے باپ ہیں آپ لے آئیں کہیں سے اس کا رشتہ، جو سنتا ہے باپ نے دوسری شادی کی دروازے سے ہی پلٹ جاتا ہے۔"

"بس لے آئیں ناں ہماری دوسری شادی کو بیچ میں، تم جیسی عورتوں کو برداشت کرنا ہی مشکل ہوتا ہے۔" وہ غصے سے اٹھ کر گھر سے باہر چلے گئے، وہ امی کے کمرے کی ڈیوڑھی سے لگی ابو کی باتیں سن رہی تھی، آنسو تھے کہ خودبخود بہے چلے جا رہے تھے۔

"دیکھا امی! کس طرح کی باتیں ابو کرتے ہیں۔"

"چھوڑو رامین! دل کو مت لگاؤ، جو کہتے ہیں کہنے دو۔" عمیرہ دکھ سے بولی تھیں، پر اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ گیا تھا۔

"امی! جس طرح ابو نے گھور کر دیکھا، احمد کیا سوچتے ہوں گے؟"

"کیا سوچے گا، سب جانتے ہیں اس کو۔" وہ شبر کو دیکھ کر جلدی سے واش روم کی طرف چلی گئی تھی۔

"کیا ہوا چچی جان! چچا کی آواز آئی تھی۔"

"ہاں وہ آئے بھی اور چلے بھی گئے۔" راحمہ کھلکھلا کر ہنسی۔

......☆☆☆......

نور محل کے اندر بڑی گہری خاموشی تھی، وسیع و عریض لان میں ابھی مالی پانی دے کر بیٹھا تھا بڑی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، دادو جان اپنے کمرے میں بیٹھیں کوئی وظیفہ پڑھ رہی تھیں۔عباد، سجاد مصطفی کے پاسپورٹ کو لے کر ری نیو کروانے باہر گیا ہوا تھا، ندیم ابھی تک یونیورسٹی سے نہیں لوٹا تھا۔سجاد مصطفی بہت دیر تک لان میں بیٹھے اخبار پڑھتے رہے پھر اٹھ کر آہستہ سے ماں کے کمرے میں آئے تھے جونہی اندر داخل ہوئے شیزرے گھبرا کر بیڈ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی، سجاد مصطفی بغیر آہٹ کیے ہوئے ماں کے کمرے میں آئے تھے، وہ شرمندگی سے آہستہ سے ایک قدم پیچھے ہو کر رک گئے۔

"ارے سجاد!" اماں کے ہاتھ تسبیح پر ٹھہر گئے، وہ ہنس کر ان کی طرف دیکھنے لگیں، شیزرے جلدی سے دوپٹہ اٹھا کر سر پر ڈالتے ہوئے سمٹ کر

کھڑی ہو گئی تھی۔سجاد مصطفیٰ، شیزرے کو دیکھ کر چونک سے گئے، سامنے بڑے سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے شیزرے کو اپنے پاس بٹھا لیا تھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"جی بڑے پاپا! ٹھیک ہوں۔" اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"ارے بیٹا! کیا کوئی پریشانی۔" تو نفی میں اس نے سر ہلا دیا۔

"اب تم ہماری ذمے داری ہو، فہد مصطفیٰ کے حوالے سے اب تم ہمیں زیادہ پیاری لگتی ہو، اماں میں نے عذرا کو کہہ دیا ہے کہ ندیم والا روم شیزرے کو دے دیں اور ندیم انیکسی میں شفٹ ہو جائے گا۔" انہوں نے اماں کی جانب دیکھا تو وہ مسکرا کر بول پڑیں۔

""تم نے صحیح سوچا، میرا بھی یہی خیال تھا لیکن میں چپ تھی کہ کہیں..." وہ جملہ ادھورا چھوڑ گئیں۔

"نہیں اماں! آپ کیسی بات کرتی ہیں، آپ نے کیسے یہ سوچ لیا؟" وہ شیزرے کو دیکھ کر بولے تھے۔

"اماں! آج فہد آ رہا ہے، منظور کو آپ سمجھائیں بلا کر۔"

"میں کیا سمجھاؤں، تمہارا چھوٹا بھائی ہے تم بات کرو کہ اب گھر میں کوئی نیا فساد پیدا نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں، آپ بھی دھیان رکھیئے گا اس بات کا۔"

"میں تو پہلے ہی سمجھا چکی ہوں لیکن سعدیہ کی موجودگی میں وہ کچھ نہیں سنتا۔" آہٹ ہوئی تو سجاد مصطفیٰ نے مڑکر دیکھا، سعدیہ اندر داخل ہوئیں تو انہیں بھی سجاد مصطفیٰ بیٹھے نظر آئے تھے، اماں کو سلام کرتے ہی ان کی نظر شیزرے پر پڑی تھی۔

"اچھا... تو تم یہاں ہو، اماں! میں یہ بتانے آئی ہوں خبر تو آپ کو بھی ہو گی کہ فہد ہاسپٹل سے گھر آ رہا ہے، احمد بول کر گیا ہے کہ فہد کے روم کی میں صفائی کروا دوں، آپ کو تو معلوم ہے اس کمرے میں عبیر شفٹ ہو چکی

ہے، ملازم چھٹی پر گیا ہوا ہے، بشیراں بھی نہیں آئی تو اب میں کیا کروں، شیزرے کو بھیجئے کہ فہد کے روم کی صفائی کرے، میں یہی کہنے نیچے آئی تھی۔"

"سعدیہ!" تو اماں نے ہاتھ اٹھا کر سجاد مصطفی کو کچھ بھی مزید بولنے سے روک دیا تھا۔

"ایک منٹ سجاد! ظاہر ہے گھر میں جب ملازم نہیں ہے تو گھر کی خواتین ہی اس ذمے داری کو نبھاتی ہیں، شیزرے کے لیے تو یہ کوئی بات ہی نہیں ہے، ماشاء اللہ بڑی پیاری بچی ہے، ایک گھنٹے میں سارا کام نپٹا کر رکھ دے گی، بیٹا شیزرے! ایسا کرو تم نورین یا کسی بچی کو اپنے ساتھ لگا لو اور جا کر فہد کے کمرے کو بالکل اے ون کر دینا۔" سعدیہ کو ایک دھچکا سا لگا اور وہ وہیں کی وہیں کھڑی رہ گئیں۔

"کتنی چالاک ہیں اماں! انہوں نے کیسے جلدی بات مان کر ٹینشن کو ختم کر دیا۔" وہ دل میں سوچ کر رہ گئیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ذرا جلدی آ جانا۔" انہوں نے ایک قہر آلود نظر شیزرے پر ڈالی، وہ تھرتھرا کر رہ گئی اور سعدیہ یہ کہہ کر چلی گئیں، وہ مرے مرے قدموں سے آہستہ سے دادو کے روم سے باہر آئی تھی، زینہ چڑھتے ہوئے بھی اُسے بہت خوف آ رہا تھا لیکن پھر بھی وہ ڈسٹنگ کا کپڑا اٹھا کر فہد کے کمرے میں آئی تھی، سعدیہ چیختی ہوئیں کمرے میں آئیں تو اس کا دل دھڑ دھڑ کرنے لگا۔

"یوں ڈسٹنگ نہیں کرنی، سمجھیں تم، ایک ایک چیز کمرے کی باہر نکالو، پھر اس کے بعد ڈسٹنگ کرنا۔" یہ کہہ کر وہ چلی گئی تھیں، اس نے شیلف سے بکس کو ترتیب میں لگایا تو اُسے یوں لگا کہ فہد مصطفی آہستہ سے قریب آ کر بولا ہے۔

"تم نے کس کی اجازت سے میری کتابوں کو چھوا، میری ہر شیلف میں الگ الگ ٹاپک پر کتابیں ہیں تم ان کی ترتیب بدل دیتی ہو، یہ کتاب میں ہمیشہ اوپر کی شیلف میں رکھتا ہوں، اسے میں رات کو اسٹڈی کرتا ہوں۔"

"نہیں، نہیں اس کو تو میں نے چھوا بھی نہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آئندہ تم ہاتھ بھی مت لگانا میری اجازت کے بغیر' تمہیں کوئی ضرورت نہیں۔" وہ غرّا کر بولا۔

"ایک تو تم نے اپنے کمرے کو کچرا گھر بنا رکھا ہے' چاروں طرف کتابیں ہی کتابیں۔"

"ہاں مجھے یہ سب ٹھیک لگتا ہے' یہ کیا' تم فوراً یہاں سے نکلو' آئوٹ۔"

"میں خود نہیں آئی' مجھے تو دلہن چچی نے کہا ہے کہ آج تم صفائی کر دو۔" وہ جاتے جاتے پلٹی تھی تو فہد بول پڑا تھا۔

"یہ صفائی ہے تمہاری' اِدھر کی چیز اُدھر' اُدھر کی چیز اِدھر' میں دراز میں رکھی ہوئی چیز آنکھ بند کر کے نکال لیتا ہوں' رائٹ کے بجائے والٹ لیفٹ میں ملے گا' اب الٹ دو پوری الماری جو چیز ڈھونڈنی ہے ڈھونڈتے رہو' نہ بابا نہ' آئندہ تم میرے کمرے میں نہیں آئو گی۔"

"مجھے بھی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے سمجھے تم' بس رعب ڈالنے کی عادت ہے' ایک تو ہر چیز میں نے ترتیب میں کر دی اوپر سے رعب۔" وہ آگے بڑھی۔

"شیزرے!" وہ پلٹی۔

"احمد بھائی کی جب چائے بنائو ناں تو مجھے بھی دیتی جانا۔"

"نہیں بناتی' میں خانساماں سے جا کر کہہ دیتی ہوں۔" چھوٹے چھوٹے لمحوں کی بازگشت اس کے کانوں میں سنائی دے رہی تھی' وہ خالی وارڈ روب تھامے کھڑی تھی جس میں نہ والٹ تھا اور نہ اس کی چیزیں۔عبیر نے وہاں اپنی چیزیں رکھتے ہوئے اس کی پرانی چیزیں مثلاً شیونگ کٹ' پرانا سیل' کسی کا گفٹ دیا ہوا والٹ' بیلٹ اور پرفیومز دوسری دراز میں ٹھونس دیئے تھے۔

"تم یہاں..." وہ بُری طریقے سے گھبرا گئی۔

"مجھے چھوٹی چچی نے صفائی کے لیے بلایا ہے۔" وہ نظریں اٹھا کر عبیر سے بولی تھی۔

"معلوم ہے، آج فہد بھائی گھر آ رہے ہیں، میں تو سمجھی تھی کہ جان چھوٹی اس کمرے میں مجھے بہت سکون تھا، میں کرن کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتی، ٹھیک ہے میرا سامان اٹھا کر تم اسٹور روم میں رکھ دو، کوئی ضرورت نہیں ہے، مما کچھ کر لیں فہد بھائی تو ہاتھ سے نکل گئے اب وہ نہیں پلٹیں گے۔" عبیر غصے سے بڑبڑاتی جارہی تھی اور ضرورت کی چیزیں اپنے بیگ میں رکھ کر بولی۔

"چلو ٹھیک ہے پھر مفت کی نوکرانی ایک نئے روپ میں ہماری مما کو مل گئی، بائی دی وے شیزرے ایک بات کہوں... اگر تم اسی طرح ماسیوں کی طرح لگی رہیں تو اپنی امپورٹنس کھو دو گی سمجھیں۔" وہ اس سے ناراضی کا اظہار کر کے جا چکی تھی، شیزرے نے اپنے اطراف کا جائزہ لیا حالانکہ ہر روز ہی اس کمرے کی صفائی و ستھرائی کا کام ملازمہ کر رہی تھی پھر بھی ایک ایک چیز میں اُسے ڈسٹ اور بے ترتیبی نظر آ رہی تھی، سارے وارڈ روب اور شیلف کو صاف کرنے کے بعد اس نے ایک ایک چیز کو ترتیب سے رکھا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اوہو... یہ تم نے کیا کیا، یہ میں نیچے کی وارڈ روب میں رکھتا ہوں تم نے شیلف میں رکھ دی۔" اس نے اپنی بک اٹھا کر واپس نیچے وارڈ روب میں رکھی تھی۔

"بس شیزرے بس، آئوٹ۔" کرب سے اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں، ہر چیز اس کی تھی لیکن کمرے میں وہ نہیں تھا، اس کی پسندیدہ پرفیوم اٹھا کر اس نے آہستہ سے اسپرے کیا تو اُسے یوں لگا کہ کہیں سے ابھی فہد مصطفی گزرا ہے، وہ کمرے کی مکمل صفائی کرنے کے بعد بیڈ شیٹ تبدیل کر کے فرش سے ریکس اٹھا کر باہر لے کر گئی تھی تب منظور مصطفی کی نظر اس پر پڑی تو وہ چونک کر بولے۔

"تم... یہاں کیا کر رہی ہو؟" وہ حیران ہوئے۔

"کچھ نہیں ہوا منظور! اس میں اتنا حیران ہونے کی کیا ضرورت ہے میں اس کو نیچے سے لے کر آئی ہوں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج تمہارا بیٹا گھر آ

رہا ہے، عبیر نے ایک حشر کیا ہوا تھا فہد کے روم کا، اوپر سے بشیراں چھٹی کر گئی، تمہیں کوئی تکلیف۔" وہ منظور کو خاموش دیکھ کر غصے سے بولی تھیں۔

"دیکھو سعدیہ! وہ صرف دو چار دن کے لیے آ رہا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ پھر کوئی ہنگامہ ہو اس گھر میں۔"

"بس منظور بس، ان چھوٹے لوگوں سے میں خوب نپٹنا جانتی ہوں، اگر میرے بیٹے کی ایک چھوٹی سی غلطی سے ایسا کچھ ہو گیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں اسے گلے لگا لوں گی، میں اسے اس کی اوقات میں رکھوں گی اور اگر کسی نے بھی بیچ میں آنے کی کوشش کی ناں تو میں اپنی جان دے دوں گی۔"

"اُف سعدیہ! تم کچھ کر کے رہو گی۔"

"اب کیا اس سے بھی بُرا کچھ میرے ساتھ ہو سکتا ہے۔" وہ کہتے ہوئے تیزی سے پلٹی تھیں۔

"میں کہتی ہوں یہ ریکس تم لے کر باہر کیوں آئیں، تم سب کو بتانا چاہتی تھیں کہ تم صفائی کر رہی ہو۔" وہ شیزرے کے بے حد قریب کھڑی تھیں، شیزرے گھبرا کر انہیں دیکھنے لگی۔

"زیادہ ایکٹنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں تمہیں کھا نہیں جاؤں گی جو اس طرح سے سہم کر کھڑی ہو گئیں، سمجھیں، اپنی اوقات میں رہو اور دوبارہ پوچھا مارو اس کمرے میں فنائل ڈال کر تاکہ کوئی کیڑا مکوڑا نہ آ سکے، کرٹن برابر کرو اور فوراً نیچے جاؤ، اب مزید یہاں تمہاری ضرورت نہیں ہے اور ہاں فہد کے سامنے آنے کی کوشش کی ناں تو میں تجھے چڑیا کی طرح نچوڑ کر رکھ دوں گی، میں نے صرف اپنے بیٹے کا لحاظ کیا ہے ورنہ تمہاری اوقات کیا ہے سمجھیں، دس منٹ کے اندر تم یہاں سے نیچے چلی جاؤ۔" وہ مڑ کر لاؤنج سے باہر تو چلی گئی تھیں لیکن وہ بہت زیادہ خوفزدہ تھی، آنے والا طوفان اس کے سر پر منڈلا رہا تھا۔

"آج فہد گھر آئے گا نجانے کیا قیامت اس پر آئے گی۔" جونہی دروازہ کھول کر وہ نیچے اترنے کے لیے زینے پر آئی تو اس کی نظر خودبخود اوپر جانے والے زینے پر کھلے دروازے پر ٹک سی گئی' دل دھک سے ہوا۔"ابا نہیں ہیں' نجانے بے زبان پرندے کس حال میں ہوں گے۔" سوچتے ہی اوپر چلی گئی' وہاں کی دنیا جوں کی توں آباد تھی' فاطمہ نے صبح ہی کبوتروں کو کھول دیا تھا' کونڈی میں پانی بھی تھا اور رات کی بچی ہوئی روٹی کی چوری اور باجرے کے دانے بھی بکھرے پڑے تھے' کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا جہاں کوئی بھی نہیں تھا' وہ بہت دیر تک دیوار سے لگی کھڑی رہی اس وقت نور محل پر چمکنے والا سورج آہستہ آہستہ اپنی کرنوں کو سمیٹ رہا تھا' بہت ساری آوازیں آتے جاتے اس کا پیچھا کر رہی تھیں' لمحوں کی بازگشت دبے قدموں چلتی ہوئی اس کے بے حد قریب آ رہی تھی' ہر طرف یادیں گھیرا تنگ کر رہی تھیں' اس نے کھلی چھت پر نظر ڈالی بڑی گہری خاموشی تھی۔فاطمہ نیچے تھیں اور ابو جیل میں اور وہ خود تنہا لمبی زیست کے سفر میں نکل گئی تھی' اس نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں' دل دھڑ دھڑ کرنے لگا تو وہ گھبرا کر جلدی

سے نیچے اُتر گئی' پسینے سے اس کی سرخ وسفید رنگت گلابی جاڑوں کی طرح ہو رہی تھی' اس نے گھبرا کر دادو کے کمرے کے بجائے حریم کے کمرے میں پناہ لے لی تھی' اُسے دادو کے کمرے سے بھی خوف آ رہا تھا کہ وہ فہد کوکیسے فیس کر سکے گی؟ اور اب کیا ہو گا؟ یہی سوچ کر وہ اتھل پتھل سی ہو رہی تھی۔

......☆☆☆......

"فہد!" دادو کی نظر آتے ہوئے جوان ہونہار پوتے پر پڑی تو بے ساختہ اس کا نام لبوں سے نکلا تھا۔

"جی دادو!" وہ اپنی بانہیں پھیلائے ہوئے دادو کے قریب سر جھکائے ہوئے بیٹھا تھا اور دادو نے بڑے پیار سے اُسے سمیٹ لیا' یوں لگ رہا تھا کہ برسوں کا بچھڑا ہوا آج گھر لوٹا ہو جیسے۔

"فہد! یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔" دادو کی سانس بہت دیر کے بعد پلٹی تھی۔

”پتہ نہیں دادو!“ اس نے کروٹ بدل کر اپنا گال ان کے گھٹنے پر ٹکا لیا تو دادو کی انگلیاں اس کے بالوں میں رینگنے لگیں‘ انہوں نے جھک کر اس کے ماتھے پر پیار کیا اور بولیں۔

”فہد بیٹا! یہ آگ اور پانی کا کھیل ہے۔“

”پتہ نہیں دادو! بس میں اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹتا۔“ دادو کا کس طرف اشارہ ہے وہ بات کو سمجھ گیا تھا۔

”بیٹا! یہ اتنا آسان نہیں ہے۔“ وہ بہت اداس لہجے میں بولیں۔

”جانتا ہوں دادو!“ اس نے کروٹ دوسری طرف بدل لی‘ ان کی انگلیاں تھم سی گئیں اور وہ پھر بولیں۔

”صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں‘ جلد بازی سے کام رک جاتے ہیں۔“ وہ ہنوز ابھی تک اسی انداز میں بول رہی تھیں۔

”دادو! یہ سب میں نہیں سوچتا‘ جو کرنا ہوتا ہے وہ کر دیتا ہوں اور میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ میں پیچھے نہیں ہٹتا۔“ یہ سن کر دادو کا دل دھک سے ہوا اور بولیں۔

”کیسا وعدہ فہد؟“ وہ اس کے چہرے کو تھام کر دیکھنے لگیں۔

”دادو! آپ ہمیشہ غلط مطلب نکال لیتی ہیں‘ مدد کا وعدہ اور کس چیز کا۔“ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔

”انجانے میں اس بچی پر بہت ظلم ہوئے ہیں اور اللہ رحم کرے‘ میں تو سوچتی تھی کہ کوئی نہ کوئی رستہ میں نکال لوں گی۔“

”یہی کہ شیزرے کو بچا لیتیں۔“

”کیا خاک کوئی بچا لیتا‘ سب بزدل ہیں‘ سب ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے خوامخواہ کی باتیں بنا لیتے ہیں‘ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔دادو! صرف ایک گھنٹہ باقی تھا جب آپ کی اس ساتویں شہزادی کو عزیز

اللہ خان دیو کی شکل میں آتا اور اُڑا کر لے جاتا۔" یہ سن کر دادو جان کے ہاتھ کانپنے لگے۔

"یہ تو ہے فہد! تم نے بہت بڑا احسان کیا ہے فاطمہ پر اور اس بچی پر اور سب سے بڑھ کر اس بوڑھی دادو پر۔" وہ اپنے آنسو پونچھنے لگیں۔

"آپ پر دادو! کیسا احسان؟" اس نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"نجانے کیسے فہد! اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں نے، اس نے مجھے اپنا بنا لیا اور پھر حریم اور اس میں کوئی فرق نہ رہا، اچھا ہوا جو تم نے اکو کو جیل کروا دی، وہ تھا ہی اس قابل۔" اس بار وہ بہت رعب سے بولیں۔

"دادو! وہ قانونی مجرم تھا، اس پر کئی اور کیس ہیں، میں نے تو صرف فاطمہ خالہ پر رحم کھایا، وہ بے چاری کیا سوچتیں کہ فہد مصطفی بھی کچھ نہیں کر سکا۔" اس نے دادو کے دوپٹے میں سانس روک کر ایک گہری سانس لی اور اٹھ بیٹھا، اس نے ارد گرد نظر ڈالی تو دادو اُسے دیکھ کر بولیں۔

"برابر والے کمرے میں ہے تم چاہو تو اس سے مل لو۔"

"دادو! کیسی باتیں کرتی ہیں آپ؟" وہ اٹھتے اٹھتے پھر ان کے بیڈ پر بیٹھ گیا اور بولا۔ برابر والے کمرے میں دروازے سے لگی شیزرے کا دل شیشے کی طرح اچھل کر فرش پر گرا تھا، وہ حریم کے بیڈ پر گری ہوئی آنسوئوں سے رو رہی تھی۔

"تو اسے میری کوئی پرواہ نہیں تھی۔"

"شیزرے!" حریم ٹاول سے منہ پونچھتے ہوئے بیڈ کی طرف آئی تھی اور بولی۔

"گیٹ کھلنے کی آواز آئی تھی، میرا خیال ہے فہد آ گیا ہے، دیکھتی ہوں میں۔" وہ بیچ کا دروازہ کھولتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

"فہد!" وہ فہد کے جونہی قریب آئی وہ مڑ کر اس کی جانب پلٹا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"پتہ نہیں تم مجھے کیا، کیا کہا کرتیں تھیں، پتھر دل، ظالم، سنگ دل، اب تو خوش ہو؟" وہ شرارت سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"وہ تو میں خوش ہوں لیکن تم جو اِن خطرات سے کھیلتے ہو..." اس نے بازو پر بندھی بینڈیج کی طرف دیکھا۔

"اچھا تو آپ ہمارے زخموں پر رو رہی ہیں، میں سمجھا تھا کہ آپ خوشی کے آنسو بہا رہی ہیں۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو تم فہد۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"میں ٹھیک ہوں، اب کسی کو مجھ سے شکایت تو نہیں، اب جو فہد کا حال ہو سو ہو۔" اس کے ہونٹوں پر بڑی ذومعنی مسکراہٹ پھیل گئی تو حریم نے بہت دکھ سے دیکھا، کس قدر ٹوٹا ٹوٹا بکھرا بکھرا حساس سا ایک انسان جس کو فہد مصطفی کہتے تھے کھڑا تھا، تبھی احمد بیگ تھامے ہوئے اس کی جانب بڑھا۔

"جلدی چلو اوپر، مما بار بار کال کر رہی ہیں۔"

"تمہیں کیا ہوا؟" عباد ایک دم سے سامنے آ کر بولا۔

"ہنستی ہوئی حریم کو تم نے رُلا دیا۔" حریم آنسو پونچھتی مڑی تو عباد نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اب کیا ہوا؟ تم نے جو چاہا وہ ہو گیا، سمجھا یار فہد! یہ اور شیزرے مل کر پورے ماحول کو سوگوار کر رہی ہیں۔" تو فہد نے ایک نظر مڑتی ہوئی حریم پر ڈالی اور پھر بے بسی سے چہرہ موڑ کر احمد کی طرف پلٹ گیا۔

حریم پلٹ کر کمرے میں گئی تو عباد بھی پلٹ کر کمرے میں گیا تھا، وہ گر کر بستر پر بے تحاشا رو رہی تھی، وہ فہد کو بے بسی کی حالت میں دیکھ کر تڑپ گئی تھی۔

"پلیز آپ جائیں یہاں سے، مجھے آپ کی ہمدردی کی ضرورت نہیں۔" وہ ہاتھ چھڑا کر بہت تیزی سے باتھ روم کے اندر چلی گئی، عباد ابھی تک جوں کا توں اسی بیڈ پر گرا لیٹا تھا، جونہی حریم پلٹ کر آئی وہ جھٹ اٹھ کر بیڈ پر بیٹھ گیا اور پھر جلدی سے اٹھ کر اس کے برابر آ کھڑا ہوا۔

”تم میری جانب دیکھو۔“ اس نے ہاتھ سے اس کا رُخ اپنی طرف موڑنا چاہا تو وہ پلٹ کر بولی۔

”دیکھیں عباد پلیز!“ اور اس کے آنسو پھر چھلک پڑے۔

”پلیز حری! میں اس طرح سے کسی کو بھی روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔“ وہ اس کے بے حد قریب آ گیا۔

”تو بند کر لیں اپنی آنکھیں، کس نے کہا ہے کہ مجھے دیکھیں؟“ وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

”دیکھو حریم!“ تو وہ تڑپ کر بولی۔

”دیکھو عباد پلیز! یہ میرا اپنا معاملہ ہے میں کسی کو دیکھ کر ہنسوں یا روئوں۔“

”نو... یہ اب تمہارا معاملہ نہیں ہے، فہد کو دیکھ کر تو تمہارا دل آنسوئوں سے رو پڑا اور میں کیا پتھر کا ہوں، دُکھ کی وجہ صرف اور صرف میں ہوں، بہت ہو گئی اب حری۔“

”واٹ ڈو یو مین؟“ وہ بہت غصے سے پلٹی تھی۔

”سوچتا ہوں جس لاعلمی کے تحت میں تم تک پہنچا ہوں اُسی بے خبری میں واپس پلٹ جائوں، میں یوں تمہیں گھٹ گھٹ کر سسکتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا، بات بے بات تمہاری آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے ہیں، میں اس کا ذمے دار خود کو سمجھتا ہوں۔“

”تم جو چاہو سمجھو، مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ وہ بہت تیزی سے کمرے سے باہر جانا چاہتی تھی کہ عباد مصطفی نے اس کا بازو پکڑ کر اُسے اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔

”بس کچھ ہی دن کی بات ہے۔“ وہ اس کا چہرہ اوپر کر کے بولا۔

”میں یوں زندگی گزارنے کا عادی نہیں ہوں، نہ ہی مزید کسی کو دھوکا دے سکتا ہوں، میں اس فیصلے پر پہنچا ہوں حری کہ بڑوں کا فیصلہ غلط تھا، ہمیں الگ ہو جانا چاہئے، میں جانے سے پہلے تمہیں مکمل طور پر آزاد کر کے جائوں گا، اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ تم میرے نام پر سسک سسک کر پوری زندگی

گزار دو، تم میری طرف سے آزاد ہو گی اور جیسی زندگی چاہو گزار لینا، میرا کیا ہے۔" اس نے بڑے دکھ اور افسردگی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ ٹھٹک گئی۔

"ہاں آئی نو، تمہیں کیا فرق پڑے گا، تم وہاں اپنی ایک اچھی لائف گزار سکتے ہو، یہ ایک اچھا ایکسکیوز ہے جو تم اس وقت کھڑے مجھے دے رہے ہو۔" وہ بیڈ سے اٹھتی ہوئی پُراعتماد لہجے میں بولی۔عباد مصطفی نے بڑی تنقیدی نگاہوں سے اُسے پھر دیکھا تھا، اس کے ہونٹوں پر بھی بڑی پُراسرار سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"حری! ایک بار مجھے موقع دو، میری بات سمجھنے کی کوشش کرو لیکن تم ہر بار اتنی ہٹ دھرمی سے مجھے رَد کرتی ہو۔" وہ مرجھائی ہوئی آواز میں بولا۔

"بس عباد بس، مجھے نہ کچھ تمہارے بارے میں سننا ہے نہ جاننا ہے، تم سنا کر خود کو بہت معصوم ثابت کرنا چاہتے ہو اور میں خود نہیں چاہتی کہ میرے

دل میں تمہارے لیے کوئی جگہ پیدا ہو، تم صرف اور صرف ہمارے دل میں جگہ بنانے کی کوشش کرنا چاہتے ہو۔" وہ سخت لہجے میں بولی۔

"یہ تمہیں خوش فہمی ہے، تم اپنی ذات کے حصار میں بند ہو، تمہیں اپنے رَد ہونے کا دُکھ ہے لیکن ایسا کیوں ہوا، کیسے ہوا؟ اگر تم جان لو ناں تو شاید۔"

"تو شاید... کیا؟ میں تمہاری دکھ بھری داستان سن کر رو پڑوں گی، یہی کہ میں تمہارا ماضی بھول جاؤں گی۔" وہ طنزیہ مسکرا کر بولی۔

"بہترین ایکسکیوز دیناجانتی ہو تم لیکن حری! میں یہ سب کچھ کرنے سے پہلے تمہیں ایک بار موقع ضرور دینا چاہتا ہوں۔" اس نے دوبارہ اُسے صوفے کی جانب بٹھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر

آنسو پونچھتی ہوئی باہر نکل گئی تھی، آج بھی عباد مصطفی ناکام سا کھڑا رہ گیا۔

......☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میرے بچے، میری جان، تم کیسے ہو؟" سعدیہ بار بار اس کا چہرہ چوم رہی تھیں اور وہ تھا کہ اجنبی بنا کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔

"فہد! تم میری جان لے لو مگر اس طرح روٹھ کر مجھ سے نظریں مت پھیرو، احمد بتاؤ اسے کہ کیسا تڑپتی ہوں اس کے لیے، یہ تو میری جان ہے۔" وہ آنسوؤں سے رو رہی تھیں اور فہد مصطفی بالکل خاموش بیڈ پر ٹکا بیٹھا تھا اور روتے ہوئے ماں کو دیکھ رہا تھا، نہ کوئی احساسات نہ کوئی جذبات، اس کا چہرہ بالکل سپاٹ دکھائی دے رہا تھا، وہ روتے روتے ہچکیوں سے آنسوئوں سے اپنے شوہر کی طرف مڑی تھیں۔

"منظور! یہ ابھی تک مجھ سے خفا ہے، تم ہی کچھ بولو۔"

"اسے تم آرام کرنے دو، آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" انہوں نے بیوی کو تسلی دی۔

"کچھ نہیں ٹھیک ہو گا، بس اب یہ مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا۔" وہ آنسو پونچھ کر بولی تھیں تبھی سیل پر بیپ کی آواز آئی تھی، فہد نے سیل اٹھا

کر میسج پڑھا اور اب نظر ماں کے چہرے پر ڈالی جو کھڑی آنسو پونچھ رہی تھیں، فہد مصطفی کے ہونٹوں پر نجانے کیسی مسکراہٹ تھی کہ احمد جھک کر بولا۔

"فہد! کس کا میسج ہے؟" تو تڑپ کر سعدیہ نے فہد کے چہرے کی جانب دیکھا تھا، ان کی آنکھوں میں شک کے شعلے لپک رہے تھے، فہد نے ماں کی نظروں کی تپش محسوس کر کے ایک گہرا سانس لیا اور سر کو جھکا لیا۔

"اوکے مما! اس کو آرام کرنے دیں، یہ ابھی تک ٹھیک نہیں ہے۔"

'فہد! تم آرام کرو۔" منظور مصطفی نے بہت پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔احمد نے جب ونڈو کے کرٹن کھینچے تو فہد نے ایک نظر میں اپنے کمرے کا جائزہ لیا تھا، سامنے رکھے ہوئے کرسٹل کے گلدان میں تازہ ریڈ اور ییلو چمپا کی لمبی لمبی ٹہنیاں ٹیوب روز کے درمیان بوجھ سے جھک گئی تھیں اور ان کی بھینی بھینی خوشبو کا احساس بھی اُسے ہوا تو اس کے چہرے کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

رنگ بدل گیا اور چہرے پر بڑی سختی سی نظر آنے لگی' احمد بہت خوش ہو کر بولا۔

''مما نے بڑی صفائی ستھرائی شیزرے سے کروائی' غالباً یہ پھول بھی اُسی نے رکھے ہیں۔'' تو اس نے اپنی نظریں پھیر لیں اور احمد کو نظرانداز کر کے وہ چھت پر لگے سیلنگ فین کو گھورنے لگا۔احمد کا خیال تھا کہ وہ اس بات سے تھوڑا ریلیکس فیل کرے گا مگر اس کے چہرے پر تو ناگواری کے آثار نمایاں تھے۔

''کیا ہوا فہد! تم کیوں اتنے خاموش ہو؟ تم نہیں جانتے کہ کتنے اہم ہو تم ہم سب کے لیے اور تم یوں ہتھیلی پر جان لیے پھرتے ہو' تم بہت دلیر انسان ہو' محبت کرنے والے' تم نے شیزرے کو حاصل کر کے یہ ثابت کر دیا ہے۔'' احمد کا لہجہ مسکراہٹ میں ڈوب رہا تھا' دوسری طرف ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے تھے' وہ تلملا کر اٹھ بیٹھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

''بس احمد بھائی بس' میں صرف اور صرف ناانصافیوں کے خلاف ہوں اور اتنی بڑی ناانصافی کسی کے ساتھ کی جائے صرف اس لیے کہ میری ذات انوالو ہے میں برداشت نہ کر سکا۔''

''ریلیکس فہد! مما مان جائیں گی' وہ اپنے کیے پر بہت پشیمان ہیں' بابا نے انہیں بہت سخت لہجے میں ڈانٹا ہے۔''

''میں نے صرف اس لڑکی کو تحفظ دیا ہے' اس ماں کو جو بے بس تھی اور احمد بھائی...'' وہ کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔

''میں سب جانتا ہوں فہد! تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔''

''ضرورت ہے یہی تو مسئلہ ہے اس گھر کا کہ کوئی کسی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔'' وہ بہت غصے سے بیڈ پر ہاتھ مار کر بولا تو احمد نے تڑپ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کیا کرتے ہو فہد! ابھی تم اتنے ٹھیک نہیں ہوئے' ایسا مت کرو۔" احمد نے ہاتھ پکڑ کر اس کی ہتھیلی کو چوم لیا تو بھائی کی اس محبت پر اس کی آنکھوں میں بھی نمی اُتر آئی۔

......☆☆☆......

شیزرے' فہد کی آمد کا سن کر بے حد نروس تھی جلدی سے ماں سے ملنے کا بہانہ کر کے وہ اوپر جا چکی تھی' دل ابھی تک دھک دھک کر رہا تھا۔

"نجانے اب کیا ہو گا اور اگر فہد اوپر آ گیا اور ہاتھ تھام کر مجھے نیچے لے گیا تو... کیا میں انکار کر سکوں گی' میں کیسے اُسے فیس کروں گی' جس ذلت و رسوائی سے اس نے مجھے بچایا ہے میں اس ذلت سے مر کیوں نہ گئی' اچھا ہوتا وہ نہ ہی آتا تو... پھر وہی شب و روز شروع۔" سوچوں کے در کھلتے جا رہے تھے اور وہ پیاسی تیتری کی طرح ہوائوں میں اُڑ رہی تھی' ایک خوف تھا جو اُسے اندر سے مار رہا تھا' ابھی ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو وہ فہد کے روم کی صفائی کر کے آئی تھی۔

"اور وہ جو حریم نے کیا ہے' زرد اور ریڈ پھولوں کی ٹہنیاں' وہ تو یہ جانے گا کہ میں نے کیا ہے' اُسے کیا خبر کہ یہ حری کر کے گئی ہے' کیا سوچ گا وہ میرے بارے میں' ہو سکتا ہے وہ پھول اٹھا کر نیچے پھینک دے یا ہو سکتا ہے؟" اس کا دل بہت زور سے دھڑکا' یوں گویا جیسے دل کی رفتار تھم رہی تھی' جیسے اکو کی کبوتری اس کے ہاتھ میں آ کر پھڑپھڑا رہی ہو۔

"امی...!" اس نے گھبرا کر ماں کے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔

"کیا ہوا' طبیعت تو ٹھیک ہے؟" فاطمہ نے گھبرا کر اپنا رُخ اس کی جانب موڑ لیا۔

"امی! فہد آ چکا ہے۔" وہ خوف سے کانپ رہی تھی۔

"تو اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے' اس نے اپنی مرضی سے تم سے نکاح کیا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لیکن امی! مجھے بہت خوف آ رہا ہے آپ نہیں جانتیں اُسے' وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔" وہ سہم کر بولی۔

"بس بیٹا! سب کچھ اللہ پر چھوڑ دو' جب بندہ اللہ پر اپنا معاملہ چھوڑ دیتا ہے تو اللہ ہی اس کی مدد کرتا ہے' فہد کا یوں آنا اور ہماری مدد کرنا یہ سب اللہ کی رضا تھی ورنہ کیا بچا تھا ہمارے پاس' کون تھا ہمارا' اچھا ہوا اکبر کو اپنے کیے کی سزا تو ملی' میں تو فہد سے کہوں گی کہ اُسے عمر بھر جیل میں رہنے دے۔"

"نہیں امی نہیں' ابا کو معاف کر دیں' جب اللہ نے ہم پر رحم کر ہی دیا ہے تو پھر ہم کیوں نہ اُن پر رحم کریں۔"

"نہیں وہ رحم کے قابل نہیں ہیں' کس بے رحمی سے انہوں نے میری بچی کو ظالموں کے حوالے کیا' نہ آتا فہد تو میں کیا کرتی۔" ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"امی...!" اس نے گھبرا کر دونوں ہاتھ تھام لیے اور کچھ کہتے کہتے رُک گئی۔

"کیا کہنا ہے کہو' کون ہے تمہارا اس دنیا میں میرے سوا۔"

"امی! مجھے بہت خوف آ رہا ہے' امی پلیز مجھے میرے ابا کے گھر چھوڑ دیں۔" اس کے گلے میں کانٹے سے چبھنے لگے۔

"نہیں شیزرے!" فاطمہ نے گھبرا کر اُسے خود سے لپٹا لیا۔

"کس منہ سے لے کر میں تمہیں وہاں جاؤں گی' تمہارے پیروں میں لگی یہ مہندی نجانے پھر کون سے دَر کھول دے۔"

"امی پلیز! میرے دونوں پیر کاٹ کر پھینک دیں اس مہندی کو چاقوئوں سے اتار دیں لیکن اب مجھے اس ذلت سے بچا لیں' نور محل میں جہاں میں ایک ایک پل مروں گی' امی میں آپ کو کیسے بتاؤں کہ اس لمحے فہد مصطفی کی آنکھوں میں کیا تھا' رحم' ہمدردی' غصہ' نفرت' ایک ایسا تجسس امی اس کی آنکھوں سے نظر آ رہا تھا کہ شاید میں اسی قابل ہوں۔"

”نہیں، نہیں تمہاری سوچ غلط ہے‘ وہ انسان نہیں فرشتہ ہے‘ اس نے ہر لمحے ہماری مدد کی بیٹا‘ اپنی ماں کے سامنے آ گیا کھل کر‘ اس سے بڑی سچائی اس کی اور کیا ہو سکتی ہے۔“

”نہیں امی! وہ ڈومینٹنگ شخصیت کا مالک ہے‘ اسے دوسروں کے فیصلے رد کرنے کی عادت بھی ہے‘ اس کے علاوہ کچھ نہیں امی‘ وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا‘ وہ صرف اور صرف شایان اور دلہن چچی کے سامنے خود کو ثابت کرنا چاہتا تھا‘ سو اس نے کر دیا ورنہ شاید ابھی میں اتنا خوفزدہ نہ ہوتی۔“

”اب تم فضول سوچوں میں مت جاؤ شیزرے! یہ تم نہیں تمہارا خون بول رہا ہے‘ وہ بھی خود کو اتنا ہی طاقتور سمجھتے تھے اور آج شبیر حسن پھر آیا تھا‘ صرف اور صرف معافی کا طلبگار تھا‘ وہ جاننا چاہتا تھا کہ جس الزام میں مجھے دربدر کیا گیا تھا وہ کیا ہے؟ بیٹی یا بیٹا؟“

”پلیز امی! مجھے پھر اُسی ذلت میں پھینک دیں میں فیس کر لوں گی۔“

”اب اتنا آسان نہیں ہے شیزرے! اور نہ ہی وہ اتنے شریف ہیں‘ یہ لوگ تو غیر تھے، جنہوں نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا‘ وہ تو ہمارے اپنے تھے میں ان کا خون تھی‘ تائی میری کوئی غیر نہیں تھیں میری ماں کی چچازاد بہن تھیں پھر بھی انہیں مجھ پر رحم نہیں آیا تھا۔“

”لیکن امی! جب غلط فہمی دور ہو گئی ہے تو پھر آپ چھپ کر زندگی کیوں گزار رہی ہیں‘ چلیے مجھے لے کر اور مانگئے اپنا حق۔“ وہ آنسو پونچھ کر بولی تو وہ تڑپ کر بولیں۔

”نہیں چاہیے مجھے اپنا حق‘ میں نفرت کرتی ہوں‘ میں اس ذلت کو نہیں بھول سکتی اور اب تمام عمر تمہیں شبیر حسن سے نہیں ملنے دوں گی اور نہیں بتاؤں گی کہ وہ کہاں رہتا ہے‘ کس بے بسی کی حالت میں وہ لوگ تمہاری پیدائش پر مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے یہ بھول جانا اتنا آسان نہیں ہے‘ سب ٹھیک ہو جائے گا تم مت ڈرو‘ امی اور سجاد بھائی اتنے بُرے نہیں ہیں۔“

”لیکن امی! وہ...“ وہ کہہ کر رُکی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”کون فہد؟ دلہن بھابی؟“

”نہیں امی! چھوٹی چچی۔“

”کوئی بات نہیں بیٹا! سر نہ اٹھاؤ ان کے سامنے' نظریں جھکا کر رکھو' وہ تمہیں جوتے ماریں پھر بھی تم سہہ لو' یہ سوچ کر کہ یہ فہد مصطفی کی ماں ہے جس نے تمہیں بچایا ہے کیونکہ وہ ظلم کریں گی' کیا کہیں گی زندگی کا تجربہ یہی کہتا ہے کب تک اور کس حد تک کوئی تمہارے خلاف جائے گا' بس اپنی طرف سے تم اچھا سلوک رکھو' دیکھنا ایک دن چھوٹی دلہن تمہارے سامنے جھک جائیں گی۔“

”نہیں امی! مجھے اس دکھ کی پروا نہیں ہے مگر وہ فہد...“

”ارے بیٹا! وہ بہت مان اور عزت دینے والا انسان ہے' وہ تمہیں جن حالات سے نکال کر لایا ہے کیا تم سمجھتی ہو کہ اس کے دل میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہو گی۔“

”نہیں امی! میں نہیں سمجھتی کہ اس کے دل میں ہمارے لیے جگہ ہے' حری کہتی ہے کہ وہ اسی لیے بات بات پر مجھے اپنے کاموں کے لیے بلاتا ہے' امی بڑے لوگ ایسا کرتے ہوں گے ناں ہم جیسی لڑکیوں کے ہاتھوں سے چائے پینا اور استری کروانا انہیں اچھا لگتا ہے اور ہم جیسی غریب لڑکیوں کو جنہیں اللہ حسن بھی دیتا ہے وہ غلط فہمی کا شکار ہو جاتی ہیں انہیں اچھا لگتا ہے کہ وہ کسی کا کام کر رہی ہیں' لیکن امی! سچ تو یہ ہے کہ فہد مصطفی نے ہمیں وہ درجہ ہی نہیں دیا جہاں میں اس کے لیے دل میں کچھ محسوس کرتی' آپ میری ماں ہو مجھ سے بے حد قریب ہو اس لیے امی اس نے کبھی مجھ سے کچھ نہیں کہا۔“ اس کے آنسو پھر بہنے لگے تھے۔پھر وہ چونک کر اٹھی۔

”امی! اندھیرا ہو گیا' کبوتروں کو بند کر دیں۔“ اس نے کابکوں کی طرف جھانک کر دیکھا۔

”کھا جائیں بلیاں' اکو نے وبال پال رکھا ہے سب کے لیے۔“ وہ بہت غصے سے باہر نکل گئیں۔

......☆☆☆......

صبح کا ٹائم ہو گیا تھا' آج اتوار کا دن تھا' رامین سو کر دیر سے اٹھی تھی' آج گھر بڑا اُجلا اُجلا اور صاف دکھائی دے رہا تھا' صبح ہی سے صرف اور وم ڈال کر ربیعہ نے رگڑ رگڑ کر پورے گھر میں پوچا لگایا تھا' بشریٰ جو سب سے چھوٹی تھی صحن میں لگے پودوں کو پانی ڈال کر صحن کو وائپر سے کھینچ کھینچ کر پانی کو خشک کر کے' ڈوریوں پرپڑے ہوئے کپڑوں کو ایک طرف کرنے کے بعد تمام مرغی کے چوزوں کو ڈربے میں بند کر کے صفائی ستھرائی کا جائزہ لے کر کچن میں آئی تھی جہاں پریشر ککر کی آواز آ رہی تھی۔ربیعہ مہمانوں کے لیے پیالیاں اور کپ دھو دھو کر الگ ایک ٹوکری میں رکھتی جا رہی تھی تاکہ بوقت ضرورت جلدی میں کام آ جائے' تب ہی اماں کمرے میں اندر آئی تھیں اور بولیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

''کہاں ہے راحمہ؟ اس سے پوچھو تھوڑی سی دہی کی پکوڑیاں بھی تل کے فریج میں رکھ دے' یہ لو پیسے شبر سے دہی منگوا لو اور ہاں...'' وہ جاتے جاتے پھر پلٹیں۔

''جب مہمان آئیں تو صرف ربیعہ ٹرے لے کر آئے گی۔'' امی نے ہنستی ہوئی ربیعہ' راحمہ اور بشریٰ کو گھور کر دیکھا تھا۔

''کیا مصیبت ہے امی! صبح سے کام کرتے کرتے مر گئے' تو کیا ہم باورچی خانے میں ہی قید رہیں؟ یہ کیا بات ہوئی؟ میں بھی دیکھوں گی فیصل بھائی کو۔'' راحمہ نے زور سے چولہے کو بند دیا' امی نے گھور کر سر سے پیر تک دیکھا تو وہ رُخ پھیر گئی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تو امی بولیں۔

''دم لو' کوئی بات بنے تب سب بھلا لگتا ہے۔''

''پھر بھی اماں! دل تو چاہتا ہے نا۔'' راحمہ بڑے پیار سے مچلی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اچھا چلو زیادہ باتیں مت بناؤ‘ رامین اٹھ گئی ہے اسے پہلے چائے بنا کر دو۔" یہ کہہ کر وہ باورچی خانے سے نکل گئی تھیں۔شبر دہی لے کر آیا تھا‘ دہی چھینٹتے چھینٹتے بشریٰ‘ شبر سے بولی تھی۔

"شبر! لڑکا جب آئے تو اسے سامنے والے صوفے پر بٹھانا‘ ہم لوگ دیکھو اس کچن کی کھڑکی سے دیکھیں گے۔" شبر نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا‘ دھلے ہوئے سفید کور کو صوفے پر راحمہ خوب کھینچ کھینچ کر بچھا رہی تھی۔

"سمجھ گئے نا شبر؟" راحمہ اور بشریٰ نے ایک ساتھ کھڑکی کے اس پار دیکھا تھا۔

"اوکے‘ اوکے بٹھائوں گا۔" شبر تھوڑا سا پریشان تھا۔

"چلو تھوڑی سی تم کوشش تو کر لینا۔" راحمہ نے اس کی ہمت بڑھائی۔

"اللہ شبر! پلیز دیکھو تم ہمارے چھوٹے بھائی ہو‘ بھائی تو بہنوں کے کام آتے ہیں اور وہ بے چاری ربیعہ‘ اس کا بھی تو شرعی حق ہے کہ وہ لڑکے کو دیکھے ضرور‘ لیکن یہاں تو امی ہم لوگوں کو اس دور میں بھی کھونٹے کی گائے

سمجھتی ہیں۔" ربیعہ پلیٹوں کو کپڑے سے صاف کرتی جا رہی تھی اور بولے جا رہی تھی۔راحمہ نے رامین کے لیے چائے ٹرے میں رکھی اور دو سلائس لے کر باورچی خانے سے نکلی تھی‘ رامین واش روم سے تولیہ سے منہ پونچھتی ہوئی باہر آئی تھی‘ سامنے ٹیبل پر چائے دیکھ کر بولی۔

"اللہ! تم سب نے صبح سے پورا گھر سر پر اٹھایا ہوا ہے‘ کیا کیا پکا ڈالا تم لوگوں نے؟ اس قدر صفائی ستھرائی ہے۔" اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے لائونج پر اِک نظر ڈالی تھی‘ جہاں پر جھالر لگی ہوئی چادریں‘

سفید سفید کورا چٹا چاندنی جیسا ٹیبل کور‘ سائیڈ پیں رکھی ہوئی بڑی سی منی پلانٹ کی بوتل‘ جس کا ایک ایک پتہ راحمہ نے کپڑے سے دھویا تھا‘ ارد گرد رکھی ہوئی کین کی کرسیاں‘ ان پر بڑے خوبصورت ہاتھ سے کڑھے ہوئے کشن کے غلاف‘ جن کو امی ایسی تقریبات میں نکال کر لگاتی تھیں‘ پھر واپس بکس میں بند کر دیئے جاتے تھے‘ اس نے ایک سپ لیتے ہوئے صاف ستھرے ماحول کا بھرپور جائزہ لیا تھا‘ ہر چیز مکمل لگ رہی تھی۔

”اب تم چائے پی کر ذرا ڈھنگ کے کپڑے پہنو‘ میں تو سیدھی سادی ہوں‘ دوچار سوالات ان کی اماں اور بہنوں سے تم ہی کر لینا‘ مردوں میں تو تمہارے چچا کو بلایا ہے‘ وہ بات چیت کر لیں گے لیکن ذرا اندر کے بھی تو بھید لو کہ ان کے گھروں کی عورتیں کیا کہتی ہیں؟ کب تک ارادہ ہے؟ کچھ ڈیمانڈ وغیرہ تو نہیں۔“ امی کا لہجہ دھیما پڑ گیا تھا تو وہ بہت سوچتے ہوئے بولی تھی۔

”سب ٹھیک ٹھاک ہے امی! میں نے یونہی سرسری سا اپنے اسکول میں ذکر کیا تھا‘ مس رابعہ بھی وہیں اس بلڈنگ میں رہتی ہیں‘ لوگ ٹھیک ٹھاک ہیں‘ لڑکے کا رجحان صرف ماڈرن ہے۔“ رامین نے خالی کپ ٹرے میں واپس رکھتے ہوئے کہا تھا۔

”چلو یہ تو اچھی بات ہے۔“ امی بڑے اطمینان سے بولی تھیں۔

”کون کون آ رہا ہے امی آج؟“

”اماں‘ بہنیں‘ بھابی‘ لڑکا اور اس کا باپ‘ میں نے بھی ناشتہ تو بنوا لیا ہے‘ کباب‘ دہی بڑے‘ گھر کی تلی ہوئی پوریاں‘ میٹھے میں خشک انڈے کا حلوہ۔“ امی کا یہ خاص مینو تھا جو وہ تیار کرواتی تھیں‘ انہیں الم غلم سموسے اور چپس‘ پکوڑے اور جلیبی سخت ناپسند تھی۔

”واہ امی! مزہ آ گیا‘ بہت دنوں سے پوریاں اور کباب نہیں چلے تھے‘ چلو اسی بہانے خوب سیر ہو کے کھائیں گے۔“ رامین نے امی کو بڑی پیار بھری مسکراہٹ سے بہت غور سے دیکھا اور دھڑلے سے ماتھے پر ایک بوسہ دیا تھا‘ ان کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی سی نمی اُتر آئی۔

”میری جان! میں تیرے ساتھ بڑی زیادتی کر رہی ہوں‘ پر کیا کروں میری جان‘ اپنی ماں کو معاف کر دینا۔“ ان کی آنکھوں میں تھوڑی سی نمی اور بڑھی۔

”کیسی باتیں کرتی ہیں آپ امی؟ کیسی زیادتی؟ کیوں ہلکان ہوتی ہیں آپ؟ بس دعا کریں امی! احمد کے انسٹیٹیوٹ میں جہاں میں نے اپلائی کیا ہے‘ پر سبجیکٹ

وہ ایک گھنٹے کے آٹھ ہزار دیتے ہیں' اگر پے لگ گئی نا تو یوں سمجھ لیں ہم لوگوں کی لاٹری نکل آئی۔'' یہ کہتے ہوئے رامین کے چہرے پر ایک ایسی شادمانی ' رنگوں کی دھنک سی بکھر گئی تھی' اس قوس قزح میں دھنک کے ایسے رنگ تھے جہاں وہ بھرپور مہک اٹھی تھی' وہ خواب' وہ رنگ جو اِس نے احمد کے لیے اپنے تصور میں بھرے تھے وہ خواہشیں جو ربیعہ کے لیے جاگ اٹھی تھیں' وہ عزم جو اس نے سب سے چھوٹی بشریٰ کے لیے کیا تھا کہ اسے میڈیکل میں جانا ہے' وہ احساس ذمہ داری کہ راحمہ کسی صورت سے ماسٹر کر لے' امی کی دیرینہ خواہش کہ وہ حج پر چلی جائیں' شبر جو اس کے چچا کا بیٹا تھا' اسے کسی اچھے کالج میں ایڈمیشن دلا سکے اور ایک چھوٹی سی خواہش جو وہ بچپن سے کرتی چلی آئی تھی گھر کا صحن پکا ہو جائے اور باؤنڈری وال اتنی اونچی ہو کہ راہ چلتے ہوئے کوئی آدمی اس کے گھر میں نہ جھانکے۔پھر امی بھی تو کتنا ہلکان ہوتی تھیں' مرغی کے چوزے اُڑ اُڑ کر دیوار سے کود کر سڑک پر نکل جاتے تھے' سارا سارا دن امی بلیوں سے رکھوالی کرتی رہتی تھیں' تب وہ امی سے کہتی کہ۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

''امی! دیواروں کو اونچی کروا لیں تاکہ یہ مسئلہ بھی ختم ہو جائے۔''

''ہاں بڑی رقم رکھی ہے' گھر میں نہیں کھانے کو اور اماں چلیں بھنانے کو۔''

امی پکڑ پکڑ کر سرشام سے ہی مرغیوں کوڈربے میں بند کر دیتی تھیں' تب وہ سوچتی تھی کہ میں ٹیچر بن کے سب سے پہلے اس گھر کے صحن کو پکا کرواؤں گی اور باؤنڈری وال کو اونچا کرواؤں گی' وہ ذہن میں لگ بھگ تخمینہ لگاتی رہتی تھی کہ کتنا خرچ آئے گا؟ پھر اپنی آنے والی سیلری کا بھی اندازہ کرتی' میاؤں میاؤں کرتی ہوئی بلی کو جب وہ پتھر اٹھا کر مارتی تو سارے خیالات منتشر ہو جاتے' وہ ایک گہرا سانس لے کر امی سے بولی۔

''امی! وقت یوں لگتا ہے ٹھہر گیا ہے' سب لوگ کہتے ہیں کہ وقت بہت تیز گزر رہا ہے لیکن جب میں دیکھتی ہوں اپنے گھر کے مسائل پر نظر ڈالتی ہوں تو یوں لگتا ہے کہ وقت ٹھہر سا گیا ہے۔'' اس کے چہرے پر گہری سوچ تھی جسے امی نہ پڑھ سکیں۔

......☆☆☆......

”دیکھو فہد! ہمارے ماں باپ کو ہماری ضرورت ہے‘ بابا ریٹائرڈ ہو چکے ہیں‘ ہم پر عبیر اور کرن کی ذمے داری ہے‘ مما کو تم جانتے ہو وہ کسی چیز پر بھی دھیان نہیں دیتیں۔“ خود ہی کہتے کہتے احمد کچھ چونک کر بولا۔

”اکثر عبیر کالج سے گھر لیٹ آتی ہے‘ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی‘ مما اس بات کو سیریس نہیں لے رہیں‘ بابا کچھ بولتے ہیں تو لڑائی جھگڑا شروع ہو جاتا ہے‘ میں بولتا ہوں تو بس خاموش ہونا پڑتا ہے۔“ یہ سنتے ہی فہد تلملا کر اٹھ بیٹھا۔

”بھائی! آپ نے برداشت کیسے کیا کہ وہ لیٹ آتی ہے‘ وہ ہے کہاں اس وقت؟“ فہد نے گھڑی پر نظر ڈالی‘ رات کے نو بج رہے تھے۔

”وہ اس وقت بھی گھر پر نہیں ہے‘ مما بہت بے چین سی ٹیرس پر ٹہل رہی ہیں تمہارے خوف سے۔“ سامیر پھر عبیر کو ڈراپ کرنے آیا تھا‘ سامیر نے کار نور محل کے بڑے گیٹ پر آ کر روکی‘ جہاں پر کھڑے ہوئے گارڈ نے دروازہ فوراً ہی عبیر کے لیے کھول دیا تھا‘ ماں نے دیکھا تو بڑی بے قرار سی

بیڈروم سے کچن کی طرف آ کر مڑی تھیں تاکہ عبیر کو وہیں پر روک لیں لیکن گیٹ کھلنے اور بند ہونے کی آواز واضح کر رہی تھی کہ عبیر آ گئی ہے۔

”تم پھر آج لیٹ ہو گئیں‘ میں کہتی ہوں عبیر! کچھ تو خیال کرو‘ اب تو فہد بھی گھر آ گیا ہے۔“ ان کی آواز آہستہ تھی۔

”سو واٹ فہد آ گیا ہے‘ خود دیکھ لیں اس کے کرتوت‘ کیا وہ دودھ کا دُھلا ہے۔“وہ اکڑ کر بولی۔

”تم اس کے مزاج سے واقف ہو۔“

”چھوڑیں میرا راستہ‘ یہاں کوئی کسی سے نہیں واقف اور نہ ہی کسی کی مرضی ہم پر چلتی ہے۔“ وہ اپنا بیگ کندھے سے اتارتے ہوئے بولی اور اپنے روم کی جانب بڑھی۔

”آہستہ بولو فہد سن لے گا۔“

”سو واٹ سن لے گا‘ سن لے۔“

"میں کہتی ہوں آہستہ بولو' تمہارے یہ روز روز کے تماشے سے ہیں بھی تنگ ہوں' ہر روز ایک نیا بہانہ' وہ تمہارا بھائی ہے۔"

"ہاں وہ میرا بھائی ہے' عشق لڑانے چلا ہے ایک چھولے والی لڑکی سے اور اپنی خودداری کا کیا خوبصورت بہانہ کیا' لا کر کھڑا کر دیا کہ کوئی ہاتھ تو لگا کر دکھائے' سب کو بیوقوف بنایا ہے انھوں نے' آپ ڈریئے ان سے' میں نہیں ڈرنے والی نہ میں ان کا دیا کھاتی ہوں' سمجھیں مما۔" وہ تیز لہجے میں بولتی ہوئی اپنے روم کی جانب بڑھی تو فہد مصطفی کی برداشت کی حد ختم ہو گئی' ساری آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں' احمد نے بڑھ کر جلدی سے دروازہ بند کر دیا مگر تب تک فہد اٹھ کر باہر آ چکا تھا' عبیر ابھی لائونج سے گزر ہی رہی تھی کہ فہد مصطفی اس کے سامنے آ گیا' سعدیہ گھبرا کر جلدی سے فہد کے سامنے آئی تھیں' منظور بھی اسی طرف آ گئے تھے مگر تب تک فہد کا بے ساختگی میں ہاتھ اٹھ چکا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہ تم کس لہجے میں مما سے بات کر رہی تھیں۔" فہد جھپٹ کر دوبارہ اس کی طرف بڑھا۔

"بڑا خیال آ رہا ہے مما کا اور اس دو ٹکے کی لڑکی سے شادی کرتے وقت مما کو آپ بھول گئے جس کی کوئی حیثیت نہیں' جس کی کوئی عزت نہیں' جس کے باپ کو راہ چلتے ہوئے لوگ گالیاں دیتے ہیں' اس کی بیٹی سے آپ نے..." تو گھبرا کر احمد نے عبیر کو روکا۔

"بکواس مت کرو' کیا اول فول بک رہی ہو۔" احمد نے جلدی سے عبیر کا منہ بند کر دیا۔

"تو یہ ہوتے کون ہیں مجھے تھپڑ مارنے والے۔"

"یہ تمہارا بڑا بھائی ہے۔" منظور مصطفی بیچ میں آ گئے۔

"نہیں یہ میرا کچھ نہیں لگتا' میری ساری ذمے داری آپ کی ہے۔" وہ بھی غصے سے تڑپ کر بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"عبیر! چپ ہو جائو۔" ماں نے جلدی سے بڑھ کر خود سے لپٹا لیا۔

"نہیں مما! میں آج چپ نہیں رہوں گی' یہ اب آئے ہیں مگر میری زندگی اب عذاب رکھیں گے' ہوں گے افسر مگر مجھ پر ان کی افسری نہیں چلے گی' یہ خود تو کسی بات کے پابند نہیں اور ہمارے آنے جانے پر پابندی ہے' میں کب آتی ہوں کب جاتی ہوں یہ ان کا ہیڈک نہیں ہے۔" تو فہد پھر طیش سے اس کی جانب بڑھا۔

"دیکھتا ہوں کل سے تم کیسے نکل کر کالج جاتی ہو اور وہ کون ہے جو تمہیں ڈراپ کر کے جاتا ہے میں اس کو بھی دیکھ لوں گا۔" وہ غصے بھرے لہجے میں بولا۔

"بس فہد بس' تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تم کمرے میں چلو۔" منظور مصطفی نے اس کا بازو تھام لیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مما! ابھی تو ایک حادثہ ہوا ہے آپ کے ساتھ اور دوسرا ہونے جا رہا ہے' آپ اپنے گھر کی کیئر کریں ورنہ بہت پچھتائیں گی آپ۔" سعدیہ' عبیر کو تھامے مڑتے ہوئے فہد کی جانب بڑھی تھیں۔

"اب اس سے بڑا حادثہ کیا ہو گا فہد! ہمارے گھر میں کہ تم اس حد تک چلے گئے کہ تم نے ماں اور باپ تک نہ سوچا اور اس لڑکی کو بیوی بنا کر اس گھر میں لے آئے۔" سعدیہ طنز بھرے لہجے میں بولیں تو وہ بھی جاتے جاتے غصے سے پلٹ کر بولا۔

"بس مما! وہ میری بیوی ہے مگر جو عبیر کرنے جا رہی ہے وہ آپ بھی برداشت نہیں کر سکیں گی اور میں پھر اس سامیر کے بچے کو زندہ دفن کر دوں گا' اس کی لاش بھی نہیں ملے گی پھر چاہے مجھے سزائے موت ہو جائے۔"

"اچھا... تو آپ میری جاسوسی بھی کرتے ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں میں اپنی آنکھیں کھلی رکھتا ہوں مجھے سب پتہ ہوتا ہے کہ کس پارٹی میں گئیں اور ابھی بھی تم کہاں سے آ رہی ہو۔"

"بابا! یہ بے بنیاد الزام لگا رہے ہیں' میں سحرش کے گھر کمبائن اسٹڈی کر رہی تھی۔"

"تم سحرش کے گھر میں تھیں؟" اس نے وارن کرنے کے لیے انگلی اٹھائی۔

"ہاں میں سحرش کے گھر میں تھی۔" وہ ڈھٹائی سے بولی تو فہد مصطفی نے ایک جھٹکے سے اس کے شولڈر پر لگا ہوا بیگ کھینچ لیا جب تک وہ لپکی فہد نے اس کے بیگ سے سیل نکال لیا تھا اور دوسرے ہی لمحے وہ سحرش کو کال ملا چکا تھا۔

"میں عبیر کا بھائی بول رہا ہوں فہد' عبیر ابھی تک گھر نہیں پہنچی' کیا وہ تمہارے گھر آئی ہے؟" فہد آواز ضبط کر کے بولا تھا۔

"دیکھیں مما دیکھیں۔" عبیر ماں کی طرف پلٹی تو وہ فہد کی جانب ہی دیکھ رہی تھیں۔

"مجھے نہیں معلوم عبیر کہاں ہے؟ میں تو آج کالج نہیں گئی اور نہ ہی عبیر سے میرا کوئی کانٹیکٹ ہوا ہے۔" سحرش بہت تیز آواز میں بولی تو اس کی آواز احمد اور منظور مصطفی کے کانوں تک بھی پہنچی تھی۔

"سن لیا بابا! یہ سحرش کے گھر میں نہیں تھی۔" اس نے سیل صوفے پر اچھال دیا۔

"سو واٹ فہد مصطفی! میں کہاں تھی یہ میرا ہیڈک ہے' ڈونٹ کیئر می۔" وہ غصے سے غرّا کر بولی۔

"تمیز سے بات کرو یہ تمہارا بھائی ہے' جائو سعدیہ اس کو کمرے میں لے کر' کوئی ضرورت نہیں ہے اس کو بحث کرنے کی۔" منظور نے بیٹی کو ڈانٹا' وہ سسکتی ہوئی آگے بڑھی۔

"مما! یہ سب آپ کی ڈھیل کا نتیجہ ہے۔" احمد آگے بڑھ کر بولا۔

"بس احمد بس' اب آگے مت بولنا' ہر برائی کی میں ذمے دار ہوں' میں نے تمہیں تمہاری پھپھو کے گھر کا رستہ دکھایا ہے' جس گھر کے بیٹے ایسے ہوں

گے کہ بارشوں میں بھیگ رہے ہیں اور کزن کا ہاتھ تھامے بھٹے کھا رہے ہیں۔"

"سعدیہ...!" منظور بہت زور سے چیخے تھے اور پاس کھڑا ہوا احمد اپنا چہرہ موڑ گیا تھا اور فہد نے ایک نظر ماں پر ڈالی اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"سعدیہ! کس قسم کی تم ماں ہو' بچوں سے تم ضد اور بحث کرتی ہو' اگر وہ چھوٹی موٹی تفریح میں نکل گیا تو وہ بھی تم سب کی نظروں میں لے آئیں۔" ان کا لہجہ بہت جھنجھلاہٹ آمیز تھا۔

"ہاں تو بیٹے باپ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں' کیوں یونیورسٹی میں آپ بھی تو صبا کے دیوانے ہو گئے تھے اور ہیں۔" وہ بہت کرخت لہجے میں بولیں۔

"سعدیہ! میں تمہیں آج تک نہ سمجھ سکا۔" منظور اپنا سر پکڑ کر کرسی پر بیٹھ گئے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ذرا عبیر گھر دیر سے کیا آئی ایک طوفان مچ گیا پورے گھر میں' یہ بات آرام سے بھی تو کی جا سکتی تھی۔" وہ جھنجھلاہٹ سے بولیں۔

"تم عبیر پر نظر رکھو' اگر کچھ ہوا اس کے ساتھ تو یہ تمہاری ذمے داری ہے سعدیہ!"

"میں ذمے دار... میری ذمے داری تو یہ بھی ہے کہ تمہارا ایک بیٹا شیزرے کو لے کر گھر آ گیا اور اب تمہارا دوسرا بیٹا اب کسی دن عمیرہ کی بیٹی کو لے کر آئے گا پھر پوچھوں گی تم سے کہ یہ میں نے کیا ہے' سمجھے منظور۔ یہ تمہارا خون ہے جو اِن کی رگوں میں دوڑ رہا ہے' سجاد بھائی ان کی پسند کی شادی تھی عذرا بھابی سے' خود فائزہ کی پسند کی شادی تھی اور بتاؤں' تم صبا کے چکر میں تھے اور دور کیوں جاؤں' نیچے جا کر دیکھ لو حریم اور عباد کی ہوئی' تو یہ تمہارا خاندانی رنگ ہے تو میرے بیٹے کیسے نہ دیوانے ہوتے لڑکیوں کے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"سعدیہ! خدا کا خوف کرو تمہارے بچے ساری باتیں سن رہے ہیں۔" منظور آہستہ پڑگئے۔

"تو بچوں نے تو خود کیا ہے وہ کیا بُرا مانیں گے، یہ ایک حقیقت ہے تمہارے خاندان کی، اگلی پچھلی نسلوں میں یہی ہوا ہے اب میرا منہ مت کھلوائو منظور۔" وہ بہت طیش میں آ گئی تھیں۔

"میں تم سے بحث میں نہیں جیت سکتا جو تمہارا دل چاہتا ہے تم کرو، انجام تمہیں خود نظر آئے گا۔" وہ غصے سے اٹھ کر اپنے روم میں چلے گئے۔

......☆☆☆......

عبیر اپنے کمرے میں جا کر سسک سسک کر رو رہی تھی۔ فہد کو احمد آہستہ سے ہاتھ پکڑ کر بیڈ تک لے آیا تھا، وہ شدید غصے کی حالت میں مٹھیاں بھینچے ہوئے بیڈ تک آ تو گیا تھا مگر اس کا دل چاہ رہا تھا ساری دنیا کو تہس نہس کر دے، نہ سامیر رہے اور نہ عبیر۔

"یہ سب مما کی کمزوری ہے۔" وہ احمد سے بولا تھا تو احمد سر ہلا کر رہ گیا۔

"پلیز فہد! ہم یہ مسئلہ بعد میں دیکھ لیں گے، فی الحال تمہیں آرام کی ضرورت ہے، تم اپنی میڈیسن لے لو۔" ملازم گلاس لئے سامنے کھڑا تھا۔

"مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، بس آپ لوگ مجھے تنہا چھوڑ دیں۔" اس نے زور سے گلاس کو ہاتھ مارا تو چھناکے کی آواز پر منظور جاتے جاتے پلٹ آئے تھے۔

"ریلیکس فہد! میں بھی اتنا کمزور نہیں ہوں، عبیر کل سے کالج نہیں جائے گی، تم خود پر کنٹرول کرو بیٹے، اس طرح سے مسئلے حل نہیں ہوتے۔" انہوں نے بڑی شفقت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو ضبط کے باوجود اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں تو منظور مصطفی خود بھی رنجیدہ سے ہو کر مڑ گئے، عبیر کمرے میں چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکنے لگی تھی، سعدیہ اس کے کمرے کا اندر سے لاک لگا کر کھڑی تھیں۔

"دیکھو عبیر! میری بات سنو، میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا مگر تم نے میری ایک نہ سنی۔"

"سننے اور کہنے کا وقت گزر چکا ہے' سامیر کو میں پسند کرتی ہوں وہ مجھے پسند کرتا ہے اور یہ سب باتیں آپ جانتی ہیں پھر آپ کیسے یہ کہہ سکتی ہیں مما! اب میں اتنی دور نکل چکی ہوں کہ واپسی آسان نہیں ہے۔"

"نہیں عبیر! ایسا مت کہو' دنیا بہت بڑی ہے تمہارے لیے کوئی کمی نہیں ہے ورنہ فہد کو اتنا غصہ نہ آتا۔"

"مما! اگر کوئی یہ کہے کہ سامیر کی زندگی صرف ایک دن کی ہے تو پھر بھی میں صرف اسی کی بننا چاہوں گی' بس میں ایک پل ایک دن اس کے ساتھ جی لوں گی' آپ فہد بھائی کو منع کریں کہ وہ میرے معاملے میں دخل مت دیں' مما آپ سب جانتی تھیں ' اتنے بڑے بڑے وہ قیمتی تحفے مجھے دیتا ہے پھر بھی آپ کہتی ہیں کہ میں سامیر کو بھول جائوں؟ ایسا نہیں ہو گا۔" اس نے ٹیبل لیمپ اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا تھا۔

"عبیر! تم اس وقت چپ ہو جائو میری جان' میں کسی وقت تمہارے باپ سے بات کروں گی اگر وہ مان گئے ناں تو پھر فہد کچھ نہیں کر سکے گا۔"

"کیا مطلب' فہد بھائی کیا یہاں خدا لگے ہیں؟ آپ ڈریں میں ان سے نہیں ڈرتی' وہ آپ پہ حکمرانی کرتے کرتے سچ مچ حکمران بن گئے ہیں' میں بھی ان کی بہن ہوں وہ ابھی مجھے جانتے نہیں' بس آپ مما میرے کمرے سے جائیں میں اس وقت آئوٹ ہو رہی ہوں' میں کچھ کر دوں گی آپ جائیں یہاں سے بس۔" اس نے دروازہ کھول کر ماں کو باہر کی طرف جانے کا اشارہ کیا' ماں کو کمرے سے نکال کر اس نے دھڑ سے دروازہ بند کیا اور روتے روتے اس نے سامیر کا نمبر ملایا۔

"کیا ہوا عبیر! تم کیوں رو رہی ہو؟"

"بس اب میں اس جہنم سے تمہارے ساتھ نکلنا چاہتی ہوں۔"

"ہوا کیا' تم کیوں رو رہی ہو' کچھ مجھے بھی تو بتائو۔"

"کچھ نہیں بتا سکتی میں سامیر! بس جو ہونا تھا ہو چکا' مجھے فہد بھائی نے مارا ہے' وہ کہتے ہیں کہ تم سامیر سے نہیں ملو گی' وہ تمہیں جانتے ہیں۔"

"آئی نو عبیر! مجھے معلوم تھا ایک دن ایسا ہو گا۔"

”تو اس مشکل کا اب کیا حل ہے، میں تم سے اب نہیں مل سکوں گی، شاید میں اب کالج بھی نہ آسکوں۔“

”نہیں نہیں تم جلد بازی سے کام مت لو، ہم دیکھتے ہیں کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا، تم اپنی مما سے بات کرو۔“

”نہیں سامیر! اس وقت مما بھی میری طرف نہیں ہیں اور یقینا مما بھی فہد بھائی کا ساتھ دیں گی، پھر سامیر، پھر کیا ہو گا، ابھی ہمیں دوسری قیامت سے بھی گزرنا ہے۔“

”خیر ابھی تم اس کا ذکر مت کرو ورنہ ایک نیا ایشو وہاں اٹھ کھڑا ہو جائے گا۔“

”لیکن سامیر! کب تک ایسا ہو گا، ایک نہ ایک دن بات کلیئر ہونی ہے تو ابھی کیوں نہیں۔“

”نہیں عبیر! ابھی نہیں، مجھے مما سے ڈسکس کرنے دو، تم جلد بازی سے کام لے رہی ہو، تم ملو تو سہی مجھے، کچھ بکس دینی ہیں، آئی ہوپ کہ تم پہلے والی

کتابیں پڑھ چکی ہو گی، ایسا کرو تم دوچار دن کالج مت آئو، میں تم سے کانٹیکٹ میں رہوں گا۔“ اس کالہجہ بہت نرم نرم سا تھا۔

”نہیں سامیر! میں تمہارے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتی، یہ ممکن نہیں کہ میں کالج نہ آئوں۔“

”ایک تو تم عابی! بہت ڈفر ہو، سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہیں، میں چاہ رہا ہوں تمہیں بالکل پرفیکٹ بنا دوں، اس کے بعد میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر ڈیڈ کے سامنے جائوں تاکہ انکار کی کوئی گنجائش نہ ہو۔“

”لیکن یہ جو بیچ میں مجھے فہد بھائی نے ڈسٹرب کیا ہے سامیر! تم انہیں نہیں جانتے۔“

”آئی نو، آئی نو میں بہت اچھی طرح سے تمہارے فہد بھائی کو جانتا ہوں، ایس ایچ او سہیل اسد سے تمہارے فہد بھائی کی اچھی خاصی جان پہچان ہے اور ہمارے بھائی زبیر، سہیل اسد کے کلاس فیلو ہیں، وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے بہت اچھی طرح جانتے ہیں میں بھی سہیل اسد کو جانتا ہوں اور وہ بھی مجھے جانتے ہیں۔“

”او نو... اس کا مطلب ہے فہد بھائی سب جانتے ہیں۔“ عبیر حیران ہو کر بولی۔

”آفس کورس، اس میں چھپانے والی کیا بات ہے اور اب تم بھی فیس کرنا سیکھو۔“

”یو ڈونٹ نو کہ فہد بھائی غصے کے کتنے تیز ہیں۔“

”سو واٹ، تو کیا وہ تمہاری جان لے لے گا۔“ سامیر ہنس کر بولا۔

”سامیر! ہنسنے کی بات نہیں ہے وہ ایسا کر بھی سکتے ہیں، تم ابھی ان کے غصے سے واقف نہیں ہو۔“

”جانتا ہوں میں، تم شیزرے والے واقعے سے خوفزدہ ہو، ویسے اس نے ایکٹنگ اچھی کی ہے مگر اس میں کوئی بہادری والی بات نہیں ہے، اتنا مشکل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کام نہیں، تمہیں کالج سے اٹھا کر پارلر لے جائوں اور لا کر تمہاری مما کے سامنے کھڑا کر دوں کہ میں نے عبیر سے شادی کرلی ہے کون سی بڑی بات ہے، یہ ان کی چال تھی اور بہت خوبصورت ڈرامہ اور تم لوگ مرعوب ہو گئے۔“ وہ سنجیدگی سے بولا تو وہ جھٹ بول پڑی۔

”نہیں سامیر نہیں، انہوں نے ایسا کر کے مما سے انتقام لیا ہے، وہ تو اب شیزرے کی صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتے۔“

”یہ بھی اس کی کوئی چال ہو گی۔“ وہ زور سے ہنسا اور پھر بولا۔

”اچھا دیکھو! میری بات دھیان سے سنو، تم دو دن تک کالج نہیں آئو گی، میں تمہیں فون کرتا رہوں گا، پلیز میری بات مان لو اور خوش ہو جائو، نہیں ایسے نہیں، ہنسو نائو چیئر اپ اور ہنستے ہوئے مجھے بائے کہو ورنہ میں فون بند نہیں کر سکوں گا۔“

”اوکے سامیر! تم اپنا دھیان رکھنا، ٹھیک ہے میں دو دن تک نہیں آئوں گی۔“ اس نے اپنے آنسو پونچھ کر سیل بند کر دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

......☆☆☆......

پھڑپھڑاہٹ کی آواز ہوئی، کبوتروں کا شور ہوا تو فاطمہ جلدی سے کمرے سے نکل کر باہر آئیں، کبوتر غٹرغوں غٹرغوں کر رہے تھے، بلی کسی کبوتر کو دبوچ کر بھاگی تھی، فاطمہ نے زور سے چپل اٹھا کر ماری تو بلی کو لگی اور کبوتر اس کے منہ سے نیچے گرا مگر زخمی حالت میں، شیزرے بھی بھاگ کر اندر سے باہر آئی تھی۔

”کیا ہوا امی؟ او نو...“ اس نے جلدی سے کبوتر کو اٹھا لیا تھا، ایک پیر اور بازو بُرے طریقے سے زخمی تھا۔

”امی! اس کو اندر لے چلتے ہیں، اب اس کو کابک میں مت رکھیں، پتہ نہیں کیسے نکال لیا بلی نے؟“ کابک کے خانے کی پٹڑی میں چھوٹے چھوٹے ہوا کے سوراخ تھے، بڑی سی کابک جو آٹھ حصوں میں تقسیم تھی جس کے 16 خانے تھے، ہر خانے میں دو کا جوڑا رہتا تھا اوپر سے جب پٹڑی نیچے تک آتی تو چاروں خانے بند ہو جاتے تھے، سب سے آخری خانے پر بلی نے پنجہ ڈال

کر کبوتر کو گھسیٹ لیا تھا، وہ بہت دیر تک کبوتر کے بہتے ہوئے خون کو ٹھنڈے پانی سے بند کرتی رہی، پھر اس نے جو کچھ کرتے اِکو کو دیکھا تھا مرہم پٹی کر کے اس نے کمرے کے ایک کونے میں بٹھا دیا، رات گہرا اندھیرا تھا، ہر طرف سناٹا، بلیوں کے بچاؤ کے لیے خود اِکو اوپر سوتے تھے لیکن اب اندھیری رات میں کون پہرہ دیتا، پھر بھی وہ جتنی دیر جاگتی رہی اٹھ اٹھ کر باہر کا چکر لگاتی، گرمی ہی سہی پھر بھی فاطمہ اپنا پلنگ کھلی چھت تلے لے آئی تھیں کیونکہ بلی بار بار حملہ کرنے آ رہی تھی۔

”امی! آپ جا کراندر سو جائیں، میں یہاں بیٹھ جاتی ہوں۔“

”نہیں شیزرے! تم آج تھک بہت گئی ہو، جاؤ آرام کر لو ویسے بھی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور کسی سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ کی ذات بہت بڑی ہے، نام کا سہارا بہت بڑا ہوتا ہے، ٹھیک ہے آ جائے اکبر یہ اس کے چرند پرند اس کے حوالے کر کے میں تمہیں لے کر کہیں اور چلی جاؤں گی۔“ وہ اٹھتے اٹھتے بولیں۔

”نہیں امی نہیں‘ در در کی ٹھوکروں سے ایک در ہی بہتر ہے‘ میں کہیں نہیں جائوں گی مجھے یہیں رہنا ہے اور آپ بھی تو پہلے یہی چاہتی تھیں۔“

”چاہتی تو میں اب بھی یہی ہوں مگر یہ روز روز کی کہانی بند نہیں ہو گی میری جان‘ سعدیہ کسی کو سکھ سے نہیں رہنے دے گی‘ تمہیں خبر نہیں ہے کل سے احمد‘ فہد اور کوئی بھی نیچے نہیں گیا‘ کچھ ہوا ہے ان کے ہاں‘ اماں سخت پریشان ہیں اور منظور خود جھینپے جھینپے سے گزر گئے حالانکہ سجاد بھائی سامنے کھڑے تھے پھر بھی نہیں مڑے‘ سجاد بھائی کہہ رہے تھے کہ منظور کچھ بدلا بدلا سا لگ رہا ہے‘ اماں بات کو ٹال گئیں‘ کہنے لگیں کہ فہد کی بیماری سے پریشان ہے اور ریشمین کہہ رہی تھی کہ عبیر دو دن سے کالج نہیں جا رہی‘ فون کرنے پر کچھ بولی نہیں ہیلو کر کے فون بند کر دیا‘ اماں کہہ رہی تھیں کہ صبح منظور کو بلائوں گی کہ کیا بات ہے کیوں خفا خفا ہے؟“

”امی! چھوڑیں آپ‘ اتنی تفصیل ان کے گھر کی مت رکھا کریں‘ اچھا نہیں لگتا۔“

”اچھا تو اب تمہیں اس گھر سے ہمدردی ہو رہی ہے۔“ فاطمہ کے ہونٹوں پر پہلی بار مسکراہٹ آئی تھی۔

”کیسی باتیں کرتی ہیں امی! مجھے کیوں ہمدردی ہونے لگی اس گھر سے۔“

”کیوں‘ کیوں نہیں ہو گی ہمدردی‘ وہاں فہد جو رہتا ہے۔“ حریم کھلکھلا کر ہنسی۔

”ارے تم کب آئیں؟“ شیزرے جلدی سے پلنگ پر بیٹھ گئی۔

”میں چھوٹی ممانی کے ڈر سے دبے قدموں اوپر آئی ہوں‘ بس نیند نہیں آ رہی تھی مجھے۔“

”کیوں...؟“ شیزرے چونک کر اس کی جانب پلٹی۔

”کیا مطلب ہے نہیں آ رہی تو میں کیا کروں میں یہاں چلی آئی ویسے مجھے نیچے آہٹ سنائی دی تھی کہ اوپر کچھ ہوا ہے۔“ وہ ہنستے ہوئے بولی۔

”امی! آپ اندر چلی جائیں‘ ہم دونوں یہیں بیٹھ کر باتیں کریں گی۔“

"ارے ایک تو تم دونوں کو رات میں بھی چین نہیں، ارے صبح ہوگی تو مل لینا۔" فاطمہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

"کہاں خالہ! میں تو شیزرے کو یہی بتانے آئی ہوں کہ دادو کہہ رہی ہیں کہ بہت چھٹیاں کرلیں، کل سے کالج جائے اور سیدھے ان کے پاس آئے اور کوئی ضرورت نہیں ہے اوپر جانے کی، جب تک سعدیہ ممانی خود نہ بلائیں۔ ارے ہاں شیزرے یہ تو میں نے پوچھا ہی نہیں، تم نے تو فہد کے روم کی صفائی کی تھی اور میں جو پھول گلدان میں لگا کر آئی تھی تم نے ایک نظر ڈال کر دیکھا کیسے لگ رہے تھے، وہ تو یہی سمجھ رہا ہو گا کہ وہ تم نے رکھے ہیں، اب اُسے کیا معلوم کہ ان پھولوں کے پیچھے کون ہے؟" تو شیزرے جھینپی جھینپی ہنسی۔

"ویسے حری! وہ بہت تکلیف میں ہے اس کا بازو ابھی تک مڑ نہیں رہا، میری ایک نظر پڑی تو احمد بھائی اُسے سوپ پلا رہے تھے۔" اس کی سیاہ پلکیں جھکتی چلی گئیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اُف او... تو بڑا خیال آ رہا ہے، کیا بات ہے بھئی۔" حریم نے اُسے چھیڑا اور ایک شرارت بھری نظر اس کے چہرے پر ڈالی تو اس کی نظریں ڈولتے ہوئے چاند میں کچھ ڈھونڈنے لگیں تو ایک بے قرار ہوا کا جھونکا اس کے بالوں کو اڑانے لگا، حریم نے جھک کر اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر سرگوشی کی تو اس کا چہرہ بلش کرنے لگا۔

"میں تمہاری کسی بکواس پر عمل نہیں کروں گی۔" وہ حریم سے خود کو چھڑا کر بولی۔

"کیوں، وہ تمہارا مجازی خدا ہے۔"

"نہیں! مجازی خدا تو عباد بھائی بھی ہیں، اب تم زیادہ دن تک بڑی ممانی اور دادو کو دھوکہ نہیں دے سکتیں، آہستہ آہستہ سب کو شک ہو رہا ہے بی بنو اپنی خیر مناؤ۔" اس نے حریم کے گال پر زور سے چٹکی کاٹی۔

"بکواس نہ کر۔" ہنستے ہوئے حریم نے اس کا ہاتھ تھاما، شیزرے کھلکھلا کر اسی ٹوٹے پلنگ پر لیٹ گئی تو حریم بھی اُسی ٹوٹے پلنگ پر ٹکتی ہوئی بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یار! کتنا سکون ہے کھلے آسمان تلے، نہ بجلی، نہ پانی، نہ پنکھے کی ضرورت، اوپر نظر ڈالو تو اللہ کے شاہکار کیسے اجلے اجلے تارے ہیں اور یہ چاند کیسا نکھرا نکھرا لگ رہا ہے۔" پھر وہ ایک لمحے کے لیے چپ ہو گئی۔

"کیا ہوا حری؟" وہ پلٹ کر حری کے چہرے پر اپنا چہرہ لے آئی۔

"کچھ نہیں شیزرے! کبھی کبھی اپنی پچھلی باتوں پر ہنسی آتی ہے پھر کبھی کبھی رونا بھی آ جاتا ہے، کبھی ہم چاند کو دیکھ کر سوچتے تھے کہ جہاں وہ ہے وہاں بھی چاند نکلا ہو گا۔" وہ بڑے رنجور لہجے میں بولی۔

"تو اب وہ نور محل میں اُتر آیا ہے تو اب کس بات کا دُکھ؟" اس کی آنکھوں میں سوالیہ نشان تھا۔

"دیکھ شیزرے! وہ بٹا ہوا عباد مجھے نہیں چاہئے، تم یہ جانتی ہو۔" اس کی آنکھوں میں گہری چبھن تھی۔

"کیسی باتیں کرتی ہو حری! کل بھی عباد بھائی تمہارے تھے اور آج بھی، ان کے چہرے کی بے بسی پر نظر پڑتی ہے تو میرا دل دُکھتا ہے، تم کتنی کٹھور ہو،

اب معاف بھی کر دو، دوچار دن پہلے میں نے سنا تھا وہ جانے کی بات کر رہے تھے۔" اس کی آنکھوں میں گہری خاموشی اُتر آئی۔

"ہاں تو اُسے لوٹ کر جانا ہے میں نے اُسے نہیں بلایا، اُسے اپنوں کی کشش کھینچ کر لائی ہے میری محبت نہیں، محبت کرنے والوں کو کبھی کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔" اس کی نظریں اوپر چاند پر اٹک گئی تھیں۔

"یہ تم کہتی ہو حریم! تو پھر تمہیں کیوں نہیں وہ نظر آ رہے۔" شیزرے کو یوں لگا جیسے سارے ستارے بجھ گئے ہوں۔

"وہ میرا نہیں رہا وہ بٹ گیا ہے، وہ کسی اور کا ہے میں اُسے کیسے ایکسیپٹ کر لوں، تم یہ کیوں نہیں سمجھتیں۔"

"حری! تم پاگل مت بنو، کبھی تم اس کے لیے پاگل تھیں، ایک ایک پل کے لیے مرتی تھیں، میں نے خود دیکھا ہے کہ تم اس کے کپڑوں سے لپٹ کر روتی تھیں اور جب وہ فون کرتے تھے تمہارے منہ سے

آواز نہیں آنکھوں سے آنسو نکلتے تھے اور میں بات کرتی تھی اور اب...؟“ وہ سوالیہ جملہ چھوڑ کر حریم کی بھیگی ہوئی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔

”آج بھی اس کے لیے میرے دل میں اتنی ہی محبت ہے شیزرے! جب میں منہ موڑ کر اس کی طرف سے چلی آتی ہوں تو تم جانتی ہو کہ کیا ہوتا ہے کہ میری آنکھیں بھیگ بھیگ جاتی ہیں۔“ وہ آنکھیں پونچھ کر بولی۔

”حری! انہیں معاف کر دو۔“ شیزرے کے ہونٹوں پر التجا تھم سی گئی۔

”ذہن و دل اس بات کو نہیں ایکسیپٹ کرتا شیزی! میں کیا کروں۔“ اس نے پوری آنکھیں کھول کر اس کی جانب دیکھا۔

”یہ کیا بات ہوئی۔“ وہ اس کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگی، اس کی نظریں جھکی کی جھکی رہیں۔

”حری! اگر عباد بھائی لوٹ گئے ناں تو پھر واپس نہیں آئیں گے، یہ بات میں تمہیں لکھ کر دے دوں۔“ اس کے چہرے پر گہرے سناٹے چھانے لگے۔

”شیزی! اگر یہ فہد نے کیا ہوتا تو...؟“

”تو...“ اُسے بڑی زور کی ہنسی آئی۔

”کیسی باتیں کرتی ہو حری! کہاں تم کہاں میں، کہاں فہد مصطفی، کہاں عباد۔ اللہ قسم کیا جوک کہا ہے تم نے اس وقت۔“ وہ مصنوعی ہنسی سے پیٹ پکڑ کر بولی۔

”کیوں اس میں جوک والی کیا بات ہے، تم فہد کو پسند کرتی ہو اور اب تم شرعی طور پر اس کی بیوی ہو۔“ وہ بہت پیار بھرے لہجے میں بولی۔

”حری! اب تو لگتا ہے وہ میری پسند میں شامل ہی نہیں تھا، بس وہ میرا محسن ہے، اس نے مجھے بچایا ہے، اس نے مجھے تحفظ دیا ہے اپنے نام کو اس نے ہمارے ساتھ جوڑ کر ہمارے خاندانی شجرے کو اپنے سینے پر سجایا ہے، اس کے لیے تو میں جان بھی دے سکتی ہوں، وہ میرا محسن ہے، میں یہ تو نہیں کہتی کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں مگر اب میں اس کی کنیز ہوں، نہ مجھ میں انا رہی ہے نہ ہی کوئی بھرم، اسی لیے میں سعدیہ چچی کے بلانے پر

نوکروں کی طرح اس کے کمرے کی صفائی کر ڈالی' سچ حری! جس دن تم اپنی انا کو توڑ دو گی تو تمہیں یوں احساس ہو گا کہ ہر چیز تمہارے تابع آ گئی ہے کچھ نہیں رہے گا حری' یو بی لیو می۔'' خودبخود اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

''تو پھر یہ آنسو کس لیے بہہ رہے ہیں؟'' تو وہ آنسو انگلیوں سے ہنس کر پونچھ کر بولی۔

''کیا پھر بھی تم مجھے جاننا چاہتی ہو تو بس ان آنسوئوں کی حقیقت یہ ہے حری! کہ میں نے بچپن سے فہد مصطفی کو ہی چاہا ہے' اس کی چھوٹی چھوٹی شرارتوں نے دل میں ایک گھر بنا لیا' اس گھر میں ہمیشہ میں نے فہد کو ہی دیکھا' مگر میری خودداری نے کبھی مجھے اس کے قریب نہیں آنے دیا' اس کی شرارتوں نے کئی بار مجھے ایسے موقعے دیئے کہ میں چاہتی تو فہد مصطفی کو اپنا سکتی تھی لیکن میری انا تھی کہ وہ خود پہل کرے اور پھر اتنی دیر ہو گئی حری کہ وہ آیا بھی تو میرا محسن بن کر اور جب میں نے دُکھ سے آنکھیں

کھول کر اس کو پہلی بار دیکھا تو جانتی ہو حری کیا میں نے محسوس کیا؟ کہ میں سب کچھ ہار چکی ہوں' بے بس ہوں اور وہ صرف میرا محسن ہے اور اب میں اس کے لیے احساسات رکھتی ہوں کہ ہر حال میں چاہے وہ مجھے ٹھوکر میں رکھے مگر وہ میرا محسن ہے اوریہ انا ٹوٹنے کے بعد مجھے احساس ہوا ہے۔'' وہ سر جھکائے ہوئے اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔

''لیکن تم جن حالات سے گزری ہو اس کا مجھے احساس ہے شیزرے' میں چاہ کر بھی ایسا نہیں کر سکتی' خدا کرے کہ تمہارے یہ احساسات تمہیں زندگی کے وہ ڈھنگ سکھا دیں، جو میں نہ سیکھ سکی' میں تمہارے لیے دعا کروں گی کہ جو میں نہ پا سکی وہ تمہیں مل جائے۔'' اللہ اکبر' اللہ اکبر کی آوازیں قریبی مسجد سے آنے لگیں تو دونوں جلدی سے سر پر دوپٹہ ڈالے اٹھ بیٹھی تھیں۔

"اچھا شیزرے! میں چلتی ہوں نانو نماز کے لیے اٹھ گئیں ہوں گی۔" حریم دبے قدموں زینے سے نیچے اُتر گئی' شیزرے نے ایک بار کابکوں پر نظر ڈالی اور زینے کا دروازہ بند کر کے وہ دبے قدموں کمرے میں چلی گئی۔

شیزرے جب وضو کر کے آئی تو پھر کھلی چھت پر جاء نماز لے کر آ گئی' اطراف میں اس نے نظر ڈالی ہلکا ہلکا اندھیرا ابھی باقی تھا' دور تک ستاروں کا غبار چمکتی ہوئی ریت کی طرح نظر آ رہا تھا' جب وہ سجدے میں گئی تو بے اختیار اس کے آنسو بہہ رہے تھے اور جب دعاؤں کے لیے اس کے ہاتھ اٹھے تو بے اختیار اس کے ہونٹوں سے لفظ پھسلے تھے۔

"یا رب! دلوں کے فاصلے کم کر دے' مجھے برداشت اور اطاعت کی توفیق عطا فرما دے' مجھے اتنا صبر دے یا رب کہ میں اپنے سارے دکھوں کو برداشت کر لوں' فہد زخمی حالت میں ہے۔اے اللہ! اُسے صحت عطا کر' میرے ابا کو ہدایت دے' سعدیہ چچی کے دل کو نرم بنا دے تاکہ میں صبر اور حوصلے کے ساتھ اس کڑی آزمائش سے سرخرو ہو کر گزر جاؤں۔" اس کا چہرہ آنسوؤں

سے بھیگ رہا تھا' نظر اٹھا کر اس نے آسمان کی طرف دیکھا' ہلکی ہلکی آسمان سے سفیدی پھوٹ رہی تھی سورج سیاہ بادلوں کی اوٹ سے نکلنے کو بے قرار تھا اور نور محل کی آخری چھت پر وہ بہت تنہا اور اداس پلنگ پر آ کر پھر لیٹ گئی تھی' آنسو تھے کہ بے قرار ہو کر بہنے لگے۔

......☆☆☆......

فاطمہ' شیزرے کو بھیج کر نیچے اُتر آئی تھیں' دادو کا صبح کا ناشتہ فاطمہ کی ذمے داری تھی' سبھی ایک ساتھ ٹیبل پر ناشتے کے لیے آئے تھے۔

"بیٹھو فاطمہ! تم بھی ناشتہ ساتھ ہی کر لو۔" وہ برابر والی کرسی پر بیٹھ گئی تھیں' ندیم کو جلدی تھی اس لیے وہ ایک کیلا اٹھا کر واپسی کے لیے مڑا تھا' کرن بہت تیز چلتی ہوئی ٹیبل پر ناشتے کے لیے آئی تھی۔

"بڑی می! مجھے کچھ جلدی سے دے دیں' وین بس آنے ہی والی ہے۔"

"میں نے پہلے ہی سینڈوچ بنا کر رکھ دیا ہے ٹشو میں لپیٹو اور وین میں کھاتی چلی جانا۔"

"تھینکس مما!" پھر ایک لمحے کے لیے وہ مڑ کر عذرا کی جانب دیکھنے لگی تو وہ ہنس کر بولیں۔

"کوئی بات نہیں بیٹا! میں مما ہی ہوں تمہاری۔" ہارن کی آواز پر وہ بہت تیز باہر کی جانب تھینکس کہتی ہوئی بھاگی۔

"ریشمین! جلدی کرو' ناشتہ تمہارا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" عذرا نے آواز دی تو سامنے سے عباد چلتا ہوا ان کی جانب آیا۔

"ارے عباد! آج تم جلدی اٹھ گئے بیٹا!" دادو دیکھ کر بولیں۔

"جی دادو! کچھ ہلکا ہلکا ٹمپریچر مجھے ہو رہا ہے۔" اس نے اپنی گیلی گردن کو تولیے سے رگڑتے ہوئے کہا تو وہ بولیں۔

"ہیں... پھر بھی تم بخار میں نہا کر آ رہے ہو۔" وہ حیران سی ہو کر بولیں۔

"اماں! آپ بھی بس حد کرتی ہیں۔" عذرا کے ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ آئی تو فاطمہ نے بھی اپنی مسکراہٹ کو دبا کر اماں کی جانب آملیٹ بڑھایا اور عذرا ہنستی ہوئی کپ سمیٹنے لگیں۔

"ناشتہ تو تیار ہے تمہارا' بس میں حریم کو بھیجتی ہوں۔"

"ارے حریم! تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں بیٹا۔"

"ممانی! کچھ سستی آ رہی ہے' طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔" وہ کسمسا کر بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں بیٹا! شاور تو پھر بھی لیتے ہیں آپ جلدی سے شاور لے کر آئو۔"

"آپ چلیے تو میں آتی ہوں۔"

"حریم! جلدی آنا چائے دَم کر کے آ رہی ہوں میں۔" یہ کہہ کر وہ روم سے نکل گئیں۔

جب حریم تیار ہو کر ٹیبل تک پہنچی تو اس وقت تک سجاد مصطفی بھی آ چکے تھے، فائزہ کی بیٹی ردا رات یہیں رک گئی تھی، حریم کو دیکھ کر پھر اس نے ایک نظر عباد پر ڈالی اور چہک کر بولی۔

"کیا بات ہے بھئی، صبح ہی صبح حریم آپی کو دیکھو، کیا سجی بنی چلی آ رہی ہیں۔"

"کوئی خاص تو نہیں۔" اس نے اپنے ڈارک فیروزی سوٹ پر نظر ڈالی جس پر ننھے ننھے پرپل ستارے چمک رہے تھے اور کانوں کی چھوٹی چھوٹی جھمکیاں جن میں فیروزے کی لڑیاں لٹک رہی تھیں، عباد کی ایک بھٹکتی ہوئی نظر اس کے سراپے سے ہوتے ہوئے اس کے بلش کرتے ہوئے چہرے پر ٹھہر گئی تھی، اتنی ہی بے ساختگی سے حریم کی نظریں عباد کی طرف اٹھیں تو نجانے کیوں آج پہلی بار وہ عباد کی نظروں سے شرما کر کپ میں چائے ڈالنے لگی تو کپ سے چائے باہر گر رہی تھی، عباد کی نظریں اس کے ہاتھوں پر تھیں۔

"او... یہ کیا کر دیا حری آپی آپ نے؟" ردا ہنس کر بولی تو حریم نے گھبرا کر جلدی سے کپ اٹھا کر عباد کی طرف رکھنا چاہا تو چائے چھلک کر اس کی سفید شرٹ پر گر پڑی۔

"دادو! میں مرا۔" وہ جلدی سے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر مڑا تو مارے گھبراہٹ کے حریم کے ہاتھ سے کپ زمین پر گر پڑا۔

"جلانا تھا تو پورا کا پورا میرے اوپر پھینکا ہوتا سعدیہ چچی کی طرح۔" وہ بہت زور سے شرٹ جھڑتے ہوئے ہنسا تو سامنے منظور چچا پر اس کی نظر پڑی تو وہ وہیں پتھر کا سابن کر ٹھہر گیا۔

"آئو آئو منظور! ابھی ابھی سعدیہ اور تمہارا ہی ذکر ہو رہا تھا۔" سجاد مصطفی جلدی سے بول پڑے اور غصے بھری نظر عباد پر بھی ڈالی جو بے حد شرمندہ سر جھکائے کھڑا تھا۔

"چچا! آپ بیٹھیے نا۔" اس نے اپنی کرسی منظور مصطفیٰ کی جانب بڑھا دی اور خود دادو کے برابر میں بیٹھ گیا تھا' حریم' ماسی سے فرش کی صفائی کروا رہی تھی۔

"اُف او... تم ہٹو' شیشے اندر تک پڑے ہیں یہ دیکھو۔" حریم نے جونہی شیشے کو سمیٹنا چاہا تو اس کے ہاتھ میں شیشے کا ٹکڑا بری طریقے سے چبھ گیا۔

"دادو!" وہ بالکل بچوں کی طرح ہاتھ پکڑ کر چیخی تھی۔

"ارے..." سب نے ایک ساتھ اس کی طرف دیکھا' فاطمہ نے جلدی سے بھاگ کر اس کا ہاتھ تھاما اور واش روم میں لے گئیں کیونکہ خون تھا کہ بند ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ حریم کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے۔" عذرا گھبرا کر بولیں۔

"عباد! اس کو تم فوراً ڈاکٹر کے پاس لے کر جائو' ڈرائیور سے بولو گاڑی نکالے۔" عذرا باہر کی سمت بھاگی تھیں۔ردا بھاگ کر ان کے قریب آئی تھی۔

"ممانی! ڈرائیور باہر نہیں ہے وہ ریشمین کو چھوڑنے گیا ہے۔"

"تو پرابلم کیا ہے' میں جا تو رہا ہوں احمد بھائی سے ان کی گاڑی کی چابی لے کر آئو۔" عباد' ردا سے بولا۔

"احمد بھائی جلدی سے اپنی گاڑی کی چابی دیں۔" ردا جلدی سے زینے سے اوپر پہنچی تھی' اس کا سانس پھول رہا تھا۔

"حری آپی زخمی ہیں عباد بھائی انہیں ہاسپٹل لے کر جائیں گے۔" احمد سلیپنگ سوٹ میں چابی اٹھا کر بہت تیز نیچے بھاگا۔

"او نو...یہ سب کیسے ہوا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بس یار! تو گاڑی نکال جلدی، کوئی وین کٹ گئی ہے شاید۔" عباد حریم کا ہاتھ تھامے تیزی سے باہر نکلا، پانی سے بھیگا ہوا دوپٹہ اس کے ہاتھ سے فاطمہ خالہ نے باندھ دیا تھا پھر بھی خون رِس رِس کر ٹپک رہا تھا۔

"ریلیکس آرام سے بیٹھو، زیادہ ٹینس مت ہو، بس ہم ابھی پہنچنے ہی والے ہیں، گھر جا کر تم اپنی نظر اتروا لینا، آج تم ہنستی ہوئیں بہت اچھی لگ رہی تھیں، خاص کران کپڑوں میں۔" اس نے ایک ہنستی ہوئی نظر اس کے چہرے پر ڈالی تو اس نے نروس ہو کر اپنی نظریں جھکا لیں۔

"ویسے بھی یہ کلر تم پر سوٹ کرتا ہے۔" وہ ہنس کر بولا۔

"ویسے آج تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔" تو ناچاہتے ہوئے بھی وہ ہنس پڑی۔

"ڈیٹس اٹ، اتنا تو چلتا ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے ایک بھٹکتی نظر اس کے چہرے پر ڈالی تو وہ ہنستے ہوئے اپنے چہرے کا رُخ پھیر گئی، وہ قریبی ہاسپٹل میں پہنچ چکا تھا۔

"ایزی حریم ایزی۔" تیز تیز چلتی ہوئی حریم کا ہاتھ اس نے تھام لیا تھا، واقعی اس کی رفتار بہت تیز تھی، وہ آہستہ آہستہ کاؤنٹر کی جانب بڑھی۔

"آہ..." اسٹیچ لگاتے وقت اس کی آنکھوں میں بھی نمی اتر آئی تو عباد نے بے قرار سا ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیئے تھے۔

"بس، بس سب ٹھیک ہو جائے گا۔" مضبوط ہاتھوں کی گرفت اس کے کندھوں پر محسوس ہورہی تھی۔

"ریلیکس ، اب ہم چلیں گھر۔" عباد ٹشو سے اس کی آنکھوں کی نمی کو پونچھتے ہوئے بولا تو اس نے اثبات میں سر کو ہلایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" عباد نے اس کا بازو تھاما تو وہ بولی۔

"کیا بُرا لگ رہا ہے؟" تو وہ نظریں اٹھا کر باہر کی جانب دیکھنے لگی۔

"میں نے کچھ کہا ہے تم سے۔" وہ چلتے چلتے مڑ کر اس کے چہرے کی جانب دیکھنے لگا۔

"پتہ نہیں۔" وہ بات کو نظرانداز کر گئی۔

"سچ بتانا نہیں چاہتیں۔" اس نے پھر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

عباد...!" سامنے سے آتی ہوئی بائیک سے وہ ٹکرانے والی تھی تو عباد نے یکلخت خود سے قریب کرلیا' وہ بھی سہم کر عباد کے بازو سے لپٹ گئی تھی۔

"بھائی! دیکھ کر چلیں' ابھی آپ نے مار دیا تھا اس کو۔" عباد بائیک والے سے الجھ پڑا۔

"جی نہیں آپ دونوں خود کہیں کھوئے چل رہے تھے میرا قصور نہیں ہے' دھیان سے چلیے نجانے کہاں کھوئے ہوئے تھے آپ دونوں۔"

"اچھا' اچھا ٹھیک ہے آپ جائیں۔" عباد الجھ کر بولا۔

"چلو عباد...!" حریم نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی جانب کھینچا تو اُسے بے حد اچھا لگا تو وہ ہنس کر حریم کو دیکھنے لگا۔

"میں کہہ رہا ہوں حری! تمہیں ان کپڑوں میں میری نظر لگ رہی ہے' تم گھر جا کر کپڑے چینج کر لو۔" وہ اسٹیئرنگ سنبھالتے ہی بولا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے مجھے کس کی نظر لگے گی اب' مجھے تو میری ہی نظر لگ گئی۔" وہ بہت اداس لہجے میں بولی۔

"کسی دل جلے کی بھی نظر لگ سکتی ہے تمہیں۔" وہ ہنسا۔

""بھلا کس دل جلے کی نظر لگے گی مجھے اور نہ ہی میں نے کسی کا دل جلایا ہے۔"

"لو بھئی کر لو گل' یہاں عباد مصطفی پورا کا پورا جل گیا اور تمہیں خبر ہی نہ ہوئی۔" وہ بہت زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا' وہ مڑ کر اُسے دیکھنے لگی اور بولی۔

"جی نہیں' ایسی تو کوئی بات نہیں' میں کیوں جلانے لگی آپ کو' آگ تو آپ نے لگائی ہے۔" وہ منہ پھیر کر بولی۔

"تو اتنے دنوں سے بجھانے کی کوشش تو کر رہا ہوں اُسی آگ کو جس میں تم جل گئیں، لیکن تم ہو کہ موقع ہی نہیں دیتیں، ہر مجرم کو سزا دینے سے پہلے اپنی صفائی کا ایک موقع ضرور دیا جاتا ہے مگر تم ہو کہ میری کسی بات کو سمجھنے اور سننے کو تیار نہیں تو چلو پھر ٹھیک ہے، یہ عباد مصطفی کی قسمت سہی۔" اس نے ایک گہرا سانس لیا اور پھر گاڑی گھر کی سمت موڑتے ہوئے بولا۔

"تم نے تو آج مجھے چائے بھی نہیں پینے دی، ناشتہ تو بہت دور کی بات ہے اور اس وقت بھوک بھی بہت لگ رہی ہے، اس وقت تو گھر میں صفائی ستھرائی ہو رہی ہو گی، ایک ہنگامہ اور شور ہو گا، چلو آئو ہم برنچ کرتے ہیں۔" اس نے ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی اور بہت تیزی سے اتر کر اس نے حریم کی طرف کا دروازہ کھولا۔

"لیکن عباد..." اس نے اپنے ہاتھ پر نظر ڈال کر اس کی جانب دیکھا جو گاڑی کا ڈور کھولے کھڑا تھا۔

"کم آن نو پرابلم۔" اس نے پھر اُسے بازو سے تھام لیا، وہ کار سے جونہی اُتری تو اس کی لیفٹ کی چپل الجھ کر وہیں رہ گئی تھی۔

"اوہو..." عباد نے جھک کر چپل اس کے پیروں میں ڈالی تو وہ کسمسا کر چپل پیر میں ڈال کر ہنس پڑی۔

"پلیز عباد! ایسا مت کریں۔" وہ آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

"ایسا کرنے کا میں عادی ہوں۔"

"میں جانتی ہوں اور کیا کیا کر لیتے ہیں آپ؟"

"بہت کچھ، کبھی امتحان لو میرا۔"

"پانچ سال کی ٹریننگ کچھ کم تو نہیں ہوتی۔" وہ سر جھٹک کر بولی۔

"آف کورس، میں نے وہاں بہت کچھ سیکھا ہے، آئو ہم سامنے والی ٹیبل پر بیٹھتے ہیں اور پھر اس بات پر ڈسکس کرتے ہیں۔" اس نے اورنج جوس کا گلاس اس کی طرف بڑھایا اور سپ لیتے ہوئے بولا۔

"اور حری کیا پوچھنا چاہتی ہو پوچھو، میں یہی تو چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے پوچھو، مجھ سے میری زندگی کا حساب مانگو کہ میں اتنے دن تک کہاں غائب رہا؟" وہ اس کے چہرے کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا۔

"میں کئی بار آپ کو کہہ چکی ہوں کہ مجھے کوئی حساب آپ کی زندگی کا نہیں چاہئے، کیا آپ میرے وہ پل لوٹا سکتے ہیں جو گزر گئے ہیں اور اگر نہیں لوٹا سکتے تو پھر میں تمہاری زندگی کا حساب کیوں لوں؟ کیوں سنوں؟" اس کا لہجہ جھنجھلا رہا تھا۔

"دراصل حری! تم خود سے محبت کرتی ہو اپنے آپ سے، تم کسی کا دکھ اور خوشی شیئر نہیں کر سکتیں۔" اس کے ہونٹوں پر پھر بے بسی پلٹ آئی۔

"جو لوگ کسی سے محبت کرتے ہیں ناں عباد! وہ کسی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے، ان کے لیے دکھ اور خوشی کوئی معنی نہیں رکھتی۔"

"میں کسی اور کی نہیں اپنی اور تمہاری بات کر رہا ہوں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں بھی صرف تمہاری بات کررہی ہوں۔" وہ ونڈو سے اس بار دیکھنے لگی، سگنل ہوا تو گاڑی آہستہ ہو کر رک گئی، عباد نے بائیاں ہاتھ اس کے دائیں ہاتھ پر رکھ دیا، اس نے بڑی بے بسی سے عباد کو پلٹ کر دیکھا، چاہنے کے باوجود وہ اپنے ہاتھ کو نہ کھینچ سکی، بس بڑے صبر و تحمل سے اس نے عباد کے چہرے پر نظر ڈالی تو وہ اسی کی طرف دیکھ رہا تھا، اس نے اپنے ہاتھوں کی گرفت کو اور مضبوط کر دیا اور ایک گہری سانس لے کر اس نے اپنے ہونٹوں کا سکوت توڑا۔

"حری! کیا تم جانتی ہو کہ میں پھر لوٹ جاؤں گا؟"

"جانتی ہوں ہیںکہ تم لوٹنے کے لیے ہی آئے ہو۔" اس نے بھی ایک گہرا سانس لے کر اس کی جانب دیکھا۔

"تمہاری سوچ ہمیشہ میرے بارے میں نیگیٹو ہی رہتی ہے، اب جب میں نے سب کو فیس کر ہی لیا ہے تو اب میں خود کو نہیں چھپا سکتا، اگر تم مجھے معاف کر دو گی تو میں رُک جاؤں گا ادروائز میری قسمت میں یہی لکھا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

تو میں چلا جائوں گا‘ بس کچھ دن تم اورمجھے برداشت کر لو‘ کاش برداشت کرنے کی یہ مدت اتنی لمبی ہو جائے کہ پاپا کے بجائے وہ موت مجھے لے جائے۔“

”عباد...!“ وہ بہت زور سے بولی تو سگنل کھل گیا تو اس نے جھٹکے سے گاڑی کوبہت تیز ٹرن کیا تھا‘ نچلے ہونٹ کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے اس نے اپنا رُخ پھیرلیا‘ اسٹیئرنگ پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تھی‘ دوسری طرف کچھ بہت زور سے حریم کا دل دھڑکا تھا‘ یوں لگ رہا تھا کہ موت کی کوئی شکل جو عباد کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے اس نے آہستہ سے اپنی نظریں موڑ کر اس تھکے ہوئے انسان کو دیکھا جو بے دھیانی میں ڈرائیو کر رہا تھا‘ اسپیڈ بریکر پر ایک جھٹکا لگا تو وہ گھبرا کر پھر بولی۔

”عباد...!“ تو اس نے سوری کہہ کر گاڑی کی اسپیڈ سلو کر لی۔عباد نے گاڑی ایک سائیڈ پر روک دی۔

”کیا ہوا عباد؟“ اس نے بہت آہستہ سے تھکے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”ڈرائیو کرنے میں مجھے کچھ مشکل ہو رہی ہے‘ تھوڑی دیر کے بعد چلتا ہوں۔“ اس نے اپنا سر آہستہ سے پکڑتے ہوئے کہا۔

”ڈونٹ وری‘ ابھی بس تھوڑی دیر میں چلتے ہیں۔“ اس نے ایک گہرا سانس لیا‘ وہ خاموش بیٹھی رہی‘ چند لمحوں کے بعد جب اس نے گاڑی اسٹارٹ کی تب وہ بولا۔

”آئم سوری‘ مجھے اس ٹاپک پر بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔“ اس کی نظر ہاتھ پر بندھی بینڈیج کی طرف گئی تھی۔

”میں ٹھیک ہوں‘ اس نے سر جھکا لیا۔“ وہ بہت تیز ڈرائیو کرتے ہوئے گھر آیا تھا۔

بڑے پاپا ٹہلتے ہوئے سامنے ہی نظر آ گئے تھے‘ عباد ساری کوفت بھول کر یوں مسکراتا ہوا اُترا کہ جیسے سب کچھ نارمل ہے‘ حریم کے چہرے پر بھی ایک پرسکون سی مسکراہٹ تھی۔

"سب ٹھیک ہے نانو! بس تین اسٹیچزز آئے ہیں۔" وہ نانو کے بیڈروم میں داخل ہوتے ہی بولی۔

"تین اسٹیچزز آئے ہیں' یہاں تو نانو نے پورا گھر سر پر اُٹھا لیا' رو رو کر بڑی پھپھو' چھوٹی پھپھو سب کو اطلاع کر دی' حتیٰ کہ چھوٹی چچی بھی آ کر تمہارا پُرسا دے گئیں۔" ندیم یونیورسٹی سے جلدی گھر آ گیا تھا۔

"کیسی بکواس کرتے ہو تم' اللہ نہ کرے کہ میرا کوئی پُرسا دینے آئے' کوئی زندوں کا پُرسا دیتا ہے' جو دل میں آتا ہے تم بولتے رہتے ہو اُلٹی سیدھی' بس بتیسی باہر نکالنی ضروری ہے۔" اس نے مصنوعی غصے سے اپنا ہاتھ ندیم کو مارنے کے لیے اٹھایا تو اندر داخل ہوتے ہوئے عباد سے وہ پھر ٹکرا گئی تھی۔

"کیا ہے' اب کیا دوسرا ہاتھ زخمی کرنا ہے۔" عباد چھیڑتے ہوئے بولا۔

"ظاہر ہے مواقع کیسے میسر آئیں گے؟" ندیم چھیڑ کر بھاگ گیا تھا۔

"بکواس مت کرنا۔" وہ پلٹی مگر وہ جا چکا تھا' دادو نے جلدی سے اس کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دیکھو کیسا چہرہ کملا گیا ہے زرد ہو رہی ہے میری بچی' عذرا اس کے لیے دودھ لا کر دو' یہ بھوکی گئی تھی۔" تب اس نے نانو کی آواز پر گھبرا کر عباد کی طرف دیکھا تھا۔

"نہیں نانو! میں اب کچھ نہیں کھا سکوں گی۔" اس نے اپنی نظریں جھکا لیں۔

"دادو! حری کو بہت بھوک لگی تھی اس لیے میں اس کو کھلا پلا کر لایا ہوں۔" عباد ہنس کر بولا۔

"نہیں نانو! مجھے بھوک نہیں تھی یہ خود لے کر گئے تھے' انہیں زیادہ بھوک لگ رہی تھی۔" وہ نانو کے برابر میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

"چلو کوئی بات نہیں' تمہیں بھوک لگے یا اُسے لگے۔" نانو نے عباد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو عباد اپنی اس چھوٹی سی شرارت پر کھلکھلا کر ہنس پڑا اور دادو کے گرد حصار ڈال کر لیٹ گیا تبھی سعدیہ کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا کر رہی تھیں حریم! کہ تمہارا ہاتھ کٹ گیا' کہیں کسی نے جان بوجھ کر تو تمہیں زخمی نہیں کر دیا۔" سعدیہ طنز بھرے لہجے میں حریم سے بولیں تو وہ سنبھل کر بیٹھ گئی اور عباد بھی بیڈ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"چچی جان! انہیں نظر لگ گئی۔" اس نے پھر ایک ستائشی نظر اس کے بلیک کرلی ہیئر پر ڈالی تھی۔

"کس کی نظر لگ گئی تھی بھئی' میں تو اوپر ہی تھی' میں تو اس میں شامل نہیں ہوں۔"

"چچی جان! آپ نہیں کسی دل جلے کی نظر لگی۔"

"اُف... کون ایسا بدنصیب دل جلا ہے جو حریم کو نظر لگائے گا' یقیناً وہ تو بہت نصیب والا ہو گا کیونکہ حریم بنائی سجائی ہی اسی کے لیے گئی ہے۔" تو سعدیہ چچی نے بڑی ذومعنی نظر حریم پر ڈالی۔

"ویری جینئس چھوٹی چچی! کیا بات کی تہہ تک آپ پہنچی ہیں' سبحان اللہ۔" وہ دادو کے بیڈ سے تکیہ اٹھا کر اپنے پیٹ سے بھینچ کر بے اختیار ہنستے ہنستے دوبارہ بیڈ پر ٹک گیا۔

"بالکل صحیح کہہ رہی ہیں آپ چچی جان! جب کوئی کسی کے لیے یوں سجے اور بنے تو کسی کی نظر تو لگے گی مگر یہ کسی کو خبر نہیں' اچھا کیا آپ نے یہ بات کلیئر کر دی' اب کسی کو سمجھ تو جانا چاہیئے۔" عباد بڑا سیریس ہو کر بولا تھا تو چچی جان بول پڑیں۔

"پتہ نہیں تم کیا اُلجھی اُلجھی باتیں کر رہے ہو' کون کیا کسی کو؟" چچی جان بولیں۔

"کمال ہے چچی جان! آپ نہ سمجھ سکیں' کون' کیا' کسی کو؟ حد کرتی ہیں آپ بھی' خیر چھوڑیں آپ کسی کو بُرا نہ لگ جائے میں تو کسی کے لیے کہہ رہا تھا یہ سب۔" تو حریم کے چہرے پر خودبخود مسکراہٹ رینگ گئی۔

"شکر ہے حریم آج مسکرا رہی ہے ورنہ اس کے چہرے پر سوگواری طاری رہتی ہے' تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔" سعدیہ مصنوعی ہنسی سے مخاطب ہوئیں تو عباد پلٹ کر بولا۔

"بس چچی جان! یہی تو آپ کی خاص بات ہے۔" اس نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا۔

"ارے کہاں خاص بات ہے چچی جان میں' خاص بات تو تمہاری اماں جان میں ہے' اتنی پیاری سی فائزہ کی بیٹی کو ہتھیا لیا' یہاں ہمارے بیٹے کو معمولی کبوتر باز کی بیٹی اُڑا کر لے گئی۔" وہ بہت اداس لہجے میں بولیں۔

"ارے وہ کیسے؟ کیا اس کے پَر لگ گئے تھے۔" ندیم پلٹ کر بولا تو سب کو بے ساختہ ہنسی آئی تھی۔

"اس میں ہنسنے والی تو کوئی بات نہیں ہے' ایک ماں کا دل چھلنی ہو گیا ہے' تمہاری ماں مطمئن ہے اس لیے' میں بھی ایک ماں ہوں اپنا خون بیگانہ ہو

گیا' زخمی ہے میرا بیٹا' منحوس اور نحوست کے سائے جب ساتھ ہوں ناں تو ہنسی اچھی نہیں لگتی۔"

"ندیم! ہر وقت کا یہ مذاق مجھے پسند نہیں۔" عباد سیریس ہو گیا۔

"بھائی! میں نے کچھ کہا ہے' چچی جان خود کہہ رہی تھیں لے اُڑی ' میں سمجھا پَر والی چنگیزی اُڑ گئی۔" تو اس بار دادو کو بھی ہنسی چنگیزی کے نام پر آئی تھی۔

"میں تو صرف حریم کو پوچھنے آئی تھی' منظور نے تو ایسا نقشہ کھینچا کہ جیسے حریم کے ہاتھ پر خنجر چل گیا ہو' اپنوں کے لیے وہ رائی سے پہاڑ ضرور بنا لیتے ہیں۔"

"اپنے اپنے ہوتے ہیں ناں' صبح صبح بچی کے ہاتھ سے خون بہنا کسی کو بھی اچھا نہیں لگا' سجاد نے تو ناشتہ چھوڑ دیا' سب ٹیبل سے بغیر چائے پیئے اٹھ گئے' سعدیہ محبت ہے جو ہمیں ایک دوسرے سے قریب رکھتی ہے' عذرا کا

چہرہ دیکھو کیسی اداس بیٹھی ہے گھر میں سناٹا چھا گیا' اب آئی ہے بچی تو گھر میں رونق نظر آ رہی ہے۔"

"جی اماں! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں لیکن ہمیں ایسے ڈائیلاگ بولنے نہیں آتے' دل میں کچھ اور زبان پر کچھ اور ہوتا ہے' میں صاف بات کرتی ہوں لگی لپٹی نہیں رکھتی۔"

"تو یہاں کون ایسا ہے چھوٹی دلہن! جس کی تم بات کر رہی ہو؟" دادو غصے سے بولیں۔

"بس اماں! رہنے دیں' میں یہاں الجھنے کے لیے نیچے اُتر کر نہیں آئی تھی۔"

"لیکن لگ تو ایسا ہی رہا ہے کہ تم کسی بات پر غصے سے بھری ہوئی اُتری ہو۔"

"بھری ہوئی تو نہیں ہوں میں اماں! البتہ جو چھت پر ڈرامہ کھیلا جاتا ہے نہ صرف اس نے میرا گھر جلایا ہے بلکہ اماں میرا دل جل جل کر خاک ہو گیا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہے' جب میں کسی کو ہنستے ہوئے دیکھتی ہوں تو میں دل ہی دل میں اُسے کوسنے دیتی ہوں۔" وہ اپنے آنسو پونچھنے لگیں۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی تمہاری دل جلانے والی' صبر شکر کرو گی تو دل بھر جائے گا سعدیہ! جو کچھ ہوا ہے وہ اتنا بُرا نہیں ہوا کہ تم اتنی رنجیدہ رہو۔"

"اماں! اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ جو ہمارے ساتھ ہوا ہے اگر یہی عذرا بھابی یا مسعود کی بیوی کے ساتھ ہوتا تو..."

"تو میں نہیں سمجھتی کہ وہ لوگ اتنے دُکھی ہوتے جتنی تم ہو' ہر وقت کی ہائے ہائے' کٹ کٹ اچھی نہیں ہوتی دلہن! کچھ ہو کر رہتا ہے' بلا لے کر ڈوبتی ہے۔"

"ارے اماں! بلا آئی اور آ کر مجھے کھا بھی گئی' سب کے دلوں کو تسلی ہو گئی' سب خوش ہیں ہنس رہے ہیں کھا رہے ہیں' ایک میں بدنصیب رو رہی ہوں' اللہ انہیں غرق کرے گا، جنھوں نے ہمارے گھر میں آگ لگائی ہے۔"

"کوسنے سے تو ڈھور ڈنگر بھی نہیں مرتے' بس اپنا ہی نقصان ہوتا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

''چھوڑیں دادو جان! چچی جان موڈ ٹھیک کر لیں۔'' عباد بہت خاموش سا ہو گیا تھا' حریم خاموشی سے اٹھ کر لائونج میں چلی گئی' تبھی شیزرے ٹرے میں دادو کے لیے چائے لے کر آئی تھی تو جونہی سعدیہ کی نظر پڑی تو وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولیں۔

''نور محل کے ہاتھ ایک مفت کی نوکرانی لگ گئی ہے۔'' شیزرے کے ہاتھ میں ٹرے کانپ رہی تھی اور پائوں من من بھاری ہو گئے اور سعدیہ سارا غصہ اتار کر جا چکی تھیں۔

......☆......

''شاید وہ لوگ آ گئے۔'' راحمہ جلدی سے اٹھی تھی' بشریٰ نے سر اٹھا کر باہر جھانکا تھا' رامین جلدی سے ہاتھ میں پکڑا ہوا تولیہ لے کر لائونج سے اٹھ کر چینج کرنے اندر گئی تھی' راحمہ نے ٹیبل سے چائے کا کپ اٹھا کر ایک بار میز کو پھر صاف کیا تھا' راحمہ نے چلتے چلتے کھڑکی کے سارے پردے برابر

کیے اور لائونج کا پنکھا چلا کر باہر نکل گئی تھی' اماں سر پہ اپنا دوپٹہ ٹھیک کر کے ان کے استقبال کے لیے بڑھی تھیں' چھوٹے چچا

اور ان کی کار ایک ساتھ گھر کے سامنے آ کر رُکی تھی۔

دروازہ کھلا تو پہلے خواتین جس میں ماں اور دو بہنیں شامل تھیں، بہت سنبھل کر چلتی جائزہ لیتی ہوئی صحن میں داخل ہوئی تھیں' اماں نے بڑی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا تھا' ان کو لے کر اندر چلیں' چچا مردوں کے ہمراہ داخل ہوئے تھے' جونہی خواتین اندر بیٹھیں رامین فوراً ٹرے میں کولڈ ڈرنک اٹھائے اندر داخل ہوئی تھی' نظر پڑتے ہی رامین چونک پڑی۔

''ارے! تم۔'' شہناز بھی دیکھ کر مسکرائی تھی' رامین ٹرے رکھ کر بے ساختہ آگے بڑھی' شہناز اٹھ کر گلے لگ چکی تھی' سب کے چہروں پر مسکراہٹ ایک شناسائی کا تعلق پیدا ہو چکا تھا۔

''امی! شہناز سے تو ہماری بہت پرانی دوستی ہے' ہم نے ساتھ میٹرک' انٹر' پھر یونیورسٹی تک پڑھا ہے۔'' رامین مسکرا کر بولی تھی' امی کے چہرے پر

ایک اطمینان بھری آسودگی نظر آ رہی تھی، وہ اس چیز کو بہت اہمیت دیتی تھیں، جان پہچان ہو تو دھوکے کا امکان کم ہوتا ہے، ان کے دل کو ایک تسلی سی ہو گئی کہ رامین کی یہاں جان پہچان ہے۔

"لیجیے نا آپ۔" رامین نے ٹرے سامنے کی، لڑکے والی بہت مطمئن سی نظر آ رہی تھیں۔

"دنیا گول ہے، کہیں نہ کہیں ٹکراؤ ضرور ہو جاتا ہے۔" شہناز بڑے کھلے کھلے انداز میں بولی تھیں۔

"لو بتاؤ، فیصل کے لیے ہم ساری دنیا میں مارے مارے پھرے، ہمیں کیا معلوم ہمارے ہی گھر میں ہماری چھوٹی بہن موجود ہے۔" شہناز کی نظریں رامین کے چہرے پر تھیں اور سوچ کہیں اور، رامین کی نظریں جھکی کی جھکی رہ گئیں، اسے معلوم تھا کہ شہناز کی نظریں کیا کہہ رہی ہیں، صورت شکل میں سب سے اچھی رامین ہی تھی، ہمیشہ اسکول کالج میں نمایاں نمبروں سے پاس ہونے والی رامین تمام ٹیچرز اسٹاف کی ہونہار اور بہترین اسٹوڈنٹ رہی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی، آج بھی اپنے رکھ رکھاؤ سے بہت پیاری لگ رہی تھی جبکہ شہناز نے کھا پی کر خود کو برابر کر لیا تھا، ساتھ ہی دو بچوں کو اٹھائے ہوئے وہ پاس کھڑی تھی اور رامین، آج بھی جوں کی توں یوں لگتا تھا ابھی انٹر کر کے آئی ہے، تھوڑی سی خجل ضرور ہوئی تھی، شہناز کی انٹر کے بعد ہی شادی ہو گئی تھی، پھر پرائیویٹ وہ پڑھتی رہی، کبھی کبھی رامین سے وہ نوٹس وغیرہ کی ہیلپ لیتی تھی، ماحول میں بڑی مانوس سی گفتگو ہونے لگی، بہت بے تکلفی سے لڑکے کی ماں خالدہ بڑے پیار سے بولیں۔

"ارے! اپنی ربیعہ کو تو بلاؤ۔"

"کیوں نہیں بہن! ربیعہ بھی آئے گی، آپ ذرا دَم تو لیں۔" پھر انہوں نے رامین کو اشارہ کیا کہ اندر جاؤ، رامین چلتے چلتے بھی شہناز سے پرانی باتیں کیے جا رہی تھی، دونوں ہنس ہنس کر بولے جا رہی تھیں، رامین ہاتھ کے اشارے سے بولتی ہوئی کہ "ابھی واپس آتی ہوں" اندر اطلاع دینے کے لیے اٹھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھی، راحمہ نے کیتلی میں چائے دم کر کے ٹی کوزی چڑھائی' البتہ ربیعہ وہیں کچن میں سہمی ہوئی کھڑی تھی۔

"آپی کی کوئی جان پہچان نکل آئی ہے۔" راحمہ نے اطلاع پہلے ہی پہنچا دی تھی۔

"تم ہٹو پوریاں میں ڈالتی ہوں۔" رامین آگے بڑھ کر آئی۔

"جی نہیں' میں نے پہلے ہی تیار کر کے رکھی ہوئی ہیں' بس یوں گرم گرم نکالتی ہوں' آپ ٹرے لے کر تو چلیئے کنیز پیچھے پیچھے حاضر ہو جائے گی۔" راحمہ بہت اٹھلا کر بولی تھی اور ایک شرارت بھری مسکراہٹ ربیعہ پر ڈال کر وہ ہنسی۔

"اچھا زیادہ باتیں بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔" رامین نے ربیعہ کی طرف دیکھا اور بولی۔

"یہ ٹرے تم لے کر آئو گی۔" وہ کچھ سامان اٹھا کر کچن سے باہر آ گئی۔

"چلو ربیعہ جی! جائو قربانی کا بکرا پسند آ گیا ہے۔" ربیعہ نے غصے سے راحمہ اور بشریٰ کو گھورا تھا۔

"اچھا' تم دونوں بہت زیادہ بولنے لگی ہو۔" ربیعہ بولی۔

"ہاں کیوں نہیں بُرا لگے گا ربیعہ کے بعد اب راحمہ کی باری' بھئی! طرف داری تو کی جائے گی' ہاتھ بھی بٹایا جائے گا۔" بشریٰ جو سب سے چھوٹی تھی یہ کہہ کر ہنسی تھی۔

"اچھا' اچھا زیادہ باتیں نہیں بنائو اور دھیان سے پوریاں نکالو' اگر جل گئیں نا تو امی بعد میں بتائیں گی تمہیں۔"

"چلو بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔" وہ بھی ترکی بہ ترکی جواب دینے پر اُتر آئی تھی' وہاں بڑے شوق سے پوریاں اور حلوے اڑائے جا رہے تھے اور چچا کے ہنسنے کی آوازیں برابر والے کمرے سے آ رہی تھیں' ان کی بھی تھوڑی بہت شناسائی نکل آئی تھی' اب چھان بین کی اتنی ضرورت نہیں تھی' باتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ دونوں فریقین اس شادی پر راضی ہیں' البتہ شبر

مسلسل کوشش کررہا تھا کہ کسی صورت سے فیصل سامنے والے صوفے پر بیٹھ جائے' چچا نے ایک دو بار شبر کو جھڑکا بھی کہ تم بیچ میں بار بار دخل اندازی کر رہے ہو لیکن شبر کی نظریں سامنے والی کھڑکی پر تھیں جہاں سے اسے ہدایت مل رہی تھی کہ دلہا کو سامنے لائو اور پھر وہ کامیاب بھی ہو گیا' باری باری سب نے چھپ چھپ کر کھڑکی سے فیصل کو دیکھا تھا۔ایک نظر ربیعہ نے بھی ڈالی تھی وہ لوگ کھانے پینے میں جب مصروف تھے' گرم گرم حلوہ پوری اور چائے کے کپ سامنے رکھے اس سے اٹھتی ہوئی بھاپ' زبردست اماں کا مینو بہت پسند کیا گیا تھا۔ربیعہ نظریں جھکائے چائے کی ٹرے لے کر اندر آئی تھی' اس کے پائوں کی لرزش اس کی گھبراہٹ کا پتہ دے رہی تھی۔فیصل کی

ماں کی چبھتی ہوئی نظریں نجانے کیوں ربیعہ کے دل کے آرپار ہو رہی تھیں' بڑی بڑی پھیلی ہوئی بھوری آنکھوں میں ربیعہ کو بڑا خوف دکھائی دے رہاتھا' شہناز اور ماہ نور کی نظریں بھی اس پر ٹکی ہوئی تھیں' سب کے چہرے کھلے

کھلے تھے' ربیعہ کا دل اندر سے دھڑ دھڑ کررہا تھا' وہ سہمی ہوئی کبوتری کی طرح ان سب کے درمیان بیٹھی تھی' اماں سب کی پلیٹوں میں حلوے کی قتلیاں اٹھا اٹھا کر ڈال رہی تھیں۔رامین' شہناز سے ہنس ہنس کر کوئی بچپن کی بات کر رہی تھی' ساتھ والے کمرے سے بھی مردوں کی باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں' بڑی گرمجوشی سے گفتگو جاری تھی۔اماں نے اشارے سے ربیعہ کو اندر جانے کے لیے کہا تو وہ اٹھ کر وہاں سے چلی تو شہناز نے ہاتھ تھام لیا۔

”تھوڑی سی دیر تو بیٹھو' کہاں چلیں؟ تم سے تو رشتہ میرا چھوٹی بہنوں کا سا ہے۔“ لیکن ربیعہ شرما کر چلی گئی تھی' کافی دیر تک یہ لوگ گپ شپ کرتے رہے' اماں نے دوبارہ چائے کی پیشکش کی مگر ان لوگوں نے منع کر دیا' تھوڑا بہت رامین نے جو کچھ ہو سکا شہناز سے معلومات کر لی تھیں کہ لڑکا کیا کرتا ہے' اتنا تو معلوم تھا کہ باپ کا ماربل کا کارخانہ ہے' خوب مال و دولت ہے' تین منزلہ بلڈنگ ہے' مذہبی رکھ رکھائو کا گھرانا ہے' نیاز' درود

کے بہت قائل ہیں' سارے تہوار بہت دھام دھام سے منائے جاتے ہیں' دو بڑی بہنیں تھیں اور دو بھائی تھے' سب سے چھوٹا فیصل تھا' بہنیں بڑی اتیج کی دکھائی دیتی تھیں اور ان کی بھابی شہناز رامین کی کلاس فیلو نکلی تھی اور یہ رشتہ فیصل کے پڑوسیوں کی نسبت سے آیا تھا۔اب یہ اتفاق اور بڑی بات سمجھی جا رہی تھی کہ خوش نصیبی کا قرعہ ربیعہ کے نام نکلا تھا' صاحب حیثیت لوگ تھے' مذہبی گھرانا' لڑکے نے سارا ماربل کا کاروبار سنبھالا ہوا تھا' بڑی خوش نصیبی کی بات تھی کہ ربیعہ انہیں پسند آ گئی۔دبلی پتلی' نازک سی ربیعہ جس نے اسی سال گریجویشن کیا تھا' رزلٹ کا انتظار کر رہی تھی کہ یہ رشتہ آ گیا۔آیا تو رامین کے لیے تھا لیکن اماں نے ربیعہ کو آگے کر دیا' خیر سے آپس میں سب بات چیت طے ہوئی' اماں کے بجائے رامین نے دو ٹوک شہناز سے پوچھ ہی لیا کہ کب تک ارادہ ہے؟ وہ ہنس کر بولی۔

"ربیعہ کو دیکھ کر اور تم سے مل کر تو رات ہونے سے پہلے پہلے قاضی کو لے آئوں اور لے جائوں' میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا امی جان؟" اس نے پلٹ کر اپنی ساس کی طرف دیکھا۔

"تو نے تو منہ کی بات چھین لی' بس اگلے ماہ کی کوئی تاریخ دے دیں گے۔" وہ امی کو دیکھ کر بولی تھیں' تو پٹ سے رامین بول پڑی۔

"ارے خالہ جان! اتنی جلدی' ہمیں بھی تو کچھ وقت چاہیے۔" رامین اندر سے دہل کر بولی تھی۔

"لو بھلا' کیسی تیاری؟ اپنی بچی ہے اللہ نے اتنا دیا ہے۔" وہ انکساری سے بولی تھیں۔

"پھر بھی خالہ جان! کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑتا ہے۔" رامین بڑی دیانتداری سے مخاطب ہوئی تھی۔

"کچھ نہیں' بڑی سادگی سے بسم اللہ کرو' پیر' ولیوں کا یہی دستور تھا' ویسے بھی میں لینے کی قائل نہیں ہوں۔" وہ حد درجہ انکساری پر اُتر آئی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں خالہ جان! تھوڑی بہت تو دنیاداری بھی کرنی پڑتی ہے، بہت بڑا ہمارا خاندان ہے، تایا، چچا، ماموں سب ہی لوگ ہیں، ہم اکیلے تو نہیں۔" رامین نے بڑے پتے کی بات کی تھی، اماں کو بڑا حوصلہ اور ہمت بندھی تھی، انہوں نے بڑے رعب سے لڑکے کی ماں کو مسکرا کر دیکھا تھا۔

"پھر بھی بہن! ابھی تمہارے سامنے چار بیٹیاں بیاہنے کو بیٹھی ہیں، سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا، کوئی زیربار نہ ہو جائے۔" وہ کہنے کو تو بے دھیانی میں کہہ گئیں مگر رامین کو یوں لگا جیسے کسی نے اٹھا کر پتھر مارا ہے، اسے اپنی مفلسی پر خود پر بڑا ترس آیا، امی کے خالی ہاتھوں پر نظر پڑی، پھر لڑکے کی ماں کی کلائیوں پر، چپکے سے اس نے بھرے ہاتھ کی سونے کی چوڑیوں کو دیکھا۔

"کیا عیش ہیں، کیا ٹھاٹ ہیں اس عمر میں بڑی بی سونے سے لدی پھندی گھوم رہی ہیں، ہماری ربیعہ خوش رہے گی، عیش کرے گی۔" یہ سوچ کر وہ سامنے شہناز کو دیکھ کر مسکرائی تھی، لمحہ بھر کو گرنے والے پتھر کی چوٹ

غائب ہو گئی تھی بلکہ ہونٹوں پر بڑی مدھر مسکراہٹ پھیل گئی تھی، تب ہی شبر نے آ کر باہر سے اطلاع دی تھی کہ چلنے کو کہہ رہے ہیں۔

"سچ شہناز! ابھی تو دل نہیں بھرا اور تم چلنے کو کھڑی ہو گئیں۔" دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہونے کے لیے بغلگیر ہوئی تھیں۔

"تو اب تم کس دن ہماری طرف چکر لگا رہی ہو؟" وہ بڑے پیار سے بولی تھی۔

"ٹھیک ہے امی سے بات کر کے میں پھر بتاؤں گی۔" رامین بول کر ہنسی تھی۔

"خالہ جان! آپ مطمئن تو ہیں ناں؟ ہمارا گھرانا بہت شریف اور مذہبی ہے، کئی لڑکیاں دیکھیں مگر سچ خالہ جان! میں بھی بہت مطمئن ہوں آپ لوگوں سے مل کر، خاص طور پر ربیعہ بہت پسند آئی ہے، بس خالہ جان! آپ جلدی سے ہاں کہہ دیں۔" شہناز بے قرار سے لہجے میں بولی تھیں۔

"ان کے ابا‘ تایا‘ چچا‘ ماموئوں سے مشورہ کر لوں‘ پھر جواب دوں گی۔" امی بڑی ہوشیاری سے بولی تھیں‘ کہیں اگر فوراً ہاں کہہ دی تو یہ لوگ سمجھیں گے کہ ہم شاید ادھار کھائے بیٹھے تھے اس لیے بڑی دانشمندی سے انہوں نے بات تایا ابا‘ چچا اور ماموئوں کے سر رکھ دی حالانکہ وہ اندر ہی اندر دل سے مطمئن ہو گئی تھیں مگر پھر بھی رسم و رواج کو نبھانا پڑتا ہے ورنہ اگر لڑکی والے فوراً ہی ہاں کہہ دیں تو لڑکے والے یہی سوچتے ہیں کہ یہ گرے پڑے تھے جو گلے باندھ دی‘ اسی لیے امی بہت عقلمندی سے بات کو نبھا گئی تھیں‘ پھر ایک دوسرے سے بڑی گرمجوشی سے رخصت ہوئیں‘ چلتے چلتے شہناز نے ربیعہ کو بلا کر پیار کیا تھا‘ خود فیصل کی امی نے پیار کیا‘ کچھ ہاتھ میں رکھنے کی بھی کوشش کی جس کو امی نے سختی سے منع کر دیا۔

"نہیں بہن نہیں‘ جب کوئی بات ہو جائے تب اچھا لگتا ہے ابھی نہیں۔" انہوں نے صاف انکار کر دیا تھا جس پر انہوں نے چپ ہو کر ہزار کا نوٹ ہاتھ میں دبا لیا لیکن بدلے میں انہوں نے ربیعہ کے ماتھے کو چوما تھا‘ دعائیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دی تھیں اور جلدی آنے کا عزم کر کے سب عازم سفر ہوئے‘ شبر نے جب گیٹ بند کیا تو آہٹ کے ساتھ یہ اندازہ ہوا کہ سب چلے گئے ہیں۔

"کہاں ہیں بھابی؟" چچا اٹھ کر کمرے سے اسی طرف آ گئے۔

"بھابی! لوگ تو ٹھیک ٹھاک ہیں‘ لڑکا بھی صحیح لگ رہا ہے‘ میرا خیال تو ہے آپ ہاں کر دیں۔" چچا نے اپنی پسند ظاہر کردی تھی۔

"وہ کیا کہہ رہے تھے بھابی جان؟"

"وہ تو راضی ہیں فوراً ہی چاہ رہے تھے لیکن میں اتنی جلدی کچھ نہیں کر سکتی‘ کچھ وقت چاہئے‘ میں اتنی جلدی بیاہ بھی نہیں سکتی‘ کرتے کرتے بھی چھ ماہ تو لگ جائیں گے۔" امی متفکر سی ہو کر بولیں۔

"آپ بسم اللہ تو کریں سب ہو جائے گا‘ آپ کیوں گھبراتی ہیں۔" چچا نے حوصلہ دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"پھر بھی بیٹی والوں کو کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑتا ہے' خالی ہاتھ بیٹی اچھی نہیں لگتی۔"

"لمبا چوڑا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ سادگی سے جو کچھ ہے کر کرا دیں گے۔" چچا بولے تھے'امی کچھ مطمئن سی ہو گئی تھیں' ان کے جانے کے بعد چاروں نے امی کو گھیر لیا تھا۔

"بس امی! جلدی سے رخصت کرو میری بہنا کو۔" بشریٰ' ربیعہ سے لپٹ کر بولی تھی۔

"بکواس نہ کرنا۔" ربیعہ نے شرما کر اسے دھکا دیا۔

"اوہو! اندر تو لڈو پھوٹ رہے ہیں۔" راحمہ بھی بولی تھی۔

"اچھا اچھا بس کرو یہ سب۔" رامین نے چھوٹی بہنوں کو ڈپٹ دیا تھا' شبر ہنس ہنس کر حلوہ کھائے جا رہا تھا۔

"اچھا' تو تم موقع سے فائدہ اٹھا کر انڈے کا حلوہ اڑا رہے ہو۔" ربیعہ نے پلیٹ پکڑ لی۔

"اب جانے ولی ہیں' اتنا ظلم تو نہ کریں۔" شبر نے اس کے ہاتھ سے پلیٹ دوبارہ چھین لی۔

"ہائے... شبر! تم نے تو سارا صفاچٹ کر دیا" بشریٰ پلٹی تھی۔

"ویسے ربیعہ! تمہاری ہونے والی ساس کیا غٹاغٹ لقمے اتار رہی تھیں' میں نے پردے کی آنکھ سے جھانکا تھا اور شہناز کو دیکھیے' آپی رکھتی جا رہی تھیں پلیٹ میں اور وہ نو نو کرتے ہوئے کھائے جا رہی تھیں۔"

"بکواس نہیں کرو تم لوگ' اب جب میں خود پلیٹ میں رکھ رہی ہوں تو وہ کھائے گی بے چاری۔" رامین منہ میں حلوہ کا ٹکڑا رکھتے ہوئے بولی تھی' امی کرسی کھینچ کر دوبارہ بیٹھ گئی تھیں۔

"اچھے لوگ لگ رہے تھے۔" امی ' رامین سے بولی تھیں۔

"جی امی! سب دیکھے بھالے لوگ ہیں' پہلے تو یہ لوگ یہیں قریب میں رہتے تھے' میں کئی بار گھر بھی جا چکی ہوں' شہناز نے تو مجھے شادی میں بھی بلایا تھا لیکن میں جا نہیں سکی تھی' کیا جاتی' کس کے ساتھ جاتی؟ ہر بار واپسی کا مسئلہ ہوتا ہے تبھی کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے ٹال جاتی تھی' یہ کام ہے وہ مسئلہ ہے۔" رامین تھوڑا بے بسی سے بولی تھی۔

"جب اپنے گھر کی ہو گئیں تو خوب گھومنا پھرنا' جہاں جی چاہے جانا۔" عمیرہ نے ایک گہرا سانس اندر لیا تھا' ربیعہ ہنس کر بولی۔

"امی! تو آپی کو ربیعہ کے ساتھ رخصت کر دیں خرچہ بھی کم آئے گا۔" ربیعہ کا دل زور سے دھڑکا' امی بڑی آسودگی سے بولیں۔

"گھر تمہارے بابا چلائیں گے' شکر کر کہ رامین جیسی بہن اللہ نے نصیب کی ورنہ دوسروں کے دست نگر ہوتے' کتنا بھی بھائی کریں مگر گھر نہیں بھرتا' ہاتھ خالی ہوں تو شرمندگی رہتی ہے' تایا' چچا' ماموں سب بھرے ہیں مگر مجھے پسند نہیں کہ کوئی ہاتھ اٹھا کر مجھے دے' میں نے سلائی کر کر کے تم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لوگوں کو پالا پوسا ہے اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی جبھی میں نے یہ ذکر کبھی نور محل میں بھی نہیں نکالا۔" امی آبدیدہ سی ہو گئیں تو رامین اٹھ کر فوراً ان کے پاس آ گئی تھی۔

"بس امی بس!" اس نے قریب کھڑی ہوئی بہنوں کو گھور کر دیکھا اور پھر بڑے پیار سے امی کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا لیکن نجانے کیوں امی ہچکیاں لے لے کر آنسوؤں سے رونے لگی تھیں' شوہر کا غصہ یا فیصلے کی گھڑی' تھا کچھ ضرور تب ہی بے بسی میں آنسو بہانے بیٹھ گئی تھیں لیکن رامین نے محبت سے انہیں بھرپور طریقے سے سمیٹ لیا تھا۔

"رامین! اب میرا خیال ہے اماں اور سجاد بھائی کو بتا دیں تاکہ وہ بھی لڑکے والوں سے مل لیں۔"

"ویسے امی! احمد کو تو کچھ خبر ہے بس میں نے یونہی سرسری سا ذکر کیا تھا کہ ربیعہ کا رشتہ آیا ہوا ہے' میں نے سوچا کہ جب کوئی بات ہو جائے تو آپ ہی نانو سے ذکر کریں تو اچھا لگے گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" اور اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔

......☆☆☆......

"لو میں ابھی تو فہد کو پوچھنے بھی نہیں گئی کہ یہاں اماں نے دوسری خبر دے دی کہ حریم کا ہاتھ کٹ گیا' اب اللہ جانے کتنا کٹا تفصیل جاننے کے لیے نور محل جانا تو پڑے گا۔"عمیرہ بولیں۔

"بس امی کو تو بہانہ چاہئے نور محل جانے کا۔" رامین سینٹر جاتے جاتے بیگ اٹھا کر پلٹی' وہ خوب جانتی تھی کہ امی کا اس وقت یہ بات کہنے کا مقصد کیا ہے۔

"ٹھیک ہے امی! آپ تیار رہیے گا شام کو چلیں گے اور ہاں امی یہ بات بھی سوچ کر رکھیئے گا کہ اب جب فائنل ہونے جا رہا ہے تو ہمیں ربیعہ کی بات وہاں نکالنی ہے یا نہیں۔" رامین سوچ کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہاں اب اطمینان ہو گیا ہے میرا خیال ہے اب میں اماں سے اور بھائی سے ذکر کروں گی۔" عمیرہ ساری گھر کی ضرورتوں سے فارغ ہو کر تیار ہو کر بیٹھی ہوئی تھیں' ابھی تک رامین گھر نہیں آئی تھی' بشریٰ' ربیعہ اور راحمہ تینوں بار بار گھڑی کی طرف دیکھ رہی تھیں' تبھی بشریٰ نے سیل پر رامین سے کانٹیکٹ کیا تھا تبھی میسج پڑھ کر وہ مسکرا کرماں سے بولی۔

"امی! اطمینان سے بیٹھے احمد بھائی ابھی کلاس لے رہے ہیں' رامین آپی کا میسج ہے۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔" وہ بہت اطمینان سے بولیں۔

"احمد! تم جلدی کرو پلیز' اب کیا ہوا کلاس ختم ہو گئی ابھی تک تمہارا ڈسکشن چل رہا ہے۔" وہ سامنے احمد کو دیکھ کر بولی۔

"کمال کرتی ہو تم' انٹر کے فائنل پیپر ہیں بچوں کو میں نوٹس دے رہا تھا اتنے میں سر فضیل آ گئے' ان سے میں اسی سلسلے میں ڈسکس کر رہا تھا کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

تم میسج پر میسج کیے جا رہی ہو' دم تو لو۔" وہ گھڑی دیکھتے ہوئے جیب سے چابی نکال کر آگے بڑھا۔

"تم سمجھتے کیوں نہیں ہو احمد! میرا تو کچھ نہیں چھوٹی ممانی تمہاری اچھی طرح کلاس لیں گی۔" وہ ہنسی۔

"چھوڑو کلاس تو میری روز لی جاتی ہے' ہو کیئرز' بس میں تو اتنا جانتا ہوں کہ تمہاری ایک مسکراہٹ نے میری سارے دن کی تھکن اتار دی۔"

"یو شٹ اپ احمد! یہ تمہاری جملے بازیاں مجھے اچھی نہیں لگتیں۔"

"تو کیا اچھا لگتا ہے وہ بتا دو تاکہ میں اُسی ٹاپک پر بات کیا کروں' اپنی وے کوئی سا بھی گھٹیا سے گھٹیا ٹاپک آپ مجھے بتائیں میں اس پر بول سکتا ہوں۔" وہ کھلکھلا کر ہنسا تو رامین کے دل میں بھی پھوار سی گری۔

"اس سے گھٹیا ٹاپک اور کیا ہو سکتا ہے۔" اس نے اپنے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

"خیر میں تمہاری فضول باتیں سننے کا عادی ہو چکا ہوں' آئی ڈونٹ مائنڈ۔"

"یعنی میں فضول بات کرتی ہوں۔" اس نے آنکھیں دکھائیں۔

"نو ڈائوٹ۔" وہ اسٹیئرنگ گھماتے ہوئے بولا۔

"تو ٹھیک ہے ناں جان چھوٹ رہی ہے جا رہے ہو... اکیڈمی میں ٹریننگ کے لیے۔"

"سو واٹ' جا رہا ہوں کوئی عمر بھر کے لیے تھوڑی جا رہا ہوں' ڈیڑھ سال بعد پلٹ کر آئوں گا تمہارے شہر میں۔" وہ کھلکھلا کر ہنسا۔

"کیوں اب یہ میرا شہر ہو گیا تمہارا نہیں رہا۔"

"جس جگہ تم رہتے ہو وہ گھر وہ شہر تمہارا ہے
مچلتی بارشوں کی بھگتی پُروا
تمہارے شہر کی یادیں
تمہارے گھر کی شام

کبھی اداس لمحوں کی کہانی

کبھی صفحوں میں چھپا کر چہرہ

کسی گہری سوچ میں ہنسنا

کبھی خوف سے مڑ کر

میرے چہرے کو تکنا

تمہارے شہر کی یہ سب یادیں

میں ساتھ لے کر جائوں گا

بھیگے ہوئے بارشوں کے اس پل کو

میں گنگناتا ہوں

تیری سوچوں سے جاگا

تو اٹھ کر سوچتا ہوں

میرے اردگرد پھیلی تیرے جسم کی خوشبو

تیرے عزم کی ہتھیلی پہ لکھی ہے

وہ میری قسمت کی کہانی ہے

یہی سوچ کر میں دیارِ دل سے

کچھ دیر کی خاطر تم سے دور جائوں گا

میرا وعدہ ہے یہ تم سے

پلٹ کر پھر تیرے شہر آئوں گا

بس اپنے ہونٹوں پر تم یہی مسکراہٹ سجائے رکھنا

یہ دن کیا ماہ و سال بیت جائیں گے"

"اچھا اچھا بس غالب بننے کی کوشش نہ کریں۔"

"خدارا چچا غالب کی توہین تو مت کرو، میں نے یونہی تکا لگایا ہے، یہ نہ کسی کی ہے نہ کبھی ہو گی، بس یہ صرف تمہیں دیکھ کر میں نے جدید شعراء کا انداز اپنایا ہے، ویسے کیسی لگی تمہیں میری نظم؟"

"بکواس بالکل بکواس، میں نہیں مانتی تمہاری اس اوٹ پٹانگ شاعری کو۔"

"دیکھنا تم میں ٹریننگ سے جب واپس آؤں گا IBA سے MBA کرنے تو ڈگری سے پہلے میرے پاس ایک دیوان تیار ہو گا۔"

"اس دیوان کے نیچے لکھا ہو گا ایک شاعر بدحواس۔" وہ ہنسی۔

"جی نہیں، لوگ صدیوں مجھے گنگنائیں گے۔"

"میرے ہونٹوں کی ہنسی پر مسکرائیں گے

تمہیں معلوم کیا جاناں!

کہ ہم جب نہیں ہوں گے

زمانہ ہم کو روئے گا

مگر ہم پھر نہیں آئیں گے جاناں!

پلٹ کر دیکھنے سے ہم پتھر کے نہ بن جائیں

تم کیوں اتنی بے بسی سے ڈھونڈتی ہو مجھ کو

جو میں کہہ نہیں سکتا وہ تم کیوں پوچھتی ہو جاناں!"

"شٹ اپ احمد! کیا ہو گیا ہے تمہیں آج؟"

"بتا ہم نہیں سکتے کہ کیا ہو گیا جاناں!"

"اچھا گاڑی روکیں میں ابھی بتاتی ہوں کہ کیا ہو گیا جاناں!"

"او نو تم سیریس ہو گئیں۔" رامین نے گاڑی کا ہینڈل تھام لیا تھا۔

"اوکے، اوکے بابا، تم تو سیریس ہو گئیں، میں تو ذرا اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا۔" اس نے نظریں اٹھا کر باہر دیکھا، سگنل پر ایک مانگنے والے نے ہاتھ پھیلا کر کہا۔

"اللہ تمہاری جوڑی سلامت رکھے تم سدا یونہی ہنستے رہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"شیور شیور بابا۔" اس نے جلدی سے والٹ کھول کر 100 کا نوٹ اس کی طرف بڑھایا۔

"بابا! پھر یہ دعا ایک بار دہرانا۔"

"اللہ تمہاری جوڑی کو سلامت رکھے۔"

"اچھا چلو سگنل کھل گیا ہے لوگ تمہیں پیچھے سے ہارن دے رہے ہیں۔"

رامین نے اس کے بازو پر پیچھے سے ٹھوکا دیا۔

"بہت ہی بدذوق لوگ ہیں' انہیں ذرا سینس نہیں کہ ہم ایک دو لمحے اس فقیر کی دعائوں سے لطف اندوز ہو جاتے۔" احمد نے اسپیڈ بڑھائی۔

"اب تم دیکھنا ہر روز یہ تمہیں سگنل پر روکے گا' یہ لال نوٹ جو تم نے اس کی ہتھیلی پر رکھا ہے۔" رامین بولی۔

"تو اس میں حرج ہی کیا ہے میں روز اس کو یونہی دیتا رہوں گا۔"

"بس احمد! تمہارا تو دماغ بالکل خراب ہو چکا ہے۔"

"عشق نے نکما کر دیا ہم کو غالبؔ

ورنہ آدمی تھے ہم بھی بڑے کام کے"

"کیا سمجھتی ہو تم مجھے رامین! میں نے یونہی CSS پاس کیا ہے تم کسی بھی ٹاپک پر بات کرو میں تمہیں جواب دوں گا۔" وہ سیریس ہو کر بولا۔

"لیکن احمد! تمہاری یادداشت کمزور ہے میں نے ایسا کوئی ٹاپک نہیں چھیڑا۔"

"تو پھر کیا کروں' کزن ہونے کے ناتے میں تم سے فری بھی نہیں ہو سکتا' ڈائیلاگ بھی نہیں بول سکتا' خوش ہونے پر پابندی' ہنسنے پر پابندی' تو پھر اچھا خاصا بندہ شاعر بن جائے گا تو اور کیا کرے گا' ٹھیک ہے میں نے بھی شاعری میں دل کی ساری بھڑاس نکال لی' اب تم اس کو میری ہوش مندی کہو یا مدہوشی۔"

"آئی ڈونٹ نو' بس میں اتنا جانتی ہوں امی انتظار کر رہی ہیں' نانو کے ہاں جانا ہے۔"

"ایسا کرو میں بھی روز روز کی زحمت سے تھک گیا ہوں، تم ایک بار ہی میرے گھر آ جاؤ۔" وہ پھر چھیڑنے کے موڈ میں تھا۔

"اوکے تم اپنی بکواس بند کرو اور یہ سامنے فٹ پاتھ پر روکو اور فٹافٹ دو جوس کا آرڈر دے دو ورنہ تم تو سارا دماغ پگھلا کر رکھ دو گے۔" اس نے سگنل سے پہلے اسٹاپ پر گاڑی روک دی تھی۔

عمیرہ ہارن کی آواز پر جلدی سے بیگ سنبھال کر بیٹھ گئیں۔

"احمد! میری بات مانو تم چلے جاؤ، میں چینج کر لوں ہم لوگ ٹیکسی سے آ جائیں گے، پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے گھر میں تمہاری شامت آ جائے گی پھر۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا، پھپھو تیار بیٹھی ہیں اور میں نکل جاؤں، امپاسیبل۔" اس نے دھڑ سے گاڑی بند کی اور باہر نکل کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"احمد! کبھی تو تم میری کوئی بات سن لیا کرو۔" وہ اُتر کر اس کی جانب پلٹی۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے بس تم اتنا خیال کر لینا کہ میں تم سب کو ڈراپ کر کے آدھے گھنٹے کے لیے دور ہو جاؤں گا۔" اس کی آنکھوں میں پیار بھری شرارت تھی۔

"اچھا جاؤ تم جلدی سے چینج کر کے آؤ میں یہیں ویٹ کر رہا ہوں اندر نہیں آؤں گا۔" جونہی وہ واپسی کے لیے اسٹیئرنگ پر بیٹھا سیل پر "مما کالنگ" لکھا آ رہا تھا۔

"مما! میں گھر پہنچ رہا ہوں تھوڑی دیر ہو جائے گی ٹریفک کے شور میں آپ کی آواز نہیں آ رہی، ایسا ہے کہ آپ انتظار کی کوفت سے بچنا چاہتی ہیں تو کل سے آپ سینٹر میں آ کر بیٹھ جایئے گا۔" وہ بہت دل جلے لہجے میں بولا۔

"یہ بات نہیں ہے بیٹا! تھوڑی دیر ہو جائے تو دل گھبراتا ہے۔"

"آپ میری جاب کی نوعیت جانتی ہیں مما کہ دیر اور سویر ہوتی رہتی ہے، اوکے مما۔" اس نے سیل آف کر دیا۔عمیرہ جہاں بیٹھیں تھیں سانس روکے گاڑی میں بیٹھی رہ گئیں، انہیں یہ بات معلوم تھی کہ احمد اپنی ماں سے

چھپ کر رامین کو پک اینڈ ڈراپ کرتا ہے' احمد ان کا خون تھا اس لیے انہیں بھی اتنا بُرا کبھی نہیں لگا' مائیں تو نجانے کیا کیا گرُ اپنی بیٹیوں کو سکھاتی ہیں لیکن انہوں نے تو ہمیشہ رامین کے دل میں یہی بات اتاری تھی کہ ہم غریب ہیں سعدیہ کبھی نہیں چاہیں گی' اگر تمہارے ماموں مان بھی گئے پھر بھی ایک قیامت سے گزرنا ہو گا' ان کی نظر اپنوں پر ہے ہم لوگوں پر نہیں لیکن احمد تھا کہ اپنوں کی محبت میں ساری حدیں پار کر دینا چاہتا تھا' آج بھی اس نے بڑی خاموشی سے گاڑی کو نور محل سے دو قدم پہلے روک کر بولا۔

"پھپھو! آپ لوگ یہیں اُتر جائیں میں ابھی واپس آتا ہوں۔" گاڑی ریورس کر کے احمد واپس چلا گیا تو سب کی نظریں ایک دوسرے سے ٹکرائی تھیں۔ عمیرہ نے بڑی پیار بھری نظروں سے رامین کو دیکھا' وہ سب کچھ جانتی تھیں احمد کی نظروں میں انہوں نے کئی بار رامین کے لیے محبت کے جذبات دیکھے تھے لیکن بے بسی اور مجبوری ایسی تھی کہ وہ دبے لفظوں میں کچھ نہ کہہ سکیں اور یوں خاموشی سے احمد کا ڈراپ کرکے چلے جانا۔وہ تھکے تھکے قدموں

سے چلتی ہوئیں نور محل کے گیٹ تک آئی تھیں جہاں پر سجاد مصطفی کا پرسنل گارڈ گیٹ پر موجود تھا' عمیرہ کو دیکھتے ہی اس نے بھاگ کر دروازہ کھول دیا'یونہی ان کی نظر پڑی تو ٹیرس پر سعدیہ کھڑی نظر آئیں۔

"ایسا کرتے ہیں تم لوگ اندر نانو کے پاس جاؤ میں فہد کی خیریت پوچھ کر آتی ہوں ورنہ پھر اُسے شکایت ہو گی کہ میں پہلے فہد کو نہیں نیچے حریم کو دیکھنے گئی ہوں۔" بشریٰ' راحمہ اور ربیعہ لان سے مڑ کر نانو کے پاس چلی گئیں۔

"امی! میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔" وہ بیگ بشریٰ کو تھما کر پلٹی تھی' زینہ چڑھتے ہوئے اُسے بار بار احمد کا خیال آ رہا تھا کہ اچھا ہوا وہ وہیں سے مڑ گیا ورنہ ممانی اُسے دیکھ لیتیں۔

"رامین! اب اپنی ممانی سے احمد کا ذکر مت کرنا ورنہ وہ اُسے ادھیڑ کر رکھ دیں گی۔"

"جی امی!" وہ عمیرہ کے ساتھ ساتھ زینہ چڑھتی ہوئی اوپر گئی تھی، منظور بہن کو دیکھ کر جلدی سے آگے بڑھے تھے۔

"کیسی ہو عمیرہ!" وہ پیار سے بولے۔

"ٹھیک ہوں بھائی! فہد گھر آ گیا مبارکباد کے لیے آئی ہوں، کدھر ہے فہد؟"

"ارے عمیرہ! پہلے فہد کی ماں سے تو مل لو، فہد سے بعد میں مل لینا۔" سعدیہ ٹیرس سے آتے ہوئے بولیں۔

"تو بھابی! میں آئی ہی آپ کے پاس ہوں، فہد کا سنا تو رہا نہیں گیا۔"

"کیا بات ہے رامین کو آپ ساتھ رکھتی ہیں، بشریٰ ربیعہ کو لے آتیں۔" سعدیہ نے ایک نظر رامین کے چہرے پر ڈالی تو عمیرہ گھبرا کر جلدی سے بولیں۔

"جی نہیں سب آئی ہیں، سب اماں کی طرف چلی گئیں تو میں رامین کو اپنے ساتھ اوپر لے آئی، زینہ چڑھنے میں مجھے تکلیف ہوتی ہے، ویسے فہد ہے کہاں؟" انہوں نے اپنی چادر کو سر سے اتار کر تہہ کر کے ہاتھ میں تھام لیا۔

"اپنے کمرے میں ہے آ جائیں اسی طرف۔" وہ فہد کے کمرے کی طرف بڑھیں۔

"میرا بیٹا! میری جان تو کیوں خطروں سے کھیلتا ہے، ہم سب تیرے لیے کتنے بے قرار ہیں فہد، سجدوں میں ہر وقت یہی دعا مانگتی رہی کہ اللہ میرے فہد کو اپنی حفاظت میں رکھنا۔" عمیرہ کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی اُتر آئی۔

"پھپھو! آپ سب لوگوں کی دعائیں ہی تو ہیں جو میں پھر واپس آ گیا۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"اور رامین آپ کیسی ہیں؟" فہد نے رامین ے پوچھا تھا۔

"فہد! ہم سب ٹھیک ہیں پلیز بس تم اپنا خیال رکھا کرو پلیز، تمہیں نہیں معلوم چھوٹے ماموں کتنا پریشان تھے اور سعدیہ ممانی کا تو رو رو کر بُرا حال تھا، تمہیں نہیں معلوم کہ ہم سب پر کیا گزری؟"

"میں جانتا ہوں لیکن کچھ چیزیں ہمارے اختیار میں نہیں ہوتیں۔" اس کے ہونٹ بے بسی سے مسکرائے۔

"کیا ضرورت تھی تمہیں ڈرگ مافیا کے گینگ کو چھیڑنے کی، کیا تم نے ٹھیکہ لیا ہوا ہے اور کیا تم سمجھتے ہو تم اس سسٹم کو تبدیل کر دو گے، ختم کر دو گے اس دہشت گردی کو جو کھلے عام ملک میں جاری ہے، گھر کیا مسجد کیا مدارس بھی محفوظ نہیں رہے۔" رامین ایک ہی بار میں بولتی چلی گئی تو عمیرہ نے بڑے فخریہ انداز میں رامین کے چہرے کو دیکھا، کتنی لائق فائق اور خوبصورت سی بیٹی سعدیہ کے سامنے بیٹھی تھی لیکن ان کی نظروں سے خون کی بارش کا احساس ہو رہا تھا۔

"پھر کیا کروں، آنکھ بند کر لوں، اپنے فرض کی ادائیگی کو بھول جاؤں یا پھر اپنی وردی اتار دوں، یہی ہو سکتا ہے جانتے ہوئے بھی کہ یہ مجرم ہیں، تمہارا کیا خیال ہے میں آنکھیں بند کر لوں، کیا ہو ااگر میں رستے سے ہٹ گیا ، ہو سکتا ہے میرے بعد کوئی دوسرا فہد مصطفیٰ آئے۔"

"فہد! میرا کہنے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ تم اپنے فرض کی ادائیگی بھول جائو لیکن اتنا بھی انوالومنٹ اچھا نہیں ہوتا کہ تمہاری جان چلی جائے۔"

"وہ تو اللہ کی امانت ہے۔"

"ہاں تو پھر ہم جا کر گولیوں کی بارش میں کھڑے ہو جائیں۔"

"اب ایسا بھی نہیں ہے رامین! کون نہیں چاہتا جینا لیکن جب جینے کا ہی دل نہ چاہے تو..."

"واٹ ڈو یو مین فہد! کہ تمہارا دل جینے کو نہیں چاہ رہا، دوسرے بھی تو ہیں چھوٹے ماموں ہیں، بڑے ماموں ہیں، تمہاری ماں ہیں، ان سب کو تمہاری کتنی پروا ہے کاش یہ تم اس وقت دیکھتے جب ہمیں یہ خبر میڈیا کے ذریعے

ملی کہ فہد مصطفی دہشت گردوں کی فائرنگ سے زخمی، ہم سب کے پیروں تلے کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی اور امی تو سجدے سے سر اٹھانا بھول گئیں۔"

"مجھے اپنی خوش نصیبی پر رشک آ رہا ہے۔" وہ ہولے سے مسکرایا۔

"تم ہر وقت اسی طرح شک و شبہات میں پڑے رہنا۔"

"مجھے یہ ورثے میں ملا ہے۔" وہ بہت زور سے ہنسا تو سعدیہ نے پلٹ کر دیکھا۔

"چلو کسی کو تو دیکھ کر میرا فہد مسکرایا، مجھ سے تو ہاں ہوں یا جی مما، جی مما کرتا رہتا ہے، منظور سے بھی خفا خفا ہے، پھپھو کا چہرہ دیکھ کر اس کے چہرے پر کچھ خوشی نمودار ہوئی ہے۔" سعدیہ جل کر بول رہی تھیں۔

"اللہ کرے یہ ہمیشہ خوش رہے۔" عمیرہ نے ہاتھ میں پکڑی چادر سے اپنے آنسو پونچھ لیے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پھپھو! آپ ہمارے لیے بس ایک ہی دعا کیا کریں کہ میری زندگی اس وطن کے کام آ جائے۔"

"نہیں فہد نہیں، اتنی مایوسی کی باتیں مت کرو، تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

"پھپھو! میرا دایاں ہاتھ ابھی ٹھیک نہیں ہوا۔"

"اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا تم فکر مت کرو، اللہ پر بھروسہ رکھو اللہ پر چھوڑ دو سب۔"

"جب سب کچھ چھوڑ دیا پھپھو تو میں بالکل الجھتا چلا گیا اور اب زندگی کی مشکل ترین راہ پر میرا سفر ہے، دعا کریں کہ میں ٹھیک ہو کر اپنی جاب پر واپس چلا جاؤں، میں اس چیپٹر کو کلوز نہیں کرنا چاہتا چاہے میری جان کیوں نہ چلی جائے۔"

"اچھا بس فہد! زیادہ مت بولو، کل سے تمہیں ٹمپریچر بھی ہو گیا ہے، پھپھو کی شکل کیا دیکھی بیٹھ گیا اپنی کہانیاں لے کر، آ جائیں عمیرہ آپ چائے پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

منظور آپ کو بلا رہے ہیں۔" تو عمیرہ اٹھ کر سعدیہ کے ساتھ بڑھیں تو فہد نے آہستہ سے آواز دی "رامین" وہ پلٹی وہ آہستہ سے بولا تھا۔

"احمد بھائی کیوں نہیں آئے ابھی تک' کہاں ہیں؟" تو اس کے پاؤں من من بھاری ہو گئے۔

"پتہ نہیں فہد مجھے!" اس کی زبان جھٹ لڑکھڑا گئی۔

"اگر پتہ ہے تو Sms کے ذریعے بتا دینا کہ وہ اس وقت کہاں ہیں انہیں ڈاکٹر سے بات کرنی ہے۔" وہ مسکرا کر سہمی ہوئی رامین کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا رامین! آئو ناں تم۔" وہ ممانی کی آواز پر چونک کر آگے بڑھی۔

"اوکے۔"

......☆☆☆......

کافی دیر بعد عمیرہ جب جانے لگیں تو بولیں۔

"بھابی! عبیر کہاں ہے؟" تو یوں اچانک عمیرہ کے پوچھنے پر کرن بول پڑی۔

"پھپھو! وہ کسی دوست کے گھر کمبائن اسٹڈی کے لیے آج رُک گئی ہے۔" تو منظور کی ایک تیز نظر سعدیہ کے چہرے پر پڑی تو وہ جلدی سے بولیں۔

"عمیرہ! تم ایک کباب تو اور لے لو' ارے رامین تم کیوں چپ چپ بیٹھی ہو کچھ تو اور لو۔"

"بس ممانی! میں تو بس شام میں چائے پیتی ہوں' ویسے بھی اب..." اس نے اپنے سیل کی طرف نظر ڈالی۔

"حریم نیچے بلا رہی ہے۔"

"اچھا تو پھر چلتی ہوں سعدیہ!" عمیرہ پلٹ کر بولیں۔

"اچھا فہد! ہم چلتے ہیں' بس جلدی سے تم ٹھیک ٹھاک ہو جائو پھر تمہاری پروموشن پر تم سے ٹریٹ بھی لینی ہے۔" تو فہد اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"ارے پھپھو! آپ جا رہی ہیں کیا؟" احمد قریب چلتا ہوا انجان بنا آیا تو عمیرہ اس کے انجان بننے پر حیران ہو کر دیکھنے لگیں تبھی وہ sms کر کے دوسری طرف دیکھنے لگا رامین کو اس نے sms کیا تھا۔

"کیا ہوا چپ کیوں ہو؟" تو رامین نے اس کی طرف چہرہ موڑا اور بولی۔

"چلیں امی! حریم نیچے بلا رہی ہے۔" کیوں کہ فہد کی نظروں نے دیکھ لیا تھا کہ احمد نے رامین کو میسج کیا ہے اوروہ رُخ موڑ گئی' زینہ اترتے وقت اس کے ہونٹوں پر بڑی ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔اماں عمیرہ کو دیکھ کر بے ساختہ کھل اٹھی تھیں اور جلدی سے ان کے بیٹھنے کی جگہ بناتے ہوئے بولیں۔

"ہیں تو بہت دیر سے تمہارا انتظار کررہی تھی' صبح فائزہ آئی تھی حریم کو دیکھنے' اگر پتہ ہوتا تو میں اُسے بھی روک لیتی۔"

"ارے ہاں اماں! کیا ہوا' رامین بتا رہی تھی کہ حریم کا ہاتھ کٹ گیا' کیسے؟"

"اب تم چھوڑو اس بات کو' جان کا صدقہ گیا جو گیا۔"

"کہاں ہے حریم' بلائو اُسے۔" وہ مڑ کر بشریٰ سے بولیں تو خود ہی ہنستی ہوئی حریم نانو کے کمرے میں چلی آئی۔

"کیسی ہیں خلوآپ؟" وہ سامنے دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"بس یونہی میں نے سنا سچ جانو میں تو گھبرا گئی' اللہ جانے کیا ہو رہا ہے اس گھر میں' اماں آپ ہر وقت صدقہ دیتی رہا کریں ہمارے بچوں کا۔"

"لو ابھی ابھی تو میں نے 5 کلوباجرہ منگوا کر اوپر کبوتروں کو ڈلوایا ہے' کبوتر بھوکے رہتے ہیں' تمہیں تو معلوم ہے اکو کو جیل ہو گئی ہے' سجاد کوشش کررہے ہیں کہ وہ ضمانت پر رہا ہو جائیں۔"

"رہنے دیں اماں! سکون تو ہے بند رہنے دیں اُسے۔"

"ہاں میں بھی یہی کہتی ہوں۔" ہنستی ہوئی حریم بولی تھی۔

"یہ کیا بات ہوئی کہ غریب کا کوئی ہے ہی نہیں' میں تو کہتی ہوں کہ نہ وہ اتنی بڑی خطا کرتا اور نہ ہمارے ساتھ اتنی بڑی بھلائی ہوتی۔"

"لیکن اب کیا ہو گا اماں! یہ بھی تو سوچیں جو فہد نے کیا ہے وہ اتنا آسان ہے کیا۔"

"جہاں اللہ نے اتنا کیا ہے آگے بھی اچھا ہی ہو گا۔"

"ارے ہاں حریم! ہاتھ تو دکھاؤ کہاں لگی چوٹ۔" عمیرہ نے حریم کا ہاتھ تھاما۔

"پھپھو! آپ ابھی نظر کی بات کر رہی تھیں ناں، میں بھی یہی کہتا ہوں کہ نظر لگ گئی، اب کس کی لگی یہ ایک معمہ ہے۔" عباد، پھپھو کے قریب چلا آیا۔

"اور اگر میں بتا دوں تو... پھر کیا کسی شاندار سے ہوٹل میں آج کا ڈنر دیں گے عباد بھائی!" ربیعہ بولی۔

"ہاں، ہاں تم تو بڑی جوتشی ہو۔" ندیم بھی پھپھو سے ملنے آیا۔

"یہ نظر شناس ہے۔" زوہیر اٹھ کر اُسی کمرے میں آ گیا تھا۔

"لو اب ان کی اور بکواس سنو۔" ربیعہ ہنسی۔

"نہیں نہیں تم بولو ہم تکا لگائیں گے۔" ندیم بولا تھا۔

"اچھا اچھا بس ہمیں نہیں کسی سے تکا لگوانا اور نہ ہی یہاں کسی جوتشی کی ضرورت ہے۔"

"نہیں نہیں ربیعہ! اب تم ضرور بولو کس کی نظر لگی حریم کو اور عباد بھائی اس کا حلفیہ فیصلہ کریں گے۔" ریشمین بولی۔

"جی نہیں، کوئی ضرورت نہیں ہے۔" حریم سٹپٹا کر نانو کے قریب بیٹھ گئی۔

"چلو اب تو ہم بھی کچھ کچھ جان گئے کہ کس کی نظر لگ گئی۔" رامین، عباد کی شکل دیکھ کر ہنسی تو عباد خجل ہو کر دوسری طرف دیکھ کر ہنسنے لگا تھا۔

"چلو اب ربیعہ! تم جلدی سے بتاؤ، ویسے کہتے تو ہیں کہ ربیعہ آسٹرولوجسٹ ٹائپ کی ہے۔" زوہیر نے ربیعہ کو بھڑکایا تو وہ اِدھر اُدھر نظر ڈال کر عباد کی طرف مڑی تھی۔

"حریم آپی کو عباد بھائی کی نظر لگی ہے ون پرسنٹ نہیں ہنڈرڈ پرسنٹ۔" تو ندیم نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور ربیعہ نے دھڑ سے اپنا ہاتھ مارا تھا تو عباد ہنستا ہنستا دادو کے بیڈ پر گرا اس وقت اس کا چہرہ ہنسنے کی وجہ سے ریڈ ہو رہا تھا تب حریم ہنستے ہوئے وہاں سے بھاگنا چاہ رہی تھی۔

"کہاں چلیں اتنے بچوں کی بھابی جان۔" ندیم نے ہاتھ پکڑ کر اس کو روک دیا تھا۔

"دماغ خراب ہے تمہارا' میں اتنے لوگوں کی بھابی ہوں۔"

"پوچھ لیں دادو سے۔" تو عمیرہ سب کو دیکھ کر ہنسنے لگیں۔

"اماں! جب یہ سب اکٹھا ہوتے ہیں تو کسی دوسرے کی تو ضرورت نہیں پڑتی۔"

"ماشاء اللہ بولو۔" دادو بولیں۔

"ہاں' ہاں ٹھیک کہہ رہی ہیں دادو جان' ورنہ سب کی نظر پھر لگ جائے گی۔" ندیم ہنس کر بولا تو دادو بولیں۔

"اللہ ہمارے سب بچوں کو اچھا رکھے۔"

"لیکن یہاں پر ایک دو بندوں کی اور کمی ہے یعنی فہد بھائی اور احمد بھائی بھی ہوتے تو پھر مزا ہی مزا تھا' عباد بھائی آج کرکٹ ہو جائے۔" زوہیر' رامین کو دیکھ کر تھوڑا ہنس کر بولا تو وہ جل کر بولی۔

"زوہیر! تم بات عباد بھائی سے کر رہے ہو اور دیکھ مجھے رہے ہو یہ کون سا طریقہ ہے تمہارا۔"

"میں دیکھ کر آپ سے اجازت لے لیتا ہوں کہ یہ بات کرنی ہے یا نہیں۔"

"چلو اتنی عقل تو ہے تمہیں کہ تم اتنا تو سوچ لیتے ہو' اب خلو سے بات کرنی پڑے گی۔"

"رامین آپی! آپ بھی اپنا شوق پورا کرلیں بال تو پہلے ہی جھڑنا شروع ہو گئے ہیں مزید اماں جھاڑ دیں گی۔" زوہیر، رامین کو دیکھ کر ہنس کر بولا تھا۔

"آج کل کی مائیں بیٹوں کے بال نہیں جھاڑتیں، چاہے بیٹے کچھ کرتے پھریں، دیکھ لو فہد بھائی کو، کھلے عام نکاح پڑھوا کر آ گئے، دیدہ دلیری کہ نور محل کے لان میں لا کر کھڑا کر دیا، وہ بھی گن پوائنٹ پر کہ اب کوئی ہاتھ لگا کر دکھائے، اب بھلا بتاؤ کون اپنی جان گنوائے۔" ندیم خود ہی کہہ کر ہنس پڑا۔

"کیوں بھئی کیوں، چھوٹی ممانی میدان میں اُتری ہوئی ہیں وہ ہار ماننے والوں میں سے نہیں۔" بشریٰ بولی۔

"فی الحال تو بچہ بیڈ پر پڑا ہوا ہے۔" دادو بولی تھیں۔

"دو دن سے میں خود اوپر نہ جا سکی۔"

"دادو! یہ عشق کے زخم ہیں آہستہ آہستہ بھر جائیں گے۔"

"ندیم! تم اپنی بکواس سے باز نہیں آتے، چلو جاؤ یہاں سے۔"

"یہ لو ہمیں تو رامین آپی نکال رہی ہیں اور وہ دیکھیں شیزرے آپی چلی آ رہی ہیں، چلو ہم نکل جاتے ہیں آپ انہیں بٹھا لیجیے۔"

"کیوں کیا ہوا؟" شیزرے حیران سی ہو کر بولی۔

"کچھ نہیں شیزرے! عشق کے داغ ہیں دھل جائیں گے۔" تو سبھی کو زور سے ہنسی آئی تھی۔

"بس ندیم بس اپنی لمٹ میں رہو ورنہ میں ابھی جا کر بڑی ممانی کو بھیجتی ہوں، آؤ شیزرے تم اِدھر آؤ۔" حریم نے اُسے اپنے پاس بلا لیا تھا تبھی دادو کبوتروں کے دانے کے بارے میں پوچھنے لگی تھیں۔عباد اٹھ کر باہر جانے لگا۔

"بھائی! آپ نظر کی شرط ہار چکے ہیں۔" پیچھے سے آواز آئی تھی تو وہ پلٹ کر بولا۔

"ٹھیک ہے تم سب 15 منٹ کے بعد تیار ہو کر آ جاؤ میں ایک چکر چھوٹے چچا کی طرف لگاکر آتا ہوں، فہد وقت پر دوا نہیں لیتا، چھوٹے چچا نے یہ میری ڈیوٹی لگائی ہے کہ میں اُسے دوا کھلایا کروں۔"

"ہمارے ماموں بھی بڑے بدذوق ہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ جاتے جاتے پلٹا۔

"یہی کہ لگایا بھی تو اس ڈیوٹی پر کسی خونخوار بلے کو، ارے لگانا ہی تھا تو کسی حسینہ عالم کو لگاتے۔" زوہیر نے ایک نظر بیٹھی ہوئی شیزرے پر ڈالی تو وہ بڑی سنجیدگی سے اپنا رُخ موڑ گئی تھی۔

......☆☆☆......

عباد جیسے ہی اوپر پہنچا وہاں تو روز کا بکھیڑا پھیلا پڑا تھا، عبیر زور زور سے چیخ رہی تھی اور سعدیہ چچی اسے تھام رہی تھیں اور فہد دروازے کے بیچوں بیچ ٹیک لگائے کھڑا تھا، احمد، عباد بھائی کودیکھ کر اس کی جانب بڑھا۔

"عباد بھائی! میں فہد کو دیکھ لوں، اس وقت تووہ اپنے ہوش میں نہیں ہے۔" اس نے انہیں وہیں روک دیا تھا۔

"میں دیکھتا ہوں کیا ہوا ہے اُسے۔" عباد نے آگے بڑھنا چاہا۔

"عباد بھائی! فہد کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، عبیر مما کی شہ پر بہت آگے نکل گئی ہے کسی سامیر نامی لڑکے کے ساتھ وہ گھومتی پھرتی ہے، فہد کہتا ہے کہ وہ اچھے لوگ نہیں ہیں، فہد نے عبیر کا کالج جانا بند کروایا تھا لیکن اس کے باوجود وہ کالج گئی اور واپسی پر بہت دیر سے آئی تھی، فہد یہ نہیں برداشت کر سکا، پلیز عباد بھائی آپ اس وقت نیچے چلے جائیں مجھے بہت شرم آرہی ہے جو کچھ اندر ہو رہا ہے۔"

"کیوں کیا میں اس فیملی کا حصہ نہیں ہوں، تم ہٹو میں فہد کو سمجھاتا ہوں۔" وہ احمد کو ہٹاتا ہوا آگے بڑھا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو فہد! تم ہوش میں تو ہو تم خود ابھی ویک ہو، جائیں چچی جان آپ عبیر کو لے کر۔" اس نے کمرے کا دروازہ بند کرنا چاہا تھا۔

”نہیں عباد بھائی! آپ جائیں یہاں سے یہ مجھے شوٹ کرنا چاہتے ہیں کر دیں‘ اپنی افسری چلا رہے ہیں گھر میں‘ اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے کس دیدہ دلیری سے ایک دو ٹکے کی لڑکی کو نور محل میں لا کر کھڑا کر دیا کہ کوئی ہاتھ لگا کے دکھائے‘ میں مما نہیں ہوں کہ ان سے ڈر کر ہار مان جاؤں گی‘ یہ کیا کر لیں گے‘ انہوں نے سامیر کو دھمکی دی ہے کہ وہ آئندہ مجھ سے نہ ملے‘ یہ ہوتے کون ہیں‘ سمجھائیں عباد بھائی ان کو کہ یہ مجھے اپنی زندگی جینے دیں‘ عباد بھائی میں نے ان کی زندگی میں دخل نہیں دیا بلکہ میں نے سپورٹ کیا اور مما کو سمجھانے کی کوشش کی مگر یہ...“ وہ روتے ہوئے بولی تو فہد ایک بار پھر اس کی طرف بڑھا توعباد نے پھر اس کا بازو پکڑا۔

”فہد! پلیز میں خود اس سے بات کر لوں گا۔“

”عباد بھائی! آپ نہیں سمجھتے آپ جو سمجھ رہے ہیں وہ ایسا نہیں ہے پسند اور ناپسند کی کوئی بات نہیں‘ یہاں کوئی اور بات ہے۔“ تو عبیر کا دل دھک سے ہوا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تو اس کا مطلب ہے کہ فہد بھائی سب جانتے ہیں۔“ وہ پلٹ کر چیخ کر بولی۔

”تو میں اس کو سامنے بلا لیتی ہوں آپ جھٹلا سکتے ہیں تو جھٹلا لیں۔“

”یو شٹ اپ۔“ فہد نے پھر ہاتھ اٹھایا تھا‘ منظور قریب چلے آئے تھے۔

”فہد کو اس کے کمرے میں لے جائو۔“

”بابا! آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں۔“ وہ بہت جذباتی لہجے میں بولا تھا۔

”فہد! میں ابھی زندہ ہوں‘ میں ہینڈل کرلوں گی۔“ سعدیہ نے عبیر کا ہاتھ پکڑ کر اندر چلنے کو کہا مگر وہ پلٹ کر آئی تھی۔

”چھوڑ دیں مما! روز روز نہیں ایک بار اور ایک دن میں ہی فیصلہ ہو گا میری لائف میں یہ انٹرفیئر نہیں کریں گے اپنی افسری اپنے تک رکھیں ورنہ میں یہ گھر چھوڑ دوں گی۔“ وہ سخت لہجے میں بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”یہ نوبت نہیں آئے گی سامیر دنیا چھوڑ دے گا۔“ فہد نے انگلی اٹھا کر وارن کیا تھا تو ہنستے ہنستے عبیر صوفے پر بیٹھ گئی۔

”آپ اور سامیر کوہاتھ لگائیں گے‘ آپ جیسے تو اس کے باڈی گارڈ پھر رہے ہیں۔“

”عبیر! تمیز سے بات کرو۔“ منظور مصطفیٰ بہت زور سے چیخے تھے۔

”اس کو ابھی اچھے بُرے کی تمیز نہیں ہے اب یہ بات پورے نور محل میں ایشو بنے گی۔“ سعدیہ بڑے رسان بھرے لہجے میں بولیں۔

”اور مما! جب ساری دنیا کو یہ بات پتہ چلے گی تو...“ فہد نے غصے سے پوچھا تھا۔

”جب یہ گھر سے باہر نکلے گی تو دنیا کو پتہ چلے گا‘ دیکھتی ہوں کہ یہ اب گھر سے کیسے باہر جائے گی۔“ سعدیہ غصے سے بولیں تو وہ صوفے سے تڑپ کر اٹھی اور بولی۔

”ارے میری بھولی مما! جب آپ بیٹے کو نہ قید کر سکیں تو بھلا مجھے کیا قید کریں گی اور مجھے قید کریں گی آخر کب تک؟“

”میں تمہارا بندوبست کرتی ہوں‘ تم یہاں نہیں رہو گی میں تمہیں کینیڈا بھیجتی ہوں کل کی ہی فلائٹ سے۔“ سعدیہ بولیں تو وہ بھی اسی لہجے میں غرا کر بولی۔

”یہ بھی دیکھ لوں گی مما! کہ آپ مجھے کس تہہ خانے میں قید کرتی ہیں۔“

”عباد بیٹا! تم نیچے جاؤ اور اس بات کو یہیں ختم کر دو ورنہ عمیرہ نیچے بیٹھی ہے پورے خاندان میں پھیلاتی پھرے گی۔“

”خدا کا خوف کرو سعدیہ! تم جس عورت کا نام لے رہی ہو وہ تو گھر کی چار دیواری میں قید ہے۔“

”ہاں تو یونہی اس کا شوہر اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔“ وہ غصے سے بولیں تو منظور مصطفیٰ بہت پرسکون لہجے میں بولے تھے۔

"یہ فصل ہے تمہاری جس کی تم نے آبیاری کی تھی۔" انہوں نے عبیر کی طرف ہاتھ اٹھایا۔

"ہاں اس وقت اس کا قصور میری تربیت کا نتیجہ ہے۔" وہ بہت غرا کر کمرے سے نکلیں تو عباد بولا۔

"چھوڑیں چچا جان! آپ چپ ہو جائیں' قصور کسی کا نہیں ہے' ہم جلد ہی اس مسئلے کو حل کر لیں گے۔"

"دیکھیں عباد بھائی! آپ اس سلسلے میں سامیر سے کوئی بات نہیں کریں گے جو بات کرنی ہے مجھ سے کریں ورنہ میں یہ گھر چھوڑ کر چلی جائوں گی۔"

"اس سے پہلے میں سامیر کو دنیا سے ہٹا دوں گا اسے جان سے مار دوں گا۔"

"چھوڑو فہد چھوڑو۔" احمد اور عباد اسے کمرے میں لے کر آئے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دیکھو فہد! یہ ایسا مسئلہ ہے کہ ہمیں بہت حوصلے کی ضرورت ہے' عبیر نے ایسا کیوں کیا ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے' ہم اسے پیار سے واپس لا سکتے ہیں۔" عباد نے فہد کے کندھے پر بڑے پیار سے ہاتھ رکھا تھا۔

"نہیں عباد بھائی! آپ نہیں سمجھتے' یہ بہت آگے نکل چکی ہے جہاں سے اس کی واپسی ناممکن ہے' آپ نے دیکھا اس کا لہجہ' اس کا غصہ' رعب' اس کے اندر ذہنی بغاوت پیدا ہو چکی ہے' ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہو گا۔"

"فہد! تم غلط سوچ رہے ہو' ہم اس کی ذہنی بغاوت کو اب اس طرح سے نہیں روک سکتے۔"

"میں سامیر کو جان سے مار دوں گا۔" وہ دانت پیس کر بولا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے' ریلیکس' تمہاری دوا کا ٹائم ہو گیا ہے تم یہ اینٹی بائیوٹک لو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں چاہئے مجھے دوا' اور نہ ہی کسی کی دعا' میں خود کو ہی مٹا دوں گا۔"

اس نے ایک ہاتھ سامنے کھڑے ملازم کے ہاتھ پر مارا تو گلاس ایک چھناکے سے زمین پر گر کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔

"ارے میرے بھائی بس کرو سیلف کنڑول فہد۔" عباد اس کو دیکھ کر ہلکے سے مسکرایا لیکن فہد کی نظریں سعدیہ کے چہرے پر ٹک سی گئیں۔

"آئی وارن مما! اسے آپ کنڑول کر لیں ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔" یہ کہتا ہوا وہ اپنے کمرے کی جانب پلٹ گیا تھا اور عباد نیچے اتر گیا تھا۔

......☆☆☆......

رات ایک بج رہا تھا جب ایک ساتھ 3 گاڑیاں نور محل کے سامنے آ کر رُکیں تھیں تو گارڈ نے بڑا گیٹ اندر جانے کے لیے کھول دیا' نیند کی دوا لینے کے باوجود سعدیہ کی نیند آنکھوں سے دور تھی' اسی لیے وہ چلتی ہوئیں ٹیرس پر آ کر ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھیں' شور اور آہٹ پر اٹھ کر انہوں نے نیچے جھانکا تو انہیں یوں لگا نور محل میں کوئی فنکشن یا تقریب ہو رہی ہے'

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تینوں گاڑیوں سے عمیرہ اور فائزہ کے بچوں کے علاوہ عباد وغیرہ بھی نظر آئے تھے' بڑی بے بسی سے انہوں نے گہرا سانس لیا اور نیچے جھک کر دیکھا۔

"کیسے سب زندگی انجوائے کر رہے ہیں اور میرے بچے اور میرے گھر میں کیا ہوتا جا رہا ہے' فہد ابھی ابھی اپنی جان پر کھیل کر بچا ہے اور عبیر کی ٹینشن نے تو میری زندگی اجیرن کر دی ہے' آپس میں کتناتناؤ ہے' نہ باپ بیٹے آپس میں بات کر رہے ہیں نہ بہن بھائی سے' مجھ سے میرا بیٹا روٹھا روٹھا ہے' منظور خود مجھ سے بیگانے سے لگتے ہیں' اِن میں دیکھو کیسا ایکا اور محبت ہے' ان کی چھیڑ چھاڑ ان کی خوشیاں کیوں نہیں برباد ہو جاتیں' کیا میرا ہی گھر رہ گیا تھا جلنے کو' شیزرے کو یوںلیے لیے پھر رہے ہیں جیسے کسی ملک کی شہزادی ہاتھ لگ گئی ہو اور عباد کو دیکھو حریم کا کیسا دیوانہ بنا ہے' چھ ماہ سے بیٹھا ہوا ہے اور جانے کا نام ہی نہیں لے رہا۔فائزہ کیا اجڑ کر آئی تھی ماں کے گھر میں مگر قسمت دیکھو پھر آباد ہو گئی اور حریم کو سب نے پلکوں پر بٹھا لیا ہے' میری بددعا تو عمیرہ کو لگی ہے کیسی خاک ہوئی ہے' بسا بسایا

WWW.PAKSOCIETY.COM

گھر کیسا اُجڑا شوہر نے سوکن کر لی، کوئی بیٹا بھی نہیں پھر بھی کیسی صبر و سکون سے بیٹھی ہے، بیٹے کی ذمہ داریاں رامین اٹھا رہی ہے، خود ہر دوسرے دن نور محل چلی آ رہی ہے، اماں کے ڈنکے جو بج رہے ہیں، آگ لگے ان سب کے گھروں کو جل جائیں کبھی میری نظر بھی تو نہیں لگتی۔“ ان کا دل جل کر سوچ رہا تھا۔

”فہد کے آ جانے سے کیسا خوفناک ماحول ہو گیا ہے نہ میں کہیں جاتی ہوں نہ کوئی آتا ہے، بیٹھے بٹھائے عبیر نے ایک نیا ایشو کھڑا کر دیا ہے۔“ ان کے ذہن پر انگارے برس رہے تھے، سب کو گاڑی سے اترتے دیکھ کر ان کے اندر حسد کی آگ پھیل رہی تھی۔

”کیا ضرورت تھی کرن کو ان کے ساتھ جانے کی، بھائی بیمار ہے، بہن پریشان ہے اور وہ اُتر کر چلی گئی، ہمیں معلوم ہوتا تو میں روک دیتی، احمد نظر نہیں آ رہا۔“ انہوں نے نیچے جھک کر نظر ڈالی تو انہیں درخت کے اندھیرے سائے میں اوپر سے احمد نظر آ رہا تھا جس کی انگلیاں مسلسل سیل

پر حرکت کر رہی تھیں، پھر ان کی نظر رامین کے ہنستے ہوئے چہرے پر گئی تھی۔

”اچھا تو یہ اتنی دیر سے رامین کو میسج کر رہا ہے بے غیرت، بھائی بستر پر پڑا ہوا ہے، بہن کمرے میں بند بیٹھی رو رہی ہے، باپ اپنے کمرے میں بند ہے، ماں کو نیند نہیں آ رہی اور یہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ زندگی انجوائے کر رہا ہے۔“ انہوں نے دوبارہ جھک کر نیچے دیکھا اور پھر پلٹ کر بہت تیزی سے منظور کے کمرے میں آئی تھیں، منظور خاموش بیٹھے سگریٹ پر سگریٹ پھونکے جا رہے تھے۔

”بہت خوب آپ یہاں سگریٹ پر سگریٹ پی رہے ہیں۔“

”پی کیا رہا ہوں بس اپنا خون جلا رہا ہوں، سعدیہ! یہ سب کیا ہے جو ہمارے اطراف پھیلتا جا رہا ہے۔“

”حسد اور آگ جو آپ کے گھر والوں نے لگائی ہے، آئو اس کا ایک رنگ میں تمہیں بھی دکھائوں۔“

"کیا دکھانا چاہتی ہو؟" وہ جلدی سے پاؤں میں سلیپر ڈال کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آئو دیکھو میں جھوٹ نہیں بول رہی، ابھی تو ایک گیا ہے اب دوسرے کی بھی تیاری شروع، نور محل نہیں رنگ محل کے اندر جو رنگ رلیاں ہو رہی ہیں وہ میں تمہیں بھی تمہاری آنکھوں سے دکھانا چاہتی ہوں۔" انہوں نے پانی کا گلاس ہاتھ میں اٹھایا اوربہت تیزی سے ٹیرس پر گئی تھیں ، منظور بھی لپک کر پیچھے گئے تھے۔

"دیکھنا ذرا نیچے نظر ڈالو اپنے بیٹے کو دیکھو ذرا، یہ دیکھو احمد sms کر رہا ہے، دیکھیں آپ اور ذرا غور کریں، وہ دیکھو رامین نے پڑھا اور مسکرائی، وہ چہرہ اس نے دوسری طرف پھیرا، دیکھیں ذرا غور سے پھر احمد کی انگلیاں چل رہی ہیں، پھر رامین نے پلٹ کر سیل پر دیکھا، یہ ہوتا ہے تمہارے گھر میں، یہ سب کچھ ہمارے ماحول میں نہیں ہے اور نور محل والے اسے محبتیں کہتے ہیں۔"

"بس سعدیہ بس۔" بہت غصے سے انہوں نے چہرہ موڑلیا تھا تو سعدیہ نے پکڑا ہوا گلاس بہت زور سے نیچے پھینکا، سب نے ایک ساتھ اوپر کی طرف دیکھا۔

"احمد...! اوپر آئو۔" وہ بہت زور سے چیخی تھیں۔سب مل کر ڈم شیراز کھیل رہے تھے سب کے چہرے ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گئے، لان میں ساری کرسیاں ایک ایک کر کے خالی ہو گئیں، شیزرے تو پہل چیخ کے ساتھ اندر بھاگ کر چلی گئی تھی، باقی سب سر جھکائے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اور احمد سرجھکائے زینہ چڑھتا ہوا اوپر چلا گیا، اس کے پیچھے پیچھے دبے قدموں کرن بھی چڑھ رہی تھی۔

"شاباش میرے بچو! یہاں ہم سب مر رہے ہیں وہاں تم اپنی زندگی انجوائے کررہے ہو، ماں مرے یا بھائی تم ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہنس کر کیسے کھیل رہے تھے۔"

"بس سعدیہ بس، آگے ایک لفظ میں تم سے اس بارے میں نہیں سنوں گا۔"

"کب تک منظور کب تک میرا منہ بند رکھو گے، شکر کرو اکو جیل میں ہے ورنہ وہ تو بہت پہلے سے نور محل کے پرخچے اڑا رہا تھا۔"

"شٹ اپ، تم کیا چیز ہو سعدیہ! میں تمہیں آج تک نہ جان سکا، ایسی باتیں بچوں کی نظرانداز کر دیتے ہیں یہ تو گھر کی باتیں ہیں۔" وہ بہت بے بسی سے مڑ تو گئے تھے مگر انہیں یہ بات اچھی نہیں لگی تھی۔

احمد سر جھکائے ہوئے اپنے کمرے میں دبے قدموں جب پہنچا تو اس کی نظر فہد کے کمرے پر پڑی، لیمپ جل رہا تھا وہ اپنا سر بڑی بے بسی سے پکڑے پیر لٹکائے بیڈ پر بیٹھا تھا، کرن، عبیر کے کمرے میں پھیلی ہوئی چیزیں جو اس نے غصے میں پھینکی تھیں حیرت سے دیکھتی بہت حیران سی بے خبر سوئی ہوئی عبیر کو دیکھ رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سعدیہ کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی، ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ رامین کو کسی پرندے کی طرح نوچ کر پھینک دیں، احمد بھی بہت بے کل سا کروٹیں بدل رہا تھا، اس کے دماغ کی اسکرین پر بالکل فلم کی طرح عبیر کے اور مما کے ڈائیلاگ چل رہے تھے، فہد کا غصے میں بھرا لہجہ تڑپ کر شوٹ کر دینے کی دھمکیاں، عباد مصطفی کا بیچ میں آ جانا یوں لگ رہا تھا پردہ اسکرین پر کوئی فلم چل رہی ہو، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا، ڈم شیراز کھیلتے ہوئے ایک چیخ پر شیزرے کا اندر بھاگنا اور رامین کے ساکت وہ قدم اور جھکا ہوا سر اس وقت اس کے ذہن پر یوں لگا کہ سیاہ بادلوں میں تڑپتی ہوئی بجلی زمین کو روشن کر گئی، ہر طرف گھپ اندھیرا تھا اور دماغ ایک دم بلینک ہو رہا تھا۔

"بابا...! مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا، کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔" وہ بہت زور سے چیخا تھا، فہد تڑپ کر باہر آیا تھا، منظور اپنے کمرے سے نکل آئے تھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

سعدیہ تڑپ کر دوڑی تھیں، کچھ گھر میں ضرور ہے عبیر کی آنکھ کھل گئی تھی۔

"مجھے کچھ ہو رہا ہے ذہن سے ہر چیز مٹ رہی ہے میں کیا کر رہا تھا کیا سوچ رہا تھا مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا۔" وہ بُرے طریقے سے چیخا۔

"بھائی میں تمہارے پاس ہوں، ریلیکس۔" فہد اس سے لپٹ گیا تھا۔

"احمد، احمد! کیا ہوا ہے تمہیں؟" منظور تڑپ کر بیٹے کو کندھے سے لگا چکے تھے۔

"احمد پانی پیو، پانی پیو۔" سعدیہ چیخ رہی تھیں، عبیر تھکے تھکے قدموں سے کمرے کے دروازے سے ٹکی کھڑی تھی۔

"احمد بھائی! آپ پانی پئیں کچھ نہیں ہوا آپ کو، آپ ٹھیک ہیں۔" احمد پسینے میں شرابور تھا، فہد نے تولیہ اٹھا کر اس کا پسینہ پونچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پتہ نہیں فہد! مجھے ایک لمحے کے لیے کیا ہوا تھا مجھے خود نہیں معلوم، بس مجھے یوں لگا کہ جیسے دماغ میں کوئی چیز آ نہیں رہی، مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا سوچ رہا تھا بس یہ سب ایک سیکنڈ میں ہو گیا تھا میں ڈر کر چیخنے لگا تھا۔"

"ریلیکس احمد ریلیکس۔" منظور مصطفی نے پیار سے اس کے سر پر انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا تو اس نے بڑی دکھ بھری نظروں سے مما کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"فہد! لائٹ بند کرو، احمد تم لیٹ جاؤ میں تمہارے پاس ہوں۔" منظور مصطفی بہت پیار بھرے لہجے میں بولے تھے۔

"جائیں آپ سب لوگ۔" فہد کی ایک شعلہ بار نگاہ عبیر کے دل کے اس پار گری تھی، نڈر، بے باک عبیر کا دل بھی تھوڑی دیر کے لیے کانپ گیا تھا، وہ فہد کے سارے تیور جانتی تھی، بچپن سے لے کر آج تک کچھ بھی کرنے کے لیے فہد اپنی جان سے گزر جانے کے لیے بھی تیار رہتا تھا، وہی ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

لمحہ اس وقت بھی بجلی کی طرح کوند کر عبیر کے دل کے اس پار گیا تھا‘ وہ گہری سانس لے کر بڑے گھمنڈ کے ساتھ مڑ تو گئی تھی مگر اندر سے ٹوٹی ٹوٹی‘ فہد کا خوف دل پر دستک دے رہا تھا‘ سعدیہ بھی مڑ کر جا چکی تھیں‘ فہد خاموش کرسی پر بیٹھا تھا‘ منظور مصطفی آہستہ آہستہ احمد کے سر میں انگلیاں پھیر رہے تھے۔

”بابا! آئی لو یو۔“ احمد نے منظور مصطفی کا ہاتھ تھام کر چوما تھا۔

”آئی نو مائی سن۔“ انہوں نے اس کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگایا تو آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور پھر بولے۔

”کیا کروں بیٹا! وہ تمہاری ماں ہے‘ جب تم چھوٹے چھوٹے تھے تو بس یہی دل چاہتا تھا کہ تم چاروں کو لے کر کہیں دور نکل جاؤں لیکن میں ایسا نہ کر سکا‘ تمہاری محبتوں نے میرے قدم تھام لیے اور اب بے بس اور مجبور‘ وہ تمہاری ماں ہے تمہیں برداشت کرنا ہے جیسی بھی ہے وہ تمہاری ماں ہے۔“ وہ دکھ سے اپنا چہرہ پھیر گئے۔احمد باپ کی انگلیوں سے انگلیوں کو

الجھائے یوں لیٹا تھا کہ گویا نیند میں چھوڑ کر پھر کہیں چلے جائیں گے اور آنکھ کھلے گی تو وہ دادو کے بیڈ پر لیٹا ہو گا اور عذرا جو اس کی تائی اماں تھیں اسے جھک کر چوم رہی ہوں گی۔

”پریشان مت ہو‘ مما جلدی گھر آ جائیں گی۔“ بس دماغ کی اسکرین پر پھر کوئی یاد کا لمحہ چمکا تو اس نے گھبرا کر اپنی گرفت منظور کے ہاتھ پر سخت کر دی اور تڑپ کر بولا۔

”بابا! مجھے چھوڑ کر مت جایئے گا۔“

”کبھی نہیں‘ تم آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ۔“ انہوں نے ماتھے پر اس کے پیار کیا۔

”نہیں بابا! آنکھ بند کرتا ہوں تو تصویریں چلنے لگتی ہیں لائٹ جلا دیں نیند آئے گی تو خود ہی سو جاؤں گا۔“ فہد نے اٹھ کر لائٹ آن کی تھی۔

"بھائی! میں ہوں ناں تمہارے پاس، بابا کو جانے دو، یہ دیکھیں آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میچ کی ریکارڈنگ۔" اس نے ریموٹ سے ڈی وی ڈی کو آن کر دیا تھا۔

"نہیں فہد! بڑا ڈر لگ رہا ہے پتہ نہیں مجھے اس وقت کیا ہوا تھا۔" وہ منظور مصطفیٰ کے جانے کے بعد بولا تھا۔

"لیو اِٹ، کچھ نہیں ہوا ڈونٹ تھنک، بھول جائیں ہوتا ہے کبھی کبھی، مجھے بھی اکثر ایسا ہو جاتا ہے تھکن سے، تم کہو تو میں چائے بنا کر لاؤں!"

"کیوں تم کیوں بناؤ گے، کیا نوکر سارے مر گئے ہیں اس گھر کے۔"

"بھائی میرے رات کے چار بجنے والے ہیں صبح ہونے کو ہے۔" فہد ہنسا۔

"ارے ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا تھا اور ساتویں شہزادی تو نیچے نور محل میں سو رہی ہو گی، فہد تمہیں دادو کی وہ کہانی یاد ہے جب دیو اُڑتا ہوا آیا اور محل میں لگے ہوئے پنک کلر کے گلاب کو توڑ کر جب وہ اُڑ گیا اسے معلوم

تھا کہ اس میں ایک شہزادی قید ہے۔" تو فہد کو بھی بہت زور کی ہنسی آئی تھی۔

"ہاں میرے بھائی یاد ہے، تم سمجھتے ہو کہ میں دیو تھا جو اس پھول کو اُڑا کر لے گیا اور پھر بڑی خوبصورت شہزادی نمودار ہوئی تھی یہ کہانی تو سب کو یاد ہو گی، عباد بھائی بڑے تھے وہ کہتے تھے نو دادو آپ بے وقوف بنا رہی ہیں۔" فہد مصطفیٰ کئی دنوں کے بعد آج احمد کے سامنے دل کھول کر ہنسا تھا۔

"فہد! تم ہنستے ہوئے اچھے لگتے ہو اس وقت تم آئینے میں اپنا چہرہ دیکھو۔" تو فہد نے مڑ کر ڈریسنگ ٹیبل پر مڑ کر اپنا چہرہ دیکھا۔

"کیا کروں بھائی اپنا چوکھٹا ایسا ہے کہ رعب رکھنا پڑتا ہے، ہنستا ہوا میں بیوقوف لگتا ہوں" وہ ہنسا۔

"یہ کس بیوقوف نے تم سے کہا۔" احمد سوچ کر بولا۔

"یہ میری اپنی سوچ ہے بھائی!"

”نہیں فہد نہیں، رک جائو اس وقت پھر اسکرین کی طرح دادو کی کہانی میرے ذہن پر چل رہی ہے۔“ تو اس کے ماتھے پر پسینے پھوٹنے لگے۔

”آپ سوچ رہے ہوں گے ناں۔“ فہد نے جلدی سے ریموٹ سے چینل بدل دیا۔

”نہیں فہد! یہ خودبخود ہوا میں نے ایسا نہیں سوچا، تمہیں یاد نہیں ہے کہ بچپن میں بھی مجھے ایسا ہوتا تھا، مما اور بابا کی نوک جھوک کی آواز میرے کانوں میں آنے لگتی تھی جب میں کلاس میں ہوتا تھا اور ڈسٹرب ہو جاتا تھا اور ٹیچر کی آواز سمجھ میں نہیں آتی تھی، پھر مما اور بابا ہم سے چھپ کر لڑتے تھے، یاد آیا تمہیں لیکن آوازیں تو پھر بھی آتی تھیں۔“

”چلیں چھوڑیں گزری باتوں کو، ہم کسی اور ٹاپک پر بات نہیں کر سکتے۔“ فہدنے گفتگو کو موڑ دیا تھا۔

”اب تو اذان ہو رہی ہے۔“ اس نے سامنے والی ونڈو کھول کر اسٹریٹ میں جھانکا جہاں پر گہری خاموشی اور اضمحلال طاری تھا اور دل کے اندر اس سے گہرا اندھیرا۔

......☆☆☆......

الارم لگا کر رامین جلدی اٹھی تھی آج ہفتہ تھا رامین کی کلاس تقریباً پونے دس بجے تھی وہ نو بجے سے ہی احمد کو بار بار sms کر رہی تھی اور ساتھ ہی مس بیل بھی مگر اس کا سیل بند مل رہا تھا وہ کئی بار لان کے چکر لگا چکی تھی، تب نانو ہنس کر بولیں۔

”منظور جب نماز پڑھنے آیا بتا رہا تھا کہ رات احمد کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی وہ سو رہا ہے، الارم ہم نے بند کر دیا ہے وہ آج کوچنگ نہیں جائے گا، تم ڈرائیور سے کہووہ تمہیں چھوڑ آئے گا واپسی پر تمہیں کوئی پک کر لے گا اور ہاں اِدھر ہی آ جانا میں آج تمہاری اماں کو جانے نہیں دوں گی کل ویسے بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اتوار ہے تم چھٹی نانو کے ساتھ گزارو۔" وہ بہت پیار بھرے لہجے میں رامین سے مخاطب تھیں۔

"نانو! آپ کو پہلے بتانا چاہیئے تھا میں تو احمد کے انتظار میں آل ریڈی 10 منٹ لیٹ ہو گئی۔" وہ جلدی سے بیگ اٹھا کر گیٹ کی جانب بڑھی۔

"اللہ حافظ نانو! امی کو بتا دیجیے گا۔"

عمیرہ قرآن پڑھ کر اسی طرف چلی آئی تھیں' عذرا بھی ناشتے سے فارغ تھیں۔

"آئیں بیٹھیں بھابی آپ' مجھے آپ لوگوں سے ایک بات کرنی ہے۔" عمیرہ بڑی بھابی سے بولیں تو وہ مسکرا کر بولیں۔

"اچھا دیکھیں اماں! اب عمیرہ بھی ہم سے کوئی بات شیئر کرنے ہی لگیں' کوئی خوشخبری کی بات کرنا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہاں بس یونہی سمجھ لیں بھابی! اماں دراصل ایک رشتہ آیا ہے ٹھیک ٹھاک لوگ ہیں ربیعہ کو پسند کر کے گئے ہیں' دو بار آ چکے ہیں' ہم نے اپنی طرف سے تو تسلی کر لی ہے پھر بھی سجاد بھائی اور آپ سب مل لیں تو اچھا ہے۔"

"کیا... کیا کہا تم نے؟" اماں کھٹاک سے پاندان بند کرتے ہوئے بولیں۔

"یہی کہ ربیعہ کا رشتہ آیا ہے۔"

"کیوں بھئی پہلے رامین پھر ربیعہ' تم بولیں نہیں منہ سے' کیا ہو گیا ہے عمیرہ تمہیں' تم بھول گئیں کتنے رشتے آئے تھے فائزہ کے لیے مگر میں نے کہا کہ پہلے میری عمیرہ بعد میں فائزہ۔" اماں حیران سی بیٹھی تھیں۔

"وہ تو ٹھیک ہے اماں! لیکن اب وقت بدل چکا ہے چار بیٹیاں ہیں اگر میں یہی سوچتی رہی تو کل بشریٰ' رامین سے بڑی لگ رہی ہو گی اور ویسے بھی اماں' رامین ابھی نہیں چاہتی' وہ مجھ سے یہی کہتی ہے کہ دو ایک سال اور رُک جائیں۔"

"دل تو ہمارا بھی یہی چاہتا ہے کہ رامین ایک دو برس اور ہمارا انتظار کرے، میرے دل کی خواہش ہے کہ میں احمد کے لیے اُسے لے لوں، میں منظور سے بات کروں گی۔" تو عذرا مسکرا کر بولیں۔

"ویسے اماں! مجھے احمد کی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ رامین کو پسند کرتا ہے، آپ ابھی ذرا وقت کو گزرنے دیں، ابھی نہ بولیں، ابھی ذرا فہد کی بات تو دب جائے پھر آپ یہ بات نکالیں، اتنے میں ربیعہ بھی نبٹ جائے گی۔"

"کہتی تو تم ٹھیک ہو بڑی دلہن! تمہارا مشورہ ویسے بہت اچھا ثابت ہوا ہے اب دیکھو عباد کیسے چھ مہینوں سے ٹکا ہوا ہے، نہ جاب نظر آئی نہ وہ امریکن یاد آئی، بھول گیا ناں، تم یہی کہتی تھیں کہ اماں ایک بار وہ پلٹ آئے اور حریم کا بن جائے پھر دیکھیں سب بھول جائے گا، تو ٹھیک ہے عمیرہ تم اپنی بھابی کی بات کو مان لو اور ہاں عمیرہ زیور کی طرف سے اطمینان رکھو وہ نانو کی طرف سے سیٹ ہو گا۔"

"بالکل اماں بالکل اور ہم نے اور سجاد نے بھی یہ فیصلہ کر کے رکھا ہوا ہے کہ جتنی بھی بیٹیاں ہیں فیملی کی سب کا بیڈروم سیٹ سجاد دیں گے، یہ الگ بات ہے منظور اور مسعود اگر کچھ دینا چاہیں تو وہ الگ دیں مگر ہم فرنیچر ہی دیں گے۔" تو عمیرہ بہت مطمئن سی ہو کر بولیں۔

"اماں! اچھے لوگ ہیں لڑکے کا نام فیصل ہے اس کی بھابی رامین کی کلاس فیلو تھی، دو بڑی بہنیں ہیں جن کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی، باقی سب لوگ پڑھے لکھے شریف ہیں اور کھاتا پیتا گھرانہ ہے، لڑکے کی اچھی خاصی جاب ہے صورت شکل بھی اچھی ہے، اماں ہم نے تو ہر طرح سے اطمینان کر لیا ہے، بس آپ لوگوں کے فیصلے کی دیر ہے۔"

"تو بسم اللہ، جب ماں مطمئن ہو جائے، جب ماں کا دل گواہی دے تو آگے بات بڑھائو، ویسے دیکھ بھال اچھی طرح کروا لینا عمیرہ۔"

"اماں! ہم تو ہر طرح سے مطمئن ہیں۔" وہ پرسکون لہجے میں بولیں۔

”دیکھا اماں! عمیرہ آپا نے بات طے کر لی اب آخر میں آپ کو بتا رہی ہیں۔“ فائزہ ہنس کر پٹ سے بول پڑیں تو جھٹ سے عمیرہ بولیں۔

”کیوں اماں! آپ نے ہی تو کہا تھا کہ جب رشتہ آئے تو خاموشی سے دیکھ بھال کرو، پھر بتلائو دوسروں کو، اب فائزہ میں کس کس کو بتلاتی پھرتی، کتنے رشتے آئے کبھی وہ ہمیں ناپسند کر گئے، کبھی ہمیں پسند نہیں آئے، اب سب سے پہلے یہ بات میں نے اماں کے سامنے نکالی ہے، تو ٹھیک ہے اماں پھر ہم انہیں تاریخ دے دیں؟“ عمیرہ بولیں تو عذرا بھابی جلدی سے بول پڑیں۔

”عمیرہ! بچوں کے امتحان دھیان میں رکھنا اور تاریخ لینے والے دن بھی۔“ عذرا بھابی بولی تھیں۔

”ہاں، ہاں بھابی! رامین آ جائے تو سب تفصیل خود طے کر دے گی۔“ وہ جلدی سے بولیں۔

”دیکھ لو آپا! اگلے مہینے 25 سے ریشمین اور ردا کے پیپر ہونے والے ہیں۔“

”میں کہہ تو رہی ہوں کہ رامین آ جائے تو پھر خود سب مل کر فیصلہ کر لیں گے۔“

”ویسے عمیرہ! ایک بات بتائو تم، بیٹی کا معاملہ ہے بہتر ہے کہ تم ہم لوگوں کے بجائے چچا اور تایا کو انوالو رکھو تو اچھا ہے کل کو کوئی الزام دے دیں گے کہ تمہارے میکے والوں نے ٹھیک طرح سے دیکھ بھال نہیں کی، مجھے اظہر الدین پر بھروسہ نہیں ہے بیٹا۔“

”وہ تو اماں ایسے لاتعلق سے رہتے ہیں جیسے ان کی بیٹیاں نہیں صرف ہماری ہی بیٹیاں ہیں۔“ عمیرہ کا لہجہ افسردہ سا تھا۔

”آپا! آپ فکر کیوں کرتی ہیں، دیکھنا ایک دن اظہر بھائی لوٹ آئیں گے، اولاد، اولاد ہوتی ہے دوسرے کی اولاد سے کب تک وہ اپنا دل بہلائیں گے آخر ایک دن دوسری کے پاس سے پہلی کے پاس لوٹیں گے۔“ فائزہ نے بہت محبت سے اپنی بہن عمیرہ کا دل رکھا تھا، چونکہ اظہر الدین نے چار بیٹیوں کے باوجود دوسری شادی کر رکھی تھی اور وہ وہیں رہتے تھے لیکن ان

کی بدنصیبی کہ دوسری عورت سے کوئی اولاد نہیں تھی' لوٹنے کی بس یہی ایک امید تھی جس پر فائزہ نے عمیرہ کے دل کو خوش کرنے کے لیے بولا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو فائزہ! اب تو کبھی کبھار آنے لگے ہیں لیکن بچیوں اور ان کے درمیان ایک اجنبیت کی دیوار حائل ہے' جب وہ آتے ہیں تو ایک ایک کر کے سب اِدھر اُدھر ہو جاتی ہیں' صرف رامین بیٹھی رہتی ہے وہ بھی جی ابا' جی ابا کہتی رہتی ہے' زیادہ دیر بیٹھ جائیں تو بشریٰ اور راحمہ بعد میں کہتی ہیں کیوں آئے تھے؟ کس کے لیے آئے تھے؟ ہم لوگوں کو جلانے کے لیے' خود گاڑی میں ان لوگوں کو لیے لیے پھرتے ہیں اور ہم لوگ بسوں میں مارے مارے پھرتے ہیں' دل چاہتا ہے کہ کسی دن جا کر گاڑی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔" وہ آہستہ سے بول کر چپ ہو گئیں۔

"ظاہر ہے آپا! بچیوں کے دل تو جلتے ہوں گے مگر آپ کے اندر جو صبر ہے تو آپ دیکھنا کہ اللہ نے چاہا وہ آپ کے ہو جائیں گے۔" فائزہ بولی تھیں۔

"پتہ نہیں فائزہ! زندگی کے 17 سال گزر گئے بشریٰ اس وقت دو سال کی تھی۔" عمیرہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"خیر چھوڑو تم لوگ اس بات کو وہ اس کا شرعی حق تھا تو اس میں اتنا ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔" اماں۔

"اماں! ناراض کون ہے مگر انصاف سے تو چلتے اظہر بھائی۔" فائزہ اندر سے تلملا کر بولیں تو اماں نے آنکھ کے اشارے سے بات کا رُخ موڑ دیا تھا۔

"اماں! آج میرا کوکنگ کرنے کا بالکل ارادہ نہیں ہے' میں کک کو دوپہر کے لیے بریانی کا بول کر آئی ہوں' فائزہ اور عمیرہ کے لیے کچھ باہر سے منگوا لیں گے' میرا موڈ تو صرف باتیں کرنے کا ہو رہا ہے۔" عذرا ہنس کر بولیں تو فائزہ بول پڑیں۔

"کوئی بات نہیں بھابی جان! آج باتوں سے پیٹ بھر لیں گے۔" تو عمیرہ اداس لہجے میں بھی ہنس پڑیں۔

......☆☆☆......

سعدیہ نے بہت پیار سے کرن کو سمجھایا تھا ایک دو دن وہ عبیر کے ساتھ گھر پر رک جائے اور کالج نہ جائے لیکن وہ عبیر کو سمجھانے میں ناکام ہو چکی تھیں لیکن عبیر کی ضد تھی کہ وہ کالج جائے گی اور فہد کی بات نہیں سنے گی۔

''مما! وہ ہوتے کون ہیں مجھے روکنے والے' وہ بھائی ہیں صرف بھائی بن کر رہیں' وہ باپ بننے کی کوشش نہ کریں۔'' وہ غصے سے بپھری ہوئی کھڑی تھی۔

''میں تمہارے ساتھ ہوں فی الحال تم دو دن تک کالج نہیں جاؤ گی۔''

''مما! آپ کیسی باتیں کرتی ہیں' اگر میں نے ان کی بات آج مان لی ناں تو وہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے جو انہوں نے آپ کے ساتھ کیا' آپ مت ڈریں ان سے' انہوں نے پہلے آپ کو بلیک میل کیا' انہوں نے آپ کو بیوقوف بنایا ہے مما ضد کا ناٹک کھیلا ہے اور آپ لوگ ڈر گئے لیکن

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں ڈرنے والی نہیں ہوں' اگر وہ شیزرے کو لا کر کھڑا کر سکتے ہیں تو میں بھی ان کی بہن ہوں' میں بھی سامیر کو لا کر کھڑا کر سکتی ہوں۔''

''عبیر میری جان! تم سمجھنے کی کوشش کرو' وہ بیمار ہے اس وقت۔''

''سو واٹ کہ وہ بیمار ہیں' آپ بھی ہاسپٹل میں تھیں آپ کی غیر موجودگی میں وہ شیزرے کو گھر لائے تھے پھر... میں بھی وہ ڈرامہ کھیل سکتی ہوں لیکن دراصل ہمارے اور سامیر کے درمیان ایسا کچھ نہیں ہے کہ میں اتنا انتہائی قدم اٹھاؤں۔''

''تو پھر... کیا تعلق ہے تمہارا سامیر سے؟''

''کسی حد تک وہ مجھے پسند کرتا ہے اور میں بھی اُسے پسند کرتی ہوں مما! لیکن ابھی تک ہم نے فیوچر پر ڈسکس نہیں کیا۔''

''پھر کیا پرابلم ہے تمہارا؟''

''وہ آپ نہیں سمجھ سکتیں۔''

"کیوں نہیں سمجھ سکتی میں۔" وہ عبیر کا ہاتھ پکڑ کر کاریڈور کی طرف گئی تھیں۔

"دیکھو بیٹا! یہ جو تمہارے اپنے ہیں۔" انہوں نے اشارہ نیچے کی طرف کیا۔

"سب ہمارے حال پر ہنسیں گے تمہاری ماں کا مذاق اڑائیں گے اور کچھ نہیں۔"

"تو مما! اس خوف سے آنکھیں بند کر لوں، فہد بھائی سے ڈر جاؤں، آپ کیا چاہتی ہیں میں گھر بیٹھ جاؤں۔"

"نہیں میں یہ نہیں چاہتی، بس میں یہ چاہتی ہوں کہ دو چار دن میں سب ٹھیک ہو جائے میں تمہارے ساتھ ہوں، میرا یقین کرو عبیر! تم جو کہو گی وہی ہو گا، اگر تمہیں سامیر پسند ہے تو وہ مجھے بھی پسند ہے میں تمہیں پورا سپورٹ دوں گی، بس اس وقت تم خاموش ہو جاؤ اور تم دیکھو کہ میں کیسا فہد کو نیچا دکھاتی ہوں، تم کیا سمجھتی ہو کہ میں سب بھول گئی جو اس نے کیا ہے، نہیں عبیر نہیں، میں نے وقتی طور پر خاموشی اختیار کر لی ہے، اتنے

گہرے زخم لگے ہیں یہ میں جانتی ہوں جو فہد نے کیا ہے ناں میرا بھائی دو دن تک پلنگ سے نہیں اٹھ سکا یہ سن کر وہ ہارٹ کے پیشنٹ ہیں یو نو، وہ امریکہ جانے والے ہیں علاج کے سلسلے میں، شایان کا تو کوئی مسئلہ نہیں ہو گا مگر وردہ کا ویزا نہیں لگ سکتا، وہ یہیں رہے گی تو ہم نے یہ حل ڈھونڈا تھا کہ ہم فہد کے لیے اُسے لے آئیں گے، میں اپنے بھائی کے سامنے نظریں نہیں اٹھا سکتی، میں اس لڑکی کو اتنی ذلت اتنی رسوائی دوں گی کہ اس کے خواب سب بکھر جائیں گے میں اُسے ریزہ ریزہ کر دوں گی مگر فہد کی نہیں ہونے دوں گی، بے شک وہ نکاح کر کے اس گھر میں داخل کر چکا ہے مگر اسے طلاق دینی ہو گی اور تم میر اساتھ دو گی عبیر۔"

"وہ کیسے مما!" وہ حیران سی بیٹھ گئی۔

" اگر تم اسے اتنی پیاری ہو تو پھر اُسے شیزرے کو چھوڑنا ہو گا۔"

"لیکن مما! یہ بات نہیں ہے وہ کسی صورت شیزرے کو ڈائیورس نہیں کریں گے۔"

"کرے گا وہ بس تمہیں اسٹرانگ بننے کی ضرورت ہے' اب جب بھی کبھی تمہارا یہ ایشو نکلے گا تم اس وقت میرا ساتھ دو گی' میں احمد سے اس سلسلے میں بات کروں گی تم آرام سے تھوڑا وقفہ دو میری خاطر' دیکھتی ہوں اس کا ری ایکشن کیا ہوتا ہے' تمہیں نہیں معلوم کہ وردہ نے وہاں بھائی کی زندگی میں کتنے مسائل پیدا کر دیئے ہیں' پہلے تو وہ فہد کے نام پر چپ ہو جاتی تھی اب وہ کھلے عام شوبی کے ساتھ گھومتی ہے' ماڈلنگ کا بہانہ کر کے گھر سے نکل جاتی ہے' شکر کرو ان دنوں شایان شوٹنگ کے سلسلے میں بینکاک گیا ہوا ہے ورنہ وہ تو شوبی کے ساتھ بہت دور نکل گئی ہے' بھائی بیمار ہیں اور بھابی اس کی غلطیوں پر پردہ ڈالتی ہیں' وہ شوبی کے ساتھ مل کر ڈرنک کرتی ہے' بھائی کہہ رہے تھے کہ اگر فہد نہیں تو احمد سے وردہ کی بات کر لوں' اب میں بات کیا کروں گھر میں تو تمہاری کہانی چل رہی ہے' یہ اودھم بازی' مار دھاڑ' شور ہنگامہ سب کچھ اچھا نہیں لگتا' میں نہیں سمجھتی کہ احمد میری بات اتنی آسانی سے مان جائے گا ہاں البتہ فہد کی زندگی سے یہ شیزرے نکل جائے تو میں کچھ کر سکتی ہوں اور بات یہ بھی ہے عبیر کہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وردہ فہد کو پسند بھی کرتی ہے' احمد کا تو وہ ہمیشہ مذاق بناتی ہے۔" تو عبیر چونک کرماں کو دیکھنے لگی۔

"بہت مشکل ہے مما! وہ اس لیے کہ میں سامیر سے دستبردار نہیں ہو سکتی کسی بھی قیمت پر' اب آپ سے میں کوئی بات نہیں چھپا سکتی' دراصل مما! سامیر کے پیرنٹس باہر رہتے ہیں اور میں اس سے کمیٹڈ ہوں' ایک سال کے بعد ہم دونوں شادی کر لیں گے لیکن مما اس سے پہلے ہمیں ایک دوسرے پر..." کچھ کہتے کہتے اس کی زبان رُک گئی لیکن اس وقت سعدیہ اپنے مسائل میں اتنی الجھی ہوئی تھیں کہ وہ کچھ نہ سمجھ سکیں۔

"دیکھو عبیر! اس وقت جو ہمارے دل میں آگ لگی ہے تم اسے بجھا دو۔"

"مما! آگ تو میں اس دن بجھا دوں گی جس دن بھی فہد بھائی نے سامیر کو ہاتھ لگایا اور میں کالج جا رہی ہوں وہ مجھے نہیں روک سکتے اور ڈریں مت' یہ ڈراتے ہیں اگر آج میں نہیں گئی تو پھر نہیں جا سکوں گی یہ میں آپ کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

لکھ کر دے دوں۔" اور پھر واقعی یہ سچ ہوا' عبیر کی فیلنگ بڑی اسٹرانگ تھی' واپسی پر وہ ڈرتے ڈرتے گھر میں داخل ہوئی تھی مگر فہد نے کوئی نوٹس نہیں لیا تھا' شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ رات احمد بہت اپ سیٹ ہوا تھا' عبیر اپنا بیگ رکھ کر کچن میں کھانا لینے آئی' کھانا لیتے ہوئے اس نے کئی بار پلٹ کر احمد کے کمرے کی طرف دیکھا' روم بند تھا اور بڑی گہری خاموشی' اس نے اشارے سے ماں سے فہد کے بارے میں پوچھا تووہ سر ہلا کر خاموش ہو گئیں۔

" مما! ان کو علم ہے کہ میں کالج گئی ہوں یا نہیں؟"

"اس کے علم میں ہے یہ بات' اس نے بوا سے پوچھا تھا کہ عبیر کیا کر رہی ہے' پھر اس کے بعد کچھ نہیں بولا' ویسے بھی اب میں نہیں چاہتی کہ شور ہنگامہ ہو' تمہارے بابا بتا رہے تھے اب میں کیا کروں' کچھ سمجھ میں نہیں آتا' تھوڑی فہد کی طبیعت ٹھیک ہو جائے میں گیدرنگ رکھنا چاہتی ہوں تاکہ

یہ لوگ دیکھیں کہ میرا احمد کس مقام پر پہنچا ہے۔" سعدیہ آہستہ سے بولی تھی۔

"مما! میں بھی یہ سوچ کر خاموش ہو گئی ہوں کہ جب تک فہد بھائی ہیں میں وقت پر گھر آ جایا کروں گی اور سامیر بھی زیادہ فون نہیں کرے گا۔"

"گڈ! میں بھی یہی چاہتی ہوں جو کچھ کرنا ہے خاموشی اور محبت سے کرو' جیسی تمہاری دادی اور پھوپھیاں کرتی ہیں' اب میں بھی وہی رول ادا کروں گی' میں یہی تاثر دے رہی ہوں کہ اگر میرے بیٹے کی پسند شیزرے ہے تو ٹھیک ہے بس ایک بار فہد ٹھیک ہو کر واپس اپنی ڈیوٹی پر چلا جائے تو میں نے پھر شایان سے کہہ کر اس کو ذلت و رسوائی کے گڑھے میں نہ اتار دیا تو میرا نام سعدیہ کاظمی نہیں۔"

"رہنے دیں مما! الٹے سیدھے پروگرام بنا کر بیٹھ جائیں گی' پہلے کیا ذلت و رسوائی کم ہوئی ہے' وہ سب آپ نے کیا تھا۔"

"ارے چھوڑو' وہ سب اِکو کا کیا دھرا تھا' بس یہی میری غلطی تھی کہ میں نے اس کو اپنے راز میں شامل کر لیا تھا حالانکہ عزیز اللہ خان نے مجھ سے کہا تھاکہ بیگم صاحب پہلے اِکو کا بندوبست کریں یہ بہت ہلکے پیٹ کا ہے لیکن میں اس کو زیادہ نہ سمجھ سکی' بہرحال اب ایسا نہیں ہو گا شیزرے کو تو جانا ہے میرے بیٹے کی زندگی سے ورنہ میری بیٹی کی زندگی میں بھی سامیر آ کر رہے گا' دیکھتی ہوں کیا کرتا ہے فہد۔"

"گڈ مما گڈ' آپ تو بہت انٹیلی جنٹ ہو گئی ہیں۔" اس نے اپنی ہتھیلی ماں کے سامنے پھیلا دی تو سعدیہ نے پیار سے اس کے ماتھے کو چوم لیا۔جب وہ ٹیبل پر بیٹھی کچھ کھا رہی تھی تبھی فہد اٹھ کر اس کی جانب آیا تھا' دل دھڑ دھڑ تو عبیر کا کر رہا تھا مگر بظاہر وہ بڑی مطمئن سی کانٹے اور چمچے سے چاول کھا رہی تھی' فہد کرسی کھینچ کر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا تو عبیر نے جلدی سے پانی کا ایک گھونٹ لیا۔

"دیکھو عبیر! میں تمہارا دشمن نہیں تمہارا بڑا بھائی ہوں' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کہ تم کالج نہ جاؤ مگر تمہیں بہت ہوش مندی سے عقلمندی سے یہ سب فیس کرنا ہے' بات پسند اور ناپسند کی نہیں ہے یہ بات اتنی اہم ہے کہ اس کو تمہارے بابا برداشت نہیں کر سکیں گے اور جب تمہارے بڑے پاپا کو پتہ چلے گا تو وہ ایک پل زندہ نہیں رہیں گے' تم سامیر کے علاوہ کسی اور کے ساتھ ہوتیں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوتا' وہ اچھے لوگ نہیں ہیں' ابھی تم ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں جب جان لو گی ناں تو تم خود ان سب سے دور ہو جاؤ گی۔" فہد کے پیچھے کھڑی ہوئی سعدیہ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ لی تھی کہ تم اس وقت چپ رہو' وہ بھی بڑی دانشمندی سے گھونٹ گھونٹ پانی پیتی رہی اور بہت مطمئن سی ہو کر بولی۔

"مجھے اچھے اور بُرے کی خود بھی تمیز ہے بھائی! سامیر میرا بہت قریبی دوست ہے۔"

”یہ بات نہیں ہے عبیر! تم ان کے بارے میں ابھی کچھ نہیں جانتیں، ان کی روٹس بہت گہری اور تکلیف دہ ہیں۔“

”میں فیس کرنا جانتی ہوں، آپ میری فکر نہ کریں۔“

”دیکھو عبیر! میں بالکل تم پر رعب نہیں ڈالنا چاہتا نہ ہی سامیر سے میری کوئی دشمنی ہے، میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم سامیر سے ملنا چھوڑ دو، میں تمہارا ایڈمشن دوسرے کالج میں کروا دیتا ہوں۔“

”نو، یہ میرا بی بی اے کا فائنل ہے، تھینکس فار دیٹ۔“ وہ کھانے کی پلیٹ آگے بڑھا کر غصے سے آگے بڑھ گئی۔

”دیکھا مما! آپ نے اس کا انداز۔“ فہد نے ماں کو مخاطب کیا تھا۔

”میں سمجھا لوں گی فہد! تم یہ سب مجھ پر چھوڑ دو۔“ سعدیہ نے غصے سے پیر پٹختی ہوئی عبیر کو دیکھا تھا۔

”مما! آپ سمجھنے کی کوشش کیجیے، سامیر کو تو میں دو منٹ کے اندر اس کے راستے سے ہٹا سکتا ہوں مگر اب میں ایسا گھر میں کچھ نہیں چاہتا، یو نو احمد کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، وہ بہت حساس نیچر کا انسان ہے، آپ ماں ہیں بہتر جانتی ہیں، میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے یہاں کچھ ہو۔“ فہد نے احمد کو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا اس لیے اس نے اپنا لہجہ بہت آہستہ کر لیا تھا۔

”اگر ایسا ہے فہد! تم اتنے ہی سمجھدار ہو تو یہ عبیر کی سرکشی صرف تمہاری وجہ سے ہے فہد! میں روکنے کی کوشش کرتی ہوں تو وہ مجھے تمہارا طعنہ دیتی ہے۔“

”دیکھ رہے ہیں بابا آپ مما کو۔“ وہ ماں کے بجائے باپ سے مخاطب ہوا تھا۔

”فہد!“ وہ کرسی کھینچ کر فہد کے قریب بیٹھ گئے تھے۔

”ہم نے سامیر کے بارے میں بہت غور کیا اور اس نتیجے پر ہم پہنچے ہیں کہ اگر عبیر، سامیر کو پسند کرتی ہے تو ہم اس کی شادی کر دیتے ہیں۔“

"نو بابا! یہ بات نہیں ہے۔" وہ یہ کہہ کر بڑی بے بسی سے کھڑا ہو گیا تھا' احمد مصطفی قریب آیا تب تک وہ اپنا موڈ بدل کر ہنس کر پوچھنے لگا تھا۔

"آج آپ کافی دیر تک سوتے رہے' میں نے آپ کا سیل آف کر دیا تھا۔"

"لیکن آج بہت اہم پیپر چیک کرنے تھے' انٹر کے بچوں کے فائنل ہو رہے ہیں۔" احمد بولا۔

"خیر جو بھی ہو میں نے آپ کے انسٹیٹیوٹ فون کر دیا تھا' وہ تو میرے فون پر ہی "جی' جی" کرنے لگے' آخر لوگ مجھ سے خوفزدہ کیوں رہتے ہیں' کیا میں اتنا خوفناک لگتا ہوں۔" اس نے اپنی بڑی ہوئی شیو پر ہاتھ پھیرا تو احمد کو اس کی اس ادا پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔

"میں تو تمہاری میڈیسن لے کر تمہارے روم میں گیا تھا۔" احمد ہتھیلی کھول کر گلاس میں پانی دیتے ہوئے بولا۔

"کب تک رکھیں گے احمد بھائی ہمارا خیال' بس ایک ہفتے کے بعد پھر مجھے چلا جانا ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں جانے کی' تم مزید چھٹیاں لے لو' یہاں تمہارا چیک اپ ہو رہا ہے' تمہاری ٹانگ کا زخم ابھی بھرا نہیں۔" منظور مصطفی بیٹے کی بات سن کر تڑپ کر بولے تھے۔

"بابا! آپ ہمیں کب تک بچائیں گے۔"

"بس فہد! ایک لفظ مت بولنا' کیا ہو گیا ہے فہد تمہیں' کیوں اتنے اداس لہجے میں بول رہے ہو۔" احمد تڑپ کر پھر قریب آ گیا تھا۔

"میں تمہیں کسی قیمت پر نہیں کھونا چاہتا' کوشش کرو کہ تمہارا ٹرانسفر واپس کراچی ہو جائے اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے تمہاری ماں سے بھی بات کروں گا کہ ہم اپنے بچوں کی مرضی کے خلاف نہیں جائیں گے۔" منظور مصطفی کا لہجہ اداس سا تھا۔

"ارے بابا! آپ کیا ہمیں دوبارہ نور محل میں لانا چاہتے ہیں؟ یہ ناممکن ہے اگر ایسا اب ہوا تو ریزائن کر کے میں ملک ہی چھوڑ کر چلا جاؤں گا' بابا میں

فیڈ اپ ہو گیا ہوں، میں معاشرے کی ناہمواریوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔"

فہد بولا تو منظور تڑپ کر بولے تھے۔

"فہد! اب یہ پارٹ آف لائف ہے جسے ایکسیپٹ کرنا ہے، تم معاشرے سے ناانصافی اور کرپشن کو نہیں ختم کر سکتے۔"

"یہی تو بابا دُکھ ہے کہ ہم یہ نہیں کر سکتے، ہم وہ نہیں کر سکتے، ارے بابا ہم سب کچھ کر سکتے ہیں، بس احساس محرومی ہے کہ ہم نے اپنی سوچ بدل دی ہے، ہم خود اس زندگی کا ایک حصہ بنتے جا رہے ہیں۔"

"بس کچھ بھی ہو فہد! اپنی اولاد بہت پیاری چیز ہے، میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا، یہی سوچ کر میں نے عبیر کے بارے میں جو فیصلہ کیا اس پر تم بھی غور کرنا۔"

"بابا! ہم پھر کبھی اس بات پر ڈسکس کریں گے اصل بات کچھ اور ہے۔" فہد کی نگاہیں جھک سی گئی تھیں۔

"کیا بات ہے فہد! تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو، کیا سامیر اچھا انسان نہیں ہے؟"

"میں نے کہا ناں کہ میں پھر آپ سے تفصیلی گفتگو کروں گا، ابھی میں تھوڑی دیر کے لیے نیچے جا رہا ہوں دادو سے ملنے۔"

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے فہد! تم دادو سے فون پر بات کر لو۔" احمد نے اسے روک دیا تھا۔

"بابا! فہد پیٹ میں کوئی درد کی تکلیف بتاتا ہے۔" احمد نے منظور مصطفی کو بالکل بچوں والے انداز میں بتایا تھا۔

"تم سارا چیک اپ فوراً اس کا کروائو۔" منظور مصطفی جلدی سے بولے۔

"کوئی خاص نہیں بابا! یہ تو بہت پرانا درد ہے اکثر مجھے ہوتا رہتا ہے۔"

"یہ تو بے حد تشویش کی بات ہے پھر تو لازمی سارے چیک اپ ہونے چاہئیں۔" منظور مصطفی پھر جلدی سے بولے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

......☆☆☆......

وہ فہد مصطفی ہی کیا جو کسی کی بات پر عمل کرے، درد، تکلیف، زخم شدت کی چوٹیں ان چیزوں کا تو وہ بچپن سے عادی تھا، بچپن میں احمد نے بھاگ کر بتایا تھا۔

"دادو، دادو، فہد کے پیر سے جیپ گزر گئی۔" سب لوگ بھاگ کر آ گئے۔

"لیکن فہد کہہ رہا تھا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا اور اب لنگڑاتا ہوا دھیرے دھیرے آیا ہے۔" گھر میں ایک شور سا مچ گیا تھا، پنجے پر ہلکی سی سوجن تھی اور فہد ہنس کر کہہ رہا تھا کہ مجھے تو کچھ نہیں ہوا، احمد نے بابا کو بتایا۔

"وہاں جیپ والے کو بھی حیرت تھی جب یہ کہہ رہا تھا کہ مجھے تو کچھ بھی نہیں ہوا۔" سارے لوگ اسے گھیرے کھڑے تھے اور فہد کو دیکھ رہے تھے اور فہد ہنس رہا تھا۔

"سچ دادو! مجھے تو کچھ نہیں ہوا۔" سب حیرت سے اُسے دیکھ رہے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نہیں دادو نہیں، یہ جھوٹ بول رہا ہے، یہ شو بازی میں برداشت کر رہا ہے، چہرے سے تکلیف جھلک رہی ہے۔" شیزرے بولی تھی۔

"بالکل سچ نانو! یہ فہد کا بچہ شو بازی میں برداشت کر رہا ہے۔" حریم جلدی جلدی اس کے پائوں گرم پانی سے ٹکور کر رہی تھی، اس دن بھی سعدیہ حسب معمول کسی پارٹی سے بہت لیٹ گھر آئی تھیں، تب اُسے اگنور کر کے وہ اوپر چلی گئی تھیں، نجانے کیوں اس وقت اُسے گہری تکلیف کا احساس ہوا اور آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہہ نکلے تو بڑی ممی نے پیار سے اس کو خود سے لپٹالیا، بڑی ممی کہہ کر وہ سسک پڑا تھا۔

"نہیں فہدی! تم تو بہت بہادر بیٹے ہو، کچھ نہیں ہوا اور یہ اماں کا فقیری نسخہ ہے آٹے میں ہلدی، چینی گھی ڈال کر پکا کر حلوے کی طرح نرم نرم حری نے تمہارے پیر پر باندھ بھی دیا، اب تمہاری تکلیف صبح تک دور ہو جائے گی۔" اس نے جھک کر پیر کی طرف دیکھا تو حریم جھکی پٹی باندھ رہی تھی لیکن اسے اس وقت بھی ماں کی کمی کا احساس بے حد ہوا تھا، کل کا فہد آج

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے تناور درخت کی طرح اپنی ذات کے اندر پھیل چکا تھا' دکھ اور تکلیف پر بھی وہ کسی سے شیئر نہیں کرتا تھا' زخم کی شدت اور بخار کی تپش بھی اُسے نیچے جانے سے نہ روک سکی اور وہ دبے قدموں اوپر سے نیچے اتر آیا تھا۔

بڑے چھوٹوں سب میں ہلچل سی مچ گئی کہ فہد آیا' فہد آیا' اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کہیں کا وہ شہزادہ ہے جو نور محل میں چل کر آیا ہے اور سب اس کے استقبال کے لیے بے چین ہیں۔

"فہد میری جان!" جھٹ عذرا نے اس کے لیے کرسی چھوڑ دی تھی۔

"ارے میرا بیٹا! تو نیچے کیوں اُتر آیا؟" اپنا چشمہ اتار کر اپنی آنکھیں پونچھی تھیں۔

"لو بھئی میں واپس چلا جاتا ہوں' میرے آنے سے دادو رونے لگیں۔" وہ مصنوعی خفگی بھرے انداز میں بولا تو بہت تیزی سے شیزرے اس کے سامنے سے جانے لگی تو اس نے بڑھ کر اس کی کلائی تھامی تھی۔

"لو بھلا کس قدر احسان فراموش ہو تم' ایک تو تم بال بال بچ گئیں مسز عزیز اللہ بنتے بنتے اور اب یوں بھاگ رہی ہو جیسے میں تمہیں کھا جاؤں گا' دیکھیں بڑی می اسے کیا ہوا؟" شیزرے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپائے رو پڑی تھی۔

"لو بھلا اس میں دیکھنے والی کون سی بات ہے' یہ آپ سے منہ چھپا رہی ہیں۔" ندیم بولا۔

"ہیں... مجھ سے' بھئی وہ کیوں' کیا ہوا شیزرے؟" وہ ہاتھ چھوڑ کر بولا' دادو تک اس کی اس بات پر ہنس پڑی تھیں۔

"تم نے اس پر اتنا بڑا احسان کیا ہے رونا کیا' اگر یہ اپنا خون بھی بہا دے تو کم ہے۔" فاطمہ بولیں۔

"ارے خالہ! آپ کیسی باتیں کرتی ہیں میں بھلا شیزرے کا خون بہنے دوں گا' میں نے تو اس کے آنسو بھی نہیں بہنے دیئے۔"

"نہیں بیٹا! تمہارا یہ احسان ہے ہم تمہارے غلام ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں خالہ! ہم نے جو کچھ کیا وہ احسان نہیں ہے' آپ کی محبت اور برسوں کا ہمارا ساتھ تھا پھر بھلا میں کیسے اسے عزیز اللہ کے حوالے کر دیتا' آپ مجھے شرمندہ نہ کریں' بس اب یہ آزادی سے جی سکے گی اس گھر میں رہ سکے گی' بس یہی سوچ کر میں یہ سب کر گزرا۔" سامنے سے جاتی ہوئی شیزرے کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے اور فہد مصطفیٰ کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا اور وہ جو کہہ رہا تھا اس کے جذبات کی عکاسی کر رہا تھا کہ اس کے علاوہ اس کا شیزرے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

"دادو! میں نے اس کو منع کیا تھا کہ یہ نیچے نہیں آئے گا دیکھیں اس وقت بھی اس کو ٹمپریچر ہے۔" احمد نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"دادو! یہاں سب انجوائے کررہے ہیں اور میں اوپر سے نیچے کا نظارہ کر رہا تھا اس لیے میں بھی چلا آیا' مجھے لگتا ہے میرے آنے سے بھائی تھوڑا ڈسٹرب ہو گئے ہیں۔" اس کی ایک اداس سی نظر رامین سے ہوکر احمد کی آنکھوں میں چھبی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مجھ سے زیادہ بکواس نہ کرنا۔" احمد ہنس کر بولا تھا۔

""نہیں بھئی اس وقت کوئی نہیں بولے گا صرف فہد بولے گا۔" فائزہ ہنس کر بولیں۔

"زندہ باد ہماری پھپھو زندہ باد۔"

"بھئی بول بول تو اندر راجہ ہے اس وقت۔" احمد بولا تو تب وہ بھی جلدی سے بول پڑا۔

"میں تو اس نور محل کا شہزادہ ہوں۔" تو ندیم پیچھے کب رہنے والا تھا جلدی سے بول پڑا۔

"تبھی تو دیو کے چنگل سے شہزادی شیزرے کو اڑا کر نور محل لے آئے۔" فہد غصے سے جونہی اٹھا ندیم ہنستا ہوا باہر بھاگ گیا۔

"تو جھوٹ تھوڑی بول رہا ہے۔" حریم دبی دبی ہنسی میں ہونٹ دبا کر بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جی حری جی بول لیجیے آپ بھی‘ سات سمندر پار سے جو سب سے بڑا شہزادہ آیا ہے اس کے بارے میں کیا رائے ہے آپ کی؟" فہد بولا تو وہ بولی۔

"اچھا‘ اچھا زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ..." وہ ہنس کر بولی تو جلدی سے ریشمین بولی۔

"بولیں بولیں آگے جلدی سے فہد بھائی کے بارے میں‘ وہی ناں..." ریشمین انگلی سے فہد کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"اچھا بس کرو تم لوگ‘ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے‘ فہد تم یہاں آکر لیٹ جائو۔" دادو نے اپنے قریب جگہ بنائی۔

"نہیں دادو! میں اوپر بہت پریشان تھا اس وقت یہاں بہتر فیل کر رہا ہوں آپ سب کے درمیان اور جیلس بھی ہو رہا ہوں۔" وہ عمیرہ کو دیکھ کر آہستہ سے مسکرایا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیوں بھئی کیوں جیلس ہو رہا ہے میرا بیٹا!" عمیرہ بہت رسان بھرے لہجے میں بولیں۔

"اس لیے کہ آپ سب نیچے محفل جمائے بیٹھے ہیں اوپر کوئی نہیں آتا۔" وہ درد سے مسکرایا۔

"ارے نہیں بھئی‘ ہم سب سے پہلے تمہارے پاس ہی آئے تھے‘ یہاں اماں ہیں ناں اس لیے یہاں سب اکٹھا ہو جاتے ہیں۔" فائزہ بولیں۔

"نانو جان کی کشش آہستہ آہستہ سب کو اپنی طرف کھینچ لاتی ہے۔" رامین ہنس کر بولی۔

"شاید آپ کو کسی اور کی کشش کھینچ کر لائی ہے۔" فہد نے بڑے شوخ لہجے میں رامین کو چھیڑا تھا۔

"ویسے فہد! تم ہنستے ہوئے بہت اچھے لگتے ہو۔" حریم بولی تو فہد نے مسکرا کر اس کی طرف رُخ کر لیا۔

”بھئی نظر مت لگاؤ میرا بیٹا بہت مشکل سے مسکرایا ہے۔“

”دادو جان! ایسے موقع پر نظر اتارتی ہیں۔“ نورین ہنس کر بولی تو دادو بولیں۔

”میں تو روز ہی اس کی جان کا صدقہ دیتی ہوں۔“

”اوہو تو اب میں سمجھا کہ فہد مصطفیٰ کو یہ دو گولیاں کیسے چھو کر گزر گئیں۔“ وہ دادو کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔

”ارے دو گولیاں کیا تمہیں 10 گولیاں بھی نہ چھو سکیں گی، تم ہم سب کی جان ہو فہد! تین دن تک اس گھر میں کسی نے کھانا نہیں کھایا جب تک کہ تم ہوش میں نہیں آ گئے، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری بڑی ممی اور یہ سب جو تمہارے سامنے بڑے کھی کھی کرتے پھر رہے ہیں، سب بے جان سے گھوم رہے تھے، جو جہاں تھا وہیں بیٹھا رہ گیا تمہاری خبر سن کر، بس اللہ نے ہم سب کی سن لی۔“ دادو بولیں تو فہد سنجیدہ ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

”چلو اس خوشی میں اب ہم ایک اچھی سی چائے شیزرے کے ہاتھ کی پیتے ہیں۔“ شیزرے ٹرے اٹھائے تبھی وہاں آئی تھی تو احمد دیکھ کر بولا تھا۔

”کیوں شیزرے کے ہاتھ کی کیوں پیئیں، کیا ملازم سب چھٹی پر چلے گئے ہیں۔“

”افوہ یعنی اب یہ نوبت بھی آئے گی۔“ حریم یہ کہہ کر ہنسی تھی۔

”میں نے کوئی جوک تو نہیں کہا محترمہ! جو آپ کھی کھی کر رہی ہیں۔“

”کیا بات ہے فہد کی، آج تو بڑے موڈ میں لگ رہا ہے۔“ رامین بولی تھی۔

”ایک تو محفل میں آ کر ہم نے جان ڈال دی اوپر سے تم لوگ میری ٹانگ کھینچ رہے ہو، ویسے ہی مجھے شدید درد ہو رہا ہے۔“ اس نے اپنے بازو کی طرف اشارہ کیا تھا، دادو یہ بات سن کر تڑپ سی گئیں اور بولیں۔

”یہی سننا چاہ رہے تھے ناں تم لوگ۔“ دادو کو سب پر بڑا غصہ آیا تھا۔

"نہیں نانو نہیں، ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا آپ خوامخواہ اتنی سیریس ہو رہی ہیں، کوئی درد ورد نہیں ہے اسے، ماشاء اللہ ہمارا فہد بہت بہادر ہے۔"

حریم ہنستے ہنستے چپ ہو گئی تھی۔

"چلیں ہم تو چائے پیتے ہیں جب شیزرے چائے لے ہی آئی ہے۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بولا، خلاف معمول اتنے شوخی بھرے لہجے پر شیزرے کے اندر پُراسرار سی بے چینی پھیلنے لگی، وہ چائے کا سپ لیتے

ہوئے بڑی مسکراہٹ سے شیزرے کو دیکھ رہا تھا وہ جھینپی جھینپی سی سب کے سامنے بیٹھی تھی، وہ سپ لیتے ہوئے عباد سے بولا تھا۔

"عباد بھائی! آج تک میں زندگی میں کچھ کر کے پچھتایا نہیں ہوں، پہلی بار کچھ کرنے کے بعد مجھے یہ احساس ہوا کہ میں یہ کام بہت پہلے کر دیتا تو..." اس نے ایک بے خوف سی نظر شرمائی ہوئی شیزرے پر ڈالی تو اس کی اس بات پر شیزرے نے کرب سے آنکھیں جھکا دیں۔

"مثلاً ایسا تم نے کیا کیا جو تمہارے دل میں یہ احساس ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مثلاً یہی کہ..." اس کے خشک ہونٹوں پر بات آتے آتے رُک گئی تھی تو سب کی نظریں ایک ساتھ اُٹھی تھیں۔

"یہی کہ دنیا سے جاتے جاتے میں کوئی ایسا کام کر جاتا کہ کچھ لوگ مجھے یاد رکھتے۔" وہ فاطمہ خالہ کی طرف رُخ موڑ کر دیکھنے لگا تو وہ اس کی بات پر اس کی طرف دیکھنے لگیں تو وہ نظریں جھکا کر بولا۔

"کاش میں نے شیزرے کے ساتھ بہت پہلے یہ کر لیا ہوتا تو وہ کئی اذیتوں سے بچ سکتی تھی، اب دیکھو ناں میرے نام کی مہر لگ جانے سے شیزرے اپنی زندگی تو جی سکتی ہے، کس کی مجال ہے جو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے، میں یہ بات تو جانتا ہوں کہ تم میری لاج رکھو گے۔" اس نے عباد پر گہری نظر ڈالی تو نجانے اس کے لہجے میں ایسا کیا تھا کہ سب کے لب خاموش اور آنکھیں ساکت لگ رہی تھیں، شاید اس کا لہجہ بہت دلگیر تھا۔

"چلو چھوڑو میرے بھائی، شاید یہ باتیں میں وقت سے پہلے کر گیا۔" وہ مصنوعی ہنسی ہنسا تھا، یوں لگ رہا تھا کہ وہ اندر سے بہت ٹوٹا ٹوٹا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ایک منٹ۔" وہ انگلی اٹھا کر سب کو نظر انداز کرتا ہوا کمرے سے باہر گیا۔

"یہ بیٹھے بٹھائے فہد کو کیا ہو جاتا ہے' اچانک اٹھ کر چل دیتا ہے۔" دادو پرسوچ لہجے میں بولیں۔

"یہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی یہ ایک راز ہے اور ہم اس راز کو حل نہیں کر سکتے کسی قیمت پر۔" ندیم ہنس کربولا اور وہ واقعی ایک منٹ کے بعد اندر آیا تو سیدھے واش روم کے اندر جا کر ٹاول سے منہ پونچھتا ہوا دوبارہ اندر آیا تھا' تب سب ایک ساتھ ہنسے۔

"بس یہ میری مجبوری ہے۔" وہ پراعتماد انداز کے ساتھ اپنے ہم عمر کزنز کے درمیان آ کر پھر ہنسنے لگا تھا' شیزرے کپ ٹرے میں رکھ رہی تھی۔

"دس از ناٹ فیئر دادو! کہ سب بیٹھے ہیں اور شیزرے کپ جمع کررہی ہے اور وہ بھی فہد مصطفی کی موجودگی میں۔" وہ خود ہی کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"اچھا ابھی سے اتنا خیال۔" ایک ساتھ کئی آوازیں اُبھری تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"وائے ناٹ' یہ شیزرے ہے کوئی معمولی چیز نہیں۔" وہ ہنسی روک کر بولا۔

"اوہو' یہ تو ہم بھول ہی گئے تھے کہ یہ اب عالی جاہ کی پناہ میں آچکی ہے۔" عباد نے بھی چھیڑا۔

"چلو... کچھ تو بولے عباد بھائی ورنہ گم صم سے خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔" رامین بولی۔

"کیا کریں بے چارے بڑے مظلوم ہیں یہ۔" فہد پھر چھیڑ کر ہنسا۔

"فہد! نظر نہ لگے آج تم بہت اچھے لگ رہے ہو۔" حریم کہہ کر ہنسی تھی۔

"گولیاں کھا کر میں سلم ہو گیا' میں نے دس پونڈ وزن کم کیا ہے۔" فہد بولا۔

"خیر کوئی بات نہیں وزن تو ہم تمہارا بڑھوائیں گے یہ ایک منٹ کی سیر اگر نہ بند کروا دی ناں تو نام بدل دینا۔" عباد معنی خیزلہجے میں بولا تو وہ ہنستے ہنستے پیٹ پکڑ کر دادو کے بیڈ پر گر پڑا۔

”کیا ہوا فہد؟“ وہ پیٹ پکڑے الٹ گیا تھا۔

”کچھ نہیں پھپھو! پیٹ میں شدید درد اٹھتا ہے۔“ عمیرہ کا ہاتھ اس کے سر پر تھا تو وہ پلٹ کر سیدھا ہوا تھا۔

”تو تم اپنا چیک اپ کرواؤ اچھی طرح سے۔“

”ارے پھپھو! ہر وقت ذہن پر فائرنگ کے دھماکے ہوتے رہتے ہیں‘اتنی فرصت کہاں۔“ تو عمیرہ گھبرا کر اُسے دیکھنے لگیں۔

”پھر بھی بیٹا! پہلے اپنا خیال رکھتے ہیں۔“ اس کو دادو کی انگلیوں کا لمس اپنے بالوں پر اچھا لگ رہا تھا۔

”ویسے فہد! وائٹ شلوار قمیص میں اس وقت اچھے لگ رہے ہو۔“ رامین بولی۔

”بس فہد بھائی! اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ رامین آپی کی شادی میں وائٹ سوٹ پہن کر آئیں گے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تو پھر دولہا کیا پہن کر آئے گا۔“ زوہیر بولا۔

”دولہا... کفن پہن کر آئے گا۔“ عباد ہنسا۔

”استغفراللہ‘ ہماری شادی پر کفن پہن کر کیوں آئے گا۔“ رامین روٹھ کر بولی۔

”چھوٹی چچی کی موجودگی میں احمد سر پر کفن باندھ کر ہی تمہارے گھر آ سکتا ہے۔“ تو پہلی بار عباد کے اس جملے پر شیزرے‘ حریم کے ساتھ دل کھول کر ہنسی تھی۔

”بس میں یہی چاہتا ہوں کہ تم اسی طرح رہو۔“ وہ شیزرے پر ایک شوخ نظر ڈال کر بولا تو وہ مسکرا کر نظریں جھکا گئی۔

”اوہو بھئی زبردست فہد بھائی! آپ تو بڑے بریو مین بن گئے ہیں‘ احمد بھائی آپ بھی کوئی سبق سیکھ لیں۔“ ندیم چھیڑ کر کمرے سے نکل گیا تھا۔

......☆......

تاریخ دے دی گئی تھی، رامین کے وہی معمولات تھے صبح اسکول جانا، ٹیچنگ کے فرائض انجام دینے کے بعد جب وہ ڈیڑھ بجے گھر پہنچی، ابھی کھانا حلق سے اُترا نہیں کہ اسے سینٹر جانے کی جلدی ہوتی، امی نے آج اسے تھوڑا جلدی آنے کے لیے کہا تھا، آج وہ شاپنگ کرنے کے لیے ڈالمن سینٹر کے اندر جب داخل ہو رہی تھی تو اسے ایک جھلک افشین جو اس کی اسٹوڈنٹ تھی اور عفان کی نظر آئی، دونوں گھومتے ہوئے نظر آ رہے تھے، اسے اچھی طرح یاد تھا کہ آج افشین کلاس میں نہیں تھی لیکن بیگ اس کے شولڈر پہ ٹنگا ہوا تھا اور وہ عفان کے ساتھ تھوڑی ہی دور بیٹھی کولڈ ڈرنک پی رہی تھی، رامین نے پاس سے گزرتے ہوئے دونوں کو دیکھا تھا، عفان تو بہت مشغول لگا تھا لیکن جونہی افشین کی نظر پڑی وہ رامین کو دیکھ کر نظریں جھکا گئی تھی، جب وہ لدی پھندی ربیعہ کی شادی کی شاپنگ کر کے رائمہ اور بشریٰ کے ساتھ گھر پہنچی تو امی اسی کا انتظار کر رہی تھیں، ربیعہ کی بھی بے قرار نظریں اس کی طرف اٹھیں تو رامین سوچ کر بولی۔

''شاپنگ کرتے وقت تمہارا ہی خیال آ رہا تھا کہ اگر میں تمہیں لے لیتی تو تم چیزیں خود ہی پسند کر لیتیں، خیر چلو کچھ چیزیں ابھی تو باقی ہیں تمہاری پسند کی لے لوں گی۔'' ربیعہ ہنس کر وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

آج سہ پہر جب وہ گھر سے سینٹر پہنچی تو اسے پہلا خیال افشین کا ہی آیا تھا کہ کل وہ غیر حاضر تھی، سائن کرتے ہوئے اس نے رجسٹر کھول کر دیکھا، عفان بھی غیر حاضر تھا، پھر اسے کلاس میں عفان اور افشین کی چھیڑ چھاڑ بھی یاد آئی۔آج بھی جب وہ کلاس لے رہی تھی تو عفان خاموشی سے افشین کو میسج کر کے تنگ کر رہا تھا۔

''افشین! آف کرو اپنا موبائل اور بیگ نیچے رکھو، میں ڈسٹرب ہوتی ہوں، آئندہ یہ مت کرنا۔'' رامین نے بڑی سختی سے افشین پر نظریں ڈالی تھیں۔

''یس مس!'' کہہ کر اس نے بیگ کو نیچے رکھ دیا، بڑی شرمندہ شرمندہ سی نظریں نیچے کیے ہوئے وہ بیٹھی تھی، نیچے اُتر کر اس نے احمد کو افشین اور عفان کے بارے میں بتایا تھا۔

"ہاں بہت بدتمیز اور خودسر اسٹوڈنٹ ہے، اکثر اس کی دوسری کلاسوں سے بھی شکایت مل رہی ہیں، میں کسی دن اسے ٹھیک کر دوں گا۔"

"خیر چھوڑو احمد! تم ان باتوں کو، میں افشین کو تو سمجھا دوں گی، بہت ضروری ہے کہ اس کے گھر والوں کو اطلاع دی جائے کہ وہ آج سینٹر نہیں آئی ہے، دراصل آج کل کچھ نہ کچھ ربیعہ کے لیے شاپنگ کرنے میں جاتی رہتی ہوں تو یہ دونوں نظر آ گئے، ہو سکتا ہے اتفاق ہو، اس کے پیرنٹس ساتھ ہوں۔اینی وے، پھر کبھی ایسا ہو تو نوٹس لینا چاہیے۔" وہ یہ کہہ کر اٹھ کر اوپر کلاس میں چلی گئی تھی۔احمد نے عفان کو کئی بار وارننگ دی تھی کہ وہ لیکچر کے دوران انہیں ڈسٹرب کرتا تھا، آج بھی یہی کچھ ہوا تھا، احمد نے جونہی عفان کو کھڑا کیا اور زور سے ہاتھ پکڑا تو عفان چیخ کر بولا تھا۔

"سر! ہاتھ مت لگایئے۔" اس نے انگلی اٹھا کر احمد کو وارننگ دی تھی، احمد کو غصہ برداشت کرنا ناممکن ہو گیا تھا، اس نے چہرے پر زوردار تھپڑ کھینچ مارا۔

"گیٹ آئوٹ فرام مائی کلاس!" احمد بہت غصے سے بولا تھا۔

"آئی سیڈ گیٹ آئوٹ! کل تم کہاں تھے؟" احمد غصے سے مخاطب ہوا۔

"سر! وہ میرا پرسنل میٹر ہے، ڈونٹ انٹرفیئر۔" عفان اپنی رو سے باہر آ کر بولا تھا۔

"آئی سیڈ گیٹ آئوٹ!" احمد نے اسے وارننگ دے کر باہر نکال دیا تھا، ساری کلاس سر جھکائے ہوئے خاموشی سے بیٹھی تھی جبکہ عفان کلاس سے باہر جا چکا تھا۔

آج جب احمد شبر کو پڑھانے کے لیے لیٹ نائٹ گھر آیا تو عفان اور افشین کا ہی موضوع ڈسکس ہوا تھا۔

"احمد! تمہیں اتنا شدید غصہ نہیں کرنا چاہئے تھا، تمہیں نہیں معلوم عفان کو میں کئی بار غلط قسم کے لڑکوں کے ساتھ سینٹر سے باہر دیکھ چکی ہوں۔" رامین نے احمد کو بتایا تھا۔

"خیر آج تو میں نے ایسی اس کی طبیعت ٹھکانے لگائی ہے کہ آئندہ وہ سب کچھ بھول جائے گا۔" احمد نے ہنس کر کہا تھا تو شبر بول پڑا۔

"احمد بھائی! باہر جا کر وہ بڑی بکواس کر رہا تھا' کہہ رہا تھا دیکھنا یہ تھپڑ کتنا مہنگا پڑے گا' سر احمد کو تو میں دیکھ لوں گا۔" شبر نے ہنس کر احمد کو اطلاع دی تھی' رامین نے گھبرا کر احمد کو دیکھا پھر بولی۔

"احمد پلیز! تم بہت زیادہ جذباتی ہو جاتے ہو' میرے کہنے کا مطلب یہ تھوڑی تھا کہ تم فوراً ہی اس پر ہاتھ اٹھا لو۔" رامین تھوڑا سا نروس ہوگئی تھی۔

"فارگیٹ اِٹ رامین! تمہاری والی بات تو ذہن میں بھی نہیں تھی' وہ کلاس کو ڈسٹرب کر کے مجھ سے مس بی ہیو کر رہا تھا' ایز اے ٹیچر میں نے اسے سزا دی' اب وہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا۔" احمد بہت پروقار انداز میں رامین کے سامنے مسکرایا تھا۔

"پھر بھی احمد! احتیاط تو لازمی ہے' اس قسم کے لڑکے غلط صحبت میں پڑ کر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔" رامین خوفزدہ سی ہو کے بولی۔

"چھوڑو تم اس بات کو' آج کا تھپڑ ہی اتنا کافی ہے کہ وہ اگلی ملاقات افشین کیا کسی سے نہیں کرے گا' میں نے اسے وارن کر دیا ہے۔" احمد بڑے تسلی بھرے انداز میں مخاطب تھا لیکن نجانے کیوں رامین کے دل میں ایک خدشہ جاگ اٹھا' اس نے سوچا میں نے خوامخواہ ہی اس بات کا ذکر احمد سے کیا' اچھا ہوتا جو میں کچھ نہ کہتی۔زیادہ سے زیادہ میں افشین کے گھر فون کر کے اطلاع دے سکتی تھی' آج کل کے لڑکے بے حد خودسر اور بدتمیز ہیں' ٹیچر اور اپنے درمیان علمی رشتے کو تو پہچانتے نہیں' علم کے دو لفظ سکھانے والا بھی استاد کہلاتا ہے' یہاں تو اونچی آواز میں ٹیچر بات کرے تو اسٹوڈنٹ پلٹ کر جواب دیتے ہیں' شاید ماؤں کی تربیت ہے یا بگڑے ہوئے ماحول کے اثرات' سدھارنا اب ٹیچر کا کام نہیں رہا۔وہ امی کی آواز پر احمد کے پاس سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔

"کیا ہوا رامین! احمد سے بات کی؟ وہ کہیں تمہیں دوسری جگہ بھی جاب دلوا رہا تھا ناں۔" امی بڑی متفکر سی بولیں۔

"ہاں امی! میں نے ذکر تو کر دیا تھا، تیس تاریخ سے کوئی ٹیچر باہر جا رہا ہے اس کی جگہ احمد میرے لیے کوشش کر رہا ہے، امید تو ہے، میں ابھی احمد سے دوبارہ پوچھ لیتی ہوں۔" بشریٰ سامنے سے چائے کا کپ لیے اسٹڈی روم کی طرف جاتی ہوئی نظر آئی تو رامین نے اٹھ کر کپ تھام لیا۔

"لائو میں احمد کو چائے دے دیتی ہوں۔" رامین نے کپ تھام لیا تو بشریٰ بڑی معنی خیز انداز میں مسکرا کر سر جھکا گئی۔رامین نے پلٹ کر جاتی ہوئی بشریٰ کو دیکھا تھا۔احمد، شبر کو پڑھا کر بس جانے ہی والا تھا کہ سامنے پھر رامین آ گئی۔

"یہ لیجیے جناب! چائے اور ساتھ ہی ہماری امی جان پوچھ رہی ہیں کہ انہیں بتایا جائے کب مجھے آپ کے ایوننگ سینٹر میں جاب مل رہی ہے۔" اس نے جھکی جھکی نظروں سے احمد کو چائے پکڑائی تھی، احمد کی شوخ نظریں رامین کے چہرے پر تھیں اور رامین کی جھکی ہوئی نظریں اس کے دل کے بھید کھول رہی تھیں، شبر اپنی کتابیں اٹھا کر ٹیبل پر رکھ رہا تھا۔

"سر عاصم کی جگہ تم کو ہی ملے گی، میں نے سر عاطف سے بات کر رکھی ہے، پھر تم اتنی پریشان کیوں ہو؟ پھپھو کو بتائو نا کہ میں خود کوشش کر رہا ہوں، ہمارے اور تمہارے مسائل ایک جیسے ہیں۔"

"چلے ہیں تو یہ سفر کٹ ہی جائے گا مگر آہستہ آہستہ۔"

احمد کہیں کھو سا گیا تھا اور اس سے خود رامین بھی کہیں اور تھی، شبر کی آہٹ پر وہ پلٹی تو احمد شبر کی نوٹ بک اٹھا کر اس پر کچھ لکھ رہا تھا۔

"زندگی کے تھکا دینے والے لمحوں میں تمہاری ایک جھلک سکون اور طمانیت کا ایک لمحہ بنتی ہے، تب میں سوچتا ہوں۔

"فضائیں ڈھونڈتی رہتی ہیں تیری خوشبو کو
میرے وجود کے اندر ہے یہ خبر کر دو
مٹا کے رکھ دوں گا میں اپنی ہستی احمد ایک دن
جو نہ مل سکا میری منزل کا ہمسفر مجھ کو"

نیچے اس نے ڈیٹ ڈال کر شبر کی نوٹ بک بند کر دی تھی، کپ سے چائے کا آخری سپ لے کر جانے کے لیے کھڑا ہوگیا، نجانے کیا ہوا تھا اس سمے کہ رامین بہت تیز جھپاک سے کمرے سے نکل کر دوسری طرف چلی گئی تھی، شبر نے ایک نظر احمد کے تھکے ہوئے کاندھوں پر ڈالی جو اٹھ کر باہر جا رہا تھا۔جب وہ گھر پہنچا تو رات کے ایک بج رہے تھے، مما تو سو چکی تھیں مگر کرن جاگ رہی تھی۔

"بھائی! کھانا لائوں؟" کرن جو اس کے انتظار میں جاگ رہی تھی اٹھ کر آئی تھی۔

"شام سے کئی بار چائے پی چکا ہوں، اب تو بھوک بھی مر چکی ہے، کچھ کھانے کی خواہش ہو گی تو میں خود کھا لوں گا، تم جائو اور ہاں تمہیں صبح کالج جانا ہوتا ہے اتنی دیر تک میرا انتظار مت کیا کرو۔" وہ چینج کرنے کے لیے آگے بڑھا تو پیچھے سے پیار بھری آواز آئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بھائی! میں نوڈلز بنا کر میز پر رکھ رہی ہوں، رات جب دل چاہے کھا لیجیے گا۔" اس نے پیار سے مڑ کر کرن کی طرف دیکھا جو یہ کہہ کر واپس جا رہی تھی، فریش ہو کر جب وہ بیڈ پر آیا تو اس نے لائٹ آف کر دی لیکن پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا، نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی، لیمپ کا بٹن اس نے آن کیا تو یوں لگا کہ سورج نکل آیا ہو، سارے دن کی تھکن اتنی بھاگ دوڑ میں ایک چہرہ نمایاں تھا، رامین، وہ سوچنے لگا۔

"زندگی کی جدوجہد میں خود کو بھلا دینے والی رامین خود کو کس طرح سب کے لیے تھکا رہی ہے، تھکن سے اس کا چہرہ، اس کی آنکھیں کتنی بوجھل لگتی ہیں، دل چاہتا ہے اس کے سارے دُکھ سمیٹ لوں، اس کو مجبوریوں سمیت کہیں دل میں چھپا لوں، وہ جو خوشبو کی طرح دل میں چھپی رہتی ہے کسی پھول کی مانند آنکھوں میں سجی رہتی ہے کیا میں کبھی اس کو پا سکوں گا؟ رامین ان آنکھوں میں محبت کی جوت جو تم نے جگائی

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے انہیں کبھی نیند نہیں آئے گی، مسافت میں کتنے ہی کٹھن راستے آئیں احمد ان پر سے گزر جائے گا، امید کے اس پار جہاں تمہاری آنکھیں میرے لیے منتظر ہیں، میں جانتا ہوں، میرے دل کی بے قراری یک طرفہ تو نہیں، تمہارے ہاتھوں کا لمس، تمہاری سانسوں کی خوشبو نے مجھے یہ احساس بخشا ہے کہ میں تمہیں آنکھوں میں سجائے رکھوں، اپنے دل میں بسائے رکھوں۔“ وہ بہت دیر تک جھکا اپنی ڈائری میں لکھتا رہا، تھکن نے جب اس کی آنکھیں بوجھل کر دیں تو اسے یوں لگا چپکے سے آکر رامین نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے ہوں۔

......☆☆☆......

امی کروٹ بدل کر سو گئیں لیکن رامین کو ابھی تک نیند نہیں آئی تھی، وہ اٹھ کر صحن میں نکل آئی، چاند کی پوری روشنی سے صحن چمک رہا تھا، دیواروں پر اداس بلیاں بیٹھی ہوئی اس کی آہٹ پر چونک گئی تھیں، اس نے ایک نظر امی کی مرغیوں کے ڈربے پر بھی ڈالی جس کے بھاری سے پتھر پر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بیٹھی ہوئی بلی مرغیوں کی تاک میں بیٹھی تھی، اس کی شکل دیکھتے ہی بڑی تیز رفتاری سے کود کر باہر بھاگ گئی، صحن میں اونچے اونچے درختوں سے چاند کی روشنی چھن چھن کر آ رہی تھی، نجانے دل میں کیسی بے قراری تھی، کیا سوچ تھی، کیا الجھن تھی، کیا دُکھ تھا؟ وہ صحن میں پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی، زندگی کے مسائل ایک ایک کر کے سب آن کھڑے ہوئے تھے، اسی مہینے امی کا نیا چشمہ بھی لینا تھا، شبر کے لیے ایک دو پینٹ، ربیعہ کی شادی کی شاپنگ کے لیے فرنیچر کا آرڈر بھی دینا تھا، تب اسے یاد آیا تھکا تھکا احمد کا چہرہ، احمد نے کچھ شبر کے رجسٹر میں لکھا تھا، وہ بے قرار سی اٹھ کر اسٹڈی روم میں گئی جہاں شبر کشن رکھے فرش پر ہی سو گیا تھا، اس نے بہت آہستہ سے رجسٹر اٹھایا اور باہر چلی آئی، اسے یہ تو معلوم تھا کہ احمد کو کچھ نہ کچھ لکھتے رہنے کی عادت تھی جہاں بیٹھتا وہیں کوئی کتاب، کوئی کاپی، ہر جگہ کوئی شعر، کوئی تصویر بنا دیتا، احمد کو آرٹ سے بھی بہت گہرا لگاؤ تھا، جرنلسٹ بنتے بنتے وہ ٹیچنگ کے شعبے میں آ گیا، وہ اپنے پیشے میں بہت دیانتداری سے کام کرتا تھا، اب وہ CSS پاس کر کے انکم ٹیکس گروپ

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں جانے والا تھا۔لیکن اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ آج جو لکھا ہے وہ صرف اور صرف اسی کے لیے ہے، بڑی خوبصورت رائٹنگ میں اس کی تحریر نمایاں تھی۔

"فضائیں ڈھونڈتی رہتی ہیں تیری خوشبو کو
میرے وجود کے اندر ہے یہ خبر کر دو
مٹا کے رکھ دوں گا میں اپنی ہستی احمد ایک دن
جو نہ مل سکا میری منزل کا ہمسفر مجھ کو"

احمد کے سائن کے نیچے شبر نے ریمارکس لکھے تھے۔

"احمد بھائی! اللہ کرے آپ کو رامین آپی مل جائیں۔" رامین کا دل بڑی زور سے دھڑکا، رجسٹر گرتے گرتے بچا تھا، اسے لگا سارے زمانے کو اس بات کی خبر ہو گئی ہے کہ وہ اور احمد ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔

......☆☆☆......

سعدیہ کو پھر آج غصے کا دورہ پڑا تھا، منظور کے آفس جانے کے بعد ہی سارے ملازمین پر چیخم دھاڑ مچا رہی تھیں، ساری شامت باورچی پر آئی تھی جس نے صبح کے ناشتے میں ان کے آملیٹ میں مرچ تیز کر دی تھی تبھی گھر میں کام کرنے والی بہت پرانی بوا سرونٹ کوارٹر سے جلدی سے نکل کر ان کے پاس آئی تھیں، بوا نے پیار سے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پانی کا گلاس دیا تووہ دکھ اور درد سے سسکنے لگیں۔

"دیکھیں سعدیہ بٹی! آپ بہت معصوم اور بھولی ہیں، ہم غریب لوگ آپ کے ملازم بھلا بیچ میں کیا دخل دیں، نمک کھایا ہے برسوں آپ کا، چپ ہیں کچھ نہیں بولتے کہ یہ آپ کے آپس کی بات ہے مگر بی بی اب بولے بناء نہیں رہا جاتا، ساری مصیبتیں، ساری آفتیں آخر آپ کی طرف کیوں، نظر نہ لگے نور محل کے آنگن کی طرف دیکھو کیسی چڑیوں کی چہکار مچی ہوئی ہے اور تو اور آپ کے بچے بھی انہی کی طرف ہو گئے ہیں، بی بی یہ سفلی عمل ہے آپ حق بجانب ہیں یہ کہنے پر کہ میرے بچوں کو جادو کر کے دور کر دیا گیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے، بُرا نہ مانیں سعدیہ بی بی نیچے والے میٹھی چینی ہیں۔" تو سعدیہ اپنا ہمدرد جان کر بوا کے سامنے اور سسک سسک کر روئی تھیں۔

"آپ ٹھیک کہتی ہیں بوا! جس طرح سے مجھے لوٹا ہے میرے بچوں کو چھینا ہے خدا ان کو غارت کرے، ہر روز ان کے گھر میں خوشیاں اتر رہی ہیں، صبح صبح منظور بتا کر گئے کل وہ اور سجاد بھائی عمیرہ آپا کے ساتھ ربیعہ کے لیے لڑکا دیکھ کر آئے ہیں، سنا تو ہے کہ بہت اچھے لوگ ہیں سب تعریفیں کر رہے ہیں، منظور یہ بھی کہہ رہے تھے کہ عمیرہ آپا کہاں سے افورڈ کریں گی سب کچھ، ہم لوگوں کو ہی سب کچھ کرنا ہے، سجاد بھائی کا فیصلہ سنیں ساری رسمیں، فنکشن نور محل سے ہوں گے، نور محل نہ ہوا یتیم خانہ ہو گیا جس کو چاہو اٹھا کر ڈال لو۔" تو جلدی سے بوا نے بھی نظریں پھیر لیں کہ نور بی بی نے انہیں بھی پناہ دے رکھی تھی، دس سال سے وہ سعدیہ کے بچوں کی خدمت کر رہی تھیں۔

"بس بی بی! میں تو اتنا جانتی ہوں کہ آپ کسی کے پاس جائیں، کسی پیر فقیر سے آپ اپنے لیے اپنے گھر کے لیے تعویذ لائیں۔"

"ارے بوا! سب کچھ کروا کر دیکھ لیا، ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا، ان کی سانس کی ڈوری ایک دوسرے سے بندھی ہوئی ہے، صبح ہی صبح امریکہ سے مسعود فون کر رہا تھا، منظور تو گھر پر نہیں تھے، ہائے کیا پیار سے بول رہا تھا، چھوٹی بھابی کل سے آنکھوں کی نیند اُڑی ہوئی ہے اس بار ربیعہ کی شادی میں تو ضرور آئوں گا دل چاہ رہا ہے کہ بس اُڑ کر پہنچ جائوں، بہت یاد آ رہی ہے آپ سب کی، بول تو وہ رہا تھا مگر آگ میرے دل میں دہک رہی تھی، کیا کہتی کہ ہم تو لٹ رہے ہیں تم لوگوں کو خوشیاں سوجھ رہی ہیں، ارے بھئی ربیعہ تو رامین اور عبیر سے بھی چھوٹی ہے، بڑی معصوم اور مسکین بن کر عمیرہ آپا رشتہ ڈھونڈ ہی لائیں، یہاں میں نے کیا کیا خواب دیکھے تھے وردہ کو لائوں گی، عبیر، شایان کو دوں گی، بیٹے بیٹی کا رنگ

دیکھیں، میری تو قسمت ہی خراب ہے۔“ یہ کہہ کر وہ آنسو پونچھتی ہوئیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”بوا! میں ذرا بھائی کی طرف جا رہی ہوں، فہد اٹھ جائے تو ذرا ناشتے کو پوچھ لیجیے گا، دوپہر کھانے میں آپ سادے چاول کوئی سبزی یا دال دیکھ لیجیے گا، فہد کے لیے سوپ بنوا دیجیے گا، میں دوپہر کے کھانے پر گھر نہیں آ سکوں گی۔“ وہ پرس اٹھا کر اتر کر نیچے چلی گئی تھیں۔

دوپہر گیارہ بجے کے قریب فہد نے آ کر مما کے کمرے میں جھانکا تھا۔

”مما کہاں ہیں؟“ تھوڑی سی مایوسی تو اسے ضرور ہوئی تھی ٹیبل پر جب ملازم نے کھانا لگایا تو وہ اکیلا آ کر بیٹھ گیا تھا، بڑا سناٹا اور گہری خاموشی اطراف میں پھیلی تھی، منظور آفس میں تھے، احمد کوچنگ جا چکا تھا، عبیر اور کرن کالج میں تھیں، وہ بیٹھا نجانے کیا سوچ رہا تھا تبھی نجانے کیسے دادو کو خبر ہو گئی کہ فہد اکیلا ہے، حریم نے میسج کیا تھا۔

”دادو کہہ رہی ہیں کہ تمہاری پسند کا آملیٹ اور پراٹھا، شامی کباب بنا ہوا ہے اگر کھانے ہیں تو نیچے آ جائو، بڑے پاپا ٹیبل پر آ چکے ہیں۔“ تو وہ فٹافٹ نیچے پہنچا تھا۔

”فہد بیٹا!“ جونہی اس نے چیئر گھسیٹی اس کے بیٹھنے سے پہلے عذرا اٹھ چکی تھیں۔

”میں تمہارے لیے گرم پراٹھا لاتی ہوں۔“

”بڑی می! آپ بیٹھیں بس ٹھیک ہے۔“ وہ بڑی محبت سے بولا۔

”میں ناشتا تو کر چکا ہوں، حری کے میسج پر بس میں اُتر آیا۔“

”میں ٹیبل پر کھانا لگوا رہی تھی تو مجھے خیال آیا کہ سعدیہ تو گھر پر نہیں ہیں اور فہد اکیلا ہو گا اس لیے حری سے کہا کہ تمہیں نیچے بلا لے۔“

”تھینکس بڑی می!“ تو عذرا کو بڑی می کہنے پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔

”جب مجھے فہد بڑی ممی کہتا ہے سچ اماں! اندر سے ایک محبت اُمڈ کر آتی ہے۔“

”اور میں ہمیشہ جیلس ہو جاتا ہوں' ممی تو صرف آپ میری ہیں۔“ عباد پلیٹ میں کھانا ڈالتے ہوئے بولا۔

”نہیں عباد! عذرا کا رول تو سب کے لیے ایک ماں جیسا رہا ہے' پڑھ لکھ کر فہد اور احمد کب اتنے بڑے ہوئے سعدیہ کو خبر نہیں اور تو اور منظور بھی بے خبر رہتا تھا' احمد کا میٹرک کا رزلٹ آیا تو منظور چونک کر بولا تھا ”ہیں احمد نے میٹرک کرلیا میں تو سمجھا تھا 8th یا 9th میں ہے یہ۔“ اس وقت تو سجاد بھی اس کی بے خبری پر ہنس پڑے تھے۔“ تو ہنستے ہوئے فہد کے چہرے پر نجانے کتنی کرب کی سلوٹیں پڑنے لگیں' دل صحرا بنجر کی طرح سنسان پڑا تھا اور اس وقت بھی اس کی ماں بیماری کی حالت میں چھوڑ کر کہیں جا چکی تھیں تبھی اس کے سیل پر بیپ کی آواز ہوئی تو سعدیہ بول رہی تھیں۔

”فہد بیٹا! تم سو رہے تھے اس لیے تمہیں ڈسٹرب نہیں کیا اور خاموشی سے نیچے اُتر آئی' آتے وقت میں بوا کو سب سمجھا کر آئی تھی تم دوا ضرور لے لینا۔“ وہ رُکیں تو فہد بولا تھا۔

”مما! آپ آرام سے آیئے گا میں کھانا اس وقت دادو کے ساتھ کھا رہا ہوں اور حری میری میڈیسن لے کر آئی ہے۔“ تو دوسری طرف سعدیہ کے دل پر ایک بجلی سی گری تھی اور فہد کے ہونٹوں کی سیاہی اور گہری ہو گئی تھی' یوں لگ رہا تھا ایک پل میں فہد کی آنکھوں کے ستارے بجھ سے گئے ہیں تو بڑی ممی۔

”فہد بیٹا! کھانا لو' کیا سوچ رہے ہو؟“

”کچھ نہیں بڑی ممی!“ تو اس کی نظر سامنے سے آتی ہوئی شیزرے پر پڑی تھی جو ٹیبل پر چاول کی ڈش رکھنے آئی تھی' فاطمہ خالہ کچن میں تھیں۔

"کچھ لوگوں کو ایک عادت سی ہوتی ہے دادو! وہ کون سی شہزادی تھی جسے شہزادہ محل میں تو لے آیا تھا مگر وہ دستر خوان پر کھانا نہیں کھاتی تھی' سات طاقوں میں کھانا رکھا جاتا وہ ہر طاق سے کھانا لیتی اور پھر کھاتی۔"

"یعنی اس کو مانگ کر کھانے کی عادت تھی۔" فہد کے بولنے سے پہلے ہی عباد بول پڑا۔

"آپ نے بالکل صحیح سوچا۔" وہ چپ ہوا تو حریم جلدی سے بولی۔

"آج کل فہد تمہیں زیادہ بولنے کا مرض نہیں ہو گیا۔" وہ شیزرے کا ہاتھ دبا کر کھلکھلا کر ہنسی تو فہد بولا۔

"جب نہیں بولتا ہوں تو سبھی کو شکایت ہوتی ہے کہ فہد نہیں بولتا کبھی بات نہیں کرتا اور جب بولتا ہوں تو بھی سب کو شکایت ہوتی ہے۔"

"سب کو... مثلاً کس کس کو؟" حریم نے شرارت سے اس کی جانب دیکھا تو وہ جھٹ بول پڑا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہماری پل پل کی خبر رکھنے والوں کو۔" فہد نے ایک نظر ہنس کر شیزرے کی طرف دیکھا تھا۔

"دادو! بس جلدی رخصتی کی تیاری کریں آپ' فہد کی بے قراریاں کچھ زیادہ آگے بڑھ رہی ہیں۔"

"بس' بس میرے بیٹے فہد کو زیادہ مت چھیڑو' اس وقت اس کی طبیعت ٹھیک نہیں اور یہ اندر سے کافی اداس ہے۔" بڑی ممی بولیں۔

"او مائی گاڈ! ایک تو بڑی ممی کو بہت بڑا آسٹرولوجسٹ ہونا چاہئے تھا' نجانے کیسے آپ دل میں جھانک لیتی ہیں۔" وہ بجھی بجھی آنکھوں سے عذرا کو دیکھ رہا تھا۔

"پالا جو ہے میں نے تمہیں' بیٹا! محبت کرنے والے بڑے حساس ہوتے ہیں' تم شروع سے بہت Sensetive ہو' اپنے تاثرات چھپانے کے لیے بچپن میں بھی تم ہنسانے لگتے تھے۔یاد نہیں اماں! جب ہمارے گھر میں ڈاکہ پڑا تھا چور جب اس کو پلٹ کر لے کر آیا تو یہ اس کے ساتھ ہنستا ہو اچلا آ رہا تھا'

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں سمجھی اس کا کوئی واقف کار یا دوست ہے جو یہ ہنس رہا ہے سامنے کھڑے، بعد میں، میں نے پوچھا کہ فہد تم ہنس کیوں رہے تھے اس وقت یاد ہے ناں اماں اس نے کیا جواب دیا تھا اپنی بے بسی پر کہ بڑی ممی اس وقت میں اس کا کچھ نہیں کر سکتا اور یہ ہمارے گھر کے اندر آ گیا ہے۔" تو دادو نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"ارے تو بڑی ممی! وہ تو زمانہ بیت گیا اب کوئی نور محل میں گھس کر دکھائے۔" وہ بولا۔

"میں تو سمجھا تم بولو گے کہ اب کوئی ہاتھ تو لگا کر دکھائے۔" عباد یہ کہہ کر زور سے ہنسا تو حریم نے بھی ہنستے ہنستے رُخ دوسری طرف کر لیا اور شیزرے بھی شرما کر بھاگ گئی تھی۔

احمد اوپر تیز تیز بول رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہ کھانا ہے؟ مما کہاں ہیں؟ پتہ تو ہے میں چنے کی دال نہیں کھاتا، صبح بھی میں بغیر ناشتے کے گیا ہوں پھر بھی تم نے یہ بنا کر رکھا ہے کس نے کہا تھا یہ پکانے کو، تم کوئی ڈھنگ کی چیز نہیں پکا سکتے تھے۔"

"صاحب! میں آپ کا ناشتہ لے کر ہی آ رہا تھا کہ آپ نکل چکے تھے۔"

"جاؤ مجھے نہیں کھانا، اٹھاؤ یہ سب۔" وہ یہ کہہ کر نیچے اُتر رہا تھا تو عبیر چڑھتی ہوئی اوپر آ رہی تھی، ٹیبل سے سب کھانا کھا کر اٹھ رہے تھے جب احمد ڈائننگ ہال میں آیا تھا۔

"بڑی ممی! کیا پکایا ہے آپ نے؟"

"کوفتے، آلو، دال پالک، چاول، شامی کباب۔"

"دے دیں بڑی ممی! جو کچھ بھی ہے۔"

"جو کچھ نہیں سب کچھ ہے' تم بیٹھو بیٹا! حریم' شیزرے ٹیبل دوبارہ لگوائو احمد کے لیے۔" وہ برتن اٹھا کر ملازم کو دیتے ہوئے ' شیزرے جلدی سے احمد کا کھانا ٹیبل پر سرو کر رہی تھی۔

"احمد بھائی! آپ نے غور نہیں کیا کہ شیزرے کی رفتار کام کی تیز ہو گئی ہے۔" فہد نے اسے کھانا سرو کرتے دیکھ کر کہا۔

"یار! تم نے اپنے ٹارگٹ پر شیزرے کو کیوں رکھ لیا ہے۔" عباد نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولا۔

"ظاہر ہے کوئی نہ کوئی وجہ تو ہو گی ورنہ یوں تو میں کسی کو سرعام تنگ نہیں کرتا۔"

"ظاہر ہے ہماری شیزرے چیز ہی ایسی ہے۔" حریم نے احمد کے سامنے کولڈ ڈرنک کا گلاس رکھا تھا۔

"تم کیوں نہیں بولتیں شیزرے! جب سے ہاسپٹل سے آیا ہے یہ چھیڑے جا رہا ہے' کیا سمجھتا ہے یہ' اگر میں ذرا حریم کو کہہ دوں ناں کچھ تو سو بل پڑ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جائیں گے اس کے چہرے پر اور رُخ موڑ کر چل دے گی' ایک تم ہو کہ گھبرائے جا رہی ہو۔" عباد بولا تو جھٹ فہد بولا۔

"یہی ادا تو فہد کو بولنے پر مجبور کر رہی ہے۔" تو شیزرے کے ہاتھ سے ڈونگا گرتے گرتے بچا تھا۔

"کیا ہے فہد! چپ کرو فاطمہ خالہ کچن میں ہیں آوازیں جا رہی ہوں گی' آہستہ بولو۔" حریم نے فہد کو سرزنش کی۔

"لیں فاطمہ خالہ... انہی کے لیے تو میں نے اتنا بڑا ڈرامہ کھیلا ہے وہ بھلا کیا کریں گی۔"

"ڈرامہ... کھیلا ہے؟" حریم پلٹ کر فہد کو دیکھنے لگی اور شیزرے نظریں جھکائے کھڑی رہ گئی۔

......☆☆☆......

"تم کب آئیں عبیر؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

”مما! میں دو گھنٹے سے آئی ہوئی ہوں گھر پر‘ آپ کہاں تھیں؟“

”میں ذرا کام سے گئی تھی پھر بتاؤں گی تمہیں‘ یہ کس نے کھایا ہے؟“ وہ پیزا کے خالی ڈبے کو دیکھ کر بولیں۔

”میں نے آرڈر کیا تھا‘ مجھ سے نہیں کھائے جاتے کالج سے آکر دال چاول‘ ویک اینڈ تھا آپ کوئی اچھی سی ڈش ہی بنوا لیتیں۔“

”میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہر روز کی کہانی ہے کہ کیا بنے گا بیگم صاحبہ! میں بھی بول کر چلی گئی کہ دال چاول پکا لو۔خود بتا کر جایا کرو میں تنگ آ گئی ہوں تم لوگوں کے روز کے نخروں سے۔“

”تو میں بھی تنگ ہوں مما! آپ لوگوں سے۔“ وہ خالی پیزا کے ڈبے کو زمین پر پھینک کر اٹھ کر اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔سعدیہ نے جھانک کر ٹیرس سے نیچے دیکھا تھا لان میں سبھی لوگ بیٹھے شام کی چائے پی رہے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”دیکھنا بوا! کیسی میسنی شکل بنائے شیزرے چائے دے رہی ہے سب کو‘ دیکھیں تو ذرا کیسی کھلی جا رہی ہے بے غیرت‘ بے شرم لوگ خود کو بڑے دیندار سمجھتے ہیں‘ ہم گنہگار بھلے نماز نہیں پڑھتے تو کیا کسی کے گھروں میں ڈاکے تو نہیں ڈالتے۔“ وہ غصے سے تڑپ رہی تھیں اور بوا ان کی دلجوئی کے لیے سر ہلا رہی تھیں۔

......☆☆☆......

فہد کے جانے میں ابھی کچھ دن باقی تھے تب دادو نے عمیرہ پھپھو سے کہہ کر ربیعہ کی ڈھولکی رکھی تھی۔

”اماں! ڈھولکی کے ساتھ ہی مایوں رکھ لیں‘ بچیوں کا دل چاہ رہا ہے۔ہاں رامین تو یہی کہہ رہی تھی کہ نانو سنڈے کا دن رکھیئے گا منڈے کو بہت امپورٹنٹ کلاس ہے اس کی ورنہ میں تو فرائیڈے رکھ رہی تھی اماں‘ شروعات تو جمعہ کے دن سے ہونی چاہیۓ۔“ عذرا بولیں تو دادو جواباً بولیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”بات تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو‘ چلو جمعے کے دن سب کو کھانے پر بلا لیتے ہیں‘ بچیاں ہلہ گلہ کر لیں گی‘ اتوار کو پھر مایوں رکھ لیں گے‘ تم عمیرہ سے میری بات کرائو۔“

پورے نور محل میں اِدھر سے اُدھر تک خبر پھیل گئی کہ جمعے کو فیملی ڈنر ہے اور اس میں ڈیسائیڈ کیا جائے گا کہ مایوں کس دن رکھا جائے۔

”دادو! بہت ساری آسانیاں ہو جائیں گی‘ سارے پیلے دوپٹے جو عباد بھائی کی شادی پر بنائے تھے وہ رکھے ہیں۔“ ریشمین چہک کر بولی۔

”ہاں اماں! ریشمین نے سنبھال کر رکھے ہوں گے وہ تو میں نے سنبھال کر رکھ دیئے تھے کہ بچیوں کا گھر ہے پھر کام آئیں گے۔“ تو ریشمین شرمندہ سی ہوئی تھی۔

”لیکن دادو! اس بار رنگ میں بھنگ نہیں ہونا چاہیے‘ بھائی کی شادی میں چھوٹی چچی شایان لوگوں کو لے کر آ گئیں‘ فہد بھائی‘ شایان بھائی سے الجھ پڑے جا کر‘ اچھا خاصا سب کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔“ نورین بولی۔

”خیر تم اس کی فکر مت کرو‘ پہلے والی بات اور تھی یہ والی اور ہے‘ ہم سعدیہ دلہن کی وجہ سے کچھ نہیں بولے تھے ورنہ مجال کیا ہے کہ شایان نور محل کے اندر قدم رکھتا‘ ابھی ہم اتنے گئے گزرے نہیں‘ سجاد دو گارڈ سے کہہ کر شایان کو باہر پھینکوا دیتا‘ بس ہم چپ رہ گئے کہ یہ گھر کی بات ہے۔“

”چھوڑیں‘ چھوڑیں اماں! چپ ہو جائیں۔“ عذرا نے ان کا ہاتھ دبایا‘ سامنے سے سعدیہ چلتی ہوئیں آ رہی تھیں۔

”ہمیں تو ساری باتیں منظور سے پتہ چل رہی ہیں کہ کیا چل رہا ہے نیچے۔“ وہ کرسی کھینچ کر دھڑ سے بیٹھی تھیں۔

”تم آتی کب ہو سعدیہ نیچے!“

”دل جلانے کے لیے تو میں نہیں آئوں گی‘ جس طرح سے وہ میری آنکھوں کے سامنے گھومتی پھرتی ہے میں تو نہیں آئوں گی‘ آپ رکھیں میں تو اُسے نوکرانی کا ہی درجہ دوں گی۔“وہ غصے سے بولیں۔

”یہ تو خوامخواہ کی بات ہے جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب وہ تمہاری امانت ہے جب چاہو تم اسے لے جاؤ۔“

”اماں! آپ ہی سنبھال کر رکھیں، امانت ہو گی وہ آپ کی، میرے بیٹے کی زندگی سے اُسے نکلنا ہو گا آج نہیں تو کل۔“

”سعدیہ، سعدیہ تم کیسی باتیں کرتی ہو؟“ اماں نے اشارے سے سعدیہ کو منع کیا تاکہ کوئی دوسرا نہ سن لے۔

”کیسا چپکے چپکے عمیرہ آپا نے سب طے کر لیا مجھے تو بھنک بھی نہیں پڑی لیکن بڑی بھابی کو ہو گئی سب باتوں کی خبر۔“ وہ عذرا کو دیکھ کر سنجیدہ ہو گئیں۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے سعدیہ! اماں نے تھوڑی دیر پہلے ہی ڈیسائیڈ کیا ہے جمعے کو سب کو کھانے پر بلا لیتے ہیں۔“

”دیکھا میں یہی کہہ رہی تھی کہ مجھے کوئی خبر نہیں کرتیں، آپ کو پتہ ہے کہ مجھے اپنی این جی او کی ایک سہ ماہی کانفرنس میں جانا ہے، آپ مجھ سے

پوچھ نہیں تھیں۔“ انہوں نے شکوہ بھرے لہجے میں کہا اور کھڑی ہو گئیں پھر مڑتے مڑتے بولیں۔

”اگر وہاں سے جلدی آ گئی تو میں بھی شرکت کر لوں گی ورنہ میں کوئی خاص نہیں ہوں کہ آپ میرے لیے رُکیں۔“ وہ کہہ کر باہر نکل گئیں۔

......☆☆☆......

ہلکی ہلکی شام کی خنکی بڑھتی جا رہی تھی، سورج کی شعاعیں ماند پڑ گئی تھیں، عمیرہ ابھی تک کمرے میں تمام شاپر کھولے بیٹھی تھیں، ایک ایک کر کے انہوں نے تمام کپڑے نکال ڈالے تھے، ربیعہ ایک ایک سوٹ کو نکالتی جا رہی تھی اور نخرے کرتے ہوئے بولی تھی۔

”امی پلیز! اب میں یہ کپڑے کہاں پہنوں گی ڈیزائن بھی پرانا، فیشن بھی پرانا۔“

”تمہارا تو دماغ خراب ہے۔“ عمیرہ اس کے ہاتھ سے سوٹ جھپٹ کر استری کے لیے رکھتے ہوئے بولیں۔

"اس میں پرانا اور نیا کیا' دیکھنے میں اچھا ہے' گنتی میں آ جائے گا۔" وہ بہت پرسوچ لہجے میں بولیں۔

"السلام علیکم امی!" تبھی رامین نے انہیں چونکا دیا تھا۔

"وعلیکم السلام!" وہ شاپر کو سنبھالتے ہوئے بولیں تو وہ ہنس کر بیگ رکھتے ہوئے بولی۔

"امی! کیا مصروفیات چل رہی ہیں آج کل؟"

"بیٹی بیاہنا اتنا آسان نہیں ہے' تم تو بوتیک سے جا کر دو چار سوٹ اٹھا لائیں' دنیا کے دیکھنے کے لیے بھی کچھ ہونا چاہیئے۔" عمیرہ پھر مصروف ہو گئی تھیں۔

"چھوڑیں امی جان! آپ بس یہ کہہ کر میری ہمت توڑ رہی ہیں' دنیا کو بیچ میں مت لائیں' دنیا تو صرف تماشا دیکھتی ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تو اسی تماشے کے لیے یہ بھرم رکھ رہی ہوں۔" وہ ہنوز کپڑے سمیٹتے ہوئے مصروف سی بولیں۔

"اس وقت دنیا کہاں تھی جب ہم نے تنہا دنیا کو اور زندگی کو فیس کیا' نہ ہوتیں نانو تو ماموں بھی نہ پوچھتے' تایا اور چچا کتنے مالدار ہیں' ابو سوتیلے بچوں میں پیسہ لٹا دیتے ہیں' پتہ ہے امی! ابو شپ سے دو مہینوں سے آئے ہوئے ہیں اور انہوں نے پلٹ کر بھی خبر نہیں لی کہ ہم کیسے ہیں اور آپ دنیا والوں کی باتیں کر رہی ہیں۔"

"ارے ہاں یہی خوف تو اندر سے مار رہا ہے' یوں تو اظہر الدین ہمیں چھوڑ کر چلے گئے مگر حق جتانے کے لیے وہ آ جاتے ہیں' خیر میں نے تمہارے چچا اور تایا سے ہر بات ڈسکس کی ہے اور ان کی رضا و خوشی سے ہی ہر بات طے کی ہے' اگر وہ یہاں آ گئے ہیں تو خبر تو ہو گی' میں فون کر کے پوچھ لوں گی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اور اب ابو اور دنیا سے فرصت مل گئی ہو تو میں کچھ بولوں؟ یہ دیکھیں سارے پرانے کپڑے جن کا فیشن اور ڈیزائن سب تبدیل ہو چکا ہے' امی کہہ رہی ہیں کہ سب استری کر کے پیک کر دوں۔" ربیعہ منہ بنا کر بولی۔

"تو اس میں برائی کیا ہے۔" رامین ہنس پڑی۔

"یعنی آپی! آپ بھی یہ کہہ رہی ہیں۔" وہ نروٹھے پن سے بولی۔

"ارے بھئی امی کو دنیا داری بھی تو نبھانی ہو گی' لوگ پوچھیں گے کہ کتنے جوڑے دیئے دکھاؤ۔" رامین ہنستے ہوئے بولی۔

"کس کی مجال جو مجھ سے یہ پوچھے گا۔" ربیعہ بڑے گھمنڈ سے بولی۔

"فیصل کی ماں اور بہنیں۔"

"خیر اب وہ ایسی تو نہیں ہیں۔" ربیعہ بڑے پیار سے بولی۔

"یہ مت کہو ربیعہ تم' سسرال والے ایک منٹ میں آنکھ بدلتے ہیں' ذرا سی کمی برداشت نہیں کرتے۔" عمیرہ بھی پلٹ کر بولی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"خیر چھوڑیں امی! ساری پیکنگ ہو گئی ناں آپ کی' آج ہم یہاں سے چلے جائیں گے ناں نور محل۔"

"بہت مشکل ہے مجھے تو پھر پلٹ کر آنا ہو گا' کام ابھی تک نہیں سمیٹ سکی' تم کوچنگ چلی جاتی ہو اور یہ لوگ ابھی تک اپنے کالج سے فارغ نہیں ہوئیں' ہر وقت پڑھائی پڑھائی' اب دیکھ لو سر پر شادی آن پہنچی' رزلٹ سے پہلے رخصتی۔" وہ شکوہ بھرے لہجے میں بولیں۔

"امی! صبح سے دس بار احمد میسج پر میسج کیے جا رہا ہے کب آؤ گی؟ کیا پہنو گی؟ آج کیا ہو گا؟ تنگ آ گئی ہوں اس کے میسجز پڑھ پڑھ کر۔" اسی وقت پھر میسج ٹون بجی تو وہ جھک کر میسج پڑھنے لگی۔

"تم اس کی محبت کی قدر نہیں کرتیں۔" عمیرہ کے چہرے پر پھول سے کھل اُٹھے۔

"ارے امی! ایسے بندے کی کیا کیئر کرنی جو ماں کے سامنے بالکل بچہ بن جائے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ تو اس کی محبت، احترام اور سادگی ہے کہ وہ ماں کے سامنے نظر نہیں اٹھا سکتا مگر اب اماں، فائزہ اور بڑی بھابی سب ہی چاہتے ہیں، بھلا مجھے کیا اعتراض ہو گا، وہ بہت محبت کرنے والا بچہ ہے۔" ان کا لہجہ راحت رساں تھا۔

"صحیح کہہ رہی ہیں امی! وہ بڑا پیارا بچہ ہے۔" اس نے شاید یہی بات میسج میں لکھی تھی، دوبارہ میسج پر اس کے ہونٹ مسکرائے تھے اور وہ مڑ کر بولی۔

"امی! جلدی کریں شام سے پہلے پہلے ہمیں نور محل نکلنا ہے احمد لینے نہیں آ سکے گا، وہ فہد کو لے کر ہاسپٹل نکل رہا ہے، ابھی فہد کے زخم پوری طرح ٹھیک نہیں ہیں، شاید وہ مزید اپنی چھٹیاں بڑھوا لے، ہمیں ٹیکسی سے جانا ہے لہٰذا جلدی نکل چلیں تو اچھا ہے، سفر میں بھی کچھ ٹائم تو لگتا ہے اب یہ تو نہیں کہ ہم لوگ عین کھانے کے ٹائم پہنچیں، کچھ عجیب سا لگے گا جب کہ سب کچھ نانو، ربیعہ کے لیے کر رہی ہیں، امی کیا وہاں لڑکے والے بھی آئیں گے؟" رامین پوچھنے لگی۔

"نہیں صرف گھر، گھر کے لوگ ہوں گے، اماں کہہ رہی تھیں۔" عمیرہ کچھ کپڑے تہہ کرتے ہوئے بولیں، ربیعہ کپڑے اٹھاتے ہوئے کمرے سے باہر گئی تھی۔

"امی! اگر ان کپڑوں کو دینے کا ارادہ ہے تو سب یہیں سے پیک کروا لیجیے گا ہمیں وہاں نانو کے ہاں شرم آئے گی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں وہاں کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گا میرے گھر میں کہ میں نے کیا دیا اور کیا لیا، میں سب کو جانتی ہوں۔" وہ اعتماد سے بولیں۔

"امی! ویسے تو سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو ہی گیا ہے، یہ لیں 95 ہزار مجھے کمیٹی مل گئی ہے، بہت سارے چھوٹے موٹے جو کام ہیں آپ ان سے کام چلا لیجیے گا ورنہ میں اور دے دوں گی، ویسے بھی امی اب وہ زمانہ گزر گیا جب کشن، تکیہ، غلاف پر کڑھائی کی جاتی تھی، اب تو یہ ہے کہ 10، 15 جوڑے ٹھیک ٹھاک ایسے ہونے چاہئیں کہ بندہ پہن سکے باقی اب گولڈ کی بھی اتنی اہمیت نہیں رہی، اب تو میچنگ جیولری پہنی جاتی ہے۔امی، احمد کہہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہا تھا کہ فرنیچر تیار ہے تم چل کر دیکھ لو یا ربیعہ‘ امی میں دیکھ تو چکی ہوں اب کیا بار بار دیکھنا‘ نانو کہہ رہی تھیں کہ کل فرنیچر لڑکے والوں کے ہاں پہنچوا دیا جائے گا۔“

”اب یہ ان کی ذمے داری ہے اماں جانیں اور سجاد بھائی‘ مجھے تو بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے‘ سچ پوچھو رامین! میں نے بڑی ہمت کر رکھی ہے اندر سے بہت ٹوٹ پھوٹ گئی ہوں میں۔“

”ارے امی! ابھی تو آپ نے بہت کام کرنے ہیں ایسے کیسے آپ تھک گئیں۔“ وہ جلدی سے اٹھ کر اپنی ماں کے کندھے دبانے لگی تھی تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

”ارے امی! آپ رو رہی ہیں“ اس نے رندھی ہوئی آواز سے ان کا چہرہ چوم لیا۔

”مجھے یہ سب اچھا نہیں لگ رہا‘ ربیعہ تم سے چھوٹی ہے میری ممتا کا پہلا حق تم پر ہے۔“ وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولیں۔

”کمال کرتی ہیں امی! آپ میرے لیے اداس ہیں یا ربیعہ کے لیے رو رہی ہیں‘ سچ سچ بتائیں“؟ اس نے پھر انہیں پیار سے خود سے لپٹا لیا۔

”کوئی نہیں آپی! امی سب سے زیادہ ربیعہ کو چاہتی تھیں اسی لیے رو رہی ہیں اب۔“ راحمہ بولی۔

”ہاں تم تو میری جیسے سوتیلی ہو‘ یہی دکھ تم لوگوں کو کھائے جاتا تھا ناں کہ ربیعہ میری چہیتی ہے‘ اب چلی جائے گی ناں تو رہنا تم دونوں چین سے۔“

”کیسی باتیں کرتی ہیں امی آپ۔“ بشریٰ اور راحمہ کے آنسو بہنے لگے۔

”دیکھو ربیعہ! تمہاری کتنی امپورٹنس ہے سب کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔“ اور آنسو پونچھتی ہوئی رامین بہت تیزی سے واش روم کی طرف چلی گئی تھی۔

......☆☆☆......

پھر ایک بار شوخ رنگوں کا موسم نور محل میں اُتر آیا تھا' ہوا میں اُڑتے ہوئے رنگ برنگے آنچل تتلیوں کی طرح لہرا رہے تھے' ڈھیروں گلاب' گیندے کے پیلے پیلے پھولوں کے ٹوکرے بھرے رکھے تھے' سب ایک دوسرے کو مار مار کر بھاگ رہے تھے' ابھی تو ڈنر کی ٹیبلز پر سفید سفید چادریں بچھی ہوئی تھیں' ربیعہ سب کے بیچ سر جھکائے بیٹھی تھی سبھی اُسے چھیڑ رہے تھے "ربیعہ کی آئے گی بارات' نورین آپی ناچیں گی۔" بشریٰ چھیڑ کر بھاگی' ڈھیر سارے پھول لے کر ندیم نے رِدا کے چہرے پر زبردستی مارتے ہوئے اس کے چیخنے پر منہ میں ٹھونس دیئے۔

"بیہودہ' بدتمیز کہیں کے۔" وہ منہ سے پتیاں تھوکتے ہوئے بول رہی تھی۔

"اس نے تمھیں بکری سمجھ کر پھولوں کو تمہارے منہ میں ٹھونس دیا۔" قریب سے گزرتی ہوئی راحمہ ہنس کر بولی۔

"خود ہوں گے بکرے کہیں کے۔" وہ تلملا کر بولی تو ندیم شرارت سے پھر پھول اٹھا کر اس کی طرف بڑھا۔

"بڑی ممانی!" وہ زور سے چیخ کر بھاگی' ایک زوردار قہقہہ بہت دور تک اس کا پیچھا کرتا گیا' لیکن وہ خود کو چھڑا چکی تھی تبھی سجاد مصطفی چلتے ہوئے لان میں آئے اور ایک نظر ڈالی تھی۔

"عذرا! بہت دیر ہو جائے گی کھانا لگوا دو۔'

"دیکھیں سجاد! کیا انجوائے کر رہے ہیں سب بچے۔"

"وہ تو ہے مگر نہ تو منظور نظر آ رہا ہے اور نہ اس کے بچے۔"

"ہاں میرا خیال ہے اب تک تو آ جانا چاہیئے تھا۔احمد' فہد کو لے کر ہاسپٹل گیا تھا۔ندیم دیکھ کر آئو چچا ابھی تک کیوں نہیں نیچے اُترے۔"

"وہ اسپیشل گیسٹ ہیں اس لیے نہیں آئے پاپا!" ندیم کسی کو چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھا' سجاد مصطفی ہنس پڑے۔

”دیکھتا ہوں میں اوپر جا کر۔“ ندیم دوڑتا ہوا اوپر پہنچا تھا' وہاں کا تو موسم بالکل الٹ لگ رہا تھا' کرن اور عبیر کو سعدیہ نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ کوئی نیچے نہیں جائے گا۔

”چھوٹے چچا!“ یہ کہتے کے ساتھ ہی اس کی آواز کو بریک لگ گئے تھے' سعدیہ بڑے نفرت بھرے انداز میں اس کی طرف پلٹی تھیں۔

”چھوٹے چچا کی فکر ہے کہ وہ نہیں ہیں نیچے اور چچی جان کی فکر نہیں کہ وہ نہیں ہیں۔“ وہ غصے سے بولیں۔

”یہی تو پوچھنے آیا ہوں کہ آپ لوگ کیوں نیچے نہیں آئے' پاپا اور دادو آپ سب کا پوچھ رہے ہیں۔“

”کھانا ہی تو کھانا ہے کوئی وہاں آج ہی ربیعہ کی بارات تو نہیں آ رہی' احمد اور فہد ابھی تک گھر نہیں آئے اور میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے' عبیر اور کرن نہیں جائیں گی۔“

”ندیم!“ جلدی سے منظور مصطفیٰ بولے۔

”تم جائو میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔“ وہ یہ سن کر نیچے اُتر آیا تھا' سعدیہ کرسی گھسیٹ کر منظور کے سامنے آ کر بیٹھ گئی تھیں۔

”تم ہمارے دشمنوں سے مل کر انجوائے کرتے ہو' ہمارا کوئی نہیں اس دنیا میں ہم اکیلے ہیں نہ شوہر نہ بیٹے نہ بیٹیاں میرے ساتھ ہیں جائو تم بھی جائو' آج کچھ ہوجائے میں تو نہیں جائوں گی نیچے اتر کر ہمارے سر پر شیزرے کو بٹھا کر مذاق اڑایا جاتا ہے' وہ چھولے والے کی بیٹی میرے سامنے سے بار بار گزرتی ہے مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہوتا مزید یہ ذلت اور رسوائی۔“ تو منظور غصے سے کھڑے ہو گئے۔

”ہر وقت گھر میں شور' کوئی نہ کوئی مسئلہ اٹھا رہتا ہے' میں عاجز آ گیا ہوں۔“

” تم عاجز آ گئے ہو ناں تو میں بھی تھک گئی ہوں۔“ وہ غصے سے بولیں۔

”کسی بھی چیز کی ایک حد ہوتی ہے سعدیہ! یہ ذہن میں رکھنا۔“

"اب میری بھی حد اور صبر ختم ہو رہا ہے منظور! میں خالی ہاتھ ہوں' میرے بیٹے میرے ہاتھ سے نکل گئے۔" وہ تڑپتے ہوئے لہجے میں بولیں۔

"اور عبیر' وہ کس کے ہاتھ سے نکل گئی' وہ کس کی تربیت ہے؟" منظور غصے سے بولے تو وہ چیخ کر بولیں۔

"اس نے بھی اسی گھر سے یہ طور طریقے سیکھ لیے۔"

"اس گھر میں تو یہ سب نہیں ہوتا۔" منظور بھی غصے میں آ گئے۔

"دیکھیں منظور! اس سے زیادہ آپ کچھ نہ بولیں ورنہ میں سب ادھیڑ کر رکھ دوں گی۔" وہ آنسو بہانے لگیں۔

"بس اب آنسوئوں سے بلیک میل کرتی رہنا۔"

"میرے پاس اس کے علاوہ ہے کیا میں خالی ہاتھ و خالی دامن ہوں' ایک بیٹا اس چھولے والی کو لے کر آ گیا' دوسرا بیٹا ہر وقت عمیرہ کے ارد گرد گھومتا نظر آتا ہے' ایک ایک منٹ پر اُسے پھپھو کا خیال آتا ہے وہ اکیلی ہیں بے

چاری ہیں ان کے گھر میں کوئی مرد نہیں ہے' ان کو لینے جانا ہے' اب ان کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے' سب کا باپ بنا پھرتا ہے لیکن اب میرے اس بیٹے کو مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا' چلو آئو نیچے' جانا چاہ رہے ہو ناں چلو میں بھی چلتی ہوں تمہارے ساتھ' وہ وہاں اکٹھے ہیں ناں۔" وہ بہت غصے سے اٹھی تھیں۔

"نہیں تمہیں کوئی ضرورت نہیں وہاں جانے کی' تم اس قابل نہیں ہو کہ وہاں جا سکو۔"

"اچھا... میں اس قابل نہیں ہوں اور میری اولاد ہے' پڑھ لکھ کر جب اس قابل ہو گئے تو میری اولاد ان کی اولاد ہو گئی۔" منظور مصطفی نے کرن اور عبیر کو بلایا تھا۔

"تمہاری ماں نہیں جا رہی نہ جائے تم دونوں نیچے جائو میں دس منٹ میں نیچے آتا ہوں۔"

"پاپا! مما ٹھیک کہہ رہی ہیں جہاں ان کی کوئی عزت نہیں ہے آپ کیوں ان کو مجبور کر رہے ہیں۔" عبیر اپنی ماں کی ہمدردی میں بولی تھی۔

"آپ کو جانا ہے تو آپ جایئے لیکن اگر مما نہیں جائیں گی تو میں بھی نہیں جاؤں گی اور کرن تم بھی نہیں جاؤ گی۔" منظور مصطفیٰ ایک دَم سے کمزور پڑ گئے۔

"دیکھو بیٹا! ایسی بات ہے ربیعہ بھی تمہاری بہن ہے اور جن حالات میں ان کی پرورش ہوئی ہے ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم ان کی خوشی میں زیادہ سے زیادہ شامل ہوں، دو چار دن کی بات ہے پھر سب اپنے گھر چلے جائیں گے۔" منظور مصطفیٰ بہت بے چارگی سے بولے۔

"نہیں پاپا! اگر مما نہیں جائیں گی تو ہم بھی نہیں جائیں گے۔" عبیر پلٹ کر اندر گئی تھی، منظور بہت تھکے تھکے قدموں سے نیچے اُتر گئے تھے۔

"اماں! میں آ گیا ہوں کیا یہ کافی نہیں؟ سعدیہ کی کچھ طبیعت ٹھیک نہیں اور بچیاں اس کے پاس ہیں۔" منظور یہ کہہ کر سجاد مصطفیٰ کی طرف بڑھ گئے

تھے، اس وقت سارے نواسے اور نواسیاں موجود تھے۔شیزرے، منظور کو دیکھ کر بہت نروس سی آگے بڑھنا چاہتی تھی کہ فائزہ نے رستہ روک لیا۔

"شیزرے! بات تو سنو۔" لیکن وہ نظریں نہ اٹھا سکی اور ایک لمحے میں سب کے درمیان سے غائب ہو گئی تھی، تبھی اچانک فہد اور احمد اندر آئے تھے۔

"چلو فہد اور احمد تو آ گئے، چلو کھانا جلدی سے سرو کرو۔" عذرا اٹھ کر جلدی سے اندر گئی تھیں۔

"چلو چھوڑو تم لوگ خوامخواہ ڈھولک پیٹے جا رہی ہو نہ گانا گانا ہے اور بس۔" فائزہ نے یہ کہہ کر سب لڑکیوں کو روک دیا تھا، عمیرہ بڑی خاموش سی لان کی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھی تھیں اور ان کے پاس ہی منظور مصطفیٰ، سجاد مصطفیٰ اور اماں بھی آ کر بیٹھ گئی تھیں۔

"میں یہ بات پہلے بھی بتا چکی ہوں مگر پھر بھی میں عمیرہ کو بتا دیتی ہوں کہ کیا کیا تمہارے بھائی ربیعہ کے لیے کریں گے۔" وہ تفصیل بتا رہی تھیں۔

"فرنیچر اور تمام ضروریات کی چیزیں سجاد مصطفی اور منظور مصطفی مل کر، کر رہے ہیں اور کھانے کی ذمے داری بھی منظور نے لے لی ہے اور مسعود نے منظور کے اکاؤنٹ میں 2 لاکھ بھیجے ہیں تاکہ ربیعہ کے لیے کوئی جیولری سیٹ لیا جائے، بس عمیرہ اب تمہیں کوئی فکر کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بھائی! آپ لوگوں نے اتنا کر دیا میں تو یہ سوچ نہیں سکتی تھی۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو عمیرہ! بھائی کرتے ہی اتنا ہیں اور جب اللہ نے دیا ہے تو بس پھر۔" اماں محبت سے بولیں۔

"ہاں اماں! سلامت رہیں میرے بھائی، ان کے دَم سے ہم سب اپنے گھروں میں آباد ہوئے اور اب یہ ہماری دیکھ بھال کرتے ہیں۔" اتنے میں آ کر رِدا نے کہا تھا۔

"نانو! کھانا لگ چکا ہے۔" تو سب اٹھ کر ٹیبلز کی طرف گئے تھے، وہاں تمام بچے بڑوں کے منتظر کھڑے تھے اور جونہی بڑوں نے کھانا کھا لیا تو سبھی چکن بروسٹ پر حملہ آور ہوئے تھے۔

"یا اللہ! تم لوگ کتنے ندیدے ہو۔" حریم، زوہیر کو دیکھ کر بولی جو اپنی پلیٹ میں ڈھیروں چکن لیے آگے بڑھ رہا تھا تو ندیم سے ٹکرایا تو ایک چکن کا پیس نیچے گرا۔

"یہ تو ہونا تھا، حری آپی کی نظر جس چیز پر لگ جائے ناں وہ گرتی ضرور ہے۔" ندیم بولا تھا۔

"لیکن ابھی تک عباد بھائی تو نہیں گرے زمین پر۔" کولڈ ڈرنک کا سپ لیتے ہوئے بشریٰ شرارت سے بولی تھی۔

"اچھا ابھی بتاتی ہوں۔" حریم آگے بڑھی۔

"عباد بھائی! مجھے بچائیں۔" وہ کولڈ ڈرنک کی بوتل اٹھائے عباد کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرنے لگی۔

"نہیں اتنا اچھا بھی نہیں کہا اس نے۔" حریم بول کر رُخ موڑ گئی۔

تبھی فہد نے آہستہ سے احمد سے کہا تھا۔

"حری کی بے اعتنائی بتاتی ہے کہ وہ عباد بھائی کو ابھی تک معاف نہیں کر سکی۔"

"لیکن ایسا کبھی محسوس تو نہیں ہوا۔" احمد بولا تھا۔

"لیکن عباد بھائی کے لہجے میں کبھی کبھی یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ زیادہ دن یہاں نہیں ٹھہرنا چاہتے، وہ یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"چلو چھوڑو، وہ دیکھو سامنے بڑے پاپا بلا رہے ہیں۔"

"ارے بھئی کیسی طبیعت ہے ہمارے پولیس آفیسر کی؟" سجاد مصطفی، فہد کو دیکھ کر مسکرائے۔

"اور ہمارے ہونہار بیٹے احمد مستقبل کے انکم ٹیکس آفیسر کہاں مصروف ہو تم دونوں؟"

"بڑے پاپا! میں فہد کو لے کر ہاسپٹل گیا تھا۔"

"اب سب کیسا چل رہا ہے؟" سجاد مصطفی پوچھ رہے تھے۔

"بس بڑے پاپا! پہلے سے تو بہتر ہے، ربیعہ کی وجہ سے رک گیا ورنہ مجھے اسی ہفتے چلے جانا تھا۔"

"چلو اچھا کیا، ویسے بھی ابھی تم مجھے کمزور لگ رہے ہو اور احمد تمہیں کب تک جانا ہے؟"

"بس بڑے پاپا! مجھے نیکسٹ منتھ تک چلے جانا ہے۔" وہ بہت اداس لہجے میں بولا تھا۔

"منظور! احمد کچھ کچھ چپ نہیں رہتا۔" سجاد مصطفی نے منظور کو چونکا دیا۔

"جی بھائی۔"

"ارے سعدیہ اور بچیاں نظر نہیں آ رہیں۔"

"وہ سعدیہ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے، میں خود عبیر اور کرن کو روک کر آیا ہوں۔"

"یہ لیں سجاد! میں تھوڑی سی شکر آپ کی چائے میں ڈال دوں۔" عذرا نے ان کی باتوں کا رُخ موڑ دیا تھا' منظور بھی جلدی سے کسی اور سے مخاطب ہو گئے تھے تو عذرا بھابی کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیلی تو منظور بھی مسکرا پڑے۔

"بھابی! یہی باتیں تو مجھے آپ کی اچھی لگتی ہیں۔" منظور ہمیشہ عذرا کی تعریف کرتے تھے اور یہی بات سعدیہ کو بالکل پسند نہیں تھی۔

"بھابی! آپ بہت اچھی ہیں بس یہ بات ہے کہ آپ کو کچھ لوگ سمجھ نہیں سکے۔"

"بس رہنے دو منظور تم! ہر وقت تم تعریفیں کرتے رہتے ہو اسی لیے سعدیہ ناراض ہو جاتی ہے مجھ سے۔"

"بھابی! اس کی تو یہ عادت پرانی ہے آپ اس کو بھول جائیں۔" اوپر کھڑی سعدیہ نیچے نظر ڈالے دیکھ رہی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دیکھنا کرن! نیچے نظر ڈالنا' کیسے تمہاری تائی تمہارے بابا کے کان بھر رہی ہیں' دونوں نے کرسی کھسکا لی ہے' دونوں کے رُخ آمنے سامنے ہیں۔" سعدیہ' کرن سے بولی تھیں۔

"چھوڑیں مما! میں نہیں تانکاجھانکی کرتی' دادو دیکھ لیں گی۔" وہ دو قدم پیچھے ہٹ کر بولی تھی تو سعدیہ تڑپ کر پلٹی تھیں۔

"میرا تو دل چاہتا ہے تیل چھڑک کر آگ لگا دوں ان سب کو، مگر دیکھو ان پر قسمت کیسی مہربان ہے۔سنا ہے ربیعہ کا ہونے والا شوہر ٹھیک ٹھاک پوزیشن والا ہے مگر دل خوش ہوا یہ سن کر کہ دو دو نندیں ادھیڑ عمر کی گھر میں موجود ہیں' ماں تو بوڑھی ہے اور ہارٹ پیشنٹ ہے کبھی نہ کبھی تو مر جائے گی مگر دونوں نندیں ساس بن کر ربیعہ کو نوچیں گی' مجھے بھی زندگی کا تجربہ ہے۔"

"اللہ نہ کرے مما! آپ کیسی باتیں کرتی ہیں، کیوں آپ کسی کا بُرا چاہتی ہیں، وہ تو ویسے ہی مما بہت اچھی نیچر کی ہے اوپر سے ان کے ابو بھی نہیں ہوتے۔" وہ ترس بھرے لہجے میں بولی۔

"ہاں تو بیٹا! ان کی حرکتیں ہی ایسی ہیں ورنہ کون جاتا ہے اپنے بچوں کو چھوڑ کر اس طرح دوسری عورت کی طرف۔"

"نہیں مما! پھپھو بے چاری تو اتنی سادہ اور سوئیٹ نیچر کی ہیں۔"

"تو پھر کیوں نہ کی قدر اس نے، تمہاری پھپھو کو ہمیشہ گھمنڈ رہا ہے اپنے بھائیوں پر، رعب جماتی رہی ہیں نور محل کا، اب دیکھو شادی نور محل سے ہو گی، دنیا میں سارے کلب اور شادی ہال ختم ہو گئے، ایک نور محل بچا ہے۔"

"سو واٹ مما! اچھا ہے ناں اس طرح پھپھو کی مدد ہوجائے گی۔"

"ہاں پھپھو کی چمچی، تو بھی سائیڈ انہی کی لے رہی ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نہ کریں مما! اس طرح کی باتیں، دادو کہتی ہیں کسی کا بُرا چاہو تو خود کا بُرا ہوتا ہے۔"

"تو ابھی تک یہاں کس کا بُرا ہوا مجھے بتائو۔"

"کیوں نہیں مما! آپ کی ناپسندیدہ ہستی ہمارے گھر آ گئی، دو چار دن پہلے احمد بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، اور فہد بھی زخمی ہے، آپ اسے معمولی نہ لیں اور دیکھیں عبیر کو۔"

"عبیر کو کیا ہوا؟" وہ پلٹ کر اس کے قریب آ گئیں۔

"مما! سب کچھ جانتی ہیں آپ، پھر بھی مجھ سے پوچھ رہی ہیں۔"

"کیا جانتی ہوں میں؟" وہ اس سے سوال کا جواب مانگ رہی تھیں۔

"جائیں اُسی سے پوچھیں کہ کیا ہوا ہے، کل سے وہ بہت اپ سیٹ ہے، رات بھر جاگتی رہی ہے، آپ کو کچھ خبر ہے وہ رات میں نیند کی ٹیبلٹ لے کر سو رہی ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ اس کی پرانی عادت ہے۔" وہ جھنجلا کر بولیں۔

"مما! ساری آزمائشیں ہمارے گھر کی طرف آ رہی ہیں، پلیز آپ کسی کا بُرا مت چاہیں۔"

"میں نے کس کا بُرا چاہا؟" انہوں نے کرن کے بازو کو بہت زور سے دبوچا۔

"مما پلیز!" وہ سٹپٹا کر وہاں سے ہٹی۔

"اس وقت میرا دل جل رہا ہے اور تم نے اس پر آگ لگا دی۔" کرن روتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

......☆☆☆......

ڈنر کے اختتام پر سبھی لوگ ایک دوسرے کی خاطر مدارت میں لگے رہے، منظور بھی بہت خوش خوش مگر جاتے ہوئے بے حد اداس سے اوپر گئے تھے۔ فاطمہ خالہ البتہ برتن سمیٹ رہی تھیں، باورچی سے وہ سب ڈشز سے کھانے

نکال نکال کر فریج میں رکھوا رہی تھیں، تبھی اماں چلتی ہوئیں کچن میں آئی تھیں۔

"فائزہ جانے والی ہے فاطمہ! تھوڑا کھانا پیک کروا کر بھجوا دینا۔"

"جی اماں! وہ تو میں نے کھانے سے پہلے ہی سعدیہ بھابی کا کھانا نکال کر رکھ دیا تھا اور اوپر جا کر میں بوا کو دے بھی آئی اور فائزہ کا بھی پیک کروا دیا ہے۔"

"چلو یہ تو تم نے بہت اچھا کیا، میں تو بھول ہی گئی تھی، ایسا کیا ہوا سعدیہ کو اور بچیوں کو کہ وہ کھانے پر اُتر کر نہ آئیں۔"

"اماں! بات تو صحیح ہے شیزرے کو وہ برابر کا درجہ نہیں دے سکتیں۔"

"بھئی بات ہی ختم ہو گئی، جب یہ بات کھل کر سب کے سامنے آئی کہ وہ اِکو کی بیٹی نہیں ہے، تم بھی فاطمہ! کھل کر بتا دو کہ شیزرے کس خاندان کی بیٹی ہے، تمہاری صورت شکل اور انداز فکر سے اندھا بھی محسوس کر لے کہ تم کس خاندان کی ہو، یہاں کسی کو نظر ہی نہیں آتا، سچ تو یہ ہے فاطمہ

کہ ایک دوسرے کو سمجھ لیں ناں کہ سامنے والے کے دل میں کیا ہے تو بات ہی نہیں کچھ لیکن یہاں کہاں کسی کی کوئی سنتا ہی نہیں۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہیں دادو! اب اگر کوئی کسی کی بات سن لے ناں تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔'' عباد پتہ نہیں کس کونے سے نکل کر آ کر بولا تھا' حریم فلٹر سے بوتل میں پانی بھرتے بھرتے پلٹ کر دیکھنے لگی۔

''دادو! ہر کوئی اپنی جگہ درست ہے اتنی فرصت کسے ہے کہ کسی کی کہانی سنتا پھرے۔'' حریم پلٹ کر بولی تھی۔

''خیر اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہی کوئی سنے یا نہ سنے۔'' عباد بھی دادو کو دیکھ کر بولا تھا۔

''ہیں تم کس کی سننے اور سنانے میں لگ گئے' تم دونوں کا کیا کام ہے بیچ میں بولنا۔'' دادو بولیں۔

''ہو گا ناں دادو! ہمارے بیچ کچھ ایسا تبھی یہ ہری مرچ کی طرح جھپٹ پڑی۔'' دادو چونکیں ہنس کر' حریم ہرا سوٹ پہنے کھڑی تھی' فاطمہ چونک کر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پلٹی تھیں' انہوں نے ایک نظر عباد پر ڈالی جو واپس مڑ گیا تھا' غصے سے اس کا چہرہ ریڈ ہو رہا تھا۔

''ایک بات طے ہے کہ شیزرے کی کافی بہت مزیدار ہوتی ہے۔'' فہد ایک سپ لیتے ہوئے مسکرایا تھا۔

''مکرر ارشاد۔'' شیزرے کمرے میں داخل تو ہوئی تھی مگر وہ سن نہیں سکی تھی کہ فہد نے کہا کیا ہے۔

''کیوں کیا یہاں مشاعرہ ہو رہا ہے۔'' رامین نے جل کر بشریٰ کو دیکھا جو شیزرے کو دیکھ کر خوامخواہ ہنسے جا رہی تھی۔

''محفل میں بزرگ اپنی دھونس بہت جماتے ہیں احمد بھائی! آپ کا کیا خیال ہے۔'' ندیم' رامین کو دیکھ کر ہنسا تھا۔

''سو فیصد تم صحیح کہہ رہے ہو۔'' احمد ہنسا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اچھا' اچھا بس میں ذرا امی کو دس منٹ میں ڈراپ کر کے آتا ہوں' Wait for me سارے جوک ابھی ہی نہ سنا دینا۔" زوہیر پلٹ کر احمد سے گاڑی کی چابی لے کر آگے بڑھا تھا۔

"شیزرے! فہد بھائی کو تمہارے ہاتھ کی کافی بہت پسند آئی ہے۔" تو شیزرے نے پلٹ کر فہد کی جانب دیکھا جو ہنس کر اُسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"وہاں کہاں شیزرے جہاں حری بیٹھی ہے وہاں بیٹھو۔" فہد ہنس کر بولا۔

"اوہو... فہد تو بڑا خیال رکھنے لگا ہے شیزرے کا' شیزرے یو آر ویری لکی۔" کہنی مار کر حریم ہنسی تھی تو شیزرے نے جھینپی جھینپی نظروں سے فہد کو دیکھا ضرور تھا' وہ دوسری طرف بیگانہ سا بن کر دیکھنے لگا لیکن اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ شرارت سے کہہ کر رُخ موڑ گیا تھا۔

"تو اس میں غلط کیا ہے جب شیزرے اس کی ہے تو ہے' اب کسی سند کی ضرورت تھوڑی ہے۔" رامین بھی ہنس کر بولی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ارے ربیعہ کو کیا ہوا' اتنی اداس اداس اور سہمی ہوئی رامین کے پیچھے کیوں چھپی بیٹھی ہے؟" احمد کی نظروں نے اسے ڈھونڈ لیا تھا۔

"یہ ہمارے ہونے والے جیجا کے خیالوں میں گم ہے۔" رامین ہنس کر بولی تھی تو ربیعہ نے شرم سے اپنا چہرہ جھکا لیا۔

"زوہیر آ جائے تو ہم سب آئسکریم کھانے چلتے ہیں۔" ندیم کی طرف سے آفر آئی تھی۔

"جیب کس کی خالی ہو گی"؟

"عباد بھائی کی' عباد بھائی کی۔" ہر طرف سے آوازیں آئی تھیں۔

"ہیں یہ کیا ہوا عباد بھائی تو اداس بیٹھے ہیں' کس سے ناراض ہیں؟" فہد ہنسا۔

"بس میں بیزار ہو گیا ہوں' سوچ رہا ہوں ربیعہ کی شادی کے بعد ہی میں نکل جائوں۔"

"کیوں عباد ایسا کہہ رہے ہو' بے چاری حریم کیا کرے گی؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیوں کیا کرنا ہے رامین! مجھے کوئی بھی اس کی پروا نہیں۔"

"یا اللہ! اتنے بے رحم کب سے ہو گئے آپ؟" راحمہ نے مڑ کر عباد کو دیکھا تھا۔

"ہونے کے لیے صدیاں تھوڑی بس ایک لمحے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"واہ کیا بات کہی ہے عباد بھائی نے' ایک لمحے کی بات ہوتی ہے جب کوئی دل میں اُترتا ہے۔" احمد بھی ہنسانے کے موڈ میں بولا۔

"تمہاری بھی لائف میں کسی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔" حریم غصے سے بولی۔

"اوہو... تو بات یہ ہے کہ آج دونوں کی ٹھنی ہوئی ہے۔" فہد ہنسا اور اس نے بہت گہری نظروں سے احمد کو دیکھا تو احمد' عباد کی طرف ہی اشارہ کر رہا تھا' عباد بڑے غصے سے نکل کر باہر لان کی طرف پلٹا تھا۔

"لو بھئی ہو گئی چھٹی' زوہیر ابھی تک پلٹا نہیں پھپھو کو چھوڑ کر اور عباد بھائی آج بڑے غصے میں ہیں' لگتا ہے کہ آئسکریم کا پلان کینسل کرنا پڑے گا۔"

احمد بہت تیزی سے پلٹ کر عباد کے پیچھے بھاگا تھا' عباد سیدھا لان میں آ کر کین کی پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا تو احمد بھی اس کے قریب چلا آیا تھا۔

"عباد بھائی! آپ بہت تھکے تھکے اور پریشان لگتے ہیں' آپ جو کچھ بھی کہنا چاہتے ہیں آپ حری کو لکھ کر دے دیں۔"

"کوئی فائدہ نہیں ہے احمد! تم لوگوں نے زندگی کو کھیل سمجھ کر انجوائے کیا' آج میں جس اذیت سے گزر رہا ہوں اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا' جب سے پاپا کو پتہ چلا ہے کہ میں نے وہاں شادی کر لی تھی میں ان سے نظریں نہیں ملا پاتا' تم سب نے مل کر میرا مذاق اڑایا ہے اور اب وہ حد سے زیادہ مجھے دھوکے باز سمجھتی ہے' کوئی میری بات سننے کو تیار نہیں ہے کہ میں نے کن حالات میں وہاں شادی کی تھی۔"

"تو آپ اُسے بتائیں اور سمجھائیں۔"

"اُف احمد! بس میرا دماغ چکراتا ہے اور کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ میں تم سب کو چھوڑ کر اتنی دور نکل جائوں جہاں تمہیں میرا نام و نشان بھی نہ ملے۔"

"آپ کو بڑے پاپا کا بھی خیال نہیں' آپ صرف اپنی ذات کے لیے سوچتے ہیں۔"

"یہی تو دکھ ہے میں نے اپنی ذات کے بارے میں نہیں سوچا' وہ نہیں جانتی کہ میں کن حالات کا شکار ہوا۔"

"تو عباد بھائی! آپ بھی یہ چاہتے ہیں کہ کہانی سنانے کے لیے شامیانہ لگایا جائے اور اردگرد کرسیاں ڈال کر لوگ آپ کی کہانی سنیں' یہ ذکر تو آپ ہم سے بھی کئی بار کر چکے ہیں۔"

"اب اس پاگل لڑکی کو کیا بتائوں کیسے بتائوں' کہتے کہتے بھی رُک جاتا ہوں احمد! سبھی مجھے غلط سمجھ رہے ہیں' مما سے کچھ بولو تو خاموش رہو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہم سب جانتے ہیں' اب پاپا بھی مجھے ساکت نظروں سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دیکھتے ہیں کہ میں اتنا گیا گزرا ہوں' چھوٹی چچی کوئی طنزیہ جملہ کہہ کر نکل جاتی ہیں اور حری اس کے پاس تو اتنے بڑے بڑے ڈائیلاگ ہیں کہ میں حیران ہوں کہ اس نے یہ ساری باتیں سیکھی کہاں سے؟ کہتی ہے محبت تھی ہی نہیں' محبت کرنے والے نظر اٹھا کر کسی کو دیکھتے ہی نہیں' سنا میرے بھائی کیا جواز ہے اس کے پاس۔" احمد نے اپنا ہاتھ اٹھا کر ماتھے پر رکھا تھا' حریم بیڈروم میں ونڈو کے پاس سے گزری تو جاتے جاتے اپنا نام سن کر کچھ چونک سی گئی' باہر اندھیرے میں عباد اور احمد بیٹھے تھے۔

"اب عباد بھائی! ہمیں بتا دیں کہ اتنا حسین واقعہ آپ کے ساتھ امریکہ میں ہوا کیسے؟ کیسے وہ آپ کی لائف میں آئی' وہ لڑکی کون تھی اور کیا نام تھا؟ سچ آج تو بتا ہی دیں' آپ نے کبھی کسی سے اپنی بات شیئر نہیں کی' یہ تو پاپا بھی کہتے ہیں کہ پتہ نہیں عباد نے کن حالات میں وہ سب کیا' اس سے کرید کرید کر مت پوچھو' ہو سکتا ہے اس کی وہاں کوئی مجبوری ہو جسے ہم نہیں جان سکے ورنہ ہمارا خون ایسا نہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"شکر ہے کوئی تو ہماری مجبوری کو سمجھتا ہے' سچ احمد! کچھ ایسا ہی ہوا' وہ بڑی بدنصیب فیملی تھی باپ پیروں سے معذور تھا' ماں کینسر کی مریض' وہ ہمارے ساتھ ہی ایم بی اے کر رہی تھی۔" تو احمد نے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا۔

"خدیجہ بے حد صوم و صلوٰۃ کی پابند' بنگالی فیملی سے بی لونگ کرتی تھی' ان کا اپنا ایک بڑا سا گھر بھی تھا میں نے اور ایک عربی دوست نے ان سے ایک روم کرائے پر لیا تبھی پتہ چلا کہ یہ مسلم فیملی ہے' کچھ عرصے کے بعد ہی آگے پیچھے اس کے پیرنٹس کا انتقال ہو گیا لیکن وہ ہمت اور حوصلے سے لائف کا سامنا کرتے ہوئے زندہ تھی' میں اور میرا عربی دوست اس کی ہمت اور حوصلے سے بے حد متاثر ہوئے کہ وہ تنہا زندگی کو فیس کر رہی تھی پھر اچانک میرے عربی دوست کو مصر جانا پڑ گیا تب بھی خدیجہ اور مجھ میں رسمی سی بات چیت ہوتی تھی کہ ایک دن وہ میرے پاس انتہائی پریشان اور متوحش سی حالت میں چلی آئی اور بولی۔

"عباد! تم مجھ سے پیپر میرج کر لو' مجھے تمہارے نام کی ضرورت ہے کیونکہ مجھے اکیلا سمجھ کر میرا چچا میری پراپرٹی پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور اپنے پاگل بیٹے سے زبردستی میری شادی کروانا چاہتا ہے' تمہیں اس طرح سے یہاں کی نیشنلٹی مل سکتی ہے۔"

"بس یہ کہانی تھی تو میں نے کہا کہ ٹھیک ہے اور پھر پیپر میرج میری دو سال تک رہی اور پھر واقعی اس کی مجبوریاں اتنی بڑھتی چلی گئیں کہ وہ خوف و پریشانیوں سے دماغی ٹیومر کا شکار ہو گئی' وہ بڑی لونگ نیچر لڑکی تھی میں اسے آج تک نہیں بھول سکا' میں نے اس کے لیے اپنی قربانی دی' ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ وہ میری بیوی ہے' حتیٰ کہ میں نے خدیجہ کے آخری آپریشن پر بھی ایز اے ہسبینڈ سائن کیے لیکن وہ بچ نہ سکی' میں اس کے بغیر بہت اپ سیٹ رہا' وہ جگہ چھوڑ دی' میرا دوسرا سیمسٹر بھی چھوٹ گیا' نجانے وہ کیسا احساس تھا ہمارے اور اس کے درمیان کہ ہم اس کے بغیر اور وہ ہمارے بغیر نہیں رہتی تھی' ہم ڈھیروں اپنی باتیں ڈسکس کرتے تھے اور ایک

دوسرے کا خیال رکھتے تھے مگر ایک دوست کی حیثیت سے۔احمد! کبھی ایک پل کے لیے بھی مجھے یہ احساس نہیں ہوا کہ یہ میری بیوی ہے، ہم اچھے دوستوں کی طرح رہے، ان تین سالوں میں مجھے بہت ساری آسانیاں ملیں اس کی وجہ سے آخری لمحے بھی وہ مرتے مرتے مجھ پر احسان کر گئی کہ "عباد کبھی تم دنیا پر شو نہیں کرنا کہ تم میرے شوہر نہیں تھے، میں نے ہر جگہ اپنی دِل میں تمہارا نام لکھا ہے، تمہی مجھے اسلامی طریقے سے میری آخری آرام گاہ تک پہنچانا، عباد بولو تم میرے ہو، کبھی اس بات سے تم انکار نہیں کرو گے ہم اور تم جانتے ہیں کہ ہمارے درمیان صرف اور صرف دوستی کا رشتہ ہے میں ایک دوست کی حیثیت سے یہ بات کہہ رہی ہوں، میری تمام چیزیں تم کسی بھی اسلامی ادارے کو دے دینا، عباد میری زندگی کے شاید دن پورے ہو چکے ہیں مگر میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے تم جیسا دوست ملا جو آخری لمحے تک میرے ساتھ ہے" اور پھر وہ میری زندگی سے بہت دور چلی گئی لیکن آج بھی کبھی کبھی یوں لگتا ہے کہ خدیجہ تنہائی میں آ کر بیٹھ گئی ہو اور میرے سرکل میں سب کو معلوم تھا کہ میں نے خدیجہ سے شادی کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

صرف نیشنلٹی کے لیے، پھر مجھے وہیں یہ بات پتہ چلی تھی کہ تمہارا کوئی کزن ماموں زاد بھی اُسی ہاسٹل میں ہے جہاں میں تھا، میں تو صرف اس سے ایک دو بار ملا تھا مگر سننے میں آیا تھا کہ وہ میری تفصیلات چھوٹی چچی کو بھیجتا رہتا ہے پھر میں نے تھوڑا بہت شیزرے کو بھی لکھنے کی کوشش کی تھی کہ وہ ذہنی طور پر یہ بات حری کو بتا دے کہ میں چند سال اور مزید نہیں آ سکوں گا لیکن احمد، افسوس تو اس بات کا ہے کہ تم سب مجھے غلط سمجھتے ہو۔"

"نہیں عباد بھائی! میں بڑے پاپا سے بات کروں گا۔" احمد اداس لہجے میں بولا۔

"نہیں احمد! تم اس بات کو دوبارہ مت نکالو، میں سب کچھ ہار چکا ہوں، دل تو نہیں چاہتا تم سب لوگوں کو چھوڑ کر جانے کا لیکن ذہنی کوفت مجھے بہت ہوتی ہے کہ میں نے انجانے میں حریم کی زندگی کو بے معنی بنا دیا ہے، ہوسکتا ہے ہماری قسمت میں یہ سب نہ ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں عباد بھائی! آپ ایک بار اس بے وقوف لڑکی کو کچھ بتانے کی کوشش کریں۔"

"ارے نہیں میرے بھائی، گھر والوں کے سامنے میں اداکاری کرتے کرتے تھک گیا ہوں، مجھ میں برداشت کی حد ختم ہو گئی ہے، مجھے بات بات پر غصہ آتا ہے، اور تم سب اتنے اچھے ہو ایک بدنصیب عباد یہاں نہ ہوا تو کیا فرق پڑے گا اور میں اگر وہاں جا کر مر گیا تو کون دیکھے گا۔"

"عباد بھائی! میری بات تو سنیں۔" لیکن وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر اندر آیا اور بیڈروم میں گیا اور ڈریسنگ ٹیبل سے اپنی چابی اٹھا کر باہر گیا تھا۔

"عباد بھائی!" احمد آگے بڑھا لیکن وہ تیزی سے گاڑی نکال کر جا چکا تھا، حریم دبے دبے قدموں سے چلتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب آئی تھی۔

......☆......

شام کا پہر تھا، سبھی اپنی اپنی تیاریوں میں کئی دن سے لگے تھے تبھی حریم نانو کے کمرے میں آئی تھی۔شیزرے، نانو کے سر میں تیل لگا کر کنگھا کر کے بال بنا رہی تھی تبھی وہ شیزرے کو دیکھ کر بولی۔

"میں تمہارے ہی بارے میں سوچ رہی تھی کہ کل تم کیا پہنو گی مایوں میں۔"

"مجھے کیا خاص پہننا ہے، کچھ بھی پہن لوں گی۔"

"کیوں کچھ بھی کیوں پہن لو گی، ارے اب تم اس گھر کی بہو ہو۔" نانو بولیں۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ نانو! اس کی یہ پہلی تقریب ہے، ربیعہ کے سسرال والے بھی آئیں گے۔"

"تو تمہاری بھی تو پہلی شادی کی تقریب ہے تم دونوں کو ہی اچھی طرح تیار ہونا چاہئے۔"

"نانو! میرے پاس تو کافی ڈریس ہیں ہاں البتہ شیزرے کے پاس ایسا کوئی ڈریس نہیں جو اس کے شایان شان ہو۔" حریم مسکرائی تھی۔

"تو اس میں کیا بات ہے تم جائو اس کے ساتھ اور کسی اچھے بوتیک سے اسے ڈریسز دلوائو' پیسے میں دوں گی۔"

"کیوں نانو! آپ کیوں دیں گی فہد سے لیں گے ہم۔" وہ شوخ لہجے میں بولی۔

""جی نہیں' فہد کو آپ انوالو نہیں کریں گی۔" شیزرے پلٹی تھی۔

"کیوں... تم اب اس کی ذمے داری ہو۔"

"تم چھوڑو اس بات کو' تم فہد سے کچھ نہیں بولو گی' میرے پاس جو ہے میں وہ پہن لوں گی۔"

"ہاں وہی پرانے اترن سوٹ جو میری شادی کے ہیں وہی پہن کر کھڑی ہو جائو گی۔" حریم نے آنکھیں دکھائیں۔

"اترن کیوں' وہ میرے کپڑے ہیں میں چاہے دس بار ان کو استعمال کروں۔" شیزرے نے جواب دیا۔

"جی نہیں' اب تم بہت اہم ہو ہم سب کے لیے اور میں بھی کوئی شاندار ڈریس پہنوں گی۔" حریم اِترا کر بولی۔

"چلو آئو اِدھر آئو۔" حریم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تھا۔

"دیکھو شیزرے! ہم آج ہی کوئی اچھا سا ڈریس خریدنے چلتے ہیں' نہ صرف ہم آج ڈریس خریدیں گے بلکہ کھانا بھی باہر کھائیں گے' تم عباد سے بات کرو لیکن میرا نام نہیں لینا۔"

"کیا بات ہے حری! آج تم بہت خوش دکھائی دے رہی ہو۔"

"کوئی خاص بات نہیں' ربیعہ کی خوشی میں' میں خوش ہوں اور میں چاہتی ہوں کہ ہم دونوں ہی شاندار ڈریس پہنیں' جلنے والے جلنے لگیں اور ہو سکتا ہے نظر بھی لگا دیں۔"

"بہرحال تم جو کرنا چاہتی ہو کرو مجھے کوئی اس سب میں دلچسپی نہیں ہے' پلیز میری ذات کو انوالو مت کرو' پہلے ہی عمیرہ پھپھو بیٹھی اتنا رو رہی ہیں اور ربیعہ بھی چپ چپ ہے اور مزید میرے حوالے سے کچھ ہو گیا ناں تو اچھا نہیں ہو گا اور اب اگر تم نے یہ فہد سے کہہ دیا ناں تو وہ فوراً کہے گا کہ چلو خرید لو لیکن پتہ ہے تمہیں وہ میرے لیے ایسا نہیں کرتا وہ چھوٹی چچی کو جلاتا ہے اس طرح سے اور میں یہ سب نہیں چاہتی۔" اس نے اپنا ہاتھ حریم سے چھڑایا۔

"فہد...!" حریم نے مڑ کر گزرتے ہوئے فہد کو آواز دی تھی تو وہ اسی جانب پلٹ آیا۔

"میں اس کی خوشامد کر رہی ہوں کہ کل مایوں ہے تم بھی کوئی اچھا سا ڈریس لے لو' فہد ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں میں""؟

"ہاں ہاں حری! کتنے پیسے چاہئیں۔" اس نے جلدی سے اپنا والٹ نکالا تھا۔

"یہ تم اپنے پاس رکھو' ہم اور شیزرے جب پسند کر لیں گے تب تم پے منٹ کرنا۔"

"تو کل کی شاپنگ تو تم کر لو گے مگر شادی پر کیا پہنو گے تم لوگ۔"

"میں تو اپنا ویڈنگ ڈریس پہن لوں گی' مسئلہ تو پھر شیزرے کا آئے گا۔"

"شیزرے تو وہ پہن لے پرپل ڈریس جو عزیز اللہ کے انتظار میں پہنے بیٹھی تھی' کیا غضب کی لگ رہی تھی یہ حری اس دن' رو رو کر اس کی آنکھوں سے کالا پانی بہہ رہا تھا۔" یہ کہہ کر وہ ہنس پڑا۔

"بکواس فہد! وہ پرپل نہیں ریڈ کلر کا ڈریس تھا۔"

"چلو پرپل نہ سہی ریڈ ہو گا میں کلر تھوڑی نوٹ کرتا پھرتا ہوں۔" تو شیزرے مارے شرمندگی کے اپنا چہرہ چھپا گئی۔

"دیکھا حری! عزیز اللہ کے نام پر یہ کیسا شرما رہی ہے۔"

"بکواس مت کرو فہد۔" شیزرے کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"اوکے اوکے شیزرے! تم تو سچ مچ رونے بیٹھ گئیں' میرا مطلب یہ تو نہیں تھا' چلو ٹھیک ہے میری پسند چلے گی۔" حریم سے فہد بولا تھا۔

"پہلے فہد! تم اسے سوری بولو' یہ رونے لگی ہے کیا ضرورت تھی عزیز اللہ کا نام لینے کی۔"

"رعب کیسے پڑے گا مجھ پر۔" شیزرے ناک سے پانی پونچھ کر بولی تھی۔

"اچھا شیزرے! تم مجھے ایسا سمجھتی ہو' ایک تو میں نے تمہاری مدد کی' دو چار سال میں عزیز اللہ کی بیوہ بننے سے میں نے تمہیں بچایا ہے۔" وہ کھلکھلا کر ہنسا۔

"پھر' پھر وہی حرکت کر رہے ہو فہد! کیا ضرورت ہے تمہیں عزیز اللہ کا نام لینے کی۔" وہ ہنستے ہوئے اس کے پیچھے دوڑی۔

"اوکے سوری' بابا سوری میں کہہ تو رہا ہوں سوری' اب شیزرے! آنسو پونچھ بھی لو' اب مجھے دادو سے ڈانٹ مت پڑوانا۔" فہد ہنسا تھا۔

"ڈانٹ... اب تو تمہیں ہمیں شاپنگ کروانا پڑے گی۔" حریم نے اسے چونکا دیا۔

"لو بھلا میں کیوں تمہیں شاپنگ کرواتا پھروں گا' کروائیں عباد بھائی اور ہاں اگر شیزرے کو ضرورت ہے تو بولو میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

"شیور فہد! " حریم بولی تھی۔

"تو چلو پھر میں تمہیں تھوڑی دیر میں بتاتی ہوں۔" حریم بولی اور شیزرے آنسو پونچھتی ہوئی اندر مڑی تھی۔

"ارے شیزرے! میری بات تو سنو۔" حریم جلدی سے اس کے پیچھے دوڑی۔

"ارے فہد جیسا بندہ تمہیں سوری کہہ رہا ہے شیزرے! تم سمجھا تو کرو' تم خوامخواہ آنسو بہانے بیٹھ گئیں' وہ تو تمہیں محبت میں تنگ کررہا تھا۔"

"وہ مجھ سے محبت کرے گا حریم! وہ پتھر دل انسان ہے بس تم رہنے دو' چھیڑ چھاڑ اس کی بچپن کی عادت ہے' جب تک سامنے والے کو رُلا نہ دے وہ چین سے بیٹھ ہی نہیں سکتا۔"

"اچھا میں پوچھ کر اس سے بتاؤں گی۔" وہ ہنسی۔

"او نو حری! ایسا مت کرنا۔" وہ گھبرا کر بولی۔

"میں جارہی ہوں بہت سارے کام ہیں' عمیرہ پھپھو بلارہی ہیں مجھے۔" وہ آنسو پونچھ کر عمیرہ کی آواز پر اندر چلی گئی۔

"شیزرے! میں تمہیں ایک گھنٹے سے اِدھر اُدھر تلاش کر رہی ہوں' تم ہو کدھر' دیکھو جتنے کام ہیں آج ختم ہو جائیں۔" عذرا ممانی بولی تھیں۔

"بڑی ممانی! کام تو سب ختم ہو گئے ہیں بس یہ تھوڑے سے کپڑے پریس کر کے ہینگ کرنے ہیں۔" تبھی کسی نے آ کر بتایا کہ ربیعہ کی سسرال سے فون ہے اور رامین سے بات کرنا چاہ رہے ہیں' رامین سب کچھ چھوڑ چھاڑ ریسیور تھامے کھڑی تھی۔

"کیسی ہو شہناز؟"

"سامان تو پہنچ گیا رامین! فرنیچر بھی ہم لوگوں نے سیٹ کروا دیا ہے مگر ایک چیز رہ گئی' امی کہہ رہی ہیں کہ میں تمہیں یاد دلا دوں کہیں ایسا نہ ہو کہ تم لوگ بھول جائو۔"

"ارے نہیں شہناز! میں تو خود بھی سوچ رہی تھی کہ بیڈ شیٹ کی اٹیچی ساتھ ہی بھجوا دوں تاکہ تم اسے استعمال کر سکو۔"

"ارے نہیں بیڈ شیٹ نہیں' وہ تو میں اپنی بھی ڈال سکتی ہوں' گرمی شدید ہے اسپلٹ کے بغیر اس کمرے میں گزارہ نہیں اور ممکن ہو سکے تو آج نہیں تو کل اسپلٹ لگوا دو ورنہ بعد میں دشواری ہو گی۔"

"ٹھیک ہے شہناز!" رامین کی یہ بات کہتے ہوئے زبان لڑکھڑا سی گئی تھی' فون رکھ کر پلٹی تو اس کا چہرہ بہت اداس دکھائی دے رہا تھا کہ "ابھی سے ڈیمانڈ شروع تو آگے کیا ہو گا مگر یہ بھی کہ یہ ضرورت کی چیز ہے مگر امی سے کیسے کہوں؟" وہ پلٹی تو عمیرہ نے خود ہی پوچھ لیا۔

"کیا ہوا رامین! کیا کہہ رہی تھی شہناز؟"

"کچھ خاص نہیں' وہ تعریف کر رہی تھی فرنیچر کی۔" وہ دبے دبے لہجے میں بولی لیکن عمیرہ کو ایک دھڑکا سا ضرور لگ گیا تھا کیونکہ رامین کے چہرے پر فکر کے آثار تھے کیونکہ اس دور میں اسپلٹ لینا اتنا آسان نہ تھا' گرے ہاتھوں چھوٹا سا اسپلٹ بھی 25 ہزار سے کم نہ تھا' اب وہ ماموں جان سے کیسے کہتی کہ ربیعہ کے سسرال والے کیا ڈیمانڈ کر رہے ہیں' جو کچھ کرنا تھا اسے تنہا ہی کرنا تھا' امی کے پوچھنے پر بھی وہ نہ بتا سکی کہ شہناز کیا کہہ رہی ہے۔رات ہوتے ہی اس نے احمد سے بات کی تھی' احمد نے اس کی پریشانی کا حل بتا دیا تھا۔

"چلو مل کرہم دونوں ان کا مسئلہ حل کر دیتے ہیں۔"

" احمد! بات یہ نہیں ہے' بات یہ ہے کہ بیڈروم کے سیٹ سے پہلے ہی انہوں نے صوفے اور ڈائننگ ٹیبل کے سیٹ کی فرمائش کر دی تھی' وہ تو بڑے ماموں کی بات تھی انہوں نے فوراً ہی پوری کر دی' اب دیکھ لیں احمد

کہ اسپلٹ نہیں ہے چلو ہم یہ بھی دے دیتے ہیں کل کو پھر کوئی دوسری ڈیمانڈ ہو گی۔"

"خیر اب ایسی بات بھی نہیں ہے' اب اس کے بعد کیا کریں گے۔"

"کل کو وہ گاڑی مانگ لیں تو..."

"تو ہم اپنی 74 ء کرولا دے دیں گے۔" احمد کہہ کر زور سے ہنسا تھا۔

"کیا ہے احمد! تم تو کبھی سیریس ہی نہیں ہوتے۔"

"کیا سیریس نہیں ہوتا' دیکھو عباد' فہد اور شیزرے' حریم سب شاپنگ پر گئے اور تم نخرے ہی دکھاتی رہیں کہ مجھے کچھ نہیں چاہئے۔"

"نہیں احمد! ایسی بات نہیں ہے ہر چیز میں نے لے لی ہے' اب خوامخواہ دوسری چیزیں اوپر لاد لوں' اس سے فائدہ کیا ہو گا کچھ بھی نہیں؟"

"بس رامین! تمہارا بھی جواب نہیں ہے' تھوڑی سی خوشی ہی سہی مگر تم کبھی بھی میری بات نہیں مانتی ہو' یہ مجھے شروع سے شکایت ہے۔"

"چلو پھر کبھی سہی۔"

"ہاں شادیاں تو جیسے روز روز آ رہی ہیں۔"

"ارے بھئی نور محل میں لڑکیوں کا تو ہجوم ہے' اب تو بس ایک کے بعد ایک کی باری آتی جائے گی۔"

"تو پھر تمہاری باری کب آئے گی' اب تمہاری باری آنی چاہئے۔" وہ کھلکھلا کر ہنسا۔

"بکواس مت کرو احمد! ابھی سامنے سے سعدیہ ممانی آ گئیں تو گھگھی بندھ جائے گی۔"

"ہم تمہاری سعدیہ ممانی سے نہیں ڈرتے۔"

"اچھا تو پھر بلائوں میں؟"

"ارے نہیں نہیں' میں تو مذاق کر رہا تھا۔" وہ جلدی سے بولا۔حریم اور شیزرے شاپنگ کر کے لوٹ چکی تھیں۔

"او سو بیوٹی فل..." شیزرے کے ڈریس کو دیکھ کر بشریٰ بول پڑی تھی۔

"اور دیکھنا بشی! یہ اس کی میچنگ جیولری۔"

"وائو۔" بشریٰ دیکھ کر ایک دم اچھل پڑی۔

"یہ کس کی پسند ہے' فہد بھائی کی یا شیزرے کی؟"

"فہد کی... شیزرے نے تو پنک کلر پسند کیا تھا' فہد نے اٹھا کر لیمن کلر پیک کروا دیا' یہ ہم... ہم کرتی رہ گئی' بے چاری کیا بولتی' فہد نے شاپر پکڑواتے ہوئے صرف ایک جملہ بولا تھا " تم پوری "لیمن ٹری" لگو گی" اور شیزرے کا مارے غصے کے بُرا حال تھا اس جملے پر۔"

"لیکن کتنا خوبصورت ڈریس ہے یہ۔" بشریٰ محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"لیکن ہماری شیزرے کے آگے بہت کم ہے۔" حریم پھر ہنس کر بولی تھی۔

"لیکن آپی! آپ کچھ اپنے لیے لے کر نہیں آئیں۔" نورین بول پڑی تھی۔

"بس ہم تو اپنا شادی والا ہی ڈریس چلا لیں گے۔" وہ ہولے سے مسکرائی۔

"اور شادی اور ولیمے میں...؟"

"بس وہی جو رکھے ہیں ناں وہی پہن لوں گی' بہت ہی قیمتی ڈریسز ہیں وہ۔" یہ کہہ کر وہ مسکرائی' پہلی بار اس کی آنکھوں میں چراغ سے جل اٹھے تھے۔

"شکر ہے آپ کو ان ڈریسز کی اہمیت کا اندازہ تو ہوا ورنہ آپ نے تو یوں اتار کر پھینکے تھے جیسے کوئی نوچ کر پھینک دے۔" نورین شکوہ کرنے لگی۔

"بات ہی کچھ ایسی تھی۔" حریم بولی۔

"اور اب..."

"اب بات کچھ اور ہے۔" شیزرے کی آنکھوں میں شرارت اُتر آئی۔

"اچھا' اچھا تم زیادہ بکواس نہ کرنا' میں بھی بہت کچھ جانتی ہوں' بچیوں کے سامنے میں کچھ کہنا نہیں چاہتی۔" حریم کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ اُتری تھی۔

"شیزرے! یہ ڈریس پہن کر تم "لیمن ٹری" تو نہیں شہزادی ضرور لگو گی' چوائس جو فہد مصطفی کی ہے۔" اس نے بڑی معنی خیزی سے ایک نظر شیزرے پر ڈالی جو چپ چپ کھڑی تھی۔

"تم سب یہ کیوں چاہتے ہو کہ میں اس دن اتنی اہم لگوں کہ میں خود سے الگ ہو جاؤں' وہ کیوں نہیں سمجھتا حری! کہ چھوٹی چچی میری کھال اتار دیں گی' لیکن فہد کو تو بس دوسروں کو جلانے میں ہی مزا آتا ہے' جتنا وہ ہنستا ہے اور دوسروں کو ہنساتا ہے وہ اندر سے اتنا ہی بے رحم ہے' کیا ضرورت تھی اسے اتنا قیمتی لباس خریدنے کی' کیا میں اس قابل ہوں' کیا میری اتنی عزت ہے کہ میں یہ ڈریس پہن کر سب کے سامنے آئوں؟ حری! سمجھنے کی کوشش تو کرو۔" وہ ڈریس پر ایک نظر ڈال کر بولی۔

"سو واٹ... ڈونٹ وری' کون چاہتا ہے اور کون نہیں' وہ دن ختم ہو گئے اور اب تم صرف اور صرف مسز فہد مصطفیٰ ہو' انڈر اسٹینڈ' تمہاری اہمیت' تمہارا اپنا ایک مقام ہے' اب تم شیزرے اکبر خان نہیں۔"

"پتہ نہیں حری! تم لوگ کیسی باتیں کرتے ہو اور میرا ذہن کچھ اور سوچتا ہے۔"

"چھوڑو میری جان کہ تمہارا ذہن کیا سوچتا ہے اب تو ہم سوچیں گے کہ تم نے کیا پہننا ہے اور یہ ہمارا نہیں ہماری نانی جان کا فیصلہ ہے' چلو آئو نانو کے پاس' تمہیں خبر ہے تھوڑی دیر میں مہندی والیاں آنے والی ہیں' میں تو کہتی ہوں شیزرے! پورے شولڈر تک مہندی لگوائیں گے۔"

"کیا بات ہے حریم! اس بار تم ربیعہ کی شادی میں بڑی خوش ہو رہی ہو؟"

رامین نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

"ہاں تو میری چھوٹی بہن کی شادی ہے۔"

"اس میں کیا شک ہے۔" عمیرہ نے بات سن لی تھی۔

"امی! آپ بھی اس کی طرفداری کر رہی ہیں' یاد نہیں ہے آپ کو کہ اس نے اپنی شادی میں کیسے کیسے ہنگامے کھڑے کیے تھے' کبھی کہتی تھی کہ یہ نہیں کروں گی کبھی کہتی تھی کہ وہ نہیں کروں گی' آنسو تھے کہ بہے جارہے تھے۔"

"تو... ربیعہ نہیں بیٹھی ہوئی چپ چپ' اداس' کیا کھلکھلاتی پھر رہی یہ۔" عمیرہ' بیٹی سے بولیں۔

"ارے رامین آپی! آپ کو یاد ہیں ہماری ساری باتیں' ہائے اللہ اب تو مجھے بھی افسوس ہوتا ہے کہ میں نے اپنا خوبصورت وقت رو دھو کر گزار دیا ہے' زندگی تو انجوائے کرنے کا نام ہے۔" حریم نے زور سے شیزرے کے ہاتھ پر چٹکی کاٹی تھی۔

"کیا کرتی ہو تم... پہلے بیوقوفیاں کرو اور اب' گزرے ہوئے وقت کے پیچھے دوڑ رہی ہو' کچھ نہیں ملے گا' عباد بھائی اتنے معصوم بھی نہیں ہیں۔" شیزرے پلٹ کر بولی۔

"دیکھ لیں گے تمہارے عباد بھائی کو بھی۔" وہ کپڑے پیک کرتے ہوئے آہستہ سے بولی تھی تو شیزرے نے چونک کر اُسے دیکھا جس کے ہونٹوں پر اپنے آپ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

......☆☆☆......

آج مایوں کا دن تھا' سرشام سے نور محل میں چراغ جل اٹھے تھے' پیلے پیلے گیندے کی لڑیاں جھالر نما اسٹیج کے ارد گرد لٹک رہی تھیں' پیلے پیلے دوپٹوں کی تتلی نما جھالر پورے لان کو اپنے حصار میں لے رہی تھی ہر شخص اپنی دنیا میں آپ مصروف نظر آ رہا تھا' عمیرہ تو پہلے ہی یہاں آ گئی تھیں اور اب فائزہ بھی آ گئی تھیں بچوں سمیت۔

بڑوں نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ کوئی بیوٹی پارلر نہیں جائے گا' سب گھر پر تیار ہو جائیں' کوئی استری کر رہی تھی تو کوئی ہاتھوں میں چوڑیاں ڈال رہی تھی' ربیعہ کو سب بھول چکے تھے' اپنی اپنی دنیا میں سب مگن تھے۔

"کیا ہوا شیزرے! تم کیا یونہی گھومتی رہو گی تھوڑی دیر میں مہمانوں کی آمدورفت شروع ہو جائے گی' تم بھی جلدی سے شاور لے کر تیار ہو جائو۔" حریم پلٹ کر اپنے بیڈ روم سے آئی تھی۔

"ہیں کیسے کر لوں' ہر کوئی تو ایک کے بعد ایک آئے چلا جا رہا ہے۔"

"تم میرے کمرے میں آ جائو مگر وہ عباد میچ لگا کر بیٹھ گئے ہیں' تم ایسا کرو ناں کہ اوپر چلی جائو اور اپنے کمرے سے تیار ہو کر آ جائو' فاطمہ خالہ تو ممانی جان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔"

"میرا خیال بھی یہی ہے۔" وہ اپنا ڈریس اٹھا کر بولی تھی۔

"ارے کیوں بھئی' شیزرے کو یہیں تیار ہونے دو۔" رامین اپنے بال سیٹ کرتے ہوئے بولی تھی۔

"نہیں' نہیں ٹھیک ہے یہ سکون سے تیار ہو کر آ جائے گی' ابھی تو ٹائم باقی ہے۔" حریم' رامین کے ہاتھ سے ہیئر ڈرائیر لیتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف پلٹی تھی اور شیزرے' فاطمہ سے چابی لے کر اوپر والی منزل پر گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

......☆☆☆......

نیچے کافی مہمان تھے اس لیے شیزرے اوپر ہی تیار ہوئی اور آئینے میں اپنا سراپا دیکھا' لیمن وائٹ کامبی نیشن کا سوٹ اس نے فہد کی پسند کا زیب تن کیا تھا' اس کا فیئر کلر بہت نمایاں ہونے لگا' کرلنگ ہیئر شولڈر پر بکھر کر بہت خوبصورت لگ رہے تھے' مہندی بھرے ہاتھ گولڈن گولڈن چوڑیوں سے بہت خوبصورت دکھائی دے رہے تھے' اس نے دیوار پر لگے آئینے پر نظر ڈالی اور دروازے سے جونہی نیچے اترنے کے لیے اس نے قدم رکھا تھا سعدیہ کی کرخت آواز نے اس کے قدم تھام لیے یوں جیسے زندگی جسم سے روٹھ جائے یا کسی پر نزع کا عالم طاری ہو' وہ ایک پیر اوپر اور ایک نیچے رکھے ایک ٹک سامنے دیکھے جا رہی تھی' سعدیہ جھپٹ کر اس کے پاس آئی تھیں۔

"اتنا قیمتی سوٹ ... تم نے آئینے میں خود کو دیکھا آج' آئو تم میں تمہیں آئینہ دکھائوں۔" انہوں نے اُسے بُری طرح گھسیٹا' وہ بے سدھ ان کی طرف گئی

تھی اس وقت گھر میں ان کے اور ملازموں کے سوا کوئی نہیں تھا' سب نیچے کی گہما گہمی میں شامل تھے' وہ اپنے بیڈروم تک اسے گھسیٹتی ہوئی گئی تھیں۔

"دیکھ آئینے میں اپنی شکل تو کس طرح کی حسین دکھائی دے رہی ہے لیکن تیرا یہ حسن میں ایک دن میں مٹا دوں گی' تو مجھے جانتی نہیں ہے' کہاں سے آیا اتنی قیمتی ڈریس' بول جلدی بول۔" انہوں نے ماچس اٹھا کر شمع دان میں موم بتی جلائی اور پھر موم بتی انہوں نے ہاتھ میں تھام لی۔

"بول کہاں سے آیا' کہاں سے لی تم نے اتنی مہنگی جیولری ورنہ میں تمہاری آنکھوں کو جلا دوں گی۔" تو وہ خوف سے ہاتھ چھڑا کر بولی تھی۔

"نہیں چھوٹی چچی نہیں' میں نے کچھ نہیں کیا' آپ مجھے مت جلائیں'۔"

"تو پھر کہاں سے آیا یہ ڈریس بول؟"

"چھوٹی چچی! آپ قسم لے لیں' میں نہیں لے رہی تھی لیکن فہد نے زبردستی دلایا۔"

"یہی میں پوچھنا چاہ رہی تھی، آ گئی ناں اپنی اوقات پر، نہیں میں تجھے اس طرح نہیں چھوڑوں گی، چل آ۔" انہوں نے اسے گھسیٹا تو کئی چوڑیاں ٹوٹ کر گری تھیں۔

"شور کیا یا آواز نکالی شیزرے تو میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔" وہ اسے گھسیٹتی ہوئیں کاریڈور سے بوا کے سرونٹ کوارٹر تک لے گئیں۔

"بیٹھ یہاں، تو نیچے نہیں آئے گی مجھے شرمندہ کروانے کے لیے۔" انہوں نے شیزرے کو بوا کے کمرے میں دھکا دیا تھا۔

"بوا یہ شور مچائے، تڑپے، چیخے اور چلائے، آپ کو رحم نہیں کھانا۔" انہوں نے باہر کی کنڈی لگائی تھی۔

"چھوٹی چچی! کھولیے مجھے جانا ہے۔" اس نے دروازے کو پیٹ ڈالا تھا۔

"کھولیے پلیز! میں نے ایسا کیا کیا ہے جو آپ نے مجھے اس طرح بند کیا ہے، کھولیں پلیز کھولیں۔" اس نے دروازے کو پیٹ ڈالا، وہ روتے روتے نڈھال سی ہو کر بوا کی پڑی ہوئی کرسی پر ڈھے سی گئی تھی۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا بوا! تو پھر چھوٹی چچی ایسا کیوں کرتی ہیں۔"

"نیچے اتنا شور اور ہنگامہ ہے تمہاری آواز نیچے تک نہیں جائے گی، بہتر یہی ہے کہ تم چپ ہو جاؤ شیزرے، کوئی نہیں آئے گا اس وقت یہاں۔"

"لیکن بوا! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا تو کیوں کرتی ہیں وہ ایسا؟"

"اچھا میرے پاس ایک حل ہے۔" وہ کرسی سے فوراً اٹھی۔

"بولیں بوا!"

"تم فہد میاں کو بھول جاؤ۔"

"بوا! میں نے کچھ نہیں کیا، فہد ایک ضدی نیچر کا انسان ہے وہ کسی کو معاف کرنا نہیں جانتا۔" اس کے آنسو بہہ رہے تھے۔

"دیکھو! اب یہ دنیا جان گئی ہے کہ تم اکو کی بیٹی نہیں ہو، تمہاری ماں نے بہت دکھ سہے ہیں، کیا تم بھی اس کو دکھ دینا چاہتی ہو، زندگی کے اور بھی بہت سے راستے ہیں تم یہاں سے چلی جاؤ، چھپ کر زندگی گزار لو کہیں جا

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر‘ تمہاری ماں کی مثال تمہارے سامنے ہے‘ آج تک کوئی نہیں جانتا کہ تمہارا باپ کون ہے۔“ بوا نے بچھو کی طرح ایک ڈنک مارا تووہ تڑپ کر آگے بڑھی تھی۔

”لیکن میں جانتی ہوں کہ میرا باپ کون تھا۔“

”خیر ہو گا کوئی بھی‘ میں نہیں جانتی‘ میرا مشورہ ہے کہ تم فہد سے طلاق لے لو۔“

”طلاق...“ اس کے ذہن پر ایک دھماکہ سا ہوا‘ یوں لگا پل میں ہاتھوں کی چوڑیاں ٹوٹ کر گر گئیں‘ مانگ سے کسی نے چھوٹی سی بندیا نوچ کر پھینک دی۔

”نہیں بوا کبھی نہیں‘ امی نے ابا کے بغیر بڑی بے رحم زندگی گزاری ہے۔“ وہ رو کر بولی۔

”پھر شیزرے! اس کے سوا کوئی دوسرا رستہ نہیں ہے جس رستے سے تم گزروگی سعدیہ تم سے ٹکرائے گی ضرور‘ یہ بڑے لوگ ہیں ان سے تم مقابلہ نہیں کر سکتیں‘ وہ تمہیں عبرت ناک انجام تک پہنچا کر رہیں گی۔“

”بوا! نہ تو میں نے خود فہد سے شادی کی ہے اور نہ ہی میں اس سے طلاق لے سکتی ہوں‘ وہ میرا محسن ہے مگر اس کو یہ اختیار ہے جو چاہے وہ کرے‘ تو کیوں نہیں چھوٹی چچی فہد کو مجبور کر دیہیںایسا کرنے پر۔“ وہ مسلسل آنسو بہائے جا رہی تھی۔

”دیکھو بی بی! یہ بڑے لوگ ہیں حسن کے دیوانے‘ مرتبہ کیاملا‘ یہ تم غریبوں کا مذاق اڑانے لگے۔“

”نہیں بوا نہیں‘ فہد نے میرا مذاق نہیں اڑایا‘ مجھے عزیز اللہ خان سے بچایا ہے۔“

”اگر تم عزیز اللہ سے شادی کرلیتیں تو کم از کم تم سکھ کی زندگی تو گزار رہی ہوتیں‘ بڑھاپے میں تم نے اپنی ماں کو بھی خوار کیا ہے۔“

"نہیں مجھے کچھ نہیں سننا کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں‘ آپ بھی چھوٹی چچی کی زبان بول رہی ہیں۔" وہ غصے سے پھر دروازہ پیٹنے لگی تھی۔

"تم آرام سے بیٹھو‘ فنکشن جب ختم ہو گا تو سعدیہ تمہیں کھول دے گی‘ یہ لو پانی پیو اور تسلی سے بیٹھو۔" بوا نے پانی بھرا گلاس سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔

"بوا! یہی چیزیں فہد کو باغی بنا رہی ہیں‘ آپ چھوٹی چچی کو سمجھائیں وہ مجھے ڈھونڈے گا اور پھر کوئی نئی بغاوت کرے گا آپ دیکھ لینا۔"

"اچھا بھئی‘ زیادہ شور مت کرو مجھے تو چکر آ رہے ہیں‘ میں تو بی بی کی پرانی نمک خوار ہوں‘ وہ تو سعدیہ بی بی کے ماں باپ نہ رہے بھائی بھی ملک سے باہر جا رہے ہیں تو اس لیے میں ادھر چلی آئی‘ دو چار مہینے کے لیے گائوں گئی تھی اپنے بیٹے سے ملنے‘ واپس آئی تو تمہاری بات پتہ چلی۔"

"بوا! کھولیں یہ دروازہ۔" وہ ہینڈل گھماتے ہوئے بولی۔

"میں نے کہا ناں‘ دروازہ نہیں کھلے گا باہر سے کنڈی لگی ہے‘ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتی‘ سمجھیں۔" وہ روتے روتے پسینے میں شرابور ہو گئی‘

لیمن کلر کے دوپٹے میں ڈھیروں سلوٹیں پڑ گئیں اور چہرہ آنسوئوں سے بھیگ رہا تھا‘ زندگی کسی دیے کی طرح ہتھیلی پر جل رہی تھی‘ گرم تپش کا احساس آنکھوں سے جھڑنے لگا تو لب ٹھنڈے پڑ گئے‘ انگلیوں کی پوروں سے دکھ بہنے لگا تو چیخنے کی آواز کھٹکھٹانے کی آواز دَم توڑ گئی اور وہ دیر تک سسک سسک کر بند کمرے میں روتی رہی۔

......☆☆☆......

حریم پلٹ کر اپنے کمرے میں آئی تو عباد ابھی تک ٹی وی لگائے بیٹھا تھا‘ ہیئر ڈرایئر کی آواز پر عباد نے ایک نظر حریم پر ڈالی اور ٹی وی کی آواز تھوڑی اور بڑھا دی‘ وہ اپنا ڈریس اٹھا کر ڈریسنگ روم کے اندر گئی تھی‘ وہ چینج کر کے باہر آئی ییلو اینڈ ریڈ کامبی نیشن کا ڈریس اور بھاری سا دوپٹہ جس پر پرل اور کورے کا بڑا نفیس کام تھا‘ وہ جیولری کا بکس اٹھائے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل تک آئی تھی‘ ہیئر ڈرائی کیے ہوئے بال کرل ہو کر اس کے شولڈر پر بکھر رہے تھے آنکھوں میں بھرا کاجل جو اس نے شاور لینے سے پہلے لگایا تھا

یوں لگ رہا تھا کہ بادلوں سے چاند جھانک رہا ہو جیسے' شرم سے چہرے پر ستارے سے جھلملا رہے تھے' عباد نے چینل بدلا تھا ایک لمحے کے لیے اس کی سانس ساکت ہوئی مگر اس نے جھک کر جیولری بکس میں اپنا زمرد اور روبی کے اسٹون سے چمکتا ہوا سیٹ اٹھا کر ٹیبل پر رکھا تھا اور ہاتھوں میں شیشے کی کھنکتی ہوئی چوڑیاں ڈالتے ہوئے سانس روکے وہ کن انکھیوں سے عباد کو دیکھ رہی تھی جو بالکل بیگانہ سا ٹی وی پر کوئی سین دیکھ رہا تھا' کانوں میں جھمکیاں ڈالتے ہوئے اس کی نظریں بار بار جھک رہی تھیں لیکن عباد اتنا ہی بیگانہ سا ٹی وی میں مصروف تھا' گلے میں آہستہ آہستہ گولڈن پٹولے کو اس کی انگلیاں ٹائیٹ کرتی جا رہی تھیں اور اس کی نظریں شیشے پر مرکوز تھیں اور ذہن عباد کی طرف تھا مگر وہ اس کی طرف سے اتنا ہی بیگانہ کسی چینل میں کھویا ہوا تھا' اس نے بالوں میں چھوٹی سی بندیا سیٹ کرتے ہوئے کئی بار سوچا تھا کہ وہ عباد سے کہے کہ ''پن لگا دو'' ہونٹ تو مسکرائے مگر وہ اپنا رُخ پھیرے ہوئے کہیں اور تھا۔دوپٹے کو شولڈر پر ڈال کر وہ مارے گھبراہٹ کے پرفیوم کا اسپرے کیے جا رہی تھی' بھینی بھینی Rhythm کی مہک پر

عباد نے ایک سانس بھی نہ لی' پھر اس نے ڈریسنگ ٹیبل کی دراز بہت زور سے بند کی تھی تب عباد کی ایک نظر اٹھی تو تھی مگر زاویہ نگاہ اتنا بیگانہ سا تھا کہ اس نے عباد کو پلٹ کر دیکھا جو بالکل اجنبی سا اس کے سامنے بیٹھا تھا' اس کے اندرونی جذبات میں ایک تلاطم پیدا ہوا تھا' وہ بہت غصے سے مڑی لیکن یہ کیا' وہ ایک لمحے کے لیے تھم سی گئی' اُسے یوں لگا کہ عباد نے اس کا آنچل پیچھے سے تھام لیا ہے پہلی بار دل کی رفتار بہت تیز ہوئی تھی جیسے پہلی رات کو جب وہ اس کے کمرے میں آیا تھا تب اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لی تھیں اور آج آہستہ آہستہ اس کے ہونٹ مسکرائے تھے' اس نے بہت ہولے سے گردن موڑ کر دیکھا تھا آئرن راڈ کے فرنیچر سے اس کا آنچل اٹکا ہوا تھا' عباد بہت آہستہ سے اٹھا تھا اور اس نے الجھے ہوئے آنچل کو بہت آہستہ سے نکالا تھا' وہ بہت شرمندہ سی آگے بڑھی' اپنی اس حماقت پر وہ شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی' وہ سمجھ رہی تھی کہ اس کا آنچل عباد نے تھام رکھا ہے اسی لیے وہ جاتے جاتے چند سیکنڈز کے لیے رکی تھی اور مڑی تو عباد نہیں' اس کا آنچل بیڈ کی سائیڈ سے الجھ گیا تھا۔

......☆☆☆......

نو بجے تک ربیعہ کے سسرال والے رسم کرنے آنے والے تھے اور سارے لڑکے اور لڑکیوں میں ہڑبونگ مچی تھی، ربیعہ خاموش سی ایک کونے میں پیلے کپڑوں میں ملبوس بیٹھی تھی، آج کسے کسی کے دل کی خبر ہوتی، ہر کوئی آج اپنے لیے سنور رہا تھا، حریم بہانے سے پلٹ کر کمرے میں آئی تھی، عباد وائٹ شلوار اور لائٹ پرپل گولڈن کرتے میں بے حد خوبصورت لگ رہا تھا، کمرے میں بھینی بھینی ''بروٹ'' کی خوشبو پھیل رہی تھی، اس کی جانی پہچانی سی مہک حریم کے قرب جوار میں پھیل گئی تھی، اسے یوں دیکھ کر دل بہت زور سے دھڑکا تھا مگر آج عباد نے پلٹ کر اُسے نہیں دیکھا بلکہ اس نے جھک کر خود کو آئینے میں دیکھا اور اس پر ایک چٹتی سی نظر ڈالتا ہوا وہ باہر نکل گیا۔

''اُسے کب پروا تھی میں ہی ہمیشہ اس کے لیے پاگل تھی، برسوں انتظار کے دُکھ جھیلے، بنجر صحرا کی دھوپ میں، میں جلتی رہی اس کی ناقدری پر میں کتنا

روئی کتنا تڑپی کوئی کیا جانے، میں نے اپنی آنکھ سے کاجل اتار دیا، وہ کیا جانے، ہاتھوں کی مہندی سے مجھے وحشت ہو گئی لیکن وہ کیا جانے، موسم کے رنگ مجھے پھیکے لگتے وہ کیا جانے، یہ بھینی بھینی قرب و جوار کی مہک اکثر میں اپنے بیڈروم میں پھیلاتی مگر وہ کیا جانے، پھر ایک دن میں شیشے کی طرح ٹوٹ کر بکھری، یوں لگا جسم میں جاں نہیں رہی اور اب میری سونی سونی آنکھوں میں پھر کاجل اُترا ہے، میری مانگ کی بندیا، لب بھیگے بھیگے سے ہیں، چہرہ بھی کھلا کھلا سا ہے پر وہ کیا جانے، دل کے اندر کبھی دیکھ کر اسے دل ساکت ہو جائے پر وہ کیا جانے۔'' اس نے جھک کر آئینے میں خود کو دیکھا، ٹشو اٹھا کر آنکھوں کو پونچھتے ہوئے آج اس نکھرے نکھرے روپ پر ٹوٹ کر رحم آیا، بندیا ہلنے لگی تو اس نے اپنے ماتھے پر پھر سے جما کر آئینے میں دیکھا اور پلٹی تو ندیم سامنے سے چلتا ہوا اس کی طرف آیا تھا۔

''ممی، شیزرے کو بلا رہی ہیں۔''

"مجھے نہیں معلوم کہ وہ کدھر ہے، تم خود جاؤ دیکھ لو۔" دل سُونا سُونا لگ رہا تھا وہ چلتی ہوئی مہمانوں کے بیچ نکل آئی تھی، لڑکے والوں کی شاید آمد آمد تھی، کوئی رستہ پوچھ رہا تھا عباد سیل کان سے لگائے گیٹ کے پاس کھڑا تھا۔

"عباد بھائی! انہیں روک دیں، وہ کہاں پر ہیں میں پہنچ جاتا ہوں۔" احمد چابی لے کر قریب سے گزرا تھا، وہ عباد کے پاس سے بہت قریب سے گزری تھی لیکن اس نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر اس کو نہیں دیکھا تھا۔

"میں اس کے لیے آج پہلی بار بنی سنوری ہوں، یہ مجھے کتنا معمولی بنا رہا ہے۔" اس کے ذہن پر بوجھ کے انگارے گر رہے تھے، اسے خود نہیں معلوم تھا کہ کون کہاں ہے بس اُسے آج اپنی خبر تھی کہ عباد آج اسے نہیں دیکھ رہا۔رامین، احمد کے پلٹنے پر سادے سے لباس میں پلٹ کر تیزی سے آئی تھی۔

"کیا ہوا احمد؟" احمد کی آنکھوں کی شوخیاں، رامین کے بالوں میں لگے ہوئے گجرے کی طرح مہک رہی تھیں۔

"لڑکے والے تھوڑا نور محل سے آگے نکل گئے ہیں۔" اس نے ایک شوخ نظر شرارت سے رامین پر ڈالی تو وہ چھوٹی ممانی کے ڈر سے دوسری طرف مڑ گئی لیکن سارے رنگ چہرے پر احمد دیکھ گیا تھا، ردا کونے میں کھڑی کسی کا sms پڑھ کر شرمائی تھی، ندیم دور کھڑے اسے بار بار کوئی نہ کوئی میسج بھیجے جا رہا تھا۔زوہیر، کرن سے کسی لمبی ڈسکشن میں مصروف تھا لیکن اتنے چہرے، اڑتے ہوئے آنچل، جگنوئوں کی طرح اِدھر سے اُدھر بشریٰ، راحمہ، رامین، ریشمین ہر آنے والے کو خوشدلی سے استقبال کرتے ہوئے نانو تک لے جا رہی تھیں، عبیرہ چپ چپ بہت خاموشی سی بیٹھی تھی البتہ سیل پر اس کی انگلیاں ضرور چل رہی تھیں۔

"آ گئے، آ گئے دولہا والے آ گئے۔" لڑکیوں نے شور مچایا تھا، ہری ہری گھاس پر سرخ قالین سے گزرتی ہوئی خواتین پر پھول برس رہے تھے،

درختوں پر جلتے بجھتے رنگین برقی قمقمے، آبشار سے گرتا ہوا پانی، جلتے بجھتے ہوئے سوئمنگ پول میں روشنیوں کے دیے، دولہا والوں پر بڑا اچھا اثر پڑا تھا۔

”ہماری دوست رامین کے نانا کا نور محل ہے۔“ شہناز نے بتایا، رامین بڑی محبت سے جھک کر شہناز کے گلے لگی تھی، تو روشنی پڑی اس نے پلٹ کر دیکھا تو احمد اسے فوکس کر رہا تھا، اس نے سختی سے لب بھینچ لیے اور شہناز کا ہاتھ تھامے آگے بڑھی۔

”ویسے تو یہ ہماری خالہ زاد بہن ہے مگر یہ ہمارے عباد بھائی کی اب وائف بھی ہے حریم! حریم تم ان لوگوں کو سنبھالو میں ذرا امی سے مل کر آتی ہوں۔“ رامین پلٹی تھی۔

”ارے رامین! وہ شیزرے کو دیکھو وہ کہاں ہے؟ امی جان کہہ رہی ہیں کہ ابٹن کا سامان شیزرے لے کر آئے گی۔“ عمیرہ، رامین سے بولیں۔

”اب امی جان! اتنی بڑی گیدرنگ میں شیزرے کو کہاں ڈھونڈتی پھروں۔“ تو سیل پر احمد کا میسج آیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پھپھو سے کیا الجھ کر بات کر رہی ہو، آرام سے بات کرو۔“ اس نے جھک کر سیل پر دیکھا اور میسج کیا۔

”احمد! شیزرے تمہیں نظر آئے تو بولو کہ نانو کے پاس آئے۔“

”کیا میں گھر کا چوکیدار ہوں۔“ احمد کا میسج آیا۔

”دیکھ لو احمد پلیز! مجھے تو نظر نہیں آ رہی۔“ تو احمد نے پھر میسج کیا کہ میں فہد کو میسج کرتا ہوں، رامین نے میسج پڑھ کر اپنا سر پیٹ لیا۔

”احمد! تم بھی حد کرتے ہو ذرا سی بات پر۔“ وہ آہستہ سے بولتی ہوئی آگے بڑھی۔

”رامین آپی! آپ نے شیزرے کو دیکھا ہے؟“ ندیم بولا تو اس نے غصے سے ایک گہرا سانس لیا، وہ ابھی نانو کے پاس پہنچنے ہی والی تھی کہ زوہیر نے آ کر روک لیا۔

”آپ کو شیزرے نظر آئی؟“

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا ہے' ہر شخص شیزرے کو ڈھونڈ رہا ہے' میں نے نہیں دیکھا۔" وہ جھنجھلا گئی' تب حریم بڑی فکرمندی سے چلتی ہوئی عباد کے پاس آئی۔

"عباد! شیزرے نظر نہیں آ رہی' اس کا سیل بھی کمرے میں پڑا ہوا ہے' ریشمین تو اوپر سے بھی ہو کر آ گئی ہے' کہہ رہی ہے کہ کمرے پر تالہ پڑا ہے۔"

"کسی کمرے میں جا کر دیکھو۔" وہ بول کر آگے بڑھ گیا' وہ اپنی انسلٹ پر تلملا کر رہ گئی' سامنے ہی سعدیہ چچی بڑی محبت سے فیصل کی اماں اور بہنوں سے بات کر رہی تھیں۔

"اب دیکھو ناں' یہ اتنا بڑا لان ہے یہ تو ایک چھوٹی گیدرنگ ہے یہاں تو پوری پوری شادیاں اور ولیمے اس لان میں ہو جاتے ہیں' سچ تو یہ ہے کہ اپنوں کا خیال تو رکھنا پڑتا ہے' ہماری عمیرہ آپا کہاں افورڈ کر سکتی تھیں' ضرورت بھی کیا ہے انہیں' تین تین بھائی ہیں ان کے موجود' سب کچھ لینا دینا وہی کر رہے ہیں۔" وہ بڑے پیار سے بول رہی تھیں۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں' وہ تو ماموں سب کو لیتے دیتے رہتے ہیں' سب کچھ عمیرہ کر رہی ہیں بس یہ ہماری خواہش تھی اور اماں کی بھی کہ وہ چل نہیں پاتیں اور سب سے بڑی بات سجاد کی خوشی میں ہم سب کی خوشی ہے۔" عذرا بیچ میں بولیں۔

"ہاں یہ بھی مجبوری ہے سجاد بھائی کی کہ تقریباً چاروں وال دل کے بند ہیں' آپریشن نہیں ہو سکتا۔" سعدیہ بے چارگی سے بولیں۔

"اچھا' اچھا رامین نے تو ایسی کوئی بات ہمیں نہیں بتائی۔" شہناز بولی' عذرا کا چہرہ اُتر گیا تھا' وہ وہاں سے اٹھ کر عمیرہ کی طرف گئیں۔

"یہ ہماری جیٹھانی ہے اب یہ ایک کی سو لگانے گئی ہیں' عمیرہ آپا کو اور اللہ معاف کرے عمیرہ آپا کو اب ہماری خیر نہیں۔" دولہا کی امی نے گھبرا کر بیٹی کا ہاتھ تھاما۔

"ہائے ہائے جیسی ماں ویسی بیٹی ہوتی ہے' جیسی مائی ویسی جائی' نانی گئی نواسی آئی۔"

"نہیں امی! ہمیں تو لوگ اچھے لگ رہے ہیں۔" چھوٹی سے بڑی بہن بولی۔

"خیر دیکھیں گے۔" بڑی بہن نے بھی سر ہلایا تھا۔

"شہناز تو کہہ رہی تھی کہ بڑے اچھے لوگ ہیں۔" انہوں نے شک بھری نظروں سے شہناز کو دیکھا جو اپنے چھوٹے بچے کو جوتا پہنا رہی تھی۔

"فہد... ذرا دیکھنا بیٹے شیزرے ابھی تک نہیں آئی' ہر ایک سے کہہ رہی ہوں ہر ایک یہی کہہ رہا ہے کہ مجھے نظر نہیں آ رہی' رسم کا سارا سامان اس کے حوالے کیا تھا' دولہا والے آ گئے ہیں' وہ دیکھو ربیعہ کو بھی لے آئے اسٹیج پر اور شیزرے کا کوئی پتہ نہیں۔"

"اوکے دادو۔" اس نے بہت غور سے سعدیہ کو دیکھا جو کسی رشتے دار سے بڑی محبت بھری گفتگو کر رہی تھیں' وہ تیزی سے بالائی منزل پر چڑھتا چلا گیا' فاطمہ خالہ کا کمرہ تو بند تھا البتہ زینے پر چابی گری پڑی تھی۔

"یقیناً شیزرے کو کوئی زینے پر ملا ہے بزدل لڑکی نے چابی ہاتھ سے ڈراپ کر دی۔" سارے کمرے کھلے پڑے تھے وہ ایک ایک کمرے میں جھانکتا ہوا

بالکونی پر آیا۔"بوا بوا" وہ آواز دیتا ہوا کچن کی طرف بڑھا' باورچی نے جلدی سے پلٹ کر فہد کو دیکھا اور بولا۔

"بوا تو کافی دیر سے اپنے کمرے میں ہیں۔" وہ لاؤنج سے گزرتا کاریڈور تک آیا جہاں بوا کا ایک چھوٹا سا روم تھا۔

"بوا..." اس نے دروازہ کھول دیا' بوا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں' شیزرے کرسی پر سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

"او... لیمن ٹری تو تم یہاں ہو' سارے لوگ تمہیں نیچے ڈھونڈ رہے ہیں اور تم یہاں..." وہ حیرت سے بولا' شیزرے کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں' وہ سہم کر کھڑی ہو گئی۔

"یہ تو بے چاری مجھے دوا دینے آئی تھی' اللہ جانے کس نے غلطی سے کنڈی لگا دی' ڈھائی گھنٹے سے میں دروازہ پیٹ رہی ہوں کوئی بھی نہیں سن رہا' صبر کر کے میں بیٹھ گئی کہ جب کوئی آئے گا تو کھولے گا۔" بوا بولیں۔

"کیسی دوا بوا! کیا آپ بیمار ہیں؟" فہد ان سے انکوائری کرنے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں بیٹا! دو تین دن سے مجھے بخار آ رہا ہے اس لیے یہ بے چاری دو گولی لائی تھی میرے لیے، نجانے کس نے یہ شرارت کی۔" بوا بول رہی تھیں۔

"اوکے شیزرے! تم چلو نیچے۔" اس نے شیزرے کا ہاتھ تھاما۔

"فہد پلیز! میں نیچے نہیں جا رہی۔"

"کیوں...؟ نیچے سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں، دادو تمہارا پوچھ رہی ہیں، چلو۔" اس نے اس کا بازو تھام لیا تھا۔

"فہد پلیز!" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

......☆......

"کوئی بہانہ نہیں چلے گا تمہارا، تمہیں نیچے چلنا ہے ربیعہ کا آج مایوں ہے تم اس گھر کا ایک فرد ہو اس کے علاوہ کچھ نہیں، تمہیں مجھ سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں، تمہارے نام کے ساتھ فہد مصطفی کا نام لگ چکا ہے اور کیا تم فہد مصطفی کو اتنا کمزور سمجھتی ہو، میں تم سے یہ بھی نہیں پوچھ رہا کہ تم

یہاں کیسے آئیں بس فہد اتنا جانتا ہے کہ تم آج کا فنکشن اٹینڈ کرو گی یہ میرا حکم ہے، پونچھو اپنے آنسو مجھے کمزور مت بناؤ سب کے سامنے، چلو میرے ساتھ۔" اس نے بازو سے اس کو اپنی طرف گھسیٹا۔

"اچھا فہد! میں چل رہی ہوں تمہارے ساتھ، تم چلو میں آ رہی ہوں۔"

"نو... تم میرے ساتھ چلو گی۔" اس نے اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت بہت سخت کر دی۔

"فہد! تماشا مت بناؤ، میں نے کہا ناں چھوڑو میرا ہاتھ۔"

"تم سمجھتی کیا ہو اپنے آپ کو۔" اس نے زور سے اس کو دھکا دیا، وہ گرتے گرتے بچی تھی فہد نے پھر پلٹ کر اس کو تھام لیا تھا۔

"میں تم سے محبت نہیں کرتا ہوں سمجھیں تم، مگر میں تم کو اس طرح بھی نہیں دیکھ سکتا، میں تم سے تمہاری حفاظت کا کمیٹڈ ہوں میں یہ کمٹمنٹ ضرور پوری کروں گا، فاطمہ خالہ کی بہت عزت ہے انہوں نے مجھے ماں بن کر ہمیشہ دیکھا ہے، یو نو میں احسان فراموش نہیں، میری ماں نے ہمیشہ اپنی ذات

کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھا حتیٰ کہ اپنے بچوں کو بھی، ہمیشہ دادو نے‘ فاطمہ خالہ نے ہمارا خیال رکھا‘ آج میں جو کچھ بھی ہوں ان کی محبت اور دعائوں کا نتیجہ ہے‘ میں نے فاطمہ خالہ سے یہ بات کہی تھی کہ خالہ میں ناصرف شیزرے کی عزت بلکہ حفاظت بھی کروں گا اور آج میری عزت کا سوال ہے کہ لوگ تمہیں میرے نام کے حوالے سے پہچانتے ہیں تمہیں عزت دیتے ہیں سمجھیں تم‘ زیادہ اکڑ دکھانے کی تمہیں ضرورت نہیں‘ جس دن میں سمجھوں گا تمہیں میرے نام کی ضرورت نہیں ہے اسی دن میں فہد مصطفی کا لیبل مٹا دوں گا سمجھیں تم اور ہاں...“ وہ آگے بڑھتے بڑھتے اس کے بازو پر اپنی گرفت سخت کرتے ہوئے بولا۔

”کسی بھی خوش فہمی کو دل میں جگہ مت دینا‘ اس میں رونے کی کیا بات ہے۔“ وہ اپنا رخ موڑ کر بولا تھا‘ شاید وہ اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

”دیکھو شیزرے! تمہیں آج میرا مان رکھنا ہے لوگ منتظر ہیں تمہارے‘ تم میرے ساتھ چلو گی میں جانتا ہوں جتنا تم روئی ہومیری مما کے سامنے میں اتنا ہی آج تمہیں معتبر بنا دوں گا‘ آئو میرے ساتھ۔“ وہ ہاتھ پکڑ کر زینے سے اترتے اترتے پھر ایک نظر اس کے چہرے پر ڈال کر بولا تھا۔

”ایوری تھنگ ازکلیئر‘ نائو چیئر اپ‘ مسکراتی ہوئی ساتھ چلو۔“

”بہت مشکل لگ رہا ہے‘ ہاتھ چھوڑو میرا۔“

”جب تک تم تھوڑا سا مسکرا کر شرما کر نظریں جھکاکر مما کی جانب نہیں دیکھو گی ہیں نہیں چھوڑوں گا۔“

”فہد مصطفی! یہ کھیل اگر میں نے کسی دن کھیلا تو...“

”پھر فہد مصطفی اس کھیل میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کرے گا۔“

”پرامس...؟“

”ہاں پرامس۔“ تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"پلیز چیئراپ' آنسو پونچھ لو یہ دنیا بہت بے رحم ہے تمہیں جینے نہیں دے گی اگر تم کمزور بن گئیں' آئو میرے ساتھ۔" اس نے اپنی مضبوط ہتھیلی کی گرفت اس کی نازک انگلیوں پیں الجھا دی تھی' وہ خوفزدہ سی اس کے ساتھ چلتی ہوئی نور محل کے لان میں اتری تھی' اسی دوران وہ مسلسل سیل پر کسی کو میسج کرتا رہا' وہ بے خبر سی چلتی ہوئی آگے بڑھتی رہی'لیمن لباس میں ملبوس آج کے مہمانوں کا مرکز بنی ہوئی وہ بیچ سرخ ویلوٹ کی راہداری سے نظریں جھکائے گزر رہی تھی' لڑکے والے مایوں کی رسم کر رہے تھے ایک شور تھا روشنیوں کا سیلاب' دوسری طرف اوپر بنے ہوئے اسٹیج پر فنکشن بھی اسٹارٹ تھا جس پر مختلف آرٹسٹ اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے' جونہی شیزرے اور فہد نے سرخ راہداری میں آگے بڑھنے کے لیے قدم رکھا تو ایک خوشی سے بھری آواز سعدیہ کے کانوں سے ٹکرائی تھی انہوں نے دوبارہ حیران ہو کر سنا تھا' ان کے کانوں کو

دھوکا نہیں ہوا تھا ایک آواز تھی۔

"آج کی شام شیزرے اور فہد کے نام' جن کی خوبصورت جوڑی اس خاندان کے لیے بے پناہ قیمتی خزانہ ہے تو حاضرین ایک زوردار تالی صرف اور صرف مسز شیزرے اور فہد مصطفی کے لیے' ان کی اس خوبصورت جوڑی کے نام۔" شیزرے کا تو مارے خوف کے منہ کھلا رہ گیا البتہ فہد کے چہرے پر ایک شرارتی مسکراہٹ پھیل گئی تھی' سرد راتوں میں پسینے میں بھیگا ہوا ہاتھ شیزرے کا اس کی گرم مٹھی میں کسمسا کر رہ گیا' سبھی نے مڑ کر ایک زوردار تالی کے ساتھ فہد اور شیزرے کا استقبال کیا تھا۔

"ہنسو مسکرائو شیزرے! یہی وہ وقت ہے۔"تو وہ آنکھیں جھکا کر شرما گئی۔

"تو یہ... ناگن جو ڈستی ہے مگر مجھے موت نہیں آتی' کس طرح سے فہد پھر اُسے سامنے لے آیا' میں نے کہا تھا بوا یہ تڑپ تڑپ کر بھی مر جائے تو آپ اندر سانس نہیں لیں گی اور آج یہ پھر ہمارے سامنے آ گئی' کب تک شیزرے کب تک' جب تک میں زندہ ہوں تمہیں میں فہد کا نہیں ہونے دوں گی' اگر اس کے لیے مجھے خود کو بھی مٹانا پڑا تو مٹا دوں گی لیکن میں

ہار نہیں سکتی۔" انہوں نے بڑی بے بسی سے شیزرے کو دیکھا تھا۔وہ دبی دبی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے کھڑی تھی۔

"ارے فہد! تم نے تو خاموشی سے سب کچھ کرلیاہم غریبوں کو بھول گئے' ہم تمہاری پھپھو لگتے ہیں اپنی دادو سے پوچھ لو۔" شمیم جلدی سے کرسی چھوڑ کر فہد کے قریب آئی تھیں۔

"نہیں نہیں پھپھو! ہم آپ کو جانتے ہیں ایسی کوئی بات نہیں' بس سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا کہ آپ کو انوائٹ نہ کر سکے۔" اس نے مسکرا کر ایک نظر شیزرے کے چہرے پر ڈالی تو وہ شرم سے نظریں جھکا گئی۔

"ویسے ہے بہت خوبصورت جوڑی' اللہ سلامت رکھے تم دونوں کو' میں تو یہی سمجھتی تھی کہ ہم غریب ہیں تو تم لوگوں نے ہمیں نہیں بلایا' عباد اور حریم کی بھی شادی میں تائی نے یہی بتایا کہ ندیم کو ہمارے گھر کا راستہ نہیں ملا مگر دیکھو اس بار عمیرہ آپا خود کارڈ لیے آ گئیں یہ ہوتی ہے محبت بیٹا! ہم رہتے ضرور گولیمار میں ہیں لیکن گھر آ کر دیکھو 3 منزلہ ہے اور چوتھی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

منزل کی چھت تو دور سے دکھائی دیتی ہے' سیدھی ماربل والی گلی ہمارے گھر کو آرہی ہے' اگر آئو ناں تو کسی سے پوچھ لو بیکری کا پتہ' بہت آسان ہے۔" شمیم' فہد کو رستہ سمجھانے بیٹھ گئی تھیں۔

"جی پھپھو! میں ضرور آئوں گا آپ کے پاس۔" وہ ایک قدم آگے بڑھا تو پھر وہ بولیں۔

"ارے سعدیہ بھابی کدھر ہیں مبارکباد تو دے دوں۔"

"جی پھپھو! آپ ضرور ان سے ملئے' میں بھی سب سے مل لوں۔" وہ آگے بڑھ گیا۔

"ارے بھابی آپ۔" شمیم لپک کر اگلی والی رو میں پہنچی تھیں۔

"سعدیہ بھابی! مبارک ہو بڑی پیاری بہو لائی ہیں آپ مگربھابی جان ہم غریبوں کو بھول گئیں شمیم بھی یاد نہیں رہی۔" سعدیہ کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں شمیم! کچھ ایسی عجلت میں ہوئی کہ ہم کسی کو پوچھ ہی نہیں سکے‘ دراصل یہ اِکو چھولے والے کی بیٹی ہے بھاگ گئی تھی کسی کے ساتھ‘ ظاہر ہے عزت تو رکھنی تھی اس نور محل کی بس اسی لیے ہم کسی کو بھی بلا نہ سکے۔"

"سعدیہ! اب اس طرح سے تو نہ بولو‘ شیزرے تمہاری عزت ہے۔" عذرا آہستہ سے دیورانی سے بولیں۔

"بھابی جان! جب ہماری عزت‘ عزت نہیں رہی تو ڈر کس بات کا‘ سچ تو یہی ہے کہ وہ یہاں سے عزیز اللہ خان کے لیے بھاگ گئی تھی‘ فہد نے آپ لوگوں کی عزت بچائی ہے۔"

"اللہ نہ کرے سعدیہ! ایسی باتیں مت کرو‘ ہمارے سامنے بھی بیٹیاں ہیں۔" عذرا آہستہ سے بولیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تم اپنی بیٹیوں کی فکر کرو‘ میری بیٹیوں کو میں دیکھ لوں گی‘ جب بیٹے میرے کھلے عام عاشقی کرتے پھرتے ہیں تو بیٹیوں کا میں کیوں دل توڑوں۔" سعدیہ بولیں۔

"نہیں سعدیہ! بیٹی اور بیٹے میں بہت فرق ہے‘ بیٹے کچھ کرتے پھریں لیکن بیٹیاں ہماری عزت ہوتی ہیں۔"

"بس رہنے دیں بھابی جان! یہ فلسفہ بہت پرانا ہو گیا‘ جو کھیل اس خاندان کی بیٹیاں کھیل رہی ہیں ناں وہ کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔" وہ یہ کہہ کر غصے سے پلٹی تھیں۔ فہد‘ شیزرے کو لے کر دادو کے پاس پہنچا تھا۔

"یہ لیں دادو جان! آپ کی ساتویں شہزادی حاضر ہے۔"

"کیا ہوا شیزرے؟" فاطمہ گھبرا کر بیٹی کا منہ چومنے لگیں۔

"کیا ہوا بیٹا! تم کہاں تھیں تمہیں کتنی دیر سے سب ڈھونڈ رہے ہیں۔" شیزرے کے بے ساختہ آنسوئوں پر وہ تڑپ کر بولی تھیں۔

"خالہ! یہ زینے سے اترتے ہوئے پھسل گئی ہے اس کے پیر میں موچ آئی ہے۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"کیسے... کب... کس طرح؟" ہر ایک کے سوال پر وہ چپ رہی۔

"فہد! کہیں تم مذاق تو نہیں کررہے۔" حریم بہت پرسوچ لہجے میں بولی۔

"اُف خدایا! کس قدر لوگ مجھے بے اعتبار سمجھتے ہیں' بولو شیزرے کیا ہوا تھا۔" اس نے سب کے سامنے اس کا بازو مروڑ کر تھام لیا تھا۔

"زینے سے اُتر رہی تھی میں کہ سلپ ہو گئی۔" ہنستے ہنستے اس نے اپنے آنسو بھی پونچھ لیے۔

"گڈ گرل!" اس نے بازو چھوڑ دیا تھا۔

"ارے تمہیں ہوش ہے لڑکے والے رسم کرچکے اب ہماری باری ہے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہم تھک گئے' نانو بھی بس حد کرتی ہیں کہ شیزرے کو بلاؤ' چلو

بھئی جلدی تمہارے بغیر تو نور محل میں سورج بھی نہیں نکلتا' جلدی چلو۔" حریم' شیزرے کو لے کر آگے بڑھی۔

"سنو' سنو میری بات سنو سب سے پہلے حریم اور پھر شیزرے مایوں کی رسم کریں گی اور پھر مہندی کی سمجھیں' باقی سب تمہیں فائزہ گائیڈ کرے گی' جائو۔" دادو بولیں۔

"اماں! سعدیہ بھابی کا موڈ خراب ہو گیا ہے وہ غصے سے اٹھ کر عبیر کو ڈھونڈ رہی ہیں۔" فائزہ بولیں۔

"تم چپ کرو' شیزرے کو دیکھ کر اس کا موڈ آف ہو گیا یہ ان کا آپس کا معاملہ ہے تم چپ کرو۔" تو اماں کے ساتھ ہی فاطمہ بولیں۔

"فائزہ! اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں سعدیہ بھابی کی کسی بھی بات کا بُرا مت ماننا' میں نے تو شیزرے کو بھی یہی بتایا ہوا ہے کہ اب ان کی کسی بات کا بُرا مت ماننا۔"

"خدایا فاطمہ! اب ایسا بھی نہیں شیزرے کو ان کے رحم و کرم پر مت چھوڑ دیجیے گا' بھابی ہماری ہیں تو کیا ہوا ہم جانتے ہیں انہیں' شیزرے بہت معصوم بچی ہے آپ دھیان رکھیئے گا' جو کچھ انہوں نے شیزرے کے ساتھ کیا وہ اتنا معمولی نہیں ہے فاطمہ خالہ! اس میں اِکو بھائی کے ساتھ ساتھ سعدیہ بھابی بھی مجرم ہیں' بات دبا لی گئی ہے ورنہ اچھا نہ ہوتا' آپ تو کمزور تھیں اس لیے چپ ہو گئیں ورنہ کوئی اور ہوتا تو بس..." تبھی برابر میں آ کر شمیم کھڑی ہو گئی تھیں تو بس بات آئی گئی ہو گئی۔فاطمہ جلدی سے مڑ گئیں اور دادو نے بھی کسی کو آواز دی تو شمیم انہی کے پاس کرسی کھینچ کر بیٹھ گئیں۔

"کہاں گئی عبیر! ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ یہیں موجود تھی جاؤ دیکھو۔" سعدیہ نے کرن سے کہا۔

"مما! مجھے نہیں معلوم اور اس نے اپنا سیل بھی بند کر رکھا ہے۔"

"تو تم دیکھو کہ وہ کہاں ہے بلاؤ میرا دل پتہ نہیں کیوں اندر سے لرز رہا ہے' مجھے شور روشنی اور میوزک سے وحشت ہو رہی ہے میں اوپر جاتی ہوں۔" وہ یہ کہہ کر زینہ چڑھ گئی تھیں۔

"آخر عبیر ہے کہاں' ایک ایک کونہ چھان مارا' لان میں بھی نہیں تو پھر کہاں گئی عبیر؟" نیچے سے مسلسل شور کی آواز آ رہی تھی' مہندی کے دوران پھر ایک بار نور محل میں قہقہے اور چھیڑچھاڑ میں سبھی مصروف تھے' شیزرے کے ہاتھوں میں بڑا گہرا رنگ مہندی کا نکھر کر آیا تھا' حریم بار بار اپنے ہاتھوں کی چوڑیوں کو گھما رہی تھی ہاتھوں کی مہندی کو پلٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی' عباد نے ایک بار بھی مڑ کر نہیں دیکھا تھا' عباد بہت سیریس سا سب کے درمیان بیٹھا تھا' پھر مہندی کی بھی رسم ختم ہو گئی' رامین چپ چپ کھڑی تھی' احمد چلتا ہوا اس کے قریب آیا تھا۔

"کیا ہوا' کوئی بات ہے؟" احمد بہت محبت بھرے لہجے میں بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”ضروری ہے کہ ہر بات تمہیں بتائی جائے کہ میرا کیا مسئلہ ہے‘ ہماری اپنی کوئی پرسنل بات بھی تو ہو سکتی ہے۔“ وہ غصے سے بولی۔

”ہوا کیا ہے مجھے بتائو تم؟“ احمد اور قریب آیا۔

”پلیز احمد! ضروری تو نہیں کہ ہر بات تمہیں بتا دی جائے۔“

”تو میں اتنا غیر کب سے ہو گیا تمہارے لیے؟“

”بس احمد! تم سمجھتے نہیں ہو میری بات‘ ایک تو مشکل یہ ہے ہر چیز کو تم چاہتے ہو کہ میں کھول کر بتا دوں۔“

”تو رامین! تم بند کتاب کب تھیں۔“

”بس احمد! ہر وقت جوک اچھے نہیں لگتے‘ میں اس وقت بے حد پریشان ہوں۔“

”تو مجھے بتائو تو‘ کیا پریشانی ہے؟“

”بس کہا ناں ہے سو ہے تمہیں کیا بتائوں۔“ وہ پیر پٹخ کر اندر کی سمت مڑ گئی۔

رات دیر تک سب جاگتے رہے‘ رامین بہت چپ چپ تھی‘ کسی کے بھی پوچھنے پر وہ کچھ نہ بولی‘ آج جو شہناز بول کر گئی تھی وہ اس کے لیے بہت اہم تھا ابھی تک شہناز کے کہے ہوئے جملے اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔

”دیکھو رامین! تم تو میری دوست ہو ہیں‌اپنی طرف سے یہ بات نہیں کہہ رہی‘ امی اور ہماری نندوں کو تمہاری طرف کی پہناوٴنیاں پسند نہیں آئیں‘ اسٹیٹس بھی کوئی چیز ہوتی ہے‘ وہ کہتی ہیں کہ دوسرے جب دیکھیں گے تو کیا کہیں گے اور ہاں رامین ہمارے سوٹ میں تم نے میچنگ کی چوڑیاں نہیں رکھیں سب کے ساتھ ہیں۔“ رامین کے کانوں میں شہناز نے ایک بم بلاسٹ کیا تھا وہ کرسی چھوڑ کر سہم کر کھڑی ہو گئی تھی‘ یہ کیسی چھوٹی بات تھی اور ابتدا ہی میں ایسی معمولی بات کو ایشو بنا لیا گیا تھا آگے کیا ہو گا۔

"ارے بیٹھو کیا ہوا' تم تو گھبرا گئیں' سچ رامین! یہ لوگ چوزی ہیں میری ایک ایک چیز کا نوٹس لیا گیا تھا' دراصل امی جان کہہ رہی تھیں کہ وہ ایسے کپڑے پہنتی نہیں ہیں اس لیے انہیں اچھا نہیں لگا۔" لیکن رامین سن کہاں رہی تھی اس کے ذہن پر تو دھماکے ہورہے تھے۔

"بس شہناز! تمہیں تو معلوم ہے ابا کچھ دیتے دلاتے نہیں' اب جتنی ہماری حیثیت تھی اس کے حساب سے تو ہم نے بہت اچھا کیا ہے۔"

"واقعی کچھ جوڑے پرانے ڈیزائن کے ہیں جو رکھے ہوئے لگ رہے ہیں' ہماری امی نے تو ہماری ساس کو گولڈ کے کنگن دیئے تھے' دونوں بہنوں کو لاکٹ اور جتنے رشتے دار تھے تائی اماں' خالہ وغیرہ پورے 21 جوڑے دیئے تھے امی نے ہماری پھر بھی یہ لوگ چپ چپ سے تھے۔"

"لیکن شہناز! اب کیا ہوسکتا ہے جتنی ہماری حیثیت تھی ہم نے دے دیا۔"

"خیر چھوڑو رامین! بس اپنے بڑوں سے ذکر کر دینا۔" وہ اپنا دامن صاف جھاڑ کر بولی' تب سے وہ اب تک سہمی سہمی گھبرائی سی سوچوں میں گم تھی۔

پہلے احمد سے اور اب امی سے الجھ پڑی تھی' ربیعہ کے دونوں ہاتھ مہندی سے بھرے ہوئے تھے' نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی' عمیرہ اور فائزہ' اماں جان (نانو) کے کمرے میں سونے کے لیے چلی گئی تھیں' عباد کچھ دیر کے بعد بیڈروم میں آیا تھا' حریم نے ابھی تک چینج نہیں کیا تھا' کوئی نہ کوئی مصروفیت کا بہانہ کر کے وہ اب کمرے میں اس طرح آئی تھی کہ عباد اسے ایک نظر دیکھ لے' جونہی عباد اندر آیا تو وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی اپنی چوڑیاں اتار رہی تھی لیکن عباد نے ایک نظر بھی اس کے وجود پر نہیں ڈالی۔

"لائٹ بند کرو مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ چینج کر کے آیا تھا اور فلور کشن کو اٹھا کرصوفے پر ڈالا اور خود بھی اس پر اوندھا ہو کر لیٹ گیا' حریم کو یوں لگا جیسے چلتے چلتے وہ گر پڑی ہو' دل کی چھپی ہوئی خواہش کہ کاش عباد اس وقت اسے ایک نظر دیکھ لے لیکن عباد تو ایک پل میں بے خبر سا لیٹ گیا

کہ جیسے اس کے اردگرد کوئی ہو ہی نہ‘ جب وہ چینج کر کے آئی تو اس نے زور سے دراز بند کی تھی۔

”سوری...“ عباد کے پلٹ کر دیکھنے پر وہ بولی۔

”دراز بند نہیں ہو رہی تھی۔“ لیکن پھر بھی وہ پلٹ کر سو چکا تھا‘ جونہی بیڈ پر وہ گری اس کی آنکھوں سے آہستہ آہستہ آنسو بہنے لگے۔

”اس شخص کو میں نے کتنا ہرٹ کیا جب بھی اس نے مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش کی میں نے اسے بُرے طریقے سے رَد کردیا‘ آخر کب تک وہ بھی آخر انسان ہے تھک گیا‘ اس نے نظر اٹھا کر بھی دیکھنا گوارا نہیں کیا‘ کتنا اجنبی اجنبی سا لگنے لگا ہے‘ پوری تقریب میں اس نے ایک بار بھی مجھے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا‘ ہمارے اور عباد کے بیچ کتنے فاصلے آ گئے ہیں اور اگر وہ یہاں سے چلا گیا تو... لیکن اب میں اس سے گڑگڑا کر اپنی محبت کی بھیک تو نہیں مانگ سکتی اسے جب میری نفرت کا ادراک تھا تو محبت کو خود ہی جان لے گا اس کی ایک نظر رَد کرنے سے میں کتنی ہرٹ ہوئی ہوں اور میں نے

جو اس کے ساتھ کیا تھا پل پل میں اس کی محبت کو جھٹلاتی رہی‘ وہ مجھے منانے کے لیے ہنساتا رہا اور میں ہر لمحہ رُخ موڑ گئی‘ بے اعتنائی کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔“ اس نے ایک نظر بے خبر سوئے ہوئے عباد پر ڈالی اور آہستہ سے اٹھ کر اپنی رائٹنگ ٹیبل پر آئی تھی‘ لیمپ کو اس نے اس طرح سے موڑ دیا تھا کہ روشنی صرف اور صرف ڈائری پر پڑ رہی تھی‘ اس نے مڑ کر عباد کو دیکھا وہ گہری نیند سو رہا تھا اس نے آہستہ سے ڈائری کھولی جس پر اس کے آنسوئوں کے دھبے بھی تھے‘ عباد کی بے رُخی اور تکلیف دہ لمحوں کا احساس وہ دکھ جواس نے فاصلے پر رہ کر سہے تھے لیکن وہ سارے صفحے اُسے بیکار سے لگ رہے تھے‘ سارے دکھ انجان سے بن گئے تھے‘ ایک پل میں اس کی روح پر سے کانٹوں کی چادر اتر گئی تھی‘ ہونٹ بھیگ رہے تھے آنکھوں کا نمکین پانی بہہ کر ٹھوڑی تک آ گیا تھا‘ زندگی کا وہ کرب جو اس نے سہا تھا وہ بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی اس نے ڈائری کا آخری صفحہ دیکھا، جس پر آنسوئوں کے دھبے تو نہیں تھے البتہ نفرت کے لفظ ضرور لکھے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"زندگی کے سفر پر ہاتھ پکڑ کر ساتھ چلنے والا انسان کس بے رحمی سے مجھے محبت کی دلیل دیتا ہے میری روح پر لگے ہوئے زخموں کو وہ دھونا چاہتا ہے کتنی بے رحمی سے وہ مجھے اپنی بے رحمی کااحساس دلاتا ہے وہ شاید نہیں جانتا کہ محبت کرنے والے کبھی دوسروں کی طرف نہیں جھکتے' محبت صرف ایک بار ہوتی ہے بار بار نہیں' جس نے کبھی مجھ سے محبت ہی نہ کی ہو وہ کیوں کر ہمارا ہو سکتا ہے جتنے دن بھی وہ میرے ساتھ رہے گا مجھے یہ اذیت کا سفر ایک کمرے میں کاٹنا ہے لیکن میں خود کو اس کی طلب نہیں بننے دوں گی' اس دن میں اپنی زندگی ہار دوں گی جس دن اس نے مجھے چھوا' پوری زندگی میں نے اپنی ماموں جان کے لیے تیج

دی' تمام عمر عباد روئے گا جب میں اپنی زندگی تیج دوں گی بس صرف ایک لمحے کی دیر ہے وہ نہیں جانتا کہ میری سوچوں میں کیا ہے جس دن اس نے میری انا اور خودداری کو توڑا میں ختم کر لوں گی خود کو لیکن عباد مجھے نہیں پاسکے گا۔" اس نے پلٹ کر عباد کو دیکھا وہ بے خبر سا سو رہا تھا' آنسوئوں

سے اس کا چہرہ بھیگ رہا تھا کئی بار اس نے مڑ کر دیکھا اس کا دل چاہا کہ وہ اٹھ کرجائے ابھی اور اسی وقت اور اس کے پیروں پر اپنے ہونٹ رکھ دے ان ہاتھوں سے اس کے پیروں کو پکڑے مگر وہ ایسا نہ کر سکی' آنسو پونچھ کر اس نے ڈائری بند کر دی۔

......☆☆☆......

"فاطمہ! تمہیں تو نیند آ رہی ہے۔" عمیرہ ہنس کر بولیں۔

"ہاں میں سوچ رہی ہوں کہ اوپر چلی جائوں۔"

"فاطمہ آپا! یہیں سو جائیں ناں۔" فائزہ نے ان کا ہاتھ پکڑا تھا۔

"نہیں فائزہ! مجھے اپنے کمرے میں ہی نیند آتی ہے ویسے بھی صبح اٹھ کر مجھے پنجرے کھولنے پڑتے ہیں ورنہ کبوتر بھوکے مر جائیں گے انہیں وقت پر دانہ کھانے کی عادت ہے۔" فاطمہ اٹھتے ہوئے بولیں اور سونے کے لیے اوپر زینہ چڑھیں۔

شیزرے دو بلینکٹ لیے ہوئے دادو کے کمرے کی طرف آ رہی تھی تو برآمدے سے گزرتے ہوئے اس کی نظر فہد پر پڑی' وہ کرسی پر دونوں پیر پھیلائے ہوئے سگریٹ پر سگریٹ پیے جا رہا تھا تبھی آہستہ سے اس نے دونوں بلینکٹ سامنے پڑی کرسی پر رکھے اور پلٹ کر اسٹور روم سے جا کر گرم چادر لے کر آئی تھی دبے قدموں چلتی ہوئی وہ لان میں نکل آئی کہ فہد کو ذرا بھی آہٹ نہ ہوئی' اس نے چادر اٹھا کر فہد کے کندھوں پر ڈالی تو وہ ہڑبڑا کر سگریٹ پھینک کر پیر سے مسلتا ہوا کھڑا ہو گیا تھا۔

''تم اس وقت یہاں' میں تو ڈر گیا تھا کہ بڑے پاپا آ گئے ہیں۔'' شیزرے کو اس کی گھبراہٹ اور خوف اچھا لگ رہا تھا۔

''کیا ہوا تم ڈر گئے؟'' جواب میں اس نے بُرا سا منہ بنا کر چادر اٹھائی تھی۔

''تم اس وقت یہاں کیا کرنے آئی ہو؟'' وہ غصے بھرے لہجے میں بولا۔

''یونہی میں فائزہ پھپھو اور عمیرہ پھپھو کے لیے کمبل لے کر جا رہی تھی تو تم پر نظر پڑ گئی۔'' وہ جھینپ کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

''تمھیں تو عادت ہے ناں ہر ایک کی کیئر کرنے کی' مجھے نہیں اچھی لگتی تمہاری یہ کیئرنگ عادت۔''چادر اٹھا کر اس نے دوسری کرسی پر پھینک دی۔

''فہد! تمھیں ٹھنڈ لگ جائے گی' مت پئیں اتنی سگریٹ آپ کی کھانسی ٹھیک نہیں ہو رہی۔''

''بول چکیں آپ... تو جائیے یہاں سے اور اٹھائیں اپنی یہ چادریں' میرا کوئی نہیں ہے اور نہ ہی مجھے اس کی ضرورت ہے۔''

''کیا ہوا فہد! تم ڈر کیوں رہے ہو؟''

''میں کسی سے نہیں ڈرتا سمجھیں تم' بس میں کہہ رہا ہوں کہ تم اس وقت یہاں سے چلی جاؤ' شیزرے ضد مت کرو۔''

''اور اگر میں یہ کہہ دوں کہ میں نہیں جا رہی تو...؟''

''تو تم بہت بڑی ڈفر ہو جو فہد مصطفی کے لیے کھلی فضا میں اور ٹھنڈی رات میں بیٹھو گی۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

"فہد! میں اگر بڑے پاپا کو بتا دوں تو...؟" وہ مسکرا کر دیکھنے لگی۔

"تو... میں اس کا حساب ایسا چکاؤں گا دوسرے دن کہ تم آنسو پونچھتی پھرو گی، ویسے شیزرے! آج تم لیمن ٹری بن کر بہت غضب ڈھا رہی تھیں، میں نے تو نہیں دیکھا البتہ دوچار لوگ بتا رہے تھے تو میں نے یقین کر لیا۔"

"کوئی نہیں، پھر وہی بکواس، میں کسی کو اچھی نہیں لگتی، اچھے تو وہ لوگ لگتے ہیں جن کا حسب نسب ہوتا ہے۔" اس کا چہرہ ایک پل میں مرجھا سا گیا جیسے مسلے ہوئے پھول جو قریب ہی پڑی کرسیوں اور لان میں پڑے تھے، وہ قریب پڑی ہوئی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی تھی۔

"کیا محترمہ کا یہاں رات گزارنے کا ارادہ ہے؟" فہد کے خشک ہونٹوں پر ہنسی ابھری۔

"شاید تم یہاں بیٹھے رہے تو میں بھی یہاں بیٹھی رہوں گی۔"

"تم کب سے اتنی دلیر ہو گئیں۔" اس نے اتنی دیر میں دوسری سگریٹ سلگا لی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اُف میرے خدا!" اس نے اپنی ہتھیلی سے ماتھا پیٹ لیا۔

"کیا ہوا؟" وہ منہ سے سگریٹ ہٹا کر ہنسا۔

"فہد! مجھے تمہاری یہ بات بالکل پسند نہیں آتی کہ تم اتنی سگریٹ پیتے ہو کہ تمہارا رنگ جل کر کالا ہو گیا ہے۔"

"چلو کوئی اچھی سی فیئر سنو لگائیں گے ٹھیک ہو جائیں گے مگر تمہیں میری اتنی پروا کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"میں نے تمہاری پروا کرنی چھوڑ دی ہے۔" وہ مرجھائے ہوئے پھولوں کو اٹھا کر ہاتھ سے مسلنے لگی۔

"کب سے چھوڑ دیا تم نے؟" وہ اتنی دیر میں تیسری سگریٹ منہ سے لگا چکا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جب سے مجھے یہ احساس ہوا کہ تم میرے ایک اچھے دوست ہو اور کچھ نہیں۔" اس کی نظریں جھکتی چلی گئیں، پورچ میں گاڑی رُکنے کی آواز آئی تھی، فہد ایک لمحے میں فہد نہیں رہا تھا۔

"شیزرے میں کہہ رہا ہوں تم اندر جائو، میں اس وقت بہت اہم کام سے بیٹھا ہوں۔" اس کی نظروں سے خوفناک شعاعیں نکلی تھیں کہ شیزرے چادر اٹھا کر الٹے پائوں پلٹی تھی، بڑی دیر تک وہ چادر تھامے دیوار سے لگی کانپتی رہی تھی۔

"کیا یہ انسان ہے ایک پل میں اس کی آنکھوں کا رنگ بدل جاتا ہے اور جب یہ ہنسانے پر آتا ہے تو یوں لگتا ہے بچپن کا وہی فہد ہے جو کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔" وہ دونوں کمبل اٹھائے ہوئے دادو کے کمرے میں گئی تھی۔

فہد بہت تیزی سے نور محل کازینہ چڑھتا ہوا اپنے پورشن میں پہنچ چکا تھا۔

"اتنی دیر میں تم کہاں سے آ رہی ہو؟" فہد نے بڑھ کر اس کے روم کا دروازہ گھیر لیا تھا۔

فاطمہ جونہی زینہ اوپر چڑھیں بہت تیز تیز سعدیہ کے پورشن سے آوازیں آ رہی تھیں، ان کے قدم من من بھاری ہو گئے، فہد چیخ رہا تھا اور احمد کسی کو بچا رہاتھا۔

"مما! کیوں نہیں پوچھتیں اس سے کہ یہ اس وقت کہاں سے آ رہی ہے، یہ فنکشن چھوڑ کر چلی گئی، میں اتنا غافل نہیں ہوں۔"

"ڈونٹ شائوٹ فہد! میں اس سے زیادہ چیخ سکتی ہوں۔" سعدیہ چیخی تھیں۔

"تو چیخیں آپ مما! مگر آپ اس سے پوچھیں کہ یہ کہاں اور کس سے ملنے گئی تھی؟"

"میں آپ کو جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی، آپ ہوتے کون ہیں۔" عبیر تڑپ کر بولی۔

"میں تمہیں ابھی بتاتا ہوں۔" فہد اس کی کلائی پکڑ چکا تھا۔

"چھوڑ دو فہد! تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ تم اس طرح سے جوان بہن کے ساتھ زبردستی کرو۔"

"مما! آپ ہمارے بیچ میں مت آیئے گا۔"

"کیوں یہ حق تمہیں کس نے دیا ہے؟ وہ اپنی مرضی کی مالک ہے اور اپنی زندگی کا فیصلہ کر سکتی ہے۔"

"یہ اپنی زندگی کا فیصلہ کرے گی۔" فہد نے ایک تھپڑ عبیر کے چہرے پر مارا تھا۔

"یہ تھپڑ آپ نے مجھے مارا ہے فہد بھائی! آپ یاد رکھیئے گا اور اب آپ میرے فیصلے کو نہیں روک سکتے، ابھی اور اسی وقت میں سامیر کو بلاتی ہوں وہ مجھے لے کر جائے گا، دیکھتی ہوں آپ مجھے کیسے روکو گے۔" وہ تڑپ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔

"سنو عبیر! تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔" سعدیہ آگے بڑھیں، جونہی عبیر نے اندر سے دروازہ بند کیا سعدیہ نے کھٹاک باہر کی کنڈی لگائی تھی۔

"تم کہیں نہیں جاؤ گی۔" فہد نے پلٹ کر اپنی ماں کی جانب دیکھا تھا اور پھر شیزرے کا آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ یاد آ رہا تھا۔

"فہد، فہد مجھے کچھ ہو رہا ہے۔" احمد دیوار سے جا لگا۔

"مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔" فہد نے بھاگ کر احمد کو تھاما تھا۔

"دیکھا بابا! یہ ہی ہونا تھا۔" فہد جھنجھلا کر بولا۔

"مجھے خود نہیں معلوم کہ میرا گھر جہنم کیوں بنتا جا رہا ہے۔"منظور بولے۔

"اس کی ذمے داری منظور تم پر آتی ہے۔"سعدیہ بولیں۔

"اور اس کی ذمے داری..." منظور نے پلٹ کر اشارہ عبیر کی طرف کیا تھا۔

"بس سعدیہ بس تم جاؤ اندر۔" منظور مصطفی یہ کہتے ہوئے احمد کی طرف پلٹے تھے۔

"ریلیکس احمد ریلیکس۔" انہوں نے احمد کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"بابا!" کہتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔احمد شروع سے ہی بہت حساس طبیعت کا مالک تھا' نرم مزاج اور محبت کرنے والا انسان' ہر ایک کے دکھ درد میں شامل۔عمیرہ کی فیملی سے اسے ہمیشہ ہمدردی رہی کہ بڑی پھپھو مالی طور پر ناصرف کمزور ہیں بلکہ وہ تنہا بیٹیوں کے ساتھ رہتی ہیں۔ساری محبت اور ہمدردی صرف اور صرف بڑی پھپھو کے لیے تھی' سعدیہ نے بچپن سے اسے ان سے دور رکھنے کی کوشش کی' ذہن میں بھی ڈالتی رہیں کہ یہ تمہیں گھیر لیں گی ان کی چار چار بیٹیاں ہیں' وہ رامین سے اُسے دور رکھتیں' ہر وقت اس کی چوکیداری کرتیں' قدرتی طور پر وہ بڑا کانشس ہو کر رامین کو دیکھا کرتا پھر کب کیسے اور کس طرح اس کی ساری توجہ کا مرکز رامین بنتی

چلی گئی اسے خود بھی احساس نہ ہوا لیکن اس کی ذمے دار خود سعدیہ تھیں' چھت پر چھیڑتے بھاگتے فہد کو ٹوکتی رہتیں۔

"شیزرے سے دور رہا کرو یہ اچھی لڑکی نہیں۔" مذاق مذاق میں وہ اچھی لڑکی اچھی لڑکی کہہ کر چھیڑتا' فہد' احمد سے بالکل مختلف نیچر کا مالک تھا' کسی پر ظلم اور زیادتی دیکھنا اس کی سرشت میں نہیں تھا' دن رات فاطمہ خالہ کو مشین چلاتے ہوئے دیکھ کر وہ سوچتا۔

"مما تو آئے دن ڈنر' فنکشن' پارٹیز میں بابا کے ساتھ جاتی رہتی ہیں ایک یہ بھی عورت ہے صبح سے شام تک مشین چلانا پھر اِکو چچا کے ٹھیلے کی تیاری' کیسے جیتی ہیں فاطمہ خالہ۔" وہ ان کی قدرتی طور پر ماں کی طرح عزت کرنے لگا' پہلے تو فاطمہ' سعدیہ کے پورشن میں ہی جا کر کوکنگ کرتی تھیں پھر جوں جوں شیزرے بڑی ہوئی فہد کے کمرے کی صفائی کرتے ہوئے پھولوں کی باسکٹ رکھتے ہوئے سعدیہ کو بڑا خوف آیا تھا۔

"کم بخت صورت شکل تو تھی ہی' کیا قد کاٹھ نکالا ہے' نفاست اور ہنر ماں نے سکھا دیا' ابھی سے فہد کی دیوانی لگتی ہے آگے جا کر کہیں وہ فہد کی توجہ کا مرکز نہ بن جائے۔" بس یہی سوچتے ہوئے وہ فہد کے روم میں پلٹ کر آئی تھیں۔

"آئندہ تم یہ پھول لے کر اگر فہد کے روم میں رکھنے آئیں تو میں تمہارے منہ پر تھپڑ مار دوں گی' اس طرح سے لڑکوں کے کمرے میں پھول رکھنے کا مطلب تم سمجھتی ہو' کیا دیکھے جا رہی ہو تم مجھے' گیٹ آؤٹ۔" پھولوں کی باسکٹ اٹھا کر انہوں نے پھینکی' شیزرے روتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

"بس فاطمہ! ہمیں چوبیس گھنٹے کی ضرورت ہے میں نے باورچی رکھ لیا ہے' فاطمہ سچ تو یہ ہے کہ مجھے شیزرے کا یہاں اس طرح سے آنا جانا پسند نہیں ہے تم اسے کنٹرول کرو' اب وہ سولہ سترہ سال کی ہو رہی ہے اور ہاں فاطمہ! تم لوگوں کے ہاں تو جلدی شادی کر دیتے ہیں' کرا دو میٹرک میں آ گئی ہے تمہاری بیٹی۔" ایک ہی وقت میں دو وار کر گئی تھیں پھر اس وقت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے فاطمہ نے سلائی پر زیادہ توجہ دینی شروع کر دی' شیزرے پر پابندیاں لگنے لگیں۔

"پتہ نہیں کیا ہوا ہے شیزرے کو' مجھے ہی دیکھے جاتی ہے شیزرے! مجھے اچھا نہیں لگتا کہ تم مجھے اس طرح سے جب دیکھتی ہو۔" فہد تنگ آ کر بولنے لگتا' نجانے کب کیسے وہ شیزرے کے دل میں دبے پاؤں اُتر آیا' وہ فہد کو دیکھ کر شرما جاتی' فہد اسے تنگ کرتا تو شیزرے کے دل میں انجانا احساس ہوتا کہ یہ میرا ہے' وہ عبیر اور کرن کی طرح شیزرے کی بھی پڑھائی کے بارے میں پوچھ لیتا اور پھر یہ احساس شیزرے کے شرمانے پر آہستہ آہستہ نور محل میں حریم نے سب سے پہلے محسوس کیا' جوں جوں شیزرے کی عمر بڑھتی گئی دادو کی آنکھوں میں خواب جاگنے لگے۔

"دیکھنا سجاد! فاطمہ کی بیٹی کیسی پیاری نکلی ہے' اللہ نے کیا حسن دیا ہے' اگر حریم کو ہم نے نہ لیا ہوتا تو ہم اسے عباد کے لیے فاطمہ سے مانگ لیتے۔" سجاد مصطفی بھی ہنس کر کہتے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''اماں! ہے تو شیزرے اسی قابل کہ اسے نور محل سے جانے نہ دیا جائے' کتنا خیال رکھتی ہے اور یہ بات پھر سچ ہوئی کہ سعدیہ کی کڑی نگرانی نے شیزرے کے دل میں خود ہی فہد کو بسادیا' جوں جوں سعدیہ نے خوفزدہ ہو کر شیزرے کو تکلیفیں دیں اتنا ہی فہد ٹوٹ کر اس کی جانب جھکتا چلا گیا' وہ ماں کو یقین دلاتا مگر ہر بار سعدیہ' شیزرے کی آنکھوں میں فہد کے لیے محبت دیکھ کر تڑپ اٹھتی تھیں اور جس دن سعدیہ نے اس کے پیروں پر گرم تیل پھینکا تھا اس دن فہد چہرہ چھپا کر آنسوئوں سے رویا تھا۔

''میری ماں اتنی سنگدل۔'' اور بس پھر وہ ایک لمحہ فہد پر بھی بہت بھاری گزر گیا' دل پر اس کے کیا گزری یہ کوئی نہ جان سکا کہ کس طرح وہ ٹوٹ کر رویا' ہر وقت اس کے پیروں کے زخم اس کو نظر آتے وہ خود سے اتنا خوفزدہ ہو گیا کہ وہ وقت سے پہلے ہی اپنی جاب پر واپس چلا گیا لیکن سعدیہ کے اندر کا خوف سازشی جال بُننے لگا اور آج عبیر زندگی کے اس موڑ پر کھڑی تھی، جہاں اسے ایک فیصلہ کرنا تھا اور اس فیصلے میں بھی سعدیہ نے

فہد کو طعنہ دے دے کر عبیر کو بہت بولڈبنا دیا تھا اتناکہ وہ فہد کے روبرو کھڑی تھی آج۔

......☆☆☆......

آج صبح ناشتے پر منظور سب سے پہلے بیٹھے تھے' عبیر چائے لینے کے لیے ابھی بیٹھی ہی تھی کہ کرن بھی آ گئی' سعدیہ اپنی جگہ پر آکر بیٹھیں تو بوا نے ان کے سامنے لا کر آملیٹ کی پلیٹ رکھی تھی تبھی فہد ٹائی کی ناٹ باندھتا ہوا آیا تھا اور چیئر گھسیٹ کر ٹیبل کے سامنے بیٹھا۔

''کیا ہوا فہد! تمہاری طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہے تم کہاں جا رہے ہو؟'' منظور مصطفی بولے تھے۔

''بس بابا! کچھ امپورٹنٹ کام ہے۔'' مڑ کر دیکھا تو احمد تیار ہو کر اسی طرف آ رہا تھا۔

''کیسے ہو بیٹا! بیٹھو بیٹھو ناشتہ لو' بہت دنوں کے بعد تو تمہاری شکل صبح ناشتے پر دکھ رہی ہے' جب میں آتا ہوں تو پتہ چلتا ہے کہ احمد تو جاچکا ہے' کتنا

اچھا لگ رہا ہے سعدیہ! ہمارے سب بچے آج ہمارے ساتھ ناشتہ کر رہے ہیں، کتنا اچھا لگ رہا ہے ناں۔"

"جی بابا۔" کرن ہنس کر بولی۔

"بابا! میں احمد بھائی اور رامین کو ڈراپ کرتا ہوا آگے نکل جاؤں گا۔" فہد نے چائے کا سپ لیتے ہوئے کہا تو عبیر کی نظر فہد کے چہرے پر پڑی، اندر سے دل دھک دھک تو کرنے لگا مگر بظاہر وہ بڑی بولڈ سی فہد کے سامنے بیٹھی تھی۔

"دراصل ہمارے بچوں کو باورچی کے ہاتھ کا ناشتہ پسند نہیں ہے منظور، وہ تائی اماں کے ہاتھوں کا ناشتہ کرتے ہیں صبح صبح۔" فہد نے جلتا ہوا کپ ہونٹوں سے لگا لیا تھا، احمد کپ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

"چلتا ہوں میں۔" فہد بھی اٹھ کھڑا ہوا، منظور مصطفی کی نظریں سعدیہ کے چہرے پر تھیں۔

"سعدیہ! یہ تھوڑی سی خوشی مجھے جو ابھی ابھی ملی تھی..."

"میں نے اس میں زہر گھول دیا ناں، تم یہی کہنا چاہتے ہو؟" سعدیہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر چلی گئی تھیں۔

......☆☆☆......

یہ ملگجی سی ایک صبح تھی، سورج ابھی تک بادلوں کی اوٹ میں چھپا ہوا تھا، سورج کی ہلکی ہلکی روشنی بادلوں سے چھن کر آ رہی تھی نور محل میں لگے ہوئے درختوں سے ہوائیں تیز چل رہی تھیں، رات بکھرا ہوا مایوں کا سامان کہیں پھول کہیں پتیاں پڑے اور پیلے شامیانے صبح کو اتارے جا رہے تھے، کالج وین آ کر رُکی تو شیزرے، ریشمین اور کرن ایک ساتھ گیٹ سے نکل کر گئی تھیں تبھی پورچ سے نکلنے والی کار کو انہوں نے جھک کر دیکھا تھا، فہد، احمدا ور رامین جس طرح سے نکل کر آئے تھے سعدیہ کے وجود میں ایک کرنٹ سا آ کر لگا۔

"کل فہد اور آج رامین میرے بیٹے کو لے گئی اور احمد بھی ہمارے ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے اور میں اب ایسا نہیں ہونے دوں گی۔" پھر ان کی نظر دوبارہ

نور محل کے لان پر پڑی تو بکھرے ہوئے رنگین پھولوں نے ان کے تن بدن میں ایک آگ سی بھڑکا دی۔

"اس نور محل پر میرا بھی ہے حق میرے بچوں کا بھی حق ہے' اس لان میں میری کوئی خوشی نہیں ہوئی اور اب دیکھو ربیعہ کیا ہے نہ حسن نہ دولت اور کیسا اچھا رشتہ ان کی چال بازیوں سے مل گیا۔"

"بیٹا! چائے لو اوراندر چلو۔" بوا نے انہیں چونکا دیا۔

"بوا! جو کچھ ابھی ہم نے دیکھا ہے ناں وہ پتھر بن جانے کے لیے کافی ہے۔"

"بیٹا! تم نے جو آج دیکھا ہے ان بوڑھی آنکھوں سے میں کئی بار دیکھ چکی ہوں۔"

"بوا! میرا دوسرا بیٹا بھی ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔" وہ چکرا کر وہیں کوریڈور میں پڑی کرسی پر بیٹھ گئی تھیں۔

"اتنی دیر نہیں ہوئی ابھی بیٹا! تمہارے بچے بُرے نہیں ہیں بس تمہاری قسمت بُری ہے' تم جتنی جلدی ہو سکے احمد کے لیے کہیں بات کر لو' میں کچھ کہوں تو بیٹا بُرا نہ ماننا' وردہ بٹیا کو کیوں نہیں مانگ لیتیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو بوا! اب یہی ہو گا۔" وہ پلٹ کر اندر گئی تھیں' عبیر سامنے بیگ ٹانگے کھڑی تھی۔

"عبیر! تم تو کہہ رہی تھیں کہ آج کالج نہیں جائو گی پھر..."

"مما! مجھے آج کہیں اور جانا ہے۔"

"کہاں...؟"

"کہیں بھی' یہ میرا پرسنل میٹر ہے۔"

"میں تمہاری ماں ہوں۔"

"یہ ہماری بدنصیبی ہے۔"

"کیا... کیا کہا تم نے؟ کس لہجے میں تم بات کر رہی ہو۔"

"آپ ایک کمزور ماں ہیں، اپنے بیٹوں کو نہ سنبھال سکیں تو ساری حکمرانی مجھ پر چلا رہی ہیں، آپ بھی فہد بھائی کی طرح میری نگرانی کر رہی ہیں، مما! اگر فہد بھائی اپنی مرضی کر سکتے ہیں تو کیا یہ حق مجھے نہیں ہے؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو بیٹا! فہد ایک لڑکا ہے وہ مرد ہے۔"

"اور میں ایک عورت... میں وہ نہیں کر سکتی ناں جو فہد نے کیا ہے، اس وقت میں جلدی میں ہوں مجھے جانا ہے۔" اس نے ہاتھ پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی اور بہت تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔

"عبیر! میری بات سنو، مجھے بہت اہم تم سے بات کرنی ہے۔"

"اٹس ٹو لیٹ مما!" وہ بہت تیزی سے زینہ اترتی چلی گئی، وہ جہاں کھڑی تھیں کھڑی رہ گئیں۔

......☆☆☆......

واپسی پر آج رامین دیر سے گھر آئی تھی، اس نے عمیرہ کو میسج کر کے بتا دیا تھا کہ وہ آج لیٹ آئے گی، واپسی پر وہ کوچنگ سینٹر پلٹ کر آئی تو احمد نکلنے ہی والا تھا۔

"اوہو... میں نے تمہیں میسج کیا تھا احمد! میرا انتظار مت کرنا۔"

"مجھے تمہارا کوئی میسج نہیں ملا مگر مجھے اتنا ضرور معلوم تھا کہ کیبنٹ کی چابیاں تمہارے پرس میں ہیں، پورے اسٹاف میں خبر ہے مس رامین کے ساتھ چابیاں چلی گئی ہیں لہٰذا امید تو یہی تھی کہ تم پلٹ کر آئو گی۔" وہ بہت دبی دبی ہنسی میں مسکرا کر بولا۔

"ہاں میں آج پریشانی میں اتنی جلدی میں نکلی کہ مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ میں نے دراز کھو ل کر چابی پرس میں رکھ لی تھی، دراصل میرا لاسٹ پیریڈ چل رہا تھا میں دوچار منٹ پہلے نکل گئی تھی، بس ایک منٹ میں آتی ہوں۔" وہ چابیوں کا گچھا پرس سے نکالتے ہوئے اندر بڑھی اور فوراً ہی کائونٹر پر چابیاں رکھتے ہوئے اور سوری کرتے ہوئے باہر آئی تھی۔

"سوری احمد! تمہیں میری وجہ سے انتظار کرنا پڑا۔" وہ فرنٹ سیٹ کا ڈور کھولتے ہوئے بولی۔

"کوئی خاص نہیں۔" اس کی نظر سامنے دیکھتے ہوئے اسٹیئرنگ پر تھی۔

"احمد! تم کچھ چپ چپ نہیں ہو۔"

"اور یہی سوال میں تم سے کروں تو...؟"

"پلیز احمد! مجھ میں اور تم میں زمین آسمان کا فرق ہے' تم لوگ جس چیز پر انگلی رکھتے ہو وہ چیز تمہیں مل جاتی ہے' ہم اس کی خواہش بھی نہیں کر سکتے۔" اس کی آنکھ سے آنسو نکلنے لگے۔

"ایسا کیا ہوا رامین! جس کی تم خواہش بھی نہیں کر سکتیں۔" اس نے اپنی گاڑی سائیڈ پر روک دی۔

"احمد پلیز! پہلے ہی کافی دیر ہو گئی ہے۔"

"کوئی بات نہیں تم پھپھو سے بات کر لو۔" اس نے سیل فون پر نمبر ملا کر سیل اسے تھما دیا۔

"تم سمجھتے کیوں نہیں ہو۔" اس نے سیل بند کر کے پیچھے سیٹ پر پھینک دیا۔

"تو پھر ایسا کیا ہوا ہے تمہارے ساتھ جو تم کل سے اداس ہو' میری طرف دیکھو۔" اس نے شولڈر پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ اپنی طرف کر لیا تو آنسوئوں کی رفتار اور تیز ہو گئی۔

"یہ کیا کر رہی ہو رامی! کیا تم ربیعہ کے لیے اداس ہو؟" اس نے ٹشو سے اس کے آنسو پونچھ دیئے تو اس نے جواب میں نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر کیا بات ہے' کیا احمد سے شیئر نہیں کرو گی؟ تمہارا دکھ احمد کا دکھ ہے' یہ آنسو پونچھ لو۔" اس نے دوبارہ اس کے آنسوئوں کو پونچھا تھا۔

"بولو رامین! کیا بات ہے' کچھ مما نے کہا ہے؟"

"احمد! یہ تم نے کیسے سوچ لیا۔" اسے روتے روتے بھی ہنسی آ گئی۔

"تو پھر..."

"احمد! بہت دیر ہو گئی مجھے ربیعہ کے سسرال والے اچھے لوگ نہیں لگتے' ہر چیز میں ابھی سے برائیاں نکالتے ہیں' پتہ ہے پہلے تایا ابو کو کہا تھا کہ آپ لوگوں کا اسٹیٹس نہیں ہے آپ لوگوں نے انگیجمنٹ پر

کھانا کیا تھا بقول ان کے' ان کے رشتے داروں نے ان کا مذاق اڑایا' جو ہم نے انہیں گفٹ دیئے تھے انہیں اس پر بھی اعتراض تھا اور اب..." احمد نے گھبرا کر رامین کی طرف دیکھا۔

"اور اب انہیں پہناؤنیاں پسند نہیں آئیں وہ کم حیثیت کے کپڑے نہیں پہنتے احمد! ہم نے تو اپنی حیثیت سے کہیں زیادہ قیمتی لباس دیئے تھے' نانی' خالہ' پھپھو' ملازم تک کے جوڑے شامل تھے' کل شہناز نے فنکشن میں ہمیں ذلیل کر کے رکھ دیا۔" وہ مڑ کر احمد کو دیکھ رہی تھی۔

"تو تم پھر جا کر اور قیمتی ڈریس خرید لائی ہو' غلط بالکل غلط کیا تم نے رامین! پہلی بار میں ہی پھپھو کو ان کی چیزیں اٹھا کر پھینک دینی چاہئی تھیں۔" وہ بہت غصے سے بولا۔

"احمد! امی بدنامی سے بہت ڈرتی ہیں۔"

"کیسی بدنامی... کس چیز کا خوف' کیا کمی ہے ربیعہ میں جو تم لوگ ڈر رہے ہو۔"

"احمد! ہمارے پاس ایسا کچھ بھی نہیں ہے جو امی کو اتنا معتبر بنا دے پھر بھی امی بہت حوصلے اور صبر سے کام لیتی ہیں اور میں جو زندگی کا بوجھ اٹھا سکتی ہوں وہ کافی نہیں ہے' آج بھی جو میں شاپنگ کر کے پلٹی ہوں اس میں راحمہ اور بشریٰ کے سیمسٹر کی فیس تھی۔" اس سے پہلے کہ وہ آگے بولتی احمد بول پڑا۔

"جو تم ان فضولیات میں اڑا کر آئی ہو' ٹھیک ہے تم کسی سے شیئر نہیں کر سکتیں لیکن ان کو جواب تو دے سکتیں تھیں' اب وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی

نئی ڈیمانڈ کریں گی تو کہاں سے پھپھو یا تم کرو گی' ٹھیک ہے اب یہ بات بڑے پاپا ان سے کریں گے۔'' احمد کے چہرے سے غصہ ٹپک رہا تھا۔

''نہیں احمد نہیں' تم ایسا کچھ نہیں کرو گے' امی اور میری بہنوں کو شرمندگی اٹھانی پڑے گی جو میں نہیں چاہتی۔''

''تو پھر...؟'' احمد غصے سے بے قابو ہو کر بولا۔

''سچ کہہ رہا ہوں رامین! اگر یہ بات تم مجھے اس وقت بتا دیتیں جب انہوں نے تمہارے تایا ابو کو گھر بلا کر بے عزت کیا' میں اسی وقت ان کو دھکے مار کر گھر سے نکال دیتا۔''

''نہیں احمد! یہ اتنا آسان نہیں ہوتا' کیسے کیسے لوگ آئے' کیا کیا ہم لوگوں کو کرنا پڑتا تھا تب جا کر ربیعہ کا رشتہ طے ہوا ہے اور امی بہت زیادہ مطمئن ہیں' انہیں ہم سب بوجھ لگتے ہیں' جب حالات میں تنگی ہو ناں تو مائوں کے دل بھی تنگ ہو جاتے ہیں' تب وہ چاہتی ہیں بیٹیاں اپنے گھروں کو چلی

جائیں' انہی میں سے ایک میری ماں ہے جو تنگدستی کا رونا تو نہیں روتیں مگر وہ یہ چاہتی ضرور ہیں۔'' آگے وہ کچھ نہ بول سکی اور آنسو پونچھنے لگی۔

''کیا چاہتی ہیں؟''

''میری موجودگی میں وہ اپنی بیٹیوں کے فرائض کی ادائیگی کر سکیں' وہ کسی کا احسان نہیں لینا چاہتیں' اور ہر آنے والا مجھے پسند کرلیتاہے۔''

''اس میں احسان کی کیا بات ہے رامین! کم از کم اس طرح تم میرا انتظار تو کر سکو گی۔اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔

''پتہ نہیں احمد! میں اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔''

''بس رامین! کچھ عرصے کی بات ہے سب ٹھیک ہو جائے گا' تم مجھ سے وعدہ کرو' حالات کیسے بھی ہو جائیں تم میرا انتظار کر وگی' کم از کم مجھے اسٹیبلش ہونے میں دو سال لگ جائیں گے۔'' اس نے اپنے ہاتھ کی گرفت سخت کر دی تھی' وہ نظریں جھکا کر سر موڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"رامین! میں نے کچھ کہا جواب دو' پر جانے سے پہلے میں بابا سے بات کروں گا۔" اس نے بہت التجا بھری نظروں سے اس کی جانب دیکھا تو وہ پلٹ کر بولی۔

"نہیں احمد! تم ایسا کچھ نہیں کرو گے ہمیں بہت ساری مشکلات کا پھر سامنا کرنا پڑے گا' ویسے بھی احمد میں راحمہ اور بشریٰ سے پہلے اپنے بارے میں کچھ نہیں سوچ سکتی۔"

"لیکن رامین! میں تمہارے بغیر اب ایک پل نہیں رہ سکتا' یوں لگتا ہے کہ یہ شہر نہیں اپنا دل چھوڑ کر جا رہا ہوں۔"

"نہیں احمد! ایسا کچھ نہیں ہوتا' جہاں عزت اور محبت نہ ہو وہاں زندگی کا سفر بڑا دشوار ہوتا ہے اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ چھوٹی ممانی ہم لوگوں کو پسند ہی نہیں کرتیں اور میں اپنی امی کو کوئی دکھ نہیں دے سکتی۔"

"اور تم مجھے دکھ دے سکتی ہو؟"

"میں نے ایسا کب کہا احمد! اور نہ ہی مجھے ایسی کوئی خوش فہمی ہے کہ تم میرے ہو کے رہو۔" وہ بولی۔

"تو ہمارے بیچ اتنی بدگمانیاں کب سے آ گئیں' کیا احمد پر بھروسہ نہیں ہے تمہیں' میں فہد جیسا دلیر تو ہوں نہیں۔" اس نے شرارت بھری مسکراہٹ اس کے چہرے پر ڈالی تو وہ جھینپ کر ہنسنے لگی۔

"احمد! دیر ہو رہی ہے گھر چلو مجھے اور بھی کام ہیں۔"

"جانتا ہوں' بس تم مجھ سے ایک وعدہ کرو کہ تم مجھے اپنا سمجھو گی' کچھ خیال کیا کرو میرا بھی' پتہ ہے تمہیں تم کل سے چپ چپ گھوم رہی ہو تو میں بے حد اپ سیٹ تھا' اورپھر وہ عبیر اور فہد کا ہر وقت ٹکرائو' میں کل لاسٹ ہوتے ہوتے پھر بچا ہوں۔"

"نہیں احمد!" اس نے گھبرا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں اتنا اہم ہوں تو پھر... مجھ سے اتنی دوریاں برداشت نہیں ہوتیں' ہم بیتے ہوئے کل کو بھلا تو نہیں سکتے رامین!" تو وہ جلدی سے بولی۔

”تو ہم انہیں بچا بھی نہیں سکتے۔“

”کیوں کیا تمہیں الہام آیا ہے۔“

”آنکھیں کبھی کبھی الہام کا ذریعہ بنتی ہیں، میں نے جو کل چھوٹی ممانی کی آنکھوں میں دیکھا ہے وہ نفرت کا احساس کہ میں ان سے نظریں نہیں ملا سکی تھی۔“

”چھوڑو یار! تم تو ہماری مما کو لے کر بیٹھ گئیں، ان کی آنکھوں کا رنگ ہی ایسا ہے کہ وہ سامنے والے کو دیکھیں تو وہ خود ہی رنگ جاتا ہے۔“

”نہیں احمد! اب میں اسی لیے نور محل بہت کم آتی ہوں، بہت کانشس سی ہو گئی ہوں میں۔“ وہ سر جھکا کر بولی۔

”جانتا ہوں میں اسی لئے میں خود بہانے بہانے سے پھپھو سے ملنے چلا آتا ہوں۔“

”احمد! مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔“ اس نے اپنا سر جھکا لیا۔

”کس چیز سے؟“ احمد نے گاڑی کی رفتار آہستہ سے بڑھائی تھی۔

”پتہ نہیں احمد! بس یونہی ایک خوف سا طاری رہتا ہے۔“

”کہ میں تم سے بچھڑ جاؤں گا، یہی ناں...؟“ تو اس نے آہستہ سے اپنا سر احمد کے کندھے پر ٹیک دیا۔

......☆☆☆......

آخر وہ دن آ ہی گیا جس کا نور محل میں بڑی بے چینی سے انتظار تھا، ربیعہ بیوٹی پارلر جانے کی تیاری کر رہی تھی، دادو نے شیزرے کے لیے بے حد قیمتی لباس اپنی پسند کا حریم سے منگوایا تھا۔

”دیکھو فائزہ! اچھا لگ رہا ہے ناں۔“ دادو بڑے سے ڈبے میں پیک شیزرے کا ڈریس کھول کر دکھاتے ہوئے بولیں۔

”دیکھو فائزہ! یہ رنگ شیزرے پر بہت خوبصورت لگے گا۔“

”جی اماں! فیئر کلر پر یہ مرجنڈا کلر بہت اچھا لگتا ہے۔“

"میں نے تو تمہارے بھائی سجاد سے کہہ دیا تھا کہ حریم سے کم نہیں ہو گا شیزرے کا ڈریس‘ خیر یہ بات مجھے منظور سے کہنی تھی لیکن نہ کہہ سکی اور پتا ہے یہ سوچ تمہاری عذرا بھابی کی تھی‘ اچھے لوگوں کی اچھی سوچ ہوتی ہے‘ یہ سب عذرا کی ماں کی تربیت کا حصہ ہے ورنہ کہاں کوئی کسی کے لیے سوچتا ہے اور اب تو فائزہ سچ تو یہ ہے کہ پورے خاندان میں یہ بات پھیل چکی ہے کہ شیزرے اب نور محل کی بہو بن چکی ہے‘ جو بھی ہو اب تو یہ حقیقت ہے کہ لوگ شیزرے کو ہماری حیثیت سے جانیں گے پہچانیں گے۔"

"تو اماں! اس میں شک کی کیا بات ہے‘ اب وہ ہماری اپنی ہے‘ چھوٹی بھابی کا تو دماغ خراب ہے۔"

"خیر چھوڑو اب اس وقت گزری باتوں کا ذکرکیا‘ تم یہ دیکھو۔" انہوں نے جیولری باکس ان کے سامنے کھول دیا۔

"اماں! اتنا بھاری سیٹ..." فائزہ حیرت سے بولیں۔

"کیوں پہننے والے کی قدرومنزلت تو دیکھو‘ ارے فہد کی بیوی ہے فہد کی‘ میں نے تو اس سے زیادہ سعدیہ کو پہنایا تھا یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔" فائزہ نے حیرت سے سیٹ کو دیکھا تھا۔

"دادو! مجھے سب خبر ہے۔" تبھی فہد ان کے کمرے میں چلا آیا تھا۔

"دس از ناٹ فیئر کہ شیزرے کو حریم کی طرح آج دلہن بنایا جائے گا تو پھر میں کہاں پیچھے رہنے والا ہوں‘ میں بھی عباد بھائی کی طرح شیروانی لے کر آیا ہوں‘ پتا نہیں دادو میری قسمت میں دولہا بننا ہے بھی یا نہیں‘ میں نے سوچا خود ہی بن کر دیکھ لوں۔"

"فہد...!" دادو کی غصے سے ایک آواز آئی تھی۔

"دیکھا تم نے دیکھا اپنی فائزہ پھپھو کو رُلا دیا۔"

"ارے پھپھو! اس میں رونے والی کون سی بات ہے میں تو اپنی زندگی ہاتھ میں لئے پھرتا ہوں‘ موت آئی تو ہنستے ہوئے چلا جاؤں گا۔"

"اللہ نہ کرے فہد!" حریم نے آتے ہوئے سن لیا تھا۔

"اب آپ نہ رونے بیٹھ جایئے گا۔" وہ حریم سے مخاطب ہوا تھا۔

"آج کیا بہت تمہارا دل جل رہا ہے جو شوخیوں پر اُتر آئے ہو۔"

"ایک تو میری یہ سمجھ میں نہیں آتا میں ہنسوں تو فہد تم بہت دکھی ہو اور چپ ہو جائوں تو فہد کیا سوچ رہے ہو، میرا تو زندہ رہنا نور محل والوں نے حرام کر دیا ہے۔"

"اللہ نہ کرے فہد! ہم سب تم سے بہت محبت کرتے ہیں تم ہمارے بھائی کی اولاد ہو۔" فائزہ آنسو پونچھ کر بولیں۔

"چھوڑیں فہد بھائی! یہ سب تو ربیعہ کے جانے کی ریہرسل کر رہے ہیں۔"

"تم ضرور ٹانگ اڑانا۔" حریم نے زور سے ندیم کے چٹکی کاٹی تو اس نے گھبرا کر قریب کھڑی ہوئی رِدا کے ہاتھ میں چٹکی لی۔

"نانو! میں مر گئی۔" رِدا بہت زور سے اچھلی تھی۔

"ہر وقت تم میرے پیچھے لگے رہتے ہو، امی سمجھا لیں ندیم بھائی کو اتنی زور سے چٹکی کاٹی ہے میرے ہاتھ پر۔" وہ اپنا ہاتھ سہلا رہی تھی تبھی دادو نے مسکرا کر فائزہ کی آنکھوں میں دیکھا تو فائزہ جلدی سے اپنی نظریں جھکا گئیں۔

"اچھا بھئی تم لوگ جائو اپنی اپنی تیاریاں کرو، ربیعہ تو بیوٹی پارلر چلی گئی ہے اور آج سب اچھی طرح تیار ہونا پھر میں بتائوں گی کہ آج سب سے اچھا کون لگ رہا ہے۔"

"پتا ہے نانو کہ آپ کس کو نمبر ون قرار دیں گی۔"

"تمہیں کیسے پتا لگ گیا۔" دادو مسکرائیں۔

"شیزرے آپی یا حریم آپی اور کون ہو سکتا ہے۔"

"چلو اس بار ہم تمہیں بھی شامل کرلیتے ہیں،کیوں عذرا"۔دادو نے مسکرا کر دیکھا۔

”بھی عذرا! ہماری رِدا کو شیزرے کا جوڑا بہت پسند آیا ہے' کیوں رِدا! بہت پسند آیا ہے تمہیں شیزرے کا ڈریس؟“

”جی بڑی ممانی! بہت اچھا لگ رہا ہے۔“

”تو کیا خیال ہے اماں جان! رِدا کا بھی ایسا ہی جوڑا بنوا دوں؟“

”فائزہ سے پوچھ لو' میری مرضی تو ہاں ہے۔“

”اماں! آپ بھی بس۔“ فائزہ ہنس پڑیں۔

”نہیں فائزہ! بھابی پوچھ رہی ہیں جواب دو' رِدا کو تو پسند ہے یہ جوڑا۔“

”اماں! میں کیا جواب دوں' جو آپ مناسب سمجھیں۔“ وہ اماں کے کُرتے کی ترپائی کرتے ہوئے دانتوں سے دھاگا توڑتے ہوئے بولی تھیں۔

”سن لو عذرا! پھر بات پکی۔“

”جی اماں جان! میری تو یہی خواہش ہے۔“

”کس کی بات پکی نانو!“ رِدا کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولی تھی' یہ سن کر عذرا کو بہت ہنسی آئی اور انہوں نے محبت پاش نظروں سے رِدا کو دیکھا۔رِدا حیران سی نانو کو دیکھ رہی تھی جن کے چہرے پر محبت بھری مسکراہٹ ایک پل میں پھیل گئی تھی۔

”کچھ نہیں تم جائو۔“ فائزہ نے بات کا رُخ موڑ دیا' رِدا کے باہر جاتے ہی پھر عذرا بولی تھیں۔

”تو فائزہ! پھر میں ندیم کے لیے اِدھر اُدھر نظر نہ ڈالوں؟ ایم بی اے کا فائنل ہوتے ہی میں چاہ رہی تھی کہ اس کی بھی کہیں بات طے کر دوں'فکر تو مجھے نورین اور ریشمین کی بھی ہے وہ فیصلہ میں نے اللہ پر چھوڑا' سجاد کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی ' طرح طرح کے خدشات مجھے گھیر لیتے ہیں۔“ وہ آبدیدہ سی ہو گئیں۔

”کیسی باتیں کرتی ہیں آپ؟“ عمیرہ نے جلدی سے عذرا کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

”سب ہو جاتا ہے بھابی! عمیرہ آپی کو دیکھیں‘ ان کی ہمت نے آج یہ دن دکھایا کہ ربیعہ اپنے گھر کی ہونے جا رہی ہے۔“ کپڑے میں موتی اٹکا کر بولیں۔نور بی بی بھی چپ سی ہو گئیں‘ ماحول بالکل ہی بدل گیا تھا‘ یوں بھی عمیرہ آج بہت اداس اداس سی تھیں عذرا بھابی کی بات پر وہ آنسو پونچھ کر جلدی سے اٹھ گئیں۔

”دیکھتی ہوں بشریٰ اور راحمہ کدھر ہیں؟“

”اماں! عمیرہ آپا بہت چپ چپ ہیں ان کے سامنے آپ لوگ بالکل ایسا کچھ مت کریں۔“ فائزہ نے ماں کے آنسو دیکھ لئے تھے۔

”فائزہ! دل پہ اختیار کب ہوتا ہے میں بھی اس کی ماں ہوں عمیرہ کے چپ ہونے کی وجہ میں جانتی ہوں‘ اظہر الدین کوئی رابطہ نہیں کر رہا‘ شاید رامین بھی اسی لئے بہت چپ چپ سی ہے۔“

”چلیں اماں! ابھی تک تو سب ٹھیک ہو رہا ہے آگے بھی سب ٹھیک ہو گا۔“ عذرا بولیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اماں! مایوں والے دن سب حریم اور عباد کی جوڑی کو پسند کر رہے تھے‘ آپ نے دیکھا کیسا حریم خوش خوش گھوم رہی ہے‘ کہاں شادی پر مہندی اور چوڑیوں سے گھبرا رہی تھی اور اب دیکھو ایسی مہندی اور چوڑیوں کی دیوانی ہو رہی ہے بات بات پر کھلی جارہی ہے اللہ نظر بد سے بچائے‘ وہ یہ کہہ کر مسکرا دیں‘ اماں سردیوں کے دن تو اتنی تیزی سے گزرے جا رہے ہیں یوں لگتا ہے سورج نکلا اور تیزی سے غائب ہو گیا‘ میں ذرا بچیوں کو دیکھتی ہوں کہ وہ کیا کر رہی ہیں۔“ وہ کمرے سے اٹھ کر چلی گئی تھیں‘ تب دادو نے اِدھر اُدھر نظر ڈالی اور پھر بولیں۔

”فائزہ! رِدا ہے بہت پیاری اور ندیم پسند بھی کرتا ہے۔“

”بس اماں! مجھے کیا انکار ہے اگر وہ ہماری نظروں کے سامنے رہے‘ بس دعا کریں سب کے نصیب اچھے ہوں۔“ وہ پھر کام میں مصروف ہو گئیں۔

......☆☆☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM

مایوں اور مہندی کے دن تو لڑکے والے جیت کر چلے گئے تھے جس کا دُکھ اب سارے کزنز کو ہو رہا تھا اور اس لئے سب نے تیاریاں بھی خوب کر رکھی تھیں کہ جم کر تیاریاں کریں گے، حریم اور عباد کی اور بات تھی گھر کا معاملہ تھا لیکن اب یہاں ندیم، زوہیر اور سبھی لڑکیوں کو اپنے ہار جانے پر افسوس تھا، ہر شخص ایک دوسرے سے خفا خفا سا گھوم رہا تھا، رامین پہنائونیوں والی بات پر چپ چپ گھوم ر ہی تھی، احمد بے چارہ خوامخواہ ہی الجھن کا شکار ہو چکا تھا، عمیرہ بھی حالات سے اتنی بیگانہ تو نہ تھیں، اوپر سے شیزرے کا بروقت نہ آنا، سعدیہ اسے بوا کے کمرے میں بند کر آئی تھیں، فہد کا غصے سے بُرا حال تھا، وہ شیزرے کو جس انداز میں لوگوں کے سامنے لے کر آیا تھا اس کے اندر کا غصہ، تڑپ سبھی نے محسوس کیا تھا بظاہر وہ ہنس رہا تھا اور اب سب سر جوڑ کر بیٹھے تو بشریٰ بولی تھی۔

"کوئی نہیں ہم لوگ مہندی کے دن ہار گئے، دولہا والے بہت اِترا رہے تھے، یہاں تو کسی کا مزاج ہی نہیں مل رہا تھا، حریم آپی تو بس "شیزرے

شیزرے" کرتی پھر رہی تھیں کیا خاک ہم لوگ لڈی ڈالتے، سارا پروگرام دھرا کا دھرا رہ گیا، میں تو اتنے اچھے گانے سوچ کر بیٹھی تھی۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"چلو آج اپنے ارمان پورے کر لیں گے۔" کرن چہک کر بولی۔

"ہمارے لڑکے بھی تو ایسے پھسپھسے ہیں۔" رِدا نے ندیم کو دیکھ کر منہ بنایا۔

"کیا خیال ہے زوہیر! آج ہم یہ بازی جیت لیں، بولو۔" تو زوہیر نے کہا"ڈن"

"ڈن ون نہیں، جم کر مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں جذبے کی ضرورت ہے، انہیں پتا تو چلے کہ ربیعہ کے کتنے بھائی ہیں، عباد بھائی، احمد بھائی اور فہد بھائی کو آج میدان میں اترنا پڑے گا، سوچ لیں دوچار ہمارے دوست بھی ہیں اگر آج ذرا سا بھی ان لوگوں نے ہلہ گلہ کرنے کی کوشش کی تو ہم ٹھیک ٹھاک مقابلہ کریں گے، وہ تو رامین آپی نے روک دیا تھا کہ کوئی ضرورت نہیں ہے خاموش بیٹھو سب، ذہنی طور پر سب الرٹ رہیں اور اب ضرورت بھی نہیں

ہے، ردا کے کان میں یہ بات پڑ گئی تو سمجھ لو کہ پورے نور محل میں پھیل گئی۔" ندیم بولا۔

"تم سمجھتے کیا ہو اپنے آپ کو، میں ابھی بڑی ممانی سے بات کرتی ہوں۔" وہ پیر پٹخ کر اندر چلی گئی۔

بارات نور محل کے دروازے پر جونہی آئی ان لوگوں نے آتش بازی کا زبردست مظاہرہ کیا تھا، دولہا کو بگھی میں لے کر آئے تھے اور جب اندر سے گیٹ کھلتے ہوئے جوابی طور پر نقارے پر چوٹ پڑی تو گھوڑا وہیں پر دونوں ٹانگیں موڑ کر بیٹھ گیا، دولہا کی بگھی گیٹ تک پہنچ ہی نہ سکی، باراتی جونہی لان کے اندر داخل ہوئے دونوں طرف سے بڑا جم کے مقابلہ ہوا، اسٹیج تک پہنچنے سے پہلے ہی نور محل کے لڑکے لڑکیوں نے بھنگڑا اور لڈی کا ایسا شور ڈالا کہ لڑکے والے تلملا کر رہ گئے، انہیں اس بات کا اندازہ نہیں تھا زوہیر، فہد کا ہاتھ تھام کر مجمع میں کودا تھا، فہد اور احمد کے ڈانس پر سارے لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے پر ہنس ہنس کر نڈھال ہو رہے تھے

البتہ عباد مصطفیٰ کو سب نے مل کر گھسیٹ کر شامل کر لیا تھا لیکن فہد، ندیم اور زوہیر کا جنون دیکھنے کے قابل تھا۔

"دادو، دادو فہد کو دیکھیں۔" حریم ہنستے ہنستے بولی تھی۔

"ماشاء اللہ، ماشاء اللہ۔" دونوں پھوپھیاں اس پر سے نوٹ وار وار کر پھینک رہی تھیں۔

"نظر نہ لگے بھابی! آج آپ فہد کا صدقہ اتار دیجیے گا۔" فائزہ فہد کو دیکھ کر بولیں۔

"نظر جو لگنی تھی ناں فائزہ! وہ تو لگ چکی، اب تو یہ فہد تھوڑی کوئی دوسرا اُسے نچا رہا ہے۔"

"نہیں بھابی جان! سبھی بچے اس وقت دل سے خوش ہیں، وہ دیکھیں۔" فائزہ نے محبت پاش نظروں سے ندیم کو دیکھا تو دادو نے ہزاروں کے نوٹ بچوں کے اوپر سے نچھاور کر دیئے، ہنستے ہنستے ندیم نے رِدا کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی تو وہ اس سے دور ہو گئی تھی، فہد بڑے جوش میں اس وقت زوہیر کے

ساتھ ڈانس کررہا تھا‘ تبھی اس کے موبائل پر وائبریشن ہوئی تو اس نے اپنی جیب سے سیل نکال کر ذرا ہٹ کر دیکھا تھا۔

"اوہو... کہیں سے نہیں لگ رہا کہ تم پولیس والے ہو۔" تو وہ سیل تھامے تھامے حریم کی طرف جھکا تھا۔

"کیوں کیا میرے دو سینگ نکل آئے ہیں حری!"

"نہیں نہیں۔" تبھی ندیم نے بیچ میں حریم کو عباد پر دھکا دیا تھا‘ وہ گرتے گرتے عباد کے ہاتھوں میں جھول گئی تھی لیکن عباد کی بیگانہ نظروں نے ایک بار بھی نہیں دیکھا‘ اس کا بننا سنورنا اب سب کچھ عباد کی ایک نظر کے لیے تھا‘ اس کا بھاری ساکندن کا گرین سیٹ جس کے بڑے بڑے جھمکے اس کے ڈانس کرنے پر ہلے جارہے تھے ہر ایک کی نظر کا مرکز بنے ہوئے تھے لیکن عباد نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا‘ ندیم کی اس حرکت پر وہ عباد کے ہاتھ سے غصے سے نکلی تھی تبھی فہد نے پھر سیل کی وائبریشن پر نظر ڈالی تو پھر میسج تھا۔

"بڑے بہادر ہیں تو شیزرے کے ساتھ ڈانس کرکے دکھائیں ورنہ آپ بالکل بزدل ہیں۔" اجنبی نمبر سے میسج تھا۔

"یس۔" اس نے ڈانس کرتے کرتے اپنے اردگرد نظر ڈالی پھر لپک کر لڑی ڈالتی ہوئی لڑکیوں کے بیچ میں سے شیزرے کا ہاتھ تھاما تھا۔

"نکاح کرنے میں ایڈوانٹیج ہے کہ جو چاہے کسی کے ساتھ کر لو کوئی مائنڈ نہیں کرے گا۔"

"کیا... کیا۔" شیزرے اس کے ساتھ گھسٹتی چلی گئی تھی۔

"بس کچھ نہیں‘ تھوڑی دیر سارے کپلز اس وقت ایک ساتھ اس خوشی میں اپنی محبت کا اظہار کررہے ہیں اور یہ ہمارے لئے ایک چیلنج ہے‘ یونو۔" اور پھر جو تالیاں بجیں فہد مصطفی کے لیے تو یوں لگا کہ سارے ڈانس کرتے لڑکے اور لڑکیوں میں ایک جذبہ سا اٹھ آیا اور فہد اور شیزرے کی جوڑی دیکھ کر محفل کے سارے لوگ کھڑے ہو گئے۔

"اُف خدایا! سو بیوٹی فل کپل۔" کسی نے کمنٹ پاس کیا تھا‘ فہد نے ہنس کر ایک نظر ڈالی اور شیزرے بھی اس وقت اپنے آپ میں کب تھی اور ادھر عمیرہ‘ فائزہ اور عذرا بھابی اور خود نور بی بی پھولوں کی بارش کررہی تھیں اور اسٹیج پر دلہن کو لاتے لاتے وہ ہنگامہ شور اور کلر فل اسپرے سب ایک دوسرے پر چھینک رہے تھے‘ دوسری طرف سعدیہ بہت غصے سے تڑپ کر اپنی ساس کی طرف بڑھی تھیں۔

"اماں! یہ بے ہودگیاں... کچھ لحاظ ہے اس خاندان کو‘ اس خاندان کی بچیوں کو کہ ساری محفل تماشا دیکھ رہی ہے اور شیزرے کھلے عام میرے بیٹے کے اردگرد ڈانس کر رہی ہے‘ دیکھیں آپ اپنی نواسیوں اور پوتیوں کو‘ ہمیں تو بڑا لیکچر دیتیں تھیں کہ ہم پارٹیز اور این جی اوز میں اپنا وقت گزارتے ہیں مگر اماں یہ کیا ہے‘ ربیعہ کے سسرال والے کیا سوچیں گے۔" سعدیہ تڑپ کر۔

"کیا بولیں گے ربیعہ کے سسرال والے‘ بچوں کی خوشی ہے سعدیہ! اور کوئی تنہا شیزرے اور فہد تو ہیں نہیں‘ وہ دیکھو حریم ہے اور بچیاں ہیں‘ فائزہ کی بیٹیاں ہیں‘ سجاد کی بیٹیاں ہیں‘ ایسا کیا ہو گیا اور سچ تو یہ ہے کہ یہ تو رونق ہے گھر کی‘ تم روک سکتی ہو تو روک لو جا کر۔"

"ہاں اماں! کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا مجھے‘ میں کھلے عام شیزرے کو تماشا کرنے کے لیے نہیں چھوڑوں گی‘ اسے شرافت کے دائرے میں رہنا پڑے گا۔"

لیکن اتنے اچھلتے پھول اور اسپرے رنگوں میں اور تیز روشنیوں کے ہجوم میں رقص کرتے ہوئے نوجوان بچوں کے شور میں کسی نے بھی سعدیہ کی آواز کو نہیں سنا‘ بہت تیزی سے گزرتے ہوئے انہوں نے اپنی بھاری ہیل سے شیزرے کے پیر کو ہٹ کیا تھا ایسا کہ فہد بھی نہ سمجھ سکا بس ایک جھلک دیکھی تھی کہ مما گزری ہیں۔

"فہد..." وہ بازو پر سلپ کرتی ہوئی زمین پر گری تھی۔

"او نو..." زوہیر نے تڑپ کر اسے ہجوم میں بچا لیا تھا اور فہد بڑا بیگانہ سا اپنی ماں کی سمت بڑھتا ہوا چلا گیا لیکن وہ اس بھیڑ میں اِدھر اُدھر ہو گئی تھیں' اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ اس وقت شیزرے کے ساتھ کیا ہوا ہے۔

"کسی کے پیروں تلے شیزرے کا پورا پنجہ آ گیا' انگوٹھے کا ناخن نکل گیا ہے' بُرے طریقے سے رو رہی ہے بے چاری۔" فائزہ۔

"نظر لگ گئی اماں! شیزرے کو۔" عذرا بھابی جلدی سے آگے بڑھیں تھیں۔

"میں نے تو منع کیا تھا کہ بس کرو۔" فاطمہ بیٹی کی دلجوئی کرنے لگیں۔

سارا شور شرابہ ایک منٹ میں دم توڑ گیا' سب کو خبر ہو گئی کہ کسی بچی کے پیر پر چوٹ لگی ہے' حریم نے اس کے پیر کی بینڈیج فوراً ہی اندر لا کر کر دی تھی' وہ بمشکل تمام برآمدے کے پلر سے ٹیک لگا کر دونوں پیر لان میں لٹکا کر بیٹھ گئی تھی' ہر کوئی آکر اس سے پوچھ رہا تھا' پھر نکاح اور رخصتی کا بھی وقت آ گیا' ربیعہ خود چل کر اس کے پاس آئی تھی۔

"شیزرے! تمہیں نظر لگ گئی' تم اور فہد بھائی بہت اچھے لگ رہے تھے۔" تو اس نے ہنس کر اپنے آنسو پونچھ لئے۔

"سچ کہہ رہی ہے ربیعہ! تمہارا پنک کلر بہت سوٹ کر رہا تھا تم پر' حد تو یہ فہد نے بھی تمہارے ڈریس سے میچنگ کی تھی۔" رامین نے اسے چونکا دیا تھا۔

"تو چوائس کس کی تھی' میری۔" حریم ہنس کر بولی تھی۔

"بے چاری کو نظر لگ گئی۔" عمیرہ نے جھک کر شیزرے کو پیار کیا اور پھر ربیعہ سب کی دعاؤں میں رخصت بھی ہو گئی' عمیرہ اور رامین سب بڑی آبدیدہ سی پلٹ کر اندر آئی تھیں۔

"کتنی خوش نصیب ہے ربیعہ' کتنے چاہنے والوں کے درمیان سے وہ رخصت ہو کر سسرال گئی ہے' یہاں تو میری موت پر بھی سوائے امی کے کوئی آنسو بہانے والا نہیں۔" اس نے بڑی حسرت سے اپنے پیروں کو دیکھا جن پر ابھی جلنے کے نشان باقی تھے' سبھی لوگ پلٹ کر آئے تھے' اب جلدی جلدی

دوبارہ ٹیبل لگائی گئی تھی تاکہ وہ سب بچے اور گھر والے جو کھانا نہ کھا سکے وہ بھی کھالیں، فہد نے اس سرے پر بیٹھی ہوئی ماں کو بہت غور سے دیکھا تھا تبھی کسی نے کہا "شیزرے تم بھی آ جائو۔"

"نہیں نانو! میں اسے کھانا وہیں دے دیتی ہوں، اس کے پیر کی بلیڈنگ بڑی مشکل سے روکی ہے۔" حریم اس کے لیے پلیٹ میں چاول ڈالنے لگی۔

ابھی تک فہد مصطفیٰ کی نظروں ہیں وہ مسکراتا بھیگتا چہرہ باربار بلش کررہا تھا کہ اسے اگنور کرنا بڑا مشکل لگ رہاتھاتب اس نے جھک کر کہا تھا۔

"شیزرے! جم کر مما دیکھ رہی ہیں۔"

"آئی نو۔" اس نے مسکراکر فہد کا بازو تھاما تھاتولڑکوں نے فوراً ہی دوسرا گانا لگا دیا تھا "بلورانی کہوتو اپنی جان دے دوں۔" تب شیزرے کا چہرہ شرم سے بلش کر گیا تھااور فہد اور جوش میں ڈانس کررہا تھا، بار بار آنکھوں کی اسکرین پر شیزرے کا معصوم بھیگا ہوا چہرہ جو وہ تھوڑی دیرمیں پونچھ رہی تھی

اور پھر اداس بیٹھی ہوئی آنسو بہاتی شیزرے نظر آئی اسے تو وہ جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

"اٹ از اوکے، میں خود شیزرے کو سرو کر دوں گا۔" فہد نے پلیٹ تھام لی تھی۔

"یہ لو شیزرے، میں تمہارے لئے لے کر آیا ہوں۔" اس نے ایک پلیٹ اس کی جانب بڑھائی لیکن پلیٹ شیزرے کے ہاتھ میں آتے ہی زمین پر گری تھی۔

"مت کرو جھوٹا دکھاوا، میں تماشا نہیں ہوں، تمہاری ماں پھر اذیتیں دیتی ہیں مجھے۔" وہ پہلی بار غصے سے فہد پر چیخ کر بولی تھی۔

"او آہستہ، سبھی دیکھنے لگے ہیں۔" وہ دھیرے سے بولا۔

"سو واٹ دیکھنے لگے ہیں، آپ بتا کیوں نہیں دیتے کہ آپ ہمارے ساتھ ڈرامہ کر رہے ہیں اور کچھ نہیں، ہمارے درمیان کوئی ریلیشن شپ نہیں، تم

کیا فہد مصطفیٰ میں خود تم سے اپنا رشتہ نہیں رکھنا چاہتی۔'' وہ پلر سے لپٹ کر بولی تو حریم سب سے پہلے اس کے پاس پہنچی۔

''چپ ہو جائو شیزرے، چپ ہو جائو، ارے ایسا کیا ہوا یہ تو ہوتا رہتا ہے شکر کرو شیزرے تمہیں اس کے دل کی تو خبر ہے، دل میں کچھ ہو اور دوسرے سے چھپا لیاجائے تب دل ٹوٹتا ہے۔'' حریم نے ایک نظر عباد پر ڈالی تھی جو ابھی ابھی اسی طرف پلٹ کر آیا تھا لیکن فہد پلیٹ لیے ابھی تک شیزرے کے سامنے کھڑا رہا۔

''پلیز شیزرے کھانا کھائو ورنہ ٹیبل الٹ دوں گا، ویسے ایک بات بتائوں آج تم لگ بہت خوبصورت رہی تھیں، تمہیں نظر لگ گئی۔'' تو اس نے چونک کر دیکھا تو وہ پلٹ کر ہنسی دبا کر آہستہ سے بولا۔

''فہد مصطفیٰ کا عمل کبھی جھوٹ نہیں ہوتا۔'' وہ شریر نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

......☆☆☆......

ربیعہ کی شادی کے فوراً ہی بعد فہد کی چھٹیاں ختم ہو گئی تھیں اور وہ واپسی کی سوچ رہا تھا، دادو، پھپھو اور سارے کزنز اداس تھے، فہد کے چلے جانے سے وہ گہما گہمی ختم ہو جاتی، حریم دل ہی دل میں سوچ کر دکھی ہو رہی تھی، شیزرے بھی بڑی چپ چپ گھوم رہی تھی، اداس تو خود فہد بھی تھا دل تو اس کا بھی نہیں چاہ رہا تھا کہ نور محل کو چھوڑ کر جائے مگر جانا تو تھا، منظور مصطفیٰ بھی اداس تھے کہ کہیں پھر کوئی سانحہ نہ پیش آجائے، سب لوگ فہد کی نیچر سے واقف تھے کہ ناانصافیوں کے خلاف اس کی اپنی ایک جنگ تھی، گھر اور باہر دونوں کے اطراف میں پھیلی ہوئی ناانصافیوں کو وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا، فہد کو آج چھ بجے واپس چلا جانا تھا کافی

دیر سے وہ سگریٹ پیئے جارہا تھا، پھر وہ الماری کھول کر اپنے کپڑے ہینگر سے ڈالنے لگا، آہٹ ہوئی تو اس نے مڑ کر دیکھا تو شیزرے دروازے سے لگی کھڑی تھی۔

”کیا ہوا، تمہاری شکل پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟“ فہد ہینگر سے سوٹ اتارتے ہوئے بولا۔

”فہد! تم جا رہے ہو، مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔“

”تو کیا میں تمہیں رخصت کرا کر لے جاؤں۔“ وہ بیگ میں کپڑے رکھتے ہوئے ہینگر تھامے ہوئے جھنجھلا کر بولا تو شیزرے گھبرا کر اپنا رُخ موڑ گئی، خود فہد اپنی اس بے باکی پر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ نظریں جھکا گیا۔

”سوری...“ اس نے اپنی گہری نظروں سے سامنے کھڑی شیزرے کو دیکھا جو ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے سے الجھائے ہوئے چپ کھڑی تھی۔

”ہاں میں جا رہا ہوں، کیا کہنا چاہتی ہو تم؟“

”کچھ نہیں فہد!“ ہلکی سی نمی اس کی آنکھوں میں تیر گئی۔

”دیکھو شیزرے! کوئی کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتا اور جو میں نے کیا ہے اس کو تم سمجھنے کی کوشش کرو۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں سمجھتی ہوں فہد! اسی لیے تو پوچھ رہی ہوں۔“

”لیکن اس سے زیادہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں، تم بہادر بننے کی کوشش کرو، دیکھو شیزرے۔“ وہ ہینگر بیڈ پر ڈالتے ہوئے بولا۔

”تم اپنی اہمیت پہچانو، میں نے تمہیں جو کچھ دیا ہے وہ اتنا معمولی نہیں، مما جو بھی کرتی ہیں اس کے باوجود تمہارا نور محل میں ایک مقام ہے، تمہاری اہمیت ہے اور سب سے بڑی بات کہ تمہیں میرا پروٹیکشن حاصل ہے، تم نور محل میں جب تک ہو میں سمجھتا ہوں بڑے پاپا، دادو، بڑی ممی، خود میرے بابا کی موجودگی میں تمہارے ساتھ مزید کوئی زیادتی نہیں ہو سکتی، تم وہ سب کچھ بھول کیوں نہیں جاتیں، میں جو چاہتا ہوں۔“ وہ پھر پلٹ کر اس کے قریب آیا، شیزرے کی آنکھیں اس کے چہرے پر ٹک سی گئی تھیں۔

”یو نو تمہارا فائنل سمسٹر چل رہا ہے، کب ہیں تمہارے پیپر؟“

”جنوری سے۔“ وہ بہت آہستہ سے بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"وقت کی اہمیت کا تمہیں اندازہ نہیں ہے شیزرے! پوری توجہ دو اپنی پڑھائی پر اور فاطمہ خالہ کا خیال رکھا کرو، وہ بہت کمزور ہو گئی ہیں، انڈر اسٹینڈ۔" اس کی نظریں اس کے چہرے پر تھیں، پلٹ کر الماری کھولتے ہوئے وہ پھر بولا۔

"بہت سکون سے اور توجہ سے تم اپنے پیپرز دو، چھوٹے موٹے پرابلم آئیں تو انہیں فیس کرو، میرا کانٹیکٹ نمبر تو ہے ناں تمہارے پاس، کبھی کوئی بات شیئر کرنی ہو تو تم مجھے کال کر لینا، آئی ڈونٹ مائنڈ۔" وہ ہولے سے مسکرایا۔

"مگر دیکھو شیزرے! مجھے تمہاری یہ بات بالکل پسند نہیں ہے۔"

"کون سی بات فہد؟" وہ چونک کر بولی۔

"کچھ نہیں، بس یہ کہ تم اپنا خیال رکھا کرو، تمہارا ذہن ہر وقت کہیں اور ہوتا ہے ورنہ یہ..." اس نے اس کے پیروں کی طرف اشارہ کیا تو اس نے گھبرا کر اپنے پیر سمیٹ لیے۔

"اینٹی بائیوٹک تم لیتی رہنا اور کل اپنی بینڈیج بھی تم تبدیل کروا لینا، تم جینا سیکھو، میرا کیا ہے شیزرے میں گیا اور شاید پلٹ کر نہ آئوں۔" اس کے ہونٹوں پر بڑی تلخ مسکراہٹ تھی۔

"اللہ نہ کرے فہد! کیسی باتیں کرتے ہو تم۔" اس نے گھبرا کر دروازہ تھام لیا۔

"یہ تمہارے چہرے کا رنگ کیوں بدل گیا، مجھے تو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ تمہیں کیا انٹرسٹ ہے میری زندگی سے، فہد مصطفی تو اپنی زندگی اپنی ہتھیلی پر لیے پھرتا ہے پھر تم سب لوگ کیوں اتنے خوفزدہ رہتے ہو اس بات سے، موت آنی ہے سو آ کر رہے گی، کوئی مجھے نہیں بچا سکتا۔"

"یہ کیا بات ہوئی فہد! کہ گولیاں چل رہی ہوں اور ہم سامنے جا کر کھڑے ہو جائیں کہ موت تو آنی ہی ہے، یہ کیا بات ہوئی۔"

"آف کورس کبھی کبھی ہماری زندگی میں ایسا ہی ہوتا ہے۔" اس نے شیزرے کو بہت غور سے دیکھا جس کا چہرہ خوف سے پھول کی طرح مرجھا گیا تھا۔

"اچھا فہد! چھوٹی ممانی آ رہی ہیں۔" اس نے آہٹ محسوس کر لی تھی وہ جونہی مڑی تو سامنے سعدیہ اور اس کی بیک پر فہد تھا' سعدیہ کی ایک قہر آلود نظر شیزرے کے وجود پر پڑی تو وہ سہم کر آگے بڑھنا چاہتی تھی مگر اس کے قدم وہیں تھم سے گئے۔

"شیزرے! کہاں جا رہی ہو تم؟ میں نے کہاناں میرے سامان کی پیکنگ کرو آکر۔" وہ منجمد سی کھڑی رہ گئی' آگے بڑھے کہ پیچھے پلٹ جائے۔

"تم نے سنا نہیں شیزرے! میں کیا کہہ رہا ہوں' چلو اٹھاؤ میری شرٹیں اور استری کر کے بیگ میں رکھ دو۔" وہ سہمی ہوئی ہرنی کی طرح فہد مصطفی کی طرف پلٹی تھی یہ سوچ کر کہ یہی شخص اس کو پناہ دے سکتا ہے' دوچار کپڑے فہدنے جلدی جلدی اس کی طرف اچھالے تھے۔

"اوہ مما! آپ۔" وہ انجان سا بن کر انہیں دیکھنے لگا۔

"فہد! ساری دنیا کو خبر ہے کہ تم آج جا رہے ہو لیکن تمہاری مما کو نہیں۔" ان کی آنکھ سے آنسو بہہ نکلے۔

"مما! آپ اتنی مصروف ہوتی ہیں آپ کے پاس کہاں ہے فرصت اور میں کہاں آپ کو ڈھونڈتا لیکن بابا کو تو پتا ہے۔"

"بابا کو تو پتا ہے لیکن مما کو تو نہیں پتا تھا اسی لئے میں صبح کہیں کام سے چلی گئی' پہلے تو میں جم گئی' جم سے نکلی تو پرانی ایک دوست مل گئی اس کے ساتھ ہم نے گپ شپ کی اور ابھی مجھے نیچے احمد ملا تو اسی نے مجھے بتایا کہ مما آج فہد جا رہا ہے۔" وہ بہت پیار بھرے انداز میں بولیں۔

"کوئی بات نہیں مما! چلیں اب تو پتا چل گیا کہ میں جا رہا ہوں' شیزرے یہ بکس بھی میرے بیگ میں ڈال دو۔" وہ دوبارہ شیزرے کی طرف پلٹا۔

"چلیں اچھا ہوا مما! آپ سے ملاقات ہو گئی' مما میں چاہتا ہوں کہ میرے جانے کے بعد میرا کمرہ شیزرے کے استعمال میں آ جائے۔"

"نہیں... عبیر کے فائنل پیپرز ہو رہے ہیں وہ کرن کے ساتھ اور روم شیئر نہیں کر سکتی' ویسے بھی اِس کو پنجروں میں رہنے کی عادت ہے۔"

"لیکن مما! اب شاید عبیر کو اس کمرے کی ضرورت نہ رہے' دھیان رکھیئے گا مما آپ اس کا۔"

"ڈونٹ وری فہد! میں بہت اچھی طرح ہینڈل کرنا جانتی ہوں۔"

"لیکن مما! اب بہت دیر ہو چکی ہے۔"

"کوئی خاص اتنی دیر نہیں ہوئی' میں جب چاہوں گی سب کچھ سدھار لوں گی' میری محبت سے تم لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔" فہد کو بہت زور سے ہنسی آئی تھی۔

"اور ہمارے گھر کے پرابلم غیروں کے سامنے ڈسکس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" انہوں نے تیز نظر شیزرے پر ڈالی جو فہد کے کپڑے وہیں چھوڑ کر باہر نکل گئی تھی۔

"مما! یہ سب کچھ آپ اچھا نہیں کر رہیں۔" اس نے بیگ کو اٹھا کر بہت زور سے زمین پر پٹخا تھا اور تیز نکلتا ہوا تیسری منزل پر بھاگا تھا۔

"لسن ٹو می شیزرے!" لیکن وہ بہت تیز چڑھتی ہوئی اوپر گئی اور دونوں ہاتھ منہ پر رکھے سسک سسک کر رو رہی تھی۔

"سوری شیزرے! یہ میری بدنصیبی ہے کہ وہ میری ماں ہیں اور میں ان سے کوئی گستاخی نہیں کر سکتا' تم ہر لمحہ ہرٹ ہوتی ہو جب تک تم چپ رہو گی آنسو بہاتی رہو گی' لوگ یونہی تمہارے ساتھ اپنا رویہ رکھیں گے' احمد بھائی سے میں کہہ کر جاؤں گا وہ تمہارا خیال رکھیں گے' پلیز اس طرح آنسو مت بہاؤ مجھے بہت شرمندگی ہو رہی ہے کہ میری وجہ سے تم پھر رو رہی ہو۔" وہ اس کی آنکھوں میں حسرت سے دیکھ رہا تھا۔

......☆☆☆......

نور محل میں بہت گہرا سناٹا تھا ایک گہری خاموشی اور گہری اداسی' دن بھی اندھیری شام کی طرح لگنے لگے' فہد مصطفی واپس چلا گیا تھا یوں لگا دن اور رات ٹھہر سے گئے ہیں' نہ وہ ہنگامے نہ اپنوں کی وہ چھیڑ چھاڑ' جملے بازیاں' عمیرہ تو شادی کے تیسرے دن ہی چوتھی نپٹا کر چلی گئی تھیں' یوں بھی

زوہیر کا فائنل چل رہا تھا' فائزہ تو پہلے ہی جا چکی تھیں' شیزرے کو یوں لگا کہ جیسے دوڑتے دوڑتے وہ تھک سی گئی ہو' نجانے کتنے خوف اس کے دل میں اترنے لگے تھے' فاطمہ کے کہنے کے باوجود وہ زینہ چڑھ کر اوپر نہ گئی کہ کہیں راستے میں سعدیہ نہ مل جائیں۔

''کتنا تحفظ تھا اس کی ذات سے مجھے' یہ آج پتا چلا' وہ مدھم مدھم سی خوشی جو اسے دیکھ کر دل میں اترتی تھی' کبھی اس کے چہرے کی سنجیدگی' کبھی ہونٹوں کی وہ شرارت جو مجھے دیکھ کر کرتا تھا' پھر نجانے کیا ہوا وہ مدھم خوشی اس کے ہونٹوں کی چھوٹی چھوٹی شرارتوں نے ایک دن مجھے اتنا معتبر بنا دیا کہ اس کے سائے سے بھی مجھے تحفظ کا احساس ہوتا تھا' میں کیوں اتنی خوفزدہ ہوں میں تو کبھی ابا سے بھی اتنی خوفزدہ نہیں ہوئی تھی۔'' نجانے پھر کیا ہوا کہ وہ ستون سے ٹک کر وہیں بیٹھ گئی' خواب در خواب آنکھوں میں اترنے لگے' فہد نے ہر لمحے اُسے بچایا تھا' شاید اس دن بھی جب دھیمی دھیمی برسات میں منڈیر سے کھڑی ہوئی رات کی تاریکی میں چیخی تھی تب

فہد مصطفی نے کتنی غور سے پہلی بار اسے دیکھا تھا اور پھر وہ لہجہ وہ سنجیدگی اور وہ سوال کہ وہ کون تھا؟ جو اس کے وجود کو سرد کر گیا پھر ایک تجسس تھا جو فہد مصطفی کے اندر جاگ اٹھا' آتے جاتے وہ سوال کرتا وہ راستہ بدل کے نکل جاتی' وہ سوال کرتا رہا اور وہ کچھ نہ بول سکی' اب وہی شخص ہنستے ہنستے اس کے کتنے قریب آ کر اسے اتنا معتبر بنا گیا کہ فہد کے جانے کے بعد وہ خوفزدہ سی ہو کر اپنے وجود میں سمٹ گئی' کتنی دیدہ دلیری سے گھومتی پھرتی تھی وہ ربیعہ کی شادی میں' جب فہد نے اس کا ہاتھ تھام کر کتنے اعتماد سے اس کو لڑی کے لئے کھینچا تھا اور چند لمحوں میں وہ اس کے کتنے قریب آئی تھی حالانکہ وہ جانتی تھی کہ اس وقت فہد ماں کو

تنگ کرنے کے لئے صرف ایک ڈرامہ کر رہا تھا لیکن اس کے اندر کیسی ہلچل مچی تھی فہد کے وجود کی بھینی بھینی مہک اس کے اندر کی سانسوں کو اتھل پتھل کر رہی تھی' ذرا وہ مڑتی تو فہد پھر اس کا چہرہ اپنی نظروں کے سامنے کر لیتا اور آج جب وہ اس سے دور گیا تو اس نے جانا کہ فہد اس کے

لئے کتنا اہم تھا۔دادو اپنے کمرے میں جا چکی تھیں' بڑی ممی سرشام سے اپنے کمرے میں جا چکی تھیں البتہ ندیم کسی کام سے ایک بار گزرا ضرور تھا اور عباد مصطفی کسی کام سے باہر گئے تو ابھی تک نہیں لوٹے تھے' کیسا سناٹا تھا ہوائیں سائیں سائیں کر رہی تھیں' زرد' پیلے کھلے ہوئے کیاریوں میں گیندے کے پھول ہلکے ہلکے مرجھائے ہوئے لگ رہے تھے' موسم کی خنکی بڑھنے لگی تھی' گیٹ کھلنے کی آواز آئی تو بے قرار ہو کر حریم نے ونڈو کے پردے کھینچ دیئے تھے لیکن آنے والا عباد نہیں احمد گھر لوٹا تھا' وہ پلٹ کر واپس پلٹی تو سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر اس کے اپنے وجود کا عکس پھیل رہا تھا۔

"کیسے میں روک سکوں گی' وہ جا رہا ہے' توڑ دے اپنی انا کے اس دبیز پردے کو' صرف ایک بار' کہہ دے اس سے وہ تیرا ہو جائے گا' بول دے وہ جو وہ کہنا چاہتا تھا اور وہ سن نہ سکی تھی' سب کچھ وہ سن چکی تھی مگر ... یہ عباد مصطفی کو اچانک ہو کیا گیا ہے' کیوں اتنا بجھا بجھا' اب کیوں بیگانہ بن رہا ہے' میں روز اس کے لئے بنتی سنورتی ہوں پھر بھی وہ مجھے دیکھ کر

نظرانداز کرتا ہوا گزر جاتا ہے' اب تو اکثر وہ اپنی راتیں بھی مووی دیکھ کر لائونج میں گزار دیتا ہے اور صبح اپنا وقت کبھی دادو اور کبھی بڑے پاپا کے ساتھ گزار کر کسی ضروری کام سے کمرے میں آتا ہے اور اب سنا ہے کہ وہ جانے کی بھی سوچ رہا ہے۔" اس کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی سی اتر آئی تھی تبھی نہ آہٹ ہوئی نہ آواز' دروازہ کھولتے ہی اس نے ٹک کی آواز کی' وہ اجنبی بن کر اپنے ہی کمرے میں آیا تھا' ایک دو شاپر اور والٹ کے ساتھ اس نے اپنا پاسپورٹ اور ٹکٹ تھاما ہوا تھا' حریم کی نظر اٹھی پلٹ کر اس نے بھی دیکھا تھا مگر وہ لرز کر رہ گئی' عباد کی نظروں میں کتنی دوریاں سموئی ہوئی تھیں' وہ کسی لمبے فاصلے پر خود کو کھڑی دکھائی دی' جلدی سے رُخ پھیر کروہ اپنی کلائی سے چوڑیاں اتارنے لگی' عباد نے ایک نظر ڈالی ضرور تھی مگر اس کے ہونٹوں پر ایک زخمی مسکراہٹ تھی' اس نے غور سے پلٹ کر اس کے ہاتھوں کو دیکھا تھا جس میں ابھی تک مہندی کا رنگ گہرا تھا' ربیعہ کی مہندی کے دن اس نے بھی مہندی لگائی تھی' اس نے اپنے دونوں ہاتھ عباد کے سامنے پھیلا دیئے۔

"اچھے لگ رہے ہیں' سوری میں غلطی سے تعریف کر گیا۔"

"سو واٹ غلطی سے تعریف کر گئے' تو کیا ہوا اچھی چیز کو تو اچھا ہی کہا جائے گا' اینی وے۔" وہ ہلکا سا مسکرا کر بریف کیس کی طرف مڑا تھا۔

"کیا چاہئے عباد!" وہ بڑی اپنائیت سے مڑی۔

"کچھ نہیں۔" وہ ایک پل میں بریف کیس کھول کر اپنا پاسپورٹ رکھ کر بند بھی کر چکا تھا' حریم جہاں تھی وہیں کی وہیں تھمی رہ گئی' وہ پلٹ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آیا برش اٹھا کر اس نے اپنے بالوں کو سنوارا' کوٹ کے کالر کو جھاڑتا ہوا خود پر ایک نظر ڈالی اور باہر نکل گیا۔

"کیا سمجھتا ہے خود کو' چلا ہے ہیرو بننے' میرے دل میں کوئی بات نہیں رہی پھر بھی یوں بیگانہ سا بن رہا ہے' اکڑتا پھر رہا ہے خوامخواہ' کیسے واپس جانے کا رعب ڈال رہا ہے' پانچ سال میں نے تمہارے بناء گزار لئے پھر گزار لوں گی۔" اس نے زور سے دراز کھینچ کر اس میں چوڑیاں ڈالی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پتا نہیں پھر وہ کسی روم میں گیا یا باہر نکل گیا' اسے بس اتنی خبر تھی کہ عباد مصطفی کمرے سے باہر چلا گیا ہے۔

......☆☆☆......

فہد کے جانے کے بعد سعدیہ بہت ریلیکس فیل کر رہی تھیں' خود عبیر بھی بہت فریش فریش آج دیر سے گھر لوٹی تھی' احمد اس وقت لائونج میں بیٹھا ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھتے ہوئے آہٹ پر مڑا تھا' عبیر پر نظر پڑتے ہی اس نے ریموٹ سے ٹی وی کی آواز بند کر دی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"ابھی تک تم کہاں تھیں' بابا کئی بار پوچھ چکے ہیں۔" احمد تھوڑا اٹھ کر اس کے قریب آیا تھا۔

"میں جواب دینا مناسب نہیں سمجھتی کہ میں کہاں تھی؟ میں جہاں بھی تھی گھر لوٹ آئی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"عبیر! یہ تم ٹھیک نہیں کر رہی ہو، فہد کے جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم پھر گھر دیر سے آنے لگو، عبیر یہ بہت بڑا نقصان ہے تمہارا ہی نہیں ہماری پوری فیملی کا۔"

"میں کسی باؤنڈری کی قائل نہیں ہوں، میں پڑھی لکھی ہوں احمد بھائی! میں اچھا برا سب سمجھ سکتی ہوں اور میں نہیں سمجھتی کہ آپ کی سوچ مجھ سے مختلف ہو گی۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"میری سوچ میں اتنی لچک نہیں ہے کہ میں باآسانی مڑ سکوں۔"

"پھر بھی عبیر میں نہیں چاہتا کہ تم ایسا کرو، کیا دنیا میں سامیر کے علاوہ کوئی لڑکا نہیں۔"

"کیوں بھائی! کیا فہد بھائی کے لیے دنیا میں اورلڑکیاں نہیں تھیں، مما، وردہ کے لیے چاہتی تھیں لیکن وہ ان کی پسند تھی، مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہوا لیکن پھر آپ لوگ کیوں ہاتھ دھو کر ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں، کیا چاہتے ہیں آپ ہم چھوڑ دیں یہ گھر۔"

"عبیر..." احمد بہت تیز لہجے میں بولا لیکن وہ مڑ کر اپنے روم میں جانے لگی، احمد کے تیز لہجے کی آواز سن کر سعدیہ اُسی طرف آ گئی تھیں۔

"کیا ہوا احمد! اب تم بھی کیا فہد بنتے جا رہے ہو۔"

"مما! آپ کیوں نہیں سمجھتیں، فہد، عبیراور شیزرے کی ذمے داری مجھ پر ڈال کر گیاہے۔"

"یقیناً میں اب کچھ نہیں سمجھنا چاہتی، فارگاڈ سیک احمد! میں خود کہہ دوں گی کہ وہ جہاں چاہتی ہے اپنی مرضی سے شادی کر لے، ہر وقت تم دونوں بھائیوں کے ذہن پر سامیر سمایا رہتا ہے، میں کل نیو ایئر پارٹی میں سامیر سے ملی ہوں بہت پیارا بچہ ہے۔"

"نہیں مما نہیں، ایسا مت کہیے۔" وہ کرسی پر دھڑ سے گرا تھا۔

"دیکھو احمد! زندگی اتنی آسان نہیں ہے جو فہد نے کیا ہے ناں تمام عمر وہ پچھتائے گا، وہ اپنی سوسائٹی میں ہی موو نہیں کر سکے گا، دنیا جانتی ہے شیزرے کا بیک گراؤنڈ۔"

......☆☆☆......

نور محل میں فہد کے جانے سے پہلے ہی سناٹا سا تھا کہ اچانک سننے میں آیا کہ عباد جانے والا ہے، یہ بات سن کر تو سعدیہ کے اندر خوشی کی لہر دوڑ گئی، آئینے کے سامنے دیکھ کر وہ خود ہی مسکرا پڑیں۔

"یقیناً ہم پر قدرت مہربان ہو گئی ہے ورنہ یوں اچانک یہ ساری تبدیلیاں نہ آتیں، فہد کا چلا جانا، سب سے بڑی وہ رکاوٹ تھا ہمارے لیے، اچانک بھائی میاں کا امریکہ چلا جانا اوریوں نیو ایئر پارٹی میں کرن کے لئے پرپوزل، سب راستے ملتے جا رہے ہیں اور آج یہ اہم خبر کہ عباد واپس لوٹ رہا ہے۔" انہوں نے آئینے میں انگلیوں کی وکٹری بنا کر لپ اسٹک لگے ہونٹوں کو وہ آئینے پر رکھ کر ہنس پڑیں۔

"منظور مصطفی ہوں یا سجاد مصطفی، اب ہمارے سامنے کوئی سر اٹھا کر بات نہیں کر سکے گا، یہ میرے اپنے بچے ہیں اور ان کا فیصلہ بھی میں کروں گی، آج نہیں تو پھر کبھی نہیں، احمد مختلف مزاج کا ہے محبت کرنے والا، ویری

کیئرنگ اور لونگ نیچر، ورنہ بہت دیر ہو جائے گی، نور محل والوں کو بھی تو پتہ چلے کہ ہمارا کیا اسٹیٹس ہے میں کس سوسائٹی میں موو کرتی ہوں، میں ایسی شاندار پارٹی ارینج کروں گی کہ ان کو پتہ چلے کہ میں کیا ہوں اور یہ کیا ہیں، ہمارے اور ان کے اسٹیٹس میں کتنا فرق ہے میں اپنے بچوں کو اُسی اسٹیٹس پر لے جاؤں گی تب احساس ہو گا کہ فہد نے کیا کھویا اور کیا پایا۔" انہوں نے ایک نظر بالکونی میں اخبار پڑھتے ہوئے منظور پر ڈالی اور پھر تیزی سے زینہ اتر کر نیچے گئی تھیں۔

"ارے کیا ہوا بھابی جان! منظور کہہ رہے ہیں کہ عباد واپس جارہا ہے لیکن بھابی حریم..."

"مجھے نہیں معلوم، اس سے پوچھ کر بتاؤں گی کہ وہ حریم کو کب بلائے گا اور سعدیہ! نہیں بلائے گا تو بھی وہ لوٹ کر تو گھر آئے گا۔" وہ بہت غصے سے بولی تھیں۔

"ارے بھابی جان! کہاں حریم اور کہاں عباد' سیدھی سادی سی بچی آپ نے عباد کے گلے باندھ دی' یہ تو ہونا تھا' بھابی جان آج کل سوسائٹی میں موو کرنے کے لئے تھوڑا بہت کرنا تو پڑتا ہے آج کل لڑکے کی ڈیمانڈ ہے ڈاکٹر اور ایم بی اے۔"

"لیکن ہماری حریم میں کیا کمی ہے۔" عذرا منہ پھیر کر بولیں۔

"بھابی! بات کمی کی نہیں ہو رہی بات یہ ہے کہ دور تبدیل ہو چکا ہے' یو نو کرن کا رشتہ کہاں سے آیا ہے۔" وہ سر اٹھا کربولیں۔

"اگر لڑکا اچھا ہے سعدیہ! تو تمہیں بات کر لینی چاہئے۔"

"یہی تو میں ذکر کرنے آئی تھی کہ ہمارے دیکھے بھالے لوگ ہیں' شایان کاظمی کے بڑے اچھے تعلقات ہیں' بھابی میری خواہش ہے کہ عباد کی موجودگی میں' میں بھی کوئی فنکشن کر لوں۔"

"اس سے اچھی اور کیا بات ہو گی' دیکھ لو اماں سے بات کر لو۔"

"بات کیا کرنی ہے اماں سے' فیصلہ ہمارا ہے بچے ہمارے ہیں' میں ذرا بچوں سے ڈسکس کرلوں۔" تبھی سامنے سے عباد مصطفی گزرا تو وہ سعدیہ کو دیکھ کر ان کی جانب پلٹ کر آیا۔

"ارے عباد! تم جا رہے ہو واپس؟" وہ بہت حیران سی ہو کر بولیں۔

"جی چچی جان!" وہ بجھے بجھے لہجے میں بولا۔

"ارے بھئی ہم نے بھی ایک سرپرائز فنکشن خوشی کا رکھا ہے' میں تمہارے جانے سے پہلے وہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"ویل چچی! یہ ہوئی ناں بات ورنہ فہد کے جانے سے تو بڑی اداسیاں پھیل گئی ہیں۔" عباد مصطفی کے ہونٹوں پر بڑی بجھی بجھی مسکراہٹ تھی۔

"ہمیں تو ایسا کچھ نہیں لگتا۔"

"کمال ہے یہاں تو ممی نے رو رو کر گھر بھر دیا ہے اور تو اور دادو کو بخار چڑھ گیا اور وہ شیزرے..." اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"چپ کیوں ہو گئے' شیزرے کو بیگ میں ڈال کر لے جائو تم۔" وہ حقارت سے بولیں۔

"نہیں چچی جان! شیزرے تو فہد کی ہے فہد کے ساتھ جائے گی' وہاں وہ تنہا ہے بے چارا' اب وہ آئے تو آپ شیزرے کو ساتھ بھیج دیں۔" گزرتی ہوئی شیزرے اپنا نام سن کر ٹھٹک گئی تھی۔

"خیر چھوڑیں چچی جان! آپ یہ بتایئے کہ آپ کب کر رہی ہیں فنکشن؟"

"بس عباد تمہارے جانے سے پہلے۔" وہ مسکرائیں۔

"تھینک یو چچی جان! آپ کو سب کا کتنا خیال رہتا ہے' بائی دا وے فنکشن کی نوعیت کیا ہے' کسی ہیرو کا نام۔" وہ ہنسا۔

"وقت پر تمہیں سب پتہ چل جائے گا' کہاں ناں تم سب کے لیے سرپرائز ہے۔" وہ یہ کہہ کر ہنس پڑیں' ان کی آنکھوں کا کاجل پھیل رہا تھا اور کانوں میں پڑی بڑی بڑی بالیاں ہلنے لگیں اور ہونٹوں پر بڑی رازبھری مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

کب' کیسے' کس سے؟ سبھی یہ سن کر حیران ہوگئے کہ کرن کی اچانک انگیجمنٹ شایان کے ڈائریکٹر کا بیٹا جو حال ہی میں ایم بی اے کر کے امریکہ سے آیا تھا' باپ تو تھا ہی پروڈکشن ہائوس کا مالک اور بیٹا اظفر آفندی میڈیا سے اٹیچ تھا' دولت' حسن' بہت ہائی اسٹیٹس کا مالک تھا وہ' نیو ایئر پارٹی میں شایان ہائوس میں کرن سے بے حد متاثر ہوا تھا اور دراز قد اور آہستہ گفتگو کرنے والی کرن بے حد مشرقی انداز میں جس کے لمبے لمبے بال چال میں ایک مشرقی تمکنت' دوپٹے کو بار بار سمیٹتی ہوئی ہنگامے' شور اور ماحول سے بالکل الگ تھلگ بیٹھی ہوئی اظفر آفندی پہلی نظر میں اسے دیکھ کر چونک گیا تھا' بالکل اس کے مزاج کے مطابق آئیڈیل سی لڑکی اس کے قریب بیٹھی تھی' وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہنگاموں کے بیچ سے گزر کر خاموش بیٹھی ہوئی کرن کی طرف چلا آیا تھا۔

"ہیلو! آپ اتنی الگ تھلگ کیوں بیٹھی ہیں' دنیا سے بالکل بیزار۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔" وہ گھبرا کر اظفر آفندی کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"او امیزنگ... تو آپ نیچر سے بھی قریب ہیں۔" وہ شوخ لہجے میں بولا' وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے سر ہلا گئی تو اظفر آفندی کو بہت زور کی ہنسی آئی تھی تبھی سعدیہ نے کہیں سے دیکھ لیا تھا' وہ جلدی سے پلٹ کر آئی تھیں۔

"ارے بیٹا اظفر! یہ ہماری بیٹی کرن ہے فائن آرٹس کی اسٹوڈنٹ ہے۔"

"او نو..." وہ ایک بار پھر چونک گیا تھا' اسے بھی فائن آرٹ میں خاصی دلچسپی تھی لیکن صفدر آفندی نے اسے ایم بی اے کرنے باہر بھیج دیا تھا' اظفر کو یوں لگا کہ وہ سب کچھ جو وہ چاہتا ہے کرن میں موجود ہے' ایک لمحے میں اس نے اپنی زندگی کا ایک اہم فیصلہ کر ڈالا۔شایان کاظمی کو آتا ہوا دیکھ کر اظفر آفندی اس کی جانب بڑی انکساری سے بڑھا۔

"شایان کاظمی! مجھے تمہاری کزن بہت پسند آئی ہے میں اسے پرپوز کرنا چاہتا ہوں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نو پرابلم... ہم ابھی سعدیہ پھپھو سے بات کرتے ہیں' کم آن۔" شایان اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا اور پھر سب کچھ اتنی جلدی طے ہو گیا کہ سعدیہ کواپنی قسمت پر رشک آیا' وہ بے حد خوش خوش رہنے لگیں' منظور کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا کہ اس سے پہلے عبیر جیسا معاملہ پھر اٹھے کرن کی شادی فوراً کہیں کر دینی چاہیے۔احمد خود سن کر حیران سا ہو کر بولا۔

"مما! کرن بہت سیدھی سادی لڑکی ہے' اظفراور ان کا ماحول ایڈجسٹ نہیں کر سکے گی۔"

"سو واٹ..." سعدیہ میک اپ کرتے کرتے ایک دم سے پلٹی تھیں۔

"کرن میری بیٹی ہے' یہ دوپٹہ' لمبے لمبے بال یہ سب تمہاری دادو اور پھپھو نے سکھائے ہیں گر' وہ میری بیٹی ہے ایک ہفتے میں ہی سارے گٹس سیکھ لے گی' میں گروم کرنے کے لیے اس کو انسٹیٹیوٹ بھیج دوں گی' دنیا بڑی فاسٹ ہے احمد اور کرن کیا میں نے تو تمہاری بھی بات وردہ سے پکی کر دی ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مما..." وہ حیران ہو کر دھڑ سے بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا احمد! اس میں اتنی حیرانگی کی کیا بات ہے بیٹے' میں ماں ہوں مجھے یہ سارے اختیارات ہیں۔"

"تو مما! آپ عبیر کو روک دیں اگر آپ کے پاس اتنے اختیارات ہیں۔"

"روک دوں گی وہ ایک انچ میرے بغیر کچھ نہیں کر سکتی' جونہی کوئی مجھے اظفر جیسا لڑکا نظر آیا میں اس کی بات کر دوں گی اور فہد کا جو اس نے لیبل لگایا ہے اس کو اتارنے کا یہی تو ایک ذریعہ ہے کہ میں ثابت کر دوں کہ احمد مصطفی میرا بیٹا ہے' کرن میری بیٹی ہے' بولو احمد کیا تم ایسا نہیں چاہتے؟" احمد ان کے سامنے گم صم سا بیٹھا رہ گیا۔

"ریلیکس احمد ریلیکس' میں نے دونوں فیصلے اپنی مرضی سے کیے ہیں اور میں ماں ہوں عبیر کو روکنا چاہتی ہوں' عبیر کی ایک شرط ہے کہ اگر ایسی ہی ماں ہیں تو اپنے بیٹے کی اپنی مرضی سے شادی کر کے دکھائیں' احمد میں اس کو کیا جواب دیتی' وہ میری بیٹی اور تمہاری بہن ہے' اور تم جانتے ہو فہد کو کہ

وہ عبیر کو شوٹ کر دے گا اور تمام عمر کے لیے میں فہد کو کھو دوں گی۔"

نجانے کیسے ان کے آنسو بہنے لگے۔

"نہیں مما ایسا کچھ نہیں ہو گا۔"

"ہو گا احمد ایسا' فہد اس کو جان سے مار دے گا' مگر سامیر سے عبیر کبھی الگ نہیں ہو گی یہ میں جانتی ہوں' اسی لیے جب میں نے وردہ کا نام تمہارے لیے لیا تو وہ سوچ کر بولی' مما ایسا ہو سکتا ہے تو یوں بھی سامیر کو چھوڑ سکتی ہوں' وہ تمہارے لیے اتنی بڑی قربانی دے سکتی ہے اور تم احمد..."
اور پھر انہوں نے غور سے ان کا چہرہ دیکھا اور احمد کو یوں لگ رہا تھا کہ جیسے چاروں طرف تیز آندھیاں چل رہی ہیں۔

......☆......

"ریلیکس احمد ریلیکس' میں نے دونوں فیصلے اپنی مرضی سے کیے ' میں نے کرن سے بھی کوئی رائے نہیں لی' دراصل بھائی میاں اسٹیٹس واپس جا رہے ہیں' تمہیں تو معلوم ہے شایان نے شایان ہاؤس کو پروڈکشن ہاؤس بنا دیا

ہے، وہاں وردہ نہیں رہے گی، انگیجمنٹ کے بعد میں اسے یہاں شفٹ کروا لوں گی اور اسی ہفتے شایان شوٹنگ کے سلسلے میں موریشس جا رہا ہے اسے وہاں دو سے تین ماہ لگ سکتے ہیں، میں وردہ کو وہاں اکیلے نہیں چھوڑ سکتی۔"

"مما!" احمد کچھ بولنا چاہتا تھا لیکن اس کی زبان بند سی ہو گئی، اسے یوں لگا کہ جیسے وہ کسی گہری کھائی میں گرتا جا رہا ہے۔

"بہنوں کے لیے بھائی قربانی دیتے ہیں احمد! اور ویسے بھی تمہاری زندگی میں کوئی دوسری لڑکی تو ہے نہیں۔" وہ احمد کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔

"لیکن وہ مما..." احمد ہکلا کر بولا۔

"اوکے میری جان! میں سب سنبھال لوں گی، عبیر ایک انچ نہیں ہل سکے گی، تمہاری یہ بہت بڑی سیکری فائس ہو گی اس خاندان پر، نور محل کے لوگ تمہارے اپنے ہیں احمد، یو نو اس وقت عبیر کا مسئلہ ہمارے لیے بہت بڑا چیلنج ہے تم سمجھنے کی کوشش کرو، میں اس کو تمہاری مثال دوں گی وہ جھٹ مجھے فہد کا طعنہ مار دیتی ہے، میرے بیٹے تم اس کے سامنے ایک سمبل ہو گے،

اسے روکنے کا ایک یہی ذریعہ ہے احمد، میری جان میں تم لوگوں کا بُرا نہیں چاہتی، تم سر اٹھا کر چلو گے ورنہ عبیر کا مسئلہ میں کیسے فیس کروں گی، سجاد بھائی کیا کہیں گے میری تربیت کیسی تھی، تم تو جانتے ہو نور محل کا اپنا ایک نام ہے ایک پہچان ہے اس کا ایک مقام ہے، احمد خدا کے واسطے مجھے اس مقام سے نیچے مت گرنے دو۔" وہ دھڑ سے زمین پر احمد کے پیر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

"مما! یہ آپ کیا کرر ہی ہیں۔" اس نے گھبرا کر ان کے دونوں شولڈر تھام لیے۔

"احمد! عبیر کو روک لو تم،سامیر کے بارے میں، میں سب کچھ جان چکی ہوں، میرا بیٹا فہد غلط نہیں تھا احمد! عبیر نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ سامیر کو صرف اسی شرط پر چھوڑے گی جب تم اور کرن ہمارے فیصلے کو مان لو گے۔"

"مما! آپ اوپر تو اٹھیئے۔" وہ گھبرا کر بولا۔

"نہیں احمد! تم مجھے اپنے قدموں میں پڑا رہنے دو' میں نہیں اٹھنا چاہتی' عبیر کی ہٹ دھرمی نے مجھے زندہ درگور کر دیا ہے' احمد مجھے بچا لو اس ذلت سے اس رسوائی سے ورنہ میں زہر کھا کر سوسائیڈ کر لوں گی۔"

"نہیں مما نہیں۔" احمد گھبرا کر ان سے لپٹ گیا۔

"بولو احمد بولو' فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے عبیر کو بچانا ہے یا ہمیشہ کے لیے اسے چھوڑ دینا ہے' تمہاری وہ بہن ہے اسے سامیر سے بچا لو احمد! تمہاری نسلوں میں ایک بدنما داغ ہو گا کہ تمہاری بہن نے ایک ہندو لڑکے سے شادی کی' میں کیسے فیس کروں گی سوسائٹی کو' کرن کیسے زندہ رہے گی اس معاشرے میں اور کرن ہی کیا تمہاری اتنی کزنز بہنیں ہیں ریشمین' نورین وغیرہ بیٹھی رہ جائیں گی' نسل در نسل احمد یہ بات نکلے گی کہ عبیر اپنا مذہب تبدیل کر کے ایک ہندو معاشرے میں تبدیل ہو گئی۔"

"نہیں مما نہیں۔" وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔

"بابا کیا کہتے ہیں؟"

"کیا کہتے ہیں بابا' سجاد بھائی کی طرح دل پکڑ کر بیٹھ جائیں گے اور کب تک ہم سجاد بھائی سے عبیر کی بات چھپائیں گے' عبیر کا یہ حادثہ ہی ان کی موت کا باعث بنے گا۔" انہوں نے غور سے بیٹے کو دیکھا۔

"او نو مما!" وہ گھبرا کر بولا۔

"احمد! میرا ساتھ دو' مجھے تمہاری ضرورت ہے بیٹے اور جونہی عبیر' سامیر سے پیچھے ہٹتی ہے ہو سکتا ہے میں اپنا یہ فیصلہ بدل لوں' یو نو اس وقت اس کے سر پر عشق کا بھوت سوار ہے تم ہی مجھے اس ذلت سے بچا سکتے ہو' بولو احمد بولو تم چپ کیوں ہو کوئی بات ہے تو مجھے بولو۔" وہ رسان بھرے لہجے میں بول رہی تھیں اور احمد کسی منجمد لمحے میں اترتا چلا گیا اور وہ اپنا فیصلہ سنا کر جا چکی تھیں' ان کے سامنے کوئی بھی نہیں بول سکتا تھا تو احمد بھلا کیا لب کھولتا۔

......☆☆☆......

سعدیہ بے حد خوش تھیں، ان کے فیصلے کے سامنے منظور مصطفی بھی کچھ نہیں بول سکے تھے، ویسے بھی ہر لحاظ سے اظفر آفندی بہتر تھا جس نے دیکھا اس نے اظفر آفندی کی تعریف کی تھی۔

”ارے میری چندا! ابھی تم دیکھتی تو جاؤ کہ نور محل والے سب خاک ہو جائیں گے اور عمیرہ آپا نے کیا چیپ، چھچھورے لوگوں میں ربیعہ کو دیا ہے مجھے تو ربیعہ کا شوہر بالکل پسند نہیں آیا، خیر چلو بے چاری کو یہی مل گیا غنیمت جانو۔“ تو کرن جلدی سے سعدیہ کی طرف پلٹی تھی۔

”جی نہیں مما! بڑا آئیڈیل کپل ہے، فیصل بھائی بہت جولی نیچر کے ہیں اور بہت اچھی عادت کے بھی ہیں، ہاں ربیعہ کی نندیں تھوڑا پرابلم کر رہی ہیں۔“

”کیا... کیانندیں پرابلم کر رہی ہیں۔“ سعدیہ اپنے چہرے کو ٹشو سے صاف کرتے ہوئے پلٹی تھیں۔

”بس وہی مما! شروع میں جو انہوں نے اسٹیٹس کی بات کی تھی۔“

”کیا، مجھے تو نہیں پتا، بتاؤ کیا ہوا تھا۔“ سعدیہ تجسس سے بات سن کر بولیں۔

”دیکھا مجھے ان باتوں کی خبر نہیں ہے، خیر تم چھوڑو ان باتوں کو، بہت جلد میں یہ انگیجمنٹ کر رہی ہوں درمیان میں اب بس دو چار دن باقی ہیں اس سے پہلے کہ عباد چلا جائے میں ذرا اپنا اسٹیٹس تو دکھا دوں کہ کیا ہے اظفر آفندی اور ایسے ہوتے ہیں داماد۔“

”نہیں مما! آپ اپنی سوچ بدل دیں، سچ تو یہ ہے کہ مما مجھے بہت خوف آرہا ہے کہ میں ایڈجسٹ کر پاؤں گی۔“

”کیوں نہیں میری جان! تمہاری ماں ہر لمحے تمہارے ساتھ ہے تم سعدیہ کی بیٹی ہو۔“

”مما! ان کی فیملی میں اتنا بڑا تضاد کیسے؟“

”اُف... کرن! ایک تو تم اتنے مشکل مشکل ورڈز اپنی دادو اور پھپھو سے سیکھ سیکھ کر بولتی ہو کیا سوچیں گے وہ لوگ، تمہیں ابھی اندازہ نہیں ہے اظفر

آفندی کی حیثیت اس کے اسٹیٹس کا‘ دنیا حیران ہے کہ تم میں ایسا کیا تھا کہ جو اظفر اس پارٹی میں تمہیں دیکھ کر حیران ہو گیا‘ یو نو مسز ہاشمی کی بیٹیاں کتنی ماڈ ہیں بڑی بیٹی MCS کر کے امریکہ سے آئی ہے اس کے ڈریس نے پوری محفل میں ہلچل مچا دی تھی لیکن جب انہیں پتہ چلا کہ اظفر نے تمہیں پرپوز کیا ہے تو ان کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا‘ وہ حیران سی بیٹھی رہ گئیں۔“ وہ یہ کہہ کر ہنس پڑیں۔

”مما! آپ نے اظفر کی مما کو دیکھا کہ کتنی سیدھی سادی اور روایتی قسم کی گھریلو خاتون ہیں۔“

”ارے بیٹا! بڑی ویل آف فیملی سے ان کا تعلق ہے‘ خیر تم چھوڑو ان باتوں کو اور میرے ساتھ تم بیوٹی پارلر چلو‘ اظفر کہہ رہا تھا کہ وہ انگیجمنٹ سے پہلے ایک دو بار تم سے ملنا چاہتا ہے۔“

”نو مما! میں بے حد نروس ہو جاؤں گی مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔“ اس نے اپنے لمبے لمبے بالوں کو برش کرتے ہوئے سمیٹ لیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”دیکھو بیٹا! وقت کے ساتھ تو چلنا پڑتا ہے‘ تم مجھ سے دور اور اپنی پھپھو اور تائی سے زیادہ قریب ہو یہ میں جانتی ہوں‘ تمہارے رکھ رکھاؤ میں ان کی جھلک نمایاں ہے آئی نو مگر اس شکل کو تو تم نہیں مٹا سکتیں۔“ انہوں نے ٹھوڑی سے پکڑ کر کرن کا چہرہ اپنے سامنے کر لیا۔

”سعدیہ کاظمی کی کاربن کاپی۔“ انہوں نے اس کا فیس آئینے کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

”اب تمہیں تھوڑی تبدیلی تو لانی ہو گی بیٹا! صرف شکل سے تم فائدہ نہیں اٹھا سکتیں۔“

”مما! میں کوئی چینج نہیں لا سکتی۔“

”واٹ ڈو یو مین تم کوئی تبدیلی نہیں لا سکتیں‘ آج کل تو اتنے لمبے بال کوئی بھی اپنے گھر میں پسند نہیں کرتا‘ پھر وہ تو تمہارا شوہر ہو گا‘ میں تمہیں گروم کر کے بھیجوں گی تاکہ تم اس کے ساتھ سوسائٹی میں موو کر سکو۔“

”لیکن مما!“

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کچھ نہیں، تم ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ پارلر چلو۔" اور پھر وہ احتجاج کرتی رہی روتی رہی لیکن سعدیہ نے اس کے لمبے بال اسٹیپ میں کٹوا دیئے تھے۔

"بس کرو کرن! اس طرح سے پھُوٹ پھُوٹ کر مت روئو ورنہ تمہارے بابا سمجھیں گے کہ پتہ نہیں تمہارے ساتھ میں نے کیا کر دیا ہے اور ہاں یہ دادو، پھپھو کو بھی مت بتانے بیٹھ جانا کوئی کسی کا ہمدرد نہیں

ہے سمجھیں تم، ماں کے سوا کوئی دنیا میں کسی کا ہمدرد نہیں ہے، صرف یہ وقتی کھیل ہے جو نور محل میں میرے خلاف کھیلا جا رہا ہے، اس گھر کی تمام خواتین ہر وقت لگی رہتی ہیں، ظاہر ہے میں ایک پڑھی لکھی عورت ہوں مجھے سوسائٹی میں موو کرنا آتا ہے بس اسی کمپلیکس میں وہ لوگ تمام عمر مبتلا رہیں، بس تم یہ رونا دھونا چھوڑو، تمہیں گھر سے بھی باہر جانے کی ضرورت نہیں، بیوٹیشن گھر پر آئے گی۔"

"مما! مجھے ان سب چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ سسک سسک کر بول رہی تھی۔

"اظفر آج تم سے بات کرے گا اور تم اس سے بات کرو گی سمجھیں، یہی زندگی کے طور طریقے ہیں۔" وہ غصے سے پلٹ کر اس کے کمرے سے جا چکی تھیں۔

......☆☆☆......

"دیکھو کرن! اب کچھ نہیں ہو سکتا، مما نے جو سوچ لیا ہے ناں وہ تو ہو کر رہے گا۔"

"تو صرف ہمارے ساتھ..." کرن پلٹ کر عبیر سے بولی۔

"وہ تو بہت بڑی زیادتی احمد بھائی کے ساتھ بھی کرنے جا رہی ہیں۔"

"لیکن میں مما کے کہنے پر نہیں چل سکتی۔" عبیر نے ایک گہری سانس لی۔

"دکھ مجھے اس بات کا نہیں ہے کہ اظفر سے میری شادی کی جا رہی ہے لیکن یہ حلیہ یہ ڈریس مجھے تو رونا آ رہا ہے اپنے بالوں کو دیکھ دیکھ کر، مما کہتی ہیں کہ سوسائٹی میں موو کرنے کے لیے یہ سب کرنا ضروری ہے، یو نو عبیر! میں اندر سے ایسی نہیں ہوں، اگر اظفر آفندی اتنا ماڈ ہے تو کیوں ناں اس نے کسی ماڈرن لڑکی کا انتخاب کیا۔"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں یہ تمہارا اور مما کا ذاتی معاملہ ہے میں دخل نہیں دے سکتی۔" عبیر آئینے میں اپنی شکل دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"مجھے تو اب نیچے جاتے ہوئے شرم سی آ رہی ہے، کیا کہیں گی دادو، میں نے کیا حشر کروا لیا اپنا۔" وہ بیٹھی آنسوؤں سے رو رہی تھی۔

"لیکن کرن! ناٹ سو بیڈ، تم اپنی عمر سے اور کم نظر آ رہی ہو۔" عبیر پلٹ کر بولی لیکن وہ سوں سوں کرکے روتی رہی، اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا ان تمام باتوں کا۔

نور محل میں ماحول سوگوار سا تھا، عباد کے جانے کے دن قریب آ رہے تھے لیکن دوسری طرف بظاہر سعدیہ خاموشی سے اپنا کام کر رہی تھیں، کرن کے اندر ایک انجانا سا خوف اور احمد چپ چپ گھوم رہا تھا، دادو کے پوچھنے پر بھی وہ کچھ نہیں بولا البتہ عبیر اپنی دنیا میں آپ گم تھی اور سعدیہ کے انداز سے ایسا لگ رہا تھا کہ انہوں نے کوئی چیز پا لی ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے نور محل کو آج پھر ایک بار ایسا ڈیکوریٹ کیا گیا تھا کہ اس سے پہلے کبھی ایسی سجاوٹ نہیں دیکھی گئی تھی، شایان کاظمی کی نگرانی میں بے حد اچھی کمپنیز نے ڈیکوریشن کا کام کیا تھا، پروڈکشن کے حوالے سے اظفر آفندی نے اپنی کمپنی کے ڈائریکٹر کے ذمے ڈیکوریشن کا کام لگایا تھا، شایان کے بے حد اصرار پر میڈیا کے کئی افراد آج شمولیت کر رہے تھے اس کے علاوہ نامور آرٹسٹ شایان کاظمی کی انوی ٹیشن پر آنے والے تھے، اس کے علاوہ کئی اہم آرٹسٹ آج اس تقریب میں نہ صرف شرکت کر رہے تھے بلکہ اپنی پرفارمنس کا مظاہرہ بھی کرنے والے تھے، سرشام روشنیاں نور محل میں اتر آئی تھیں سعدیہ بہت مطمئن ابھی تک بیوٹی پارلر سے نہیں لوٹیں تھیں، احمد

کو خاص طور پر اور کرن کو لے کر وہ پارلر گئی ہوئی تھیں، سیل پر بیپ کی آواز ہوئی تو سعدیہ نے مڑ کر احمد کے سیل کی جانب دیکھا اور بولیں۔

"کوئی ضرورت نہیں فہد سے اس وقت بات کرنے کی۔" انہوں نے جھک کر سیل کی طرف دیکھا اور احمد کے ہاتھ سے سیل چھین لیا تھا۔

"دو مجھے، آج کے دن میں کسی کی انوالمنٹ نہیں چاہتی، خواہ فہد یا کوئی اور ہو۔" تبھی دوبارہ سیل پر بیل ہوئی تو انہوں نے جھک کر سیل کی جانب دیکھا اور سیل کا بٹن پش کرتے ہوئے بولیں۔

"ہیلو!" دوسری جانب آواز ساکت ہو گئی تھی تو سعدیہ بولیں۔

"رامین! احمد کا سیل میرے پاس ہے کوئی خاص بات۔" احمد نے بے بسی سے مڑ کر ماں کو دیکھا تو ان کے ہونٹوں پر بڑی پراسرار سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"مما پلیز!" احمد نے سیل کی طرف ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے کھٹاک سے سیل کو پرس کی جانب بڑھایا اور احمد سے بولیں۔

"اتنا اہم دن ہے اتنی اہم تقریب، میں اس کو بہت اہم بنانا چاہتی ہوں، ایسا مت کرو۔" انہوں نے دوبارہ اسے جھڑک دیا تھا، وہ بے بسی سے خاموش ہو گیا۔

نور محل میں ایک ہلچل سی مچی تھی ہر لڑکی کے دل میں اظفر کو دیکھ لینے کی تمنا جاگ اٹھی تھی، دادو جان حیران تھیں کہ ان سے بغیر مشورے کے کرن کی بات طے کر دی گئی، کرن تو دو دن سے نیچے اتری ہی نہ تھی کہ کوئی اس کی شکل دیکھ سکتا، البتہ منظور نے دبے دبے لفظوں میں سجاد مصطفی کو یہ بات بتائی تھی کہ سب کچھ شایان کاظمی کی طرف سے ڈیکوریٹ کیا گیا ہے۔

"کیا ہوا عمیرہ آپا! سنا ہے آپ ابھی تک نور محل نہیں پہنچیں، میں نے تو اماں سے چار دن پہلے کہہ دیا تھا کہ آپ کو انوی ٹیشن دے دیں، عمیرہ آپا بچیوں کو ضرور لایئے گا ہماری پہلی خوشی ہے۔" انہوں نے بیوٹی پارلر میں بیٹھے بیٹھے عمیرہ سے بات کی تھی۔

"اللہ خیر کرے! سعدیہ بھابی ایسے کیسے مہربان ہو گئیں، چلو اللہ نے اماں کی سن لی کہ اللہ سعدیہ کا دل پھیر دے۔" وہ مسکرا کر رامین کو دیکھ رہی تھیں

"امی! راحمہ بتا رہی تھی کہ بہت ویل آف فیملی سے تعلق رکھتا ہے لڑکا۔"

"تو ہمارا منظور کون سا کسی سے کم ہے اور ہے بھی ہماری کرن اتنی پیاری سی، بس اللہ اس کی قسمت اچھی کرے، بس تم لوگ اب دیر مت کرو جلدی کرو۔"

"امی! کیا کروں احمد میرے کسی میسج کا جواب ہی نہیں دے رہا، فون کر رہی ہوں تو وہ بھی بار بار کاٹ دیتا ہے، اب یہ دیکھیں سیل بند آرہا ہے۔"

رامین کپڑوں کو پریس کرتے ہوئے نظریں جھکا کر بولی۔

"امی! رات تو ہم وہیں رہ جائیں گے نانو کے گھر اس لیے میں نے دوچار کپڑے بیگ میں ڈال لیے ہیں آپ کے بھی رکھ لوں؟"

"ہاں کوئی رات کے پہننے کے لیے رکھ لو۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"امی! بس احمد سے بات ہو جائے تو ہم لوگ نکلتے ہیں، حریم بھی کہہ رہی تھی کہ جلد آ جائو دادو پوچھ رہی ہیں۔" کپڑے تہہ کرتے ہوئے رامین بولی تھی۔

"فائزہ خالہ تو پہنچ بھی چکی ہیں۔" راحمہ نے اطلاع دی تھی۔

"ارے ابھی تو وقت ہے میں مغرب پڑھ کر نکلوں گی۔"

"امی صحیح کہہ رہی ہیں۔" رامین بول کر بیگ بند کرنے لگی، رامین نے سیل نکال کر احمد کو پھر میسج کیا تھا۔

"کیا ہوا احمد! فون اٹھائو۔" لیکن دوبارہ بھی سیل آف تھا۔

"خیر ہو گا بزی۔" وہ بیگ میں سیل ڈالتے ہوئے بولی۔

سعدیہ نے بالکنی سے نیچے نور محل کا جائزہ لیا تھا پھولوں کے رنگین آنچل میں سجا وسیع لان جو کسی شادی گارڈن سے کم نہیں تھا، وسیع و عریض لان سرخ گلابوں اور سفید اودے پیلے پھولوں سے بھری ہوئی شاخیں، ان کے درمیان

WWW.PAKSOCIETY.COM

جھانکتے ہوئے ننھے ننھے بجلی کے ستارے اور سوئمنگ پول میں گرتا ہوا رنگین فوارہ' بہتے ہوئے کنول اور اس کی لوہے کی کھینچی ہوئی بائونڈری پر پتنگ دوپٹوں سے بندھی جھالر' درختوں پر برقی قمقمے تاحد نظر بائونڈری کے اطراف میں ہرے ہرے ناریلوں کے درمیان جلتی بجھتی رنگین روشنیاں شایان کاظمی نے اپنی نگرانی میں سعدیہ پھپھو کے لیے اہتمام کیا تھا۔

"دیکھو منظور! یہاں سے تم ایک بار اپنے اس نور محل کو دیکھو جب پھول اور رنگین آنچل ہوا میں اڑتے ہیں خاص کر وہ سفید آنچل تو یوں لگتا ہے پانی میں پریاں ناچ رہی ہیں' کتنا خوبصورت منظر ہے منظور' ہم نے تو اس سے پہلے نہیں دیکھی اتنی حسین سجاوٹ' یہ سارا کمال شایان کا ہے' یو نو آج کی گیدرنگ میں ہائی کلاس کے لوگ شامل ہیں پھر بھی ہم نے تمہارے رشتے داروں کو انوائٹ کیا ہے' پھوپھیاں ہیں ان کا بھی ارمان ہو گا کہ وہ اپنی کرن کی تقریب کو اٹینڈ کریں۔" منظور مصطفی نے ایک گہری سانس لی اور ان کی جانب دیکھ کر بولے۔

"لیکن سعدیہ! تم جو بھی کر رہی ہو بہت عجلت اور جلدی میں' ہم ابھی اظفر کو اتنا نہیں جانتے' اجنبی ماحول اجنبی لوگ۔"

"دیکھو منظور! تم سب جانتے ہو کہ عبیر کیا کر رہی ہے اور اب اس کو صرف اور صرف میں روک سکتی ہوں۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ اب ہم عبیر کو روک سکیں گے' بہت دیر ہو چکی ہے۔"

"کوئی دیر نہیں ہوئی تم دیکھنا آج کی گیدرنگ' آج کے گیسٹ' تمہاری فیملی کیا عبیر کی بھی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ سوچنے پر مجبور ہو گی کہ کرن اپر سوسائٹی میں بیاہی گئی ہے' سامیر اتنا خاص نہیں ہے جتنا اظفر آفندی ہے' تم تو مل چکے ہو منظور! اب شکوک و شبہات کی کوئی بھی گنجائش نہیں اور ہاں میں نے خاص طور پر عمیرہ اور فائزہ کو فون کر کے کہا ہے کہ وہ لوگ سب آ جائیں۔"

"تمہارا احسان ہے کہ تم نے ہمارے گھر والوں کو پوچھ لیا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"پھر وہی، کیسی آگ لگ رہی ہے باپ کو بھی، تم باپ ہو خوش ہونے کے بجائے دکھی دکھائی دے رہے ہو دوسروں کا انجام کیا ہو گا، یہ تو آج ان کے چہروں سے پتہ چلے گا، ہاں منظور ایک بات تو میں بتانا بھول گئی، عباد کل صبح کی فلائیٹ سے جا رہا ہے۔" ان کے ہونٹوں پر ایک دبی دبی مسکراہٹ تھی، سعدیہ نے مڑ کر دیکھا تو منظور مصطفی کب کے مڑ کر جا چکے تھے۔

"عبیر! کتنی دیر ہے، کرن کو لے کر تم پارلر سے سیدھی اسٹیج کی طرف چلی آنا، دولہا والے ایگزٹ نو بجے پہنچ جائیں گے اور ہاں تم اپنا بھی خاص خیال رکھنا۔"

"مما! سامیر ضد کر رہا ہے اور آنا چاہ رہا ہے۔"

"نو عبیر نو، ابھی نہیں، پہلے کرن کا ہو جانے دو اس کے بعد میں تمہارے لیے بھی ایسی ہی پارٹی ارینج کروں گی، یو ڈونٹ وری۔" وہ سیل بند کرتی ہوئیں اندر آئی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"منظور! میں ریسیپشن پر جا رہی ہوں آپ جلدی آ جائیے گا یہ آپ سوگ کس کا منا رہے ہیں جو بلیک ڈریس پہن کر کھڑے ہو گئے ہیں، مجھے اس وقت زہر لگ رہے ہیں، وہ کُرتا شلوار پہنیں جو میں لے کر آئی ہوں۔"

"سعدیہ! میں کوئی بچہ نہیں ہوں کہ ہر وقت تمہاری انگلی پکڑ کر چلتا رہوں، سمجھیں تم۔" وہ غصے سے پلٹ گئے تھے، وہ تیزی سے زینہ اترتی نیچے آئی تھیں۔

"اماں! آپ لوگ تیار ہو گئے، کہاں ہیں بڑی بھابی جان؟" ان کی نظر قریب کھڑی شیزرے پر پڑی تھی۔

"شیزرے! تم اس پارٹی میں شرکت نہیں کرو گی یہ میرا حکم ہے، اور اماں۔" وہ پوری گھوم کر اس کے سامنے آ گئی تھیں۔

"اماں! یہ میری خوشی ہے کہ یہ لڑکی میری خوشی میں شامل نہیں ہو گی اور اگر پھر بھی اس نے آنے کی کوشش کی تو پھر اس کا جو انجام ہو گا وہ میں کچھ نہیں کہہ سکتی، میں نہیں چاہتی کہ پھر کوئی اسکینڈل بنے، وہاں شایان ہو

WWW.PAKSOCIETY.COM

گا اور میڈیا کے لوگ اور جو اس کا معصوم چہرہ ہے ناں اس سے فہد کیا دنیا پاگل ہو جاتی ہے دیکھ کر لیکن کوئی اس کے گھٹیا پن کو نہیں جانتا کہ یہ کس ماحول کی پرورش ہے۔" وہ ایک حقارت بھری نظر شیزرے پر ڈال کر بولیں تو اماں بولیں۔

"سعدیہ! خوشی پر تو سب کو حق ہوتا ہے اور اب تو یہ تمہاری فیملی کا ایک حصہ ہے۔"

"اماں! اگر یہ میرے جسم کا ایک حصہ بھی ہوتی ناں تو میں اسے کاٹ کر پھینک دیتی، اگر میری بیٹی یہ سب کچھ کرتی تو میں اسے کھڑے کھڑے گھر سے دھکے مار کے نکال دیتی لیکن آپ لوگوں نے اسے سر پر بٹھا لیا، بھابی جان اسے لیے لیے پھرتی ہیں، آپ نے اس کو برابری کا درجہ دیا، کیا میری آنکھ بند ہے میں دیکھتی نہیں ہوں، سجاد بھائی نے ندیم کا کمرہ اس کو دیا، کیا یہ اس قابل ہے، جس نے میرے گھر میں ڈاکہ ڈالا۔" انہوں نے ایک قہر

آلود نظر شیزرے پر ڈالی تو وہ دیوار سے جا لگی، نور بی بی کچھ بولنا چاہتی تھیں۔

"بس اماں بس۔" سعدیہ انگلی اٹھاکر بولیں تو نور بی بی کی آواز ساتھ چھوڑ گئی اور وہ اپنا رخ موڑ کر کمرے سے باہر نکل گئیں جہاں پر شور، ہنگامہ اور مہمانوں کی آمد شروع تھی۔

"ممانی جان! آج تو آپ بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔" زوہیر بولا تو وہ ہنس کر سمٹ گئیں اور کانوں میں پڑی جھمکیوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولیں۔

"اوکے زوہیر! منظور کدھر ہیں۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئیں۔

"احمد! تم کہاں ہو ابھی، فوراً میرے پاس آئو۔" انہوں نے لان میں اردگرد نظر ڈالی، احمد انہیں نظر نہیں آیا اس لیے انہوں نے سیل پر اس سے کانٹیکٹ کیا تھا۔

"بس مما! میں یہیں آپ کے بہت قریب ہوں، عباد بھائی کے ساتھ ہوں۔"

"احمد! میرے ساتھ ساتھ رہو تم فوراً بابا کے پاس جائو' بس وہ لوگ آنے والے ہیں رسم کے لیے۔"

"بس مما! میں آتا ہوں۔" احمد' عباد سے ایکسکیوز کرتا ہوا تیزی سے سعدیہ کی طرف پلٹا تھا جہاں پر اور کئی لوگ جمع تھے۔

"دیکھو احمد! یہ سب میڈیا والے پہنچ چکے ہیں' سارے انتظامات اے ون ہیں' میں نہیں چاہتی کہ ہمارے فنکشن میں کوئی بدانتظامی ہو' میں چاہتی تو کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں یہ گیدرنگ رکھ سکتی تھی مگر نور محل میں ہونے والا یہ فنکشن لوگ یاد رکھیں گے۔"

"مما! اس میں یاد رکھنے والی کیابات ہے۔"

"کیوں... اس سے پہلے تم نے کبھی ایسی تقریب دیکھی ہے اس لان میں۔"

احمد کھسیا کر چپ ہو گیا' بات تو سچ تھی مگر پھر بھی اسے نجانے کیوں بُرا لگا تھا۔

"ارے۔" وہ لپک کر عمیرہ کے قریب پہنچی تھیں' بہت ہی لگاوٹ سے عمیرہ کو گلے لگاتے ہوئے بولیں۔

"میں نے تو ربیعہ کے لیے بھی بولا تھا۔" ان کی ایک نظر رامین کے چہرے پر جا کر ٹھہر گئی تھی جو مسکرا کربول رہی تھی۔

"جی ممانی جان! وہ فیصل کے ساتھ کچھ ہی دیر میں آ جائے گی۔" رامین نے محسوس کیا تھا کہ احمد نے اپنا رُخ اس کی طرف سے آہستہ سے پھیر لیا ہے اس کی اس گھبراہٹ پر رامین کو خودبخود ہنسی آئی تھی' وہ جانتی تھی کہ احمد ' ماں کے سامنے گھبرا جاتا ہے' عمیرہ آگے بڑھیں تو سعدیہ دوسری طرف بڑھ کر چلی گئیں' رامین کو بڑی حیرت ہوئی احمد نے کسی شوخ جملے کا میسج نہیں کیا' اس نے چلتے چلتے اپنے سیل کو چیک کیا' مڑ کر اس نے احمد کو دیکھا تو وہ کسی اور سے مخاطب تھا' اسے انجانی سی تشویش تو ہوئی مگر پھر بھی وہ عمیرہ کے ساتھ چلتی ہوئی نانو کے قریب پہنچی تھی۔

"اماں! مبارک ہو' پوتی کی پہلی خوشی آپ کے گھر آئی ہے۔"

"ہاں عمیرہ! سعدیہ اور منظور بھی بہت خوش ہیں اور کرن کو بہت اچھا رشتہ بھی ملا ہے' تم بھی اظفر کو دیکھو گی تو خوش ہو جاؤ گی۔" وہ سب نانو کے اردگرد بیٹھ گئی تھیں۔ تبھی حریم سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی تھی سفید ڈریس میں پرل کے موتیوں کا کام بنا تھا اور بہت ہی خوبصورت ڈائمنڈ کا سیٹ جو کہ دور سے اپنی چھب دکھا رہا تھا' وہ چلتی ہوئی اسی جانب آئی تھی' آتے کے ساتھ ہی وہ رامین سے لپٹ گئی' بہت دیر تک ہنستے ہوئے اس نے آہستہ سے سرگوشی کی تھی۔

"بس اس کے بعد احمد بھائی اور آپ کی باری ہے۔" رامین کا چہرہ اس وقت بلش کر رہا تھا' سب نے ہی مڑ کر دیکھا تھا کہ ایسا کیا حریم نے کہا کہ رامین کی نظریں اپنے آپ شرما کر جھک گئی تھیں' دوسری طرف سے عذرا بھابی بھی قریب چلی آئی تھیں۔

"اماں! عباد نظر نہیں آ رہا مجھے۔" تو حریم کے چہرے پر اپنے آپ قوس و قزح کے رنگ بکھر سے گئے۔

"صحیح کہہ رہی ہیں آپ ممانی جان! آپ بلائیں اس وقت عباد بھائی کو' دیکھیں ہماری حریم اس وقت کتنی پیاری لگ رہی ہے۔"

"ماشاء اللہ! نظر نہ لگے۔" عذرا نے بڑھ کر پیار سے حریم کو چوم لیا تھا۔

"آج تو حریم آپی کو عباد بھائی کی نظر ضرور لگے گی۔" راحمہ ہنس کر بولی۔

"ارے ہاں ممانی جان! شیزرے کہاں ہے؟" رامین نے ایک نظر اپنے اردگرد ڈالی تو نانو آہستہ سے بولیں۔

"فاطمہ اور شیزرے اپنے گھر میں اوپر ہیں' سعدیہ نے انہیں بلایا نہیں۔"

"کیوں نانو! یہ تو اب اس کا حق ہے۔"

"پتہ نہیں بیٹا! ہم تو چپ ہو گئے ہیں' سعدیہ کی اپنی مرضی ہے۔" لیکن پھر بھی رامین بڑی بے چین سی لگ رہی تھی اب تک تو احمد کو وہاں کے دوچار چکر لگا لینے چاہئے تھے۔

"کیا واقعی احمد اتنا بزی ہے یا پھر اپنی ماں کے ڈر سے وہ میرے قریب نہیں آ سکا' رات تو ٹھیک ٹھاک بات کررہا تھا ہاں البتہ اس کا لہجہ کچھ بجھا بجھا اور مایوس کن تھا' شاید وہ کرن کی اس خوشی سے دل سے مطمئن نہیں ہے اسی لیے۔" اس نے پھر ایک نظر اِدھر اُدھر اپنے اردگرد ڈالی تھی مگر اُسے احمد کہیں نظر نہیں آیا تو ایک دم سے شور ہوا کہ لڑکے والے آ گئے ہیں' ہر طرف لائٹس آن ہو گئیں' مووی کیمرے آن تھے سامنے بڑی سی اسکرین پر آنے والوں کے چہرے نمایاں دیکھے جا رہے تھے ہر شخص بے چین ہو کر کھڑا ہو گیا تھا' مشہور ٹی وی آرٹسٹ جو لوگوں کے دلوں پر راج کرتے تھے لوگ ایکسیپٹ بھی نہیں کرتے کہ ان کی ایک جھلک بھی دیکھ سکیں وہ سارے کے سارے موجود تھے' کئی گلوکار جنھوں نے آج اسپیشلی اظفر آفندی کی خوشی کو سراہا تھا' ہر طرف روشنیوں کا ایک سمندر تھا اردگرد پھولوں کی بارش' ریڈ کارپٹ پر چلتا ہوا ظفر آفندی دور سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا' اس کا ہاتھ تھامے ہوئے سعدیہ بے حد پرائوڈ سی چل رہی تھیں' ان کی چال میں تمکنت اور تکبر کا احساس تھا البتہ منظور نے کہہ دیا تھا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کہ وہ ان کا ساتھ اس وقت نہ دے سکیں گے' وہ صرف شرکت کر رہے ہیں اور یہی احساس احمد کو بھی تھا کہ مما فیصلہ جلدی میں کر رہی ہیں۔

اظفر چلتا ہوا اسٹیج کی طرف آیا تھا پھولوں کی بارش اور سجاوٹ کا عالم کہ واقعی سب نے سراہا تھا' پھر کچھ ہی دیر میں کرن کو بیوٹی پارلر سے عبیر اور وردہ لے کر اسٹیج کی جانب آئی تھیں' کرن نے سلیولیس جارجٹ کا فیروزی اور بلیو کمبی نیشن کا کُرتا اور لائٹ فیروزی لہنگا پہنا ہوا تھا' آنکھوں پر فیروزی آئی شیڈو اور فیروزی ہی رنگ کے بڑے بڑے فیروزے اس کے چہرے کو دہکا رہے تھے' اظفر تو ایک لمحے کے لیے دیکھ کر ساکت رہ گیا' وردہ نے بھی اس سے کم نہیں بلکہ اس سے زیادہ قیمتی بلیک رنگ کالہنگا اور بلیک اینڈ کاپر کمبی نیشن کا رنگین اسٹون بھرا سلیوزلیس کُرتا پہنا تھا' اس کے دودھیا شفاف بازو بہت خوبصورت لگ رہے تھے' کرن اور وردہ' عبیر کے ہمراہ چلتی ہوئیں اسٹیج پر آئی تھیں جہاں پر اظفر آفندی نے کھڑے ہو کر کرن کا استقبال کیا تھا اور اس کے ہونٹوں کی ہلکی ہلکی مسکراہٹ اردگرد کھڑی ہوئی

لڑکیوں کی آنکھوں میں خواب بھر آئے تھے، پھول اور روشنیوں کا سمندر اظفر آفندی کا کھڑے ہو کر استقبال کرنا کرن کے لیے جھک کر جگہ بنانا اتنا خوبصورت لگ رہا تھا کہ ساری محفل کے ہونٹوں پر ہنسی سی چھا گئی، سعدیہ نے ستائشی نظر اظفر آفندی پر ڈالی تو اوپر اسٹیج پر آتی ہوئی اظفر کی ماں رباب نے ہنس کر سعدیہ سے کہا تھا۔

”کہاں ہیں تمہاری ساس نور بی بی، ذرا چل کر ملوائو مجھے۔“

”شیور، شیور مسز صفدر! آپ ہمارے ساتھ آئیں۔“ سعدیہ نے ٹائٹ کر کے اپنی ساڑھی کا پلو کھینچا تھا۔

”آئیں اماں! ملئے ان سے اظفر کی ممی ہیں۔“ تو نور بی بی نے حیرت سے رباب کی طرف دیکھا۔

”ارے تم...“ نور بی بی حیرت سے مسکرائی تھیں۔

”جی ہم نور آپا! میں نے ان لوگوں کو نہیں بتایا جب اظفر کے والد نے نور محل کا ذکر کیا اور سجاد بھائی کے حوالے سے بات ہوئی تو میں فوراً پہچان گئی آپ کو۔“ وہ جلدی سے نور بی بی سے لپٹ گئی تھیں۔

”سوچنے سمجھنے کی وہاں گنجائش ہی نہیں تھی، اظفر بہت دین دار اور مذہبی ذہن کا بچہ ہے اسے کوئی لڑکی پسند نہیں آتی تھی اور جب مجھے پتہ چلا کہ کرن آپ کی پوتی ہے تو نور آپا! اس سے بڑی بات ہمارے لیے کوئی تھی ہی نہیں، مجھے معلوم تھا کہ آپ نے بچی کی کس طرح تربیت کی ہو گی اور کس طرح آپ نے اسے پالا ہو گا، میں نے تو بغیر دیکھے ہوئے ہاں کہہ دی تھی البتہ اظفر کہہ رہا تھا کہ مما بغیر سوچے سمجھے اتنی جلدی نہ کریں، میں نے تو یہ آپ کے لیے ایک سرپرائز رکھا تھا۔“

”چلو یہ تو اچھا ہوا ہمارے بھی خدشات دور ہو گئے کہ تم اپنی ہی نکل آئیں اور کیسی ہے تمہاری ماں؟“

"آپا! ان کی تو ڈیتھ ہو گئی کئی سال پہلے۔" نور بی بی کو ایک جھٹکا سا لگا' وہ ان کی بہت دور کی کزن تھیں اور جب سجاد' منظور کو پتہ چلا تو فوراً ہی پہچان گئے تھے ان کو' انہوں نے باتوں میں کبھی کبھار ان کا ذکر ضرور سنا تھا کہ صفدر آفندی ہمارے رشتے دار ہیں لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ ایک دن آخر وہ سب پھر ایک ہو جائیں گے۔

"نور آپا!" انہوں نے اپنے حجاب کو صحیح کرتے ہوئے کہا۔

"آپا! میں تو حجاب کرتی ہوں ہماری دنیا تو بالکل الگ ہے' صفدر کو تو آپ جانتی ہیں۔"

"ارے رباب! اب کیا فرق پڑتا ہے کہ ہم کس کو جانتے ہیں کس کو نہیں' جہاں بچے خوش وہیں ہم خوش۔"

"نہیں آپا! یہ بات میں نہیں مانتی آپ کی' دیندار عورت دیندار ہوتی ہے' میری جیسی ماں تھی میں ویسی بنی اور الحمدللہ آپا میرا اظفر اور میری دونوں بیٹیاں اس وقت صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں حالانکہ صفدر کا مزاج بالکل الگ

ہے اور میں اس معاملے میں بہت سخت ہوں' اظفر کی اس پہلی پسند پر میں نے ہاں کہی ہے' جب میں نے حسب نسب پتہ کیا تو پتہ چلا کہ وہ تو آپ کی پوتی ہے۔" سعدیہ نے رباب کی باتیں سن کر ایک گہرا سانس لیا تھا۔

"لو... یہاں تو ہونے لگی تبلیغ۔" وہ دل میں بولیں اور پھر ہنس کر بولیں۔

"آپ بیٹھیئے۔" تو رباب' نور بی بی کے پاس بیٹھ گئی تھیں' عمیرہ اور فائزہ بھی اِدھر آ گئیں۔

"لو... یہاں نور محل کے جھنڈے لہرانے لگے۔" سعدیہ دل میں بول کر مڑ گئی تھیں تبھی سامنے سے ربیعہ چلتی ہوئی آئی تھی' سعدیہ کی نظر پڑی تو وہ بولیں۔

"یہ کیا ہوا ربیعہ تمہیں؟" وہ ربیعہ کا حجاب دیکھ کر چونک پڑی تھیں۔

"کیا ہوا ممانی جان! اچھا نہیں لگتا ہماری امی اور نندیں حجاب کرتی ہیں تو میں نے یہ خود ہی پہن لیا۔"

"اور تمہاری سسرال والے نہیں آئے؟" انہوں نے ربیعہ سے جان چھڑانی چاہی تھی۔

"نہیں، بس میں اور فیصل ہی آئے ہیں۔"

"ارے ہاں کنوینس کا پرابلم ہے تم دونوں تو بائیک پر آ گئے ہوگے۔" وہ ربیعہ کا دل جلا کر چلی گئیں۔

"چلو آئو احمد! تم سے میں نے کہا ہے ناں کہ اِدھر اُدھر مت جانا' تمہاری بہن کی آج انگیجمنٹ ہے اس خوشی کے موقع پر تو تم ہمارے ساتھ رہو اور ہاں... عبیر کہہ رہی تھی کہ میں سامیر کو انوائٹ کر لوں' میں نے سختی سے منع کر دیا' اب میں نے کہہ دیا ہے کہ عبیر تمہیں سامیر کو چھوڑنا ہو گا ہر قیمت پر' میں اسے راضی کر لوں گی' یو نو احمد وہ بہت ضدی اور خودسر لڑکی ہے مگر میں ہینڈل کرنا جانتی ہوں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یس مما! یہ بے حد ضروری ہے' ہم سب کی عزت کا بھی یہ معاملہ ہے' مما آپ نے عبیر کے لیے کیوں نہیں اظفر آفندی کو پسند کیا۔" احمد ڈرتے ڈرتے بولا۔

"تم دیکھتے جائو' اظفر نے خود کرن کو پسند کیا ہے میں نے اس میں کچھ نہیں کیا' بیٹا! میری اس میں پسند اور ناپسند بالکل نہیں شامل' ہو سکتا ہے میں دونوں کی شادی ایک ساتھ کر دوں بس تم دیکھتے جائو میں نے بہت بولڈ اسٹیپ لیا ہے اور یہ جو فہد اور شیزرے کا ماجرا ہے کہ اس نے دو ٹکے کی لڑکی کو سامنے کھڑا کر دیا ہے کہ میں ایکسیپٹ کر لوں گی' کبھی نہیں' اس لڑکی کو کبھی نہیں۔" انہوں نے نفرت سے اپنے اردگرد دیکھا کہ کہیں وہ اُتر کر تو نہیں آگئی اور بڑے دوستانہ انداز میں احمد کا ہاتھ تھام لیا اور بولیں۔

"چلو آئو اوپر تم اسٹیج پر۔" احمد کے پائوں من من بھر کے ہو رہے تھے یوں لگ رہا تھا کہ وہ جیسے پھانسی کے پھندے پر جارہا ہے' مگر وہ ماں کا ہاتھ تھامے اسٹیج پر چڑھ گیا' اظفر آفندی کی طرف سے جب انگوٹھی پہنانے کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

رسم ہوئی تو اظفر نے ڈائمنڈ کی رنگ کرن کی انگلی میں ڈال دی، جھکی جھکائی اور سمٹی سی کرن اسے اس وقت بھی بہت پیاری لگ رہی تھی اور پھر کرن کی طرف سے انگوٹھی اٹھا کر وردہ نے کرن کی نازک سی انگلیوں میں تھمائی تھی، ڈھیروں تالیوں کی گونج اور پھولوں کی بارش اور مووی کیمروں کی روشنی میں اس جوڑے کی رسم کا جونہی اختتام ہوا تبھی سعدیہ کی طرف سے ایک اناؤنسمنٹ ہوئی تھی۔

"اور اب احمد مصطفی! اپنی ہونے والی فیانسی کو رِنگ پہنائیں گے۔" احمد بے جان سا ماں کے برابر میں بیٹھا تھا اور ماں نے اٹھ کر اپنی جگہ پر وردہ کو بٹھا دیا تھا۔

"احمد پلیز!" سعدیہ نے احمد کا بے جان ہاتھ تھام لیا تھا۔

"یہ رِنگ تم وردہ کے ہاتھ میں پہنا دو، اپنی بہن عبیر کو بچا لو احمد! دنیا کی نظروں میں، میں ذلیل ہو جاؤں گی۔" ان کی آنکھوں میں ہلکے ہلکے آنسو اُتر آئے تو احمد نے بے جان انگلیوں میں تھمی ہوئی ڈائمنڈ کی رِنگ وردہ کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہاتھ میں ڈال دی تھی، سعدیہ کی ایک شوخ نظر وردہ کے چہرے سے ہٹ کر احمد کے مایوس چہرے پر آئی تو انہوں نے جھک کر بے ساختہ احمد کے ماتھے پر پیار کیا تھا۔

"تھینک یو بیٹا! تم نے ماں کا مان رکھا ہے یو آر گریٹ، تم نے نور محل کی عزت رکھ لی آج۔" لیکن وہ بے جان یونہی بیٹھا رہا۔

"اماں...!" عذرا کے ہونٹ کھلے کے کھلے رہ گئے، ہر کوئی ہکا بکا رہ گیا۔

"یہ کیا کیا سعدیہ نے؟" اماں حیران ہو کر بولیں اور رامین کی سانس جہاں تھی وہیں رُک گئی۔

"چیٹر، دھوکے باز، کتنی خاموشی سے ہار مان گیا۔"

"کس کو کہہ رہی ہیں آپی! کون ہے وہ؟" ردا حیران ہو کر رامین کو دیکھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں ردا! مجھے تھام لو۔"

"کیا ہوا آپی؟ کچھ تو ہوا ہے آپ کو، خالہ کو بلائوں؟"

"پلیز ردا! کچھ نہیں ہوا مجھے۔" وہ سانس روکے بیٹھی تھی۔

"تو یہ تھا احمد! تمہارا اصلی روپ، جبھی دو دن سے تم میری کال کاٹ رہے تھے، ارے کہہ دیتے احمد! میں خود ہی تمہارے راستے سے ہٹ جاتی، میں نے تو خود کئی پرپوزل تمہارے لیے روک دیئے۔" نور بی بی نے گھبرا کر عمیرہ کا ہاتھ تھاما تھا۔

"کیا ہوااماں! میں ٹھیک ہوں۔"

"نہیں تم ٹھیک نہیں ہو اور نہ ہی اس وقت احمد ٹھیک ہے تم نظر اٹھا کر دیکھو کس قدر نروس اور بجھا ہوا بیٹھا ہے، سعدیہ ایک بار پھر فہد کی طرح احمد کو بھی کھونے جارہی ہے۔"

"نہیں اماں! دعا دیں احمد خوش رہے۔" لیکن عمیرہ کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی اُتر آئی تھی، بشریٰ اور راحمہ بھی بجھی بجھی نظر آ رہی تھیں، ربیعہ بڑے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

غصے سے منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی تھی، عباد بہت گھبرا کر دادو کے قریب آیا تھا۔

"دادو! رامین کہاں ہے؟" عباد جلدی سے رامین کی طرف مڑا تھا۔

"کہاں جارہی ہو رامین رُکو۔" لیکن رامین اس بھیڑ میں سے گزرتی ہوئی اندر چلی گئی تھی۔

"رامین! میری بات سنو، رُکو تو رامین رُکو۔"

"کیا ہے عباد بھائی!"

"تم سمجھنے کی کوشش کرو۔" وہ پلٹ کر دیکھنے لگی۔

"کس کوعباد بھائی! اس چیٹر، دھوکے باز کو، اس بزدل انسان کو جس نے مجھے زندگی کے خواب دکھائے اور اب کس خاموشی سے بیٹھ کر اس نے ممانی کے سامنے سر جھکا لیا۔"

"آئی نو رامین! لیکن احمد کی کچھ مجبوریاں ہیں تم سمجھنے کی کوشش کرو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں عباد بھائی! ہماری بھی بہت ساری مجبوریاں تھیں لیکن اس کے سامنے ایسی کیا مجبوری آئی۔"

"ہے... کوئی مجبوری، تمہیں یہ وقت بتائے گا' میں تو کل چلا جائوں گا لیکن تمہیں زندگی کے کسی موڑ پر میری یہ بات یاد آئے گی کہ کبھی کبھی مجبوریاں محبت کے درمیان فاصلے پیدا کر دیتی ہیں۔" اس نے ایک نظر حریم کے دہکتے ہوئے چہرے پر ڈالی تھی، جو پیچھے پیچھے چلتی ہوئی آئی تھی۔

"پلیز عباد بھائی! آپ جائیں۔"

"چلا جائوں گا رامین! کیا اتنا بُرا لگ رہا ہوں تمہیں۔" تو رامین کے بجائے حریم کی نظریں جھکتی چلی گئیں۔

"رامین! تم بغیر وجہ معلوم کیے احمد سے دور جارہی ہو' فاصلے جب درمیان میں آ جائیں تو کوئی چیز بھی تمہیں ہاتھ پکڑ کر نہیں لاتی اور ہم بچھڑ جاتے ہیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہم قریب کب آئے تھے جو بچھڑنے کی سوچتے۔" رامین آنسو پونچھ کر بولی۔

"فرق تو کوئی نہیں پڑتا رامین! قریب رہیں یا دور لیکن زندگی تو بیت جاتی ہے' کوئی کسی کے لیے نہیں رُکتا۔" عباد نے اس کے گرتے ہوئے آنسو اپنی انگلیوں سے سمیٹ لیے تھے۔

"مجھے معلوم تھا کہ اس وقت تمہارے دل پر جو چوٹ لگی ہے رامین! مجھ سے زیادہ اسے کوئی اور محسوس نہیں کر سکتا۔"

"جائیں آپ اور حریم یہاں سے ورنہ لوگ نجانے کیا کیا باتیں بنانے لگیں گے۔"

"مجھے صرف تمہاری پروا ہے کسی اور کی نہیں۔" اس نے دونوں بازو پکڑ کر اس کا چہرہ اپنے سامنے کرلیا جو سسک سسک کر رو رہی تھی۔

"سوری میں نے آپ کو بھی پریشان کر دیا۔" وہ بہت تیزی سے واش روم کے اندر گئی تھی' لائٹ کھولے بغیر وہ سنک پکڑ کر دل بھر کے روئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس ذلت پر مر جائے کہ احمد اتنے دن تک اس کے ساتھ مذاق کرتا رہا اور جب وقت آیا تو وہ نظریں پھیر گیا' اس دکھ اور احساس سے وہ مر رہی تھی' لائٹ جلائی تو آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر وہ خود ہی نہ پہچان سکی' لائٹ بلیو دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ گیا تھا' آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں' کتنی دیر تک وہ ٹھنڈے پانی سے اپنے چہرے کو دھوتی رہی پھر ٹاول اٹھا کر تھپک تھپک کر اپنے چہرے کو خشک کیا تھا لیکن آنکھوں کی رنگت اس کے دل کے بھید کھول رہی تھی' وہ

برش اٹھا کر اپنے بالوں کو برش کرنے لگی۔

احمد اپنی جگہ ابھی تک ساکت بیٹھا تھا' قہقہے' ہنگامے اور تقریب میں لوگ اب ڈنر کی طرف راغب ہو گئے تھے' نور محل کے سبھی لوگ بجھے بجھے شامل تو تھے مگر اندر سے سب چپ چپ تھے' منظور خود اپنی جگہ بیٹھے رہ گئے تھے' یہ فیصلہ سعدیہ نے خود لیا تھا' کرن سے مسلسل اظفر آفندی بات کرنا چاہ رہا تھا مگر کرن تھی کہ وہ شرم سے بالکل خاموش بیٹھی تھی جب

کہ وردہ مسلسل اظفر آفندی سے ہنس کر باتیں کر رہی تھی اور احمد کی نظریں زمین پر جھکی ہوئی تھیں' وہ کسی سے بھی نظریں نہیں ملا رہا تھا۔

”کمال ہے یار! ہم تو سمجھتے تھے کہ احمد بھائی' رامین آپی کو پسند کرتے ہیں۔“

”تمہاری بات زوہیر سچ ہے مگر کیا کریں احمد بھائی میدان چھوڑ گئے۔“

”یہ اچھا نہیں ہوا ندیم! وردہ اور احمد بھائی کا تو کوئی جوڑ ہی نہیں ہے یہ ممانی نے بہت غلط کیا ہے۔“ زوہیر لقمہ لیتے ہوئے بولا تھا۔

”وہ دادو کہہ رہی ہیں کہ پھپھو کو چھوڑنا ہے۔“

”کیوں خالہ تو ہمیشہ رُک جاتی تھیں' میں دیکھتا ہوں۔“ زوہیر پلٹ کر نانو کی طرف گیا تھا۔

”نانو! کیا ہوا خالہ رُک کیوں نہیں رہیں؟“

"میں تو یہی کہہ رہی ہوں کہ بیٹا یہ رُک جائے' رات کافی ہو گئی ہے مگر بچیاں ہیں کہ ضد کر رہی ہیں۔"

"کیوں ضد کررہی ہیں؟ کیا ہو گیا ہے تمہیں راحمہ!" وہ بجھی بجھی راحمہ کی طرف پلٹاتھا۔

"کچھ نہیں زوہیر بھائی! صبح کالج جانا ہے' امی کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔"

"لیکن رامین آپی کی تو چھٹیاں ہیں خالہ! آپ آج یہیں رُک جائیں۔" زوہیر نے دونوں ہاتھ عمیرہ کے گلے میں ڈال دیئے تھے۔

"میرا کیا ہے بیٹا! تم لوگ آپس میں فیصلہ کر لو۔"

"بس فیصلہ ہو گیا' فیصلہ کیا کرنا خالہ! اتنے دن کے بعد تو آئی ہیں تو کیا یونہی چلی جائیں گی' ابھی تو ہم احمد بھائی سے کافی پئیں گے۔"

"پہلے ہی دل جل رہا ہے تم اور دل جلائو۔" رداہنس کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اچھا ... تو تمہارا دل جل رہا ہے کیوں بھئی' کرن کو دیکھ کر۔"

"جی نہیں..." تبھی بیچ میں آ کر ربیعہ بولی۔

"اچھا امی! ہم تو جا رہے ہیں۔" وہ چپ چپ فیصل کے ساتھ باہر کی طرف پلٹی تھی' عبیر اپنی دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھی۔

"ایکسکیوزمی' میں ابھی آتی ہوں۔" وہ اپنی دوستوں سے ہٹ کر ربیعہ کا ہاتھ پکڑ کر بولی تھی۔

"کیا ہوا ربیعہ! تم نے اپنی حالت کیا بنا لی' سچ تو یہ ہے کہ میں اپنی دوستوں سے ملوا بھی نہ سکی کہ وہ کیا سوچیں گی۔"

"کیوں ایسا کیا ہو گیا؟" وہ اپنے حجاب کو درست کرتے ہوئے بولی تھی۔

"آئی مین' یہ حجاب... کیا ان لوگوں نے زبردستی تمہیں یہ پہنا دیا' کارٹون بنا کر رکھ دیا تمہیں۔"

"نہیں عبیر! میں نے اپنی مرضی سے پہنا ہے میں خود کو بہت محفوظ سمجھتی ہوں اب۔"

"چلو تمہاری مرضی۔" اس نے ایک نظر سامنے کھڑے ہوئے فیصل پر ڈالی جو ربیعہ کے انتظار میں رُکا ہوا تھا۔

رات عمیرہ پھر یہیں سب کے بے حد اصرار پر رُک گئی تھیں، پارٹی کے اختتام پر سعدیہ بہت خوش نظر آ رہی تھیں، جیولری کے سیٹ جو کرن کے لیے آئے تھے وہ تمام چیزیں جو اِن کے بھائی نے ان کو اور ان کے بچوں کے لیے دی تھیں سبھی نے بے حد تعریف کی تھی اور بار بار وہ عمیرہ کے سامنے چیزیں کھول کھول کر دکھا رہی تھیں، سبھی ان کی چیزوں کی تعریف کر رہے تھے۔

"ارے رامین! تم تو نظر ہی نہیں آئیں پورے فنکشن میں۔"

"نہیں ممانی! میں تو سامنے ہی بیٹھی تھی۔"

"کیسی لگی تمہیں وردہ اور احمد کی جوڑی؟" وہ اس کا دل جلا کر بولی تھیں۔

"ارے چچی جان! سب لوگ آپ کی تعریف کر رہے تھے کہ کیا پسند ہے آپ کی۔" حریم جلدی سے بات گھما گئی۔

"واقعی میں... میں تو سمجھی تھی کہ تم لوگوں کو میری پسند پر اعتراض ہو گا، خیر چلو اب میں بہت مطمئن ہوں، پہلی بار میں نے اتنا بڑا فیصلہ لیا ورنہ منظور تو بس یونہی ٹالتے رہتے، ویسے بھی بھائی میاں تو امریکہ چلے جائیں گے وردہ بے چاری اکیلی رہ جاتی، ہمیں اور بھائی میاں کو ابھی تک یقین نہیں آیا کہ وردہ ایگری ہو جائے گی احمد کے لیے مگر قسمت، وہ اماں کیا خوب کہتی ہیں کہ جوڑے اوپر آسمانوں پر بنتے ہیں۔"

"ہاں سعدیہ! جوڑے آسمانوں پر ہی بنتے ہیں، مقدر کا لکھا ہوا کوئی نہ ٹال سکتا ہے نہ مٹا سکتا ہے جو جس کا نصیب ہوتا ہے اسے مل کر ہی رہتا ہے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔"

"بس اماں! جس کا نصیب تھا اُسے مل گیا، اب آپ کرن کو دیکھ لیں، اماں کیا اسٹیٹس ہے ان لوگوں کا، کیا دولت ہے ان لوگوں کے پاس، آپ تو سب

کچھ جانتی ہیں اور احمد کو دیکھیئے خود اس کی خواہش تھی کہ میں وردہ سے کروں گا۔“

”ہاں وہ تو مجھے دکھائی دے رہا ہے چھوٹی دلہن! کہ احمد بہت خوش ہے۔“

”ارے کہاں اماں! وہ جو چپ اور اداس بیٹھا تھا ناں وہ فہد کے لیے بضد تھا کہ فہد کو بلائو‘ اب فہد کو بلانا اتنا آسان تو نہیں ہے وہ اپنی ڈیوٹی پر ابھی ابھی گیا ہے کوئی کھیل تماشا ہے کہ فہد ابھی گیا ہے اور ہم پھر اسے بلا لیں اور وہ دوڑا چلا آئے‘ یہ تو ایک چھوٹی سی گیدرنگ تھی‘ وہ تو شایان نے اور صفدر بھائی نے ایک جشن کا سا سماں کروا دیا‘ ہم نے تو اتنے انوی ٹیشن دیئے بھی نہیں تھے جتنے لوگ آ گئے‘ دراصل پروڈکشن ہائوس میں کام کرنے والے تھے سیریل میں کام کرنے والے سب آرٹسٹوں کو انوائٹ کرلیا تھا‘ اب آپ جانتی ہیں کہ ایک آرٹسٹ تو اکیلے کہیں نہیں آتا جاتا ‘ منظور تو خود گھبرا گئے تھے لیکن فائیو اسٹار کی کیٹرنگ تھی اماں‘ یہ معمولی بات تو نہیں ہے‘ کھانے کے ساتھ ساتھ اماں ان کی سروس کتنی اچھی تھی‘ ان کا

ڈیکوریشن اور ان کا اپنا ایک اسٹائل ہوتا ہے‘ سچ اماں مسز صفدر بہت امپریس ہو کرگئی ہیں‘ بار بار کرن کو پیار کررہی تھیں‘ اتنے اچھے لوگ اماں اور آپ ان سے کنارہ کش ہو گئیں‘ ایسے لوگ خود نہیں ملتے اماں‘ ان سے تعلق رکھنا پڑتا ہے۔“ انہوں نے بڑے تکبرانہ انداز میں اپنے اطرا ف میں بیٹھی ہوئی عمیرہ کی بچیوں پر نظر ڈالی تھی۔

”تم ٹھیک کہہ رہی ہو سعدیہ!“ لیکن سعدیہ کو تو صرف سنانے کی عادت تھی وہ اپنی کہہ کر جا چکی تھیں۔

......☆☆☆......

رامین کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی‘ تبھی دروازے پر ہلکا سا کھٹکا ہوا تو شیزرے اندر آئی تھی۔

”کیا ہوا رامین؟“ اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

”کچھ نہیں شیزرے! ہم غریبوں کی قسمت ایسے ہی لکھی جاتی ہے۔“

"مجھے تو حریم نے ابھی بتایا ہے' احمد بھائی ہیں کہاں؟"

"مجھے کیا معلوم کہ اب وہ کہاں ہیں' میرا ان سے تعلق ایک پل میں ٹوٹ گیا' اس نے مجھے دھوکا دیا' یو نو شیزرے! میں امی کو کس کس بہانے سے ٹالتی رہی ہوں' کیا کیا نہ جتن کیے' اس کی خاطر اور وہ مجھے جھوٹی تسلیاں دیتا رہا۔"

"نہیں رامین! احمد بھائی ایسے نہیں ہیں' نجانے ان کی کیا مجبوریاں ہوں گی۔"

"ہم سے بڑی بھی کسی کی مجبوریاں ہوں گی' پھر بھی وہ ہم سے بڑا مجبور نکلا۔"

"کیسے لگ رہے تھے کرن اور اظفر آفندی۔"

"بہت خوبصورت کپل تھا۔"

"اور احمد بھائی...؟" وہ بہت آہستہ سے بولی۔

"دونوں جچ رہے تھے' امیر زادے کیسے لگتے ہیں ویسا ہی لگ رہا تھا وہ۔"

"لیکن حری تو کہہ رہی تھی کہ بہت اپ سیٹ تھے احمد بھائی۔"

"پتہ نہیں شیزرے! کون کیسا لگ رہا تھا۔" وہ کمرے سے اٹھ کر بالکنی میں چلی گئی تھی تب حریم کچھ ڈھونڈتی ہوئی اندر آئی تھی۔

"حریم! تم نے ابھی تک چینج نہیں کیا۔"

"ہاں شیزرے! میں خالہ کے پاس بیٹھ گئی تھی دل بہت اداس ہے یہ سب کیا ہو گیا' چھوٹی ممانی نے یہ ٹھیک نہیں کیا' بہت اپ سیٹ ہے رامین۔"

"کیا کروں حریم! مجھے تو خود کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ سب کیا ہو گیا' کل عباد بھائی بھی چلے جائیں گے' کس کی نظر لگ گئی۔"

"ہم نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔" حریم اداس لہجے میں بولی۔

"پتہ نہیں حری! نجانے کیوں پتہ نہیں ہمیں یہ سب اچھا نہیں لگا' صبح کرن بھی ملی تھی تو بہت بجھی بجھی اور اپ سیٹ سی لگ رہی تھی۔"

"کیا کرسکتے ہیں ہم لوگ' اتنی جلدی میں چھوٹی ممانی نے فیصلہ کیا ہے اور ہم سب تو سن کر شاکڈ رہ گئے ' امی تو جہاں بیٹھی تھیں بیٹھی رہ گئیں' عمیرہ خالہ بھی چپ چپ ہیں۔"

......☆☆☆......

احمد نے بڑے غصے سے اٹھ کر ونڈو پر پڑے ہوئے کرٹن کو کھینچا تھا' کہر میں ڈوبا ہوا گہرا اندھیرا تھا یوں لگتا تھا نہ چاند نکلا تھا نہ ستارے ٹمٹمائے تھے بلکہ پوری فضا میں اضمحلال طاری تھا۔

"یہ کیا' کیا احمد تم نے؟"اس نے پلٹ کر آئینے میں خود کو دیکھا۔

"بزدل... بے بس انسان ہو تم۔"

"نہیں میں اتنا بے بس نہیں تھا' کیا سوچے گی وہ تمہارے بارے میں' وہ ساری باتیں وہ سارے دعوے سب جھوٹے تھے' احمد تم نے مجھے چیٹ کیا' وہ یہی لکھ کر بھیجے گی مجھے۔" بیپ کی آواز پر اس نے سیل آن کیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"چیٹر' دھوکے باز' بزدل کہیں کے۔" اس نے میسج پڑھ کر سیل آف کر دیا تھا۔

"سچ ہے میں جھوٹا ہوں' بزدل ہوں اور چیٹر بھی ہوں مگر دین و محبت کے درمیان میں ہار گیا' یہ تم کبھی نہیں جان سکو گی۔احمد! تم کبھی سچ نہیں بول سکو گے کہ تمہارے اور مما کے درمیان کیا تھا' یہ جانتے ہوئے بھی کہ وردہ اور تم بہت فاصلے پر ہو پھر بھی تم درمیان میں آ گئے' بس ہماری اور تمہاری رفاقتوں کا یہی انجام تھا' مما نے جو چاہا وہی ہو گیا' میں اپنے چہرے کو واش نہ کر سکوں گا ' یہ داغ' یہ دکھ کا ملال جو آج میری روح میں اُتر رہا ہے تمہیں کیسے فیس کروں گا' نور محل کے اندر میں کیسے جی سکوں گا' مجھے اپنا ملال یا دکھ نہیں ہے' دکھ مجھے اس بات کا ہے کہ تمہارا دل دُکھا ہو گا' تمہاری آنکھوں سے آنسو بھی بہے ہوں‌گے' مجھے دکھ اس بات کا نہیں ہے کہ میں تمہیں پا نہ سکا' مجھے دکھ اس بات کا ہے جو لوگ مجھ سے محبت کرتے تھے وہ لوگ کتنے ہرٹ ہوئے ہوں گے' محبت اور دین کے درمیان احمد اپنا

WWW.PAKSOCIETY.COM

فیصلہ کر گیا‘ شاید یہی ایک فلاح کا راستہ تھا جس پر میں آنکھ نہ بند کر سکا‘ میری بے بسی تمہاری آنکھوں سے چھلکتی رہے گی‘ میرے اندر کا کرب تمہاری روح میں اتر گیا‘ میرا چہرہ کبھی تمہاری نظروں میں نہیں آئے گا‘ آج میں نے احمد کو مار دیا‘ وہ ہارا ہوا اور بے انسان ہے‘ ہٹاؤ اپنا چہرہ احمد آئینے کے سامنے سے میں اس کو نہیں دیکھ سکتا۔یہ دھند شیشے کے پار کیوں چھائی ہے چاند کیوں نہیں نکلا؟ یہ اندھیرا ہٹاؤ میری نظروں کے سامنے سے‘ ہٹاؤ اس سیاہ رات کے اندھیرے کو۔“ اس نے ونڈو کے شیشے پر زوردار پنچ مارا تھا‘ زوردار چھناکے کی آواز بند کمرے میں گونجی تھی‘ کرن ٹھٹک کر رہ گئی وہ پلٹ کر بابا کے کمرے کی طرف دوڑی۔

”بابا! احمد بھائی کے کمرے میں کچھ ہوا ہے۔“ منظور ننگے پاؤں بہت تیز رفتاری سے احمد کے کمرے کے اندر گئے تھے‘ اندھیرے خاموش کمرے میں ایک لمحے کو روشنی کر کے انہوں نے احمد کو دیکھا تھا تو احمد ونڈو کی کرٹن سے باہر دیکھ رہا تھا۔

”احمد...!“ منظور نے تڑپ کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

”کیا ہوا احمد؟“ سعدیہ قریب آ گئی تھیں‘ منظور نے ایک نظر سعدیہ پر ڈالی تھی اور احمد کا ہاتھ تھام کر بیڈ پر لے آئے تھے‘ سرخ سرخ خون زمین پر گر رہا تھا۔

......☆☆☆......

”احمد...! یہ تم نے کھیل کھیلا ہے‘ میں غریب ضرور تھی لیکن تم نے میرے نفس کو توڑ دیا‘ محبت کے اس رشتے کو تم نے بے وقعت کر دیا‘ اگر ایسا ہی کچھ تھا تمہارے دل میں تو مجھ سے کہا ہوتا احمد‘ میں تمہیں خود چھوڑ دیتی‘ اپنے نفس کو تو میں نے کبھی محسوس ہی نہیں کیا‘ امی‘ ہماری بہنیں ہمیشہ میرے نفس کا ایک حصہ رہی ہیں‘ میں انہی کے لیے زندہ تھی اور تم نے ان کی ہی محبت کو پاش پاش کر دیا‘ ربیعہ کی بجھی بجھی نظریں‘ امی کے تھکے ہوئے کندھے‘ راحمہ کے ہونٹوں کی بے بس مسکراہٹ‘ بشریٰ کا زور زور سے قہقہے لگانا اس کی بے بسی کا اظہار تھا‘ حریم کی بھیگی ہوئی پلکیں‘ عباد

بھائی کا گھبرا کر مجھے تھام لینا مجھے اندر سے توڑ رہا ہے' میں نے تو کبھی تمہارے خواب نہیں دیکھے تھے ہمارے اور تمہارے درمیان ایسا تو کچھ نہیں تھا تمہاری چھوٹی چھوٹی شرارتوں نے مجھے اتنا قریب کر دیا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی میں تم سے قریب آ گئی' یاد کرو اپنی شرارتیں' اتنی کسی کی جرأت ہے کہ کوئی ہمارے قریب آ جائے ' دکھ اس بات کا نہیں ہے کہ تمہاری زندگی میں کوئی اور آ گیا دُکھ ہمیں اس بات کا ہے کہ میں تمہارے اتنے قریب کیوں آئی' تمہیں کیوں نہ پہچان سکی' سب کی نظروں میں' میں کتنی معتبر بنی پھرتی تھی' جب تم نہیں آئو گے تو شہر کے لیے کوئی جواب نہیں ہے میرے پاس' مجھے تو یوں لگ رہا ہے کہ میں راہ میں پڑا ہوا معمولی سا پتھر ہوں جسے تم ٹھوکر لگا کر چلے گئے' ایک بار تو مجھ سے کہا ہوتا تم نے' میں ایسا جواز لے کر آتی کہ کسی کے پاس کوئی سوال نہ ہوتا' تم نے مجھے بے وقعت بنا کر رکھ دیا' تم جی سکو گے تو میں بھی جی لوں گی یہ زخم بھر جائے گا احمد مگر دکھ اور ملال دل سے کبھی نہیں جائے گا' کتاب میں تاعمر لکھا رہے گا۔

"مٹا کر رکھ دوں میں اپنی ہستی احمد"

واقعی تم نے مجھے مٹا کر رکھ دیا' تم تو نہ مٹے مگر رامین مٹ گئی احمد۔" اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں' دور تک اندھیرا ہی اندھیرا تھا یوں لگتا تھا کہ سیاہ رات کا اندھیرا اب کبھی سویرے میں نہ بدلے گا' رات کا تاریک پہر آج نور محل میں بہت گہرا اندھیرا لے کر آیا تھا یوں لگتا تھا اب سورج کبھی نہیں نکلے گا' محبت کرنے والوں کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

وہ بغیر چینج کیے ہوئے لائٹ آف کر کے بیڈ پر تکیہ سمیٹ کر گر پڑی تھی' کتنی بے بسی اور مجبوری تھی جو اُسے رونے پر مجبور کر رہی تھی مگر آنسو سمیٹنے والا بہت فاصلے پر تھا' یوں لگ رہا تھا کہ جیسے زندگی کی لے ٹوٹ رہی ہو۔

......☆......

"محبت کیوں ہوتی ہے ایسی کہ جسم و جاں سے روح کھینچ لیتی ہے' احمد بھائی کے بوجھل قدم' عباد کے جھکے ہوئے کندھے اور رامین کا بات بات پر مسکرا

دینا اتنا سب آسان تو نہیں ہے' زندگی کا سفر کتنا دشوار ہوتا ہے ایک ایک پل مری ہوں میں اس کے لیے اور اب وہ کل پھر مجھ سے دور جا رہا ہے' میں کیسے اسے اللہ حافظ کہہ سکوں گی' کیسے بول سکوں گی۔" روتے روتے چہرہ آنسوئوں سے بھیگ گیا تو اس نے دوبارہ کروٹ بدل کر تکیے کو اپنے چہرے سے لگا لیا' یوں جیسے کوئی دور جا رہا ہو اور وقت رخصت کوئی کسی کے سینے میں سما جائے' بس اُسی کیفیت سے وہ دوچار تھی اندھیرے میں سر نیواڑے سسکیاں لے لے کر وہ روتی رہی ہلکی سی آہٹ پر اس نے اپنی سانسیں روک لیں تبھی عباد اندر آیا تھا' بے دھیانی میں وہ سیدھا واش روم گیا پلٹ کر جب اس نے لائٹ آن کی وائٹ کپڑوں کی گٹھری سی بنی وہ بے سدھ وائٹ تکیے کے ساتھ لپٹی ہوئی تھی روشنی جلتے ہی اس نے سر اٹھایا تو چہرہ آنسوئوں سے بھیگ رہا تھا' عباد بے اختیار تڑپ کر اس کے قریب آ گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا کر سکتے ہیں ہم حری! یہ احمد کا اپنا فیصلہ تھا میری طرح وہ بھی ہو سکتا ہے کسی مجبوری کے تحت ہاں کہہ گیا' دکھ تو مجھے بھی بہت ہے۔" اس نے بھیگا ہوا چہرہ اٹھایا تووہ آنکھیں نہ ملا سکی اور سسکتے ہوئے چہرہ جھکا گئی۔

"پلیز حری! اس طرح مت روئو' عجیب ماحول ہو گیا ہے گھر کا' پاپا ابھی تک جاگ رہے ہیں' دادو نے کتنی دیر سے سجدے سے سر نہیں اٹھایا' پھپھو سے میں نظر نہیں ملا سکا' میں کچھ نہیں کر سکا کسی کے لیے بھی اور میں کل جا رہا ہوں تم فیس کرنا سیکھو' رامین کا دھیان رکھنا' ان پر یہ بہت مشکل وقت ہے' میں احمد اور رامین کی فیلنگز جانتا ہوں' چھوٹی چچی نے یہ اچھا نہیں کیا' فہد کا ری ایکشن کیا ہوگا۔" وہ اپنے آنسو پونچھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں جا رہی ہو تم اس وقت؟" عباد نے بہت غور سے اُسے دیکھا اس کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

"میں کہاں جائوں گی جا تو آپ رہے ہیں۔" اس نے اپنے آنسو پونچھ لیے۔

”اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے‘ میں احمد نہیں ہوں کہ محبت کسی اور سے کروں اور شادی کسی اور سے۔“ آج وہ بولنا بھول گئی۔

”بہت آپ سیٹ ہو۔“ تو وہ اپنا رُخ پھیر گئی۔

”کیا ہوا حریم! کیا میں تم سے بات بھی نہیں کر سکتا‘ چلو کوئی بات نہیں بس ایک رات اور برداشت کر لو پھر تو میں چلا جاؤں گا۔“ اس نے تکیہ اٹھا کر جھکے ہوئے سر کو دیکھا اور بولا۔

”ویسے میں نے تمہیں کبھی سفید کپڑوں میں نہیں دیکھا‘ آج تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔“ وہ ہنس کر تکیہ اٹھا کر کمرے کے دوسرے سرے پر پڑے ہوئے صوفہ کم بیڈ کی طرف بڑھ گیا‘ وہ جہاں کھڑی تھی کھڑی رہ گئی‘ پاؤں من من بھاری ہو گئے‘ نہ اس کا ہاتھ پکڑا نہ اس کا چہرہ اپنی طرف کر کے اس کے آنسو پونچھے بلکہ وہ ایک شریر سی مسکراہٹ اس پر ڈال کر مڑ گیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رات آہستہ آہستہ بیت رہی تھی‘ اس نے پلٹ کر دیکھا وہ واقعی گہری نیند میں جا چکا تھا‘ وہ آہستہ سے اٹھی اور اپنے بھاری دوپٹے کو سنبھالتی ہوئی جو کہ پنوں سے الجھ گیا تھا ساری پنوں کو نکال کر اس نے ڈریسنگ ٹیبل پر ڈال دیا‘ ہلکی ہلکی مدھم نیلی روشنی میں اس کا عکس آئینے میں نظر آ رہا تھا‘ نیند کوسوں دور تھی‘ اس نے آہستہ سے دراز کھول کر اپنی ڈائری نکالی‘ گزرے لمحوں کی لمبی کہانی بکھری پڑی تھی جوں جوں وہ صفحے پلٹ رہی تھی گزری ہوئی کہانی عباد کی محبتوں کے سارے رنگ لمحہ لمحہ کر کے بکھر رہے تھے اور اب وہ شخص سارے لمحے سمیٹ کر کل جا رہا تھا‘ اَنا کے رستے بہت دشوار تھے زندگی اس کے بنا اتنی سہل نہ تھی‘ ”وہ ہاتھ چھڑا کر چلا جائے گا اور میں رستہ بھول جاؤں گی‘ قصور اس کا نہیں میری بدگمانیوں کا ہے‘ جنہوں نے فاصلے طویل کردیئے تھے اور اب جب تم جا رہے ہو تو دل اس دکھ سے رو رہا ہے کہ میں تمہاری کہانی سے اتنی انجان بھی نہیں ہوں‘ سب جان چکی ہوں پھر بھی عباد! ہم فاصلے پر رہے‘ نجانے کیوں اب سب کچھ جانتے ہوئے بھی یہ دل تمہارا ہو رہا ہے‘ مجھ میں ایک لمحہ بھی جینے کی ہمت نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے میں خود کو ہار دوں گی اگر تم مجھے معاف کیے بغیر چلے گئے تو میں ایک لمحہ نہ جی سکوں گی۔" آنسوئوں پر اب اس کا اختیار نہیں تھا وہ بے خودی میں چلتی ہوئی عباد کے بے حد نزدیک آ کر جھک کر فرش پر بیٹھ گئی' نیند میں جھولتا ہوا ہاتھ تھام کر اس نے اپنا چہرہ اس کے بازوئوں پر ٹیک دیا' وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔

"کیا ہوا حریم!" وہ تڑپ کر اٹھ گیا' وہ صوفے پر سر ٹیکے روئے جا رہی تھی۔

"پاپا تو ٹھیک ہیں۔" اس کی آواز بہت دور سے آتی محسوس ہورہی تھی۔

"ہاں پاپا ٹھیک ہیں۔" وہ بیڈ کا سہارا لے کر کھڑی ہوئی۔

"تو پھر کیا ہوا؟" عباد ابھی تک سمجھ نہیں پایا۔

"عباد...!" اس کی آواز ہچکیوں میں ڈوب رہی تھی۔

"بولو حریم! کیا ہوا؟" وہ نیند سے بوجھل آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"عباد! مجھے چھوڑ کر مت جائو۔" صدیوں کی مسافت کے بھنور ٹوٹ گئے تھے۔

"واٹ...؟" عباد شاکڈ سا بولا تھا۔

"اب اتنا انجان بننے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔"

"او نو..." وہ اپنی پرانی شرارت سے ہنس کر بولا۔

"او یس..." بچپن کا کوئی لمحہ نور محل کے باغ میں کھیلی جانے والی آنکھ مچولی کا پرانا کردار جاگ پڑا تھا' وہ شرم سے چہرہ موڑ گئی' مگر اس نے شرارت سے اس کے جھکے ہوئے سر کو اوپر اٹھا کر بہت غور سے دیکھا تھا' اس کی آنکھوں میں اچانک شرارت اُتر آئی تھی۔

"میں ابھی آئی۔"

"کہاں جا رہی ہو؟" وہ شوخ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"چینج کر لوں۔"

"او نو... حری! تم اسی ڈریس میں مجھے اچھی لگ رہی ہو' مجھے افسوس ہے۔"

وہ بڑی اداس شکل بنا کر دیکھنے لگا۔

"کس بات کا؟" وہ حیرت سے پوچھنے لگی۔

"آج پوری تقریب میں' میں اوائیڈ کرتا رہا' میں نے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا حری! جبکہ بار بار رِدا اور بشریٰ مجھے کہہ رہی تھیں کہ آج حری آپی بہت اچھی لگ رہی ہیں۔"

"او نو عباد! میں تو ڈر گئی تھی تم نے ایسا فیس جو بنایا تھا۔"

"چلو چھوڑو یہ فضول باتیں' میرا وقت ضائع مت کرو' صبح سات بجے میری فلائیٹ ہے۔"

"جی نہیں' میں اب کبھی بھی تمہیں خود سے دور نہیں جانے دوں گی۔"

"اچھا تو یہ بات ہے۔" وہ شوخی پر اتر آیا۔

"عباد! چھوڑو میرا ہاتھ' عباد میرا دوپٹہ..." وہ بے تحاشا اس پر جھپٹی تھی۔

"یو نو صبح سات بجے میری فلائیٹ ہے میں چلا جائوں گا۔"

"دس از ناٹ فیئر' اونلی بلیک میلنگ۔" وہ ہنستے ہنستے دوسری جانب پلٹی تھی تو عباد نے اس کا رُخ اپنی طرف موڑ لیا تھا' عباد کی آنکھوں میں ایک گہری شرارت اُتر آئی تو اس کی آنکھیں خودبخود شرم سے بند ہوتی چلی گئیں۔

گہری سیاہ رات کا سورج نکلا مگر بہت دیر کے بعد صبح وہ سو کر اٹھی تو اس نے گھبرا کر کلاک کی طرف دیکھا تھا' دس بج رہے تھے' اس نے سوئے ہوئے عباد پر ایک نظر ڈالی جو گہری اور پرسکون نیند سو رہا تھا' آدھا دوپٹہ اس کا اس کی پیٹھ کے نیچے اور آدھا بیڈ سے نیچے لٹک رہا تھا' نہایت قیمتی دوپٹہ اس نے جلدی سے کھینچنا چاہا مگر وہ وہیں کی وہیں تھم گئی کہ کہیں عباد کی آنکھ نہ کھل جائے' اس نے ہنستے ہوئے ایک نظر سوئے ہوئے عباد کو دیکھا اور آئینے میں اپنے وجود کو دیکھ کر وہ مسکرا پڑی۔

......☆☆☆......

صبح بہت گہری خاموشی تھی، رات ہی عباد اٹھ کر کسی پہر ندیم کو بتا گیا تھا کہ وہ سونے جا رہا ہے، وہ پاپا اور دادو کو بتا دے کہ وہ کچھ دن بعد واپس جائے گا۔دن کے بارہ بج رہے تھے لیکن ابھی تک گہری خاموشی تھی، عمیرہ واپس جانے کی تیاری کیے بیٹھی تھیں، تبھی ندیم سامنے سے گزرا تو اسے عمیرہ پھپھو بیگ بند کرتی ہوئی نظر آئی تھیں۔

"کیا ہوا پھپھو! آپ جا رہی ہیں، آج تو سنڈے ہے شام تک تو رُکیں۔" وہ جاتے جاتے ٹھہر گیا۔

"پھر آ جاؤں گی بیٹا! ابھی میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔"

"پھپھو! میں چلتا ہوں آپ کو چھوڑنے مگر لنچ کے بعد، ایسے کیسے آپ بارہ بجے چلی جائیں گی، ایسا کیا ہو گیا ہے سب چپ چپ ہیں، عباد بھائی نے اپنی فلائیٹ تبدیل کر لی، حریم آپا ابھی تک باہر نہیں آئیں اور تو اور ممی ابھی تک سو رہی ہیں، اتنی گہری خاموشی ہے، پھپھو آپ لوگوں نے ناشتہ بھی کیا ہے یا نہیں میں تو خود ابھی ابھی اٹھا ہوں۔" ندیم جان کر بولے چلا گیا۔

"بیٹا! میں تو خود یہی چاہ رہی ہوں مگر تمہاری پھپھو ہی نہیں مان رہیں۔"

"نو دادو! اُس دور کے نہیں اِس دور کے بچے اپنی مائوں کی خلاف ورزیاں کرنے لگے۔" تو یہ سن کر رِدا کو ہنسی آئی تھی، ہلکے سے عمیرہ بھی مسکرائی تھیں۔

"امی! ہم نے تو اپنی چیزیں رکھ لیں۔" سامنے سے رامین آئی تھی۔

"کوئی نہیں جا رہا ابھی۔" ندیم نے زور سے رامین کے ہاتھ سے بیگ کھینچا تھا وہ گرتے گرتے بچی تھی۔

"ندیم! تم تمیز سے نہیں رہ سکتے، یہ کوئی طریقہ ہے روکنے کا، جاؤ اپنی ماں کو جگاؤ کہ عمیرہ جا رہی ہے اپنے گھر۔" دادو بجھے بجھے لہجے میں بولیں۔

"فی الحال تو میرا حکم چلے گا دادو! پھپھو کہیں نہیں جائیں گی، میں خود چھوڑنے جاؤں گا۔"

"نہیں ندیم! کوئی ضرورت نہیں ہے ہم لوگوں کو ڈراپ کرنے کی، ہم ٹیکسی سے آئے تھے اور ٹیکسی سے ہی چلے جائیں گے، ویسے بھی ہمیں گاڑی کی عادت نہیں ہے۔"

"لیکن ہماری پھپھو کو تو ہے کیوں پھپھو؟ دادو بتاتی ہیں کہ آپ اچھی ڈرائیو کر لیتی تھیں۔" عمیرہ کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی اور انہوں نے اپنا رُخ دوسری طرف کر لیا، ندیم نے ان کی دُکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا، شادی سے پہلے عمیرہ ڈرائیو کرنا جانتی تھیں لیکن شادی کے بعد، بس ہر بیٹی کا نصیب اللہ اچھا کرے، شوہر بے حد تنگ دل اور عیاش قسم کے نکلے، یہی نہیں چار بچیوں کے بعد انہوں نے دوسری شادی بھی کر لی، اور یوں عمیرہ جو گھر کی سب سے لاڈلی تھیں تنہا زندگی گزارنے پر مجبور رہیں جبکہ ماں باپ کا کہنا تھا کہ وہ نور محل میں کسی بھی پورشن میں آ جائیں مگر انہوں نے تنہا رہنا پسند کیا اور آج ندیم نے ان کی دُکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ دیا، کل کی عمیرہ آج چار جوان بچیوں کی ماں تھیں، رامین کے سہارے زندگی گزارنا

اتنا سہل تو نہ تھا پھر بھی وہ رامین کی خوشی کی خاطر چپ تھیں، احمد انہیں بھی بہت پیارا تھا، خواب دیکھنا تو ہر ماں کا حق ہے جو کچھ کل ہوا اگرچہ اس کے اثرات ماحول میں تھے لیکن پھر بھی نجانے کیوں نور بی بی نے فجر کے بعد ہی کہہ دیا تھا۔

"مجھے تو ہر طرف پھول ہی پھول کھلتے نظر آ رہے ہیں، فیصلہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے ہم کوئی بات خود سے کر ہی نہیں سکتے۔" تبھی مسکراہٹ کے ساتھ سعدیہ زینے سے آہستہ آہستہ اترتی ہوئیں نور بی بی کے سامنے نمودار ہوئی تھیں، محبت پاش نظروں سے عمیرہ سے ملنے کے بعد اماں کے برابر ہی میں آ کر بیٹھ گئی تھیں۔

"بس کیا کروں اماں! رات اتنی دیر سے ہم لوگ سوئے، منظور کو تو رات بھر خوشی کے مارے نیند ہی نہیں آ رہی تھی، ویسے بھی احمد اور وردہ رات بہت دیر سے گھر پہنچے۔" ان کی آنکھوں کی چمک رامین کے چہرے پر گری تھی جو صبر اور ضبط کے سارے رشتے سمیٹے ہوئے خاموش بیٹھی تھی۔

"بہت دیر سے آنکھ کھلی میری، میں تو عباد کو خداحافظ بھی نہ کہنے آ سکی، میں نے تو احمد کو بھی بہت ڈانٹا کہ یہ کیا بات ہوئی، عباد تمہارا کزن ہی نہیں بڑا بھائی ہے وہ نجانے کتنے برسوں کے لیے جا رہا ہے اٹھ کر مل آئے مگر وہ ہے ابھی تک اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہا، اٹھا تو مجھ سے بھی نہیں جا رہا تھا اماں! مگر میں پھر بھی آ گئی کہ بھابی جان اداس ہوں گی۔"

"خیر تمہاری بھابی جان اداس تو نہیں ہیں صبح ہی اٹھ گئی ہیں بڑی خوش خوش گھوم رہی ہیں، فی الحال عباد نے اپنا پروگرام آگے بڑھا دیا ہے۔"

"وہ کیوں اماں؟" انہیں اندر سے بڑی گھبراہٹ سی ہوئی۔

"کیوں بڑھا دیا پروگرام، اس کی کوئی خاص وجہ"؟

"ہاں چھوٹی چچی! عباد بھائی کہہ رہے تھے کہ احمد بھائی کی انگیجمنٹ کے بعد دو چار دن اور اس خوشی کو انجوائے کر کے جائوں گا۔"

"خیریت تو ہے ندیم! اتنی محبت عباد کو کب سے احمد سے ہو گئی۔"

"جب سے چچی جان! انگیجمنٹ ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب ہے، کیا کہنا چاہ رہے ہو تم؟"

"کچھ نہیں چچی جان! میں تو مذاق کر رہا تھا آپ سے۔" ندیم کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"میں تو سمجھی تھی عمیرہ جا چکی ہوں گی۔" وہ رُخ موڑ کر عمیرہ سے مخاطب ہوئیں۔

"نہیں بھابی جان! عمیرہ آپا تو دو چار دن رہ کر جائیں گی، یہ عباد کا فیصلہ ہے۔" فائزہ پٹ سے بول پڑی تھیں

"کیوں فائزہ! کوئی نیا تماشا کرنا ہے یہاں پر۔"

"نہیں بھابی جان! آپ اس کی فکر نہ کریں، بچیوں کی چھٹیاں ہیں اس لیے ہم لوگ دوچار دن اپنے گھر میں رہ کر جائیں گے، آپ کو اگر کوئی پرابلم ہے تو بتا دیں۔"

”فائزہ! میں اس لہجے میں بات کرنے کی عادی نہیں ہوں‘ دھیان رکھنا اس بات کا‘ میں تو تم لوگوں سے یہ پوچھنے آئی تھی کہ کچھ کھانے کو نیچے بھجوا دوں‘ فروٹ اور مٹھائیوں کے ٹوکرے رکھے ہوئے ہیں اور تم لگیں الٹی سیدھی باتیں کرنے‘ پوچھا میں نے عمیرہ سے اور جواب تم دینے لگیں۔“ سعدیہ بڑے اکھڑے اکھڑے لہجے میں بولیں۔

”دیکھنا فائزہ! حریم اٹھ گئی ہے یا عذرا سے بولو کہ ناشتہ لگوا دے‘ اٹھو فائزہ۔“ تو فائزہ اٹھ کر جلدی سے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

”اماں! آپ ذرا فائزہ کو...“ وہ آگے کچھ بولنا ہی چاہ رہی تھیں کہ نور بی بی بول پڑیں۔

”بس سعدیہ! وہ گئی بات ختم‘ تم آرام سے بیٹھو۔“

”ہاں اماں! ہم تو بہت آرام سے بیٹھیں گے‘ میں ذرا اوپر جا رہی ہوں احمد کو اٹھاؤں۔“ ان کی پھر ایک نظر عمیرہ کے چہرے پر پڑی تھی یوں جیسے کہیں بجلی گری ہو۔

”بیٹھیں ناں چھوٹی ممانی! آپ اتنی جلدی کیوں جا رہی ہیں؟“ رامین بالوں میں برش کرتے ہوئے بولی تھی۔

”کیا ہوا تم کوچنگ میں آج نہیں گئیں؟“

”بچوں کی چھٹیاں ہیں میں کیا کروں گی وہاں جا کر۔“ اس کے ہونٹوں پر ہنسی کھیل گئی۔

”ویسے رامین! کل تم بہت اچھی لگ رہی تھیں‘ وردہ کا ڈریس تمہیں کیسا لگا؟ وہ احمد کی پسند سے ہم نے ڈیزائن کروایا ہے‘ منظور تو کہہ رہے تھے کہ اور زیادہ مہنگا لو‘ احمد بھی اس بات سے متفق تھا بس میں ہی اڑ گئی کہ نہیں ڈھائی لاکھ کا ڈریس کوئی کم تو نہیں ہوتا اور وہ دوبارہ پہنے گی بھی نہیں‘ ساری گیدرنگ کے سامنے جو پہن لیا‘ خیر قیمت تو ایک نظر کی ہوتی ہے۔“ سعدیہ بہت ٹھسے سے مسکرائیں۔

”نو ڈاؤٹ ممانی! وردہ کل بڑی کیوٹ لگ رہی تھی۔“ راحمہ ہنس کر بولی۔

”اور احمد کیسا لگ رہا تھا؟“ وہ بھی ہنس کر پوچھنے لگیں۔

"میں بتاؤں احمد بھائی کیسے لگ رہے تھے؟" بشریٰ پٹ سے بول پڑی تھی' سعدیہ اس کی طرف پلٹیں تو وہ بول پڑی۔

"احمد بھائی تو ایسے لگ رہے تھے کہ جیسے مار پیٹ کر کسی نے ڈمی پر کپڑے پہنا کر بٹھا دیا ہو' کوئی احساسات کوئی جذبات ہی نہیں تھے اس وقت احمد بھائی کے' نہ وہ ہنس رہے تھے اور نہ ہی مسکرا رہے تھے بس یوں لگ رہا تھا کہ وہ نیند میں ہوں۔"

"بشریٰ! تم بہت بولنے لگی ہو۔" عمیرہ نے ڈانٹا تھا۔

"یہ بات تو نہیں ہے بشریٰ! وہ بائی نیچر ہی ایسا ہے رات تو ایسا چہک رہا تھا اتنی دیر سے گھر لوٹا ہے وردہ کے ساتھ کہ منظور تو ٹہل ٹہل کر انتظار کر رہے تھے' اچھا چلو میں پھر چلتی ہوں اور عمیرہ تم رُک رہی ہو یا جا رہی ہو آج"؟ وہ پلٹ کر جاتے جاتے بولی تھیں۔

"نہیں میں تو آج جا رہی ہوں۔"

"کوئی نہیں پھپھو! آپ کہیں نہیں جائیں گی۔" ندیم پھر ان سے سر ٹکا کر بیٹھ گیا تھا' سعدیہ چلی گئی تھیں مگر سب کو افسردہ کر کے۔

......☆☆☆......

"کیا ہو گیا ہے عباد! میں تو کب سے تیار بھی ہو گئی ہوں تم شاور لے کر جلدی سے باہر آ جاؤ' بارہ بج رہے ہیں۔"

"سو واٹ بارہ بج گئے ہیں' مجھے تو ابھی بھی نیند آ رہی ہے۔" عباد نے تھوڑا سا اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔

"بس عباد بس۔" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"بس دل یہ چاہتا ہے کہ تم یونہی تمام عمر میرے پاس بیٹھی رہو' نیند سے جب آنکھ کھلے تو تم میرے پاس ہو۔"

"اچھا بس چھوڑیں میرا دوپٹہ اس کا تو آپ نے حشر کر کے رکھ دیا ہے۔"

"شکر کرو کہ یہ دوپٹہ ہی ہاتھ لگا ہے میرے ورنہ..."

"ورنہ کیا کر لیتے آپ؟" وہ ہنس کر بہت تیزی سے باہر نکل گئی۔وہ واش روم کی طرف شاور لینے کے لیے اٹھا تو اس نے پلٹ کر اپنا سیل اٹھایااور ہنستا ہوا واش روم میں گیا' تیز میوزک میں شاور گرنے کی آواز آ رہی تھی اور عاطف اسلم کی آواز میں سن رہا تھا۔

"کیسے بتائیں کیوں تجھ کو چاہیں

یارا بتا نہ بتائیں

باتیں دلوں کی کیسے بتائیں"

وہ جونہی کمرے میں آئی شاور گرنے کی آواز اور ساتھ ہی تیز میوزک کی آواز نے اس کے ہونٹوں پر الوہی مسکراہٹ بکھیر دی تھی' اس نے دروازے کو پیٹ ڈالا۔

"جلدی نکلو' یہ میوزک سننے کی جگہ نہیں ہے۔" اس نے تھوڑا سا دروازہ کھولا تو وہ پلٹ کر باہر نکل گئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

......☆☆☆......

ڈھائی تین بجے تک ندیم' عمیرہ کو چھوڑ کر بھی آ چکا تھا' جونہی وہ گھر میں داخل ہوا اس نے فہد کا نمبرپڑھ کر سیل کو کان سے لگا کر بولا۔

"جی فہد بھائی! میں نے ابھی ابھی دیکھا آپ کے کافی میسج آئے ہوئے تھے' آپ کیسے ہیں؟ طبیعت کیسی ہے آپ کی؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں' زوہیر کی کال آئی تھی وہ کہہ رہا ہے کہ احمد بھائی کی انگیجمنٹ ہو گئی' بابا کو فون کررہا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ مما سے پوچھو اور احمد بھائی کال ریسیو نہیں کررہے' دادو سے میری بات کرواؤ تم۔"

"جی فہد بھائی! میں دادو سے بات کرواتا ہوں آپ کی۔"

"دادو! بات کیجیے فہد بھائی آپ سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔"

"جی بیٹا فہد!" اس کے سلام کے جواب میں دادو نے ڈھیروں دعائیں دیں' ان کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی اتر آئی مگر وہ ضبط کر کے بولیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں فہد! تم نے ٹھیک سنا ہے‘ احمد کی انگیجمنٹ وردہ سے ہوئی ہے۔"

"دادو...!" کہہ کر اس کی آواز رُک گئی۔

"دادو! کیا آپ نہیں جانتیں کہ بھائی ‘ رامین کو پسند کرتے ہیں اور یہ فیصلہ اُن کا بالکل صحیح ہے ورنہ ہم لوگوں کے علاوہ پھپھو کا ہے کون؟ لیکن یہ سب کیسے ہوا دادو یہ ممکن تو نہیں تھا۔"

"پتہ نہیں فہد! کیسے ہوا؟ کیوں ہوا؟ بہرحال بیٹا جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا‘ تمہاری ماں کا کہنا ہے کہ احمد خود راضی ہے‘ پھپھو غریب ہے ناں‘ غریب کی بیٹیوں کو کون پسند کرتا ہے۔" فہد کے دل پر گھونسا لگا‘ اس کی آواز تھم سی گئی اور پھر بولا۔

"نہیں دادو! ایسا تو ہم کبھی نہیں سوچتے‘ پھپھو کو ہم نے کبھی غیر نہیں جانا‘ وہ ہمیشہ ہمارے دلوں کے قریب رہی ہیں‘ مجھے تو حیرت احمد بھائی پر ہے کہ وہ ایسے کیسے چپ ہو گئے‘ دادو کیا میری ضرورت ہے میں آ جاؤں؟" وہ پوچھنے لگا تو دادو بولیں۔

"نہیں فہد! اب تم کچھ مت کرنا‘ چھوڑ دو وقت اور حالات پر جو ہو گا وہ بہتر ہو گا۔" فہد کی اس وقت کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیونکر ہوا‘ وہ جاننے کے لیے بے قرار سا لگ رہا تھا۔

"دادو! حیرت تو مجھے اس بات پر ہے کہ مجھ سے ہر شخص بات چھپا رہا ہے یوں لگتا ہے آپ بھی مجھ سے بات چھپا رہی ہیں‘ سچ بتایئے گا پھپھو اَپ سیٹ ہیں؟ رامین کیسی ہے؟"

"سب چپ چپ ہیں بیٹا! کوئی کچھ نہیں بول رہا ایک دوسرے سے۔"

"مجھے معلوم ہے ہر شخص نے نظریں چُرا لیں ہوں گی۔"

"ہم کر بھی کیا سکتے ہیں بے اختیار ہیں‘ تمہارا باپ بھی تمہاری ماں کے سامنے کچھ نہیں کر سکتا تو میں کیا ہوں۔"

"یہی تو المیہ ہے اس فیملی کادادو! لیکن آپ بھائی سے بات کریں ان کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا‘ دادو ایسی کیا جلدی تھی وہاں پر‘ میرے آنے کے بعد ہی وہاں سب کچھ اتنی جلدی کیسے ہو گیا؟"

"کیا کہہ سکتی ہوں بیٹا! ہمارے اختیار میں کچھ نہیں ہے، منظور پر نظر پڑی تو وہ سر جھکا گیا، احمد بھی نظر نہیں آ رہا، کرن کا بھی مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا، میں کچھ نہیں کر سکتی بیٹا اور میں سمجھتی ہوں کہ تمہیں بھی مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میری تو کوئی بھی اہمیت نہیں ہے تمہاری ماں کے سامنے۔"

"یہ مت کہیں دادو! مما جو کچھ کر رہی ہیں وہ بالکل غلط ہے، ہر شخص کو زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے، احمد میرا بھائی ہے آپ اسے تنہا مت چھوڑیں، میں آ تو نہیں سکتا ہوں مگر پھر بھی یہ سب کیا ہورہا ہے وہاں، میں اتنا بھی دور نہیں آپ سب سے، آپ اپنا خیال رکھیئے گا۔" تو دادو کی آنکھوں سے ہلکے ہلکے آنسو بہنے لگے، ندیم کو سیل تھما کر وہ اپنا چہرہ صاف کرنے لگیں۔

......☆☆☆......

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بہت تھکی ہوئی وہ آج بھی گھر میں داخل ہوئی تھی، اپنی بے بسی اور ٹھکرائے جانے کے احساس نے اندر سے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا، بظاہر وہ پوز کر رہی تھی کہ اُسے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر فرق پڑا تھا، دل ٹوٹنے کی کبھی آواز نہیں آتی لیکن اس کے دل کے اندر تو ایک شیشے کا محل ٹوٹ کر گرا تھا، اس کی روح شناسائی کے سارے دکھ سمیٹ رہی تھی ان آنکھوں میں جہاں نیندیں بستی تھیں اب نیند کوسوں دور تھی، یوں لگتا تھا ذہن خشک ہے کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں تھی، یوں لگتا تھا کہ وہ انسانوں سے بھی بیزار ہو گئی ہے بات بات پر بہنوں پر چیخ پڑنا، ماں کو اگنور کر دینا، یہ اتنا آسان تو نہ تھا۔

"آپی! چائے۔" جونہی اس نے بیگ اتار کر ٹیبل پر رکھا راحمہ اس کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی۔

"مجھے نہیں اچھا لگتا تم لوگ ہر وقت میرے سر پر سوار ہو جاتی ہو، نہیں پینی چائے مجھے۔"

"کیا ہوا آپی! آپ کچھ پریشان سی ہیں۔"

"ہوں پھر کیا کر لو گی تم' ہے تمہارے پاس کوئی حل۔" وہ بہت غصے سے اٹھ کر سب کے درمیان سے چلی گئی تھی' سب کو اس کے دکھ کا اندازہ تھا مگر سب بے بس اور مجبور تھے۔

نور بی بی کو بھی رامین کی بہت فکر تھی' فون پر بات کرنے سے بھی جب انہیں تسلی نہ ہوتی تو وہ کسی نہ کسی کو بھیج دیتی تھیں' اچانک عباد مصطفی میں بہت ہی خوشگوار تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں 'اسے آج کل خود عمیرہ پھپھو سے دلی لگاؤ اور ہمدردی پیدا ہو گئی تھی' عباد کی اس تبدیلی پر عذرا بے حد خوش اور مسرور نظر آتی تھیں' بار بار وہ کہتی ہوئی نظر آتیں۔

"اماں! آپ نے دیکھا عمیرہ سے عباد کتنی محبت کرتا ہے' رامین کی خاموشی' دکھ پر وہ کس درجے تڑپا ہے' اماں آپ سوچ نہیں سکتیں بار بار اپنے باپ سے یہی کہتا ہے کہ پاپا! چھوٹے چچا سے بات کریں احمد اور رامین ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں' کوئی انسان کسی انسان سے محبت کرے یہ بہت

اہم ہے پاپا' کسی صورت وردہ' احمد کے لیے مناسب نہیں ہے' آپ ان کا فیملی بیک گراؤنڈ دیکھیں کیا ہے' ہم لوگوں نے چچی کے سوا کسی اور سے تعلق نہیں رکھا' کھلے عام ان کی پارٹیز میں شراب چلتی ہے' پاپا شایان کاظمی کا ریکارڈ اچھا نہیں ہے' ان کے والدین کے درمیان ڈائیورس ہوئی ہے سب جانتے ہیں کہ ان کے لیے یہ چیزیں اہمیت نہیں رکھتیں' چچی جان کا یہ جواز ہے کہ شایان موریشس جارہا ہے شوٹنگ کے لیے اور چچی جان کے بھائی میاں امریکہ جا رہے ہیں آپریشن کے لیے' یہ ان کا اپنا پرابلم تھا' پتہ ہے انگیجمنٹ کے بعد وردہ کو چھوٹی چچی یہیں لے آئی ہیں اور احمد اس وقت بے حد ڈپریس ہے' اس کے ساتھ سائے کی طرح وردہ رہنے لگی ہے' تو سجاد بڑی بے بسی سے بولے۔"

"منظور بالکل بے بس ہے سچویشن کچھ ایسی ہے کہ احمد کچھ بولتا ہی نہیں ہے جو اس کی ماں نے کہا اس نے کردیا' اب ہم زیادہ دخل نہیں دے سکتے' سعدیہ کو تم جانتے ہو ' رہا یہ کہ وہ وردہ کو یہاں لے آئی ہے اگر ہم کچھ

مداخلت کرتے ہیں تو وہ کچھ ایشو بنا لیں گی ویسے بھی تمہیں خبر ہونی چاہیئے عباد کہ سعدیہ کے بنگلے کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے اگر فساد زیادہ بڑھا تو وہ یہاں سے شفٹ ہو سکتی ہے اور یہ اماں کے لیے اچھا نہیں ہو گا‘ بہتر یہی ہے کہ ہم خاموش ہو جاتے ہیں اور یہ فیصلہ خود احمد کو کرنا چاہیئے‘ آخر فہد نے بھی تو خود اسٹیپ اٹھایا تھا۔“ سجاد مصطفی بہت بے بسی کے لہجے میں بولے تھے۔

”فہد اور احمد میں بہت فرق ہے پاپا! اس وقت اگر فہد ہوتا تو چچی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتی تھیں۔“

”لیکن اب تو فہد کو اطلاع ہو چکی ہے۔“

”جی پاپا! لیکن اب کچھ ہو نہیں سکتا‘ یو نو پاپا‘ فہد بار بار احمد سے کونٹیکٹ کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اس کا سیل آف ہے۔“ وہ بہت بے بسی کے انداز میں بول کر کھڑا ہو گیا تھا۔

”بہرحال عباد! یہ فیصلہ وقت خود کر دے گا سعدیہ کچھ نہیں کر سکے گی اگر احمد ایک بار بول دے۔“

”اور وہ بول کر نہیں دے گا ہمیشہ کی طرح وہ خود کو سیکری فائز کر دے گا‘ میں پھپھو کی طرف جا رہا ہوں‘ سنا ہے رامین بہت اَپ سیٹ ہے اور اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔“ وہ چابی اٹھا کر جب کمرے سے باہر آیا تو حریم اس کے انتظار میں ہی کھڑی تھی ساتھ چلنے کے لیے۔

......☆☆☆......

نور محل میں ایک اتنا بڑا حادثہ ہو جانے کے باوجود کہ رامین اور احمد دونوں کو بڑی خوبصورتی سے سعدیہ نے الگ کر دیا تھا اگرچہ وردہ‘ احمد کی زندگی میں اچانک آ تو گئی تھی مگر اس فیصلے سے کوئی بھی خوش نہیں تھا‘ خود سعدیہ کا بھی یہ خیال تھا کہ یہ ایک ایسا دھچکا ہے جو کہ نور محل والوں کے دل پر لگے گا تو وہ خاموش رہ جائیں گے مگر عباد اور حریم کے اندر کچھ ایسی تبدیلیاں آئیں کہ ماحول اتنا سوگوار نہیں ہوا جتنا پہلے دن ہوا تھا البتہ رامین

اس واقعے سے بے حد متاثر ہوئی تھی اور احمد کسی کو بھی فیس نہیں کر پا رہا تھا، زیادہ تر وہ اپنے کمرے میں رہتا یا رات گئے تک نجانے اپنی کار لے کر کس جانب نکل جاتا، کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا مگر نور محل کے اندر تو بظاہر کوئی خاموشی نہیں تھی البتہ منظور کے پورشن میں اوپر نجانے کیسی اداسی برس رہی تھی، احمد بیزار سا چپ چپ گھوم رہا تھا، سعدیہ، منظور کے کمرے میں جاتیں تو وہ گہرے مطالعے میں مصروف نظر آتے، کرن بجھی بجھی سی ہر وقت اپنے کمرے میں ہوتی البتہ عبیر کانوں سے آئی پوڈ لگائے اپنے خیالوں کی دنیا میں گم ہوتی یا دبے دبے لفظوں میں سیل پر سامیر سے بات کر رہی ہوتی، سعدیہ کو دیکھ کر وہ منہ پھیر لیتی۔

”یہ سب کیا ہے عبیر! احمد بیگانہ سا بیٹھا ہے، تمہارے بابا خاموش ہیں، کرن یوں بیٹھی ہے کہ جیسے میں نے اس کے ساتھ نجانے کیا کر دیا ہے، مجھے تو یوں لگتا ہے کہ وردہ چار دن سے یہاں کیا آ گئی سب نے چپ سادھ لی ہے وہ آج صبح سے یہی کہے جا رہی ہے کہ میری وجہ سے آپ کے گھر میں یہ

خاموشی ہے میں ہی یہاں سے چلی جاتی ہوں، میں تم سے کہہ رہی ہوں عبیر۔“ انہوں نے ایک جھٹکے سے اس کے کان

سے آئی پوڈ کو کھینچ لیا۔

”مما...!“ وہ بہت زور سے چیخی تھی۔

”تمیز سے عبیر! شور مت مچاؤ۔“

”شور... مما! میرا دل چاہتا ہے کہ میں چیخ چیخ کر بتاؤں کہ آپ نے احمد بھائی کو بلیک میل کیا ہے، مما کسی وقت بھی آپ کا یہ بھرم ٹوٹ جائے گا پھر کیا ہو گا۔“

”میں بتاتی ہوں کہ پھر کیا ہو گا، تم لوگوں نے مجھے مجبور و بے بس سمجھا، میں تیرے پیر توڑ کر رکھ دوں گی، دیکھتی ہوں کیسے تو نکل کر سامیر سے ملنے جائے گی۔“

"چھوڑیں مما! بہت دیر ہو چکی ہے' آپ نے احمد بھائی پر ظلم کیا ہے' آپ نے کرن کی مرضی کے خلاف فیصلہ کیا ہے اور اب آپ مجھے میری مرضی سے نہیں ہٹا سکتیں' نہ میں احمد ہوں نہ میں کرن' میں اپنی مرضی سے جینا چاہتی ہوں یہ میری اپنی لائف ہے آپ کیا کوئی بھی مجھے نہیں روک سکتا' سامیر کے پیرنٹس آنے والے ہیں بس مما کسی دن بھی میں یہ گھر چھوڑ کر چلی جائوں گی' آئی پرامس مما آپ کچھ نہیں کر سکیں گی' آپ سمجھتی ہوں گی کہ آپ کا بیٹا فہد آ کر کچھ کر لے گا نو مما' سامیر بھی کسی سے کم نہیں ہے فہد بھی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔"

"دیکھو عبیر! فہد اپنی جگہ بالکل سچ کہہ رہا ہے' ارے تم کسی بھی امیر غریب کا ہاتھ تھام کر کہتیں میں خود تمہارا ساتھ دیتی' ہمارے اور ان کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے نسل در نسل ہم ایک دوسرے سے جدا رہیں گے تمہیں دنیا میں کیا سامیر کے علاوہ کوئی اور نہیں ملا تھا۔"

"مما! محبت پوچھ کر نہیں کی جاتی۔"

"لیکن عبیر! میں جان تو دے سکتی ہوں لیکن سامیر سے تیری شادی نہیں کر سکتی۔"

"مما! آپ کچھ نہیں کر سکتیں آئی نو دیٹ۔" وہ جھٹکے سے اٹھ کر اپنے بالوں میں برش کرنے لگی۔

"عبیر! میں تیرا چہرہ بگاڑ دوں گی جس پر اتنا ناز ہے۔" وہ غصے سے بولیں۔

"آئی ایم ناٹ یور سلیو' میں شیزرے نہیں ہوں کہ آپ کھولتا ہوا تیل ہمارے اوپر ڈال دیں۔" سامنے سے آتے ہوئے منظور مصطفی دروازہ تھام کر ساکت سے دیوار سے جا لگے' سعدیہ نے پلٹ کر شوہر کو حیرت سے دیکھا اور غصے اور شرمندگی سے منہ پھیر گئیں' عبیر بھی جلدی سے باپ کو دیکھ کر مڑ گئی۔

"تم سعدیہ تم' آئی کانٹ بلیو اِٹ۔" وہ دیوار پکڑے پکڑے زمین پر بیٹھ گئے۔

"پڑ گئی تمہارے دل میں ٹھنڈک' دیکھا تم نے کہ تمہارا باپ ذرا سی بات نہیں برداشت کر سکا۔"

"مما! یہ ذرا سی بات نہیں ہے وہ انسان تھی جس کو آپ نے جلایا تھا' کتنی بے رحم ہیں آپ۔" وہ قریب چلی آئی' احمد نے بھاگ کر باپ کو اٹھایا تھا۔

"کیا ہوا بابا! بولیئے ناں؟" لیکن منظور کی ضبط کے باوجود آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"تھک گیا ہوں احمد! تمہاری ماں سے میں ہار گیا' تمہارا سودا کیا گیا میں چپ رہا' ہمارے گھر والوں کے ساتھ زیادتیوں پر بھی صرف میں اس لیے چپ رہا کہ تم سب کی پرورش کرنی تھی' سعدیہ نے تمہارا سودا کیا ہے اور یہ سودا تمہیں بہت مہنگا پڑے گا اگر تم چپ رہے تو۔"

"آئی نو بابا! مگر عبیر کو روکنے کا ایک یہی راستہ ہے۔"

"تو کر لینے دو' وہ اپنی مرضی سے شادی اگر کرنا چاہتی ہے تو کیا پرابلم ہے فہد کو اور کیا پرابلم ہے اب تمہیں۔"

"بابا! آپ کچھ نہیں جانتے۔" وہ نظریں جھکا کر بولا۔

"احمد! وردہ اور تمہارا کوئی جوڑ نہیں ہے' ہمارے اور ان کی فیملی کے درمیان بہت فاصلہ ہے میری شادی تو تمہاری مما سے ایک دھوکے کے نتیجے میں ہوئی' جب ہم قریب آئے تو پتہ چلا کہ ہم ذہنی طور پر ایک دوسرے سے بہت دور ہیں' وہاں تہذیب' محبت اور انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے' وہ ایک بے رحم معاشرے کا حصہ ہیں جو خود کو اپر کلاس کہتے ہیں' دین کے معاملے میں وہ بے حد کمزور ہیں اور جو عبیر کر رہی ہے وہ ان سے الگ بالکل نہیں ہے۔" وہ چپ ہو گئے۔احمد کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ منظور مصطفی سب کچھ جانتے ہیں۔

"بابا! آپ پانی پی لیں۔" احمد نے جلدی سے گلاس ان کے منہ سے لگا دیا تھا۔وردہ بڑے غصے سے پلٹ کر سعدیہ کے روم میں داخل ہوئی تھی' اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود وہ بالکل نارمل کسی سے فون پر ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھیں۔

"پھپھو! میں تھوڑی دیر کے لیے باہر جا رہی ہوں یہاں تو ہر شخص اپنے اپنے کمرے میں بند پڑا ہے میں بور ہوتی ہوں' احمد تو سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتا' ہوں ہاں میں جواب دیتا ہے' مجھے شوبی لینے آ رہا ہے میں اس کے ساتھ جا رہی ہوں۔" سعدیہ جلدی سے سیل آف کر کے اس کی طرف مڑی تھیں۔

"دیکھو وردہ! اس طرح سے تمہارا شوبی کے ساتھ گھومنا پھرنا احمد کو اچھا نہیں لگے گا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہیں پھپھو آپ۔" وردہ کو زور سے ہنسی آئی تھی۔

"وردہ! میری جان یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے تم حالات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"او نو پھپھو! میں سوچتی کچھ نہیں ہوں اور نہ ہی میرے پاس اس کے لیے ٹائم ہے' بس میں اتنا جانتی ہوں کہ زندگی کو انجوائے کروں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دیکھو وردہ! تھوڑا سا انتظار کر لو' احمد اور تمہارے درمیان ایڈجسٹمنٹ ہو جائے گی پھر وہ تمہارے ساتھ جایا کرے گا۔"

"ارے چھوڑیں پھپھو! آپ کی خواہش تھی اور ڈیڈ کی مرضی تھی تھوڑے فیملی پرابلم آ گئے تھے تو میں نے انگیجمنٹ کر لی' ادروائز مجھے اس قسم کی پابندیوں سے الجھن ہوتی ہے' آئی مین کسی انسان کے لیے خود کو پابند کرنا میری نیچر میں نہیں ہے۔"

"وردہ! تمہاری یہ سوچ غلط ہے گھر اور فیملی بھی کوئی معنی رکھتے ہیں۔" سعدیہ کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"چھوڑیں آپ مجھے' آپ اپنے گھر میں دیکھ لیں کیسی فیملی اور کہاں کی محبت' ہر شخص الگ الگ جی رہا ہے۔"

"لیکن ہم کوشش تو کر رہے ہیں۔"

"کوشش تو مما اور ڈیڈ نے بھی کی ہو گی مگر وہ اپنی فیملی کو اور گھر کو نہیں بچا سکے۔"

"سو واٹ... ڈیڈ اور مما نے اپنی لائف الگ الگ بہتر طریقے سے گزار لی' ڈیڈ کو اپنی مرضی کا لائف پارٹنر مل گیا' مما اپنی زندگی الگ اور بہتر انداز میں گزار رہی ہیں اور ان کی امریکہ میں فیملی بھی کمپلیٹ ہے۔" اس کے اس حساب کتاب نے سعدیہ کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا تو وہ بولیں۔

"اپنے اور شایان کے بارے میں کیا خیال ہے' تم لوگوں کو محبت اور وہ پیار جو ایک ماں دیتی ہے نہیں مل سکا۔"

"لیکن پھپھو! ہمیں کبھی کمی بھی محسوس نہیں ہوئی مما کی' بلکہ اپنی اسٹیپ مدر سے ہمارے فرینکلی تعلقات ہیں۔"

"تم کچھ بھی کہہ لو وردہ! مگر میں اتنا جانتی ہوں کہ میرے بھائی کا اسے ذرا برابر خیال نہیں ہے' بھائی میاں اور اس کے درمیان ایج ڈیفرنس ہے' کیا تک ہے کہ وہ شایان کے ساتھ موریشس جا رہی ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"او... مائی سوئیٹ پھپھو! ایک تو آپ بہت سیدھی سادی ہیں جبھی تو آپ کو نور محل والے بے وقوف بنا جاتے ہیں' یو نو ممی پروڈکشن سے وابستہ ہیں وہ فل شایان کو گائیڈ کرتی ہیں ورنہ شایان اسٹیبلش نہیں ہو سکتا تھا۔"

"کس محبت اور ہمدردی سے اس نے سارا بزنس اور بینک بیلنس اپنے نام کروایا ہے' بھائی میاں آپریشن کے سلسلے میں امریکہ جا رہے ہیں اور وہ شایان کے ساتھ موریشس۔" تبھی نیچے سے ہارن کی آواز آئی تو اس نے جلدی سے بیگ اٹھا کر شولڈر پر لٹکایا اور سعدیہ کو بائے کہتی ہوئی نیچے اتر گئی تھی۔

"اُف... مائی گاڈ شوبی! میرا تو یہاں دم گھٹتا ہے میں تو صرف ڈیڈ کے جانے کا انتظار کر رہی تھی میں نہیں رہ سکتی یہاں۔" اس نے زور سے گاڑی کا دروازہ بند کیا تھا۔

"میرا دم گھٹتا ہے شوبی یہاں۔"

"لیکن رات تو تمہیں یہیں گزارنی ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”لیکن شوبی! یہ بہت مشکل کھیل ہے میں نہیں برداشت کر سکتی' ڈیڈ چلے گئے ہیں اب پلیز تم کچھ کرو' میں کچھ نہیں جانتی' '۔

”وردہ! سمجھنے کی کوشش کرو تم' میں خود بے حد پریشان ہوں' شایان ابھی تک یہیں ہے' اب دیکھتے ہیں کوئی تدبیر کرتے ہیں سب ٹھیک ہو جائے گا' بی بریو۔“

”او نو... شوبی! میں بس اب برداشت نہیں کر سکتی ایک دن بھی۔“

”بس چند دن اور رُکو تم۔“

”چند دن میں کام خراب ہو جائے گا' تم ہمارے ساتھ چلو میں نے خود سب مینج کر لیا ہے۔“

”نو' اِٹ اِز ویری رِسکی' ڈونٹ وری' میں نے بھی بات کی ہے۔“

”لیکن شوبی! پھر بہت دیر ہو جائے گی۔“

”وہ تم مجھ پر چھوڑ دو یہ سب میری ذمے داری ہے میں تو تمہاری اسٹیپ مدر سے خوفزدہ تھا وہ بہت چالاک عورت ہے اس نے ناصرف تمہارے ڈیڈ کو بلکہ شایان کو بھی اپنے قابو میں کرلیا ہے۔“

”تو... اس سے کیا فرق پڑتا ہے“؟

”فرق تو پڑتا ہے' تمہارے ڈیڈ کا جو کچھ بھی تھا اس پر تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا شایان کا ہے۔“

”مگر میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔“

”لیکن میں تو ہوں۔“

”شوبی! کیسی باتیں کرتے ہو تم' اتنی دولت اور اتنا وسیع بزنس اس میں' میں برابر کی پارٹنر ہوں۔“

”پہلے تھیں مگر اب نہیں ہو۔“

"خیر شوبی! تم یہ سب چھوڑو' ہمارے پاس ابھی بھی بہت ہے' شوبی یہ ایک حقیقت ہے کہ اپنی ماں اپنی ہوتی ہے' مما کو تھوڑا تھوڑا شک ہونے لگا ہے یہ تو شکر کرو میرا پورشن بالکل الگ ہے' ڈاکٹر سے میں نے انجکشن بھی لے لیا ہے تاکہ وومٹینگ نہ آئے' کبھی کبھی مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ڈیڈ اور شایان تو بزی ہوتے ہیں لیکن مما نے میرے تمہارے قریب آنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ ہمیشہ ہی انہوں نے تمہیں میرا محافظ بنایا اور اس محافظ نے..." وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"او نو وردہ! ہمارے اور تمہارے درمیان انڈر اسٹینڈ نگ ہے۔"

"تو پھر تم مجھے کیوں منع کرتے ہو کہ میں شایان سے بات کروں یا ڈیڈ سے۔"

"تم سمجھنے کی کوشش کرو کہ میں ابھی فیملی کے موڈ میں نہیں ہوں اور نہ ہی میں اسٹیبلش ہوں۔"

"شوبی! میں خود بور ہو گئی ہوں پلیز جلدی کرو جو کچھ بھی کرنا ہے مجھے بہت خوف آرہا ہے۔"

"خوف کی اس میں کوئی بات نہیں ہے وردہ! میرا ایک دوست ہے اس کے ذریعے یہ کام آسانی سے ہو جائے گا۔" شوبی نے بہت پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"لیکن مجھے مرنے سے بہت ڈر لگتا ہے اگر مجھے کچھ ہو گیا تو... ڈیڈ بے چارے مر جائیں گے اور شایان مجھ پر بہت ٹرسٹ کرتا ہے' میں تو زیادہ اب پھپھو کے گھر بھی نہیں رہنا چاہتی' اچانک ہی میری طبیعت خراب ہونے لگتی ہے' پلیز شوبی کچھ کرو تم میری خاطر' شوبی تم اپنے گھر والوں سے ہی بات کر لو' میں تیار ہوں۔"

"تم کیسی بات کرتی ہو ابھی پندرہ دن پہلے تو تمہاری احمد سے انگیجمنٹ ہوئی ہے کچھ ٹائم تو گزارو۔" وہ تسلی دینے لگا۔

......☆☆☆......

آج موسم صبح سے ہی ابرآلود تھا سردی کے دن تھے ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں' عمیرہ کے گھر میں بڑی گہری خاموشی تھی یوں لگتا تھا کسی کو کوئی کام نہیں ہے' رامین جو زندگی کی علامت تھی بہت چپ چپ رہنے لگی تھی جس کی وجہ سے ماحول میں خودبخود اُداسی چھا گئی تھی' اس وقت بھی رامین شبر والے کمرے میں اوپر جہاں احمد آکر ٹیوشن دیتا تھا شال لپیٹے ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی اپنی ڈائری کے صفحے پلٹ رہی تھی' احمد کے دیئے ہوئے چھوٹے چھوٹے تحفے' کہیں تتلی' کہیں پھول' کہیں کارڈ رکھے تھے' بڑے غصے سے اس نے ڈائری کو ٹیبل پر پٹخا تھا۔

"دل کو توڑ کر کرچی کرچی کردیا' ان بے جان چیزوں میں' میں کیا تلاش کروں احمد! تم نے مجھے توڑ دیا' مجھ سے وابستہ کتنی زندگیوں امی' راحمہ' بشریٰ' شبر کی دیکھ بھال' اب سب سے میں اتنی دور ہو گئی ہوں' میری ماں کے چہرے کی اداسی' میری بہنوں کی خاموشی اور خاص طور پر نور محل والوں کی ہمدردیاں مجھے اور مار رہی ہیں لیکن تمہیں اس سے کیا فرق پڑے گا' بات

بھی نہیں کرتے' تم کیا مجھے فیس کرو گے احمد' مجھے دکھ اس بات کا نہیں کہ تم مجھے نہ ملے' دکھ مجھے اس بات کا ہے کہ لوگوں نے مجھ سے جو خواہشات وابستہ کی تھیں وہ سب ٹوٹ گئیں' میں نے تو کبھی ایسانہیں چاہاکہ تم اتنے قریب آ جائو مگر تم نے آتے جاتے نور محل میں' اپنی شرارتوں سے دل میں گھر بنایا تھا' پھر میں نے بھی اپنے رب سے تمہارے لیے دعا کی تھی شاید میری بدنصیبی میرے ساتھ تھی اور میں یہ سمجھنے لگی کہ مجھے میرے ایثار کا احمد کے روپ میں صلہ ملا ہے' جب میں تمہارے چہرے کی طرف دیکھتی تو مجھے یقین ہی نہیں آتا تھا کہ میں تمہارے دل میں رہتی ہوں اور جب سجدے میں جاتی تو رَب کے سامنے میری آنکھیں بھیگ جاتی تھیں کہ اس نے مجھے کتنا نواز دیا ہے اور آج تم نے میرے ایثار کی وہ قیمت چکا دی جو میں دے نہیں سکتی' کب تک تم میری کال ریسیو نہیں کرو گے میں کرتی رہوں گی تمہیں جواب تو دینا ہو گا میری اس توہین کا جو مجھے نور محل کے دروبام دے رہے ہیں۔" اس کی انگلیاں خودبخود سیل پر احمد کے لیے میسج لکھ

رہی تھیں، آنکھیں بھیگنے لگیں تو اس نے آنسو پونچھ لیے۔احمد نے میسج پڑھ کر میسج کا Reply کیا تھا۔

"میں کیا جواب دوں تمہاری کسی بھی بات کا، تمہیں کیا کہوں کہ میں کس بھنور میں اتر گیا زندگی کا یہ موڑ جس پر میں تنہا ہوں تم ساتھ دے ہی نہیں سکتی تھیں، تم لکھتی ہو کہ میں تمہیں خود اجازت دے دیتی، تمہارے راستے سے ہٹ جاتی، تم ایک بار تو کہتے، نہیں رامین نہیں کوئی شخص کسی کے لیے احمد نہیں بن سکتا، احمد تو بنا ہی اپنوں کے لیے تھا اپنوں کے کام آ گیا، تم لوگوں کی محرومیاں، پھپھوکی بے بسی مجھے راتوں کو

رلاتی تھی میں بابا سے دادو سے لڑتا تھا کہ ان سب کو نور محل میں لے آئیں لیکن پھپھو کہتی تھیں کہ نہیں یہ ان کا اپنا ذاتی معاملہ ہے، تمہارے دکھوں نے میرے زخموں کو کھول دیا تھا، بشریٰ، راحمہ اور ربیعہ کی چھوٹی چھوٹی معصوم خواہشات پر میں تڑپ جاتا تھا نظر اٹھا کر دیکھتا تھا تو تم خود کو کوہ گراں کی طرح ثابت کرتی تھیں، بس وہی ایک لمحہ تھا جب میں نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

فیصلہ کیا تھا کہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر میں اس گھر کے سب دکھ بانٹ لوں گا لیکن تمہارے دل میں اپنوں کے ایثار کے جذبے نے احمد کے دل کو چھین لیا اور میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ میں تمہیں اتنا ٹوٹ کر چاہوں گا کہ دور جانے پر احمد خاک ہو جائے گا، میں کن لفظوں میں اب تم سے بات کروں اور کیابات کروں، کئی بار ریشمین نے آکرمجھے میسج دیا ہے، احمد بھائی رامین آپی کا فون اٹھائیں، اب کیا جب احمد... احمد نہ رہا۔" اس نے بھی میسج سینڈ کیا تھا۔

......☆......

نور محل کی آخری منزل پر سرخ گلابی سورج ابھی اپنی ہلکی ہلکی کرنیں بکھیر رہا تھا، ہوا میں بہت معمولی خنکی کا احساس تھا، شیزرے نانو جان کے کمرے میں تھی کہ اسے خیال آیا کہ شام ہونے سے پہلے وہ کبوتروں کو بند کر آئے، سارا دن پنجرے کھلے رہتے اور شام ہوتے ہی بند کر دیئے جاتے تھے آج بھی اسی خیال سے وہ جلدی سے اٹھی کہ اوپر جا کر کبوتروں کو پنجروں

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہیں بند کر دے لیکن کبوتر تھے کہ سورج ڈوبنے کے انتظار میں ابھی تک باہر اُڑ رہے تھے یہی سوچ کر شیزرے کئی گھنٹوں سے پریشان تھی، پھر نانو سے اجازت لے کر وہ اوپر آئی، جونہی شیزرے نے اوپر قدم رکھا وہ بُرے طریقے سے چونک گئی۔

"او نو..." وہ اُلٹے پاؤں دوڑتی ہوئی نیچے بھاگی تھی۔

"امی امی، ابا اوپر بیٹھے ہیں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔" فاطمہ گھبرا کر اٹھیں اور زینہ چڑھتی ہوئی اوپر پہنچیں اکو سامنے ہی کبوتر کو لیے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیر پھیر کر آنسو بہا رہے تھے جیسے برسوں کے بعد کی شناسائی ہو حالانکہ وہ چھ ماہ کی جیل کاٹ کر اچانک لوٹ آئے تھے، فاطمہ کی نظر پڑی تو اکو بالکل ہی تبدیل نظر آئے، کالے بال جن میں خضاب لگا رہتا تھا ڈھل کر سفید ہو گئے تھے اور چہرے پر سفید اور کالی داڑھی بھی بڑھی ہوئی تھی سرمے سے بے نیاز

آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے، صحت بھی کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی، اتنی بڑی تبدیلی تھی کہ فاطمہ بھی دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

"تم کب آئے؟" وہ پھٹی پھٹی نظروں سے آگے بڑھیں۔

"دعا نہ سلام، تم کیسی ہو فاطمہ؟" ان کے ہاتھ سے کبوتر اُڑ گیا اور وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"تم تو مجھے اتنی حیرت سے دیکھ رہی ہو یوں لگ رہا ہے میں چھ مہینوں میں تمہارے لیے بالکل اجنبی بن گیا ہوں۔"

"تم ہمارے تھے ہی کب؟"

"تو آتے کے ساتھ ہی شکوہ شروع۔"

"شکوہ نہیں شروع اکبر خان! میں تو انتظار کر رہی تھی اس دن کا کہ تم آؤ، میں تمہارے ساتھ ایک پل بھی نہیں ایک دن بھی نہیں رہنا چاہتی، بس مجھے آج کے دن کا انتظار تھا۔" ان کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

"میں تمہارا گناہگار ہوں' معافی بھی نہیں مانگ سکتا' بس صرف اتنا کہتا ہوں کہ ایک موقع مجھے دو اس کے بعد پھر کچھ نہیں' تم نے جس طرح سے میرے کبوتروں کی دیکھ بھال کی ہے مجھے تو حیرت ہے کہ کیسے سنبھالا ہو گا تم نے یہ سب کچھ۔" ان کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

"میں نے نہیں اُس نے خیال رکھا ہے جس کو تم نے اغوا کروا کر غیروں کے حوالے کیا تھا اکبر! میں تم سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ تمہیں شرم نہیں آئی تھی ایک جوان لڑکی کو غیروں کے حوالے کرتے ہوئے۔" تو اِکو میاں کے پیر اس وقت لرزنے لگے' زبان ساتھ چھوڑ گئی تو وہ ہکلا کر بولے۔

"فاطمہ! بات یہ ہے غریب بہت جلدی بِک جاتا ہے اور امیر خریدنے کے عادی ہوتے ہیں ورنہ کون اپنی بیٹیاں بیچتا ہے۔"

"مت کہنا اپنی زبان سے اپنی بیٹی اُسے' وہ تمہاری حقیقت جان چکی ہے اب وہ' وہ نہیں رہی ہے' وہ نیچے نور محل میں رہتی ہے شاید تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ شیزرے اور فہد کا نکاح ہو چکا ہے۔"

"تو تم نے اسے اس کی اصلیت بتا دی۔"

"ہاں... اپنی اصلیت جاننے کے بعد وہ وہاں جانا بھی چاہتی ہے لیکن میں خود نہیں چاہتی کہ وہ وہاں جائے۔"

"کیوں تمہاری اصلیت کھل جائے گی۔"

"شاید... ہماری اصلیت کھل چکی ہے تبھی شبیر حسن بار بار چکر لگا رہے ہیں لیکن میں نے مر مر کے شیزرے کو پالا ہے اس کی حفاظت کرنا اتنا آسان نہیں تھا ورنہ تم اکبر خان میری جوان بچی کو اس طرح غیروں کے حوالے نہ کرتے' کیا منہ لے کر آئے ہو تم ہمارے سامنے' کس درندگی سے بے رحمی سے وہ میری بچی کو گھسیٹ کر لے کر گئے تھے میرے سامنے' انہیں تو یہ بھی ہوش نہیں تھا کہ یہ ایک لڑکی ہے اِکو خان

میں وہ منظر کیسے بھول جائوں کہ اس کا دوپٹہ گر گیا اور وہ بغیر دوپٹے کے سر جھکائے بیٹھی تھی' تم شبیر حسن کا طعنہ دے رہے ہو ناں اگر اسے یہ

بات پتہ چل جائے ناں یہ حقیقت... تو تم چھ ماہ کی جیل کاٹ کر آ گئے ہو وہ چھ دن بھی تمہیں زندہ نہیں رہنے دے گا۔"

"معاف کر دو فاطمہ!" وہ رو پڑے۔

"میں چھوٹی دلہن کے بہکاوے میں آ گیا تھا' وہ ایک دن سے نہیں برسوں سے میرا پیچھا کرر ہی تھیں اور جو کچھ میں نے کیا انہی کے کہنے پر کیا لیکن حیرت ہے کہ جس کا ڈر تھا دلہن بیگم کو وہی ہو کر رہا۔"

"بس اکبر بس' تمہارا اور میرا رشتہ تم ختم سمجھو' تم انسان نہیں بھیڑیئے ہو۔"

"نہیں فاطمہ نہیں' مجھے معاف کر دو' میں تمہارا گناہگار ضرور ہوں لیکن اب بدل چکا ہوں۔" انہوں نے ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھ لی۔

"ان چھ ماہ کی دوری نے مجھے بہت کچھ سکھایا ہے۔"

"نہیں اکبر خان نہیں' میری بیٹی تمہاری موجودگی میں چھت پر ایک قدم نہیں رکھے گی سمجھے تم' مجھے تم پر اعتبار نہیں ہے سنبھالو تم اپنی یہ کوٹھڑی اور یہ کبوتر جن کی ہم رکھوالی کرتے رہے اور بتاتی چلوں کہ مجھ سے زیادہ اس نے تمہارے ان پرندوں کا خیال رکھا ہے۔"

"فاطمہ! مجھے اس سے معافی دلوا دو۔" ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"نہیں وہ اب تمہارے سامنے نہیں آئے گی' تمہارا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

"نہیں فاطمہ! میں بدل چکا ہوں میں معافی مانگتا ہوں میں اب وہ نہیں رہا۔"

"نہیں اکبر نہیں' تمہارا ایسا جرم نہیں کہ تمہیں معاف کر دیا جائے' میں جارہی ہوں نیچے۔" وہ یہ کہہ کر مڑ گئی تھیں' اِکو میاں شرمندہ سے ہو کر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئے' وہ اپنی چنگیزی کو پکڑ کر اپنے چہرے سے لگائے رو رہے تھے۔

"میں نے بنے بنائے ہوئے رشتے توڑ دیئے‘ میں تو تھا بھی نہیں اس قابل پھر بھی فاطمہ نے زندگی بھر میرا ساتھ نبھایا۔" وہ آنسو پونچھ کر کبوتروں میں مصروف ہو گئے‘ فاطمہ غصے سے اتر کر نیچے چلی آئی تھیں۔

......☆☆☆......

ہر شخص کو بڑی حیرت تھی اِکو کے آ جانے کی‘ فاطمہ نے تو صاف لفظوں میں انکار کر دیا تھا اور نہ ہی وہ اوپر گئی تھیں‘ شیزرے کو بھی انہوں نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ اب اِکو سے اس کا کوئی رشتہ نہیں اور نور بی بی نے بھی اِکو سے ملنے سے انکار کر دیا تھا‘ یوں بھی ماحول میں وہ پہلے جیسی رونق نہیں تھی‘ ہر شخص چپ چپ اور خاموش تھا‘ رامین وغیرہ اپنے گھر چلی گئی تھیں‘ عمیرہ نے بھی کوئی رابطہ نہیں کیا تھا‘ بڑی گہری خاموشی میں یہ اِکو میاں کی اچانک آمد ہوئی تھی‘ سب کو حیرت اس بات کی تھی کہ ضمانت کس نے دی اِکو میاں کی اور شیزرے کو تو اس بات پر زیادہ رونا آیا تھا کہ دنیا تو اس کو اِکو کے ہی نام سے پہچانتی ہے۔

"امی! اس سے تو پہلے ہی والے ابا اچھے تھے اب آپ دیکھیں کیا حلیہ بنا کر گھوم رہے ہیں ہاتھ میں تسبیح‘ سر پر ٹوپی رکھے ہوئے موٹا موٹا کاجل لگا کر‘ سفید اور کالی داڑھی کو لال رنگ میں رنگے گھوم رہے ہیں‘ میں نے ایک نظر ان کو گزرتے ہوئے دیکھا تھا امی مجھے بہت شرم آ رہی ہے۔" وہ دلگرفتہ انداز میں بولی تو فاطمہ نے یہ کہہ کر اُسے تسلی دی تھی۔

"وہ تمہارا باپ نہیں ہے تمہیں زیادہ رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی تمہیں اس کے سامنے جانے کی ضرورت ہے۔" یوں بھی گھر والے اس وقت عمیرہ کو دیکھنے گئے تھے وہ باتھ روم میں پائوں پھسل جانے سے گر پڑی تھیں‘ شدید چوٹیں آئی تھیں‘ رات اچانک فہد کا فون آیا تھا۔

تبھی عمیرہ کے پاس فہد کا فون آیا تھا کہ وہ کیسی ہیں؟

"فہد کا فون تھا میری طبیعت کا سن کر پوچھ رہا تھا۔"

"اسے کس نے بتایا عباد! کیا فہد کا فون آیا تھا؟"

"نہیں تو دادو! مجھے تو نہیں پتہ۔" اس نے حریم کی طرف دیکھا تو اس کی نظر شیزرے پر اٹھی تو اس نے سر ہلا دیا' پھر آئی گئی بات ٹل گئی۔

البتہ ہاں دلہن چچی نے بڑی آئو بھگت کی تھی اکو میاں کی۔

"ارے اِکو میاں! آئو آئو ہم تو سب کچھ بھول بھال گئے' اب تم سے گلہ کیا' اب تو تم سے ہماری رشتے داری ہو گئی ہے' کہاں ہو عبیر' کرن دیکھو تمہارے اِکو چچا آئے ہیں۔" اِکو سہم کر ایک کونے میں کھڑے ہو گئے تھے۔

"ارے کیسی باتیں کرتے ہیں اِکو بھائی! اب آپ سے ہماری رشتے داری ہے اب چھوڑیئے امیری غریبی کا چکر' جو ہونا تھا وہ ہو چکا' سنا ہے کہ اب فاطمہ نے کیا منہ موڑا شیزرے بھی تمہارے سامنے نہیں آ رہی' نہیں اِکو میاں' شیزرے تمہارے سامنے آئے گی نہ صرف سامنے آئے گی بلکہ آپ ہمارے رشتے سے منہ دکھائی تو دیں گے۔" سعدیہ محبت سے بول رہی تھیں۔

"ارے چھوٹی دلہن! ہم کہاں اور آپ کہاں۔"

"ارے نہیں اکو بھائی! آپ کی اور ہماری رشتے داری ہو گئی ہے۔" ان کا بے حد اصرار تھا کہ اِکو میاں' منظور مصطفی کے برابر میں آ کر بیٹھ جائیں مگر اِکو میاں ان کے اصرار کو ٹال گئے تھے بلکہ آج ایک عجیب سی بات ہوئی تھی یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اِکو میاں کی نظریں کسی کو ڈھونڈ رہی ہیں پھر خود ہی سوچ کر بولے۔

"میں تو احمد میاں کو مبارکباد دینے آیا تھا 'کہاں ہیں وہ؟"

"کیوں نہیں اِکو بھائی! احمدا پنے کمرے میں ہے بے حد خوش اور مطمئن' آپ وردہ سے تو ملے ہی ہیں میرے بڑے بھائی کی بیٹی' آج کل وہ میرے ہی پاس رہ رہی ہے' بھائی آپریشن کے سلسلے میں امریکہ گئے ہوئے ہیں اور شایان شوٹنگ کے سلسلے میں باہر ہے' بھابی کچھ دنوں یہاں آجائیں گی تب تک کے لیے وردہ یہیں پر ہے۔" وہ ابھی بول کر رُکی تھیں کہ اِکو میاں بڑی عجلت میں بولے۔

"احمد میاں سے مل لوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ارے کیوں نہیں اِکو بھائی! یہ آپ کا اپنا گھر ہے اور ہم سب آپ کے اپنے ہیں۔" ان کی ایک نظر اِکو میاں پر بھی گئی تھی۔

"جائیں جائیں ذرا ملیں، ماشاء اللہ بہت خوش ہے، میں نے اس کی رضامندی سے کی ہے انگیج منٹ، آگے جا کر اس کا ایک اسٹیٹس ہو گا اور بیک گرائونڈ ہو گا۔" یہ سن کر منظور میاں نے اپنا چہرہ پھیر لیا تھا تو وہ دھیرے سے مسکرا کر بولی تھیں۔

"کاش... اِکو بھائی! آپ اس گیدرنگ کو دیکھ سکتے، اصل میں تو نور محل اُسی دن نور محل بنا تھا، پورے میڈیا میں ایک ہنگامہ تھا، کئی چینلز نے تو مووی بنائی، آپ کو شاید خبر نہیں میں نے کرن کی بھی انگیج منٹ کر دی ہے۔"

"اچھا چلیں مبارک ہو۔"

"اکو بھائی! کرن کے سسرال والے ہمارے گھر والوں کی طرح بہت اونچے اسٹیٹس والے ہیں، بہت بڑا بزنس ہے ان کا، اظفر باہر سے ایم بی اے کر

کے آیا ہے دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔" تبھی گزرتی ہوئی کرن آ کر سامنے ٹھہر گئی تھی۔

"لیکن بھابی جان! کرن کتنی بجھی بجھی سی لگ رہی ہے۔" تو کرن بڑی دُکھی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

"اس کا مطلب ہے مما! اِکو چچا اب ٹھیک ہو گئے ہیں پہلے جیسے نہیں رہے ورنہ یہ ہمیشہ پہلے دوسروں کے احساسات کو اگنور کر دیتے تھے۔"

"اچھا... چلو تم جائو اپنے کام سے کام رکھو زیادہ فلسفہ بگھارنے کی ضرورت نہیں ہے سمجھیں آپ، اِکو میاں نے کافی عرصے کے بعدآپ کو دیکھا ہے اس لیے ایسا ہوا ورنہ ایسا کچھ نہیں ہے۔" انہوں نے کرن کو جھڑک دیا تھا۔

"کمال ہے مما! جس کے سامنے چاہتیں ہیں بول دیتی ہیں۔" تو منظور ٹیبل پر نیوز پیپر پٹخ کراپنے روم کی طرف چلے گئے تھے۔

"تو بھابی جان! میں گھڑی دو گھڑی احمد میاں سے مل کر مبارکباد دے دوں؟"

"ارے آئیں اِکو بھائی آئیں اور سو بار آپ اس کے کمرے میں جائیں، جب فہد نے کھلے عام شیزرے کا ہاتھ تھام لیا ہے تو ہمیں اب آپ کو تو عزت دینی ہی پڑے گی۔" وہ احمد کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بولیں، احمد اپنے کمرے میں کمپیوٹر پر کوئی گیم کھیل رہا تھا، ماں کو یوں اچانک دیکھ کروہ کھڑا ہو گیا تو ساتھ ہی اِکو نظر آئے تھے، احمد کو اس بات پر حیرت ہوئی تھی کہ اِکو چچا اس کے کمرے میں اس بے تکلفی سے چلے آئے۔

"ارے میاں! یوں حیران نہ ہوں، ہم تو آپ کو مبارکباد دینے آئے ہیں۔" تو احمد نے نظر اٹھا کر بہت غور سے انہیں دیکھا تھا اور کس بے تکلفی سے وہ سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئے تھے۔

"کیسے ہو احمد میاں! کیا حال ہے؟ کیا بیمار ہو تمہیں تو خوش ہونا چاہیئے کہ وردہ بی بی سے آپ وابستہ ہو گئے ہیں۔"

"جی، جی میں تو بہت خوش ہوں آپ سنایئے کہ یہ اتنی بڑی تبدیلی ہے، واقعی تبدیلی ہے یا پھر ایک جھوٹ کا ناٹک۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پتہ نہیں احمد میاں! کیا سچ ہے کیا جھوٹ، بس یہ ہے کہ اب ہم آپ کے رشتے دار ہو گئے ہیں،"

"میرا دنیا میں کوئی رشتے دار نہیں ہے سمجھے آپ، میں کل بھی تنہا تھا اور آج بھی تنہا ہوں اور ہاں آئندہ آپ نے فاطمہ خالہ یا شیزرے کے ساتھ کوئی زیادتی کی تو عمر قید کے لیے پھر تیار رہیئے گا۔"

"نہ میاں نہ، آپ ایسا نہ بولیں "سیاں بنے کوتوال اب ڈر کاہے کا۔" وہ تسبیح کے دانوں کو گھماتے ہوئے اردگرد کے ماحول پر نظر ڈال کر بولے۔اکو میاں کی بہت پراسرار سی سرگرمیاں تھیں، سارا دن کبوتروں کے ساتھ لگے رہنا یا پھر اُتر کر اِدھر اُدھر گھوم پھر کر آ جاتے پھر ان کی مصروفیات میں سب سے اہم مصروفیت سعدیہ کا گھر تھا جہاں منظور کو دیکھا کہ وہ نہیں ہیں فوراً ہائے ہیلو کرنے پہنچ گئے، احمد کی خبر گیری کی یا دلجوئی کر کے آ گئے، انگلیوں میں پورا حساب کتاب چل رہا تھا، خاص طور پر احمد کی سرگرمیاں ان کی نظروں میں ہر وقت رہنے لگیں، جس کی خبر گھر والوں کو نہ تھی اِکو اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی خبر دیتے پھرتے تھے' شیزرے اور فاطمہ دوبارہ ان سے نہیں ملیں تھیں مگر وہ کوئی نہ کوئی بہانہ ضرور ڈھونڈ لیتے تھے شیزرے تو ان کی آواز سے چھپ جاتی البتہ فاطمہ انہیں اگنور کرتی تھیں' یہی حال نور محل والوں کا تھا کہ اب اِکو میاں کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھ رہے تھے۔نور محل کی اوپر والی منزل پر ان کی بڑی آئو بھگت جاری تھی اور سعدیہ اس بات کو بہت اہمیت دے رہی تھیں کہ وہ شیزرے کا باپ ہے آج بھی وہ نیچے اتر کر آئی تھیں شیزرے کو بلانے کہ وہ اِکو کو دیکھ لیا کرے کبھی کبھار اوپر جا کر لیکن فاطمہ نے صاف انکار کر دیا تھا کہ شیزرے سے اب اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

"یہ کیا بات ہوئی فاطمہ! پالا پوسا اِکو بھائی نے' اپنا نام دیا' اب یوں رشتہ تھوڑی ختم ہو سکتا ہے اور اب ہم کیا جانیں اس نئی کہانی کو کہ شیزرے کا باپ کوئی اور ہے' ہم تو صرف اور صرف اکو میاں کو جانتے ہیں اور جب ہم نے رشتہ ایک بار کسی سے جوڑ لیا اب یہ کیا کہ شیزرے کا باپ چھولے کا

ٹھیلا لگاتا ہے' ارے جب ہمارے بیٹے کو کوئی اعتراض نہیں تو ہم اور تم کون ہوتے ہیں آخر کو وہ ہمارا اپنا ہے اِکو بھائی معمولی چیز تھوڑی ہیں "ڈی ایس پی فہد مصطفی" کا سسر ہے' دنیا تو اسی نام سے جانتی اور پہچانتی ہے' میں تو سوچ رہی ہوں کوئی فیملی ڈنر رکھ لوں تاکہ وہ سب سے جان پہچان کر لیں' تب دیکھوں گی سجاد مصطفی اور منظور مصطفی کی بلندی کو۔" وہ سارے دل کے پھپھولے پھوڑ کر فاطمہ کو دیکھ رہی تھیں۔ایک چپ سو کو ہراتی ہے' فاطمہ کی خاموشی نے ان کو جھنجلا کر رکھ دیا تھا' وہ بہت غصے سے مسکراتی ہوئیں لائونج سے گزر گئیں تھیں تبھی عباد نے دادو کو بتایا تھا۔

"احمد آج کل بہت اَپ سیٹ ہے' فہد بتا رہا تھا کہ احمد نے دوبارہ کوچنگ جوائن نہیں کی' وہاں سے کال پر کال آ رہی ہے' "۔

"کمال ہے اتنا کچھ ہو گیا اور ہمیں خبر نہیں' فہد کو منظور نے بتایا ہو گا۔"اور یہی بات جب دادو نے منظور مصطفی سے پوچھی تو انہیں خود خبر نہیں تھی

کہ احمد آج کل بیمار ہے وہ بس معمولی نزلہ بخار سمجھ رہے تھے انہیں بھی بڑی حیرت تھی کہ احمد نے فہد کو تو بتایا مگر گھر میں کسی کو خبر نہیں۔

......☆☆☆......

عرفان کاظمی کو گئے ہوئے تقریباً ایک ماہ سے زیادہ ہو گیا تھا' وہ وردہ کی انگیج منٹ سے تیسرے دن ہی امریکہ چلے گئے تھے' شایان کاظمی بھی شوٹ کے سلسلے میں بینکاک گیا ہوا تھا البتہ عرفان کاظمی کی سیکنڈ وائف یہیں پاکستان میں موجود تھیں' ابھی کچھ دیر پہلے وردہ' شوبی کے ساتھ گھر آئی تھی اس وقت بھی چھوٹی مما گھر پر نہیں تھیں۔وردہ' شوبی کے ساتھ جب اندر داخل ہوئی تو اس وقت سوائے ملازم کے اور کوئی نہیں تھا' وہ شوبی کو لیے ہوئے اپنے کمرے میں آئی تھی شوبی نے وہیں تھکے تھکے انداز میں سامنے بار کے قریب پڑے ہوئے صوفے پر بیٹھ کر شراب کی بوتل کھولی تھی۔

''او نو... یہ شایان کی فیورٹ ہے بلیک لیبل اور جانی واکر' تم کب سے یہ لینے لگے۔'' وہ ہنس کر بولا۔

''جسٹ انجوائے منٹ۔'' کارک کھولنے کے ساتھ ہی شراب اچھل کر وردہ کے چہرے پر پڑی تھی۔

''اوہ شوبی...'' وہ کہہ کر تلملا کر اس کی طرف پلٹی تھی۔

''تمہاری مما گھر پر نہیں ہیں اس لیے میں ریلیکس فیل کر رہا ہوں۔''

''کیا مطلب ہے اتنی سوفٹ نیچر تو میری رئیل مدر بھی نہیں ہیں۔''

''اوکے بابا اوکے' میں سب جانتا ہوں تمہاری مدر کے بارے میں۔''

''مجھ سے زیادہ تم نہیں جانتے۔'' وردہ نے اس کے لیے اور اپنے لیے دو گلاس بنا لیے تھے۔

''تم چھوڑو ان سب فضول باتوں کو' کون کیا ہے؟ شوبی پلیز! مجھے اس مصیبت سے نجات دلا دو' میں نہیں سمجھتی کہ احمد کو انوالو کرنے سے یہ معاملہ سلجھ جائے گا' یہ معاملہ بہت رسکی ہے میں کچھ نہیں جانتی شوبی۔'' وہ بہت بیزار کن لہجے میں گلاس رکھتے ہوئے بولی تھی۔

"اوکے بابا اوکے' آسیہ آ جائے تو میں اس سے ڈسکس کروں گا۔"

"واٹ...!" اس کو کرنٹ سا لگا۔

"یو نو... وہ ڈیڈ کو بتا دیں گی۔"

"نو نو شی از ناٹ لائیک دس' یو ٹرسٹ می' آسیہ مجھ سے کوآپریٹ کرتی ہے' شی از مائی گڈ فرینڈ' اس کے پاس میری ہر پرابلم کا حل موجود ہوتا ہے' ڈونٹ وری مائی سوئیٹ ہارٹ۔" اس نے گلاس اٹھا کر اپنے منہ سے لگا لیا تھا۔

"شوبی پلیز! تھوڑی میری فکر بھی آئوٹ ہو رہی ہے۔" تو شوبی اس کے آنے والے کل کا حلیہ بناتے ہوئے زور سے ہنسا۔

"ڈونٹ بی سلی' اگر شایان کو پتہ چل گیا ناں تو ایک منٹ میں تمہیں آئوٹ کر دے گا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بٹ آئی نو دیٹ آسی مجھے بچا لے گی' دیکھو میں نے تو تمہیں مشورہ دیا تھا کہ تم ڈیڈ کے ساتھ نکل جائو امریکہ' وہاں پر یہ سب اتنا بڑا ایشو نہیں ہے' چلو یہاں کچھ پرابلم ہو سکتی ہے' دیکھو میں آسی سے ڈسکس کروں گا۔"

"کر بھی چکو شوبی! تم میرے ڈیڈ کو نہیں جانتے' جانے سے پہلے وہ کتنے پریشان تھے بے چارے' وہ مجھے اسٹیپ مدر پر بھی نہیں چھوڑنا چاہتے تھے اسی لیے انہوں نے پھپھو کی بات مان لی اور اگر میں نہ مانتی تو ڈیڈ کو شک تو ہو جاتا اور تم نے بھی تو مجھے الٹی سیدھی باتوں میں الجھا کر احمد سے انوالو کروایا' بڑا رحم آتا ہے سیدھا سادا بندہ ہے' پھپھو نے اسے مجبور کر دیا۔"

"رہنے دو وردہ! کوئی بھی اتنا فرشتہ نہیں ہے میں سب جانتا ہوں' عبیر کو سب جانتے ہیں کہ وہ کیا کر رہی ہے۔"

"کون جانتا ہے؟"

"سامیر کی وجہ سے اور کس کی وجہ سے۔" اس نے گلاس سے آخری گھونٹ بھی اپنے حلق میں اتار لیا تھا۔

''چھوڑو شوبی! تم خوامخواہ عبیر اور سامیر کے معاملے میں الجھ رہے ہو' دیٹ از فیکٹ سامیر میناڑتی میں ہے اس لیے سب اسے جانتے ہیں' اس کے فادر کا اتنا بڑا بزنس دبئی میں ہے سامیر کوئی معمولی چیز نہیں۔'' وہ ڈرنک کرنے کے بعد دھڑ سے دوسرے صوفے پر گرا تھا۔

''کم آن وردہ!'' اس نے وردہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''شایان کیا کہتا تھا میرے بارے میں کہ میرا کوئی اسٹیٹس نہیں ہے اس دن سے دل و دماغ میں سما گئی تھی کہ میں وردہ کو حاصل کر کے رہوں گا تم لوگ یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ جب ہم اتنے قریب آئیں گے تو کچھ نہیں ہو گا' وردہ پلیز ہیلپ می۔'' وہ نشے کی حالت میں بولا تھا۔

رات کا پہر تھا ایک دم اچانک ہی آسیہ کی کار پورچ میں آ کر رُکی' خود ہی ڈرائیو کرتی ہوئی آئی تھیں' لگ بھگ 45 عمر کی آسیہ جینز' شرٹ پہنے ہوئے کار سے اُتری' انگلی میں دبی ہوئی سگریٹ سے اس نے لمبے لمبے کش لے کر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چھینک دی تھی' تبھی وہ چلتی ہوئیں لائونج میں انٹر ہوئی تھیں' ڈرنک لینے کے لیے وہ گھر میں بنے ہوئے بار کی طرف آئی تھیں تو وہاں پر شوبی صوفے پر بیٹھا ہوا جھوم رہا تھا اور وردہ اسے مسلسل اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''او... ہی ڈرنک؟''

''یس' یو ہیلپ می۔'' اس نے شوبی کو جھنجھوڑ کر کھڑا کیا تھا۔

''وردہ تم میری ہیلپ کرو اور اسے شایان کے روم تک پہنچا دو۔'' تو وردہ نے آسیہ کی مدد سے شوبی کو اٹھایا تھا' آسیہ' شوبی کو شایان کے کمرے تک لے گئی تھیں' وردہ ابھی تک ان کے ساتھ تھی' تبھی آسیہ نے مڑ کر کہا تھا۔

''تم اپنی پھپھو کے ہاں سے کب آئیں؟''

''بس میں تھوڑی دیر کے لیے شاپنگ کے لیے نکلی تھی شوبی مجھے یہاں لے کر آ گیا۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

"دیکھو وردہ! تم فوراً واپس لوٹ جائو' یہ میری ذمے داری ہے کہ تم اپنی پھپھو کے پاس رہو' تمہارے ڈیڈ اور شایان تمہیں یہاں اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتے' اب دیکھو شوبی تمہیں یہاں لے کر آ گیا میں کیا جواب دوں گی تمہارے باپ کو' بہت دیر ہو رہی ہے تم گاڑی نکالو اور جائو واپس' میں اس کو سنبھال لوں گی' ٹھیک ہے شکر کرو میں بروقت آ گئی ورنہ پتہ نہیں کیا ہوتا یہاں۔" وہ شایان کے بیڈ پر شوبی کو لٹا کر مڑیں تھیں' وردہ مرے مرے قدموں سے چلتی ہوئی کار تک آئی تھی۔آسیہ پلٹ کر شوبی کے پاس آئی تھیں۔

"ڈارلنگ! تم کیا کرتے ہو؟تمہیں کچھ خبر ہے جو تم وردہ کو لے کر یہاں آ گئے۔" وہ نشے میں جھومتے ہوئے شوبی سے بولیں تو اس نے مسکراتے ہوئے اپنی آنکھیں کھول دیں۔

"میں تو ایکٹنگ کررہا تھا لیکن تم تو مجھ سے بڑی ایکٹر نکلیں' آخر ہم ہیں ناں شوبز کے لوگ۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"او نو... چیٹر' اچھا تو تم بن رہے تھے۔"

"او یس مائی سوئیٹ ہارٹ!" اس نے آسیہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا وہ کھلکھلاتی ہوئی پوری شوبی پر گری تھیں۔

"او مائی سوئیٹ آسی! اس پرابلم کو سولو کرو تم۔"

"مجھے کیا دو گے اگر میں تمہارا یہ پرابلم سولو کر دوں تو پھر؟" آسیہ نے اپنی ہتھیلیوں سے اس کا چہرہ تھام لیا تھا اور آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی تھیں۔

"ڈارلنگ! اب یہ غلطی میں دوبارہ وردہ کے ساتھ تو نہیں کروں گا' دراصل میں تمہارا عادی تھا۔" وہ بہت مدہوش لہجے میں بولا۔

"بولو کتنے پیسے دیئے تمہیں وردہ نے' میں تو تمہیں اچھا خاصا پے کرتی ہوں' میں اس بڑھے عرفان کاظمی کے ساتھ انجوائے نہیں کر سکتی' آئی ہیٹ ہم' ڈارلنگ میں تمہاری عادی ہوں۔"

"آئی نو آسی!" تو آسیہ نے ہنستے ہوئے اٹھ کر دروازے کو لاک کیا تھا۔

......☆☆☆......

"وردہ! تم کہاں تھیں اتنی رات گئے تک، تم تو شوبی کے ساتھ شاپنگ کرنے گئی تھیں پھر کیا ہوا؟ ہیں وردہ... تم نے کیا ڈرنک کی ہے؟ او مائی گاڈ، جلدی چلو تم اپنے روم میں، اگر کسی نے دیکھ لیا تو ہم بدنام ہو جائیں گے، پہلے ہی ہمیں یہ لوگ پسند نہیں کرتے، اگر یہ سب نے دیکھ لیا تو اچھا نہیں ہو گا، وردہ پلیز ایسا مت کرو، اب میں دوبارہ تمہیں شوبی کے ساتھ نہیں جانے دوں گی، بھائی بھی اسے پسند نہیں کرتے۔"

"او نو پھپھو! ہی از اموشنل فار می! مگر آسیہ مما اسے مجھ سے دور لے جاتی ہیں، اس وقت بھی شوبی مما کے ساتھ ہے، وہ میرا ہے میں اسے شیئر نہیں کر سکتی۔" وہ اس وقت نشے میں جھوم رہی تھی۔

"او مائی گاڈ! یہ کیا کہا ہے تم نے وردہ؟" انہوں نے جلدی سے ہاتھ پکڑ کر وردہ کو کمرے میں گھسیٹا تھا۔

"او نو... میں تو شوبی کے پاس صرف اس لیے گئی تھی کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دلا دے، میں آئوٹ آف شیپ ہو رہی ہوں۔"

"کیا...؟" سعدیہ کو ایک کرنٹ سا لگا تھا، آہٹ ہوئی تو سعدیہ جلدی سے پلٹ کر گئیں اور دروازے کو لاک کر کے آئی تھیں۔

"وردہ! تو اس کا مطلب ہے بھائی ٹھیک پریشان تھے تمہارے لیے، یہ تم کیا کررہی ہو۔"

"او نو پھپھو، چھوٹی موٹی تفریح تو چلتی ہے۔" وہ نشے کی حالت میں جھوم جھوم کر بول رہی تھی۔

"یہ چھوٹی موٹی تفریح ہے؟" حیرت سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"پھپھو! اسی لیے تو میں نے احمد سے انگیج منٹ کرلی ہے ورنہ میں تو شوبی کو پسند کرتی ہوں، آسیہ مما بھی شوبی کو پسند کرتی ہیں۔"

"او مائی گاڈ! تم لوگ کیا کررہے ہو، ایک ماڈل سے بھائی نے شادی کر کے اپنے گھر کو ختم کر دیا اور اب تم یہ تماشا کر رہی ہو۔" انہوں نے اس کو بیڈ پر لٹا دیا تھا۔

"خدایا اس حالت میں تم ڈرائیو کرکے آئی ہو وردہ!" وہ حیران سی کھڑی سوچ رہی تھیں تبھی منظور نکل کراپنے بیڈ روم سے باہر آئے تھے۔

"سعدیہ! وردہ اس وقت کہاں سے آ رہی ہے رات کے دو بج رہے ہیں اس طرح سے اکیلا آنا ٹھیک نہیں ہے، گیٹ کے الارم سے سجاد بھائی بھی جاگ چکے ہیں، وہ پوچھ رہے ہیں کہ اس وقت کون آیا ہے گھر میں، بولو کیا جواب دوں؟" پہلی بار سعدیہ تھوڑا سا نروس ہو کر منظور کے قریب بڑھی تھیں۔

"منظور! وردہ مجھ سے پوچھ کر شاپنگ کرنے گئی تھی بس وہیں دیر ہو گئی ذرا، وہاں سے وہ اپنے گھر چلی گئی ڈرائیور چھوڑ کر گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے آئندہ کے لیے اسے بتا دیں کہ دس بجے کے بعد اس گھر سے نہ کوئی جاتا ہے نہ کوئی آتا ہے، اوکے سعدیہ!" وہ گہری نیند سے بوجھل بول

کر مڑے، سعدیہ بہت مرے مرے قدموں سے دوبارہ وردہ کے روم کی طرف گئی تھیں لیکن وردہ بے خبر سو رہی تھی۔

......☆☆☆......

ہر طرف ایک گہری اداسی اور خاموشی تھی سب کے دل بجھے بجھے سے تھے کسی کو بھی یہ بات اچھی نہیں لگی تھی کہ رامین اور احمد الگ ہوجائیں، خود بڑے پاپا نے بجھے بجھے لہجے میں آج اماں سے کہا تھا۔

"اماں! رامین بہت سلجھی ہوئی اور بہت پیاری بچی تھی۔" وہ بھی دل مسوس کر رہ گئے تھے۔

"یہ بات سعدیہ کی سمجھ میں نہیں آئی۔" عذرا نے چائے کپ میں ڈالتے ہوئے کہا تھا تو سجاد مصطفی نے ایک گہری سانس لے کر نظریں اخبار پر جھکا لی تھیں، نجانے کیسے احمد اور رامین کے دل کی خبر خوشبو کی طرح نور محل میں پھیل گئی تھی۔

"دیکھ لیجیے گا پاپا! وردہ دو چار دن میں ہی گھر اُلٹ کر نہ چلی جائے۔"

"ندیم...!" سجاد مصطفی نے نظر اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔

وقت کی رفتار بہت آہستہ آہستہ گزر رہی تھی' نور محل کیا عمیرہ کے گھر کا عالم تو اس سے بھی بیزار کن ہو گیا تھا' رامین نے سینٹر جانا بھی چھوڑ دیا تھا' ہر وقت گھر میں پلے ہوئے پرندوں کو دانہ ڈالتی رہتی ' جس بلی سے وہ بیزار رہتی تھی اسے وہ غور سے دیکھتی' پنجرے میں پلے ہوئے خرگوشوں کو اس نے آزاد کر دیا تھا' مرغی کے چھوٹے چھوٹے چوزوں سے صحن میں بیٹھی کھیلتی رہتی لیکن آج نجانے کیوں وہ بہت ڈھنگ سے تیار ہوئی تھی' عمیرہ تو یہی سمجھیں کہ وہ آج ٹیوشن سینٹر جارہی ہے' ماں کو خداحافظ کہہ کر وہ جب باہر نکلی تو عمیرہ ساتھ ساتھ چلتی ہوئی آئی تھیں۔

"رامین بیٹا! دھیان سے سڑک کراس کرنا' تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"مجھے کچھ نہیں ہو گا امی! آپ پریشان نہ ہوں۔" وہ یہ کہہ کر نظروں سے اوجھل تو ہوگئی تھی لیکن عمیرہ کو ایسا لگا کہ جیسے دل مٹھی میں سمٹ آیا' اپنی بے بسی پر ان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے۔

"اللہ زمانے بھر کی خوشیاں میری بیٹی کو دے دے' اللہ اس کا نصیب اچھا کرے' اپنوں نے کیسی چوٹ دی اللہ اس کے زخم بھر دے۔" وہ وہیں صحن میں پڑی ہوئی چوکی پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کرروتی رہیں تھیں' ان کے اور اللہ کے درمیان اس وقت کوئی نہیں تھا' بے جان پرندے اور شور کرتی ہوئی ہوائیں' یوں لگ رہا تھا نوحہ کناں ہیں' آنکھوں سے آنسو کیا بہے ناک سے پانی بھی بہنے لگا' نہ گھر میں بشریٰ تھی نہ راحمہ' پورے گھر کا بوجھ اٹھانے والی رامین ابھی تھوڑی دیر پہلے گھر سے نکل کر گئی تھی' وہ بڑی بے بسی کے عالم میں جی بھر کے روئی تھیں' رامین جب سینٹر پہنچی تو سبھی نے اس کی خیریت پوچھی تھی۔

"کیوں بھئی اتنی لمبی چھٹیاں کیوں لے لیں؟" مس ردا نے پوچھا تھا تو سامنے سے آتے ہوئے سر منیر ٹھہر گئے تھے۔

"ارے مس رامین! سر احمد کی انگیج منٹ مبارک ہو' کیا بات ہے بھئی ان کی انگیج منٹ کیا ہوئی وہ بھی غائب ہیں' وہ تو چلو خوشی میں آج کل گھوم

پھر رہے ہوں گے لیکن آپ کس خوشی میں چھٹی پر چھٹی کیے جا رہی ہیں‘ مجھے ڈبل ڈبل کلاس لینی پڑ رہی ہے‘ اچھا کیاآپ آ گئیں۔“

”جی نہیں سر! ان دنوں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“

”تو احمد سے ہی کہیں کہ آ جائے۔“

”ملے گا تو میں کہہ دوں گی۔“ وہ تھوڑا سا چل کر اسٹاف روم کے سامنے ہی رک گئی۔

”اس کا مطلب ہے احمد کوچنگ نہیں آیا‘ میرا یہاں آنا فضول تھا‘ کوئی بات نہیں احمد میں گھر کا بھی رستہ جانتی ہوں۔“ وہ کافی دیر تک اسٹاف کے درمیان بیٹھی رہی‘ ہر کوئی اسے مبارکباد دے رہا تھا‘ سر احمد کے بارے میں سب پوچھ رہے تھے‘ وہ بہت اعتماد بھرے لہجے میں سب سے بات کر رہی تھی تبھی نکلتے ہوئے اس نے ماہین کی آواز سنی تھی۔

”عفان! مس رامین۔“ تو اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اسے بہت قریب عفان نظر آیا۔

”بس اس سیمسٹر کے بعد ہی سر احمد کے تھپڑ کا جواب دوں گا ضرور‘ یو ڈونٹ وری۔“ رامین نے پلٹ کر عفان کو دیکھا تھا‘ وہ جلدی سے اپنا رُخ پھیر کر دوسری طرف مڑ گیا تو وہ جلدی سے گیٹ سے باہر آ گئی تھی‘ دماغ میں گھنٹیاں سی بجنے لگیں۔

”عفان ابھی تک وہ تھپڑ نہیں بھولا‘ احمد مصطفی تم نے جو تھپڑ میری روح پر مارا وہ میں کیسے بھول جائوں۔“ اس نے گزرتے ہوئے رکشے کو ہاتھ دیا تھا۔

نانو‘ رامین کو دیکھ کر خوش ہو گئی تھیں‘ بہت پیار سے اس کو لپٹا کر چوما تھا۔

”کیسی ہے نانو کی جان؟“

”ٹھیک ہوں نانو! میں کوچنگ گئی تھی احمد وہاں نہیں آیا‘ نانو اس کا سیل بھی بند رہتا ہے‘ میرے میسج اور میری کال کا وہ کوئی جواب نہیں دیتا‘ میں اس سے بات کرنے آئی ہوں‘ کیا سمجھتا ہے وہ‘ وہ مجھ سے مذاق کر کے گزر جائے گا۔“ شدت جذبات سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"نہیں رامین! ایسی باتیں نہیں پوچھی جاتیں، تم چپ ہو جاؤ بڑی ذلت و رسوائی ہوگی۔" عذرا ممانی نے اس کا بھیگا ہوا چہرہ اپنے گلے سے لگا لیا تھا۔

"نہیں ممانی جان! یہ اتنی آسان بات نہیں ہے جو احمد نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔" وہ اپنا چہرہ اٹھا کر بولی۔

"نہیں میری جان! ہم سب جانتے ہیں ہم تمہارے دکھ کو جانتے ہیں۔" انہوں نے تسلی بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"دیکھا ممانی جان! ہر ایک کو خبر ہے ناں پھر... پھر میں کیوں نہ پوچھوں، سب کی نظریں مجھ سے سوال کر رہی ہیں، میں بھی تو پوچھوں کہ ایسا کیا ہوا سب کی نظریں مجھ سے سوال کررہی ہیں مجھے جواب دینا ہے ورنہ میرے دماغ کی رگ پھٹ جائے گی، میری ماں، میری بہنوں کی نظریں سوال کررہی ہیں کہ ہمارے اور اس کے بیچ کیا ہوا، میرے سارے کزنز کی آنکھوں میں ایک سوال ہے۔" وہ ندیم کی طرف دیکھ کر بولی تو ندیم بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ابھی ابھی تھوڑی دیر پہلے میں اوپر سے آیا ہوں، چچی جان، احمد بھائی کے ساتھ وردہ کو بھیج رہی ہیں۔"

"ندیم! وہ اوپر ہے؟" وہ چونک کر کھڑی ہو گئی۔

"بس وہ نیچے آنے ہی والے ہیں رامین آپی!"

"نہیں کوئی ضرورت نہیں تمہیں اس طرح احمد سے بات کرنے کی۔" دادو جلدی سے بول پڑی تھیں۔

"نہیں نانو! رامین صحیح کہہ رہی ہے، احمد بھائی کیوں منہ چھپا کر گھوم رہے ہیں، ہمیں پوچھنا چاہئے، اتنی خاموشی اور فاصلوں کو جنم دے گی، جو کچھ ان کے دل میں ہے وہ کہہ دیں۔" حریم بولی، تبھی ندیم پلٹ کر جلدی سے اندر آیا تھا۔

"احمد بھائی کی گاڑی باہر آئی ہے وہ وردہ کا انتظار کر رہے ہیں، ہارن پر ہارن دے رہے ہیں، وردہ ابھی نیچے نہیں اُتری لیکن سامنے ہی ٹیرس پر چچی جان اور چھوٹے چچا بھی بیٹھے ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"سو واٹ... چھوٹے ماموں جان کی نظروں میں بھی ایک سوال ہے‘ احمد کو جواب تو دینا ہو گا۔" وہ بہت تیزی سے مڑی۔

"رامین! رُک جائو۔" نانو بہت تیزی سے اٹھیں تبھی سامنے سے عباد نظر آیا تھا۔

"رُکو رامین رُکو‘ کیا ہوا؟"" وہ بہت تیزی سے رامین کی طرف بڑھا لیکن رامین اپنی دھن میں چلتی ہوئی بہت تیزی سے باہر آئی تھی‘ سامنے لیفٹ طرف سے اترتی ہوئی وردہ نظر آئی تھی مگر پورچ کے باہر کھڑی ہوئی کار احمد اس کے انتظار میں لیے کھڑا تھا‘ عباد جب تک باہر آیا رامین‘ احمد کی کار کا فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ چکی تھی‘ احمد نے گھبرا کر رامین کی طرف دیکھا۔

"گھبرانے کی بات نہیں ہے احمد! تم تو تمام عمر ساتھ چلنے کی بات کرتے تھے میں تو صرف تم سے 5 منٹ کی بات کرنا چاہتی ہوں۔" رامین نے مڑ کر دیکھا وردہ گیٹ سے باہر آ چکی تھی۔

"پلیز احمد! اس وقت مجھے تماشا مت بنائو‘ گاڑی آگے بڑھائو۔" تو احمد نے گاڑی کی اسپیڈ غیر ارادی طور پر بڑھا دی تھی۔

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"اور میں تم سے کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا۔"

"میں یہی تو جاننا چاہتی ہوں۔" احمد نے اسپیڈ گاڑی کی بہت تیز بڑھا دی تھی۔

سعدیہ دھڑ دھڑ کرتی ہوئیں تیزی سے زینے کے اندر ہی رُک گئی تھیں‘ ندیم‘ عباد خود منظور نیچے اتر آئے تھے‘ شیزرے حیران سی سامنے لان میں کھڑی تھی‘ عذرا بہت تیزی سے نکلیں تو تھیں مگر سعدیہ کو دیکھ کر وہ بھی رُک سی گئیں۔

"دیکھا منظور! کس ڈھٹائی سے وہ احمد کو یہاں سے لے کر گئی ہے‘ وردہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی اور وہ ہمارے سامنے سب کے سامنے‘ ارے عباد کھڑا ہے‘ ندیم کھڑا ہے حتیٰ کہ گارڈ دیکھ رہا ہے کس طرح وہ فرنٹ سیٹ

کادروازہ کھول کر بیٹھی ہے جیسے احمد اُسی کا انتظار کر رہا ہو' یہ آئی کب اور کس نے اسے اطلاع دی کہ احمد اور وردہ کہیں جا رہے ہیں۔'' ان کی نظر ندیم کے چہرے پر پڑی تو وہ منہ پھیرکرہنس پڑا تھا' قریب کھڑی وردہ بے پرواہ ہو کر اپنی رِنگ سے کھیلے جا رہی تھی۔

''یہ تماشا ہے یہاں کی لڑکیاں سرِراہ لڑکوں کو لوٹتی ہیں کس بے حیائی سے' میں دیکھ رہی ہوں' اس کا ماموں دیکھ رہا ہے اور وہ احمد کے ساتھ چلی گئی اور اس اُلو کے پٹھے کودیکھو کچھ بول نہ سکا اور وردہ کو چھوڑ کو چلا گیا۔''

''چچی جان! اس میں چچا جان کا کیا قصور ہے۔'' عبا دکو ہنسی آئی تھی۔

''شٹ اپ! یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے' بات یہ ہے کہ وہ کیوں لے کر گئی ہے احمد کو' کیا پلاننگ ہے تم سب کی۔'' انہوں نے وہیں ہاتھ میں پکڑے سیل سے احمد سے کانٹیکٹ کیا تھا جونہی سیل پر ''مما کالنگ'' آیا رامین نے کھٹک احمد کے ہاتھ سے سیل لے کر آف کر دیا تھا۔

''سوری احمد! تھوڑی دیر کے لیے کہیں پر بھی گاڑی روکو' میں کہہ رہی ہوں روکو گاڑی۔''

''میں یوں لب ِسڑک گاڑی نہیں روک سکتا۔'' احمد سیریس ہو کر بولا۔

''لب سڑک تم مجھے تماشا تو بنا سکتے ہو مگر گاڑی نہیں روک سکتے۔''

''میں خود ایک تماشا ہوں ہیںکیا کسی کو تماشا بنائوں گا۔''

''میں تم سے کسی فضول بات پر الجھنا نہیں چاہتی نہ ہی میں تم سے بھیک مانگنے آئی ہوں' تم اس وقت بہت ریش ڈرائیونگ کر رہے ہو۔''

''مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا۔''

''اس لیے کہ تمہاری موت کے بعد تمہارا باپ ایک ریٹائرڈ بیوروکریٹ' تمہارا بھائی ڈی ایس پی تمہارے گھر کو سنبھال لیں گے لیکن مجھے موت سے ڈر لگتا ہے' وقت سے پہلے میری بوڑھی ماں' میری بہنیں

میرے ٹوٹے گھر کی چھت اور میرے گھر کی چھوٹی دیواریں بارش میں گر جائیں گی، لوگ رستہ بنا لیں گے، بھوک سے میری ماں مر جائے گی مگر وہ نور محل نہیں آئے گی۔"

"مت کرو اس طرح کی سنگدلانہ باتیں۔" احمد تڑپ کر بولا۔

"او... تمہارے اندر ابھی تک احساسات زندہ ہیں۔" وہ بڑے تلخ لہجے میں احمد کو دیکھ کر بولی تھی، احمد نے بے بسی سے اپنا چہرہ اس کی طرف سے موڑ لیا تھا اور گاڑی ایک سنسان سڑک کے کنارے روک کر غصے سے باہر آیا تھا، وہ بھی تیزی سے اتری اور احمد کے قریب آ کر کھڑی ہوگئی۔

"میں نے کہا ناں میں صرف 5 منٹ لوں گی احمد تمہاری زندگی سے، میں جانتی ہوں تمہارے لمحات بڑے قیمتی ہیں، تمہارے پاس اب ہمارے لیے وقت نہیں، کال کرتی ہوں تو تم سیل آف کر دیتے ہو، میسج کرتی ہوں تو جواب نہیں ملتا، اتنے اہم انسان سے بات کرنا اتنا آسان تو نہیں ہے۔" اس

نے غصے سے اپنی آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑ دی تھیں اور احمد نے اپنی نظریں جھکالیں تو وہ تڑپ کر بولی۔

"احمد! کیا تمہیں فلرٹ کرنے کے لیے اپنی کزن ہی ملی تھی۔"

"میں نے کوئی فلرٹ نہیں کیا۔"

"اسی کو فلرٹ کہتے ہیں احمد!" اس کا لہجہ آہستہ ہو گیا اور آنکھیں بھیگنے لگیں، احمد میں اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ وہ نظریں ملا سکتا۔

"جن لوگوں کو اس فلرٹ کا علم ہے ان لوگوں کی آنکھوں میں ایک سوال ہے کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں اس کا جواب چاہتی ہوں۔"

"ہمارے پاس تمہاری کسی بات کا کوئی جواب نہیں ہے۔"

"جواب ہے احمد! کہ میں ایک غریب گھر کی بیٹی ہوں، ماں نے صوم و صلوۃ کا پابند بنایا اور تم اور تمہارا اسٹیٹس ایسی لڑکی کو قبول نہیں کر سکتا، تمہیں ایک مالدار وردہ جیسی لڑکی کا ساتھ چاہئے تھا، تمہارے اندر کی چھپی ہوئی

خواہش نے وردہ کو اپنایا ہے لیکن تم نے مجھ سے ایسا بھیانک مذاق کیوں کیا احمد؟ مجھے دکھ نہیں ہے کہ تم مجھے نہیں ملے، مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ کیا میں ہی تمہیں ملی تھی بیوقوف بنانے کو ایک غریب کزن۔"

"ڈونٹ سے اگین، تم میرے ایموشنز سے کھیل رہی ہو اس وقت۔" اس نے ایک پنچ اپنی گاڑی کی چھت پر مارا تھا۔

"بس احمد بس، ڈرامے کا ڈراپ سین ختم ہو گیا یہ سارے رنگ و روپ میں پہلے بھی دیکھ چکی ہوں، ایموشنلی تم مجھے بلیک میل کرتے رہے ہو، میرے حالات سے تم نے فائدہ اٹھایا، جگہ جگہ ٹیوشن دلا کر تم نے مجھ پر احسانات کیے، زندگی کیا ہے تم نے مجھے خواب دکھلائے اور اب یوں گزر گئے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں، صرف یہ بتا دو کہ کیا سوچ کر تم نے میرے جذبات کا مذاق اڑایا، تمہیں یہ بھی خیال نہیں آیا کہ میں کس طرح زندگی گزار رہی ہوں۔"

"ہاں، ہاں مجھے کسی کا خیال نہیں ہے میں خود غرض ہوں میں اپنے لیے زندہ رہنا چاہتا ہوں، ہاں میں وردہ جیسی لڑکی سے بھی گزارہ کر لوں گا، اگر کوئی اپاہج لڑکی کا بھی ساتھ ہو تو میں زندگی گزار لوں گا، دین اور محبت میں بہت فرق ہوتا ہے رامین! جس کے سر پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے، محبت بے معنی چیز ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں، میں اپنے جسم کا ایک ایک قطرہ نچوڑ کر بھی رکھ دوں تو بھی اس کی کوئی اہمیت نہیں، دین اور محبت میں بہت لمبا فاصلہ طے کرنا ہوتا ہے۔" وہ بہت غصے سے پلٹ کر رامین کی طرف آیا تھا، رامین نے بہت حیرت سے احمد کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوئوں کو دیکھا تھا۔

"اگر ہمارے اور تمہارے درمیان محبت کے اس سفر میں ایک ایسا لمحہ آ جائے جہاں تمہیں یہ فیصلہ کرنا پڑے کہ دین اور محبت ان میں سے تم کس کو چوز کرو گی، بولو رامین جواب دو میری بات کا، پھر میں جواب دوں گا تمہاری بات کا، بولو چپ کیوں ہو گئیں، ایک طرف تمہاری محبت ہے اور

دوسری طرف تمہارا دین‘ اگر احمد یہ کہے کہ تم اپنا دین چھوڑ کر میری محبت پا لو تو کیا تم ایسا کر سکو گی‘ بولو جواب دو مجھے؟“

”کبھی نہیں‘ ایسے ہزار احمد ‘ اپنی لاتعداد محبتوں سے منکر ہو جاؤں گی لیکن میں اپنے دین کو مضبوطی سے تھامے رہوں گی کہ یہی ہمارا ایمان اور یہی یقین ہے۔“ اس نے بہت غور سے احمد کی آنکھوں میں پُراعتماد انداز میں دیکھا تھا۔

”تو تم کیا سمجھتی ہو احمد مٹی کابت ہے جس کے اندر احساسات نہیں اور اپنے دین کو بچانے کے لیے تو لوگوں نے اپنی گردنیں کٹوا دیں میں نے تو صرف ایک محبت کھوئی ہے۔“

”کیا کہنا چاہتے ہو احمد؟“ وہ اور قریب چلی آئی۔

”رامین...“ وہ آہستہ سے بولا اور نظریں جھک گئیں۔

”کیا ہوا احمد؟“ اس نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

”بولو احمد! چپ کیوں ہو‘ کیا کہنا چاہتے ہو محبت اور دین...“

”رامین! عبیر ایک ہندو لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہے اس کا ایک ہی حل تھا کہ میں مما کی بات مان لوں اور میں نے اپنی محبت سے نظریں پھیر لیں‘ تم یہی سننا چاہتی تھیں ناں تو اب جان لو کہ ہیںاپنی محبت کھو کر عبیر کو بچانا چاہتا ہوں‘ اس کو اس آگ سے نکالنا چاہتا ہوں اور صرف مما اس کو روک سکتی ہیں‘ ہمارے سامنے یہی وے تھا۔“ اس نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا تھا۔

”او... احمد! یہ سب کیسے ممکن ہے؟“ وہ بہت دیر کے بعد بولی تھی‘ ساری بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔

”احمد! کیا تم مجھے اتنا بزدل اور کمزور سمجھتے ہو‘ کیا میں اتنی تنگ دل ہوں کہ میں اپنی محبت کی خاطر اپنی ہی مومن بہن کو آگ کے جہنم میں اتار دوں‘ کاش احمد تم نے مجھ سے شیئر کر لیا ہوتا۔“

"کیا شیئر کرتا رامین! کیا کہتا کوئی گنجائش تھی کوئی رستہ نہیں تھا احمد کے پاس، تم جواب مانگ رہی تھیں ناں میں نے تمہیں دے دیا' اب تو تمہیں یقین آیا ہو گا ناں کہ میں نے تم سے فلرٹ نہیں کیا صرف اپنی بہن کو بچایا ہے۔" وہ نظریں جھکا کر بولا۔

"سوری احمد!" اس کی آنکھوں سے بے تحاشا آنسو بہنے لگے' وہ گاڑی سے لگ کر سسکنے لگی۔

"آئی ایم سوری رامین! میں نے تمہیں بہت ہرٹ کیا' سب لوگ بہت دکھی ہیں میں کسی کو فیس نہیں کر پا رہا۔"

"لیکن مجھے احمد اس بات کا دکھ رہے گا کہ تم نے مجھ سے شیئر نہیں کیا' ارے احمد! یہ تو بڑے فخر کی بات ہے محبت کیا معنی رکھتی ہے ہمارے اور تمہارے درمیان' میں تو تمہیں خود دین کی طرف بھیج دیتی' میری ماں کی تربیت ہی اس طرح کی ہے اب مجھے کوئی دکھ اور ملال نہیں ہے۔" اس نے اپنی آنکھیں پونچھ لیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اور ہاں باقی سارے لوگوں کے دلوں سے بھی میں نے اس دکھ اور ملال کو مٹانا ہے اور تم کیوں بھیگے بلے کی طرح میرے سامنے کھڑے ہو احمد! حد ہو گئی۔" اس نے بیگ سے ٹشو نکال کر احمد کی آنکھیں پونچھیں تھیں۔

"چلو چھوڑو اب اس ٹاپک کو' میں سارے ملا ل اپنے دل کے دھو لوں گی' ایک پل کو بھی خیال نہیں آئے گا'یو بی لیو می احمد! ایک پل کو بھی یہ خیال گزرا کہ تم نے زیادتی کی ہے تو میں نے اپنے دین کے ساتھ شرک کیا۔" تو احمد نے تڑپ کر اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

"تھینکس' تم نے دل سے ایک بوجھ اتار دیا' میں بہت کانشس تھا' دادو اور پھپھو کسی سے بھی نظریں نہیں ملا پا رہا تھا کہ میں نے تمہیں دھوکا دیا۔"

"لیکن اب ایسا کچھ نہیں ہے۔" اس نے بہت مضبوطی سے احمد کا ہاتھ تھاما تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"احمد! یہ بات کیا میں سب کو بتا دوں؟ سب کی آنکھوں میں چھپے ہوئے سوال کا جواب دے دوں؟" تو احمد نے سر کو ہلا کر اس کی جانب دیکھا تو وہ آنکھیں پونچھ کر مسکرا دی۔

"دیکھو احمد! اب ہم اس طرح سے گھر واپس جائیں تو پتہ نہیں سب کیا سوچیں ہمارے بارے میں، آئو کہیں سے کافی یا جوس پی لیں آخری بار، تم ہمارے سب سے اچھے کزن ہو اور ہمیشہ رہو گے کوئی فاصلہ ہمارے درمیان نہیں آئے گا۔"

"تھینکس رامین!" اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا اس کے لیے۔

"بڑی آنریبل بات لگتی ہے مجھے جب تم میرے لیے دروازہ کھولتے ہو، چلو اب وردہ بی بی کے لیے کھولا کرنا۔" وہ ہنس پڑی۔

"شٹ اپ!" وہ ہنستا ہوا دروازہ بند کر کے دوسری طرف سے پلٹ کر سیٹ پر آیا، وہ ابھی تک مسکرا رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اتنی بُری تو نہیں ہے وردہ! تھوڑے پیسوں کی کمی ہے تو کپڑے تھوڑے اونچے اونچے پہنتی ہے۔" تو احمد بہت دکھ سے مسکرایا اور بولا۔

"وردہ میرے دل میں تمہاری جگہ کبھی نہیں لے سکے گی"۔اس کے ہونٹ درد سے بھیگ رہے تھے۔

"دِس از ناٹ فیئر، تمہیں پوری دیانت داری سے اپنانا ہو گا۔"

"محبت کسی اور سے کروں اور شادی کسی اور سے کروں، کتنا خوبصورت مذاق ہے۔"

"کبھی کبھی زندگی ایسا ہی مذاق کرتی ہے لوگ تو یہ بھی یقین نہیں کرتے کہ ہمارا رشتہ نور محل والوں سے کتنا قریب ہے، بس یہی تقدیر ہے احمد!" اس نے اپنی ہتھیلی کی لکیروں کو بہت غور سے دیکھا۔

"دیکھو احمد! کیرو نے کہا ہے کہ میری خواہش کی لکیر اچانک کٹ گئی ویسے دیکھا جائے تو دکھ کی لکیر بھی جا کر کٹے گی احمد! میں سوچتی تھی کبھی کبھار

WWW.PAKSOCIETY.COM

قطرہ قطرہ گرتے ہوئے دریا بھرا ہو گا' سمندر بھرنے کے لیے ایک بار کی ضرورت نہیں' بچھڑنے والوں نے اسے صدیوں میں آباد کیا ہو گا۔"

"چھوڑو تم اتنی اچھی آئس کریم کھانے کے بعد تلخ یادیں پھر تازہ ہو گئیں۔" احمد نے باتوں کا سلسلہ پھر توڑ دیا۔

"احمد! تم کبھی کبھار مجھے کال تو کرو گے؟"

"اور تم ...؟" اس نے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا۔

"نہیں احمد! رستہ دشوار ہو جائے گا اور ہمارا ایک دوسرے سے نہ ملنا ہی بہتر ہے' چلو بہت دیر ہو گئی گھر چلتے ہیں سبھی لوگ پریشان ہوں گے' تمہاری مما تو تمہارے انتظار میں نیچے کھڑی ہوں گی اور جو

صلواتیں سنائیں گی ان کا مزہ ہی کچھ اور ہے اور اندر نانو جان تسبیح پر تسبیح پڑھ رہی ہوں گی' چلو احمد بہت دیر ہو گئی۔" اسے یوں لگا جیسے ہتھیلی میں سے بہت ساری ریت پھسل کر زمین پر گر گئی' وہ خالی دل اور بوجھل قدموں سے دروازہ کھول کر نیچے اتری تھی' جونہی سعدیہ کی نظر اوپر سے

احمد پر پڑی وہ تڑپ کر نیچے آئی تھیں۔"احمد احمد" کرکے یوں اس کا ہاتھ تھام رہی تھیں گویا احمد موم کا بنا ہو اور کچھ دیر پہلے پگھل گیا ہو گا لیکن دوسری طرف دونوں کانارمل انداز' احمد کا پرسکون چہرہ' رامین کے ہونٹوں کی مسکراہٹ سعدیہ کو حیران کر گئی' وہ پلٹ کر وہیں رک گئیں۔

"کہاں چلے گئے تھے احمد تم! وردہ بہت دیر تک تمہارا انتظار کر کے ابھی ابھی شوبی کے ساتھ گئی ہے۔"

"بس مما! میں کوچنگ گیا تھا وہاں سے نکلتے نکلتے دیر ہو گئی۔" رامین کا دل چاہا کہ وہ احمد کو جھنجھوڑ کر پوچھ لے کہ تم جھوٹ کیوں بول رہے ہو لیکن وہ ایسا نہ کر سکی۔

"ممانی جان! ہم واپسی میں تھوڑی دیر کے لیے آئس کریم کھانے کے لیے رک گئے تھے۔" اس کی مدھ بھری مسکراہٹ تھی' سعدیہ بڑی حیرانی سے اس کے دل کو ٹٹولتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولیں۔

”یو نو رامین! یہ وردہ کے ساتھ انگیج ہے اور ہم کچھ ہی دنوں میں اس کی شادی کرنے والے ہیں۔“ سعدیہ بڑے معنی خیز لہجے میں بولیں۔

”آئی نو ویری ویل ممانی! ہم اسی سلسلے میں کافی دیر تک ڈسکس کرتے رہے ہیں۔“

”کیا...“ سعدیہ حیران ہو کر بولیں۔

”چلیں مما! آپ اوپر چلیں' اوکے رامین۔“ وہ بہت اعتماد بھرے لہجے میں اسے دیکھ کر مڑا تھا' وہ تقریباً دوڑتی ہوئی لان عبور کر کے نانو کے روم میں آئی تھی۔

”ہائے میری جان رامین! کہاں چلی گئی تھیں' تمہاری ماں رو رو کر ہلکان ہو رہی ہے' اس نے ہر جگہ فون کر ڈالے' تم نے سیل کیوں بند رکھا تھا۔“ وہ پیار سے نانو سے لپٹ گئی۔

”آئی ایم سوری نانو! وہ سیل بند ہو گیا تھا' حری جلدی سے امی سے میری بات کروائو۔“ وہ تڑپ کر اٹھی اور پھر جلدی سے سیل پکڑ کربولی۔

”امی' امی آپ کیوں رو رہی ہیں۔“ لیکن عمیرہ ہچکیوں سے روئے جا رہی تھیں۔

”کیا ہوا امی! سب خیریت تو ہے' آپ ایسے کیوں رو رہی ہیں۔“

”تم احمد کے ساتھ کہاں گئی تھیں؟“ عمیرہ سسک کر بولیں۔

”اوہ امی! کیا میں پہلی بار گئی ہوں اس کے ساتھ؟ امی' احمد اتنا اچھا ہے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتیں' آئی ایم پرائوڈ آف ہم۔“ وہ بہت ہی پرسکون لہجے میں بولی۔

”تم ٹھیک تو ہو رامین؟“ وہ کچھ چکرا سی گئیں کہ کہیں رامین کا دماغ تو نہیں اُلٹ گیا۔

”کہاں اتنا غصہ اور اب کہاں اس کے نام پر اس قدر پرسکون لہجہ۔“ رامین کے اس بدلتے ہوئے روّیے پر سبھی حیران کھڑے دیکھ رہے تھے' سامنے حریم کھڑی اس کے روّیے کو دیکھ ہی رہی تھی تو وہ حریم سے لپٹ کر بولی۔

"احمد از ویری گریٹ مین، آئی ایم پرائوڈ آف ہم۔"

"ارے ارے ایسا کیا ہوا؟" حریم بھی چکرا کر اس کے ہاتھ میں جھول گئی۔

"مت پوچھ میری جان! کہ آج کیا ہوا، دل کی دنیا ہی بدل گئی، اس نے مجھے اتنا معتبر کر دیا کہ مجھے اب ذرا سا بھی شرمندگی کا احساس نہیں بلکہ وہ تھا ہی اتنا اچھا۔" اس نے اپنے سیدھے ہاتھ کا پنج اپنے الٹے ہاتھ پر مارا اور نانو کی طرف پلٹی۔

"نانو! کوئی بھی احمد کو بُرا نہیں کہے گا اور نہ کوئی اس سے سوال کرے گا کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟"

"کیوں کیا احمد ماں کے خلاف ہے؟" نانو حیرانگی سے بولی تھیں۔

"ارے نہیں نانو! احمد کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکا، کوئی جان ہی نہیں سکا اُسے، وہ فہد مصطفی تھوڑی ہے کہ جو اپنی بہادری کے تمغے اچھالتا پھرے اور ضد اور اَنا کا مسئلہ بنا لے، نانو آپ بھی سنیں گی ناں تو احمد کا ماتھا چوم لیں گی۔"

"اب ایسی بھی کیا بات ہے بول بھی دیں رامین آپی۔" پاس کھڑی ریشمین بولی۔

"یس مائی سویٹ کزن، تمہارے احمد بھائی نے ہم سب کا سر فخر سے اونچا کر دیا ہے، نسل در نسل اس کا احسان رہے گا اس نور محل پر، پتہ ہے نانو..." وہ ایک لمحے کے لیے رُکی۔

"یہ تو آپ سب کو پتہ ہے کہ عبیر کسی کو پسند کرتی ہے مگر پتہ ہے وہ کون ہے؟ وہ ایک ہندو لڑکا ہے۔"

"ہندو..." سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"یس نانو! لیکن احمد نے وردہ سے انگیج منٹ کر کے عبیر کو بچا لیا ہے، نانو یہ ایک بہت بڑی قربانی ہے جو احمد نے دی ہے۔ممانی، احمد سے کمیٹڈ ہیں اگر وہ وردہ سے شادی کر لے تو وہ عبیر کو روک دیں گی۔"

"سچ..." سب کو حیرانگی تھی۔

"نانو! ایسی ہزاروں محبتیں اپنے دین کے لیے نچھاور کر دی جاتی ہیں' لوگ تو دین کی خاطر جہاد کرتے ہیں' گردنیں کٹوا دیتے ہیں' نانو اگر ہماری کزن دین کا رستہ چھوڑ کر ہندو مذہب میں چلی جاتی سوچیں نانو ہم تمام عمر خود سے شرمندہ رہتے لیکن احمد نے ہم سب کی محبت کا قرض چکا دیا۔" سب کے پاس خاموشی کے سوا کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا' رامین کے منہ سے نکلی ہوئی بات پورے نور محل میں پھیل گئی اور سجاد مصطفی تو یہ سب سن کر حیران سے بیٹھے رہ گئے۔

"مطلب کیا ہے کہ اگر احمد ایسانہ کرتا تو منظور کیا اس کو اجازت دے رہا تھا' یہ کیسی شرط ہے اور مجھے اس سب سے لاعلم کیوں رکھا گیا' کیا ہم نے اپنی بچیوں کو اس دن کے لیے پڑھایا لکھایا ہے کہ غیر مذہب کے لڑکوں کو پسند کرنے لگیں' بلاؤ منظور کو۔" وہ عباد کو دیکھ کر بولے' عباد گھبرا کر باہر آ گیا تھا۔

"دادو! یہ سب کیا ہونے جارہا ہے۔" رامین بڑی مطمئن سی اپنا بیگ اٹھائے ندیم کے ساتھ جانے کے لیے کھڑی تھی تبھی منظور مصطفی چلتے ہوئے نیچے آئے تھے اور یہ خبر سجاد مصطفی سے سن کر منظور بھی کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

"تو یہ وہ حقیقت تھی اس انگیج منٹ کی' اس خاموشی کی جو احمد گردن جھکائے بیٹھا تھا۔" ان کی آنکھوں سے اس وقت شعلے سے لپک رہے تھے' وہ بہت تیزی سے پھر پلٹ کر اوپر چلے گئے تھے۔

"سعدیہ...!" کبھی انہوں نے اس لہجے میں سعدیہ کو نہیں پکارا تھا' سعدیہ کے لیے خود یہ لہجہ بہت اجنبی تھا۔

"نہیں مجھے اس بات کا علم نہیں تھا۔" سعدیہ تڑپ کر بولیں۔

"کہاں ہے عبیر؟ شادی تو بہت دور کی بات ہے عبیر گھر سے باہر نہیں جائے گی' اس کی یہ ہمت کیسے ہوئی' میں اسے شوٹ کر دوں گا۔" وہ بہت غصے میں آگے بڑھے تھے۔

"ریلیکس بابا ریلیکس، اب وہ بات ہی ختم ہو گئی تو اب یہ سب کرنے سے کیا فائدہ۔"

"یہ تمہاری ماں ہے اس نے تمہارا سودا کیا ہے صرف اپنی بیٹی کو بچانے کے لیے، میں کہتا ہوں عبیر ہے کہاں؟" وہ غصے سے چیخے تو عبیر ڈر کر ایک طرف کھڑی ہو گئی تھی۔

"بس وہ کل سے نہیں جائے گی۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں مجھے اس بات کا علم نہیں تھا، میں اس حد تک تو جانتی تھی کہ یہ سامیر کو پسند کرتی ہے اور فہد کو یہ سب پسند نہیں۔"

"یہ سب تمہاری ڈھیل تمہاری تربیت کا نتیجہ ہے۔" منظور چیخے تھے۔

"اور آپ کے گھر کی کیا تربیت ہے کہ میں نے جب سب کچھ ہینڈل کر لیا تو رامین نے آگ لگا دی، دیکھا احمد! کتنی چالاک ہے وہ لڑکی تمہیں بے وقوف بنا کر اس نے وہ بات جان لی جو میں نہ جان سکی۔" وہ احمد پر دھاڑیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مما! اس کو بیچ میں مت لائیں، پلیز مما۔"

"جب میں نے سب کچھ ہینڈل کر لیا تو پھر ہمارے گھر میں کیوں یہ کہانی نکلی کہ سامیر کون ہے، ہمیں اس سے کیا لینا دینا۔"

"یہ مما ہے۔" پیچھے سے عبیر بولی۔

"میں انسان ہوں میرا سودا آپ نہیں کر سکتیں اور میں یہ بات آپ کو بتا دوں کہ میں سامیر ہی سے شادی کروں گی۔"

"نہیں تم ایسا نہیں کر سکتیں۔" سعدیہ، عبیر کے سامنے آئی تھیں، منظور اپنے کمرے کی طرف بہت تیز بڑھے تھے اتنی ہی تیزی سے احمد اِن کی جانب بڑھا تھا۔

"ہٹ جائو احمد! مت آنا ہمارے بیچ میں، جو کام تمہیں کرنا چاہئے تھا وہ میں کر رہا ہوں، میں اسے شوٹ کر دوں گا مگر وہ ہندو لڑکے سے شادی نہیں کر سکتی۔" منظور دراز سے پسٹل نکال کر آگے بڑھے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"احمد! پکڑو اپنے باپ کو، وہ غصے میں کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"

"شوٹ کرناچاہتے ہیں تو کر دیں بابا! لیکن میں اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹ سکتی۔"

"ٹھیک ہے منظور! آپ جائیں میں دیکھ لیتی ہوں اسے۔" انہوں نے عبیر کا ہاتھ دبایا تھا۔

"خدا کا خوف کرو عبیر! مذہب اور پسند میں کچھ تو فرق رکھا ہوتا تم نے، یہ ایشو اب دَب نہیں سکے گا۔" تو منظور مصطفی جلدی سے بولے تھے۔

"دَب نہیں سکے گا ہم سب رسوا ہو جائیں گے، ہمارا خاندانی وقار خاک میں مل جائے گا، ہماری بچیوں کو کوئی پوچھے گا نہیں، تمہیں نہیں پتہ وہ میناریٹی میں ہے پورا شہر اُسے جانتا ہے، فہد یونہی پاگل نہیں ہو رہا تھا، سمجھ میں آیا تمہاری۔" وہ بہت چیخ کر بولے تھے۔احمد اس وقت بے حد پریشان اور نروس سا کھڑا تھا اُسے چکر آنے لگے تھے۔

......☆☆☆......

نجانے اکو میاں کو آج کیا ہوا تھا بہت دیر تک تو پہلے کبوتروں سے باتیں کرتے رہے، چنگیزی کو کئی بار چوما، وہ بڑے شکر گزار تھے کہ چنگیزی کی نسل آگے بڑھ چکی تھی کہ ان چھ مہینوں میں چنگیزی کے تین بچے چنگیزی کی شکل میں اڑتے پھر رہے تھے اسی لیے انہیں اس پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا وہیں انہیں آج شیزرے پر بھی بے حد پیار آ رہا تھا کہ ان کی غیر موجودگی میں ان کے کبوتروں کا خیال رکھا گیا جبکہ پچھلی گلی میں درخت کے ساتھ بندھے ہوئے ٹھیلے پر سے ہر چیز غائب تھی برائے نام ایک ٹوٹا پھوٹا ٹھیلا کھڑا تھا جس کو کوڑے دان سمجھ کر جمعداروں نے کچرے کا ایک انبار لگا دیا تھا، اپنے ٹھیلے کی ناقدری دیکھ کر ان کا دل بھر آیا تھا، نہ ٹھیلے پر چھت تھی اور پہیے بھی غائب تھے لیکن اوپر کی دنیا ابھی تک آباد تھی، ان کو لگ رہا تھا کہ وہ ابھی ابھی اٹھ کر گھر سے باہر گئے ہیں، آج بھی بہت بے چین سے اِکو چچا اِدھر اُدھر نظر ڈالتے رہے، ہر طرف اندھیرا تھا رات کی تاریکی کے سائے آہستہ آہستہ بڑھنے لگے تھے نجانے کس کی تلاش میں اِکو میاں ابھی تک ٹہل رہے تھے، احمد دیر سے لوٹا تو اکو میاں نے جھانک کر بہت غور سے دیکھا تھا

وردہ اس کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی اندر آئی تھی اکو میاں نے جھک کر بہت غور سے دیکھا اور پھر سیل پر کسی سے صرف اتنا بولے۔

”احمد میاں اور چھوٹی دلہن کرن کی ہونے والی سسرال گئے تھے اور ابھی ابھی گھر لوٹے ہیں‘ احمد میاں بہت چپ چپ ہیں چھوٹی دلہن انہیں بار بار کچھ کہتی ہوئیں اتری ہیں اور احمد میاں سر جھکائے گزر گئے ہیں‘ اور عبیر بی بی ابھی تک گھر نہیں لوٹیں۔“ یوں لگا جیسے انہوں نے ہوا میں باتیں کیں اور پھر سیل کا بٹن آف کر دیا تھا‘ ٹہلتے ٹہلتے ان کی ٹانگیں شل ہو رہی تھیں مگر عبیر ابھی تک گھر نہیں لوٹی تھی‘ جونہی آواز ہوئی اِکو میاں نے نیچے دیکھا۔

”ابھی ابھی عبیر گاڑی سے اتری ہے وہی شخص اس کے ساتھ ہے گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا ہے‘ عبیر پلٹ کر گئی ہے وہ شخص کچھ اپنے والٹ میں ڈھونڈ رہا ہے‘ عبیر نے اپنا بیگ کھولا ہوا ہے اور اس میں کچھ ڈھونڈ رہی ہے یوں لگ رہا ہے کہ اب دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں رہنا چاہتے‘ عبیر پلٹ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کر دو قدم چلی اور پھر اُسی شخص کے ساتھ جا کر کھڑی ہو گئی اور وہ نامعلوم شخص عبیر کو جھک کر...“ وہ کہتے کہتے رُک گئے اور سیل بند ہو گیا۔

ہلکی ہلکی ٹھنڈ انہیں محسوس ہوئی اور وہ پلٹ کر اپنے کمرے میں آئے‘ ہر طرف چھت پر ان کی یادیں بکھری پڑی تھیں وہ بڑے اداس اداس سے اور دلبرداشتہ ہو کر آ کر ٹوٹے پلنگ پر لیٹ گئے تھے۔اللہ جانے اِکو میاں کو ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ منٹ منٹ پر گھر کے بھید کسی کو دے رہے تھے یہ تو کوئی نہ جان سکا البتہ ان کے اندر تبدیلی بہت آئی تھی ہر وقت ان کے ہاتھ میں تسبیح اور سیل رہتا‘ بات بات پر وہ دین کی باتیں کرتے اور رونے لگتے‘ چھ ماہ کی جیل نے ان کی دنیا ہی بدل دی تھی جس نے دیکھا وہ حیران ہوا‘ جس نے دیکھا وہ انگشت بدنداں رہ گیا۔

......☆☆☆......

نور محل میں ہلکی ہلکی نارنجی دھوپ پھیلی ہوئی تھی یوں لگ رہا تھا شنگرفی صبح کا اجالا ہے یا مدھم ستاروں کی کوئی روشنی پھیل رہی ہے‘ ایک پرسکون

احساس ایک محبت کا احساس یا زندگی کے سارے سلسلے یہیں پر آ کر جڑ گئے ہوں‘ سب لوگ تو اندر تھے صرف عباد لان میں پھولوں بھرے کنج میں جہاں بڑا سا پرانا نقش و نگار کا جھولا پڑا ہوا تھا جہاں پر حریم اور شیزرے جھولتے ہوئے یہاں تک پہنچی تھیں‘ حریم یونہی چلتی ہوئی وہاں آئی تھی‘ پیچھے پیچھے فخرو بابا چائے کی ٹرے لیے آئے تھے۔

”تم نے کچھ آج زیادہ کھانے پینے کا اہتمام نہیں کیا؟“

”مجھے پتہ ہے تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔“ تو وہ چائے کا سپ لیتے لیتے کپ ٹیبل پر واپس رکھتے ہوئے بولا۔

”تمہیں کیسے پتہ چلاکہ میں نے کچھ نہیں لیا۔“

”اچھا آپ پہلے لیں ناں۔“ اس کے لبوں پر ایک بھید بھری مسکراہٹ تھی۔

”پہلے تم مجھے بتائو کہ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔“ تو حریم کی بہکتی ہوئی ایک شوخ سی نظر اس کی آنکھوں کے گرد حلقوں پر پڑی تھی اس نے چپکے سے سوچا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”عورت کے سامنے مرد کتنا بیوقوف لگتا ہے‘ سارے ذہانت کے ٹوکرے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں‘ کیا اسے خود پتہ نہیں کہ اس کا چہرہ کھلی کتاب جیسا لگ رہا ہے۔“

”چھوڑیں عباد یہ چائے اور یہ لیں۔“ اس نے فخرو بابا سے جوس کا گلاس منگوایا تھا‘ ایک بار پھر عباد نے ایک مسکراہٹ بھری نظر اس کے چہرے پر ڈالی تو اس کے رخساروں پر رنگ بکھر گئے تھے۔

”اتنی حیرت سے مجھے کیوں دیکھ رہی ہو‘ کھلے آسمان تلے تو میں ساری حدوں کو نہیں توڑ سکتا‘ پتہ نہیں کیوں تم نے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا ہے۔“

”میں کہتی ہوں کہ تم اس وقت اپنی نظروں کا زاویہ بدل لو‘ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ چھوٹی ممانی بالکنی پر آ چکی ہیں۔“

”اُف خدایا! سارے دن کے بعد اب میں تھکاہارا گھر لوٹا ہوں‘ سوچا اس وقت کوئی نہیں ہے تو میں نور محل کے اس کھلے پھولوں سے بھرے کنج میں کوئی پرانی یاد تازہ کر لوں گا‘ ویسے بھی دن میں تم میرے ہاتھ کب لگتی ہو‘

WWW.PAKSOCIETY.COM

کبھی پاپا کی میڈیسن تو کبھی دادو کا خیال، کبھی ممی کا خوف کبھی شیزرے کا دکھ، میں تو بس پس گیا ہوں اس سب کے درمیان میں، بس ایک رات بچی ہے میری قسمت میں سو وہ بھی چہل پہل اور ہنگاموں کی نذر ہو جاتی ہے اور تمہاری ہوں، ہاں میں ہی میری آدھی رات گزر جاتی ہے، بہت بدنصیب ہے عباد مصطفی۔" اس نے اس کے ہاتھ سے اورنج جوس کا گلاس لے کر ہونٹوں سے لگا لیا۔

"ٹھیک ہے آئندہ میں پاپا سے کہہ دوں گا میں اب ان کی فیکٹری نہیں دیکھ سکتا، منظور چچا ہی دیکھ لیں تو بہتر ہے۔"

"جی، جی۔" وہ بہت کھلکھلا کر ہنسی۔

"آپ فکر نہ کریں، آپ کو روکنے کے لیے تمام انتظامات بہت پہلے سے ترتیب دے لیے گئے ہیں، بڑے ماموں دو دن پہلے سے ہی کہہ چکے ہیں کہ آپ کل سے فارم ہاؤس پر چلے جائیں گے، سوئمنگ پول میں پانی نہیں آ رہا،

کچھ جانور بھی وہاں مر گئے ہیں، بہت تیزی سے سیزن بدل رہا ہے، بڑے ماموں کہہ رہے تھے کہ وہاں کی صفائی ستھرائی بہت ضروری ہے۔"

"جی نہیں اب میں اتنا بھی الو کا پٹھا نہیں ہوں کہ اپنی اتنی خوبصورت بیوی کو چھوڑ کر شہر سے دور ویرانے میں فارم ہاؤس چلا جاؤں، وہاں کا کام اُف خدایا! پوری کھیتی باڑی ہے اس بار یہ بندہ اکیلا نہیں جائے گا۔"

"تو پھر وہاں کون تمہارے ساتھ جائے گا۔"

"پکنک منانے پورا خاندان نہیں جائے گا میرے ساتھ، کیوں بتاؤں کہ میرے ساتھ کون جائے گا، کوئی نہ کوئی تو جائے گا۔" اس کے ہونٹوں پر دبی دبی شریر سی معنی خیز، دلآویز مسکراہٹ تھی۔

"خیر پکنک منانے کا تو مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے۔"

"میں نے کہا کہ میں وقت پر دیکھوں گا۔" اس کی آنکھوں میں بڑی بھید بھری مسکراہٹ تھی۔

"اچھا... کب سے تم سیکرٹ پلان بنانے لگے۔" اسے عباد کے دل کی خبر ہو گئی تھی۔

"جب سے کسی نے اپنی محبت میرے نام کردی ہے، جس جذبے سے میرا دل اس کا ہونے لگا ہے۔"

"اچھا اچھا بس تھوڑا لحاظ کر لیں، واقعی میں چھوٹی ممانی کھڑی ہوئی دیکھ رہی ہیں آپ کو۔"

"یا اللہ! چلو اب میں بھی انہیں دیکھنا شروع کرتا ہوں کہ وہ کہاں دیکھ رہی ہیں۔"

"کیا کر رہے ہیں عباد؟" عباد نے اپنے پاؤں سے حریم کی ٹانگ پر ایک ٹک سی لگائی تو وہ مصنوعی غصے سے بولی تھی۔ تبھی شیزرے کسی کام سے وہاں سے گزری تو حریم جھینپتی ہوئی عباد کی شرارت پر جلدی سے بولی۔

"شیزرے!" تو عباد نے اپنا رخ جلدی سے موڑ لیا تھا، حریم انجان بن کر ہنستی ہوئی شیزرے کودیکھ رہی تھی۔

"اوہ آئیں آئیں ابھی کچھ دیر پہلے بڑا ذکر تھا تمہارا۔" عباد بڑی مسکراہٹ بھری شرارت سے شیزرے کی جانب پلٹا تو وہ ہنستی ہوئی نظریں نیچی کیے ان کی جانب چلی آئی تھی۔

"کہاں چلے گئے عباد بھائی! آج سارا دن گھر میں سناٹا سا رہا، پہلے ہی بڑی گہری خاموشی ہے اور اوپر سے آج آپ غائب۔"

"ہاں شیزرے! مجھے تو کسی کی نظر لے ڈوبی، منظور چچا کیا بیمار ہوئے پاپا نے مجھے اٹھا کر فیکٹری بھیج دیا، فہد کو تمہاری نظر لگ گئی اور احمد کو کسی اور کی نظر لگ گئی۔" وہ بہت شوخ نظروں سے شیزرے کو دیکھ کر بولا تو وہ کھلکھلا کر جلترنگ سا بجا گئی، اس کے کانوں کی لویں، ہونٹوں کی ہنسی اور جھکی جھکی پلکیں بے اختیار دل کا بھید کھول گئیں۔

"اللہ جانے کیا ہوا فہد کو اور احمد تو یونہی کہیں رستے میں گم ہو گیا ہے، زوہیر کے فائنل سیمسٹر چل رہے ہیں، عمیرہ پھپھو سے کوئی آج کل رابطہ نہیں، زندگی سے مزا چلا گیا ہے۔"

"نہیں خیر اللہ نہ کرے عباد بھائی! آپ سے بھی بڑی رونق ہے یہ مصروفیات تو وقتی ہیں آپ کی۔" شیزرے بڑی نرماہٹ اور شائستہ لہجے میں بول کر ہنسی تو حریم کو بھی بے اختیار ہنسی آئی تھی تو شیزرے نے ہنستے ہنستے اپنا رُخ اوپر کی جانب کیا تو وہیں پتھر کی بن گئی اور نیچے دیکھنا ہی بھول گئی' حریم اور عباد نے بھی بے ساختگی سے اوپر دیکھا تھا تو عباد اپنی شوخ مسکراہٹ کو نہ چھپا سکا' حریم کا بھی چہرہ اس وقت شیزرے کی گھبراہٹ پر مسکرا رہا تھا اور شیزرے کی تو ہتھیلیوں سے نرم نرم پانی پھوٹنے لگا اور گردن جیسے اکڑ کر رہ گئی ہو' ابھی ایک لمحہ نہ گزرا تھا کہ سعدیہ ممانی نیچے پہنچ چکی تھیں' سبھی انہیں دیکھ کر کھڑے تو ہو گئے تھے مگر ان کی قہر بھری نظر شیزرے کے وجود کو کاٹ رہی تھی۔

"یہ دل لگیاں اور یہ بے ساختگی نہیں چلے گی سمجھیں تم' ہمارے گھر کی تم عزت ہو یوں کھلے عام بیٹھ کر عباد سے تم اٹکھیلیاں کر رہی ہو' یہ تو اس کی بیوی ہے۔" انہوں نے حریم کی طرف اشارہ کیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"لیکن چچی جان! میرا اس سے کوئی رشتہ ہے پہلے یہ میری بہنوں کی طرح تھی اور اب جیسا کہ آپ کہہ رہی ہیں اس حیثیت سے یہ مجھے بے حد عزیز ہے' آپ کے ذہن میں یہ بات کیسے آئی کہ یہ میری کچھ بھی نہیں' کیا کرن اور عبیر سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہے؟" وہ غصے سے بولا۔

'وہ تمہارا بلڈ ہیں۔" سعدیہ بولیں۔

"تو کیا فہد سے میرا کوئی بلڈ ریلیشن نہیں ہے؟ کیا وہ میرا بھائی نہیں ہے' اس ناتے سے اس سے میرا کوئی رشتہ ہے احترام اور محبت کا رشتہ' پہلے سے زیادہ ہم اس کی کیئر کرتے ہیں۔"

"بس عباد بس' تم بہت بول لیے' صرف میں اس کو وارن کرنے آئی تھی کہ یہ اس طرح سے کھلکھلاتی ہوئی مجھے نور محل کے گارڈن میں نظر نہ آئے' فہد یہاں نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ اپنی گھٹیا اور چھچھوری حرکتوں سے لڑکوں کو لبھائے۔" تو شیزرے کو یوں لگا کہ جیسے پیر

WWW.PAKSOCIETY.COM

زمین میں سمائے جا رہے ہیں' شیزرے روہانسی ہو کر بہت تیزی سے اندر کی جانب پلٹی تھی اور وہ حقارت سے منہ موڑ کر اوپر چلی گئی تھیں۔

"اور کرو تم شرارتیں' دیکھ لیا میں کہہ رہی تھی کہ ممانی جان اوپر ہیں۔"

"سو واٹ... ممانی جان اوپر ہیں۔" عباد کا چہرہ غصے سے ریڈ ہو رہا تھا۔

"انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا اس طرح شیزرے کو میرے سامنے ذلیل کرنے کا۔" تبھی عباد نے کھٹاک سیل اٹھا کر غصے سے فہد سے رابطہ کیا۔

"کیا کررہے ہو عباد! تم مت کرو فہد کو کال۔" حریم نے اٹھ کر عباد کا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا۔

"شٹ اپ' میں بے حد اپ سیٹ ہوں' تم بیٹھ جائو ایک طرف' کیا سمجھتی ہیں چچی جان پسند اور ناپسند کی بنیاد پر انسانوں کی انسلٹ کی جائے' وہ سمجھتی کیا ہیں خود کو' ابھی تک تو میں یہی سمجھتا تھا کہ فہد نے جو کیا غلط کیا لیکن اب میں سمجھتا ہوں احمد کو دیکھنے کے بعد کہ فہد صحیح تھا۔" اس نے حریم کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ چیئر پر پش کیا تو وہ تلملا کر بیٹھ گئی تھی۔

"عباد بھائی! خیریت کیا ہو رہا ہے اس وقت نور محل کے باغ میں۔" فہد کی آواز کے ساتھ ہی ایک کرنٹ سا عباد کو لگا' وہ کھڑا ہو اتھا دھڑ سے چیئر پر گرا اور غصے کی جگہ حیرت نے لے لی تھی' دوسری طرف فہد ہنسے جا رہا تھا۔

"کیا ہوا عباد بھائی! یو آر شاکڈ' دیکھ لیں میں کتنا اِن ٹچ ہوں آپ لوگوں سے' ایک ایک پل کی خبر رکھتا ہوں۔" فہد کی پھر ایک زوردار ہنسی کانوں میں آئی تو وہ تلملا کر غصے سے بھرا کھڑا ہو کر بولا۔

"یار فہد! چھوٹی چچی جان کا بھی کوئی علاج ہے تمہارے پاس' جب چاہتی ہیں کھڑے کھڑے شیزرے کو بے عزت کر کے نکل جاتی ہیں' اس کی بھی کوئی عزت ہے وہ خریدی ہوئی پراپرٹی تو نہیں۔" وہ غصے اور جذبات بھرے لہجے میں بولا تھا۔

"دیکھ لیں عباد بھائی! وہ ایسی ہی ہیں مگر شیزرے کو برداشت کرنا چاہیے۔"

”کیا‘ کیا شیزرے کو برداشت کرنا چاہئے کیوں‘ کیوں کیا کبھی ہمارے نوکروں کی بھی اتنی انسلٹ کی گئی ہے‘ وہ تو پھر اب ہماری فیملی کا ایک حصہ ہے۔“ عباد بڑے ترش لہجے میں بولا۔

”حصہ تو وہ پہلے بھی تھی پر ان دکھوں سے وہ گزر چکی ہے‘ دراصل آپ ہم سے 5 سال دور رہے ہیں‘ آپ وہ سب کچھ فیل نہیں کرسکتے جو میں نے کیا‘ کیا میں آپ سے الگ ہوں؟“ اس کی آواز کا کچھ ایسا تاثر تھا کہ عباد کچھ بھی نہ سمجھ سکا تو بہت تعجب سے چونکتے ہوئے بولا تھا۔

”تو کیامطلب ہے یہ سلسلہ بہت پرانا ہے۔“ فہد کی آواز نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

”اس سے بھی پرانا‘ بہت پرانا‘ وہ تو بچپن سے مما کی ٹھوکریں برداشت کر رہی ہے‘ اب کیوں اسے زیادہ احساس ہو گیا ہے‘ مجھے معلوم ہے اسے اتنا قریب آپ کے پاس دیکھ کر مما کا ری ایکٹ یہی ہونا تھا‘ میں نے اسے بتایا ہے کہ تم اپنا دفاع کرنا سیکھو‘ گھٹ گھٹ کر مت مرو لیکن وہ دوسروں کے

لیے جینا چاہتی ہے اور مما اپنے لیے جینا جانتی ہیں‘ اب عباد بھائی! آپ خود بتائیں کہ وہ اس وقت آپ لوگوں کے درمیان آکر کیوں بیٹھی؟“ عباد کے وجود میں ایک زلزلہ سا آیا۔

”واٹ...؟“ ایک کرنٹ سا عباد کے وجود میں دوڑا۔پتا نہیں لفظ ”واٹ“ اس نے سنا بھی یانہیں لیکن سیل اس سے چھوٹ کر گھاس پر گرا‘ اس نے جھولے کی لگی ہوئی راڈ کو پکڑتے ہوئے حیرت سے اوپرکی جانب ضرور دیکھا تھا‘ بالکنی میں تو کوئی نہیں تھا البتہ کھلی ہوئی چھت کی دیوار پر اِکو میاں کسی کبوتر کی طرح چپکے ہوئے نظر تو آئے تھے‘ نظر پڑتے ہی وہ ایک پل میں غائب ہو گئے‘ حیرت سے اس نے اطراف اور اپنے چاروں طرف نظر ڈالی کوئی بھی نہیں تھا۔

......☆☆☆......

اپنی بے بسی‘ ذلت و رسوائی پر سجدے میں وہ پھُوٹ پھُوٹ کر روئی تھی اس سے پہلے تو ایسا احساس دل میں نہیں آیا تھا‘ کون سی نئی بات آج سعدیہ نے

کی تھی وہ تو بچپن سے ان کی جھڑکیاں ان کی مار کھاتی آئی تھی‘ آج کوئی نئی بات تو نہیں تھی مگر دل تھا کہ دکھ اور درد سے بھر آیا تھا تو وہ اپنے رَب کے سامنے سر جھکا کر بے اختیار روئی تھی۔

”اے اللہ! میں تیرے علم کے ساتھ تجھ سے خیر طلب کرتی ہوں اور تیری قدرت کے ذریعے سے طلب کرتی ہوں اور تجھ سے تیرا فضل عظیم مانگتی ہوں کیونکہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتی اور تو

سب کچھ جانتا ہے اور میں کچھ نہیں جانتی اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے اے اللہ! اگر تیرے علم بہ امر جس کا میں ارادہ رکھتی ہوں میرے دین ‘ ایمان اور میری زندگی اور میرے انجام کار میں دنیا و آخرت میرے لیے بہتر ہے تو اس کو میرے لیے مقدر کر دے اور میرے لیے آسان کر دے‘ اے اللہ! اگر تو یہ جانتا ہے یہ کام میرے لیے بُرا ہے‘ میرے دین اور ایمان‘ میری زندگی اور میرے انجام کار دنیا و آخرت میں تو اس کو مجھ سے اور مجھ کو اس سے پھیر دے اور جہاں کہیں بہتری ہو میرا مقدر کر پھر

اس سے مجھے راضی کر دے۔“ اس نے دعائے استخارہ کی آخری آیت پڑھ کر دعا کی۔اس کے آنسو تواتر سے بہنے لگے‘ اس کی دیرینہ تمنا اس کی دعا اس کے آنسوئوں اور اس کی ہچکیوں کے درمیان یوں الفاظ ادا ہوئے تھے کہ آنکھیں کیا اس کے ہونٹ نمکین پانیوں سے بھیگ رہے تھے تبھی وہ اپنا بھیگا چہرہ پونچھتے ہوئے اٹھی تھی اورجاء نماز لپیٹ کر تسبیح خانے سے جونہی باہر آئی نور محل کے بڑے گیٹ سے چلتا ہوا ندیم بہت رفتار سے اندر داخل ہوا تھا۔

”شیزرے آپی! فاطمہ خالہ کہاں ہیں‘ باہر انہیں کوئی پوچھ رہا ہے۔“

”امی کو...“ وہ ایک دم سے گھبرا کر بولی پھر رُک کر ندیم کو دیکھتے ہوئے بولی۔

”امی تو عمیرہ خالہ کے ہاں گئی ہوئی ہیں۔“ یہ کہنے کے ساتھ ہی اس کے وجود کے اندر ایک لہر کسی بجلی کی طرح ٹوٹ کر بکھری تھی کہ خاک تن سے ایک سرد سانس کا ریلا جونہی باہر آیا بے اختیار وہ گیٹ کی جانب بڑھتی

چلی گئی' گیٹ کے سامنے دروازہ کھول کر وہ بغیر پوچھے باہر نکل آئی تھی' ہاتھ میں چابی تھامے کوئی شخص سامنے کھڑا تھا' بے اختیار اس شخص کے ہاتھ سے چابی گری تھی اور اس کے بھی وجود کے اندر ایک برق رفتار احساس نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا' ایک بھیگی شام کی سرد لہر نے اس شخص کی خاموشی اور حیرت کو توڑ دیا تھا۔

''تم فاطمہ کی بیٹی ہو ناں؟'' اس نے انگلی اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کیا جواب میں شیزرے کا آہستہ سے اثبات میں سر ہلا تھا۔

''آپ...'' اس نے بھی پلٹ کر اسی انداز میں اس کی جانب دیکھا اور پھر فرنٹ ڈور کا دروازہ کھول دیا تھا' اس نے پلٹ کر ایک نظر نور محل کو یوں دیکھا گویا وہ چاہ یوسف سے باہر جا رہی ہے اور پھر بغیر وہ کچھ کہے ہوئے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی' اسٹیئرنگ پر بیٹھنے والے شخص نے یوں پلٹ کر اسے دیکھا گویا برسوں کی شناسائی ہو اور وہ یوں بیٹھی تھی کہ جیسے برسوں سے اسے اسی لمحے کا انتظار ہو' گاڑی اتنی رفتار سے گزری تھی کہ گارڈ خو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دنہ دیکھ سکا کہ ایک پل میں کیا ہو گیا' گارڈ نے پلٹ کر بیل پر بیل انٹرکام کی بجا ڈالی تھی' ندیم ایک پل میں پلٹ آیا تھا۔

''انہیں بتا دیں فاطمہ خالہ گھر پر نہیں ہیں۔'' وہ یہ کہہ کر پلٹا۔

''صاحب! یہ بات نہیں ہے' شیزرے بی بی اس اجنبی شخص کے ساتھ بیٹھ کر چلی گئیں۔'' ندیم حیران سا کھڑا رہ گیا۔

''کیا... شیزرے بی بی چلی گئیں مگر کس کے ساتھ' کون تھا وہ' تم نے پوچھا کیوں نہیں؟'' ہزاروں سوال تھے جو اس نے کر ڈالے' اِکو میاں تڑپ کر منڈیر سے اترے تھے۔ایک پل میں پورے نور محل میں ہلچل سی مچ گئی' سجاد مصطفی کمرے سے باہر آ گئے' عباد بوکھلا کر سوچ رہا تھا کہ کیا کیا جائے' گارڈ سے طرح طرح کے سوالات کیے جا رہے تھے بس اس کا یہی کہنا تھا۔

''صاحب! وہ دونوں ایک دوسرے کو جانتے تھے اجنبی نے دروازہ کھولا اور وہ بیٹھ گئیں اور میں دیکھتا ہی رہ گیا' پوچھنے اور بولنے کا تو وقت ہی نہیں ملا اتنی جلدی سب کچھ ہو گیا۔'' تبھی ایک سیکنڈ میں عباد سے فہد پوچھ رہا تھا۔

“شیزرے سے میری بات کرواؤ' وہ کہاں ہے؟”

“فہد! تم کچھ دیر کے بعد بات کرنا ہم لوگ اس وقت بے حد مصروف ہیں۔”

“عباد بھائی! کیا سیکورٹی گارڈ نے اپنا کام چھوڑ دیا ہے' وہ کون شخص تھا جس کے ساتھ شیزرے بیٹھ کر گئی ہے۔”

“او مائی گاڈ!” عباد سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا تبھی سعدیہ بھی نیچے آئی تھیں۔

“کہاں ہے شیزرے' کہاں ہے' میں اماں سے پوچھنے آئی ہوں دیکھ لی آپ لوگوں نے اس کی دیدہ دلیری' آنکھوں میں دھول جھونک کر وہ کسی گاڑی والے کے ساتھ نکل گئی' خود اکو میاں نے دیکھا اب بتائیں کہاں گئی نور محل کی عزت۔” انہوں نے سامنے کھڑی ہوئی عذرا پر چوٹ کی۔

“آ جائے آج وہ اس کے پیر توڑ کر رکھ دوں گی۔” لیکن شام سے رات ہو گئی تھی وہ ابھی تک لوٹ کر گھر نہیں آئی تھی اور جب فاطمہ گھر لوٹیں تو بہت دیر ہو چکی تھی' سب کی دبی دبی خاموشی اور یہ رات کا سناٹا دیکھ کر وہ

ہول اٹھی تھیں مگر پھر جب انہیں پتہ چلا کہ شیزرے اس کے ساتھ چلی گئی تو ان کا چہرہ بہت پرسکون سا دکھائی دے رہا تھا۔

“وہ خود گئی ہے میں نے اسے نہیں بھیجا۔”

“لیکن کہاں فاطمہ؟” عذرا بھابی تڑپ کر ان کے پاس آئی تھیں۔

“مجھے خود نہیں معلوم کہ وہ اب کہاں ہو گی' بس اس کی ایک ہی دعا تھی سو پوری ہو گئی' وہ کہاں گئی ہے یہ اب فاطمہ سے مت پوچھو' میری بیٹی اس گھر میں ریزہ ریزہ ہو گئی مگر پھر بھی میں نے اسے خود سے جدا نہیں کیا' مجھے معلوم تھا کہ میں خود سے جدا کر کے اس کے لیے سب کچھ حاصل کر سکتی ہوں مگر میں نے اپنا فیصلہ اپنا حساب سب رَب پر چھوڑ دیا تھا اور اب وہ خود گئی ہے تو یہ اس کی مرضی ہے۔”

“لیکن کہاں گئی ہے وہ فاطمہ؟ یہ تو تم بتاؤ مجھے' بولو فاطمہ جواب دو۔” اماں نے انہیں جھنجھوڑ ڈالا مگر وہ کسی مٹی کے بت کی طرح زمین پر بیٹھ گئی تھیں اور چاروں طرف ان کے تارِ عنکبوت کا گھیرا تنگ ہوتا جا رہا تھا وہ سانس لینا

چاہتی تھیں مگر سانس لینا بھی دشوار لگ رہا تھا' کتنی آوازیں دی گئیں مگر وہ خاموشی سے بیٹھی تھیں۔

"تم لوگ اسے چھوڑ دو اور جائو عباد' فہد کو فون کرو کہ یہاں پر جو کچھ ہوا ہے۔"

"دادو! فہد کو مجھ سے پہلے پتہ چل گیا تھا اس نے اسی نور محل میں کسی کو اپنا انفارمر بنا لیا ہے۔" سب نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

......☆☆☆......

"کیا تم مجھے جانتی ہو؟" انہوں نے ایک نظر شیزرے کے چہرے پر ڈالی۔

"جی۔" اس کی گہری سیاہ آنکھوں میں نمی اُتر آئی۔

"میں تمہیں جہاں لے کر جا رہا ہوں وہاں میرے علاوہ کچھ اور لوگ بھی رہتے ہیں' گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔" تو اس نے بڑی خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آپ مجھ سے کچھ پوچھنا بھی نہیں چاہتیں؟ کیا نام ہے آپ کا؟" محبت میں بھیگا میٹھا لہجہ انتہا سے زیادہ شائستگی میں ڈوبے ہوئے لفظوں پر سر موڑ کر برابر بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھا تھا۔

"نام کیا ہے؟" محبت میں ڈوبا ہوا جملہ اس کے کانوں میں شہد اور مٹھاس کی طرح ٹپکا تھا۔

"شیزرے..." وہ بے حد آہستہ سے بول کر ایک نظر ڈال کر سر جھکا گئی تو دوسری جانب بھی چہرے کے خدوخال سے پتہ چل رہا تھا کہ دل پر پھوار سی گری ہے یا کہیں ایک شوخ کلی کھلی ہو جیسے' بھینی بھینی مدھم مدھم سی مہک اور اتنی گہری سانسوں کی خاموشی کہ جیسے وہاں کوئی نہ ہو' اس کا خیال گزرا تھا۔

"کیا تم بولنا جانتی ہو' تم اتنا کم کیوں بولتی ہو میں تمہاری اس عادت سے بیزار ہونے لگتا ہوں' عبیر' کرن اور ریشمین کو دیکھو کیسے بولتی ہیں۔"

"پتہ نہیں۔" فہد کے سوال پر وہ صرف یہی بول سکی تھی اور آج اس وقت کی خاموشی اور صدیوں پر محیط خاموشی کو توڑ رہی تھی تب گاڑی ایک جھٹکے سے ایک بہت خوشنما وسیع و عریض بنگلے کے سامنے جا کر رُکی تھی' وہ شخص بہت تیزی سے دروازہ کھول کر اترا تھا جونہی شیزرے کی نظر سامنے پڑی مین گیٹ پر گولڈن نیم پلیٹ پر چمکتا ہوا ایک نام "کارڈیالوجسٹ ڈاکٹر شبیر حسن خان" اس کے قدم آگے بڑھتے چلے گئے کہ گویا یہ میرے باپ کا گھر ہے' پہلی بار اس نے اپنے حلیے پر نظر ڈالی' صاف ستھرے مگر ڈھیلے ڈھالے کپڑے اور بڑے سے دوپٹے میں چھپا ہوا اس کا وجود۔

"آپ شاید نماز پڑھ کر اٹھیں تھیں' کیا آپ نے میرے آنے کی دعا کی تھی؟" تو اس کی ایک نظر ان کے چہرے پر پڑی تو وہ نظریں جھکا گئی تھی۔

"یہ تمہارا گھر ہے۔" وہ کتنا کم بولتے تھے۔وہ جب شبیر حسن کے ساتھ اندر لائونج میں داخل ہوئی تھی تو ایک نہایت خوبصورت سی لڑکی صوفے پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔

"تمہاری کزن حفصیٰ۔" اس نے نظر اٹھا کر حفصیٰ کو دیکھا تھا' تھوڑی بہت مشابہت تو دونوں کے درمیان تھی۔

"کیا نام ہے؟" وہ پلٹ کر بولے۔

"شیزرے..." اس کی آنکھیں پہلی بار اس ادا پر مسکرائی تھیں۔

"حفصیٰ! ثروت سے بولو میری بیٹی شیزرے گھر آئی ہے۔" حفصیٰ نے بہت غور سے دیکھا مگر اسے حیرانگی نہیں ہوئی۔

"شاید یہ مجھے جانتی ہے۔" شیزرے نے دل میں سوچا تبھی سامنے سے اسے ثروت آتی ہوئیں نظر آئیں' دبلے پتلے جسم کی خوبصورت سی ایک ادھیڑ عمر عورت جس کے خدوخال بتا رہے تھے کہ شیزرے سے اس کا کوئی تعلق ہے' تبھی تھوڑی دیر میں کچھ اور لوگ بھی اس کے اردگرد آ گئے تھے جن سے ان کا کوئی تعلق تھا وہ سب چچازاد کزنز تھے' شہریار' یاور' کلثوم بیٹی تھی' پہلے بھی نور محل میں بہت سارے لوگ تھے شناسائی اور محبتیں تو تھیں مگر

یہ خون کی کشش اس نے پہلی بار محسوس کی تھی، یوں لگ رہا تھا اس کے وجود کے تمام حصے ان سب میں تقسیم ہو گئے ہیں۔

"بھائی! یہ تو بالکل بڑی آپا جیسی قدو قامت جیسی ہے۔" ثروت نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا اور بڑے پیار سے بولی تھیں۔

"ہم تمہاری چھوٹی پھپھو ہیں۔" انہوں نے اس کی ہتھیلی کھول کر پلٹ کر دیکھا تھا۔

"تمہاری انگلیاں بالکل میرے جیسی ہیں، تمہارے بالوں کا کلر بالکل اماں جیسا ہے اور تمہاری یہ آنکھیں اور ہونٹوں کا زاویہ بالکل بھائی جیسا ہے۔" ثروت نے پیار سے اس کی ہتھیلی کو چوم لیا تھا، وہ خود بہت حیران سی ان کے درمیان بیٹھی سوچ رہی تھی۔

"کتنے دنوں سے یہ لوگ مجھے ڈھونڈ رہے ہیں اور امی نے کس طرح مجھے چھپا کر رکھا، امیر اور غریب سب طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔" وہ کس کو کس نام سے پکارے وہ بہت حیران سی بیٹھی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تم بالکل پریشان نہ ہو آہستہ آہستہ تم سب کو پہچان جاؤ گی، تم مل گئیں یہ بہت بڑی بات ہے۔" ثروت پھپھو نے پیار سے اس کو چوم لیا تھا۔

"ایسی محبت کی شدت تو میں نے کبھی محسوس نہیں کی، ایسا تو کبھی امی کے سوا مجھے کسی نے پیار نہیں کیا۔" اس کی سوچیں اس کے چہرے پر نمایاں تھیں کہ شبیر حسن سب کچھ محسوس کر کے بول پڑے تھے۔

"ثروت! ریلیکس ہم پھر کبھی بات کریں گے۔" ان کے چہرے سے محبت اور خوشی اور مسرت کے پھول کھلے پڑ رہے تھے، وہ بے یقینی کی کیفیت میں سامنے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھے جا رہی تھی البتہ ہونٹ ہلکے ہلکے حیرت سے کھل گئے تھے۔

"میں تمہیں برسوں سے ڈھونڈ رہا تھا۔" وہ اس کی حیرت زدہ آنکھوں میں دیکھ کر بول پڑے تھے تو اس نے مسکراتی ہوئی آنکھوں سے اپنے سر کو آہستہ سے جھکا کر ان کی تصدیق کی تھی کہ ہاں آپ مجھے برسوں سے ڈھونڈ رہے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

......☆☆☆......

آج شیزرے کو نور محل سے گئے ہوئے پانچواں دن تھا‘ سب حیرانی سے اب تک سوچ رہے تھے کہ آخر شیزرے کہاں گئی؟ مگر فاطمہ بے حد مطمئن سی تھیں اور ان کا کہنا تھا کہ اس کو جہاں جانا تھا وہ چلی گئی لیکن میں نے خود اسے نہیں بھیجا‘ وہ اپنی مرضی سے گئی ہے‘ وہ سب کچھ درگزر کر کے آج اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئی تھی البتہ سعدیہ چچی نے اس بات کو بہت اچھالا تھا کہ شیزرے کسی کے ساتھ بھاگ گئی۔عجیب سی بے بسی تھی سب کے دلوں میں تبھی اچانک شام کو آفیشل ڈیوٹی پر فہد مصطفی واپس آیا تھا‘ اسے معلوم تھا کہ شیزرے کہیں چلی گئی ہے وہ بھی بہت حیران سا انہی سوچوں میں گم تھا کہ آخر وہ کہاں جائے گی‘ لیکن فاطمہ خالہ کی خاموشی کچھ اور کہہ رہی تھی۔ ہرچند کہ وہ بہت چپ چپ سی تھیں مگر بہت زیادہ متفکر نہیں تھیں اور یوں اچانک فہد کا آ جانا سعدیہ کو پریشان کر گیا‘ ان کا ماتھا ٹھنکا کہ ہو نہ ہو شیزرے کے لیے واپس آیا ہے۔دراصل فہد مصطفی کو آفیشل طور پر کراچی

میں تعینات کیا گیا تھا‘ وہ آن ڈیوٹی تھا اس کے سخت اقدامات کے باوجود شہر میں انتہائی خوفناک حادثہ رونما ہوا‘ یہ حادثہ 28 دسمبر 2009ء یوم عاشور کے مرکزی جلوس میں لائٹ ہاؤس اور بولٹن مارکیٹ کے درمیان ہوا‘ یہ حادثہ اتنا خوفناک اور تکلیف دہ تھا کہ پولیس اور رینجرز کی بھاری نفری کے باوجود دہشت گردوں نے بے گناہ شہریوں کو خون میں نہلا دیا تھا‘ حادثے کی نوعیت کچھ اس طرح کی تھی کہ حادثے کے بعد آتش زنی اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری ہو گیا اور آگ کی شدت پر قابو نہ پایا جا سکا اور شہیدوں کی تعداد 45 ہو گئی‘ پورا شہر اس وقت سوگ میں ڈوب گیا‘ لائٹ ہاؤس سگنل کے قریب خودکش حملہ آور نے جلوس میں داخل ہونے کی کوشش کی‘ اسکائوٹ اور رینجرز کے اہلکار نے اسے قابو کرنا چاہا تو اس نے ہولناک دھماکہ کر دیا‘ خواتین اور بچوں سمیت 100 سے زائد افراد زخمی ہوئے‘ جلوس کے شرکاء میں بھگدڑ مچ گئی‘ دھماکے کے بعد سفید دھواں پھیلتا چلا گیا‘ ہر طرف لاشیں اور انسانی اعضاء بکھر گئے ‘ آواز میلوں دور تک سنی گئی‘ عمارتیں لرز اٹھیں‘ پاکستان کا ایک شہر کراچی سوگ میں ڈوب گیا‘ تقریباً 30

ارب کا نقصان چھوٹے تاجروں کا ہوا جو کہ ہول سیل کا کام کرتے تھے۔فہد مسلسل 3 دن سے ڈیوٹی سے گھر نہیں آیا تھا اور آج جب وہ گھر آیا تو بے حد تھکا تھکا اور دکھی دکھائی دے رہا تھا' اس خوفناک دہشت گردی نے اسے پھر بے سکون کر دیا تھا۔نور محل میں بھی لوگ بے حد دکھی تھے خاص طور پر نور بی بی اس سانحے پر رو بھی چکی تھیں' دکھ اتنا بڑا تھا کہ نور محل کیا ابھی تک پورا شہر 3 دن سے سوگ میں ڈوبا ہوا تھا' شہر کی تباہ کاریوں نے حساس دلوں پر بہت کاری ضرب لگائی تھی۔

"ارے فہد!" جونہی وہ اپنی پولیس وین سے اُترا عباد اپنی کار پارک کر کے پلٹا تھا تو سامنے چلتا ہوا تھکا تھکا فہد مصطفی اسے سادہ لباس میں نظر آیا' گارڈ نے جلدی سے آٹومیٹک گیٹ کھول دیا تھا۔

"فہد! ایک تو تم اپنا سیل بند رکھتے ہو یہ سب کے لیے بہت بڑا ہیڈک ہے' کم آن یار تین دن سے تمہاری کوئی خیر خبر نہیں تھی' تم تو جانتے ہو پاپا اور دادو کو اور چھوٹے چچا بھی بے حد پریشان تھے کہ تم رابطے میں نہیں ہو۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کچھ نہیں عباد بھائی! بس میں تھک گیا ہوں۔" وہ دادو کے کمرے میں سیدھا چلا آیا تھا' دادو اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہیں اور وہ وہیں سر رکھے رکھے سو گیا تھا' شام جب وہ فریش ہو کر باہر آیا تو ہر شخص کی خواہش تھی کہ وہ فہد مصطفی سے ملے' احمد اور منظور جب اوپر سے نیچے اتر آئے تھے فہد نیچے کے اسٹڈی روم میں بیٹھا ہوا اسی سانحے کے بارے میں بات کر رہا تھا۔

"دراصل احمد بھائی! یہ سانحہ حکومت کی غفلت کا نتیجہ ہے' ہماری بہت بڑی نااہلی ہے' ذمے داروں کو سزا ملنی چاہیے۔" فہد مصطفی بہت تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔

"دکانیں جلتی رہیں اور رینجرز خاموش کھڑی تھی۔" عباد مصطفی دکھ سے بولے۔

"بہرحال سانحہ عاشور کے اہم شواہد مل گئے ہیں' مجرموں کو ہم ایک ہفتے میں گرفتار کر لیں گے۔" فہد بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لیکن جب دھماکوں کی منصوبہ بندی کرنے والوں کا پتہ چل گیا تو خود سی سی پی او نے اپنی اس نااہلی کو قبول کیا ہے۔" احمد بولا۔

"بولٹن مارکیٹ کے اچانک دورے کے موقع پر میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے سٹی ناظم مصطفی کمال اور وزیر صنعت و تجارت رئوف صدیقی نے بھی نقصانات کا تخمینہ لگایا ہے مگر بہت بڑا ظلم تاجر برادری پر ہوا' نسل در نسل آباد دکانوں کو بہت بُرے طریقے سے نیست و نابود کیا گیا ہے۔" ندیم بولا۔

"سانحہ کراچی کی آتشزدگی سے کے ایم سی کا اہم ریکارڈ بھی خاکستر ہو گیا۔" احمد بہت دُکھی دُکھی لہجے میں بابا سے بولا تھا

"بے بسی ہماری ہر طرف پھیلتی جا رہی ہے۔" سجاد مصطفی بولے۔

"بہرحال جتنا دکھ کیاجائے وہ کم ہے' بے گناہ معصوم بچے بھی ہلاک ہوئے۔" منظور مصطفی دکھی لہجے میں بولے' صرف احمد اور فہد ' عباد کے علاوہ منظور اور سجاد اٹھ کر چلے گئے تھے۔

"چائے چلے گی فہد؟" عباد نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔

"بس شکل دیکھی اور عباد کو چائے یاد آئی۔" حریم مسکرائی۔

"شکر کریں کئی دنوں کے بعد حری آپی مسکرائیں تو سہی ورنہ پورا ماحول دس دن سے سوگوار ہے' پہلے شیزرے کی گمشدگی اور پھر یہ سانحہ اور یہ تو ہونا ہی تھا۔" ندیم' احمد کی طرف بہت سیریس ہو کر پلٹا۔

"کیوں ہونا تھا یہ سب کچھ؟" احمد کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولا تو وہ جھٹ فہد کو دیکھ کر بولا۔

"جہاں فہد مصطفی ہو گا وہاں حادثہ ہو گا اور وطن پرستی کے جو کارنامے فہد بھائی نے انجام دیئے ہوں گے وہ مت پوچھیں۔"

"بکو مت ندیم!" عباد غصے سے ڈانٹنے لگا۔

"فہد مصطفی کر بھی کیا سکتا ہے وہ ایک بے بس اور مجبور انسان ہے اور کالی بھیڑوں کی یلغار میں ہمارے ملک کی بقاء سسک رہی ہے۔" وہ دل مسوس کر رہ گیا۔

"اپنوں کی یہ ہلاکت، ان کی لاشوں کو دیکھنا ان کے اعضاء کو اپنی نگرانی میں اٹھوانا، تدفین تک سیکیورٹی کے انتظامات کرنا، یہ بہت بڑی اور تکلیف دہ ذمہ داری ہوتی ہے، بس اب تو یوں لگتا ہے کہ دہشت گردی جیت رہی ہے لیکن جب تک فہد مصطفی زندہ ہے آخری سانس تک میں اس دہشت گردی کے خلاف لڑوں گا۔" اس کا لہجہ تھکا تھکا اور بے حد اکھڑا اکھڑا لگ رہا تھا۔

"خیر فہد! تم چند دنوں کے لیے آئے ہو، کیا پھر واپس چلے جاؤ گے؟"

"جی دادو! تھوڑے عرصے کے بعد میں واپس چلا جائوں گا۔" فہد بولا۔

"فہد! تمہاری پوسٹنگ واپس کراچی نہیں ہو سکتی؟۔"

"جی بڑی ممی! کیا آپ دعائیں ہمارے لیے زیادہ کررہی ہیں کیونکہ کچھ تنظیموں کے سربراہ بڑے بڑے حکومتی عہدے داروں کے سرپرست ہیں، فہد مصطفی کب تک ان کے سامنے کھڑا ہو سکے گا، ان کا کہنا ہے کہ یہ وردی میری ان کی اُترن ہے وہ جب چاہیں گے ہمیں ہماری ڈیوٹی سے دوسری جگہ پھینک دیں گے لیکن فہد مصطفی اپنے فرض کی ادائیگی میں اپنی آنکھیں بند

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں کر سکتا، بس یہی میرا المیہ ہے۔" اس نے ایک گہری سانس لے کر اپنی مما کو دیکھا تھا جو بڑی متفکر سی کھڑی تھیں۔

"فہد! اگر نیچے سے فرصت مل جائے تو تھوڑی سی دیر کے لیے اوپر بھی آ جانا۔"

"شیور مما! میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں چائے پی لوں۔" اس نے کپ اٹھا کر اپنے ہونٹوں سے لگالیا، یوں لگا اسے ساقی وقت کا دیا ہوا زہر اس کی شریانوں میں پھیل رہا ہے۔

"یہ عقل و شعور خدا کیوں دیتا ہے اور پھر بے اختیار کر دیتا ہے، ہر محاذ پر میں تنہا ہوں، زندگی کا کوئی مقصد نظر نہیں آتا، محبتیں مجھ سے روٹھ گئی ہیں کبھی کبھار جب دل اندر سے دکھ رہا ہوتا تو میں... شیزرے کو خوب تنگ کرتا، وہ غصے سے بل کھاتی، اس کی بے بسی پر میں ہنستا، بے بسی انسان کو ہنسنے پر مجبور کرتی ہے، میں اپنے دکھوں پر جب کبھی افسردہ ہوا تو میں نے اسے کبھی ہنسا دیا کبھی رُلا دیا، چونکہ میں جانتا تھا کہ وہ بے بس ہے اور بے

بس پر اختیار والے کا حق ہوتا ہے اور یہی اس معاشرے کا ایک ستون ہے جس کو کوئی نہیں گرا سکتا' ناانصافیوں کے خلاف کوئی نہیں لڑسکتا۔'' اس کے سیاہ ہونٹ گرم کافی سے جلنے لگے تو اس نے بڑی بے رحمی سے ایک اور گھرا سپ لیا۔

''کیا سوچ رہے ہو فہد؟'' تو وہ احمد کی آواز پر چونک گیا۔

''کچھ نہیں۔'' وہ بوجھل قدموں سے اٹھا اور اوپر جانے کے لیے مڑا تھا' تھکن سے اس کے شولڈر جھکے ہوئے لگ رہے تھے' نیند سے بوجھل آنکھیں اور شیو بڑھی ہوئی تھی۔

''جی مما! کوئی خاص بات جو آپ نے مجھ سے کرنی ہے۔'' ماں سے اس نے خود ہی پوچھ لیا تھا۔

''کیا ہوا جس کی تلاش میں تم آئے ہو وہ ملی نہیں۔'' تو وہ بہت ریلیکس ہو کر سیٹ پر پیچھے ہو کر بیٹھ گیا۔

''او آئی سی' آپ کس کی بات کر رہی ہیں۔'' وہ جان بوجھ کر انجان بن کر بولا۔

''بنو مت فہد! تمہارے چہرے کی مایوسی بتا رہی ہے کہ تم بُری طرح سے ناکام لوٹے ہو' وہ تمہارے ہاتھ اب نہیں آئے گی' وہ کسی اور کے ساتھ چلی گئی' ایسی لڑکیاں کسی ایک پر گزارہ تھوڑی کرتی ہیں۔''

''پلیز مما! کسی پر اس طرح کا بہتان مت لگایئے۔'' وہ تلملا کر کھڑا ہوگیا۔

''تو پھر کیوں نہیں ڈھونڈ سکے اُسے' اس کی ماں کی طرف دیکھو کتنے اطمینان سے اوپر جا کر بیٹھ گئی ہے' وہ اِکو جو اُسے زہر لگتا ہے اس نے چند دن میں جا کر کمپرومائز کرلیا' یہ چھوٹے لوگ اسی طرح کے ہوتے ہیں بیٹا۔''

''مما! یہ لوگ چھوٹے نہیں ہیں ہماری سوچ چھوٹی ہوگئی ہے' ہم اپنے گریبان میں نہیں دیکھتے' ہم دوسروں پر نظر زیادہ رکھتے ہیں' انفیکٹ کہ ہم خود اتنے کمزور کردار کے مالک ہیں۔'' وہ سر جھکا کر بولا۔

"ایسا مت کہو فہد! بلڈ از بلڈ' وہ جیسی تھی اس نے ویسا کیا۔"

"مما! maybe اس نے ایسا نہ کیا ہو تو؟" وہ بہت ہی سخت لہجے میں بولا۔

"تو پھر میرا بیٹا ناکام کیوں لوٹا ہے' تھی ناں وہ اِکو کے چھت کی کبوتری' گھاٹ گھاٹ کی چھتوں پر بیٹھے گی۔"

"بس پلیز مما!" احمد بیچ میں انٹرفیئر کر گیا۔

"کوئی بات نہیں احمد بھائی! دراصل مما کو میری ناکامی کا بے حد افسوس ہے۔" اس نے وہیں کھڑے کھڑے اپنا سیل نکالا اور کوئی نمبر ڈائل کیا تھا۔

"میں کل کی فلائٹ سے نہیں جا سکوں گا مجھے کوئی پرسنل کام ہے اسے سولو کرنا ہے اوکے' آپ انفارم کردیجیے گا۔" تو سعدیہ نے گھبرا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا' بالکل تھکا ہوا فہد فریش ہو کر اپنے کسی پرسنل معاملے کے لیے کسی سے ڈسکس کرتے کرتے دوبارہ کسی سے سیل پر بات کرنے لگا۔

"لکھیئے شیزرے خان' 15 دن پہلے نور محل سے لاپتہ ہے' 24 گھنٹے میں ہمیں شیزرے خان کا سراغ چاہیئے باقی میں تفصیل تمہیں تھوڑی دیر میں سینڈ کرتا ہوں' کہاں ہیں فاطمہ خالہ؟" اس نے پلٹ کر احمد سے پوچھا تھا۔

"وہ اوپر ہیں۔" احمد گھبرا کر بولا۔

" مما! یہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔" احمد ابھی بولا ہی تھا کہ فہد بالائی منزل کی طرف بڑھنے سے پہلے پھر ایک بار سعدیہ کی طرف مڑا تھا۔

"مما! اس بار اگر وہ مجھے مل گئی ناں تو میرے ساتھ جائے گی۔" وہ مڑا تو سعدیہ جلدی سے بولی تھیں۔

"فہد رُکو میری بات سنو' میرا کہنے کا یہ مقصد نہیں تھا تم نے غلط مطلب لیا' چھوڑو تم ان چکروں میں مت پڑو' تم اپنی ڈیوٹی پر واپس چلے جائو۔" لیکن وہ جانتی تھیں کہ اب بہت دیر ہوگئی ہے' فہد اوپر پہنچ چکا تھا' فاطمہ اسے دیکھ کر سارا کام چھوڑ کر مسکرا پڑی تھیں' پھر کتنی دیر تک اس نے فاطمہ سے سوالات کیے تھے' فاطمہ اس کے ہر سوال کو ٹال گئیں' بڑی

خوبصورتی سے انہوں نے فہد مصطفی کو مطمئن کردیا تھا اور وہ بڑے آرام سے بیٹھا ان کے سامنے ان سے بیوقوف بنتا رہا اور پھر آخری جملے پر فاطمہ گھبرا کر اٹھ گئی تھیں۔

”خالہ! میرا اس سے اب کوئی رشتہ ہے میں اُسے یوں نہیں چھوڑ سکتا‘ وہ قانونی طور پر میری بیوی ہے اور یہ میرا حق ہے کہ میں اس کی تلاش جاری رکھوں‘ ویسے تو میں آفیشل ڈیوٹی پر آیا تھا یہ جانے بناء کہ وہ کہاں ہے میں واپس نہیں جائوں گا۔“ تو وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

”خالہ! بس مجھے اس کے باپ کا نام چاہیے۔“

”شبیر حسن۔“

”بس فاطمہ خالہ! آخری سوال کہ جب آپ ان سے ملیں تھیں تو وہ کہاں پر رہتے تھے؟“ تو فاطمہ خالہ نے لرزتے ہونٹوں سے جگہ کا نام لیا تھا۔

”بس خالہ! دعا کیجیے گا کہ فہد مصطفی ناکام نہ لوٹے۔“

”لیکن فہد! میری بات سنو۔“

”بس ٹھیک ہے خالہ! میں سمجھ گیا۔“

......☆......

”نہیں فہد! پہلے میری پوری بات سن لو‘جو میں نے کیا یا جو شیزرے نے کیا وہ ٹھیک کیا ہے‘ اسے ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے میں جانتی ہوں وہ جہاں پر ہے۔“

”پھر بھی خالہ! آپ اس طرح سے کیسے اگنور کر سکتی ہیں اسے‘ ہو سکتا ہے وہ وہاں نہ ہو۔“

”نہیں... وہ وہیں گئی ہے‘ شبیر حسن بار بار اسے ڈھونڈنے آتا رہا ہے میں کبھی اس سے نہیں ملی‘ اس دن بھی وہی تھا گارڈ نے جو حلیہ بتایا ہے وہ شبیر کا ہے‘ وہ چلی گئی جانے دو‘ میرے ساتھ اور دکھ نہیں اٹھا سکتی تھی۔“

"نہیں خالہ! یہ اس کی زندگی ہے وہ جیسا چاہے گی جہاں چاہے گی وہ گزار سکتی ہے لیکن خالہ ایسے کیا حالات تھے کہ آپ نے اتنی اذیت کا سفر شیزرے کے ساتھ کاٹا' یہ آپ نے اپنے ساتھ نہیں شیزرے کے ساتھ ناانصافی کی۔"

"فہد! تم ابھی کچھ نہیں جانتے۔"

"تو میں جاننے کے لیے تو آیا ہوں' آپ مجھے تو بتادیں کہ آپ اپنوں کے ہوتے ہوئے دربدر رہیں' میں نے محسوس کیا تھا کہ آپ اکو چچا کے سائے سے بھی شیزرے کو بچاتی ہیں لیکن وہ آپ کا ذاتی معاملہ تھا بھلا میں انٹرفیئر کیسے کرتا۔" تو فہد کی بات سن کر فاطمہ خالہ کے آنسو بہنے لگے۔

"نہیں فہد! تم تو ہمارے لیے سب سے اہم ہو' مجھ پر تمہارا قرض ہے' تم مجھے غلط مت سمجھنا' بس فہد! یہ میری کہانی ہے میری زندگی کی کہانی ہے' جب مجھے ہوش آیا تو میں ننھیال میں تھی' بوڑھی نانی چل بسیں تو ماموں نہ مجھے رکھ سکے' وہ اکیلے رہتے تھے مجھے اٹھا کر ددھیال بھیج دیا گیا' اجنبی ضرور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھے مگر یہ احساس بھی تھا کہ یہ ہمارے اپنے ہیں' ددھیال میں دوسرے ہی دن میری بدنصیبی کا دن تھا دادا نہ رہے' دادی اکیلی رہ گئیں' وہ ہاسپٹل میں تھے میں انہیں دیکھ بھی نہ سکی' دادی نے کہا تم بہت بدنصیب ہو جب تم پیدا ہوئیں تو تمہارے ماں باپ ایک حادثے میں چل بسے' تمہاری نانی نے تم کو رکھا وہ اس دنیا میں نہ رہیں' ہم نے تو تمہیں خوفزدہ ہو کر تمہاری نانی کے پاس بھیجا تھا میں تو نہیں مانتی مگر سب گھر والے کہہ رہے ہیں کہ تم منحوس ہو' میرا دل نہیں مانتا کہ ایسا کچھ ہے مگر یہاں تمہارے تایا' چچی' پھوپھی سبھی کے بچے ہیں' سبھی مل جل کر رہتے ہیں' تمہارے ساتھ ناانصافی ہو یہ مجھے پسند نہیں' تمہاری تعلیم بھی بہت اہم ہے اور یہ تمہارا حق ہے مجھ پر' تمہارے باپ کا بہت کچھ ہے' اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم ہاسٹل میں رہو گی ان سب سے دور' میں نے محسوس کیا ہے کہ یہ سب تمہیں برداشت نہیں کر رہے' تمہارے دادا کے بعد سے یہ لوگ کچھ نہ کچھ تمہارے بارے میں بات کرتے ہیں جو میں برداشت نہیں کر سکتی لہٰذا تمہاری بھلائی کی خاطر میں نے تمہیں ہاسٹل شفٹ کرنے کا فیصلہ کیا ہے' تم یہ نہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

سمجھنا کہ میں تمہارے ساتھ ناانصافی کر رہی ہوں میں تمہارا پورا خیال رکھوں گی' تمہارا حق ادا کرتی رہوں گی اور خاندان کی بچیوں سے تم بہتر زندگی وہاں گزارو گی۔اور پھر مجھے ہاسٹل شفٹ کر دیا گیا' میں نے زندگی کے چار سال ہاسٹل میں گزارے' جب میں گریجویشن کے فائنل ایئر میں تھی چھٹیوں میں' میں دادی کے پاس آئی تھی' دادی واقعی مجھے بہت چاہتی تھیں اور میں اس لائف کی عادی سی ہوگئی تھی کہ چھٹیوں میں دادی کے پاس جانا ہے' ڈھیروں کزن تھے بڑی سی حویلی میں ہم سب اکٹھے رہتے تھے۔پھپھو کی بیٹی کی شادی میں پہلی بار میں نے شبیر حسن کو دیکھا تھا' اس ہنگامے اور شور میں پہلی بار اس نے مجھے دیکھا تھا' ان دنوں شبیر کے لیے لڑکی دیکھی جا رہی تھی' تائی اماں حسب نسب اور شکل کی تلاش میں تھیں تب شبیر نجانے کس پہر دادی کے کمرے میں آئے تھے' دادی کے بیڈ پر میں سو رہی تھی' چونک کر اٹھی تو وہ حیران کھڑے رہ گئے۔"

"دادی! یہ فاطمہ ہے ناں؟" بہت غور سے انہوں نے دیکھا تھا۔دوسرے دن دادی نے بتایا تھا کہ شبیر اپنی ماں اور باپ کے سامنے اڑ گیا ہے کہ اسے فاطمہ پسند ہے اور جواب میں دادی نے ہاں بھی کہہ دی تھی۔ابھی شادی کے ہنگامے ختم بھی نہیں ہوئے تھے کہ شبیر سے میرا نکاح ہو گیا' میری چھٹیاں ختم ہوگئیں' سب کزن مجھے ہاسٹل چھوڑنے آئے تھے' میرا ہاسٹل اسی شہر میں تھا' ابھی مجھے آئے ہوئے دو چار ہی دن ہوئے تھے کہ دادی نے مجھے پھر ایک دن کے لیے چھٹی پر بلایا تھا' کزن کی شادی کی رسومات تھیں ان میں' میں بھی شریک ہوئی' شبیر کی پسند پر سب مطمئن تھے' بس تائی اماں تھوڑا سا پریشان رہتیں کہ میں منحوس ہوں' پھر اس دن بھی شبیر اور دوسرے کزنز مجھے ہاسٹل میں چھوڑنے آئے تھے' شبیر نے پلٹ کر آہستہ سے کہا تھا۔

"میں اس ویک اینڈ پر تمہیں لینے آؤں گا دادی نے اجازت دے دی ہے تم تیار رہنا۔" پھر شبیر جب تک پاکستان میں رہا مجھے لینے آتا رہا' پہلی بار میں نے بہت ضد کی بہت غصہ کیا جتنا احتجاج کر سکتی تھی میں نے کیا لیکن وہ ہر

روز مجھے ہوٹل لے کر جاتا تھا' وہ اس لائف کا عادی تھا امریکہ میں بھی وہ بہت لگژری لائف گزار رہا تھا حالانکہ یہاں سے ایم بی بی ایس کر کے باہر گیا تھا صرف پڑھائی کے لیے اور پھر...'' وہ چپ ہو گئیں۔

''زندگی کبھی اپنے وجود کی تصدیق چاہتی ہے اور کبھی زندگی کی تصدیق کرنی پڑتی ہے تو بس میں نے آج گھبرا کر شبیر حسن کو فون کیا تھا۔''

''شبیر! میڈیکل چیک اپ کے بعد ڈاکٹرز نے تصدیق کردی ہے کہ میں پریگننٹ ہوں' میں کچھ نہ بول سکی' دادی کو ہاسٹل والوں نے بلایا ہے مجھے ان کے حوالے کردیں گے۔''

''تم میرا نام کسی کے سامنے مت لینا' وہ تمہاری بھی دادی ہیں ڈرو مت۔'' شبیر حسن نے آسانی اور نرم مزاجی سے کہہ کر فون بند کر دیا تھا' میں بڑی حیرانی سے پلٹ کر روم میں آ گئی تھی اور پھر دوسرے ہی دن دادی مجھے ہاسٹل سے لے کر گھر آئی تھیں' پھر ایک قیامت تھی جو مجھ پر ٹوٹ پڑی۔

''سچ دادی! شبیر مجھے ہاسٹل سے لے کر جاتے تھے' دو تین گھنٹے تک شبیر مجھے ہوٹل لے جا کر رکھتے رہے' دادی آپ یقین کریں میں ہاسٹل سے کسی اور کے ساتھ نہیں جاتی تھی' آپ یقین کریں دادی میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا۔''

''اماں! یہ بکواس کر رہی ہے میرے بیٹے پر بہتان لگا رہی ہے' منحوس اپنی ہی زندگی کو یہ کھا گئی' اماں ہم نے شبیر سے رابطہ کیا ہے ابھی تک اس کا فون نہیں آیا ہے پھر میں بتاتی ہوں کہ یہ کس کے ساتھ گھومتی رہی ہے۔''

''لیکن ساجدہ! یہ سچ بھی تو ہو سکتا ہے پہلے ہم شبیر سے پوچھ لیں۔''

''کیسی باتیں کرتی ہیں اماں آپ! مجھے اپنے بچوں پر بھروسہ ہے یہ خود ایسی ہے۔'' تائی نے دونوں ہاتھوں سے مجھے پیٹ ڈالا' یہ ساری باتیں ایک بند کمرے میں ہوئی تھیں تاکہ گھر میں موجود باقی بچیاں یہ بات نہ سن لیں اور پھر شبیر حسن نے ناصرف ماں سے بلکہ دادی سے بھی کہہ دیا کہ فاطمہ جھوٹ بول رہی ہے وہ اُسے ہاسٹل سے لے کر کہیں نہیں جاتا تھا' یہ سن کر

مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی، سسک سسک کر بلک بلک کر میں تڑپ کر روئی تھی، کسی نے کوئی میری فریاد نہ سنی، ہر شخص میرے خلاف تھا، میری ہر فریاد جھوٹی سمجھی گئی، میرے اپنے دکھ پر تڑپ تڑپ کر روئی تھی تبھی دادی نے فیصلہ کیا تھا کہ خاندان کا ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ فاطمہ ہاسٹل میں رہتی ہے اس گناہ کو جتنی جلدی ہو سکے مٹا دیا جائے تبھی دادی نے تائی کے ذریعے کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس مجھے بھجوایا تھا، ڈاکٹر نے تصدیق کر دی تھی کہ چار ماہ گزر چکے ہیں، دادی یہ سن کر بہت زیادہ گھبرائی تھیں۔

"نہیں، نہیں یہ گناہ ہے میں کسی کی جان نہیں لے سکتی، مجھے اللہ کے گھر جواب دینا ہے، تمہی کچھ کرو ساجدہ۔" دادی تو اللہ کے خوف سے لرز گئی تھیں۔

"اماں! یہ گناہ میں کیوں اپنے سر لوں، یہ تو قتل ہے آپ جانیں آپ کی یہ پوتی ہے۔اماں جتنی جلدی ہو سکے آپ فاطمہ کو یہاں سے ہٹا دیں، پیٹ نمایاں ہونے لگا ہے بات چھپ نہیں سکے گی، کل ماسی بڑے غور سے فاطمہ

کو دیکھ رہی تھی تو میں نے اس کا رُخ موڑ دیا۔" تب دادی بڑی بھاگ دوڑ کرنے کے بعد مجھے دور کے رشتے داروں کے ہاں لے گئی تھیں۔

"دادی! مجھے یہاں چھوڑ کر مت جائیں۔" دادی میرے دکھ پر تو روئی تھیں لیکن نجات کا کوئی رستہ نہ تھا، گھٹ گھٹ کر میں نے نو ماہ کی اذیت کاٹ لی تھی تبھی ایک دن دادی نے آ کر مجھ پر انکشاف کیا تھا کہ" شبیر حسن نے طلاق کے پیپر بھیج دیئے ہیں اور اب ہم تمہارا نکاح کہیں اور کر دیں گے، ہم تمہیں اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتے اور اب ہم تمہیں اپنے گھر میں بھی واپس نہیں لے جا سکتے کیونکہ تمہاری تائی اور چچی اب تمہیں نہیں رکھ سکتیں، یہ تمہاری ماں کے زیور ہیں میں تمہارے لیے لائی ہوں یہ تم رکھ لو، میں بہت مجبور ہوں فاطمہ! میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔" میں پیر پکڑ کر دادی کے کتنی دیر سسک سسک کر تڑپ تڑپ کر روتی رہی تھی، دادی کی رکھی ہوئی ملازمہ بالائی منزل سے اتر کر نیچے آئی تھی۔

"فاطمہ بی بی! بچی بہت رو رہی ہے آپ اوپر آ جائیں۔"

"دادی! اسے ایک نظر دیکھ تو لیں۔"

"جیسی تو منحوس ہے ویسی ہی تیری اولاد ہے' میں نے تو تجھ پر رحم کھایا تھا فاطمہ! تم نے یہ گناہ کر کے اپنے ساتھ اچھا نہیں کیا۔"

"دادی! یہ گناہ نہیں ہے۔" دادی نے ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر مارا تھا۔

"بس فاطمہ بس! اتنی بے حیا اور ڈھیٹ مت بن۔" تھپڑ کھا کر وہ اوپر چلی گئی تھی۔بچی ڈیڑھ ماہ کی ہو گئی تھی تبھی دادی وہاں پہنچی تھیں' پھر باقی گھر والوں کی بھاگ دوڑ سے ان کی نظر اکبر پر پڑی تھی جو سڑک کے اس پار ٹھیلا لگا کر رات کسی گھر کی چوکھٹ پر سوتا تھا' دادی نے دے دلا کر شادی پر اسے راضی کر لیا تھا' وہ تنہا بھی مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھیں' تایا ابو اور تائی اماں بھی آ گئے تھا تاکہ عزت سے مجھے رخصت کر سکیں' خدا کا خوف بھی تھا ان کے دل میں۔

"چلو اچھا ہوا اماں! اس منحوس سے جان چھوٹی۔" دادی کو ملول دیکھ کر تائی بولیں۔

"منحوس ہے جو بھی ہے' ہے تو ہمارا خون' تم لوگوں کے کہنے پر میں اس کو اکبر کے حوالے کررہی ہوں ورنہ وہ ہے تو نہیں اس قابل' کیا جواب دوں گی اصغر کو۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں اماں! آپ نے تو ان کی بیٹی کا پردہ رکھ لیا' بدنامی کا داغ چھپ گیا ورنہ کیا منہ دکھاتے خاندان میں کہ اصغر بھائی کی بیٹی نے یہ گل کھلایا ہے۔" پھر بھی ایک دن روتے روتے ہیں نے تائی کے پاؤں پکڑے تھے۔

"تائی اماں! آپ میری پھپھو بھی تو لگتی ہیں۔" میں نے دونوں پیر تائی کے تھام لیے تھے۔

"ہاں تو اسی لیے تو ہم نے تیرا گناہ چھپا دیا ہے کہ گھر کی بات گھر میں رہے۔" میں پھر بھی یہ بات نہ سمجھ سکی کہ یہ گناہ کیسے ثابت ہو گیا' بیٹی تو

شبیر کی ہے لیکن بولنے کی پھر بھی مجھے اجازت نہ تھی، دل تو اندر سے تھوڑا تائی کا بھی دُکھا تھا مگر انہوں نے دنیا والوں کے خوف سے اپنے پیر کھینچ لیے۔

"تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی، پورے سال کا ہم نے کرایہ بھر دیا ہے، اکبر جوان ہے شریف خاندان کا لگتا ہے تمہیں خوش رکھے گا، ابھی تو ہم کہہ دیں گے کہ تم ہاسٹل میں ہو آگے دیکھتے ہیں کیا بنتا ہے، تم ان لوگوں سے رابطہ رکھنا یہ ہمارے دور کے رشتے دار ہیں، شکر کرو کہ یہ سب تمہارے اپنے ہیں۔" یہ کہہ کر دادی نے بھی اپنی جان چھڑا لی تھی اور پھر بڑی عزت سے سب نے مجھے اکو کے ساتھ رخصت کر دیا تھا، میں دادی سے بہت لپٹ لپٹ کر روئی تھی۔

"دادی! ایسا مت کریں، میرے امی ابو نہیں ہیں اس لیے ہمارے ساتھ ایسا سلوک کر رہی ہیں۔"

"نہیں فاطمہ! ہم نے تمہارے ساتھ پورا انصاف کیا ہے، تمہارے اس گناہ کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہے، اللہ نے ہمارا پردہ رکھ لیا ہے، بس فاطمہ چپ ہو جا اور اپنی نئی زندگی شروع کرو، تم نے خود گناہ کا رستہ اختیار کیا ہے، تمہیں تو شبیر حسن جیسا شہزادہ ملا تھا تم ناقدری نکلیں، شیطان نے تمہارے دل میں وسوسہ ڈالا، میں نے پھر بھی فاطمہ تمہیں معاف کیا۔" دادی نے مجھے رخصت کر دیا تھا، تایا ابا نے نفرت سے اپنا منہ پھیر لیا تھا اور پھر وہ رخصت ہو کر چلی گئی تھی، ہیں نے پلٹ کر دادی کو کئی بار دیکھا تھا، جاتے جاتے ہیں پلٹ کر بولی تھی۔

"دادی! میری بیٹی کو بخار ہے دوا دے دیجیے گا۔"

"اچھا، اچھا تم جاؤ اس کی فکر نہ کرو، آیا ہے ناں، ہم سب دیکھ لیں گے۔" تائی اماں نے مجھے ہنکال دیا تھا، میں اپنی سدھ بدھ کھو چکی تھی، نہ کوئی سہیلی نہ کوئی اپنا، کوئی رشتے دار مجھے ٹیکسی میں اکبر کے ساتھ اس کے گھر چھوڑ گیا تھا، دادی، تایا، تائی کے دل میں جو بدنامی کا خوف تھا وہ کم ہو گیا تھا، رات

کی تاریکی میں انہوں نے فاطمہ کا گناہ چھپا دیا تھا تبھی آیا تقریباً رات 11 بجے بچی کو اٹھائے ہوئے کمرے میں آئی تھی۔

"بی بی جی، بی بی جی، بچی بول نہیں رہی اسے تیز بخار ہے۔" ہاتھ میں اٹھائی ہوئی بچی کو اس نے لا کر دادی کے بیڈ پر کسی کھلونے کی طرح ڈالا تھا، پھر جلتی ہوئی روشنی میں بچی کے خدوخال رنگ و روپ سبھی نظر آ رہا تھا۔

"اماں...!" تائی اماں نے گھبرا کر اماں کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

"اماں! یہ تو بنی بنائی شبیر ہے۔" دادی بھی دیکھ کر کھڑی ہو گئیں۔

"ساجدہ! یہ ہم لوگوں نے کیا کیا، فاطمہ سچ کہہ رہی تھی تمہارا شبیر جھوٹا نکلا۔" تائی جلدی سے گھبرا کر اپنے شوہر اطہر کو بلا کر لائی تھیں۔

"اطہر! غور سے دیکھو اللہ کی شان، ہم گناہ سے بچ گئے یہ تو شبیر کی بچی ہے۔" اطہر حسن نے بھی جھک کر اُسے بغور دیکھا تھا۔

"ارے ایک ایک چیز شبیر کی ہے۔" وہ سکتے میں کھڑے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہ ہم نے کیا کیا؟ گناہ کبیرہ، ہمیں اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا اور شبیر کو اس جھوٹ کی سزا تو میں دوں گا۔" انہوں نے بچی کو گود میں اٹھا لیا تھا۔

"آیا! اسے سنبھالو، ارے کوئی جلدی سے ٹیکسی لاؤ اس بچی کو اسپتال لے کر جانا ہے۔" وہ کمرے سے نکل کر بہت چیخ کر بولے تھے۔

"جلدی کریں اطہر! کہیں اس بچی کو کچھ ہو نہ جائے۔" اچانک اس بچی کے لیے دل میں درد پیدا ہو گیا تھا، آیا حیران کھڑی تھی کہ یہ سب کیا ہو گیا ایک پل میں، صبح میں پتھر کی طرح چلتی ہوئی گھر آئی تھی، دادی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مجھ کو کہاں بٹھائیں، دادی کے ہاتھ کانپ رہے تھے، انہوں نے میرے بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی تھی، میں نے بڑی گہری نظروں سے اوپر جانے والے زینے کو دیکھا تھا، بڑی گہری خاموشی تھی، میں چلتی ہوئی آہستہ آہستہ اپنے بیڈروم کی طرف آئی تھی، بیڈ خالی تھا اور آیا بھی غائب تھی، میرا دل دھک سے ہوا میں نے پلٹ کر دادی کی جانب دیکھا، دادی کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"رات بچی کو بہت تیز بخار تھا تمہارے تایا اور تائی اسے لے کر ہاسپٹل گئے تھے' ڈاکٹر نے بچی کو ایڈمٹ کر لیا ہے' تمہاری تائی اور تایا اس کے پاس ہیں' تم فکر مت کرو' آئو میرے پاس بیٹھ جائو۔"

"دادی اتنی نرم مزاج اور تائی کیسے اتنی اچھی ہو گئیں۔" میں نے سہم کر دادی کی جانب دیکھا اور کچھ نہ بولی۔

"پھر کیا ہوا فاطمہ خالہ! کیا وہ لوگ اس بچی کو لے کر نہیں گئے؟" تو فاطمہ نے ایک بہت گہرا سانس لیا اور فہد کی طرف مڑ کر دیکھا تھا' فہد نے بہت تجسس سے ان کی جانب دیکھا۔

"ہاں... وہ لے جانا چاہتے تھے۔"

"اچھا فاطمہ! تم بچی کا خیال رکھنا' ہم نے تمہارے آرام کی ساری ضروریات پوری کر دی ہیں' بچی کو آیا رکھے گی صرف تم دیکھ بھال کرو گی' ہم جلدی آئیں گے تب تک کا ہم نے پورا بندوبست کر دیا ہے' تمہاری رہائش کا بندوبست' تمہاری ساری ضروریات' بچی کی ضروریات سب میں نے نوٹ کرلی

ہیں بس تم فکر نہیں کرو ہم جلد ہی تمہیں واپس لے جائیں گے۔" میں کچھ نہ سمجھ پائی تھی اور پھر دادی نے جھک کر بچی کو پیار کیا تھا' جتنا اس بچی کو غور سے دیکھتے ایک ایک نقش اور زیادہ نمایاں ہوتا' اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پڑا پردہ خود ہٹا دیا تھا' حالانکہ میں نے خود کئی بار پلٹ کر دیکھا تھا کہ ایسا کیا ہے کہ دادی اس کو چومے جا رہی ہیں میں نے گھبرا کر تائی کو دیکھا وہ بھی بچی کو لپٹ لپٹ کر چوم رہی تھیں' آیا کو ہدایتیں دے رہی تھیں کیسے رکھنا ہے کیسے سنبھالنا ہے' میں حیران سی دیکھتی رہ گئی' پھر بہت ساری ہدایات دے کر مجھے اکو کے حوالے کر کے چلے گئے' اب تو آنسو بھی خشک ہو گئے تھے۔

دادی اور تائی چپ چپ رہنے لگیں اور جس دن شبیر کی کال آئی تو اطہر حسن پھٹ پڑے اور تمام عمر شکل نہ دیکھنے کی قسم کھائی تھی تبھی دادی اور تائی نے پھر ذہن میں ایک پروگرام ترتیب دیا تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر

نہیں ہے کہ شبیر نے فاطمہ کو طلاق دی ' پھر دادی نے اللہ کے خوف سے فیصلہ کیا تھا۔

''ہم فاطمہ اور بچی کو یہیں لے آئیں گے اکبر سے طلاق دلوا کر' اس میں ڈر اور خوف کیسا' بتلا دیں گے خاندان والوں کو کہ فاطمہ باہر گئی تھی اور شبیر کے ہاں بیٹی ہوئی ہے اور جب ہم اپنے ہیں تو پھر دوسروں کی کہنے سننے کی گنجائش کہاں اور جب شبیر واپس آئے گا تو اسے دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا' یتیم بچی کے ساتھ جو کچھ کیا ہم لوگوں نے اللہ ہمیں معاف کرے' ویسے تم لوگ معافی کے قابل تو نہیں ہو۔'' تایا اپنی بیوی سے بولے۔

''میں نے بار بار کہا تھا کہ دیکھو شبیر جھوٹ تو نہیں بول رہا ' ایسے کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ہاسٹل سے نکل کر کسی اور کے ساتھ چلی جائے لیکن تمہارے تو دماغ میں یہی سمایا ہوا تھا کہ فاطمہ جھوٹ بول رہی ہے۔'' وہ شرمندگی' دکھ اور پشیمانی سے ہاتھ مل رہے تھے اور پھر ڈیڑھ ماہ کے بعد ہی تایا ابا اور دادی مجھے لینے گائوں پہنچے تھے' اکبر کو خاصے پیسے دے کر تایا نے طلاق کا

مطالبہ کیا تھا تبھی مجھے تھوڑا سا شک ہو گیا کہ تایا کیا چاہتے ہیں' اتنی مالی امداد کے باوجود اکبر کے پاس روپوں کی گڈیاں دیکھ کر میں پوچھ بیٹھی تھی تو اکبر جھوٹ نہ بول سکا۔

''کیا' کیا تم مجھے ان پیسوں کی خاطر طلاق دو گے؟ لیکن میں ایسا نہیں چاہتی۔'' پھر ہم دونوں نے آپس میں فیصلہ کیا تھا کہ وہ گھر چھوڑ کر رات کی تاریکی میں بھاگ جائیں گے لیکن طلاق کے فیصلے پر عمل نہیں کریں گے' کئی گائوں کئی شہر چھانے' مجھے اکبر کا ساتھ گوارا تھا مگر شبیر حسن کی شکل سے نفرت محسوس ہوتی تھی۔

''بس فہد! میں شیزرے کو اٹھا کر اسے دے دیتی' شیزرے کے خدوخال گواہی بن گئے تھے اور جو میرے ساتھ ہوا وہ کچھ نہیں' مجھے ذلت سے گزارنے کے پورے انتظامات کر دیئے گئے تھے کہ اکو سے طلاق کے بعد شبیر حسن ہماری دنیا میں دوبارہ آئے گا' وہ مجھے ڈھونڈتے رہے اور میں چھپ گئی لیکن وہ نور محل کا ایڈریس معلوم کر چکے تھے پھر ہاسپٹل میں میری کزن

ملی اس نے مجھے بتایا تھا کہ تایا ابا اور تائی نے، خود دادی نے شبیر حسن کو کبھی معاف نہیں کیا اور شبیر حسن خود بے حد شرمندہ سا تھا اپنے جھوٹ پر اور پھر... شبیر حسن نے کبھی شادی نہیں کی، اس کی دنیا میں پھر کوئی لڑکی نہیں آئی، وہ ہر وقت شیزرے کی تلاش میں رہا، وہ نور محل آتا مجھے پوچھتا تو میں ٹال جاتی تھی اور وہ لوٹ جاتا تھا، اس دن شاید شیزرے کے آنسوئوں پر اللہ کو رحم آ گیا لیکن مجھے کبھی نہیں آیا، بس فہد تم بھی بھول جائو اُسے اگر وہ تمہاری قسمت میں ہے تو خود پلٹ کر آئے گی، تم اس چیپٹر کو اب کلوز کر دو۔"

"نہیں فاطمہ خالہ! قانونی طور پر اب یہ چیپٹر کلوز نہیں ہو سکتا، یہ میرا حق ہے کہ میں معلوم کروں کہ وہ کہاں ہے۔"

"فہد! میری بات سنو۔" لیکن فہد ایک پل نہ رُکا۔

......☆☆☆......

فہد جب گھر سے بہت عجلت سے نکلا تو فاطمہ خالہ نے گھبرا کر اسے زینہ اترتے ہوئے دیکھا پھر کسی کو نہیں معلوم تھا کہ فہد کہاں گیا۔احمد نے کئی بار ٹرائی کیا تو سیل بند جا رہا تھا، منظور بھی بے بسی سے بہت پریشان ٹہل رہے تھے، انہوں نے بھی سعدیہ کو اس بات پر سختی سے منع کیا تھا کہ وہ کوئی ایسی بات نہ کرے جو فہد کی مرضی کے خلاف ہو لیکن پھر بھی انہوں نے ایسا کیا، احمد بھی کچھ افسردہ سا بیٹھا تھا کہ فہد نجانے اس وقت کہاں ہو گا، میسج پر میسج احمد کیے جا رہا تھا مگر فہد نے کوئی جواب نہ دیا۔ہر ایک کو خبر ہو گئی تھی کہ فہد، شیزرے کی تلاش میں گیا ہے اور سعدیہ اپنے حال پر افسوس کر رہی تھیں۔نجانے فہد کتنی دیر تک یونہی ڈرائیو کرتا ہوا عمیرہ کی طرف پہنچ گیا تھا، رامین تو اسے دیکھ کر بہت گھبرائی، عمیرہ اس سے بہت پیار بھرے انداز سے بات کر رہی تھیں پھر انہیں خود ہی اندازہ ہو گیا کہ وہ شدید کرب سے دوچار ہے ورنہ فہد مصطفی یوں اچانک ان کے گھر کبھی نہیں آیا تھا اسی لیے انہوں نے اس کا حال احوال کسی بھی حوالے سے نہیں پوچھا، رامین جلدی سے اس کے لیے چائے لائی تھی۔

"فہد! تم تھکے ہوئے لگ رہے ہو۔" پھر اس نے اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے رامین کو پلٹ کر دیکھا تھا تو وہ اندر تک کانپ کر رہ گئی' کئی سوال تھے اس کی آنکھوں کی تپش میں' رامین نے گھبرا کر اپنی نظریں نیچی کر لیں۔

"آپ خوش تو ہیں؟" تو رامین کی آواز لرز کر رہ گئی۔

"فہد! چائے کے ساتھ بسکٹ لو۔" تو عمیرہ فوراً سمجھ گئیں کہ فہد کیا پوچھنا چاہ رہا ہے۔

"فہد! بسکٹ نہیں کھانا کھا کر جائے گا تم ذرا جلدی کر لو جا کر۔" انہوں نے رامین کو اشارہ کیا۔

"نہیں پھپھو میں کھانا نہیں کھاؤں گا بس یونہی بے مقصد اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا تو خیال آیا' سوچا کہ آپ سے بھی ملاقات کر لوں۔"

"اچھا کیا فہد! جو تم ہماری طرف آ گئے' میں تو تمہارے لیے دعا ہی کرتی ہوں بیٹا' آ جاؤ بیٹا صوفے پر کیوں بیٹھے ہو بیڈ پر لیٹ جاؤ' بہت تھکے تھکے لگ رہے ہو۔"

"ہاں پھپھو! تھک تو گیا ہوں زندگی سے تھک گیا ہوں۔"

"اب تمہاری طبیعت کیسی ہے۔" عمیرہ نے اس کے بازو کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔

"اچھا تھا پھپھو! ایک ہی بار میں چھٹکارہ ہو جاتا میرا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو فہد!" وہ تڑپ کر آنسو پونچھنے لگیں۔

"ارے ارے پھپھو! آپ تو پریشان ہو گئیں' آپ گھبرا گئیں سوری سوری۔" کہہ کر وہ ان سے لپٹا ہوا ان کے بیڈ پر رکھے ہوئے تکیے پر لیٹ گیا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا تم ہمت نہ ہارو۔" ان کی انگلیاں فہد کے بالوں میں رینگ رہی تھیں' فہد کو یوں لگا جیسے وہ کوئی چھوٹا سا بچہ ہو اور وہ دلی خواہش کہ ماں قریب ہو اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں

چائے رکھی ہوئی ٹھنڈی ہو گئی' پلٹ کر رامین اندر آئی تو عمیرہ نے انگلی کے اشارے سے منع کر دیا کہ فہد سو گیا ہے' رامین نے اٹھا کر اس کے پیروں

پر کمبل ڈال دیا تھا' رامین نے آہستہ سے اس کا سیل اٹھا کر دیکھا تو احمد کے کئی میسج تھے اور سیل بند تھا' وہ چپ چاپ اٹھ کر باہر نکل آئی' عمیرہ بھی کمرے سے باہر آ گئی تھیں۔

"تم لوگ اسے ڈسٹرب مت کرنا' وہ بہت گہری نیند سو گیا ہے کتنا پریشان اور تھکا ہوا تھا' اللہ جانے یہ سب کیا ہو گیا ہے اس کی زندگی میں سکون نام کی کوئی چیز نہیں رہی' میں اگر سعدیہ بھابی کی جگہ ہوتی تو ایک پل میں شیزرے جیسی بھی ہوتی اُسے گلے لگا لیتی' بچوں سے جتنا نرمی سے پیش آئو' خود سے قریب رکھو تو بچے اور قریب آتے ہیں' کیا بتائوں اب میں۔" وہ دُکھی دُکھی لہجے میں بولیں۔

"چلیں امی! اب اس کو سونے دیں بہت تھک گیا ہے وہ نجانے کتنی راتوں سے نہیں سویا ہو گا وہ آفیشل ڈیوٹی پر آیا تھا' ملک کے حالات تو دیکھیں کیا سے کیا ہوتے جا رہے ہیں' ابھی ہم ایم اے جناح روڈ کے حادثے پر دکھی تھے کہ یہ دیکھیں امی۔" اس نے اخبار پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"لکی مروت میں دہشت گردوں نے کھیل کا میدان خون میں ڈبو دیا' 100 افراد شہید ہو گئے۔"

"کہاں' کہاں رامین!" عمیرہ جلدی سے چشمہ اتار کر بولیں۔

"شاہ حسن خلیل گرائونڈ میں والی بال میچ کے دوران بمبار نے بارود سے بھری گاڑی دھماکے سے اڑا دی' درجنوں لوگ ملبے تلے دب گئے' 32 افراد موقع پر جاں بحق اور 68 اسپتال میں چل بسے اور امی 100 سے زائد زخمی ہوئے ہیں' یہ حملہ میچ دیکھنے والے امن کمیٹی کے رضاکاروں پر کیا گیا تھا۔" رامین بولی تو عمیرہ لرز کر بولیں۔

"چاروں طرف سے خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں کہیں بھی دھماکا ہو جائے میں تو بس فہد کے لیے خیر کی دعا مانگتی ہوں۔"

"ہاں امی! روز بروز حالات خراب ہوتے جا رہے ہیں' شہر میں ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ جاری ہے' انسان کا زندہ رہنا مشکل ہو گیا ہے۔" وہ اخبار اٹھا کر دکھ سے بولی تو عمیرہ بھی اُسی دکھ سے بولی تھیں۔

”اگر یہ وارداتیں اور لوٹ مار ننگے بھوکے لوگ کر رہے ہوتے املاک کو آگ لگاتے، خودکش دھماکے کے بعد بولٹن مارکیٹ، ڈینسو ہال، اکبر روڈ اور اطراف کی مارکیٹوں کا جلنا اور لوٹ مار کرنا بہت سی ”آن کہی“ کہانیاں سناتا ہے، یہ صوبائی حکومت کی نااہلی نہیں تو اور کیا ہے، انہیں مسلسل پے در پے حادثوں کی ذمے داری قبول کرتے ہوئے مستعفی ہونا چاہئے۔“

”ارے چھوڑیں امی جان! وہ کیوں مستعفی ہوں گے یہ کوئی بھارت تھوڑی ہے جہاں حادثوں کے فوراً بعد وزیراعلیٰ خود استعفیٰ دے دیتے ہیں۔“

”دکھ تو اسی بات کا ہے۔“ وہ افسردہ ہو کر بولیں اور اخبار سے نظریں ہٹا لی تھیں، عشاء کا وقت ہونے والا تھا لیکن فہد ابھی تک پھپھو کے بیڈ پر لیٹا ہوا بے خبر سو رہا تھا۔

”امی! ہمیں اب کھانا کھا لیناچاہئے، عشاء کی اذان بھی ہو گئی ہے، لگتا ہے فہد کئی راتوں سے سویا نہیں۔“

”دیکھا نہیں رامین! کس تیزی سے وہ میرے بیڈ پر گرا تھا جیسے زمانے بھر کا تھکا ہارا ہو۔“ عمیرہ بولیں تو بشریٰ پلٹ کر بولی۔

”ظاہر ہے امی! فہد بھائی حساس بہت ہیں، بظاہر وہ پوز کرتے ہیں کہ وہ بہت جولی نیچر کے ہیں لیکن ہر جوک ہر جملے میں ان کے دکھ کا احساس نمایاں ہوتا ہے، انہیں بہت کیئر کی ضرورت ہے۔“ تو رامین بولی۔

”ہاں تم ٹھیک کہتی ہو مگر یہ اب ان کے ذاتی مسائل ہیں جن سے فہد اب دوچار ہے۔“ تو راحمہ، رامین کی بات سن کر بولی۔

”احمد بھائی کا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے، کسی سے بات نہیں کرتے، زیادہ تر اوپر ہی رہتے ہیں لیکن آپی ایک بات سمجھ نہیں آئی کہ شیزرے گئی کہاں؟“

”یہ بھی اب ان کی فیملی کا مسئلہ ہے بشریٰ! ہمیں ان کے بارے میں زیادہ نہیں سوچنا چاہئے، ہماری لمٹ بس اتنی ہے کہ امی اس گھر کی بیٹی ہیں۔“ رامین کا لہجہ بہت مایوس کن تھا۔

”آپی! احمد بھائی سے آپ کی اب کبھی بات نہیں ہوئی؟“ بشریٰ بولی۔

”نہیں، لیکن میں سوچ رہی ہوں کہ جو کچھ احمد نے ہمارے ساتھ کیا وہ صرف ایک مذاق تھا۔“

”نہیں آپی نہیں، احمد بھائی کسی سے ایسا مذاق نہیں کر سکتے۔“

”میں سوچ رہی ہوں کہ کسی دن احمد سے میں یہ بات ضرور کروں گی کہ ہم سب کو تماشہ بنا کر رکھ دیا، ہماری وجہ سے امی نے نور محل جانا چھوڑ دیا، ندیم اور عباد بھائی نہیں آتے کہ کہیں ہمیں دکھ نہ پہنچے، یاد نہیں ہے کہ نانو جان کو ہم دیکھنے گئے تو بڑے ماموں نے بڑے دکھ سے اپنی نظریں جھکا لیں مجھے دیکھ کر، بڑی ممانی بات بے بات میری تعریفیں کر رہی ہیں، نور محل میں ہر شخص مجھ سے ہمدردی کر رہا ہے حتیٰ کہ ندیم سیریس ہو گیا ہے، اس نے مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرنی بند کر دی ہے، چھوٹے ماموں امی کا سن کر نیچے نہیں آتے۔“ اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملا اٹھے اور تڑپ اور دکھ سے بلبلا کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں احمد کو اتنی آسانی سے چھوڑ نہیں سکتی۔“ تو سب نے گھبرا کر رامین کی طرف دیکھا تھا۔

”ایک منٹ امی! ربیعہ کی کال ہے۔“ وہ آنسو پونچھتی ہوئی نارمل ہوتے ہوئے سیل کان سے لگا گئی۔

”کیا ہوا ربیعہ! کیا ہوا تم روکیوں رہی ہو خیریت تو ہے؟ فیصل کہاں ہے؟ ربیعہ پلیز کچھ تو بولو۔“

”آپی! آج گلاس ٹوٹ گیا تھا مجھ سے، میں نے کہا میں جھاڑو سے اٹھا دیتی ہوں مگر نہیں، ساس سسر اور دونوں نندیں کھڑی ہو گئیں اور سب کہنے لگے کہ ہاتھ سے اٹھاؤ شیشوں کے ٹکڑے، کرچیاں اٹھاتے ہوئے میرے ہاتھ زخمی ہو گئے آپی۔“ وہ سسکیاں لے کر رو رہی تھی۔

”اور فیصل کہاں ہے ربیعہ؟“

”آپی! وہ ابھی تک آفس سے نہیں آئے۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں تمہیں لینے آ جاؤں؟"

"نہیں آپی نہیں پلیز، فیصل گھر پر نہیں ہے۔" سسکی لیتے ہوئے اس نے سیل آف کر دیا تھا۔

"کیا ہوا رامین!"

"امی! ربیعہ کے گھر والے ٹھیک نہیں ہیں وہ بہت پریشان ہے۔"

"بول دیں ناں فہد بھائی کو، ایسا ٹھکانے لگائیں گے ناں، وہ کسی سے ڈرتے نہیں ہیں۔" راحمہ بولی۔

"ہاں طلاق دلوائے گی بہن کو، یہی ہے میری تربیت، میری ربیعہ سے بات کرواؤ، اُسے بولو وہ صبر و تحمل سے کام لے، مشکل آتی ہے مگر ٹل بھی جاتی ہے، وہ گھر نہیں اس کا سسرال ہے ان کی مرضی اور مزاج کے مطابق خود کو ڈھالنے کی کوشش کرے، ہرانسان کا مزاج اور گھر الگ ہوتا ہے اس کے گھر کوبگاڑنے کی کوشش مت کرو تم لوگ، میری مثال کیا اس کے سامنے نہیں ہے۔" عمیرہ بڑے صبر سے بولیں۔

"امی ٹھیک ہی کہہ رہی ہیں، تم لوگ مداخلت مت کرو، یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے، گھبرا کر اس نے ایک بات بتا دی اب اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فہد کو لے کر ہم چڑھائی کر دیں۔" رامین بڑی سمجھداری سے بولی، کھانا میز پر لگ چکا تھا مگر سب نے ربیعہ کی وجہ سے بہت تھوڑا سا کھایا، فہد کا کھانا سرو کرنے سے پہلے ہی الگ رکھوا دیا تھا۔

"سونے دو بچے کو خود ہی اٹھے گا۔" لیکن چہرے سے تو وہ بھی دُکھی دُکھی اور پریشان لگ رہی تھیں، اس وقت رامین بھی اپ سیٹ دکھائی دے رہی تھی۔

رات کافی دیر تک جب فہد نہیں پلٹا تو سب لوگ بے حد پریشان تھے، نجانے سب کہاں کہاں کال کر کے اسے پوچھ چکے تھے، رات بڑی بھاری اور بے چین سی گزر رہی تھی، ہر شخص اپنی جگہ پریشان تھا سبھی سعدیہ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے، منظور بار بار ٹہل کر یہی سوچ رہے تھے۔

"تین دن کے بعد وہ گھر آیا اور سعدیہ تم نے اسے طعنے دینے شروع کر دیئے' کہاں ہے شیزرے اگر وہ مجھے مل جائے تو میں ایک پل میں اسے گھر لے آئوں گا' اگر یہ تمہاری ضد ہے تو یہی سہی' میں اپنے بیٹے کو نہیں کھو سکتا۔"

"بابا' بابا آپ ہوش میں آئیں' ایسا کچھ نہیں ہے وہ شیزرے کے لیے نہیں آیا یہاں' یہ مما کا نیا ایشو ہے جس پر وہ تلملا کر گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے' آپ پریشان نہ ہوں' ہو سکتا ہے وہ اپنی ڈیوٹی پر واپس چلا گیا ہو۔" احمد نے انہیں تھام لیا تھا۔

"نہیں احمد! اب اس گھر میں' میں بھی نہیں رہوں گا یہ گھر نہیں جہنم ہے جس میں' میں جی رہا ہوں' میرے ساتھ میرے بچے ہیں نہ میں جی سکتا ہوں نہ میں مر سکتا ہوں اور اب جب فہد نہیں ہے تو میں بھی جا رہا ہوں۔"

"بابا! اس طرح مت کریں آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" احمد نے منظور مصطفیٰ کو تھام لیا تھا۔

"پھر بتائو میں کیا کروں' کوئی حل ہے تمہارے پاس' تمہاری انگیج منٹ ایک ایسی لڑکی سے کردی جو ہر وقت شوبی کے ساتھ آتی جاتی ہے رات کا ایک بج رہا ہے وردہ گھر سے غائب ہے' کیا میں ایسے ماحول میں جی سکتا ہوں۔" ابھی سعدیہ کچھ بولنا چاہتی تھیں کہ احمد جلدی سے بول پڑا۔

"پلیز مما! آپ اپنے بیڈروم میں جائیں میں بابا کو سنبھال لوں گا۔" کرن نے اپنی بکس زور سے پٹخی تھیں۔

"میرے فائنل چل رہے ہیں اور یہاں ہر وقت لڑائی جھگڑے کی شوٹنگ چل رہی ہے۔" عبیر بھی اس وقت سیل پر سامیر سے بات کررہی تھی ڈسٹرب ہوئی تو اس نے بھی اٹھ کر غصے سے دروازہ بند کیا تھا۔نور محل میں نیچے سبھی لوگ جاگ رہے تھے' فاطمہ خالہ اتر کر نیچے تو آ گئی تھیں مگر مارے ڈر کے چپ کر کے بیٹھی تھیں۔عباد بڑا متفکر سا ابھی تک ٹہل رہا تھا

کہ فہد کانٹیکٹ کیوں نہیں کر رہا' ساری رات ٹینشن میں بیت گئی تھی اور کسی کے ذہن میں بھی یہ بات نہ آئی کہ فہد اس وقت عمیرہ پھپھو کے گھر بھی جا سکتا ہے۔دراصل جب وہ تھکا ہارا گھر سے نکلا تو جائے پناہ اسے عمیرہ کا گھر ہی نظر آیا تھا کہ رامین سے مل کر وہ پوچھے گا کہ آخر آپ کے اور احمد بھائی کے بیچ ایسا کیا ہوا ہے کہ احمد بھائی وردہ سے انگیج منٹ کر کے کیوں اتنے مطمئن ہو گئے اور آپ کیوں اتنے آرام سے پیچھے ہٹ گئیں' پل بھر کی جو اسے فرصت ملی تو پہلا خیال اسے

احمد اور رامین کا آیا تھا اس نے سوچا تھا کہ آخر مسئلہ کیا ہے اور کون سے ایسے اسباب ہیں جو وہ دونوں ایک دوسرے سے دور ہو گئے' جونہی اسے خیال آیا تھا شیزرے کی تلاش کو وہ چھوڑ کر پھپھو کی طرف مڑ گیا' حالانکہ اس سے پہلے وہ کسی کے گھر اس طرح سے آیا گیا نہیں تھا' کئی بار فائزہ اور عمیرہ نے شکوہ بھی کیا تھا ' احمد تو جاتا تھا مگر فہد بہت کم جاتا تھا' دادو کو تو

خیال بھی آیا تھا اور انہوں نے حریم سے کہا بھی تھا کہ فائزہ اور عمیرہ کو اطلاع کر دو کہ فہد کہیں چلا گیا ہے غصے میں۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے انہیں پریشان کرنے کی' کیا فہد وہاں جا کر سو رہا ہوگا' ہوتا تو آ جاتا' یہ بات کچھ اور نوعیت کی ہے آپ انہیں مت پریشان کریں۔'' عباد ٹہلتا ہوا لان میں باہر نکل گیا تھا۔

......☆☆☆......

صبح فہد دس بجے کے قریب سو کر اٹھا تھا۔

''او نو... صبح کے دس بج رہے ہیں' میں اتنی دیر سویا' یہ پھپھو کہاں چلی گئیں۔'' وہ گھبرا کر اٹھا۔

''ارے فہد! میں کہاں جاؤں گی' برابر والے کمرے میں تھی' تم اتنے تھکے ہوئے اور گہری نیند سوئے کہ ہمت نہ پڑی تمہیں اٹھانے کی۔''

''پھپھو! میں شاور لوں گا۔''

"ہاں آ جائو بیٹا! سامنے واش روم ہے۔" وہ اٹھ کر اسی جانب گیا' رامین اپنی ماں کو بتا کر گئی تھی کہ بس وہ ایک پیریڈ لے کر آجائے گی البتہ بشریٰ گھر پر تھی تو جلدی جلدی وہ عمیرہ کے کہنے پر ناشتہ بنانے لگی اور جب وہ شاور لے کر آیا تو اسے ٹیبل پر بڑے اہتمام کے ساتھ ناشتہ لگا ہوا ملا تھا۔

"واہ پھپھو! آپ نے تو ہماری پسند کی ساری چیزیں بنا ڈالیں' واقعی بہت شدید بھوک لگی تھی۔" اس وقت اسے سوائے بھوک کے کچھ نہیں یاد تھا البتہ ایک نظر میں اس نے اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیا اور پوچھا تھا۔

"پھپھو! رامین نظر نہیں آ رہیں۔"

"کہہ کر تو گئی تھی کہ جلدی گھر آ جائوں گی مگر ابھی تک نہیں آئی۔"

"ٹھیک ہے پھپھو! میں چلتا ہوں مجھے ہیڈآفس میں کچھ کام ہے اس کے بعد مجھے اپنا کوئی پرسنل کام ہے' ویسے تو آج میری فلائٹ تھی پھپھو لیکن میں شاید کچھ دن اور رُک جائوں۔"

"فہد بیٹا! ایک بات پوچھوں؟" عمیرہ ڈرتے ڈرتے بولیں۔

"جی پھپھو! پوچھیے تو آپ کیا پوچھنا چاہتی ہیں۔" وہ چائے کا کپ رکھ کر مسکرایا۔

"رامین سچ کہتی ہے کہ فہد مسکراتا ہوا بہت اچھا لگتا ہے۔" عمیرہ ہنس کر بولیں۔

"پھپھو! یہ اس کی طبیعت ہے کہ میں اسے اچھا دکھائی دیتا ہوں' ایک Riged man کی مسکراہٹ رامین جیسی ڈیلیکیٹ لڑکی کو اچھی نہیں لگ سکتی' پھپھو وہ خود بہت اچھی ہے جس طرح سے اس نے اس گھر کی ذمے داریوں کو محسوس کیا ہے وہ بہت بڑی بات ہے بہت کم لوگ ہوتے ہیں دنیا میں ایسے' آپ اس کا بہت خیال رکھا کریں' پھپھو ہمیں بہت دکھ ہے۔" وہ آگے کہتے کہتے رُک گیا اور عمیرہ بھی جلدی سے بات کا رُخ موڑ گئیں۔

"فہد بیٹا! چائے اور لے لو۔"

"بس پھپھو! میں چلتا ہوں ورنہ بہت دیر ہو جائے گی۔" اس نے اپنی ریسٹ واچ کو دیکھا۔

"لو فہد بھائی! امی کچھ پوچھنا چاہتی تھیں وہ بات تو رہ گئی۔" بشریٰ جلدی سے بولی۔

"ارے ہاں پھپھو! اب پوچھ بھی لیں کیا پوچھنا تھا آپ نے۔" اس کے لب ہلکے سے مسکرائے تھے۔

"شیزرے کا کوئی سراغ ملا؟ بیٹا اب وہ تمہاری ذمے داری ہے تم پیچھے مت ہٹنا' اس لمحے غفلت سے کام مت لینا' جو بھی ہے وہ تمہاری ذمے داری ہے' فہد ایک بات کہنی ہے ماں بن کر کہہ رہی ہوں اگر ضرورت پڑے تو شیزرے کے لیے یہ گھر حاضر ہے' وہ میرے لیے بہت اہم ہے۔"

"جی پھپھو! سوچوں گا اس بارے میں بھی' فی الحال تو میں چلتا ہوں اجازت دیں۔" اس کے چہرے پر بڑی گہری سوچ تھی۔

"اگر وہ میری ذمے داری ہے تو میری ماں مجھے کیوں نہیں یہ احساس دلاتی۔" پھپھو سے اجازت لے کر وہ پھر عازم سفر ہوا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ اپنے کچھ ضروری کام سے ہیڈ آفس آیا تھا اور پھر وہاں سے نکل کر وہ فوراً فاطمہ خالہ کے بتائے ہوئے ایڈریس پر پہنچا تو گھر کے باہر لگی نیم پلیٹ کو دیکھ کر وہ وہیں رُک گیا جس پر لکھا تھا "ڈاکٹر شبیر حسن خان۔" وہ پولیس وین سے اتر کر نیچے آیا تھا اس وقت ڈاکٹر شبیر حسن کسی ایمرجنسی کیس کے لیے باہر نکلنے والے تھے تبھی ملازم نے آ کر ایک کارڈ دیا تھا۔

"سر! پولیس باہر آئی ہے۔" شیزرے گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

"واٹ... پولیس... ہمارے گھر؟" ان کی ایک نظر شیزرے پر پڑی' شیزرے گھبرا کر انہی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"ڈونٹ وری' تمہاری ماں نے کمپلین لکھوائی ہو گی۔"

"جی بابا!" وہ سہم کر بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں دیکھتا ہوں۔" ملازم ان کا بریف کیس اٹھا کر آگے چلا گیا تو وہ اوپر سے زینہ اتر کر نیچے آئے تھے۔

"اس پولیس آفیسر کو اندر لے کر آئو۔" فہد مصطفی کا کارڈ وہ پہلے ہی دیکھ چکے تھے۔

"سر! ہمیں آپ کو تھوڑی سی زحمت دینی ہے۔"

"کس سلسلے میں؟" وہ بہت اطمینان بھرے لہجے میں فہد مصطفی کو دیکھ کر بولے۔

"سر! نور محل سے ایک کمپلین درج کروائی گئی ہے آپ کے نام کہ شیزرے نامی لڑکی کو آپ اپنے گھر لے کر آئے ہیں۔" تو شبیر حسن اطمینان سے بولے۔

"ینگ مین، شی از مائی ڈاٹر اور وہ یہیں موجود ہے، میں بہت ایمرجنسی میں ہاسپٹل جا رہا ہوں آپ مجھے دوبارہ زحمت دے سکتے ہیں۔"

"تھینکس سر!" فہد مصطفی چلنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

"گھر پر ملنے کے لیے آپ ہمارے سیکرٹری سے ٹائم لے لیجیے گا تاکہ آپ کو کوئی زحمت نہ ہو۔"

"تھینکس سر! میں نے آپ کا قیمتی وقت لیا، میں پھر کسی وقت حاضر ہو جائوں گا۔" تو شبیر حسن کو یہ ینگ سا پولیس مین بہت پسند آیا، اتنا نرم مزاج لہجہ وہ بھی کسی پولیس والے کا وہ اسے دیکھ کر مسکرائے اور ہاتھ ملاکراپنی کار کی جانب بڑھے تھے تو پولیس وین میں بیٹھتے ہوئے اس نے ایک نظر "شبیر ولا" پر ڈالی۔

"تم نے بہت اونچا ہاتھ مارا۔" شیزرے خان وہ بے ساختہ اور آہستہ سے بولا تھا، بالائی منزل کے باریک پردوں کی اوٹ سے شیزرے نے فہد کو دیکھا اور پردہ چھوڑ دیا۔

قریب سے آتی ہوئی گاڑی نے ریورس کیا اور پولیس کار کے سامنے اس نے اپنی کار روک دی تھی، فہد بڑی تیزی سے دروازہ کھول کر نیچے اترا اور

سامنے تیزی سے اترنے والا شخص بھی اسی رفتار سے اس کی جانب بڑھا تھا' آنکھوں سے اس نے گلاسز اتار کر اپنے ہاتھ میں تھامے اور ہنستا ہوا فہد سے لپٹ گیا تھا۔

''ارے تم یہاں؟'' فہد بھی بہت گرم جوشی سے ملا تھا۔

''اندر آئو' واپس کیوں جا رہے ہو؟'' تو فہد نے ایک نظر پھر اس کوٹھی پر ڈالی تو وہ بولا۔

''میرے تایا کو تو تم جانتے ہو گے ڈاکٹر شبیر حسن' وہ میرے تایا جان ہیں اور ہم سب ساتھ ہی رہتے ہیں۔''

''پھر کبھی لیکن آئوں گا ضرور۔''

''کمال ہے یار! کبھی ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ہم یوں اچانک مل جائیں گے' کئی بار میڈیا میں تمہاری خبر تو سنی' دل تو چاہتا تھا ملنے کا یار۔''وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

''اور تم سنائو یار شعیب! تم کسٹم میں تھے ناں۔''

''ہاں اور ٹھیک ٹھاک پوزیشن پر ہوں۔''

''لگتا ہے۔'' فہد کی ایک نظر گاڑی پر پڑی تھی۔فہد اور شعیب ایک ساتھ اکیڈمی میں ٹریننگ کر کے آئے تھے دونوں کے درمیان اچھی خاصی دوستی تھی پھر شعیب کسٹم میں چلا گیا اور فہد پولیس ڈیپارٹمنٹ میں اور آج یوں اچانک ایک دوسرے سے مل جانا بڑی حیرت کی بات تھی۔

''ایک بار تم قاتلانہ حملے میں بال بال بچے تھے تب میں نے تم سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن نہیں مل سکا' تم اپنا کانٹیکٹ نمبر تو دو پھر کبھی ملتے ہیں' آفاق اور اسحاق بھی ملتے رہتے ہیں۔''

''اسحاق کا گروپ کیا تھا؟'' فہد بولا تو وہ بولا۔

''اوہو بڑی چیز ہے آج کل! ایمبیسڈر بن کر UAE میں گھوم رہا ہے' آفاق کے بھی بڑے مزے ہیں وہ ریلوے میں گیا تھا لیکن یار! مجھے پتہ ہے تو پولیس میں چلا تو گیا ہے بس تیرا تو ایک ہی رونا ہو گا' ناانصافیوں کے خلاف

WWW.PAKSOCIETY.COM

جدوجہد‘ چھوڑ یار اپنی فکر کر‘ کیوں ان چکروں میں اپنی جان گنوانے کی سوچتا ہے۔“

”یار! ایک بار ہی تو جان جاتی ہے بار بار تھوڑی جاتی ہے۔“ وہ اس کی بات پر بہت زور سے ہنسا تھا وہ دونوں بہت دیر تک اپنے پرانے قصے دہرا دہرا کر ہنستے رہے اور دوستوں کو یاد کرتے رہے۔شعیب اور فہد دونوں لاہور میں روم میٹ رہ چکے تھے انہوں نے اکیڈمی ساتھ ساتھ جوائن کی تھی‘ وہ بہت دیر تک کھڑے آپس میں باتیں کرتے رہے البتہ ریورس ہوتی ہوئی کار کو شبیر حسن نے بھی دیکھا تھا۔

”اور یار فہد! کب تک ہو تم یہاں؟“

”بس دو چار دن‘ ویسے زیادہ تر امکانات میرے واپسی کے بھی ہیں۔“ وہ مسکرایا تو شعیب جلدی سے بولا۔

”کیوں؟ کسی سے وہاں بھی پنگا لے لیا‘ اپنی اس عادت کو تم بدلو ورنہ یونہی دربدر مارے مارے پھرو گے۔“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو شعیب‘ اس بار میرا ٹھیک ٹھاک پنگا چلا ہے‘ میں پیچھے نہیں ہٹوں گا‘ میں نے ایک بہت اہم پارٹی پر ہاتھ ڈالا ہے ان لوگوں کو سیاسی پناہ حاصل ہے مذہب کی آڑ میں وہ جس کو چاہتے ہیں نشانہ بناتے ہیں‘ مجرموں کو بیدننے آخری انجام تو پہنچا دیا ہے ابھی کورٹ کافیصلہ باقی ہے‘ کافی بااثر لوگ ہیں لیکن اس بار وہ لوگ نہیں بچ سکیں گے۔“

”دیکھ لو فہد! تم جن لوگوں کے نام لے رہے ہو ان کے تعلقات بہت دور تک ہیں اور ان کی کڑیاں اقتدار سے جڑی ہوئی ہیں۔“

”سو واٹ؟ میں نے مجرموں کو کٹہرے تک پہنچا دیا‘ ان کے نام میڈیا تک پہنچ چکے ہیں ان کی بڑی تنظیم کے عہدے دار روپوش ہیں اور گرفتاری کے امکانات ہیں۔“

”لیکن یار! دیکھ بھال کر ہاتھ ڈالنا‘ یہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔“

”جان تو پیارے ایک بار ہی جانی ہے پھر ڈر کاہے کا۔“

”اور سنائو فہد! شادی وادی بھی کی یا ابھی کنوارے پھر رہے ہو؟“

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ابھی تک تو خیال نہیں آیا پھر ہماری دنیا میں شادی کا کیا کرنا' پتہ نہیں کس وقت ایک گولی آئے گی اور کام تمام کر جائے گی اور پیچھے بیٹھی وہ روئے گی اور کوسنے دے گی مجھے' میں نہیں چاہتا کہ میری ذات سے کسی کو مرنے کے بعد بھی دکھ پہنچے۔"

"یہ کیا بات ہوئی تمہاری۔"

"چھوڑ یار شعیب! بس میں ایسا ہی ہوں جیسا میں بول رہا ہوں کبھی یہاں کبھی وہاں' اثر و رسوخ والے مجھے ایک جگہ ٹکنے ہی نہیں دیتے جس پر ہاتھ ڈالو یہ اس کا بھتیجا ہے یہ اس کا بھائی ہے کوئی نہ کوئی ریلیشن شپ نکل آتی ہے اور مجرم کورٹ جانے سے پہلے ہی رہا ہو جاتے ہیں اور سزا کے طور پر فہد مصطفیٰ کے فوری پوسٹنگ کے آرڈر آ جاتے ہیں' اب تو میں عادی ہو گیا ہوں کسی بھی واردات سے پہلے میں اپنا بوریا بستر باندھے رکھتا ہوں۔" شعیب اس کی اس بات پر بہت زور سے ہنسا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اچھا چل میرے بھائی پھر ملوں گا اگر زندگی رہی تو۔" وہ بہت محبت سے جھپٹ کر گلے ملا تھا اور آگے بڑھ گیا۔

"تم ٹھیک ہی کہتے تھے کہ تم مجھے کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالو گے۔" اس کا دل دھک دھک کررہا تھا۔

"پتہ نہیں تمہاری بابا سے کیا بات ہوئی ہے۔" وہ بڑی متفکر سی چلتی ہوئی آئی اور ملازم سے سوال کرنے لگی۔

"بی بی! مجھے کچھ نہیں معلوم' صرف میں نے اتنا سنا ہے کہ وہ پھر کسی وقت آئیں گے۔" تو شیزرے کا دل دھک سے ہوا اس کا دل چاہا کہ ابھی اور اسی وقت فون کر کے پوچھے کہ یہ سب امی آپ کو کرنے کی کیا ضرورت تھی مگر آج ہی کیا اس نے کئی بار سوچا تھا کہ وہ فون کرے مگر وہ جس دنیا سے نکل آئی تھی اب دوبارہ وہ اس طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

"شیزرے! ہمارے گھر پولیس آئی تھی۔" ثروت پھپھو تشویش بھرے لہجے میں بولیں تو دوسری طرف سے تائی بھی پلٹ کر آئی تھیں۔ان کی نظر

WWW.PAKSOCIETY.COM

شیزرے پر پڑی تو وہ اندر سے ہل سی گئی' وہ گھبرا کر مجرموں کی طرح دیکھنے لگی اس وقت اسے اپنی تنہائی اور بے بسی کا احساس ہوا۔

''ہاں تو اس طرح سے شیزرے کو بھاگ کر نہیں آنا چاہئے تھا۔'' پھپھو کے لہجے میں اچانک کاٹ پیدا ہوگئی۔

''ارے نہیں ثروت! بھاگ کر کب آئی ہے اس کو تو خود شبیر بھائی لے کر آئے ہیں' برسوں بعد ان کی بیٹی گھر آئی ہے' میں تو کہتی ہوں کہ فاطمہ بھابی بہت دکھی عورت ہیں ان سے مل کر ہمیں معافی مانگنی چاہیئے' پتہ ہے ثروت ہمیں تو یوں یاد رہ گیا کہ شبیر بھائی کے نکاح پر ہمارا شعیب تین سال کا تھا اور تمہاری حفصیٰ ایک ہفتے کی تھی یہ تو ہمیں پکا پکا یاد ہے۔''

''جی بھابی!'' ثروت نے بہت گہرا سانس لیا تھا۔

''تم کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہو شیزرے! آئو تم ذرا باہر آئوٹنگ کر کے آجائو۔''

''نہیں نہیں تائی! مجھے کہیں نہیں جانا بس مجھے بابا کے پاس رہنا ہے۔''

''ہاں تو تم بابا کے گھر رہو گی اور کہاں جائو گی میری جان! ہم تمہیں جانے تھوڑی دیں گے بابا کے گھر سے۔'' وہ بڑی محبت سے بولیں تو شیزرے کا دل دھک سے ہوا تھا' حریم کہتی تھی۔

''جو لوگ محبت میں جلدبازی سے کام لیتے ہیں دراصل وہ اپنے اندر کے بھید کو چھپاتے ہیں ظاہر نہیں ہونے دیتے اور تائی کیوں اس قدر ٹوٹ کر پیار کررہی ہیں' ثروت پھپھو چپ چپ اور تائی مجھ سے اتنا قریب۔'' اس نے سہم کر گھبرائی نظروں سے دیکھا تو تائی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پورشن میں لے گئی تھیں۔

......☆☆☆......

شام گئے فہد پھر پلٹ کر نور محل آیا تھا' احمد کے ساتھ وہ بہت دیر تک باتیں کرتا رہا' سب کچھ نارمل ہو گیا تھا' احمد سے اس نے سرسری طور پر وردہ کے لیے بات کی تو احمد نے اپنی رضامندی ظاہر کی تھی۔

''لیکن احمد بھائی! کبھی آپ نے رامین کے بارے میں سوچا؟''

"کیا سوچنا ہے فہد! جو ہونا تھا وہ ہو چکا‘ نہ میں فہد مصطفی ہوں اور نہ میں بن سکتا ہوں پھر... اور اب ویسے بھی ہمارے اور اس کے درمیان کوئی ٹینشن نہیں چل رہی ہے سب کچھ نارمل ہے۔"

"آپ نے مما کے سامنے خود سرنڈر کیا ہے۔"

"تم جو بھی سمجھ لو۔" احمد بولا۔

"کل رات میں پھپھو کی طرف تھا لیکن اتفاق سے اس ٹاپک پر رامین سے میری کوئی بات نہ ہو سکی۔"

"تو کر کے دیکھ لو۔" فہد کو یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیسے ممکن ہے۔

......☆☆☆......

فہد مصطفی کے سیکریٹری نے شبیر حسن سے ملاقات کا وقت لیا تھا‘ شبیر حسن اور فہد مصطفی بہت گرمجوشی سے ملے تھے۔

"سر! خانہ پُری کرنے کے لیے ہمیں کچھ سوالات تو کرنے پڑتے ہیں‘ مجھے آپ کی بیٹی سے کچھ سوالات کرنے ہیں یقینا آپ مائنڈ نہیں کریں گے اور اب تو شعیب کے مل جانے سے معاملہ بالکل گھر کا سا لگ رہا ہے۔ If u dont mind میں آپ سے کچھ سوال کر لوں؟" فہد نے اپنا رُخ شیزرے کی جانب کیا تھا۔

"اور آپ کیسی ہیں؟" اس کا اندر سے خون کھول اٹھا۔

"اتنی بناوٹ اور مکاری کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ آنکھوں سے نفرت کا اظہار کرنے لگی‘ شبیر حسن کے سیل پر کسی کی کال تھی وہ جونہی مڑے فہد نے بہت غور سے شیزرے کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"بڑا لمبا ہاتھ مارا ہے‘ عیش ہی عیش۔" اس نے چاروں اطراف میں نظر ڈالتے ہوئے کہا تو وہ آہستہ سے تڑپ کر بولی۔

"امی کیسی ہیں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ارے اب امی کہاں کوئی بھی تمہیں یاد نہیں آئے گا لیکن پھر بھی تصدیق کر لو کہ یہ تمہارے رئیل فادر ہیں بھی یا نہیں۔" اس کے ہونٹوں پر بڑی سلگتی مسکراہٹ تھی۔

"تم جس شیزرے کی تلاش میں آئے ہو ناں فہد! وہ مرچکی ہے، مجھے اب اپنی زندگی جینے دو اور ہاں میں بھول کر بھی اب نور محل نہیں آئوں گی، تم سمجھتے کیا ہو۔" وہ شبیر حسن کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے آہستہ سے بولی تھی۔

"میں صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم یہاں کیسے پہنچیں، کسی نے تمہارے ساتھ زبردستی تو نہیں کی؟"

"نہیں، میں خود یہاں اپنی مرضی سے آئی ہوں یہ میرے اپنے ہیں۔" وہ آہستہ سے بولی تو وہ اسی لہجے میں بولا۔

"سب کچھ مفت ہاتھ آ گیا ہے۔" تو شیزرے کے جسم میں پھر ایک کرنٹ دوڑا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"جی نہیں مجھے حرص و ہوس یہاں نہیں لائی اور میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ فہد آج کے بعد تم دوبارہ یہاں مت آنا، جو پوچھنا ہے پوچھ لو، میں جانتی ہوں تمہیں جو شک ہے۔" وہ اس کی جانب دیکھ کر پلٹا تو وہ فوراً بولی۔

"یہی کہ سعدیہ چچی نے ہماری رہنمائی کی ہوگی تو ایسا ہرگز نہیں ہے، پہلی بار یہ میرا اپنا فیصلہ ہے جس پر میں شرمندہ نہیں ہوں۔" ڈاکٹر شبیر پلٹے تو وہ کچھ بولتے بولتے رُک گئی تو تھوڑی ہی دیر میں شعیب آ پہنچا اور ہیلو کہتا ہوا وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا۔

"ہیلو فہد! یہ میری کزن شیزرے خان جس سے تم ملنا چاہتے تھے، تم کیا پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو۔"

"بس یہ میرا آخری سوال ہے شیزرے خان سے۔" اس نے بہت غور سے اس کی حیران کن آنکھوں میں جھانکا۔

"انہیں صرف اور صرف دس منٹ کے لیے ہمارے ساتھ نور محل جانا ہے۔" فہد نے اس کی جانب دیکھا۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گی اپنے بابا کو چھوڑ کر۔" وہ یہ کہہ کر تلملا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"صرف دس منٹ کے لیے، اس کے بعد میں آپ کو یہاں چھوڑ دوں گا۔"

"نہیں، ہرگز نہیں۔" وہ یہ کہہ کر اٹھ کر اندر چلی گئی تھی، کتنی دیر تک فہد اور شعیب بیٹھے باتیں کرتے رہے، ڈاکٹر شبیر حسن کو بھی بہت اطمینان ہوا تھا کہ شعیب، فہد کو جانتا ہے۔

"آپ ان سے پوچھ کر بتا دیں کہ یہ کب نور محل چلنا چاہتی ہیں تو میں حاضر ہو جاؤں۔" لیکن شیزرے نے پھر اس کے ساتھ جانے سے انکار کیا تھا۔ڈاکٹر شبیر حسن اور خود شعیب نے بھی یہی کہا تھا کہ وہ چلی جائے لیکن اس نے پولیس آفیسر فہد مصطفی کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

"سر! ایسا ہے کہ میں پھر کسی وقت آؤں گا اس وقت یہ کچھ زیادہ خوفزدہ ہیں انہیں ڈر ہے کہ وہ لوگ پھر انہیں نہ روک لیں۔"

"تم چاہو تو میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں اور فاطمہ کو تسلی دلانے کہ وہ محفوظ ہے۔" شبیر حسن بولے۔

"سر! میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ کورٹ کچہری سے کیا فائدہ، یہ ایک بار وہاں جا کر کہہ دیں کہ میں اپنی مرضی سے آئی ہوں ڈیٹس آل، سر ان کا وہاں جانا بے حد ضروری ہے، میں پھر کسی وقت آپ کو زحمت دوں گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"شیور شیور۔" ڈاکٹر شبیر نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا، شعیب اسے لے کر نیچے تک آیا، شیزرے نے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا، فہد کے چہرے پر شکست اور مایوسی تھی، فہد بڑے شکستہ قدموں سے چلتا ہوا نیچے آیا تھا، دھوپ میں لان میں لہراتے ہوئے ہر رنگ کے پھول دور تک ہری ہری گھاس پر نظر آ رہے تھے، اس کی آنکھوں میں نور محل کی پھیلی ہوئی دھوپ میں پھولوں کی ٹہنیوں کو تھامے ہوئے وہ شیزرے نظر آئی تھی۔

"فہد! یہ کیسے لگ رہے ہیں؟"

”تمہاری طرح۔“

”ہر وقت بکواس کرتے رہتے ہو میں پوچھ رہی ہوں کیسے لگ رہے ہیں اور اب پھول بھی میری طرح لگنے لگے‘ دادو کے کمرے میں رکھنے جا رہی ہوں۔“ وہ اپنا رُخ پھیر گئی تھی‘ وہ گیٹ سے باہر نکل کر آیا‘ اس نے اوپر نظر اٹھا کر دیکھا تو ونڈو پر اسے شیزرے نظر آئی تھی‘ اس نے بہت غصے سے کار ریورس کی اور پھر مٹی اڑاتا ہوا گزر گیا تھا۔

”فہد! ہر بار ضروری تو نہیں کہ تم جیت جائو‘ میں نے ایک بار سمجھوتہ کیا ہے پھر تم اس خاموش سمندر میں پتھر پھینکنے آ گئے۔“ وہ غیر ارادی طور پر چلتی ہوئی پلٹ کر ڈرائنگ روم کی جانب آئی‘ شعیب ابھی تک نیچے سے اوپر نہیں آیا تھا اور شبیر حسن بیڈروم میں چلے گئے تھے‘ فہد کی سیٹ پر اس کی نظر پڑی تو وہاں اسے فہد کا سیل نظر آیا تھا‘ وہ جلدی سے سیل لے کر آگے بڑھی کہ شعیب کو بتائے کہ فہد کا سیل یہاں رہ گیا ہے لیکن سیل پر بیپ کی ہلکی سی آواز پر اس نے چونک کر اسکرین کی طرف دیکھا۔

”شیزرے شبیر حسن مجھے معلوم تھا کہ میرے جانے کے بعد تم اس کمرے میں آئو گی ضرور۔“ اس نے تلملا کر سیل کو پھینکنا چاہا مگر شعیب سیڑھیاں چڑھتا ہوا اسی جانب آ رہا تھا‘ وہ جلدی سے سیل کو ہاتھ میں دبائے دوسری جانب مڑ گئی تھی‘ دل ابھی تک دھک دھک کر رہا تھا۔

”اب میں یہاں کوئی پرانی کہانی دہرانا نہیں چاہتی‘ میں اپنے ماضی کی ہر تلخ یاد بھلا چکی ہوں۔“ وہ جلدی سے اپنے روم کی جانب بڑھی‘ دروازہ بند کر کے وہ کتنی دیر تک آنسوئوں سے روئی تھی۔

”فہد مصطفی! میں تمہیں آج تک نہ سمجھ سکی‘ میں پھر بھی تمہیں اپنا محسن مانتی ہوں وہ سب کچھ میں چھوڑ آئی جو تمہاری ذات کے حوالے سے مجھے ریزہ ریزہ کر رہا تھا اور پھر تم نے مجھے ڈھونڈ لیا۔“

وہ ریش ڈرائیو کرتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

”نہیں شیزرے خان نہیں‘ تمہیں ایک بار تو نور محل آنا پڑے گا یہ میرا خود سے وعدہ ہے۔“

......☆☆☆......

نور محل میں سب کو یہ بات پتہ چل گئی تھی کہ ربیعہ کے سسرال والے بہت سخت مزاج کے ہیں اور جب بے بسی کا عالم ہوتا ہے لڑکی والے خاموش رہ جاتے ہیں، کچھ ربیعہ کے ساتھ بھی یہی حالت تھی، بہنیں اور ماں جو کہ بہت دیندار دکھائی دیتی تھیں ذہنی طور پر ربیعہ کو ٹارچر کرتیں حالانکہ اس نے ان کے سارے طور طریقے اپنا لیے تھے لیکن پھر بھی اسے وہ سکون نہیں لینے دیتی تھیں، رامین نے شہناز سے پوچھا تو وہ اپنی جان چھڑا گئی، اسے معلوم تھا کہ فیصل کی شادی ہو گی تو اسے دوسرا گھر نصیب ہو گا اور وہ الگ رہے گی جا کر، زیادہ کہنے پر بولی۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں، مجھے تو مارتی بھی تھیں اور تو اور اپنے بھائی کو بھی مار چکی ہیں، میری اماں کو تو ملنے بھی نہیں دیتی تھیں وہ دوسرے شہر سے آ کر مجھے چھپ کر دیکھتی تھیں، اماں میری اتنی بیمار ہیں مگر مجھے نہیں جانے

دیا، یہی کہتی رہیں کہ ڈھونگ رچا رہی ہے، میں ان کو بیماری میں نہ دیکھ سکی جب مر گئیں تب میں نے اپنی ماں کو دیکھا پھر ہوش آیا شکیل کو، اوراب یہ مجھے کچھ نہیں بولتیں۔" شہناز اپنا دُکھڑا رو کر الگ ہو گئی۔

"شہناز! تو یہ سب ہمیں پہلے نہیں بتا سکتی تھیں۔"

"لو لائی تھیں مجھے تیار کروا کے کہ میٹھی میٹھی باتیں کر کے کہ انہیں دھوکا دو۔"

"کیا کہہ رہی ہو شہناز تم۔" رامین اس کی صاف گوئی پر حیران رہ گئی، عمیرہ نے سنا تو صبر کی تلقین کر دی، رامین نے بھی ربیعہ کو سمجھایا کہ تم سے کوئی غلطی ہوتی ہو گی۔

"نہیں آپی! بس انہیں میری شکل سے نفرت ہے، کہتی ہیں میں ڈائن ہوں جادوگرنی ہوں، میں نے فیصل کو اپنے قابو میں کرلیا ہے۔"

"اور فیصل کیا کہتا ہے؟"

"وہ تو بہت اچھے ہیں کچھ نہیں کہتے لیکن اپنی بہنوں کے سامنے بے بس ہیں۔"

"ربیعہ میری جان! اب یہاں پر ہم تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتے صرف ایک ہی رستہ ہے۔" اس کا دل دکھ سے بجھ رہا تھا‘ اس نے گھبرا کر رامین کی طرف دیکھا کہ وہ کون سا رستہ ہے کہ جس پر وہ عمل کرے۔

"ہر نماز پر اللہ سے دعا کرو اور کہو اے ہمت والے‘ قوت والے‘ اقتدار والے‘ قدرت والے‘ مجھے میرے دل کو جسم کو طاقت بخش دے اور ان کے دل پھیر دے۔" ربیعہ کے اس وقت بھی تواتر سے آنسو بہہ رہے تھے‘ امی کو دیکھ کر اس نے جلدی سے آنسو پونچھ لیے اور انہوں نے بھی اپنا رُخ دوسری طرف کرلیا تبھی سیل پر میسج آیا۔

"رامین! تھوڑی دیر کے لیے اوپر بھی آنا‘ فہد تمہارے اور ہمارے بارے میں کچھ الجھن کا شکار ہے۔" تو رامین نے پلٹ کر کرن کو دیکھا جو قریب ہی کھڑی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اب کیسے ہیں ماموں جان؟"

"پہلے سے تو بہتر ہیں بابا‘ رامین آپی! ربیعہ آپی کچھ چپ چپ ہیں۔"

"بس کرن! سب قسمت کے کھیل ہیں ہم نے تو بہت دیکھ بھال کے ربیعہ کو اس گھر میں دیا تھا وہ لوگ اچھے نہیں نکلے‘ فیصل تو بہت اچھا ہے لیکن گھر والے نہیں۔" تب کرن بہت گھبرائی تھی۔

"چلو میں منظور ماموں کو دیکھنے کے لیے چلتی ہوں۔" وہ عمیرہ کو بتا کر اوپر گئی تھی‘ سعدیہ‘ رامین کو دیکھ کر ایک دم حیران سی ہوئیں‘ وہ تو سمجھیں تھیں کہ اب رامین اپنی شکل بھی نہیں دکھائے گی‘ منظور بھی گھبرا کر اٹھ کر بیٹھ گئے۔

"آئو بیٹا آئو۔" رامین کو ان کی گھبراہٹ پر بہت زور کی ہنسی آئی تھی۔

"کیسے ہیں ماموں جان!" وہ پاس بیٹھ گئی تھی۔

"ٹھیک ہوں میں، بڑی ہمت والی ہے میری بیٹی، عمیرہ خوش نصیب ہے جسے تم جیسی بیٹی ملی۔"

"ماموں جان! آپ کو ایسا کیا ہو گیا۔" پاس کھڑے ہوئے احمد کی طرف وہ رُخ پھیر کر بولی۔

"مائنر ہارٹ پرابلم۔" احمد آہستہ سے بولا۔

"ارے تم بیٹھو، تم کن چکروں میں پڑ گئیں، اتنے دنوں کے بعد تو آئی ہو، کیسی ہے عمیرہ؟"

"بس ٹھیک ہیں امی تو، ایساکوئی خاص مسئلہ نہیں ہے ماموں! بس تھوڑا ربیعہ کا مسئلہ ہے، اس کے گھر والے تھوڑا پرابلم کر رہے ہیں لیکن سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیا... کیا کہا رامین تم نے؟" سعدیہ کھٹاک سے پلٹیں۔

"وہی ممانی جو آپ نے سنا۔"

"اچھا... تم بدلی بالکل نہیں ہو ابھی تک تمہارا انداز گفتگو وہی ہے۔"

"ایسا کیا ہے جو میرا انداز گفتگو بدلے گا۔"

"خیر میں نے بھی جو کہنا تھا کہہ دیا۔" سعدیہ جلدی سے بولیں۔

"دیکھو رامین! تم میں اور ان میں بہت فرق ہے، ربیعہ کی تربیت ایک گھٹے گھٹے ماحول میں ہوئی ہے جبکہ فیصل ٹھیک ٹھاک امپریسو بندہ لگتا ہے۔"

"لیکن ممانی جان! ان کی سب ماں بہنیں بھی تو پردہ کرتی ہیں تو پھر... مذہبی گھرانہ ہے، فیصل سے تو کوئی پرابلم نہیں ہے، وہ تو ربیعہ سے بہت خوش ہے، مسئلہ یہ ہے کہ فیصل سب سے چھوٹا ہے وہ بہنوں کو کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔"

"تو کوئی نہ کوئی تو انہیں ربیعہ سے شکایت ہو گی۔"

"بس انہیں وہم ہے کہ ربیعہ جادو کرتی ہے۔"

"او شٹ..." سعدیہ کرسی سے کھڑی ہو گئیں۔

”وہ تو ہے‘ تم لوگ ہر وقت نمازیں پڑھتی ہو‘ اللہ جانے ہر وقت دعا تعویذ اور اماں جان ہر وقت تعویذ لکھ لکھ کر تم لوگوں کے گلوں میں ڈالتی رہتی ہیں۔“

”خیر ممانی جان! نہ میں تعویذ اور ان سب چیزوں کی قائل ہوں اور نہ ہی امی جان ایسا کرتی ہیں‘ پہلے تو وہ لوگ بہت اچھے رہے‘ خوش تھے بس ایک دن ربیعہ کے کپڑوں سے نانو جان کا دیا ہوا تعویذ ربیعہ نے پن سے شرٹ پر اٹکایا ہوا تھا اس کی نند کو نظر آ گیا بس اسی دن سے وہ ربیعہ کو تنگ کر رہی ہیں‘ ہم لوگ بہت اپ سیٹ ہیں۔“

”تو یہی شکایت مجھے ہے رامین! نیچے والوں سے کہ انہوں نے ہمارے بچوں کو ہم سے الگ کر دیا ہے پھونکیں مار مار کر۔“ وہ تنگ کر بولیں۔

”خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں ممانی! لیکن پھر بھی شیطانوں پر پھونکیں ہی ماری جاتی ہیں۔“ وہ احمد کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر زور سے ہنسی تو سعدیہ نے بڑی حیرانی سے احمد کو دیکھا جو کھل کر ہنس رہا تھا۔

”شیطان کو تو شیطان ہی کہا جائے گا ہم نے فرشتہ ہونے کا کب دعویٰ کیا۔“ تو منظور بھی ہنس پڑے۔

”کیا ہوا احمد! کل تم نہیں آئے‘ سر ولید تمہیں کئی بار پوچھنے آئے‘ ویسے تو میں نے بتا دیا تھا کہ فہد آیا ہوا ہے شاید اسی وجہ سے نہ آئے ہوں۔“

”کوئی نہیں‘ میں نے انفارم کر دیا تھا‘ انہیں بھولنے کی بیماری ہے‘ اینی وے میں مزید دو دن تک نہیں جا سکوں گا‘ ایسا کرنا تم میری کیمسٹری والی کلاس لے لینا‘ میں نے سر خالد سے بات کرلی ہے۔“وہ نرم لہجے میں بولا۔

”کیوں کیا میں وہاں فالتو ہوں جو رُکنا پڑے گا بہت لیٹ نائٹ پھر گھر پہنچوں گی‘ کوئی وین نہیں ملتی۔“

”میں واپسی پر تمہیں ڈراپ کر دوں گا اگر ضرورت پڑی تو۔“ تبھی فہد لوٹ کر گھر آیا تھا۔

”ارے رامین! آپ کیسی ہیں؟ وہ اس دن...“ اس کی زبان آگے لڑکھڑا سی گئی۔

"کیا ہوا رُک کیوں گئے، بولو ناں اس دن کیا ہوا؟"

"چھوڑیں کیوں آپ میری کلاس لینے کے چکر میں پڑ گئیں، فی الحال تو آپ ویسے ہی احمد بھائی کی کلاس لے رہی ہیں۔" اس نے بڑی دزدیدہ نظروں سے دونوں کو دیکھا تھا۔

"احمد کی کیا بات ہے اس کی تو میں کلاس لیتی رہتی ہوں، بس تم ہی ہاتھ نہیں لگتے۔" وہ ہنسی۔

"شکر کرتا ہوں ورنہ میرے بھی بال جھڑ گئے ہوتے۔" اس نے احمد کی طرف دیکھ کر سر پر ہاتھ پھیرا تو احمد پلٹ کر بولا۔

"میرے بالوں پر نظر کرنے سے پہلے آئینے میں ذرا اپنے بھی ہونٹوں پر غور کرو۔"

"ارے ہاں، یہ تو میں تم سے پوچھنا بھول ہی گئی فہد! شیزرے کا کچھ پتہ چلا، نور محل میں تو ابھی تک سوگواری چھائی ہوئی ہے اور حیرت تو یہ ہے کہ فاطمہ خالہ بالکل نارمل گھوم رہی ہیں۔"

"ہاں تو بھیجا ہو گا ناں کسی کے ساتھ تمہاری فاطمہ خالہ نے۔" سعدیہ جل کر بولیں۔

"نہیں نہیں ممانی! ایسا مت سوچیں آپ، نہ تو شیزرے اس قسم کی لڑکی ہے اور نہ فاطمہ خالہ۔"

"تو پھر کوئی جن اٹھا کر لے گیا اس حسن کی پری کو۔" سعدیہ بڑے طنزیہ لہجے میں بولیں۔

"تو ہے ناں ہمارا بھائی جن سے بڑا دیو، ڈھونڈ نکالے گا۔" تو فہد تیزی سے پلٹ کر چلا گیا تھا تب رامین کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ اس وقت اس کو شیزرے کی بات نہیں نکالنی چاہیئے تھی لیکن پھر بھی احمد اور رامین نے اپنے روّیے سے یہ احساس دلا دیا تھا کہ ان کے درمیان ٹینشن نہیں ہے۔

کوئی کسی کے لیے رُکتا نہیں ہے اور نہ ہی کسی کے چلے جانے سے دنیا ختم ہوتی ہے، شیزرے کے جانے سے خلاء ضرور پیدا ہوا تھا وہیں یہ بات بھی سب کو پتہ چل گئی تھی کہ شیزرے کہیں موجود ہے اور فہد مصطفی اس تک

پہنچ چکا ہے' اس خبر کی سعدیہ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں تھی ان کی سوچ کے مطابق اگر ایسا ہوتا تو یقیناً فہد مصطفی اسے گھر لے کر آتا' وہ اس کی ضدی نیچر سے اچھی طرح واقف تھیں لیکن عبیر سخت پریشان تھی' سامیر کو اس نے بتایا تھا۔

''اگر یہ سچ ہو ا تو سامیر! میں اس شہر میں تم سے شادی نہیں کر سکتی' تم نہیں جانتے فہد بھائی کو وہ شروع سے اتنا اکھڑ اور سخت مزاج ہے' محبت تو اسے چھو کر نہیں گزری اور وہ دین کے نام پر تو مجھے قتل کر دے گا اور میں اس کے ہاتھوں نہیں مرنا چاہتی' وہ اس شہر میں مجھے ڈھونڈ نکالے گا' میں تمہاری مما کا بھی انتظار نہیں کر سکتی' جس دن شیزرے سامنے آئی اُسی دن میں گھر چھوڑ دوں گی۔''

''کیا شیزرے بہت خوبصورت ہے؟''وہ ہنس کر بولا۔

''تم مذاق مت کرو' آئی ایم سیریس۔''

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

''اُف عبیر! ایک تو تمہاری جلدبازی مجھے مروا نہ دے' ڈونٹ وری میں مما سے بات کرتا ہوں۔''

''بات نہیں فیصلہ کرنا ہے سامیر! فیصلہ۔'' وہ بہت جھنجھلائے ہوئے لہجے میں بول کر مڑی تو کرن پر نظر پڑی تھی۔

''آپی! آپ کیا کررہی ہیں' کبھی آپ نے ہم لوگوں کے بارے میں سوچا' کیا ہو گا اس فیملی کا' لوگ خاک اڑائیں گے نور محل والوں پر' جو عزت متاثر ہوگی کبھی آپ نے سوچا' ایک مسلمان لڑکی ایک ہندو لڑکے سے کیسے شادی کر سکتی ہے' لوگ صدیوں ہمیں نہیں بھول سکیں گے۔''

''میں نہیں مانتی' یہ انسانوں کی بنائی ہوئی باؤنڈری ہے کوئی ہندو کوئی مسلمان اور کوئی عیسائی ہے' پہلے ہم اچھے انسان تو بن جائیں پھر ہم دین اور مذہب کے بارے میں سوچیں گے۔''

''آپ کتنی آسانی سے یہ بات کہہ رہی ہیں۔'' کرن تلملا کر بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”ویسے کرن! ایک بات بتا دوں‘ میرے اس فیصلے سے تمہاری زندگی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا‘ وہ بے حد ماڈرن خیالات کا مالک ہے اور اظفر کو اتنی فرصت نہیں ہے کہ وہ اس دین اور دھرم کے چکروں میں مارا مارا پھرے‘ ہی از اے پریکٹیکل مین‘ تھرو آؤٹ اس کی ایجوکیشن باہر ہوئی ہے‘ وہ تمام عمر ہوسٹل میں رہا ہے‘ وہ اس بیک ورڈ گندے معاشرے کا حصہ نہیں ہے‘ یو نو مما کا بس یہی ایک فیصلہ درست ہے۔“

”لیکن بابا کا کیا بنے گا‘ وہ بیمار ہیں‘ فہد بھائی ...“ کرن سر ہلا کر بولی۔

”کیا کریں گے فہد بھائی‘ جان سے مار دیں گے ناں تو مار دیں‘ میں پیچھے نہیں ہٹوں گی۔“

”آپی! آپ اپنا فیصلہ بدل دیں۔“ کرن سہم کر بولی۔

”بہت دیر ہو گئی کرن! آئی ایم سوری اور اگر تم نے یہ بات مما کو یا کسی اور کو بتائی اور کوئی رکاوٹ بیچ میں آئی ناں تو میں خود کو شوٹ کر لوں گی اور تم لوگ جس فہد سے مجھے ڈراتے ہو میں اُسی کی بہن ہوں۔“

”نہیں نہیں آپی! آپ ایسا کچھ نہیں کریں گی‘ میں آپ کے ساتھ ہوں۔“

”ڈیٹس مائی سوئٹ سسٹر!“ عبیر نے اسے پیار کیا تو وہ روتے ہوئے بولی۔

”مما اور بابا کو شاک لگے گا۔“ وہ آنسو پونچھ کر بولی تو عبیر ہنس کر اس کی طرف بڑھی اور بولی۔

”کوئی فرق نہیں پڑے گا مما اور بابا کی زندگی میں‘ ہم نے بچپن ان کی محبت کے لیے ترس ترس کر دادو‘ بڑی ممی اور پھپھو کی گود میں گزارا ہے‘ میں دس سال کی تھی تب سے تمہیں گود میں سنبھالنے لگی تھی‘ میں نہیں جانتی کہ مما نے کب تمہیں دیکھا‘ مجھے دیکھا‘ ان کی آنکھ کھلتی تو ہم آیا کے ساتھ ہوتے‘ اسی طرح ہم پل کر بڑے ہو گئے‘ فہد بھائی ایسے کیوں بنے مما کی وجہ سے‘ احمد بھائی اپنی شخصیت کھو چکے ہیں کس کی وجہ سے‘ مما کی وجہ سے‘ مما انہیں اگنور کرتی ہیں‘ بابا وقت سے پہلے بوڑھے ہو کر گوشہ نشین ہو گئے کیوں؟ یہ حالات دین اور دھرم کے تو کیے ہوئے نہیں‘ مین فیکٹر انسان ہے‘ محبت‘ دین اور دھرم سے نہیں کی جاتی‘ ایک انسان سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوتی ہے، سامیر اتنا لونگ نیچر اور کیئرنگ انسان ہے تم ملو گی ناں اس سے تو یہ دین دھرم سب بھول جاؤ گی اور ہمارے اور اس کے درمیان یہ طے ہو چکا ہے کہ وہ اپنے دھرم پر قائم رہے گا اور میں اپنے دین پر، ہاں چونکہ وہ مرد ہے برتری اپنی چاہے گا کہیں نہ کہیں پر تو شادی اسی کے دھرم کے مطابق ہو گی اور کیا اٹریکشن ہے ان کی شادیوں میں، تم نے ٹی وی میں تو دیکھا ہو گا ان کے رسم و رواج، اگنی کے سات پھیرے، مانگ کا سندور اور تھالی پر رنگے ہوئے پیر، یہ سب بہت اٹریکٹ کرتا ہے مائی سوئٹ ڈول۔"
اس نے مسکرا کر دیکھا تو کرن کو یوں لگا کہ زمین و در و بام سب لرز رہے ہیں، زمین اپنی جگہ سے آہستہ آہستہ سرک رہی ہے، ہر طرف رات کا سیاہ اندھیرا اور دھواں پھیل گیا ہو جیسے۔

......☆☆☆......

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نیند تو ابھی تک فہد مصطفی کو نہیں آئی تھی اس نے اپنے روم کے ونڈو پر پڑا ہوا پردہ کھینچا تو سیاہ رات کے اندھیرے میں ننھے ننھے ستارے سے چمک رہے تھے، اس نے اپنے سیل کی جانب دیکھا۔

"کتنی بے رحم ہے اتنے سارے رشتوں کو چھوڑ کر وہ بے خبر ہو گئی، خیر ہمارا رشتہ ہی کیا تھا لیکن نجانے کیوں دل کھویا کھویا سا لگ رہا ہے اور میں کیا چاہتا ہوں یہ تو میں جان ہی نہ سکا۔" اس نے پھر دوبارہ اسکرین کی طرف دیکھا اور خود بخود اس نے سیل پر بیل دی تھی، نیند تو اُسے بھی نہیں آ رہی تھی ماں کا بار بار خیال آرہا تھا وہ ہاتھ میں سیل لیے سوچ رہی تھی۔

"جو سلسلہ ختم ہو گیا اسے ختم ہو جانا چاہیے، اگر اسے مجھ سے محبت ہے تو وہ خود ہی مجھے پا لینے کی کوشش کرے گا میری جی حضوری میرا اس کے لیے شب و روز جینا کوئی معنی نہیں رکھتا، بہتر یہی ہے کہ میں اب اس دنیا میں پلٹ کر نہ جاؤں اور گئی تو میں پتھر کی بن جاؤں گی، پھر میں یہ رستہ

بھول جاؤں گی، یہ نہیں ہے کہ میں اپنے باپ کے لیے تڑپ رہی ہوں اور نہ ہی یہ ہے کہ میں اس کی جاگیر کے لیے یہاں آئی ہوں بس

یہ ہے کہ میں اب نجانے کیوں اُس ذلت و رسوائی کو برداشت نہیں کر سکتی، فہد مصطفیٰ یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔'' تبھی اس نے مڑ کر دیکھا سیل پر نمبر چمک رہا تھا، ناچاہتے ہوئے بھی اس نے سیل کان سے لگا لیا، پہل فہد نے کی تھی۔

''ہیلو! ڈسٹرب ہو گئیں؟''

''نہیں کوئی نہیں۔'' وہ جلدی سے بیڈ پر بیٹھ گئی تھی، دل اتھل پتھل سا ہو گیا۔

''اسے کیسے پتہ چل گیاکہ میں اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔'' وہ دل میں سوچ کر رہ گئی۔

''شیزرے! صرف ایک بار میری بات مان لو، تم صرف تھوڑی دیر کے لیے نور محل آئو اور آ کر سب کو بتا دو، میں بعد میں تمہیں فوراً واپس چھوڑ آئوں گا یہ میرا وعدہ ہے۔''

''نہیں فہد! نور محل کا میں نے چیپٹر ہی کلوز کر دیا ہے ورنہ پھر سلسلے در سلسلے چلیں گے۔''

''نہیں ایسا نہیں ہو گا، کیا تم جانتی ہو کہ میں کن مراحل سے گزر کر ڈاکٹر شبیر حسن تک پہنچا ہوں۔'' وہ بڑے تھکے تھکے لہجے میں بولا۔تو وہ بولی۔

''میں جانتی ہوں مگر پھر بھی اب مجھ سے یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔'' اس نے ناگواری سے پہلو بدلا۔

''تو پھر یوں کہیں شیزرے خان! آپ تکلیف اور دکھ سے ہار گئیں۔'' اس نے اپنا پینترا بدلا۔

''تم جو چاہے سمجھ لو فہد! میں کچھ بھی نہیں بھولی ہوں، زندگی کی تھکن میرے آنسوئوں کی چبھن میرے زخموں کی کسک۔''

"اور کیا... کیا افوہ نجانے کتنے دکھ' کسک اور آنسو تم نے سمیٹ رکھے ہیں' میں سمجھا اس وقت جھولے سے گر جانا' حریم کا ساتھ' مما کی ڈانٹ کے ساتھ ساتھ فہد مصطفی کی طرفداری' احمد بھائی کی محبت' دادو کی شفقت نجانے کیا کیا ذہن پر چل رہا ہوگا۔" وہ بہت ہنستے ہوئے لہجے میں بولا' وہ بھی کسی کھنکتے ہوئے لمحے میں اتر جانے کے لیے بے قرار سی ہوئی ضرور تھی مگر پھر وہ بہت اعتماد سے بولی۔

"فہد! تم میرے محسن ضرور ہو میں تمہاری بہت عزت کرتی ہوں۔" اس نے گہرا سانس لیا۔

"اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں ہوں؟" تو شیزرے کی آواز خودبخود لڑکھڑا سی گئی۔

"فہد! ایک بار میری خاطر اپنی اس کوشش کو ناکام بنا دو' تم نے تو ہمیشہ میرے زخموں پر مرہم رکھا ہے اب ایک بار اور سہی۔" اس کی آواز کا لے ٹوٹ رہا تھا' اندر سے زخم سسک رہے تھے یوں لگا روح تار تار ہو رہی ہو۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آر یو شیور شیزرے! میں پیچھے ہٹ جاؤں' یہ میرے لیے اتنی بڑی بات نہیں ہو گی۔"

"میری خاطر فہد صرف میری خاطر' ایک بار مجھے میری مرضی سے جی لینے دو' میں اپنی مرضی سے یہاں آئی ہوں' یہاں کی آسائش اور محبت میرے زخموں کو نہیں بھر سکتی اور یہ بات تم سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا ورنہ نور محل میں کوئی فہد نہ بنتا۔" اس کی آنکھیں ہلکی ہلکی نم ہو چلی تھیں' اسے سب کچھ یاد تھا مگر وہ بھولنا چاہتی تھی' اسکرین پر فہد مصطفی کی تصویر مسکرا رہی تھی وہی ایک شریر سی مسکراہٹ' اپنی چھوٹی چھوٹی حرکتوں پر فاتح بن جانا۔

"اور نہ ہی میں اب تم سے ملنا چاہتی ہوں۔" اس کے ہونٹوں سے سسکتے ہوئے لفظ نکلے تھے' جواب دینے سے پہلے فہد مصطفی نے اپنے دوسرے سیل کی طرف دیکھا جس پر شعیب کال کر رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ایک منٹ شیزرے! میں دوسرے نمبر پر کال ریسیو کرلوں پھر تم سے بات کرتا ہوں۔" وہ شعیب سے بولا' شعیب اسے نیو ایئر پارٹی میں انوائٹ کر رہا تھا وہ بہت جلدی میں تھا۔

"ہاں شیزرے! تم نے کیا کہا کہ تم اب مجھ سے دوبارہ نہیں ملنا چاہتیں لیکن اگر کوئی تمہارے ہاں مہمان بن کر آ جائے تو تمہیں کوئی اعتراض؟"

"مہمان بن کر تم بے شک آئو مگر فہد بن کر نہیں۔"

"چلو فیصلہ وقت پر چھوڑتا ہوں جس دن فہد' فہد بن گیا اس دن ایک پل میں تم میرے ساتھ چلی آئو گی اتنا تو میں جانتا ہوں۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے اوکے بائے۔" کہہ کر سیل اس نے آف کردیا تھا۔

......☆☆☆......

ابھی تک نور محل میں بہت گہری خاموشی اور رات کا پہر تھا' فاطمہ دوبارہ اپنے اسی بالائی منزل والے کمرے میں رہنے لگی تھیں اکو میاں دوبارہ اپنی زندگی میں ایڈجسٹ ہوگئے تھے چنگیزی کے بچوں کے ساتھ وہ اِدھر سے اُدھر پھدکتے اور اڑ کر جب وہ ان کے کندھے پر بیٹھتے تو ان کے دل میں ایک سرور سا چھانے لگتا' وہ انہیں ہونٹوں سے لگا لگا کر پیار کرتے پھر نجانے کیوں ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے تو فاطمہ کہتیں۔

"اب اس طرح سے کیوں روتے ہو' جہاں وہ ہو گی خوش ہو گی۔"

"میں نے ایسا تو نہیں چاہا تھا فاطمہ! کہ وہ گھر چھوڑ کر چلی جائے' یاد ہے تمہیں کتنی چھوٹی سی تھی جب ہم اسے اٹھا کر رات کی تاریکی میں بھاگے تھے تمہاری آبائی حویلی چھوڑ کر میلوں ہم لوگوں نے پیدل سفر کیا تھا' شیزرے کو تم کپڑے لپیٹے ہمارے ساتھ چلیں تھیں اور کتنا اچھا لگتا تھا جب وہ مجھے "ابا ابا" کہنے لگی تھی۔"

"پھر یاد کرو کہ پھر کیا ہوا؟ پھر تم نے کیا کیا؟ جسے تم بیٹی کہتے تھے تم نے لالچ میں آ کر اسی بیٹی کو نیلام کرنا چاہا۔"

"سچ قسم لے لو فاطمہ! مجھے اس بُرائی کی طرف لانے والی سعدیہ دلہن ہے اور اب تمہیں ایک بات بتاؤں جب سے سعدیہ بھابی کو پتہ چلا تھا کہ شیزرے میری بیٹی نہیں ہے اور یہ راز میں نے ہی انہیں دیا تھا' اللہ معاف کرے انہیں اور مجھے بھی' انسان بندہ بشر ہے میں ہر وقت اپنے گناہوں کی توبہ کرتا ہوں' انسان سے شیطان بننے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔" وہ آنسوؤں سے رو دیتے اور فاطمہ کہتیں۔

"بس مانگتے رہو اپنے گناہوں کی معافی تم' وہ تو چلی گئی۔" ان کا لہجہ بڑا اداس اداس سا رہنے لگا' دل بھی دُکھا دُکھا سا رہتا' نیچے وہ بہت کم جاتیں گھر میں بھی بیگانی سی بنی پھرتیں' کسی کام میں دل نہ لگتا اور نماز کے بعد ہر وقت قرآن کی تلاوت کرتی رہتیں اور آنسو بہتے رہتے۔

......☆☆☆......

"کیا ہوا تمہیں' ابھی تک نیند نہیں آئی؟" عباد نے حریم کو کروٹیں بدلتے دیکھ لیا تھا۔

"پتہ نہیں عباد! شیزرے کہاں چلی گئی' ایک امید تھی کہ فہد آیا ہے تو کچھ ہو گا' اگر میں اس گھر سے چلی جاتی تو کیا تم لوگ ایف آئی آر درج نہ کراتے؟"

"نیند تو مجھے بھی نہیں آ رہی' میں سمجھا تھا کہ تم سو رہی ہو اس لیے میں نے تمہیں ڈسٹرب نہیں کیا۔"

"نہیں عباد! اس وقت میرا موڈ نہیں ہے پلیز..." وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"ویسے بھی تمہیں صبح آفس کے لیے جلدی نکلنا ہے ڈرائیور چھٹی پر ہے' ریشمین کو ڈراپ کرتے ہوئے تم جاؤ گے۔"

"اُف ایک تو میں تمہاری اس تھانیداری سے تھک گیا ہوں' مجھے کبھی اپنی مرضی سے بھی جینے دو' میرا بھی تو خوش رہنے کا اپنا نظریہ ہے۔" اس نے حریم کو خود سے قریب کر لیا تھا۔

”کوئی نظریات نہیں ہیں آپ کے میں اچھی طرح جانتی ہوں ویسے بھی مجھے شدید نزلہ ہے' تم مجھ سے دور رہو۔“

”یہی تو ایک کمزوری ہے میری جان! کہ میں تم سے دور نہیں رہ سکتا۔“

”کیا ہے عباد! چھوڑو میرا ہاتھ۔“

”ہرگز نہیں۔“ وہ بہت شوخ انداز میں بولا۔

”کیا ہے عباد! کبھی کوئی وقت تو دیکھا کرو۔“

”لو... اب آفس کی طرح میں تم سے بات کرنے کے لیے گھڑی دیکھوں' یہ ہرگز نہیں ہو گا۔“ وہ ہاتھ چھڑا کر اٹھی تو وہ بیڈ سے کود کر اُترا تھا۔

”بس میری بات مان جائو۔“ تو وہ ہنستے ہنستے سمٹ کر بیڈ سے جا لگی۔

”چلو میں تمہیں اس موقع پر بہت اچھی سی بات بتاتا ہوں۔“

”پہلے بات۔“ حریم کھلکھلا کر بولی۔

”آج صارم کا فون آیا تھا وہ اپارٹمنٹ شفٹ کر رہا ہے مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ کب آ رہے ہو میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ اب میں کبھی نہیں آئوں گا' میرا سامان جو چاہے وہ لے لے یا چھوڑ کر چلا جائے۔“

”سچ عباد!“ وہ کھلکھلا کر اس کے بے حد قریب آ گئی تھی۔

”ظاہر ہے حریم! پاپا تو بیمار ہیں ' اب منظور چچا بھی بیمار رہنے لگے ہیں اور کچھ ہی دنوں میں احمد بھی چلا جائے گا' فہد پہلے ہی یہاں نہیں ہے' خاندانی بزنس ہے اس کو کسی نہ کسی نے تو سنبھالنا ہے ویسے تمہیں ایک بات بتائوں جب سے میں آفس جانے لگا ہوں چھوٹی چچی انٹرفیئر بہت کرنے لگی ہیں۔“ وہ ہنس کر بولا۔

”میں جانتی ہوں کہ وہ کبھی نہیں چاہیں گی کہ تم چھوٹے ماموں کی سیٹ سنبھالو' عجیب و غریب نیچر کی مالک ہیں' فہد دو دن کے لیے آیا تھا کیا ضرورت تھی انہیں شیزرے کی بات نکالنے کی' جانتی ہیں کہ وہ ایگریسو ہے'

احمد بھائی الگ چپ چپ گھوم رہے ہیں، عبیر کسی کا کہنا نہیں مان رہی، مگر عباد ایک بات پوچھوں تم مرد اتنے کنزرویٹو کیوں ہوتے ہو؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"مطلب اگر عبیر کسی کو پسند کرتی ہے تو اس میں حرج ہی کیا ہے پسند کو اولیت دی جاتی ہے۔" وہ نظریں جھکا کر بولی۔

"ہاں یہ سچ ہے لیکن کسی ہندو اور کرسچن لڑکوں سے ہم اپنی بیٹیوں کی شادیاں نہیں کر سکتے۔" تو حریم اس سے الگ ہو کر حیرت سے دیکھنے لگی۔

"کیامطلب؟" اس کی آنکھوں میں بڑی حیرانگی اور فکرمندی جھلکنے لگی۔

"فہد اسے جانتا ہے ہندو کمیونٹی کے راجیش کمارداس فیملی کا سامیر، عبیر کا کلاس فیلو، بہت ویل آف فیملی سے اس کا تعلق ہے، جگہ جگہ اس کا بزنس پھیلا ہوا ہے یو اے ای میں ان کا ہیڈ آفس ہے۔" تو حریم بیٹھی رہ گئی گویا کہ پتھر کی بن گئی ہو۔

......☆☆☆......

"شبیر ولاز" میں نیو ایئر پارٹی کا زبردست انتظام شعیب نے کیا تھا، اس نے اپنے تمام اکیڈمی کے دوستوں کو انوائٹ کیا تھا کچھ اس کے اپنے کالج کے بھی دوست تھے وِد فیملی سبھی انوائٹ تھے، کچھ فیملی ممبر بھی اور دو چار پڑوسی شامل تھے۔آج تو موسم بھی بڑا خوشگوار تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں اور اَبر بھرا آسمان ہرے سبزے پر سفید اور یلو پھولوں کا اریجنمنٹ پرپل اور پنک ڈیکوریشن کے ساتھ بہت خوبصورت لگ رہا تھا، شبیر حسن نے شیزرے کی پسند کا خاص خیال رکھا تھا، آج کی باربی کیو نائٹ سیلیبریشن کے لیے رکھی گئی تھی، شیزرے کو آج اپنی اہمیت کا بھی اندازہ ہوا تھا، سب کچھ تھا لیکن نجانے کیوں دل پھر بھی بجھا بجھا سا لگ رہا تھا، شعیب تیاریاں دیکھ کر مڑا تو شیزرے پر نظر پڑی تھی، سامنے سے آتی ہوئی حفصیٰ کے چہرے پر محبتوں کی ایک الوہی جھلک نظر آئی تو اس نے پلٹ کر دیکھا شعیب منہ پھیرے مسکرا رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اچھا... پھپھو بتا رہی تھیں تمہاری شعیب بھائی سے بات طے ہے لگتا ہے شعیب بھائی بھی تمہیں بہت پسند کرتے ہیں۔"

"پتہ نہیں۔" وہ اپنا چہرہ موڑ کر بھاگ گئی تھی۔شیزرے نے دیکھا شعیب اسے جاتا ہوا دور تک دیکھ رہا تھا۔پھر آہستہ آہستہ لوگوں کی آمد شروع ہوئی' ریسیپشن پر شعیب' حفصیٰ اور شیزرے کھڑے تھے ' وہ گاڑی دور پارک کرکے چلتا ہوا اسی طرف آیا تھا' پول سائیڈ سے ہلکا ہلکا دھواں پھیل رہا تھا اس نے مڑ کر اس جانب دیکھا اور چلتا ہوا گیٹ کی جانب آیا تھا' یہ عام دنوں میں گیٹ بند رہتا تھا' ہیلو کہہ کر جب وہ شعیب سے ملا تو شیزرے دم بخود کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔اس کی اس حیرانگی پر اس کے ہونٹ مسکرائے تھے تو اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا سفید اور پیلے رنگ کا بوکے سامنے بڑھایا تھا۔

......☆......

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مس خان! اسپیشل فار یو' نہ میں آپ کی تفتیش کے لیے یہاں آتا اور نہ ہی مجھے اپنا اتنا پیارا دوست اچانک ملتا' تھینکس فار دیٹ۔" اس نے بوکے تھام لیا تو وہ بہت شوخ نظروں سے دیکھ کر بولا' تبھی وہ آگے کی جانب بڑھا تواسے کئی اکیڈمی کے اپنے ساتھی نظر آئے۔

"وائو... شعیب! تم نے پوری اکیڈمی یہاں جمع کرلی' یہ کیسے ممکن ہوا؟"

"یار! کسٹم آفیسر ہوں اور یہ سب گھومنے کے شیدائی' نظر رکھتا ہوں جو نظر آیا وہیں شیشے کے پار نظر ڈالی اور پھر دو منٹ میں حاضر کروا لیتا ہوں اور ایک مرتبہ تو افتخار مارے گھبراہٹ کے پسینے پونچھتا ہوا اندر آیا تھا اور جب اندر آیا ناں تو مجھے دیکھ کر اس کا بُرا حال تھا' ہنستے ہنستے کہنے لگا یار شعیب میں تو ڈر گیا تھا کہ آج آ گیا میں اسمگلنگ کی زد میں۔" شعیب گزری بات بتا کر ہنسا تھا۔

"ہاں یار! تھا بھی تو بڑا بکواس سا' ہے کہاں؟" وہ دوسری جانب مڑا۔نیو ایئر پارٹی کا اہتمام کولڈ ڈرنک اور جہاں دوسرے مشروبات بھی تھے وہیں پر ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

بار کاؤنٹر بھی تھا' مختلف شیمپئن' دیگر امپورٹڈ شراب کی بوتلیں کھلے عام چل رہی تھیں 12 بجے کے قریب پارٹی میں بہت بڑے سے کیک کے گرد رنگین موم بتیاں روشن تھیں' تمام لائٹیں بند تھیں ہلکی ہلکی مدھم ستاروں کی روشنی پورے لان میں پھیل رہی تھی' فہد مصطفی دوستوں کے درمیان بیٹھا ہوا بظاہر ہنس رہا تھا مگر اس کی نظریں شیزرے کو ڈھونڈ رہی تھیں' کئی ہوائی فائر یکے بعد دیگرے سب کو چونکا گئے' نیو ایئر پارٹی کا آغاز بڑے سے کیک کو کاٹ کر کیا گیا تھا تمام روشنیاں آن کر دی گئی تھیں' خواتین اور بچے پول سائیڈ پر باربی کیو سے انجوائے کر رہے تھے اور شیزرے خان پورے ہوش و حواس سے دور بار کاؤنٹر پر نظر رکھے بیٹھی تھی کہ فہد وہاں جاتا ہے یا نہیں' شعیب بے باکی سے ڈرنک کرتا ہوا اپنے دوستوں کے ساتھ نظر آیا تھا' آخر اس کی نظروں نے فہد کو ڈھونڈ ہی لیا وہ شبیر حسن خان کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھا' شیزرے نے بہت غور سے دیکھا فہد کے چہرے پر اس کی پُرتجسس نظر پڑی تو اس نے دور کھڑی ہوئی شیزرے کو یکھا تھا جو بڑی کانفیڈینٹلی شبیر حسن کے پاس آئی تھی۔

''بابا! ڈاکٹر افتخار۔'' شبیر حسن نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر افتخار سے ہاتھ ملایا' فہد نے جاتی ہوئی شیزرے پر ایک نظر ڈالی تھی جو بلیک لمبے سے ساٹن کے ٹرائوزر اور لمبی بلیک اور پنک فلاور کی شرٹ پہنے ہوئے تھی اسٹریٹ کھلے ہوئے لمبے لمبے بال جو کبھی فہد نے دیکھے ہی نہیں تھے' فاطمہ خالہ نے ہمیشہ اس کی چٹیا گوندھ کر رکھی تھی' سعدیہ کے خوف سے وہ کبھی کھل کر ہنس بھی نہ سکی تھی' بچپن کی محرومیوں نے اسے وقت سے پہلے حساس بنا دیا تھا' فہد اسی لیے بچپن سے اس کا طرفدار بن گیا تھا اور وہ اس کی حکمرانی کی تابعداری پر مجبور ہو گئی تھی' نور محل میں اگر کوئی شخص تھا جو ناانصافیوں کے خلاف اپنی بہنوں سے لڑ جاتا اور آج اس گھٹن

ماحول سے دور شیزرے بالکل مختلف نظر آ رہی تھی' لوگ شبیر حسن خان سے بات کرتے ہوئے گھبراتے تھے وہ کتنی کانفیڈنلی ''بابا! اِدھر آئیں بات سنیں۔'' شبیر حسن کا ہاتھ تھامے کہہ رہی تھی۔کل کی شیزرے اور آج کی

شیزرے میں کتنا فرق تھا یوں لگ رہا تھا اس محفل کی وہ جان ہے' اس کی بھٹکتی ہوئی ایک نظر شیزرے پر پڑی تو شعیب چونکتے ہوئے بولا۔

"تم تو مل چکے ہو یہ ہماری کزن ہے' ہم جانتے تو تھے اسے کہ یہ ہے' ملے ہم پہلی بار ہیں تفصیل تو تایا جان نے تمہیں بتا دی ہو گی' بس ایک خاندانی حادثے کے تحت تایا نے تائی کو ڈائیورس کر دی تھی فاطمہ تائی' تایا کی کزن تھیں بے حد خوددار اور ذہین بھی تھیں' پھر پلٹ کر نہیں آئیں' تایا نے پھر دوبارہ شادی نہیں کی' انفیکٹ کسی نے اس کو ڈھونڈا بھی نہیں تھا۔" وہ ڈرنک کرنے کے بعد ہلکا ہلکا بہکنے لگا' "یہ مال و دولت یار فہد! بڑی کشش ہے اس میں' حفصیٰ بھی میری کزن ہے۔" وہ نظر دور بیٹھی حفصیٰ پر ڈالتے ہوئے بولا۔

"تایا جان نے اسے اڈاپٹ کیا تھا قانونی طور پر تو حفصیٰ مالک تھی لیکن یار! اچانک آ کر شیزرے نے رنگ میں بھنگ ڈال دیا اور میں بھی کسی حد تک حفصیٰ کو چاہنے لگا ہوں' اب فیملی میں ایک نیا شوشہ ہے یار فہد! تو بتا کہ تایا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جان تمام عمر بیٹی کو ترسے' خان فیملی کی بیٹیاں باہر نہیں بیاہی جاتیں' اب شعیب خان تو کرے شیزرے سے شادی' یہ میری ماں کی منطق ہے' خیر اتنی بُری بھی نہیں' دیکھ ذرا دیکھ پلٹ کے میری کزن اس وقت کیسی لگ رہی ہے اسمارٹ' ذہین' گڈ لکنگ اور سب سے بڑی کشش تو اس کی یہ ہے کہ ہمارے مالدار تایا ڈاکٹر شبیر حسن کی بیٹی ہے۔" فہد کے کانوں میں ایک بم بلاسٹ ہوا تھا' اتنی ہی تیزی سے اس کی نظریں شیزرے پر پڑی تھیں تو وہ اُسی کی جانب بہت غور سے دیکھ رہی تھی' وہ تھوڑا سا نروس ہو کر اپنے کوٹ کے کالر کو ٹھیک کرنے لگا اور اس کی جانب سے نظریں ہٹا لیں' پھر چند قدم کے فاصلے پر لگی ہوئی ٹیبل پر جب وہ پلیٹ میں کچھ ڈالنے کے لیے آیا تو اسی لمحے نجانے کدھر سے غیر ارادی طور پر شیزرے آئی تھی کچھ پلیٹ میں لینے کے لیے تو اس نے اپنی پلیٹ بھی شیزرے کے سامنے کر دی تھی' اس نے چونک کر دیکھا تو سامنے اس کے فہد کھڑا تھا بے حد نروس ہو کر اس نے جلدی سے اس کی پلیٹ میں فش کے بجائے سیلڈ ڈالا تھا' ناچاہتے ہوئے بھی فہد مصطفی مسکرا کر بولا۔

"اچھی لگ رہی ہو آج تم، آئی مین دوسرے دنوں سے مختلف، تھینکس شیزرے خان! کہ آپ کی وجہ سے اتنی امپورٹنٹ گیدرنگ میں آیا ہوں جہاں تمہارے بابا کے سارے ڈاکٹرز اور تمہارے ہونہار کزنز سارے بیورو کریٹ کے ساتھ میں انجوائے کررہا ہوں۔"

"دیکھو فہد! ہمارے اور تمہارے درمیان کیا ہوا یہ کوئی نہیں جانتا، تم نے ہمیشہ میری مدد کی ہے میں تمہیں آج بھی اپنا محسن اور دوست مانتی ہوں، بٹ اٹ ناٹ مین کہ اب تم میری پرسنل لائف میں انٹر فیئر کرو، تم ہی نے مجھے جینا سکھایا ہے اپنے حق کے لیے لڑنا سکھایا ہے، آج جب میں اپنے لیے جینا چاہتی ہوں تو تم مجھے واپس کیوں نور محل لے جانا چاہتے ہو، وہاں میری کوئی حیثیت نہیں ہے، آپ سب کی محبتوں کے باوجود ہمیں اپنی کم حیثیت کا ہمیشہ احساس رہا، فہد مختصر سی زندگی ہوتی ہے ہمیں بھی انجوائے کر لینے دو ان رشتوں کے ساتھ میں تمہیں کلیئر بتا دوں نہ میں کل کچھ بھولی تھی نہ آج بھول رہی ہوں مجھے سب کچھ یاد ہے۔"

"کیا کچھ یاد ہے؟" فہد مصطفیٰ چونک گیا تھا۔

"اپنی ماں کا دکھ، وہ آنسو جو اس نے میری پیدائش پر بہائے تھے، وہ آنسو جو اس نے نور محل میں بہائے، وہ خوف جو ابا سے انہیں میرے تحفظات میں آیا، اتنا آسان تو نہیں ہے وہ سب کچھ بھول جانا، میں صرف اور صرف اپنی ماں کو تحفظ کا احساس دلانے کے لیے اپنوں میں آئی ہوں۔"

"او آئی سی، بہت اچھا بولنے لگی ہو تم۔" مسکرا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"وہ مصنوعی ہنسی میں ہنسنا بھول چکی ہوں۔" وہ اپنا رُخ موڑ کر بولی۔

"او آئی سی۔" وہ تھوڑا سا اس کی طرف مڑ گیا اور بڑی معنی خیز مسکراہٹ سے دیکھ کر بولا۔

"تو یہ تم نہلے پر دہلا چلا رہی تھیں وہاں، وہ بھی فہد مصطفیٰ کے ساتھ اور میں سمجھتا رہا کہ میں تمہارے دکھوں کا مداوا کر رہا ہوں۔" وہ ایک لمحے کے لیے چپ ہو کر بولی۔

“یہ آپ چاروں طرف دیکھ کر کیوں مسکراتے ہیں، آپ کیا سمجھ رہے ہیں۔”

“یہی جو مجھے نظر آ رہا ہے۔” اس نے اطراف میں پھیلی ہوئی بلند و بالا عمارت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

“نظر کا دھوکا ہے فہد مصطفیٰ! میری نظر میں اور دل میں میری ماں کے سوا کچھ نہیں ہے، آپ جا کر میری ماں کے چہرے کو غور سے دیکھیں کتنا پرسکون ہو گا میری اس قربانی سے، وہ مجھے بھیج کر اپنے عہد کو نہیں توڑ سکتیں تھیں، وہ جو میں نے کیا وہ خود نہیں کر سکتیں تھیں۔”

“او آئی سی، پتہ نہیں میں تو ابھی تک ان سے نہیں ملا ہوں۔” وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

“پارٹی ہیں تمہاری پسند کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔” تو وہ بہت پرائوڈلی مسکرائی تھی، اس نے دوبارہ اسے مسکرا کر شوخ نظروں سے دیکھا تھا۔

“فہد پلیز! یہ نور محل نہیں ہے۔”

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

“جانتا ہوں تمہارے بابا کی اونچی حویلی ہے تبھی میں ڈھونڈتا چلا آیا، دیکھو تمہاری طرف شعیب دیکھ رہا ہے۔”

“جی نہیں، وہ مجھے نہیں اپنی خوبصورت کزن کو دیکھ رہا ہے جو ڈاکٹر شبیر حسن کی اکلوتی بیٹی ہے، خیرمیں چلتی ہوں۔” وہ پلیٹ لے کر آگے بڑھی۔

“تم ہمارے ساتھ صرف اور صرف 10 منٹ کے لیے نور محل چلو اور پھر میرا وعدہ ہے میں تمہیں چھوڑ دوں گا، پھر اس کے بعد بہت ممکن ہے تمہارا یہ شہر یہ دنیا ہی چھوڑ جائوں گا یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔” اس کا لہجہ بڑا ٹوٹا ٹوٹا اور دکھی سا انداز تھا، وہ تڑپ کر فہد کی جانب دیکھ کر بولی۔

“اللہ نہ کرے، آپ ہمیشہ اتنے مایوس کیوں رہتے ہیں، آپ اتنے ایگریسو کیوں ہیں؟”

“آئی ڈونٹ نو شیزرے۔” وہ بہت بے رحمی سے ہونٹ کاٹ کر بولا۔

“آپ اللہ پر بھروسہ تو کرکے دیکھئے، ہر مشکل ختم ہو جاتی ہے۔” اس کا لہجہ بہت دھیما تھا وہ سہم کربولی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہر شخص تمہاری طرح خوش نصیب نہیں ہوتا کہ تم نے سجدے سے سر اٹھایا اور شبیر حسن باہر کھڑے ہوئے تمہیں مل گئے۔" تو وہ بات کاٹ کر بولی۔

"جی نہیں' برسوں ہم نے آنسو بہائے ہیں' دعائیں مانگتے مانگتے سو جاتی تھی' رات کی صبح ہو تو میرا باپ میرے دروازے پر کھڑا ہو' میں جانتی تھی اکبر خان میرا باپ نہیں ہے' امی نے مجھے کبھی نہیں بتایا تھا مگر یہ میرے اپنے احساسات تھے کہ یہ شخص میرا اپنا نہیں۔" تو اکبر کے نام کے ساتھ ہی فہد مصطفی پھر ایک بار جاگ اٹھا اور تفتیشی انداز میں بولا۔

"تو پھر رات چھت پر کون تھا جب بارش میں تم چیخی تھیں؟"

"او مائی گاڈ! وہ ابا ہی تو تھے' ان کی اسی قسم کی حرکتوں سے میں نے پہچان لیا تھا کہ وہ میرے ابا نہیں ہیں۔" وہ نروس ہو کر بولی۔

"میں نے کہا تھا ناں کہ میں تم سے ایک دن پوچھ لوں گا' چلو اچھا ہوا یہ دنیا چھوڑنے سے پہلے کم از کم مجھے یہ دکھ نہیں ہو گا۔"

"کیا مطلب ہے یہ دنیا چھوڑنے سے تمہارا؟" وہ تڑپ کر قریب آئی تھی۔

"بس میری آخری بات مان لو' میں یہ شہر اور تمہاری دنیا چھوڑ جاؤں گا۔"

"فہد! ایسا مت کہو بار بار۔" وہ تڑپ کر بولی' اتنے میں کسی نے شیزرے کو مخاطب کیا تو وہ پلٹ کر چلی گئی۔

"آ یار فہد! اُدھر کہاں چلے گئے تم۔" اسحاق اس کی طرف پلٹ کر آیا تھا۔

"بس ابھی آیا۔" وہ پلیٹ تھامے اُسی طرف پلٹ گیا' بہت سارے لوگوں کے درمیان وہ بیٹھا گفتگو کر رہا تھا تبھی پاس سے گزرتی ہوئی لڑکی نے چونک کر کہا تھا۔

"ارے وہ دیکھو فہد مصطفی۔"

"ہیں... فہد مصطفی۔"

"بکواس مت کرو' اس کو میں نے دیکھا ہے میڈیا میں' یہ فہد مصطفی ہے۔"

"ہائو ہینڈسم۔" اور وہ اپنے دوستوں کے درمیان بیٹھا سب سے بے خبر موجودہ حالات پر لوگوں کے تبصرے کا جواب دے رہا تھا۔

"چلو چلو ہم بھی اس سے کوئی سوال کرتے ہیں۔" پاس سے گزرتی ہوئی دو لڑکیاں ٹھہر کر بولی تھیں۔

"آپ فہد مصطفی ہیں ناں؟" وہ بولی۔

"کیوں کیا کوئی FIR درج کروانی ہے کسی کی۔" شعیب ہنس کر بولا۔

"جی، جی میں فہد مصطفی ہوں۔" وہ احتراماً کھڑا ہو گیا تھا۔

"بیٹھیں، بیٹھیں آپ۔" شیزرے کی کزن نروس ہو کر بولی۔

"دراصل ہماری کزن آپ سے کچھ پوچھنا چاہ رہی ہیں۔"

"پوچھیئے کیا پوچھنا چاہ رہی ہیں۔"

"دیکھیں جی اسٹریٹ کرائمز بڑھتے جا رہے ہیں آپ اس کے لیے کیوں کچھ نہیں کرتے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہاں یار! میں تو دو دن میں کنٹرول کر کے دکھا دوں، فری ہینڈ دے دو، لائسنس عام لوگوں کو دے دو، جونہی آئیں گے چھیننے، اکثر ہوتا ہے فہد! کہ جب ہم تین چار کھڑے ہوتے ہیں تو وہ بائیک پر آتے ہیں

تلاشی لیتے وقت انہیں یہ تو نہیں پتہ کہ ہم موبائل نکال رہے ہیں یا اسلحہ یا پسٹل، وہیں پر دبا کر دیں گے، بس دو دن کی بات ہے سارے اسٹریٹ کرائمز بند کروا دوں گا۔" بحث میں حصہ لیتے ہوئے علی بولا تھا۔

"جی جی تاکہ کل ذاتی نوعیت کی دشمنی پر سب ایک دوسرے کو مار رہے ہوں۔"

"چلیں ٹھیک ہے آپ وہ نہیں کرتے تو یہ کیوں نہیں کرتے کہ مجرموں کو پکڑتے ہیں میڈیا پر لے کر آتے ہیں جب عدالتوں میں لے کر جاتے ہیں ان کے چہروں پر نقاب کیوں ڈال دیتے ہیں، کھول کر رکھیں ناں تاکہ ہم بھی دیکھیں کہ ہمارے شہر میں یہ کالی بھیڑیں کہاں سے آئی ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جی بی بی! آپ صحیح کہہ رہی ہیں مگر ان مجرموں کے پیچھے دوسرے لوگ ملوث ہوتے ہیں اور چہرہ پہچان کر وہ انہیں مار کر اپنا نشان مٹادیں گے۔"

"اب آپ دیکھئے آن ایئر آ کر، کل ہی کسی پولیس آفیسر نے یہ بیان دیا ہے کہ جیلوں میں موجود بعض قیدی موبائل فون کے ذریعے باہر موجود اپنے ساتھیوں سے رابطے کے ذریعے اغوا برائے تاوان کرواتے ہیں۔" ساتھ موجود دوسری لڑکی بولی۔

"یار! لگتا ہے تو خواتین میں بڑا پاپولر ہے۔"

"بالکل ٹھیک تم کہہ رہے ہو شہریار! ہمارے شہر میں صرف دو ہی تو مصطفی ہیں ایک مصطفی کمال سٹی ناظم اور دوسرے یہ فہد مصطفی۔" حسیب کہہ کر زور سے ہنسا تھا۔

"یار! ہٹو جواب تو دینے دو، دراصل بی بی! یہ کام حکومت کے لیول کا ہے ہم تو صرف آپ کو تحفظ دے سکتے ہیں۔" فہد بولا۔

"اور اس میں آپ ناکام ہو چکے ہیں۔" بیچ میں سے کوئی اور بولا تو سبھی ہنسنے لگے، سارے بیورو کریٹس کے درمیان فہد مصطفی اس محفل کی جان لگ رہا تھا، اس کی ڈریسنگ بلیک پینٹ آف وائٹ کوٹ اور بڑی سمپل سی ریڈ ٹائی لگائے ہوئے کسی میکانکی انداز میں بول رہا تھا۔

"سو نائس آف یو۔" ان لڑکیوں میں سے کسی نے کمنٹ پاس کیا۔

"تھینکس۔" فہد مصطفی ہلکے سے مسکرایا تھا، اس وقت اس گیدرنگ میں کئی بیورو کریٹ جو کے پاکستان کی کریم تھے اور کئی سینئر ڈاکٹرز ہاسپٹل کا اسٹاف سبھی موجود تھے دہشت گردی کے متعلق کوئی سوال کرنے لگا تو شعیب بہکتے بہکتے بولا تھا۔

"دہشت گردی کو اس پارٹی سے دور رکھو، ایسا نہ ہو پوری تقریب اس کی لپیٹ میں آ جائے۔"

"ہاں یار! بور ہو گیا ہوں جب سے فہد مصطفی ہمارے بیچ آیا ہے کوئی نہ کوئی سوال ضرور آ رہا ہے' چلو ایسا کرتے ہیں کہ کوئی ہاٹ ٹاپک لیتے ہیں۔" ان میں سے کوئی منچلا بیورو کریٹ شعیب سے بولا۔

"مثلاً...؟" علی بے ساختہ ہنسا' علی کا محکمہ انکم ٹیکس تھا۔

"یہی کہ عدنان سمیع نے میونخ میں تیسری شادی کر لی۔" بہت زور کا قہقہہ پڑا تھا' پھر شیزرے خان نے بھی پلٹ کر دوبارہ فہد کو دیکھا تو فہد ہنستے ہنستے اس کی طرف سے رُخ موڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"مت دیکھو شیزرے! میری طرف' تمہیں مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملے گا اس لیے کہ فہد مصطفی کسی کا بھی نہیں خود اپنا بھی نہیں۔" اس نے ایک لمبا کش لیا انگلیاں جلنے لگیں تو اس نے سگریٹ بجھا دی لیکن شیزرے کی نظریں اسے اپنے تعاقب میں محسوس ہو رہی تھیں۔

"کتنا ہینڈسم ہے فہد' پوری تقریب میں نمایاں لگ رہا ہے ڈومیننٹنگ شخصیت کا مالک ہے' کس طرح سے لوگ اس کے آگے پیچھے گھوم رہے ہیں' یہ وہی

فہد مصطفی ہے جس نے مجھے ہر لمحہ سعدیہ چچی سے بچائے رکھا ' کبھی کبھی کتنی محبت سے کہتا تھا آج شیزرے نہیں ہم چائے بنائیں گے اور شیزرے بیٹھ کر مووی دیکھے گی اور پھر چند لمحوں میں خانساماں کا ایپرن پہنے ہوئے سب کو چائے دیتے ہوئے کہتا "جی میم آپ کتنی شکر لیں گی" اور سر جھکا لیتا' ہم اس کی اس ادا پر کتنا ہنستے تھے' پوری بارش سر پر گزر گئی اور میں فہد مصطفی کو دیکھتی رہی نظریں نہ ہٹا سکی' دلہن چچی ہم پر ظلم کرتیں فہد جب ہماری دلجوئی کرتا تو زخموں پر ٹھنڈک پڑ جاتی تھی' پر حالات نے اسے اتنا ایگریسو بنا دیا کہ وہ محبت کو محسوس نہ کر سکا' کس بے رحمی سے کہہ رہا ہے کہ یہ شہر یہ دنیا چھوڑ دوں گا' اسے کیا معلوم کہ شیزرے بھی اُسی دن جان سے گزر جائے گی۔" اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی اور وہ ایکسکیوز می کہہ کر پارٹی کی دوسری جانب مڑ گئی جہاں شبیر حسن دیگر ڈاکٹرز کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

کتنا منفرد لگ رہا تھا ہر شخص اس پارٹی میں، سوٹ اور ٹائی میں نظر آ رہا تھا وہ کتنا کانفیڈنلی اب ڈاکٹر شبیر حسن سے بات کر رہا تھا، شبیر حسن بول رہے تھے۔

"میں تو یہ جانتا ہوں مہذب ملکوں میں اسٹیبلشمنٹ یہی سوچتی ہے کہ جتنے شہری ہیں ان کی جان و مال کیسے محفوظ ہو سکتی ہے، ان میں تعلیم کیسے پھیل سکتی ہے، ان کو تحفظ کیسے دیا جا سکتا ہے، زمینی وسائل کیسے استعمال میں لائے جا سکتے ہیں، پہاڑوں، میدانوں، سمندروں، دریائوں میں جو کچھ ہے اسے لوگوں کے فائدے کے لیے کیسے برآمد کیا جا سکتا ہے، امریکہ یورپ میں اسٹیبلشمنٹ یہی سوچتی ہے، آج وہاں دیکھ لیں کہ انسانی زندگی کتنی باقاعدہ اور پرامن ہے تعلیم اور تحقیق کن بلندیوں پر ہے، ادھر جنوبی ایشیا کی..." انہوں نے ایک گہرا سانس لیا اور بات جاری رکھی۔

"صدیوں سے یہی روایت ہے بلکہ مسلمانوں کی خاص طور پر ریت ہے کہ ان کے ہاں سر اچھالے جاتے ہیں، دستار گرائی جاتی ہے۔"

"سر! آپ صحیح کہہ رہے ہیں، ساری سازشیں محلات میں ہوتی ہیں اور ساری تبدیلیاں بھی اقتدار کے ایوانوں میں ہوتی ہیں گلیوں، راہوں، گھروں، محلوں، شہروں پر اس طرح اندھیرے چھائے رہتے ہیں غربت اسی طرح مسلط رہتی ہے سر آپ تو بہتر جانتے ہیں بیماریاں انسانوں کو اسی طرح اپنے شکنجے میں جکڑے رکھتی ہیں۔" فہد نے کسی دوسرے ڈاکٹر کو مخاطب کیا تھا۔

"دراصل ہر فرد کے لیے قانون یکساں ہونا چاہیئے، ہر علاقے میں آئین کا اطلاق ایک جیسا ہو اسی دردمندی کا مظاہرہ اگر ہماری تاریخ میں کیا گیا ہوتا تو یہاں قلعوں کی جگہ کتنی یونیورسٹیاں ہوتیں، مقبروں کی جگہ کتنے اسپتال اور میڈیکل کالج ہوتے، کتنے تربیتی مراکز ہوتے جو نوجوانوں کو اکائونٹس، ایڈمنسٹریشن، ٹیکنالوجی سکھاتے، زمین، سمندر، پہاڑوں میں چھپے معدنی ذخائر کو برآمد کرنے کا علم سیکھتے، پھر یہاں شاہراہیں، پل، ایئرپورٹ، بندرگاہیں، تجارتی مراکز قائم کیے جاتے، ایسا انفرااسٹرکچر تعمیر کرتے جو معاشرے کو خوشحال،

خودمختار‘ خوددار بنا دیتا۔“ ایک سینئر پروفیسر اشتیاق باری نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

”ہاں جناب! چہرے بدل گئے محلات میں بسنے والے بدلتے رہے افسوس لوگوں کے حالات وہی رہے۔“

”معظم! تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔“ ڈاکٹر شبیر حسن نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کیا کہتے ہیں فہد مصطفی صاحب! آپ تو خود اس بیورو کریسی کا ایک حصہ ہیں۔“

”میں کیاکہہ سکتا ہوں جب صورتحال یہ ہو کہ صرف سندھ میں ایک سابق گورنر کے مطابق غیر قانونی ہتھیاروں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہو اور تخمینوں کے مطابق دوسرے صوبوں میں بھی اس سے کم ہتھیار نہ ہوں تو یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے امن و امان قائم ہو جائے گا اور لوگ سکون کا سانس لے سکیں گے‘ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہتھیاروں کا پھیلاؤ روکنے کے

لیے موثر اقدام کیے جائیں اور لوگوں کو ذاتی فوجیں بنانے کا موقع دینے کے بجائے مجموعی امن و امان کی ایسی کوششیں کی جائیں جن کے نتیجے میں کمزور سے کمزور شخص بھی خود کو غیر محفوظ نہ سمجھے اور میں کیا کہہ سکتا ہوں اس معاشرے کے بگاڑ میں آج کے دور کی ٹارگٹ کلنگ یہ ایک دن کا مسئلہ نہیں ہے۔“ فہد مصطفی بہت میکانکی انداز میں کچھ اس طرح سے بولا‘ کچھ ایسا تھا بھی اس کے انداز میں کہ شبیر حسن اسے دیکھتے ہوئے مسکرا پڑے‘ اس نے جھینپتے ہوئے اپنے پیر سمیٹ لیے کیونکہ وہ بزرگوں کی بہت عزت کرتا تھا تبھی شعیب اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنی طرف چل دیا جہاں آج ینگ پارٹی نیو ایئر کی پارٹی میں شور شرابا کر رہی تھی۔

”یار شعیب! چھوڑ میرا ہاتھ مجھے ان باتوں سے دلچسپی نہیں ہے۔“ وہ بہت بیزار کن لہجے میں بولا۔

”اس کا مطلب ہے تیری زندگی میں ابھی تک کوئی لڑکی نہیں آئی۔“ قریب سے گزرتی ہوئی شیزرے نے سن لیا تو اس نے چونک کر فہد کو دیکھا۔

"اور آئے گی ناں تو وہ بے موت ماری جائے گی۔" اس نے پھر ایک بار شیزرے کی مسکراہٹ کو ہونٹوں سے نوچ کر پھینک دیا تھا۔شیزرے نے ایک گہرا سانس لیا تو اس نے انجوائے کرنے کے لیے ہنستے ہوئے فضا میں ایک قہقہہ چھوڑا تو شیزرے بالکل بھڑک اٹھی۔

"سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو یہ شخص، ہو گا جو کچھ تو اپنے لیے بڑا بیورو کریٹ بنا پھرتا ہے، بھول گیا جب بچپن میں درختوں سے کیریاں اتار کر دیا کرتا تھا، بھوکا بیٹھا لائونج میں رو رہا ہوتا تھا مما نہیں نہیں فاطمہ خالہ! بھوک لگی ہے، کیسا کھاتا تھا موٹا ہمارے گھر میں کھچڑی اور دال چاول، سب کچھ بھول گیا افسری کے چکر میں، میری ماں نے لوریاں سنا سنا کر اتنا بڑا کر دیا ورنہ پڑا رہتا گھر کے سناٹوں میں۔" وہ بہت دل جلے انداز میں سوچ رہی تھی اور فہد مصطفی اسے دیکھ کر مسکرائے جا رہا تھا تب فہد مصطفی نے رُخ موڑ کر شعیب سے آہستہ سے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا بات ہے تم کچھ زیادہ نہیں ہماری کزن کو دیکھ رہے۔" لمبی شرٹ اور بلیک ٹرائوزر میں بال کھولے وہ حفصیٰ کی کسی بات پر ہنس رہی تھی نظروں کی تپش محسوس کر کے شیزرے نے اپنا رُخ پھیر کر اس کی جانب پیٹھ کر لی تو وہ باربی کیو ٹیبل کے قریب آتے ہوئے اپنے آپ ہی بولا تھا۔

"کیا بات ہے ڈاکٹر شبیر حسن کے لان کی، ان کا اپناایک اسٹیٹس ہے، لائف ہے، ان سے مل کر لوگ خود کو بھول جاتے ہیں، اب کہاں چرند پرند یاد ہوں گے فہد مصطفی۔"

"جی کچھ مجھ سے کہا۔" قریب سے گزرتی کوئی لڑکی بولی۔

"نہیں جی، یہ ایک بیماری ہوتی ہے خود سے بولنے کی۔" شیزرے جلدی سے بول کر وہاں سے ہٹ گئی۔

"اچھا تو کان اِدھر ہی لگے تھے۔" وہ بہت تیز آواز میں بولا۔

"کیا ہوا فہد، کیا ہوا؟" شعیب جلدی سے پلیٹ لے کر پلٹا۔

"کچھ نہیں یار! ایسے ہی کوئی واقف کار مل گیا تھا۔"

"یار! اس بھیڑ میں پکی واقف کار بنا لے، بہت ساری لڑکیاں ہیں۔" وہ پلیٹ میں چکن کا پیس ڈال کر جب اپنی ٹیبل کی جانب مڑا تو شیزرے وہاں موجود تھی۔

"شیزرے! یہ پولیس آفیسر ہم لوگوں کا پیچھا نہیں کر رہا، ہم جہاں جاتے ہیں وہیں آجاتا ہے اور دیکھنا تم اس کی نظریں، تم پر لگی ہوئی ہیں، شعیب کو کہوں کہ کیسے کیسے دوستوں کو وہ اس پارٹی میں اٹھا لایا ہے، یو نو اس وقت پوری کریم ہے پاکستان کی، سارے دوست شعیب کے اچھی اچھی جگہوں پر لگے ہوئے ہیں، بیورو کریٹ ہونے کے بڑے فائدے بھی ہیں، شعیب کی بہت لمبی پی آر بن گئی ہے، پتہ ہے آج کوئی فہد

نامی پولیس آفیسر بھی آیا ہوا ہے جس سے شعیب کہہ سن کر تمہاری ایف آئی آر دبوا دے گا۔" حفصیٰ بولی تو وہ بہت چونک کر بولی۔

"کیا مطلب میری ایف آئی آر، بکواس، جھوٹ، یہ اُسی پولیس آفیسر کی من گھڑت کہانی ہو گی تمہیں نہیں معلوم یہ رائی کا پہاڑ بھی بنا لیتے ہیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو اس وقت بھی اس شخص کی نظریں ہماری ٹیبل پر لگی ہوئی ہیں، شعیب کو بتاؤں؟"

"نہیں حفصیٰ! ایسی باتیں ڈسکس نہیں کی جاتیں، چلو آؤ ہم پول کے اس سائیڈ پر چلے جاتے ہیں جہاں پھپھو بیٹھی ہوئی ہیں۔"

"ہاں چلو آؤ میں تمہیں اور لوگوں سے بھی ملوا دوں۔" حفصیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا، شیزرے نے مڑکر دیکھا فہد بہت معنی خیز ہنسی چہرے پر لیے سامنے والے سے بات کر رہا تھا لیکن اس کی ہنسی بتا رہی تھی کہ وہ اس وقت بھی شیزرے کو تنگ کر رہا ہے۔ پھر رات گئے تک پارٹی جاری رہی، ایک ایک کر کے سب جانے لگے، جب فہد مصطفی ، شبیر حسن سے اجازت لے کر آگے بڑھا تو وہ بہت تیزی سے پلٹ کر اندر کی جانب لپکی تھی۔

"ایک منٹ حفصیٰ! میں ابھی آتی ہوں۔" اپنے کمرے میں جا کر اس نے اپنی بالکونی سے جھانکا تھا' فہد نے اپنی پراڈو میں بیٹھتے ہوئے ایک نظر اوپر ڈالی جہاں اُسے شیزرے خان کی ایک جھلک نظر تو آئی تھی پھر اس نے اپنے اسٹیریو کا والیم اتنا تیز کیا تھا کہ وہ آواز شیزرے خان نے بھی سنی' وہ دور تک جاتے ہوئے دیکھتی رہی پھر بلیک کلر کی پراڈو نظروں سے اوجھل ہو گئی' اسے یوں لگا کہ سارے رنگ' محفل' یہ دنیا بیکار سی لگ رہی ہے' جو کچھ تھا فہد کی مسکراہٹ اور اس کے چھیڑ چھاڑ کرنے والے انداز میں زندگی تھی' ایسا کیا تھا جو سب وہ چھین کر لے گیا' زینے سے اترتے ہوئے اس کے قدم آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔

......☆☆☆......

سبز وسیع لان میں سورج کی کرنوں کا سنہرا رنگ بکھرا پڑا تھا موسم کے گلابی پھول سرخ' سفید' عنابی' پیلے' دہکتے ہوئے گلابی رنگوں کے دور تک کیاریوں سے لہرا رہے تھے۔شیزرے نے بہت خوبصورت پھولوں کی ارینجمنٹ کی تھی

تبھی ڈاکٹر شبیر حسن کی کار اندر آتی ہوئی دکھائی دی تھی' وہ ایمرجنسی میں کسی آپریشن کے لیے بہت صبح گئے تھے اور اب گھر لوٹے تھے تو سامنے شیزرے ڈھیروں پھولوں کی کانٹ چھانٹ کرتی انہیں نظر آئی تھی۔

"گڈ ویری گڈ! تم نے بہت خوبصورت ارینجمنٹ تیار کی ہے۔" انہوں نے پیلے اور سفید گلابوں کی ٹہنیوں کو دیکھ کر کہا تھا۔

"بابا! کیسا لگ رہا ہے آپ کو؟" وہ پھولوں کی ٹہنیوں کو ہاتھ سے جھاڑ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"ویری بیوٹی فل' تمہاری طرح بالکل تمہاری طرح۔" ان کے ہونٹوں پر بڑی محبت بھری مسکراہٹ جھانک رہی تھی۔

"اوکے میں چینج کر کے ابھی آتا ہوں مجھے تھوڑا بہت باغبانی کا شوق ہے۔"

ڈرائیور نے ان کا بریف کیس تھام رکھا تھا وہ سامنے سے چلتے ہوئے گزر گئے تھے وہ پلٹ کر پھر شاخوں کو چن رہی تھی تبھی پھر پولیس وین کے ہارن کی آواز آئی' پلٹ کر اس نے جاتے ہوئے ڈرائیور کو دیکھا تھا۔

"دیکھنا کون ہے؟" ہارن کی آواز سن کر اس کی حساسیت جاگ پڑی تھی، ڈرائیور نے آ کر پلٹ کر بتایا تھا۔

"اے ایس پی فہد مصطفیٰ، صاحب سے ملنے آئے ہیں۔"

"بلائو ان کو اندر۔" وہ پلٹ کر بولی تو فہد جیپ سے اتر کر فل یونیفارم میں سن گلاسز لگائے ہوئے اندر آیا جونہی اس نے گیٹ کے اندر قدم رکھا۔

"اوہو..." اس نے اپنے سن گلاسز اپنی آنکھوں سے ہٹا لیے تھے۔

"تو یہاں پر بھی تم نے اپنا مالی گیری پن اسٹارٹ کر دیا، تم اپنی فطرت سے باز نہیں آئیں، ہو ناں آخر تم نور محل کی..." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

"کیا، کیا کہا تم نے، تم پھر باز نہیں آ رہے فہد۔" اس نے گھاس پر پڑا ہوا پائپ جس سے تیز پانی آ رہا تھا اٹھا کر اس کو بھگو ڈالا۔

"شیزرے، شیزرے یہ تم کیا کر رہی ہو۔" وہ پانی سے بچ رہا تھا۔

"ہوش میں آئو یہ نور محل نہیں ہے اور نہ ہی میں فہد مصطفیٰ، میں اس وقت ڈاکٹر شبیر حسن سے ٹائم لے کر آیا ہوں۔"

"آئی نو، آئی نو۔"

"یہ کیا کیا شیزرے تم نے۔" ڈاکٹر شبیر حسن نے پانی چھینکتے ہوئے اسے دیکھ لیا۔

"اوہ... کوئی بات نہیں سر! ایسے اگنور چائلڈ ایسے ہی بے ہیو کرتے ہیں، دراصل یہ ایسا خود چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ ایسا ہی بی ہیو کیا جائے۔" اس نے پائپ اٹھا کر زمین سے شیزرے پر ایک پھوار چھینکی تھی، وہ گھبرا کر اپنے پھولوں کی ارینجمنٹ اٹھا کر اندر جانے کے لیے پلٹی، شبیر حسن بہت شرمندگی سے اے ایس پی فہد مصطفیٰ کو دیکھ رہے تھے جو اپنے کپڑے جھاڑتا ہوا آگے کی طرف بڑھا اور ڈاکٹر شبیر حسن سوری کہتے ہوئے اس کے ساتھ اندر مڑے، شیزرے ان سے دو قدم آگے تھی۔

"سر! ان سے کہیں کہ یہ چینج کر کے آ جائیں مجھے ان سے کچھ معلومات لینی ہیں۔"

"او ینگ مین! آپ کب تک ہماری انکوائری جاری رکھیں گے اب تو سب کچھ کمپلیٹ ہو گیا تھا پھر اب کیا رہ گیا ہے؟"

"دراصل سر! نور محل میں رہنے والی فاطمہ جو کہ شیزرے کی ماں ہیں وہ دس دن سے لاپتہ ہیں ان کا کہیں سراغ نہیں ملا' میں کچھ سوالات ان کی بیٹی سے کرنا چاہتا ہوں۔" یہ آواز شیزرے کے کان میں پڑی تو یوں لگا کہ وہ وہیں پر ساکن ہو گئی ہے وہ بہت تیزی سے فہد مصطفی کی طرف لپک کر بولی۔

"یہ کیسے ہوا؟ کہاں گئیں امی؟ پلیز فہد! یہ سب میری وجہ سے ہوا۔" وہ فہد کا گریبان پکڑ چکی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا یہ سچ ہے جو تم کہہ رہے ہو' بولو فہد بولو' کہاں ہیں امی؟ کیا وہ نور محل میں نہیں ہیں' تم بول کیوں نہیں رہے فہد۔" اس نے فہد کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا شیزرے! ہوش میں آئو ہم پھر انہیں ایک بار ڈھونڈ لیں گے ڈونٹ وری۔" اس نے شیزرے کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے تھام لیے تھے مگر وہ تھی کہ چیخے جا رہی تھی۔

"میں یہاں نہیں رہوں گی سب کچھ میری وجہ سے ہوا' امی کا تو اس دنیا میں کوئی بھی نہیں' یہ میری ضد نے کیا' مجھے نہیں رہنا بابا کے گھر' چلو فہد ہم نور محل واپس جائیں گے جہاں میں شہزادی بن کر نہیں میں نوکرانی بن کر رہ لوں گی مگر میں امی کے بناء نہیں رہ سکتی۔" اس نے فہد مصطفی کو اپنی طرف گھسیٹا تھا' شبیر حسن حیران سے کھڑے رہ گئے تھے۔

"بابا! میں جا رہی ہوں واپس۔" وہ گیلے دوپٹے سے اپنا چہرہ پونچھتی ہوئی بہت تیزی سے باہر پلٹی تھی۔

"نہیں رہنا مجھے یہاں۔" وہ روہانسی آواز میں گیٹ کھول کر باہر نکل آئی تھی۔

"شیزرے! میری بات سنو۔" فہد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹ لیا تھا۔

"تم ہوتے کون ہو مجھے روکنے والے، چھوڑو میرا ہاتھ۔" وہ فہد مصطفی کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر فہد کی کار کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"شیزرے! یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔" فہد فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"ماں کے ساتھ ساتھ تم اپنے باپ کو بھی کھونا چاہتی ہو، تم نے انہیں بہت بڑا شاک دیا ہے اس وقت، دیکھو ان کی کیا حالت ہو رہی ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی فہد! بس ابھی اور اسی وقت مجھے نور محل جانا ہے، میں بغیر بتائے امی کو گھر سے نکلی تھی اسی لیے وہ غصے میں کہیں چلی گئی ہیں، میں وہاں جاؤں گی تو وہ واپس پلٹ کر آ جائیں گی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"نہیں شیزرے! ایسا کچھ نہیں ہے، مجھے صرف تم سے یہ پوچھنا تھا کہ وہ کس کس کو جانتی ہیں اور خاندان میں کون کون لوگ ہیں جو انہیں جانتے ہیں، ان کی تفصیل معلوم کرنی تھی اور تم نے اتنا بڑا بکھیڑا کھڑا کر دیا، ڈفر کہیں کی، کیا ضرورت تھی تمہیں اتنا جذبات میں آنے کی۔" وہ بہت غصے سے بولا۔

"فہد! گھر چلو میں کچھ نہیں جانتی۔"

"جاؤ اتر کر اور اپنے باپ سے اجازت لے کر آؤ اس گھر سے جانے کی، یہ صرف تمہاری وجہ سے ہوا ہے جو کچھ ہوا ہے۔" پلٹ کر آ کر اس نے دروازہ کھول دیا تھا۔

"باہر آؤ، اترو۔" وہ دروازہ کھولے کھڑا تھا۔

بہت رف اس نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی کہ بے دھیانی میں وہ آگے جھک کر گری تھی، فہد نے بڑے غصے بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا اور بہت تیز وہ گاڑی چلا کر لے گیا تھا، اس کی آنکھوں سے تواتر سے آنسو بہہ

رہے تھے اور فہد مصطفیٰ ضبط کے سارے بندھن توڑنے کے احساس تلے کچھ اس طرح دبا تھا کہ اس کی کار کی اسپیڈ فل جا رہی تھی کہ سگنل پر اس نے گاڑی پھر ایک جھٹکے سے روکی تھی‘ وہ اچھل کر سیٹ پر گری تب اس نے پلٹ کر فہد کی جانب دیکھا تھا جہاں پر وہ صرف اور صرف بیٹھا تھا جسے سب Riged man کہتے تھے‘ میڈیا نے بھی کچھ اسی طرح کا کمنٹ دیا تھا کہ ”فہد مصطفیٰ بہت سخت مزاج ہیں اور ان کے اندر محبت کا کوئی شائبہ تک نہیں گزرتا۔“ وہیں ایک کمنٹ دیا گیا تھا کہ ”وہ بے حد ذہین اور فرض شناس افسر ہیں‘ اس حد تک کہ وہ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے۔“ لیکن نور محل والے کہتے تھے کہ فہد بے حد رحم دل اور محبت کرنے والا انسان ہے وہ کسی کا دکھ اور پریشانی برداشت ہی نہیں کر سکتا‘ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ ماں کی زیادتیوں کی وجہ سے شیزرے سے بے حد قریب آ گیا تھا اور ایک دن اس نے اس ظلم کی حدیں توڑ کر رکھ دیں جب اسے پتہ چلا تھا کہ شیزرے کے اغوا میں اس کی ماں کا ہاتھ ہے‘ تحفظ دینے کے لیے شیزرے سے نکاح کیا تھا اور اپنی ماں کے مدمقابل آ کر کہا تھا کہ ”کوئی ہاتھ تو لگا کے

دکھائے۔“ ناانصافیوں کے خلاف اور اس معاشرے میں رہتے ہوئے وہ ایک جنگ لڑ رہا تھا‘ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے اسپیڈ تھوڑی آہستہ کی اور پھر بڑھا دی‘ گاڑی ایک ویرانے میں رُکی تھی اس نے بہت غصے سے نیچے اتر کر فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا تھا۔

”اترو۔“ جونہی اس نے زمین پر پیر رکھا اس نے پلٹ کر دیکھا دور تک ایک ریگستان‘ دھول اور مٹی اور پتھروں کا انبار تھا۔

”یہ کہاں تم مجھے لے آئے؟“

”گیٹ لاسٹ۔“

”لیکن فہد! مجھے تو نور محل جانا ہے۔“

”نور محل میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں‘ تمہاری زندگی کی کہانی مکمل ہو چکی ہے شیزرے خان‘ آنکھیں کھولیے آپ ہر بار مجھے امتحان میں ڈال دیتی ہیں‘ کیا ثابت کرنا چاہتی تھیں پانی ڈال کر مجھ پر‘ کیا احساس دلانا چاہتی تھیں

ڈاکٹر شبیر حسن کو' جب کہ سارے چیپٹر کلوز ہو چکے تھے آپ نے پانی چھینک کر کیا ظاہر کیا ہے ان پر یا مجھ پر۔"

"نہیں فہد! ایسا کچھ نہیں تھا۔" اس نے گھبرا کر ویرانے کو دیکھا۔

"میں اپنے آنے کی وجہ بھی نہ بتا سکا کہ میں ان کے پاس کس لیے آیا ہوں' فاطمہ خالہ کی کہانی سن کر جو تم نے ری ایکٹ کیا ہے ناں چلو وہ تو قدرتی عمل تھا تمہارا مگر میں تمہارے اس عمل کو کبھی معاف نہیں کر سکتا جو تم نے مجھ پر پانی پھینکا تھا اور جو میں نے پانی پھینکا ہے صرف اس لیے کہ تم ایب نارمل ہو۔"

"نہیں فہد نہیں' ایسا کچھ نہیں ہے۔" وہ گھبرا کر اس کی طرف پلٹی تو اس نے ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور گاڑی کا ڈور بند کر دیا۔

"نہیں فہد! میں مر جاؤں گی۔" وہ رو کر پلٹی تھی۔

"کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا' میں یہ بات بہت اچھی طرح جانتا ہوں' بہت سارے لوگ میں نے ایسے دیکھے ہیں اس جرائم کی دنیا میں۔"

"لیکن میرا تعلق جرائم کی دنیا سے نہیں ہے۔" وہ فہد کی طرف پلٹی تھی۔

"تو پھر کس دنیا سے ہے کوئی تو دنیا ہو گی کوئی تو باؤنڈری ہو گی۔" وہ غصے سے بولا تھا۔

"محبت میں کوئی حد نہیں ہوتی' کوئی باؤنڈری نہیں ہوتی فہد!" وہ بڑے نرم لہجے میں بولی۔

"شٹ اپ' محبت کی بات مجھ سے مت کرنا' تم یہ بات کیوں نہیں سمجھتی ہو کہ میں تم سے محبت نہیں کرتا۔"

"تو پھر... آپ اتنے غصے میں کیوں آ گئے؟ تو پھرآپ کو ہماری اتنی پرواہ کیوں تھی کوئی بھی تو نہیں جانتا تھا کہ ڈاکٹر شبیر حسن کہاں ہیں' تم نے مجھے کیوں ڈھونڈا؟ کیوں آئے تھے عزیز اللہ سے چھڑانے؟" تو بڑے غصے سے وہ اس سے رُخ موڑ کر بولا تھا۔

"یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔" اس کا لہجہ تھوڑا سا نرم پڑ گیا تھا۔

"نہیں فہد! کوئی کسی کے لیے اس طرح سے نہیں کرتا۔" اس کی آنکھوں میں آنسو اُتر آئے تھے۔

"لیکن میں بائی نیچر ایسا ہوں تم اس بات کو ریلائز کرو اور دیکھو وہ ٹیکسی آ رہی ہے یہ پیسے پکڑو اور جائو سیدھی اپنے باپ کے گھر۔"

"نہیں فہد! میں آج تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گی۔" اس نے بھاگ کر گاڑی کا دروازہ تھام لیا تھا۔

"شیزرے! تم نے جو آج حرکت کی ہے ناں اپنے باپ کے سامنے وہ میں کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"پلیز فہد!" وہ دھڑ سے اس کی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی اس طرح کہ اس کے دونوں پیر زمین پر تھے، اس نے بہت غصے سے اس کا بازو پکڑ کر اپنی جانب کھینچا تھا۔

"اس طرح کی باتیں مجھے پسند نہیں ہیں تم یہ اچھی طرح جانتی ہو، میں تمہارے ساتھ بچپن میں شرارتیں کرتا تھا، ہر لمحے میں نے تمہیں فیور کیا ہے

تمہاری کیئر کی ہے، تمہیں میں نے کزن کا درجہ دیا ہے، بٹ اِٹ ناٹ مینز کہ تم دوسروں کے سامنے یہ ظاہر کرو کہ..." وہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر اپنا رُخ پھیر گیا تو وہ پلٹ کر فہد کے سامنے آئی تھی۔

"اگر یہ بات ہے فہد! تو ایسا ہی سہی، تم جھوٹ بولتے ہو فہد، کوئی کسی کے لیے اتنا نہیں تڑپتا، ماں کے علاوہ میں نے کسی کی آنکھ میں اپنے لیے آنسو نہیں دیکھے اور نہ نور محل میں مجھ سے کسی نے تم جیسی نفرت بھی کی، مت بولو جھوٹ فہد۔" اس نے فہد کا گریبان تھام لیا تھا، فہد ایک لمحے کے لیے ساکت تو ہوا تھا پھر پلٹ کر بولا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے شیزرے! جو تم سمجھتی ہو۔" تھوڑا اس کا لہجہ نرم پڑ گیا۔

"فہد! ایک لمحے پہلے تمہاری سانس ساکت ہو گئی تھی کیوں...؟ تم کس کو دھوکا دینا چاہتے ہو یہ فیصلہ تم نہیں کر پائے۔"

"دیکھو شیزرے! میری بات سنو۔" اس نے اس کے دونوں ہاتھ گریبان سے آزاد کروا لیے تھے اور خود گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

”تم اب ایک مظلوم لڑکی نہیں ہو، تمہارے پاس وہ سب کچھ ہے جس کی تمنا ہر لڑکی کرتی ہے، تم اکو کی بیٹی نہیں ہو ڈاکٹر شبیر حسن خان کی بیٹی ہو، تمہارے لیے نام ہی نہیں سب کچھ ہے وہاں اور تمہیں زندہ رہنے کا پورا حق ہے۔“ وہ بہت سمجھانے والے لہجے میں بولا تو وہ بہت بے باکی سے فہد کا ہاتھ تھام کر بولی تھی۔

”میں تمہارے بغیر ایک پل زندہ نہیں رہنا چاہتی اور نہ میں کوئی چیز اپنے دل میں چھپا سکتی ہوں۔“ وہ بہت تڑپ کر بولی تھی، آنکھیں رونے کی وجہ سے لال ہو گئی تھیں۔

”تم یہ بات کیوں نہیں سمجھتیں شیزرے! کہ تم ایک اچھی لڑکی ہو اور فہد مصطفی خطرات سے کھیلنے والے کا نام ہے اس کی زندگی پیپر میں ایک دن کی کہانی ہے۔“

”پھر بھی میں ایک پل جی لوں گی، ایک دن جی لوں گی، بس تم یہی کہنا چاہتے ہو ناں، تم میری اتنی کیئر کرتے ہو شاید اسی لیے تمہیں یہ فیل ہوتا

ہے کہ تمہارے بعد میں تنہا رہ جاؤں گی۔“ تو فہد مصطفی اس وقت کچھ نہ بول سکا تو وہ اس کی خاموشی پر پھر بول پڑی۔

”بس تم یہی سمجھتے ہو ناں کہ میں اس نور محل میں ریزہ ریزہ ہو جاؤں گی، شیشے کی کرچیاں اٹھانی پڑیں گی مگر یہ اتنا کم تو نہیں ہے کہ میں نے جسے چاہا ہے وہ مجھے مل گیا، پھر کل کی خبر تو صرف اُس کو ہے۔“ وہ آسمان کی طرف نظریں اٹھائے ہوئے بولی تھی۔

”ہو سکتا ہے میری زندگی بھی ایک دن کی کہانی ہو فہد اور تم میرے بعد یہ سوچتے رہو کہ تم مجھے وہ نہ دے سکے جو میں تم سے مانگ رہی ہوں۔“ وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بہت تیز آگے بڑھی تھی۔

”میری بات سنو شیزرے!“ وہ بھی تیزی سے اس کی جانب بڑھا۔

”کیوں آ رہے ہیں آپ میرے پیچھے، گیٹ لاسٹ تو آپ نے کیا تھا، میں کہیں بھی چلی جاؤں آپ کو کیا، میں بھی خطرات سے کھیلنے کا ہنر جانتی ہوں، مجھے کبھی کچھ نہیں ملا جو میں نے چاہا ہمیشہ خیرات میں آپ لوگوں

نے ہمیں محبت دی' اپنا بنانے کا احساس دلایا اور میں نے تمہیں اپنا سمجھ لیا۔'' وہ گاڑی لاک کر کے اس کی جانب بھاگا تھا وہ تیز تیز آگے بڑھ رہی تھی۔

''شیزرے! میری بات سنو' میرا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا جو تم سمجھ رہی ہو۔'' وہ اس کی جانب بڑھا لیکن اس کی رفتار بھی بہت تیز تھی۔

''ادھر کہاں جا رہی ہو شیزرے! ساحل سمندر میں طغیانی آئی ہوئی ہے واپس چلو۔'' لیکن وہ تھی کہ ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھنا چاہتی تھی کہ فہد مصطفی نے اسے جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

''ہوش میں آئو تم اور واپس چلو' اگر میں تمہیں جھٹکا دے دوں ناں تو تم ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتیں' ساری اکڑ میں ایک لمحے میں نکال سکتا ہوں۔'' اس نے شیزرے کا بازو پکڑ کر اپنی جانب گھسیٹا تو وہ اس کے سینے سے آ لگی تو فہد مصطفی نے بہت غصے سے بے حد قریب سے اس کے چہرے کو اٹھا کر پوچھا تھا۔

''آخر تم کیا چاہتی ہو؟'' اس کی آنکھوں میں ابھی بھی غصے کے شعلے لپک رہے تھے۔

''چھوڑو میرا ہاتھ' مجھے تم سے خوف نہیں آتا۔''

''لیکن مجرم تو میرا چہرہ دیکھ کر ڈر جاتے ہیں۔'' اس نے اپنی لال لال آنکھوں سے اُسے گھورا۔

''سچائی کبھی کسی سے نہیں ڈرتی۔'' اس نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑ دیں تھیں کچھ اس طرح سے کہ فہد مصطفی نے اپنی نظریں دوسری جانب پھیر لیں۔

''تم نے آج کیوں نہیں پوچھا کہ اس بھیگی ہوئی چھت پر رات کی تاریکی میں کون تھا؟ اور میں کس کو دیکھ رہی تھی؟ اورنور محل کے لان میں ایسا کیا تھا کہ پوری بارش برس گئی اور میں ایک لمحے کو بھی نہ بھیگی' کیوں نہیں پوچھتے یہ سوال؟'' تو فہد مصطفی نے اپنا رُخ اس کی طرف سے پھیر لیا تھا۔

"آپ جائیں' آپ مجھے اس ویرانے میں چھوڑنے کے لیے آئے تھے ناں پھر کس لیے کھڑے ہیں۔" وہ دھڑ سے ایک اونچے پتھر پر بیٹھ گئی تھی' وہ آنسوئوں سے رو رہی تھی۔

"رو لیں' اب چلیں گھر۔" تو اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"چلو بس چلتے ہیں۔" تو اس نے پھر نفی میں سر ہلایا تھا۔

"اس طرح ہم یہاں مزید نہیں رُک سکتے۔" وہ بہت بے چین سا ہو رہا تھا۔

"اٹھو' اب اٹھ بھی جائو' اب تم چلنے کا کیا لو گی۔" اس کا لہجہ تھکا تھکا اور مدھم ہو گیا تھا' اس کی خواہش تھی کہ وہ اسے اس کے باپ کے گھر چھوڑ آئے۔

"اب اٹھو بھی' چلو بہت ہو گیا' میں نے تمہاری ساری بکواس بھی سن لی' ٹھیک ہے اب چلو ' اٹھو اور چلو۔" اس نے اس کا دایاں ہاتھ تھام کر اس کو اٹھانا چاہا مگر وہ جم سی گئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اٹھو بولو کیا چاہیئے۔" وہ پتہ نہیں کس جھونک میں بولا تھا۔

"بس تمہارے ساتھ ایک دن کی زندگی' جو ہماری ہو گی۔"

"بس صرف ایک دن کی زندگی وہ بھی فہد مصطفی کی؟ کیا میں اتنا ارزاں ہوں' چلو اٹھو تم ایک دن کی نہیں بلکہ فہد مصطفی ایک دن کی نہیں ساری عمر اپنی تمہیں دیتا ہے' خوش بس اٹھو اب چلو ہمارے ساتھ۔" فہد مصطفی کی آنکھوں میں اعتماد کے دیئے جل رہے تھے' اس نے گھبرا کر فہد کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اپنے کپڑوں سے مٹی جھاڑی تھی۔

"بہت روتی ہو تم' اپنا چہرہ پونچھو تم اورچلو۔" تو اس نے گھبرا کر پھر ایک لمحے کو فہد کے چہرے کی طرف دیکھا تھا' فہد کی آنکھیں اس کی محبت کے آگے ہار گئی تھیں' وہ دیکھ کہیں اور رہا تھا اور سوچ کہیں اور رہا تھا اور وہ اس کی کلائی تھامے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی' گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی اس نے مڑ کر شیزرے کی جانب دیکھا اور بولا۔

"میں تمہیں تمہارے بابا کے گھر چھوڑ دیتا ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

”نہیں مجھے ابھی اور اسی وقت نور محل جانا ہے‘ میں امی کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتی‘ دس دن سے آخر وہ ہیں کہاں؟“ تو فہد مصطفی کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی سی شریر مسکراہٹ اُتری تھی لیکن وہ آنسوئوں میں اس کی مسکراہٹ نہ دیکھ سکی۔

”دیکھو ! ابھی بھی وقت ہے تم جائو‘ میں تمہیں تمہارے بابا کے گھر ڈراپ کر دوں گا اس طرح سے آنا کم از کم مجھے اچھا نہیں لگا‘ میری امیج تم نے بگاڑ دی‘ شعیب میرا اکیڈمی کا ساتھی ہے اور ہیں خود ایک میچور پالیسی کا حصہ ہوں‘ یو نو ویری ویل‘ ٹھیک ہے یہ الگ بات ہے کہ ہم ایک ساتھ پلے بڑھے ہیں لیکن تم نے بچوں والی حرکت وہاں پر دُہرا کر اچھا نہیں کیا‘ میں اب ان لوگوں کو فیس نہیں کر سکوں گا۔“ وہ بہت سنجیدگی سے سامنے دیکھتا ہوا بولے جا رہا تھا۔

”سو واٹ کہ وہ تمہارا اکیڈمی کا دوست ہے‘ پہلے وہ میرا کزن ہے اور شاید تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے سبھی لوگ ویل ایجوکیٹڈ ہیں فہد! تمہیں

معلوم ہے میرے دادا خود چیف جسٹس تھے‘ دادی ہماری ایک بہت دین دار گھرانے سے تعلق رکھنے کے باوجود کانونٹ کالج کی پرنسپل رہ چکی تھیں اور اس وقت وہ دینی فرائض بھی انجام دیتی تھیں‘ آج بھی ان کے قائم کردہ ادارے کام کر رہے ہیں‘ میں نہیں سمجھتی کہ اس بات کا یہاں ایشو بنے گا۔“ وہ رُکی تو وہ بولا۔

”او آئی سی‘ تو تم ابھی تک بیک ورڈ گھرانے میں رہ رہیں تھیں۔“ اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

”میں نے ایسا کب کہا‘ میں تو اس لیے بتا رہی تھی کہ تم زیادہ کانشس نہ ہو‘ میری اس چھوٹی سی شرارت کو وہ لوگ اگنور کر دیں گے۔“

”تمہاری یہ چھوٹی سی شرارت...“ اس نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا اور بولا۔

”بہت سارے دَر کھولتی چلی گئی۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“ وہ چونک کر بولی۔

”او آئی سی‘ تو اب تمہیں اس بات کا جواب بھی چاہیئے‘ اٹ از ویری ڈفیکلٹ ٹو می‘ یہ اتنا امپورٹنٹ نہیں ہے جتنا امپورٹنٹ یہ ہے کہ میں تمہیں صرف اور صرف 30 منٹ کے لیے نور محل لے چلتا ہوں‘ تم سب سے مل لو‘ ڈرامائی سچویشن ختم کرو ، تم اب وہ نہیں ہو جو پہلے تھیں۔“ اس نے پلٹ کر شیزرے کو دیکھا۔

”میں وہی ہوں۔“ اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے تھے وہ بلبلا کر بولی تو فہد مصطفی نے اسٹیریو کا والیوم بڑھا دیا اور خود باہر دیکھنے لگا۔

”میں تو نہیں فہد! تمہی کچھ زیادہ بدلے ہوئے نظر آتے ہو‘ کیا فرق پڑتا ہے کہ میں بابا کے گھر آ گئی ہوں‘ کبھی روح جسم سے جدا ہو کر کسی دوسرے سانچے میں نہیں ڈھلتی۔“

”اچھا... کبھی میں نے اس نظریے سے سوچا نہیں۔“

”وہ تو سب ٹھیک ہے مگر آپ نے کبھی اپنے حلیے کی طرف غور کیا۔“

”کیا ہوا مجھے؟“ اس نے چونک کر پوچھا تو وہ جینز اور چھوٹی سی شرٹ پہنے ہوئے تھی‘ پیچھے سیٹ سے اس نے اٹھا کر ایک اسکارف ٹائپ کی چیز اٹھا کر اُسے دی تھی۔

”سوری‘ بابا کو جینز پسند ہے۔“

”او آئی سی۔“ اس نے والیوم کم کیا۔

”فہد! یہ شور یہ آوازیں‘ قہقہے اپنی نفرت کا بے ساختہ اظہار کرنا دراصل اپنے اندر کے انسان کو چھپانا ہوتا ہے۔“

”ہم... مشاہدہ گہرا ہے‘ بولیے بولیے اور کچھ بولیے‘ اس سے پہلے کہ نور محل آ جائے اور پھر تم اندر جاکر شیزرے خان بن جائو۔“ اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی روکی تو واقعی وہ نور محل کے سامنے کھڑی تھی‘ نجانے دل سے کون سی ڈور بندھی تھی کہ وہ بے ساختہ دوڑتی ہوئی جب اندر داخل ہوئی۔

"امی' امی کہاں ہیں آپ؟" فاطمہ کے ہاتھوں سے کبوتروں کا دانہ تھال سمیت گر گیا اور وہ دوڑتی ہوئی ان کی کمر سے لپٹ گئی تھی' وہ ان کی پیٹھ میں منہ چھپائے روئے جا رہی تھی۔

"کیا ہوا شیزرے کیا ہوا بولو۔" تو وہ تڑپ کر بولی۔

"کہاں چلی گئی تھیں آپ؟"

"میں تو کہیں نہیں گئی ایک پل کے لیے بھی میں یہاں سے ہٹی نہیں۔" تو شیزرے کی سانس تھم سی گئی اور ماں کے آنچل سے اپنا چہرہ اور آنکھیں پونچھتے ہوئے اس نے دھیرے سے نظر ڈالی تو وہ کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"کچھ نہیں امی! فہد مجھے لے کر آئے ہیں' مجھے آپ کی یاد آ رہی تھی' میں نے فہد کو میسج کر کے بلایا تھا۔" سرخ سرخ آنکھوں سے اس نے فہد کی جانب دیکھا وہ وہیں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

پھر نور محل میں ایک ہلچل سی مچ گئی کہ شیزرے نور محل میں خود آئی ہے۔

"دیکھو شیزرے! ہم سے زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش نہ کرنا' میں تمہیں ڈھونڈ کے لایا ہوں تم نے مجھے کوئی میسج نہیں کیا اور اگر تم نے یہ بکواس مما کے سامنے کی ناں تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔" اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"چلو پہلے مما سے ملنے چلو پھر تم نیچے جاؤ گی پھر اس کے بعد میں تمہیں واپس چھوڑ آؤں گا اوکے۔"

"چھوڑو میرا ہاتھ۔"

"کوئی دیکھ تھوڑی رہا ہے۔" وہ ہنس کر بولا۔

"اچھا تو ٹھیک ہے اپنی مما کے سامنے ایسے ہی پکڑو۔"

"اوہو... چار دن میں بولنا بھی آ گیا اور ہمت بھی آ گئی ڈیٹس اِٹ' میں یہی چاہتا تھا چلو آؤ۔"

"نہیں نہیں میرا ہاتھ تھامو' چھوڑ کیوں دیا۔"

"سوچ لو اب اگر تھام لیا ناں تو شیزرے! بڑی مشکل ہو جائے گی اور میں خود کو اتنی مشکل میں ڈالنے والا بندہ بھی نہیں ہوں، تم ساتھ چلو۔" اس نے ہاتھ چھوڑ دیا۔

جو جہاں تھا وہ وہیں بیٹھا رہ گیا، عبیر نے گھبرا کر ایک گہری سانس لی اور کرن کے ہاتھ سے کتاب گر گئی تھی، سعدیہ کچھ نہ بولیں جہاں بیٹھی تھیں بیٹھی رہ گئیں البتہ منظور مصطفی نے مڑ کر دیکھا اور ہنس کر بولے۔

"ارے شیزرے! کیسی ہو تم، پہلے تو بہت تشویش تھی کہ نجانے تم کہاں چلی گئی ہو لیکن پھر فاطمہ نے بتایا کہ تم اپنے باپ کے گھر چلی گئی ہو، سب کیسے ہیں وہاں شیزرے؟"

"چھوٹے ماموں! وہاں سب بہت اچھے لوگ ہیں، آپ کیسے ہیں؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"منظور! عبیر کو تو آپ بہت ٹوکتے رہتے ہیں کہ جینز شرٹ پہن کر نہ نکلو، اب اس کے حلیے کی طرف دیکھو کیا گل کھلا رہی ہو گی وہاں۔" تو سب نے ہی اس کی جینز اور شرٹ کی طرف ایک نظر ڈالی تھی۔

"کوئی بات نہیں سعدیہ! وہ اپنے باپ کے گھر سے آ رہی ہے۔"

"مما! فار یور کائنڈ انفارمیشن ڈاکٹر شبیر حسن کو تو آپ بھی جانتی ہیں، پاکستانی ڈاکٹرز کی ٹاپ ٹین میں وہ آتے ہیں۔"

"کیا...؟" سعدیہ جہاں بیٹھی تھیں بیٹھی رہ گئیں۔

"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ ڈاکٹر شبیر حسن کی بیٹی ہے۔"

"آئی نو ویری ویل ہم۔"

"ان کی تو کوئی اولاد نہیں ہے، جس این جی او کے لیے میں کام کرتی ہوں وہ اس کے اونرز ہیں۔" وہ حیران سی فہد کو دیکھ رہی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

نور محل میں سب نیچے عذرا ممانی کے پورشن میں اس سے مل کر بے حد خوش تھے۔

"بس دس منٹ ہیں شیزرے! تم واپس آ جائو مجھے دیر ہو رہی ہے۔" اس نے اپنی واچ پر نظر ڈالی اور تیزی سے باہر نکلا تھا' وہ ہارن پر ہارن باہر سے دیئے جارہا تھا اور شیزرے ہر ایک سے مل کر کہہ رہی تھی کہ میں پھر آئوں گی اور فون بھی کروں گی' وہ بہت تیز باہر نکلی تھی' فہد مصطفی بہت تیز ڈرائیو کرتا ہوا آگے بڑھا تھا۔

"فہد! شکر ہے امی مجھے گھر پر ہی مل گئیں ورنہ میں تو جان دے دیتی اگر امی نہ ملتیں تو۔"

"بہت محبت ہے ان سے تمہیں؟"

"ظاہر ہے فہد! ماں سے کون محبت نہیں کرے گا' جانور بھی اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں وہ تو پھر میری ماں ہیں۔فہد! کتنی آسائش تھی میری ماں کے لیے وہاں' دادو' پھپھو حتیٰ کہ میرے بابا بھی ان سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوبارہ نکاح کرنا چاہتے تھے مگر دیکھو امی نے پوری زندگی میری خاطر گزار دی اور ابھی بھی وہ چاہتیں تو مجھے بلا سکتیں تھیں وہاں سے' امی سارے رشتے داروں کو جانتی ہیں ویری ایزی مجھے وہ ڈھونڈ سکتی تھیں لیکن وہ ماں ہی کیا جو اپنے بچوں کا سکھ نہ چاہے۔" تو اس نے بہت تیز بریک لگایااور بغیر دیکھے ہوئے اس نے اسپیڈ بریکر پر سے گاڑی گزاری تھی' شیزرے کا اچھل کر سر ٹکرایا تو اس نے گھبر اکر فہد کا بازو تھام لیا تھا' فہد پسینے میں اس وقت شرابور تھا اور گہری گہری سانس لے رہا تھا' اس نے گاڑی ایک سائیڈ پر روک دی تھی۔

"کیا ہوا فہد! آر یو اوکے؟" وہ گھبرا کر بولی۔

"بس ایک منٹ۔" وہ اپنے ہونٹ دانتوں تلے دبا کر بولا اور گاڑی سے باہر نکل کر سگریٹ کے گہرے گہرے کش لے رہا تھا' ایک کے بعد دوسری اور تیسری سگریٹ پر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی۔

"کیا ہوا فہد؟" تو وہ ہاتھ میں تھامی ہوئی سگریٹ پھینک کر اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"تم بیٹھو میں آتا ہوں۔"

"پھر بھی فہد! کچھ تو بولو کیا ہوا، طبیعت خراب ہے؟"

"نو..." اس نے سر ہلایا۔

"اچھا فہد پلیز! چلو ناں یوں اچھا نہیں لگ رہا، سڑک کنارے ہم کھڑے ہیں۔"

"یہ میرا ہیڈک ہے تم اندر بیٹھو۔" وہ تھوڑا جھنجھلا گیا تو وہ پلٹ کر واپس گاڑی میں بیٹھ گئی تھی، وہ دوبارہ جب گاڑی میں بیٹھا تو اس نے میوزک کی آواز کو تیز کرتے ہوئے کہا تھا۔

"سوری، اس میوزک میں کھو جاتا ہوں پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہتا۔" سارے رستے وہ بہت خاموش بیٹھا رہا اور فہد مصطفی کے سیاہ ہونٹوں پر اور سختی آ گئی تھی، گھر آیا تو شیزرے چونک گئی خود ہی دروازہ کھول کر نکلی۔

"اچھا فہد! میں چلتی ہوں۔" تو وہ خود بھی بے ساختہ اتر کر کھڑا ہو گیا تھا بلیو جینز اور وائٹ شرٹ کے کف اس نے فولڈ کیے ہوئے تھے، اس نے بڑی افسردگی سے اس پر نظر ڈالی، نجانے ایسا کیا تھا فہد کی نظر میں کہ اس کا دل دھک سے ہوا۔

"کیا ہوا فہد! کچھ کہنا چاہتے ہو؟۔"

"کچھ نہیں، بس تمہیں ایک نظر اور دیکھنا چاہ رہا تھا آخری بار۔" اس کے سیاہ ہونٹ زخم لگ رہے تھے اور اس کی آنکھیں اس کی گہری آنکھوں میں ڈوب رہی تھیں۔

"اللہ نہ کرے، تم ہمیشہ مایوسی کی باتیں کرتے ہو۔" وہ دکھ بھرے لہجے میں تڑپ کر بولی اور اس کی آنکھوں میں غور سے دیکھنے لگی تو وہ تھوڑا سا اس کے قریب آ کر بولا۔

"اچھا... تو تمہیں سب یاد ہے میں تو سمجھا تھا کہ تم سب بھول چکی ہو گی، بس اسی خیال سے میں نے سوچا کہ تمہیں ایک بار پھر دیکھ لوں شاید یہ میری آخری ملاقات ہو۔" اس کے سیاہ ہونٹ جل رہے تھے، ایسا کیا تھا فہد مصطفی کے لفظوں میں کہ شیزرے نے بہت چونک کر اسے دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر پُر معنی زخمی مسکراہٹ پھیل رہی تھی اور وہ مسلسل اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"شیزی! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" کتنے عرصے کے بعد اس نے اس نام سے اسے پکارا تھا، اسے اپنا نام سن کر یوں لگا جیسے وہ پور پور جل گئی ہو، ایک ہمدرد ایک مسیحا اس کے سامنے بے بسی سے تک رہا تھا اور اس کی شریر آنکھیں کچھ کہہ رہی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں جاتے جاتے تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، تم اس غلط فہمی میں مت رہنا۔" شیزرے کا دل اتھل پتھل سا ہو کر رہ گیا۔

"کہ ہمارے دل میں تمہارے لیے کچھ نہیں۔" وہ دکھ سے ہونٹ کاٹ گیا۔

"کچھ نہیں ہے میں جانتی ہوں۔"

"غلط، تم کچھ نہیں جانتیں، ایک سوفٹ کارنر ہے اور اسی لیے میں اس حوالے سے یہ کہہ رہا ہوں۔" اس کا لہجہ ٹوٹ رہا تھا مگر ابھی تک آنکھوں میں کچھ ایسا تھا کہ شیزرے اندر سے تڑپ گئی۔

"کہہ بھی دو فہد! جو کہنا ہے میں ہر دکھ سہنے کی عادی ہوں۔"

"یہی تو کہنے جا رہا ہوں کہ تم واقعی نور محل کی ساتویں شہزادی ہو جس کو فہد مصطفی چاہ کر بھی نہ پا سکا، یہ اظہار اس لیے بہت ضروری تھا کہ تم کبھی یہ نہ سمجھنا کہ تم چاہے جانے کے قابل نہ تھیں، شاید میں ہی ایسا نہ تھا کہ تمہیں پا سکتا۔" دکھ سے اس کا چہرہ بہت بوجھل ہو رہا تھا لیکن آنکھیں کچھ اور کہہ رہی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بس اسی احساس کے ساتھ میں چلتا ہوں شیزرے کہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں تمہارے جیسے۔" اس نے ایک نظر اس کی طرف ڈالی تو وہ بول پڑی۔

"جو چاہ کر بھی کسی کو پا نہیں سکتے۔"

"فہد مصطفی! جاتے جاتے میں تمہیں بھی بتا دوں کہ زخم ریزہ ریزہ ہونے میں سارے زخموں کی تپش پر تمہاری ایک نظر مرہم رکھ دیتی تھی شبنم کی طرح۔" وہ اپنے آنسوؤں پر اختیار کھو چکی تھی وہ جب مڑی تو فہد مصطفی اسٹیئرنگ سنبھال چکا تھا' شیزرے نے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے ایک نظر پلٹ کر دیکھا تو فہد مصطفی بھی اس کی جانب پلٹ کر دیکھ رہا تھا یہ بہت بڑی بات تھی کہ فہد نے جاتے جاتے چپکے سے اپنے دل کی بات اس سے کہہ دی' وہ آنسو پونچھتی ہوئی جب آگے بڑھی تو اسے یوں لگا کہ فہد مصطفی کی محبت کی شدت تپتی ہوئی آنکھیں اس کا پیچھا کر رہی ہیں اور فہد نے مڑ کر دوبارہ دیکھا تو وہ آنکھوں سے اوجھل تو ہوگئی تھی ' ایک زخمی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں کو گویائی دے گئی۔

مزیداردوکتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ایسی چپ اور پاگل آنکھیں دہک رہی تھیں شدت سے
میں تو سچ مچ ڈرنے لگا اس خاموش محبت سے"

......☆......

شبیر حسن ابھی تک ایک شاک کی کیفیت میں اسٹڈی روم میں ایزی چیئر پر بیٹھے تھے کسی گہری سوچ میں تبھی شیزرے چلتی ہوئی اندر آئی تھی' شبیر حسن نے صرف ایک گہری نظر شیزرے پر ڈالی' وہ ان کا مفہوم سمجھ کر قریب چلی آئی۔

"وہ بابا! دراصل..." وہ کہتے کہتے رک گئی تو وہ بولے۔

"یہ فہد مصطفی کو تم جانتی تھیں؟"

"جی بابا!" اس کی آواز لڑکھڑا گئی تو وہ لڑکھڑا کر دوبارہ کرسی پر بیٹھے۔

"تو بیٹا! اس میں چھپانے والی کون سی بات تھی' تم مجھ سے ڈسکس تو کر سکتیں تھیں' کہاں ہے فاطمہ' کچھ پتہ چلا؟" تو وہ گھبرا کر بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جی بابا!" کیا بتاتی کہ فہد مصطفیٰ اسی طرح سے دوسروں سے اپنی بات منوا لیتا ہے۔

"دراصل وہ کہیں چلی گئی تھیں اور اب آ گئی ہیں۔" جھوٹ بولتے وقت اس کی نظریں جھک سی گئی۔

"یہ بہت اچھا ہوا کہ فہد کو شعیب جانتا ہے ورنہ یہ پولیس والے کسی کے نہیں ہوتے۔"

"جی بابا!" اس کا حلق سوکھنے لگا تھا تبھی دوسری طرف سے ثروت پھپھو اور چچی چلی آئی تھیں۔

"کیا ہوا شیزرے! ہم لوگ تو سب ڈر گئے' کیسی ہے فاطمہ؟"

"ٹھیک ہیں پھپھو وہ۔"

"اتنی ضد بھی ٹھیک نہیں ہوتی' سب کچھ ہم لوگوں نے درگزر کر دیا تھا' ہم لوگوں نے اپنی غلطی بھی مان لی تھی' شبیر بھی نادم تھا مگر فاطمہ کی ایک

ضد نے ہم سب کو اتنی دور کر دیا' ہم تمام عمر خدا کے خوف سے ڈرتے رہے' میری ماں مر گئی یہ احساس لیے کہ شبیر نے اس کے ساتھ زیادتی کی اور اُسی کا یہ عذاب ہے کہ ہماری فیملی میں اس کی بچی کے بعد کوئی بچہ نہیں پیدا ہوا۔" وہ شیزرے کو لپٹا کر پیار کر رہی تھیں۔

"کوئی نہیں ثروت آپا! اماں کو تو بس یہ وہم تھا کہ فاطمہ کی بددعا لگی ہے۔" تائی بولیں تو وہ ثروت کو دیکھ کر بولی۔

"لیکن پھپھو! امی تو کسی کو کچھ نہیں کہتیں' انہوں نے کبھی آپ لوگوں کا کوئی ذکر نہیں کیا پھر بددعا کیوں دیں گی۔" وہ بول کر رُکی تو تائی بولیں۔

"بددعا لگتی ہے دی نہیں جاتی' جو ظلم تمہاری ماں کے ساتھ ہوا وہ کم تو نہیں۔" انہوں نے شیزرے کی ساری ہمدردیاں سمیٹ لی تھیں' ثروت نے ایک گہرا سانس لیا اور پلٹ کر چلی گئی تھیں۔

وہ بہت دیر تک حفصیٰ کے پاس بیٹھی باتیں کرتی رہی' زندگی کی ان تلخ حقیقتوں پر وہ سوچتی رہی جو اسے چھو کر گزر گئی تھیں اور اب اسے یقین بھی

نہیں آ رہا تھا بار بار اسے فہد کا خیال آ رہا تھا کس طرح سے اس نے اسے بیوقوف بنا دیا اور وہ اس کے ساتھ اس کی بلیک میلنگ پر دوڑتی ہوئی نور محل چلی گئی‘ زندگی کی یہی ایک حقیقت تھی کہ وہ اپنے باپ کے گھر لوٹ آئے‘ فاطمہ نے تمام عمر اسے شبیر حسن سے دور رکھا مگر ایک دن قدرت خود اسے اس کے باپ کے قریب لے آئی لیکن اس کے اس عمل پر فاطمہ کو کوئی دکھ کوئی ملال نہیں تھا‘ وہ تو اس بات پر بھی خوش تھیں کہ وہ چلی گئی‘ دراصل فاطمہ کو خود احساس ہو چلا تھا کہ فہد اور شیزرے دو مختلف سمتیں ہیں اور وہ کبھی نہیں مل سکیں گے‘ ہمدردی کے تحت کیا جانے والا فیصلہ صرف تین لفظوں کا محتاج ہے اور تمام عمر سعدیہ‘ شیزرے کو نہ ایکسیپٹ کریں گی اور نہ ہی وہ لوٹ کر آئے گی۔

......☆☆☆......

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وردہ کئی دن سے سعدیہ کے گھر سے چلی گئی تھی آج یونہی وہ وردہ کی طرف گئیں تو گھر میں سناٹا محسوس کر کے اِدھر اُدھر دیکھتی ہوئیں وہ اندر گئیں‘ ملازمہ نے دروازہ کھول دیا تھا سامنے ہی وردہ نڈھال سی لیٹی تھی۔

"کیا ہوا وردہ تمہیں؟" سعدیہ تڑپ کر اس کے پاس آئیں۔

"آنکھیں کھولو‘ مجھے دیکھو‘ کیا ہوا تمہیں وردہ؟" انہوں نے اسے جھنجھوڑ ڈالا‘ وہ نیند اور نشے کی حالت میں کچھ نہیں بول سکی تھی۔

"کچھ نہیں پھپھو! میں ٹھیک ہوں‘ شوبی مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔"

"کیا لینا دینا ہے تمہیں شوبی سے‘ ہوش میں آؤ تم وردہ!"

"نہیں پھپھو! میں اکیلی رہ گئی ہوں میں خود کو مٹا دوں گی ختم کر لوں گی شوبی نے مجھے دھوکا دیا ہے‘ وہ ایک ساتھ مجھے اور مما کو چیٹ کر رہا ہے وہ مما کے ساتھ بنکاک گھومنے گیا ہے‘ یو نو پھپھو! میں اکیلی رہ گئی مجھے کچھ نہیں دکھائی دے رہا۔" اس نے ہاتھ پھیلا کر کچھ بیڈ پر ڈھونڈنے کی کوشش کی ‘ وہ نیم بیہوش حالت میں اس وقت بھی بیڈ پر گر گئی تھی‘ سعدیہ ڈرائیور

کی مدد سے اسے اٹھا کر قریبی ہاسپٹل میں لے گئیں' ڈاکٹر کا انکشاف سن کر وہ دیوار سے جا لگیں۔ڈاکٹر نے بتایا تھا "5ماہ کی پریگننسی ہے ان کی بلڈ پریشر بالکل لو ہے' بہت زیادہ ڈرنک کرنے کی وجہ سے یہ اس وقت ٹھیک سے سانس نہیں لے پا رہیں۔"

"او مائی گاڈ!" سعدیہ شاک میں آ گئیں اور کچھ بھی نہ بول سکیں۔وردہ کو ایڈمٹ کروا کر وہ تھکے تھکے قدموں سے واپس آئی تھیں اور ڈرائیور کے ساتھ وہ سیدھی شایان ہاؤس پہنچیں تو ملازم نے انہیں بتایا تھا۔

"بیگم صاحبہ اور شوبی کل رات کی فلائٹ سے ملک سے باہر چلے گئے۔" یہ انہیں دوسرا شاک لگا۔

"بیگم صاحبہ! ہیں کل سے آپ کو فون کر رہا ہوں کوئی نہیں اٹھا رہا تھا' شوبی' بیگم صاحبہ اور وردہ بی بی کے درمیان بہت جھگڑے ہوئے۔" ملازم کی نظریں جھکی ہوئی تھیں تب سعدیہ گھر کی ملازمہ کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں لے گئیں۔

"سچ سچ بتاؤ یہاں کیا ہو رہا تھا میرے بھائی کی غیر موجودگی میں۔"

"بیگم صاحبہ! میں کیا بتاؤں کہ یہاں سب لوگ کیا کرتے ہیں' چھوٹے صاحب بہت دنوں سے باہر گئے ہوئے ہیں اور وہ بیگم صاحبہ..."

"بولو بولو کیا وہ بیگم صاحبہ؟"

"بی بی! مجھے شرم آتی ہے بتاتے ہوئے' ایک طرف شوبی وردہ کے ساتھ تو دوسرے کمرے میں بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوتا' یہ بات وردہ بی بی کو پسند نہیں تھی اسی بات کو لے کر روز یہاں جھگڑا ہوتا' وردہ بی بی زیادہ سے زیادہ شراب پینے لگیں پھر انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ شوبی کسی ایک کا انتخاب کرے گا اور آسیہ بیگم صاحبہ چاہتیں تھیں کہ وردہ آپ کے گھر رہے لیکن وردہ نے وہاں جانے سے انکار کر دیا' اسی بات پر یہاں روز جھگڑا ہوتا' آخرکار فیصلہ ہوا کہ شوبی ایک کا ہو کر رہے گا' آسیہ بیگم صاحبہ شوبی کے ساتھ کہیں باہر چلی گئیں اور وردہ بی بی نے بہت شراب پی لی یہ تو اچھا ہوا کہ آپ آ گئیں۔"

"اچھا... تم جائو۔" وہ وہیں کرسی پر سر پکڑے بیٹھی تھیں۔

"او خدایا! یہ کس قسم کے لوگ ہیں۔" انہوں نے آسیہ سے کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کی لیکن سیل آئوٹ آف رینج تھا اور شایان نے بھی کال ریسیو نہیں کی۔انہوں نے سب سے بوڑھی ملازمہ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو ہم نے وردہ بی بی کو ہاسپٹلائز کر دیا ہے' وہاں اس کی دیکھ بھال ہو رہی ہے' ہو سکتا ہے اسے چند دن اور وہاں لگ جائیں' جونہی وہ ٹھیک ہوتی ہے ہم اسے گھر لے آئیں گے' تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' تم جب تک گھر کی دیکھ بھال کرو میں شایان سے کانٹیکٹ کرتی ہوں۔" وہ تھکے تھکے قدموں سے کار تک آئی تھیں۔

"یہ سب کیا ہو گیا؟ اُف خدایا! ایسا کچھ ہو گا ایسا تو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا اور اگر وہاں سب کو پتہ چل جائے تو میں کیا کر سکوں گی جو کچھ وردہ نے کیا یہ اچھا نہیں کیا' یہ تو اچھا ہوا کہ میں خود ہی آ گئی۔" وہ تھکے ہوئے قدموں سے گھر میں جب داخل ہوئیں تو فہد اپنی پیکنگ کر رہا تھا۔

"کیا ہوا فہد! بڑے باپ کی بیٹی نے گھاس نہیں ڈالی واپس چلی گئی۔"

"جی مما! اسے میں خود چھوڑ آیا ہوں۔"

"کہیں وہ تمہارے ساتھ تو نہیں جارہی؟"

"جب آپ چاہیں گی تو میں اسے ساتھ بھی لے جائوں گا' ویسے مجھے کوئی اتنی جلدی نہیں ہے۔"

"کمال کے ہو فہد تم' نور محل والے جسے ڈھونڈ نہ سکے اُسے تم 24 گھنٹے کے اندر اندر نور محل میں بھی لے آئے۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولیں۔

"بس مما! میں ایسا ہی ہوں۔"

"ویری جینئس اینڈ ویری انٹیلی جنٹ' بیٹا کس کا ہے' میرا۔" وہ بہت تھکے تھکے لہجے میں بولیں تو فہد پلٹ کر بولا۔

"کیا بات ہے مما! آج آپ بہت تھکی تھکی لوٹیں ہیں، ماموں جان تو ٹھیک ہیں؟ شایان کا کوئی نیو پروجیکٹ آیا؟ اور جب سے میں آیا ہوں وردہ سے تو میری ملاقات ہی نہیں ہوئی۔" سعدیہ کا دل دھک سے ہوا۔

"ہاں شایان تو کافی پہلے سے باہر گیا ہوا ہے اور اب اُسی سلسلے میں وردہ بھی باہر گئی ہوئی ہے۔"

"تو شوبی بھی ساتھ گیا ہو گا لیکن احمد کو تو ایسی کوئی خبر نہیں ہے کہ وردہ..." اس نے اپنی اٹیچی دھڑ سے بند کی۔

"احمد سے ہائے ہیلو سے زیادہ وہ اتنی فری نہیں ہوتی جتنی نور محل کی بچیاں ہوتی ہیں۔"

"او آئی سی، ہاں وردہ کا تعلق نور محل سے نہیں ہے ناں ورنہ شاید وہ شوبی کے ساتھ اس طرح سے نہ گھومتی پھرتی، ویسے مما جب میں نیو ایئر پارٹی سے واپس آ رہا تھا تو وہ شوبی کے ساتھ نہیں کسی اور لڑکے کے ساتھ نظر

آئی تھی اور اس نے اچھا خاصا ڈرنک کر رکھا تھا، اتنا کہ وہ نشے کی حالت میں مجھے بھی نہیں پہچان رہی تھی۔"

"ہائی پارٹیز ہیں،یہی سب چلتا ہے فہد!"

"او یس مما! یہ تو میں بھول گیا تھا کہ اس کا اسٹیٹس کچھ اور ہے، وہ کسی اور اسٹیٹس سے بے لونگ کرتی ہے۔"

"آف کورس بیٹا! کروڑوں کی پراپرٹی کی وہ تنہا مالک ہے، شایان کے بعد جو کچھ تھا بھائی کا انہوں نے وردہ کے نام کر دیا ہے، تم یہاں سے کب تک نکل رہے ہو؟"

"کیوں مما! کہیں آپ کو جانا ہے؟ کوئی اہم میٹنگ یا کسی این جی او میں آپ کو جانا ہے؟"

"نہیں فی الحال تو آج میری کوئی میٹنگ نہیں ہے، یہ تو میں نے ویسے ہی پوچھ لیا۔"

......☆☆☆......

فہد کو گئے ہوئے آج دوسرا دن تھا کہ اچانک آج عبیر گھر نہیں لوٹی، پہلے تو یہ امید رہی سعدیہ کو کہ وہ رات تک آ جائے گی، بار بار انہوں نے سیل پر رابطہ کیا مگر فون آف تھا پھر انہوں نے سامیر سے بھی رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر اس کا بھی سیل آف تھا، بہت بے چین سی سعدیہ کی صبح ہوئی تھی وہ بہت بے چین سی بالکونی تک آئی تھیں پھر وہ پریشان ہو کر کرن کے پاس آئی تھیں۔

”عبیر رات بھر نہیں آئی؟“ تو کرن گھبرا کر اٹھ بیٹھ گئی۔

”او نو مما! اٹ مینس کہ وہ چلی گئی۔“ وہ سہم کر بیڈ پر بیٹھی تھی۔

”کہاں کرن کہاں چلی گئی۔“

”مما! وہ کہہ رہی تھی کہ اگر فہد بھائی نے شیزرے کو ڈھونڈ لیا ناں تو وہ ایک دن بھی اس شہر میں نہ رک سکے گی، اسے ڈر تھا کہ فہد بھائی اسے اور

سامیر کو جان سے مار دیں گے۔“ کرن گھبراہٹ اور خوف سے زرد پڑ گئی تھی۔

”نہیں کرن ایسا مت کہو۔“ وہ گھبرا کر منظور کے کمرے میں آئی تھیں۔ پھر احمد کو اٹھایا اور یہی تاثر دیا کہ کسی وجہ سے عبیر گھر نہیں آئی، سب یہی سمجھے کہ کسی نے کڈنیپ کر لیا ہے، احمد نے جگہ جگہ عبیر کے لیے کانٹیکٹ کیا، پھپھو، ماموں کے ہاں ڈھونڈ چکے تھے، آج دوسرا دن تھا مگر عبیر کا کوئی پتہ نہیں تھا پھر منظور مصطفی نے احمد کے ساتھ جا کر ایف آئی آر درج کرائی تھی، گھر میں ایک سوگ کا عالم تھا عزت اور رسوائی کے ڈر سے ایف آئی آر میں سامیر کا نام نہیں لیا گیا تھا بس اتنا کہا گیا تھا کہ وہ کالج سے واپس نہیں آئی تھی جبکہ سعدیہ نے اپنی طرف سے سامیر سے بار بار کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کی تھی اور کرن کو بھی منع کر دیا تھا کہ کسی کو مت بتائے کہ وہ سامیر کے ساتھ گئی ہے، وہ دعائیں مانگ رہی تھیں کہ وہ لوٹ

آئے‘ احمد اپنی جاب پر بھی نہیں جا رہا تھا‘ ہر شخص عبیر کی فکر میں بھاگ دوڑ کر رہا تھا‘ سب نے یہ بات فہد سے چھپائی تھی۔

آج عبیر کو اس گھر سے گئے ہوئے ساتواں دن تھا کہ سعدیہ کو عبیر کی کال آئی تھی۔

”سوری مما! میں آپ کو کال نہیں کر سکی‘ دراصل یہاں آتے ہی میں شاپنگ کرنے لگی پھر میں نے سوچا کہ فائنل فیصلہ ہو جائے تو میں آپ کو فون کر دوں۔“ وہ بہت لہکتے ہوئے خوشگوار لہجے میں بولی تو سعدیہ تڑپ کر بولیں۔

”عبیر میری جان تم کہاں ہو‘ کہاں سے بول رہی ہو؟“ سعدیہ کی سانس پھولنے لگی۔

”مما! میں دبئی میں ہوں اور میں نے سامیر سے شادی کر لی ہندو رسم و رواج کے مطابق‘ سچ مما میں نے آپ کو بہت مس کیا‘ آج شام ہیں یہاں سے سوئٹزرلینڈ جا رہی ہوں‘ سوچا آپ پریشان ہوں گی صرف اس لیے بتا دیا

ورنہ مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے‘ سامیر اب میرا شوہر ہے آپ کے بیٹے کے خوف سے وہ شہر میں نے چھوڑ دیا اور اب اس شہر میں‘ میں کبھی نہیں آئوں گی‘ مما سامیر بہت اچھا انسان ہے‘ وہ شیتل گروپ آف انڈسٹریز کا ناصرف مالک ہے بلکہ سوئٹزرلینڈ میں بھی اس کا وسیع کاروبار ہے‘ میں واپس آ کر آپ کو فون کروں گی جب تک کے لیے اللہ حافظ۔“

”عبیر...“ ان کے ہاتھ سے سیل گرا اور وہ دھڑ سے بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

”کیا ہوا مما؟“ کرن گھبرا کر آگے بڑھی۔

”عبیر دبئی میں ہے اور اس نے سامیر سے شادی کرلی ہندو رسم و رواج کے مطابق۔“ ان کی سانس ساکت ہو گئی تھی‘ کرن جہاں بیٹھی تھی، بیٹھی رہ گئی۔

”احمد کو جلدی فون لگا‘ میں بتائوں اسے‘ وہ تو مارا مارا پھر رہا ہو گا اس کے لیے۔“

"احمد..." بے تحاشا رو کر بولیں تو وہ گھبرا کر بولا۔

"کیا ہوا مما! بابا تو ٹھیک ہیں؟" وہ گھبرا کر بولا۔

"احمد! عبیر نے دبئی میں سامیر سے شادی کر لی' اس نے مجھے خود فون کر کے بتایا ہے احمد میں لٹ گئی میں مر گئی۔" وہ فون پر چیخ رہی تھیں۔

"مما! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا' مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا' مجھے آپ کی آواز نہیں آ رہی' میں کہاں ہوں۔" گاڑی ٹکرانے کی آواز آئی تھی اور ایک چیخ تھی جو سعدیہ نے سنی' سعدیہ دوڑتی ہوئیں ننگے پیر نیچے بھاگی تھیں۔

"عباد! احمد کا کہیں ایکسیڈنٹ ہوا ہے گاڑی ٹکرانے کی آواز آئی ہے' عباد کچھ کرو۔" عباد' احمد کے سیل پر بار بار کال کر رہا تھا' فون پر مختلف آوازیں' شور' ہنگامہ اور ٹریفک کی آوازیں تھیں۔

"ایکسیڈنٹ بہت بڑا ہے جلدی ان کو قریبی ہاسپٹل میں پہنچا دو' پولیس کو کال کرو دونوں گاڑیاں تباہ ہو گئی ہیں۔" پولیس موبائل اور ایمبولینس کی آوازیں آ

رہی تھیں' عباد باہر گاڑی میں بیٹھا مستقل رابطے میں تھا تب کسی نے فون پر بتایا تھا۔

"جی سر! جس نمبر پر آپ رنگ کر رہے ہیں اس گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے زخمی حالت میں انہیں قریبی ہاسپٹل لے جایا گیا ہے۔"

"اوہ... وہ میرا بھائی ہے' میں وہاں پہنچ رہا ہوں۔" عباد کے ہاتھ کانپ رہے تھے تو ندیم نے اسٹیئرنگ سنبھالا۔سعدیہ بُرے طریقے سے چیخ رہی تھیں۔

"دعا کریں اماں! میرے احمد کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔" لیکن اصل بات وہ اس وقت بھی چھپا گئی تھیں۔بروقت طبّی امداد سے احمد کو بچا تو لیا گیا تھا مگر وہ ابھی تک کسی کو پہچان نہ سکا تھا' عباد اور ندیم اس کے پاس تھے گھر والوں کو بھی اطلاع ہو گئی تھی۔

"چپ کرن چپ' منہ بند کر لے ورنہ یہ لوگ ہمیں مار ڈالیں گے۔"

"میر ابھائی مر رہا ہے اور آپ پھر بھی یہی سوچ رہی ہیں کہ یہ لوگ باتیں بنائیں گے' آپ خدا کا خوف کریں معافی مانگیں اللہ سے کہ وہ احمد بھائی کو

نئی زندگی دے دے‘ ویسے ندیم تو کہہ رہا ہے کہ وہ خطرے سے باہر ہیں مگر وہ کسی کو پہچان نہیں رہے اس وقت وہ انتہائی نگہداشت ہیں میں نیچے سب دعا کررہے ہیں اور آپ صرف چیخ رہی ہیں اور رو رہی ہیں‘ مما پلیز آپ دعا کریں۔“ کرن نے انہیں جھنجھوڑ ڈالا۔

......☆☆☆......

”اس وقت محبت کرنے والے ہی ان کے لیے کچھ کر سکتے ہیں‘ میں رامین آپی کو فون کر رہی ہوں۔“ کرن پہلی بار گھبرا کر بولی۔

”پھپھو کو بتاؤ جلدی وہ دعا کریں گی۔“ کرن کو پہلی بار ان کے چہرے پر ممتا کی جھلک نظر آئی‘ وہ فون کرنے کے بعد جب پلٹی تو سعدیہ نے پوچھا۔

”کیا ہوا‘ پھپھو کچھ بولیں؟“

”رامین آپی اور بشریٰ ہاسپٹل پہنچ گئی ہیں اور پھپھو جاء نماز پر بیٹھی دعا کر رہی ہیں‘ راحمہ کہہ رہی ہے کہ وہ جب تک وہاں سے نہیں اٹھیں گی جب تک احمد بھائی کو ہوش نہیں آ جاتا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میرے بیٹے کے لیے اتنی محبت۔“ سعدیہ حیران سی بے سہارا سی ہو کر بیٹھ گئی تھیں۔

”اچھا دیکھو کرن! مجھے بھی ہاسپٹل جانا ہے میرے تو ہاتھ کانپ رہے ہیں ڈرائیور کو کہو گاڑی نکالے اگر احمد کو کچھ ہو گیا تو میں خود کو معاف نہیں کروں گی‘ کرن...“ انہوں نے کرن کا ہاتھ تھام لیا۔

”میں نے رامین کا دل توڑا ہے کہیں تمہاری پھپھو نے بددعا تو نہیں دی۔“

”کیسی باتیں کرتی ہیں مما! پھپھو کیوں بددعا دیں گی‘ وہ ان کے بھائی کا بیٹا ہے‘ کیا آپ شایان بھائی کو بددعا دے سکتی ہیں۔“

”کبھی نہیں۔“

”مما! آپ سب سے معافی مانگیں‘ عباد بھائی کہہ رہے تھے کہ احمد بھائی کی زندگی کو خطرہ ہے‘ آپ سب سے معافی مانگیں۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

”ہاں میں سب سے معافی مانگ لوں گی‘ میں نے رامین کو بہت ہرٹ کیا ہے‘ تم بولو کرن! کہ وہ مجھے معاف کر دے‘ میں خود نہیں کہہ سکتی۔“

”نہیں مما! یہ اَنا اور ضد ہمیشہ فاصلہ قائم کرتی ہے‘ آپ اتنی اچھی مما ہیں کہ آپ نے فوراً ہی معافی مانگنے کی سوچ لی‘ مما اس میں کوئی حرج نہیں ہے آپ خود رامین آپی سے معافی مانگ لیں۔“

”کیسی باتیں کرتی ہو میں معافی مانگ لوں رامین سے‘ کیا سوچے گی وہ۔“

”مما! معافی کے بہت سارے طریقے ہوتے ہیں‘ ضروری نہیں کہ ہم کسی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جائیں‘ دل میں صرف خدا کا خوف اور احمد بھائی کی محبت کو محسوس کریں۔“ وہ اپنے آنسو پونچھ کر بولی تو سعدیہ گاڑی سے نیچے اتر آئیں‘ وہ راہداری میں کرن کا ہاتھ پکڑے تیز تیز چل رہی تھیں‘ انہیں دور سے چلتا ہوا عباد نظر آ گیا تھا‘ وہ دوڑ کر عباد سے لپٹ کر بولیں۔

”کہاں ہے میرا احمد؟“

”چچی آرام سے۔“ سعدیہ بے تحاشا آنسوئوں میں ڈوب رہی تھیں۔

”آپ دعا کریں بس۔“ سامنے ویٹنگ روم میں بیٹھی ہوئی رامین پر نظر پڑی تو وہ چہرہ پھیر گئیں‘ جس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔

کچھ ہی دیر کے بعد وہاں عمیرہ بھی پہنچ گئی تھیں‘ سعدیہ مڑ کر بہت تیزی سے عمیرہ کی طرف گئیں‘ ہاتھ تھام کے عمیرہ کے بولیں۔

”عمیرہ! تم نے میرے بیٹے کو بددعا تو نہیں دی۔“ انہوں نے ہاتھوں کی گرفت عمیرہ کے ہاتھوں پر سخت کی تھی۔

”بھابی!“ عمیرہ نے گہرا سانس لے کر گلے سے لگا لیا۔

”کیسی باتیں کرتی ہیں آپ‘ یہ تو میرے دل کے ٹکڑے ہیں‘ بددعا کیسی‘ کیا کیا ہے اس نے میرا۔“ تو سعدیہ نے آنسو پونچھ کر سر جھکا لیا۔

تبھی شیزرے اندر ہوئی تھی گھبرائی ہوئی سی' حریم کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے' وہ تڑپ کر قریب آئی' سامنے منظور بھی کھڑے تھے' حریم' شیزرے سے لپٹ گئی۔

"شیزرے! دیکھو یہ کیا ہو گیا۔"

"کچھ نہیں حریم! سب ٹھیک ہو جائے گا' میرے بابا اسی ہاسپٹل کے انچارج ہیں اور اس وقت آن ڈیوٹی بھی ہیں اور آئی تھنک سو ایمرجنسی پر بابا آئے ہیں' مے بی وہ احمد بھائی کے لیے آئے ہوں۔" تو سعدیہ نے بہت چونک کر آہستہ سے مڑ کر شیزرے کو دیکھا۔

"میں ابھی بابا کو انفارم کرتی ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ بہت تیز سب کو نظرانداز کرتی ہوئی مڑ کر چلی گئی تھی۔

"ڈاکٹر شبیر حسن' شیزرے کا باپ ہے۔" منظور نے بہت آہستہ سے نظر اٹھا کر سعدیہ کو دیکھا تھا۔

"ہو گا کوئی بھی مگر مجھے اس وقت صرف اپنا بچہ چاہیے۔"

"اللہ سے امید رکھو سب ٹھیک ہو گا۔" عمیرہ بولیں۔

"بس عمیرہ! تم دعا کرو۔"

"بھابی! میں مستقل دعا کررہی ہوں یہ کہنے کی کوئی بات نہیں ہے۔" تبھی شیزرے پھر پلٹ کر آئی تھی۔

"چھوٹے ماموں! آپ آیئے بابا سے ملیے' وہ آپ کو ساری تفصیلات احمد بھائی کے بارے میں بتا دیں گے۔" شیزرے ان کا ہاتھ پکڑ کر بہت تیز آگے بڑھی تھی۔

......☆☆☆......

آج چوتھا دن تھا احمد کو روم میں شفٹ کر دیاگیا تھا' اس وقت بھی وہاں کئی لوگ موجود تھے' پرائیویٹ روم میں ایک اٹینڈنٹ کے رہنے کی بھی اجازت تھی' سوال یہ تھا کہ اس وقت رات میں اس کے ساتھ کون رہے' عباد خود سخت فلو کا شکار ہو چکا تھا صرف اس وقت رامین' کرن اور شیزرے تھیں' تب سعدیہ کی نظر حریم کی طرف اٹھی تھی۔

"بھابی! رات میں آج حریم رک جائے‘ سمجھدار ہے اور دوسری بات احمد کو سمجھتی بھی ہے‘ احمد اس کی بات بھی سن لے گا۔" تو عذرا نے مسکرا کر ان کی جانب دیکھا تھا۔

"حریم کا یہاں رات رُکنا اب مشکل ہے۔" تو حریم شرما کر اپنا رُخ موڑنے لگی تو عذرا کے چہرے پر ایک الوہی مسکراہٹ پھیلی۔

"سعدیہ! ہمارے گھر ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔" تو حریم جلدی سے وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

"تو پھر کرن تو رہ نہیں سکتی‘ احمد اس کی کوئی بات نہیں مانے گا۔"

"ایسا کرتے ہیں تم وردہ کو فون کرو بلائو اس کو رات وہ رہے گی۔"

"منظور! ویسے تو وردہ خود پہنچنے والی ہے مگر میں نہیں سمجھتی کہ وہ یہاں رُکے گی۔"

"کیوں نہیں رُک سکتی‘ احمد کو اس کی ضرورت ہے۔"

"وہ تو ہے میں بھی جانتی ہوں۔" ان کا لہجہ جھنجھلا گیا تھا۔

"آ جاتی ہے تو پوچھ لیتی ہوں میں‘ کیوں آپ میں سے کوئی نہیں رہ سکتا۔" وہ جھنجھلا کر عذرا سے بولیں۔

"میں تیار ہوں سعدیہ! لیکن رات گزارنی اور احمد کی دیکھ بھال بھی کرنی ہے وہ ابھی ڈسٹرب ہے۔" ان کی ہمت نہیں پڑی کہ وہ رامین کا نام لیں تبھی تھوڑی دیر میں واقعی وردہ پہنچ گئی تھی۔

"سوری پھپھو! مجھے کچھ دیر ہو گئی‘ اب کیسا ہے احمد؟"

"ٹھیک ہے اور رات اس کے پاس ایک اٹینڈنٹ کی ضرورت ہے‘ میں چاہتی ہوں کہ تم یہاں رات رُک جائو۔"

"او نو پھپھو! میں تو بڑی مشکل سے ٹائم نکال کر آئی تھی کہ آپ مجھے بار بار فون کر رہی تھیں اس لیے آ گئی‘ پھپھو مجھے تو باربی کیو نائٹ پر دوستوں نے انوائٹ کیا ہے ویسے بھی میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے‘ اوکے میں تھوڑی

دیر کے لیے احمد سے مل لوں۔'' وہ بیگ اٹھائے اندر کی طرف گئی تھی تب دبے دبے لفظوں میں سعدیہ نے رامین کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

''چلو اتنا تو احمد کا حق بنتا ہے کہ رامین یہاں رات رُک جائے۔'' ان کا لہجہ بہت ٹوٹا ٹوٹا سا تھا۔

''نہیں رامین یہاں نہیں رُکے گی۔'' منظور ایک دم سے کھول اٹھے۔

''ماموں جان! کوئی بات نہیں۔'' رامین جلدی سے بولی۔

''میں رُک جائوں گی احمد کے پاس' ویسے بھی میری چھٹیاں ہیں۔''

''نہیں کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں یہاں رُکنے کی' وردہ یہاں رُکے گی' تمہاری ماں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تم گھر جائو۔'' تو سعدیہ جلدی سے بڑھ کر آئیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

''منظور! آپ کو کیا ہو گیا ہے اگر وہ اپنی مرضی سے رک رہی ہے تو رُکنے دیں' بھابی آپ دیکھیں میں تو رُک نہیں سکتی اور نہ ہی وہ میرے قابو میں آئے گا' کرن بہت چھوٹی ہے آپ سمجھائیں ناں منظور کو۔'' تو عذرا بولیں۔

''سعدیہ! میں کیا کہوں۔'' وہ سٹپٹا سی گئیں۔

''ماموں جان! ایسا کیا ہو گیا کہ میں احمد کے پاس نہیں رک سکتی اس کو نہیں دیکھ سکتی' آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں اس کی بہتر دیکھ بھال نہیں کر سکوں گی۔''

''منظور! رامین ٹھیک کہہ رہی ہے احمد اس کی بات مان لے گا' آپ نے سنا نہیں نرس کیا کہہ رہی تھی کہ احمد کوآپریٹ نہیں کرتا' میڈیسن وقت پر نہیں لیتا' کم از کم وہ رامین کی سن لے گا۔'' تو عمیرہ بولیں۔

''ٹھیک ہے رامین یہاں رک جائے گی منظور! اس میں اتنی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

"احمد! ہائو آر یو۔" وردہ بولی اور بڑی محبت سے اس کی طرف جھکی تو احمد بہت کرب دکھ اور ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میں ٹھیک نہیں ہوں' مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا۔"

"او نو... تو تم بلائنڈ ہو چکے ہو اٹ مینس۔"

"ہاں..." احمد کے لہجے میں دکھ اور کرب کا ایسا گہرا تاثر تھا کہ وردہ بھی چپ ہو گئی اور پلٹ کر باہر نکل آئی۔

"او مائی گاڈ پھپھو جانی! احمد توبلائنڈ ہو چکا ہے۔"

"اللہ نہ کرے۔" عذرا بولیں۔

"چپ ہو جائو وردہ اور تم جائو یہاں سے۔" اس وقت سعدیہ کا بھی لہجہ دکھ سے ڈوب رہا تھا' وردہ کے جانے کے بعد سبھی لوگ جانے کے لیے کھڑے تھے۔

"امی! آپ ماموں جان کے ساتھ چلی جائیں' ویسے بھی نانو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میری فکر بالکل نہ کریں' چھوٹی ممانی! آپ صبح تو آئیں گی ناں' آپ لوگ گھر جائیں ہیںاحمد کو دیکھ لوں گی' آپ بالکل فکرنہ کریں' دیکھتی ہوں کیسے میڈیسن نہیں لیتا۔" سبھی اطمینان سے لوٹ آئے تھے۔ تبھی وہ دبے قدموں پلٹ کر احمد کے روم میں آئی تھی' اس سے پہلے بھی وہ مل تو چکی تھی احمد سے پھر بھی وہ دبے قدموں چلتی ہوئی احمد کے روم میں آئی تو اس نے اپنا ہاتھ احمد کی آنکھوں پر رکھ دیا تھا' اس نے کلائی پکڑ کر اس کا ہاتھ دور جھٹک دیا تھا۔

"اچھا احمد! اب میں اتنی بُری لگنے لگی ہوں' بھول گئے اپنا وعدہ۔"

"مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔" اس نے بڑی بے رحمی سے بات کاٹ دی تھی۔

"احمد! ایسے تو نہیں کرتے' تم اس طرح سے ہمت ہارو گے تو پھر باقی لوگوں کا کیا ہو گا۔" وہ بڑے راحت رسان لہجے میں اطمینان سے بولی۔

"تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ تڑپ کر بولا۔

"اچھا... تو ہم سب غیر ہوگئے ہم کچھ نہیں لگتے تمہارے' مجھے تم سے یہ امید تو نہیں تھی۔" اس کا لہجہ دکھ اور افسوس میں ڈوب رہا تھا' تھوڑے وقفے کے بعد احمد پھر بولا۔

"تمہیں اس طرح سے یہاں نہیں رُکنا چاہئے تھا۔"

"احمد! اب ہمارے بیچ ایسا کیا ہے جس سے میں خوفزدہ ہو کر تم سے منہ موڑ لوں' کیا تم ابھی تک خوفزدہ ہو۔" تو احمد نے کوئی جواب نہیں دیا'

رامین نے آہستہ سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا' احمد کو یوں لگا کہ جیسے اس کے پورے جسم میں زندگی سرائیت کر گئی ہو' منجمد خون میں ایک حرارت سی جاگ پڑی ہو' دل تو اس کا بھی چاہا تھا کہ تڑپ کر وہ ہاتھ تھام لے مگر وہ بڑی بے بسی اور کرب سے اس لمحے کو برداشت کر گیا' بظاہر اسے کچھ نظر تو نہیں آ رہا تھا لیکن آواز اپنے اندر ہر تاثر کو ظاہر کرتی ہے' خوشبو کی طرح جب پھیلتی ہے تو لفظوں کو گویائی کی ضرورت نہیں رہتی' لفظ رنگوں کی طرح دہکنے لگتے ہیں' سماعت میں جلترنگ سے بجتے ہیں' احمد نے ایک گہرا

سانس لیا اور تھوڑا سا اپنی نظروں کو پھیر گیا تو رامین پھر بڑی محبت سے اس کی کلائی تھام کر بہت ہی شائستگی سے بولی۔

"احمد! ایسا مت کرو۔" رامین کی آنکھیں بھیگ گئیں تو اس نے ہاتھ چھوڑ دیا اور آنسو پونچھ کر کھڑی ہو گئی' احمد کو اس کے آنسوئوں کی مہک محسوس ہو گئی تھی۔

"مجھ جیسے انسان کے لیے تم کیوں اپنے آنسو بہارہی ہو' میں نے تمہیں دکھ کے سوا دیا ہی کیا ہے۔" اس کے ہونٹوں پر بڑی زخمی مسکراہٹ تھی۔

"میں تم سے کچھ لینا بھی نہیں چاہتی' بس صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم فہد بننے کی کوشش مت کرو' تم احمد تھے اور احمد بن کر رہو' کیوں ایسا کررہے ہو تم' سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ آنسو پونچھ کر بولی۔

"اب سب کچھ بہت مشکل ہے یہ تم بہت اچھی طرح جانتی ہو' نہ میں کبھی فہد تھا نہ کبھی بن سکتا ہوں اور تم کس کو فریب دینے کی کوشش کر رہی ہو مجھے یا خود کو؟"

”نہیں احمد! میں نہ تمہیں فریب دے رہی ہوں نہ خود کو‘ فریب دینے سے خون کی گردش میں تمہارا نام نہیں مٹ سکتا یہ وقت کی سچائی ہے مگر احمد! دوسروں کے لیے پھر بھی جینا پڑتا ہے۔“ وہ کرسی کھینچ کر اس کے قریب بیٹھ گئی تھی۔

”ہاں... لیکن میں محبتوں سے بہت دور چلا گیا ہوں جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔“ تبھی آہٹ ہوئی تو نرس اندر داخل ہوئی۔

”ٹھیک ہے احمد! مگر جیسا تم سوچتے ہو میں ایسا نہیں سوچتی۔“

”تمہاری یہ اپنی سوچ ہے۔“ احمد آہستہ سے بولا۔

”دیکھو احمد! دوا کا ٹائم ہو گیا ہے تم دوا لے لو۔“

”نہیں... میں ٹھیک ہوں‘ صرف مجھے نیند نہیں آرہی‘ میں سونا نہیں چاہتا۔“

”احمد! پلیز دوا لے لیں‘ تمہیں تکلیف ہے تمہارے چہرے سے پتہ لگ رہا ہے۔“ رامین نے اسے سہارا دے کر اٹھایا تھا‘ نرس دوا دے کر جا چکی تھی‘ احمد کا چہرہ اس وقت بہت جذباتی سا ہو رہا تھا۔

”احمد پلیز!“ احمد کی آنکھوں سے جھر جھر آنسو بہنے لگے۔

”مت سوچو احمد کچھ۔“ اس نے گھبرا کر احمد کی آنکھیں ٹشو سے صاف کیں۔

”معاف کر دو رامین مجھے۔“ اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

”کس بات کی معافی احمد! کیا سوچ رہے ہو تم‘ پلیز احمد اگر ایسا کوئی احساس ایک پل کے لیے بھی آتا تو احمد میں تمہارے قریب بھی نہ آتی‘ تم سے میرا خون کا رشتہ ہے۔“

”کیوں کیا میرا تم سے خون کا کوئی رشتہ نہ تھا‘ بس اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اب تم مجھ سے بہت دور چلی جائو‘ ایک کمٹمنٹ تھی میری خود سے سو میں ہار گیا۔“

"نہیں احمد! ایسا کچھ نہیں ہوا' تم اب بھی ایک اچھے انسان ہو جس نے ہمیشہ اپنی ماں کی بات مانی' اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے' تم زیادہ بات مت کرو' کیا ہوا احمد کوئی تکلیف ہے تمہیں؟" احمد نے درد سے آنکھیں بند کرلیں۔

"میں ڈاکٹر کو بلاؤں اس کو بتاؤں کیسا فیل کر رہے ہو تم۔"

"کوئی ضرورت نہیں مجھے کسی ڈاکٹر کی' تم بھی میرے پاس سے چلی جاؤ۔"

وہ ڈاکٹر کو بلا لائی۔

"یہ بہت اسٹریس میں ہیں انہیں ہم سکون کے لیے اس وقت نیند کا انجکشن دیں گے۔" تھوڑی دیر کے بعد نرس نے آکر احمد کو انجکشن دیا تھا۔

"احمد! ہیں تمہارے پاس ہوں تم سو جاؤ' تمہیں تھوڑی دیر میں نیند آجائے گی لیکن میں تمہارے پاس بیٹھی ہوں اور جاگ رہی ہوں۔"

"کیوں رامین کیوں؟" اس نے رامین کا ہاتھ پھر تھام لیا تھا۔

"بس احمد! ڈاکٹر کہہ رہا ہے کہ تم ذہنی طور پر بہت ڈسٹرب ہو۔"

"میں... ڈسٹرب' رامین میں..." اور اس کی آواز خاموش ہوتی چلی گئی' رامین بہت دیر تک اس کا ہاتھ پکڑے سسک سسک کر روتی رہی اور احمد بالکل بے خبر سو رہا تھا۔اس کے پورے نچلے دھڑ میں پلاسٹر چڑھا ہوا تھا وہ کروٹ بھی نہیں لے سکتا تھا' بہت دیر تک وہ گم صم سی بیٹھی وہیں آنسو بہاتی رہی۔

وہ جب شعور و آگہی کی پہلی منزل پر پہنچی تھی اس وقت سے احمد اسے پسند کرتا تھا مگر جوں جوں وقت کی رفتار آگے بڑھی تو اسے احساس ہوا تھا کہ احمد اسے پسند کرتا ہے اور نہ جانے کب اور کیسے اسے بھی احمد سے محبت ہو گئی تھی اور ہر لمحہ وہ اس کے اتنے قریب آ گیا کہ اس کی ہر مشکل احمد ایک پل میں آسان کر دیتا' وہ عمیرہ کے بہانے گھر جاتا' زندگی کے تمام مسائل کو وہ حل کر دیتا' گھر میں تقریب ہوتی تو وہ بہانے سے گاڑی لے کر حاضر ہو جاتا' معاشی مسائل دیکھ کر اس نے رامین کو اپنے کوچنگ سینٹر میں جاب دلوا دی' وہ اس سے اور قریب آ گئی' شبر کووہ ٹیوشن دینے جاتا اور

وہ بھی صرف رامین کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے‘ وہ بے خبر سو رہا تھا زندگی کے سارے صفحے ہوا میں پھڑپھڑا رہے تھے اور ایک صفحے پر لکھا تھا۔

”فضائیں ڈھونڈتی رہتی ہیں تیری خوشبو کو
میرے وجود کے اندر ہے یہ خبر کر دو
مٹا کے رکھ دوں گا میں اپنی ہستی احمد ایک دن
جو نہ مل سکا میری منزل کا ہمسفر مجھ کو“

”واقعی احمد جینا نہیں چاہتا‘ محبت صرف ایک بار ہوتی ہے‘ ہم اپنے احساسات کو محبت کو فیلنگز کو نکال کر نہیں پھینک سکتے‘ سمجھو تہ تو کرسکتے ہیں‘ دبیز پردوں میں بھی محبت کو چھپا کر رکھو تو بھی وہ خوشبو کی طرح پھیل جاتی ہے‘ ہم چاہنے کے باوجود محبت کی اس خوشبو کو چھپا نہیں سکتے‘ روح کی مانند محبت ہمارے خون میں جب اترتی ہے تو یوں لگتا ہے کہ دل اس کے ہی نام سے دھڑک رہا ہے‘ ہونٹ ہنستے ہیں کہ ہم خوش ہیں لیکن تنہائیوں میں آنکھیں برستی ہیں‘ زندگی کے سفر میں بچھڑ جانے والا ہاتھ محبتوں کی بھیڑ میں کبھی

نہیں چھوٹتا‘ ہزاروں محبتیں ہم سے دامن گیر ہوتی ہیں مگر کسی کے نام کی محبت آنچل سے یوں اٹکی رہتی ہے جیسے جسم کے اندر ہماری روح قید ہو اور دل کے قید خانے میں صرف اور صرف اُسی کی محبت ہوتی ہے۔“ اس نے مڑ کر دیکھا احمد بے خبر سو رہا تھا کسی معصوم بچے کی طرح‘ اس کے چہرے پر نیند پھیل گئی تھی مگر اس کی اپنی آنکھوں سے نیند بہت دور تھی‘ اس نے کھڑکی پر پڑا ہوا کرٹن ڈوری سے ہلکے سے ہٹایا رات کی تاریکی میں گھروں کی جلتی ہوئی روشنیاں ستاروں کی طرح بکھری نظر آ رہی تھیں‘ سڑک خالی پڑی تھی اِکا دُکا کوئی گاڑی گزر جاتی تھی‘ احمد کی وہ چھوٹی چھوٹی شرارتیں جو ہمیشہ وہ کتابوں کے صفحوں پر لکھ کر جاتا تھا‘ پھر زندگی کا کوئی صفحہ پلٹا اس پر لکھا تھا۔

”چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو آج تک وہ عاشقی کا زمانہ یاد ہے
کھینچ لینا وہ میرا پردے کا کونہ دفعتاً

اور وہ دوپٹے سے تیرا منہ چھپانا یاد ہے“

اور پھر خود ہی پوچھنے لگا۔

”ارے یہ غلام علی کی غزل کس نے لکھی، کون ہے بھئی کون ہے۔“ تبھی رامین وہاں سے اٹھ گئی تھی، وہ جانتی تھی کہ یہ شرارت احمد کی ہے اور یہ مرض بھی اُسی کو لاحق ہوا ہے اور پھر لاسٹ میسج اس نے اپنے سیل کو نکال کر دیکھا جو اس نے کیا تھا۔

”کل چودھویں کی رات تھی شب بھر رہا چرچا تیرا

کچھ نے کہا چاند ہے کچھ نے کہا یہ چہرہ تیرا“

”بکواس۔“ اس نے جواب میں لکھا تھا۔

”چاند میں تو داغ ہوتا ہے احمد۔“

”ہاں تو ہے ناں سامنے دیکھو۔“ تو وہ بالکل سامنے کھڑا ہنس رہا تھا، بس وہ آخری ہنسی، اس کی آنکھوں سے اس وقت ٹوٹ کر آنسو گرے، اس نے مڑ کر احمد کو دیکھا۔

”نہیں احمد! تم نے مجھے قدم قدم پر جینا سکھایا، میں تمہیں ایسے نہیں چھوڑوں گی، میں تمہارے ساتھ ہوں محبت خودغرض نہیں ہوتی۔“ اور اس نے ونڈو کا کرٹن چھوڑ دیا۔

رات کی دوائوں اور انجکشن کے زیر اثر احمد سوتاتو رہا اور وہ اس کے قریب بیٹھی آنسو بہاتی رہی، زندگی کے سارے لمحات تصویروں کی طرح سامنے چلتے رہے چونک کر دیکھتی تو دودھیا روشنی میں احمد بے سدھ لیٹا تھا تمام رات جتنی دعائیں اسے یاد تھیں وہ پڑھتی رہی، صبح کاذب بھی اس کی آنکھ کھلی کی کھلی رہ گئی تھوڑا سا کھٹکا ہوا تو اسٹاف اندر آ گیا تھا، وہ کرسی چھوڑ کر سیدھی واش روم جا کر ٹھنڈا ٹھنڈا پانی مارا تھا آنکھیں ابھی تک سرخ ہو رہی تھیں، وہ جلدی سے پھر پلٹ کر روم میں آئی احمد جاگ چکا تھا، ڈاکٹرز نے بتایا تھا

"آج ڈاکٹرز کا بورڈ بیٹھے گا کہ آخر ایکسیڈنٹ سے پہلے اور اس کے بعد وقفے وقفے سے نظر نہ آنے کی کیا وجوہات ہیں۔" تبھی کچھ ہی دیر میں گھر والے ہاسپٹل پہنچ گئے تھے، احمد بہت خاموش اور چپ چپ سا تھا اور کسی کے بات کرنے پر بھی کوئی جواب نہیں دے رہا تھا، منظور نے ہاسپٹل پہنچ کر رامین کو گھر بھیج دیا تھا، ماموں کے کہنے پر وہ گھر تو آ گئی تھی مگر جیسے وہ اپنا سب کچھ اپنا دل، اپنے احساسات چھوڑ آئی ہو جیسے۔آج شام پھر سعدیہ نے وردہ کو فون کیا تھا۔

"کچھ ہو جائے وردہ! تمہیں آج ہر حال میں احمد کے پاس رہنا ہے، میں دوسروں کو موقع نہیں دینا چاہتی، کل رامین اس کے پاس تھی مجھے بالکل اچھا نہیں لگا۔" تو وردہ بڑی لگاوٹ سے بولی۔

"رہنے دیں ناں پھپھو جانی اُسے وہاں، وہ احمد سے بہت اٹیچ ہے ویسے بھی میری طبیعت ٹھیک نہیں، پلیز پھپھو۔" لیکن سعدیہ نے بڑی سختی سے اس کی بات رَد کر دی تھی۔وہ آ تو گئی تھی رات رکنے کے لیے ہاسپٹل مگر بہت

چپ چپ اور کمزور سی لگ رہی تھی، لیکن رات دس بجے ہی وردہ کا فون آیا۔

"پھپھو جانی! احمد تو سو چکا ہے اب میرا یہاں کیا کام، اب میں ساری رات صوفے پر تو نہیں گزار سکتی، پلیز میں جا رہی ہوں۔"

"وردہ پلیز میری بات سنو۔" لیکن وردہ اپنا سیل آف کر کے روم سے باہر چلی گئی تھی۔

سعدیہ بڑی بناوٹی فکرمندی سے نیچے اتر کر آئی تھیں۔

"اماں! بے چاری وردہ وہاں بہت پریشان ہو رہی ہے، احمد کسی صورت اس سے کوآپریٹ نہیں کر رہا، بار بار اٹھنے کی کوشش کرتا ہے ایسے میں کچھ بھی ہو سکتا ہے، دراصل وہ شاید رامین کو اپنے قریب دیکھنا چاہتا ہے۔" یہ کہہ کر وہ اپنی نظریں جھکا گئیں۔

"ہاں تو اس میں کوئی حرج نہیں، ندیم، رامین کو ہاسپٹل چھوڑ آئے گا۔"

"ہاں ہاں دادو! میں چھوڑ آئوں گا۔" سعدیہ نے بڑے غور سے دیکھا اور دل میں سوچا۔

"اب تو ان کے زخموں پر نمک بھی کام نہیں کرتا' یہ کس قدر بے حس لوگ ہیں۔" ندیم ہاسپٹل میں رامین کو چھوڑنے گیا تھا' دبے قدموں سے جب وہ روم میں پہنچی تو احمد اس وقت گہری نیند میں بے خبر سو رہا تھا' ندیم نیچے سے ہی اسے ڈراپ کر کے واپس چلا گیا' وہ بیگ رکھ کر احمد کے پاس کھڑی ہو کراسے دیکھتی رہی' پھر وہ مڑ کر صوفے پر جا کر بیٹھ گئی تھی' نیند آنکھوں سے اس کی آج بھی دور تھی' تھکی تھکی بیٹھی وہ نجانے کیا سوچتی رہی کہ اسے وقت کا اندازہ بھی نہ ہوا' احمد نے اپنا ہاتھ ہلایا کروٹ لینے کی کوشش کی تو اس نے جلدی سے ہاتھ چھوڑ دیا تھا' احمد نے محسوس کیا کہ اس کی ہتھیلی بھیگ رہی تھی اور کوئی اس کے قریب ہے ضرور۔

"وردہ...!" ایک خیال اس کے ذہن میں آیا اور اس نے آنکھ کھول دی لیکن اس کے بے حد قریب رامین تھی جس نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"احمد پلیز! آپ کو سیدھا لیٹنا ہے۔" تو اس نے آنکھیں کھول کر رامین کی جانب دیکھا اور ایک نظر رامین پر ڈالی۔

"تم..." تو رامین اس کا مطلب سمجھ کر ہنس پڑی۔

"ہاں آنکھیں کھلی تو ہیں۔" لیکن احمد کے ہونٹ نہ مسکرائے۔

"احمد! تم سونے کی کوشش کرو' ابھی رات کے تین بج رہے ہیں۔" اس نے اس کا ہاتھ سیدھا کر دیا۔

"ہاں... میں ہمیشہ کے لیے سو جانا چاہتا ہوں۔"

"ہاں تم ہمیشہ نقصان کی بات سوچنا' سارا حساب ہمارے کھاتے میں آئے گا' یہ کہہ کر تم یہ احساس دلانا چاہتے ہو کہ میں نقصان میں رہوں۔"

"تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"ظاہر ہے یہ تمہاری اپنی سوچ ہے' اچھا تم سو جاؤ۔" اس نے بچوں کی طرح بڑے پیار سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا تو اس نے اس کا ہاتھ اپنی آنکھوں سے دور کرتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں کیوں آتی ہو؟"

"کیا مطلب ہے کیا میں اب اس قابل بھی نہیں ہوں۔" تو وہ کچھ نہ بول سکا۔

"احمد...! تم سونے کی کوشش کرو' تم جب گھر آ جاؤ گے ناں تو ہم ڈھیر ساری باتیں کریں گے بیٹھ کر' سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔"

"کچھ ٹھیک نہیں ہو گا سب کچھ ختم ہو گیا۔"

"جی نہیں کچھ نہیں ختم ہوا' آہستہ آہستہ..." وہ یہ کہتے ہوئے رک گئی تو وہ دھیرے سے بولا۔

"زخم بھر جائیں گے ناں' تم یہی کہنا چاہتی ہو۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"احمد پلیز! میں کچھ نہیں کہنا چاہتی' تم آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ۔"

"نہیں مجھے نیند نہیں آرہی' تھوڑا بیڈ اوپر کرو۔"

"دیکھو احمد! جو ہونا تھا وہ ہو چکا' اب کچھ نہیں ہو سکتا یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"جانتا ہوں اسی لیے تو..."

"واٹ ڈو یو مین اسی لیے تو..." رامین نے اس کا جملہ کاٹ دیا تھا۔

"بس رامین! میں اب زندہ نہیں رہنا چاہتا۔"

"کیوں احمد یہ سزا تم مجھے دینا چاہتے ہو۔" وہ اداس لہجے میں بولی۔

"سزا تو میں اپنے آپ کو دے چکا ہوں۔" اس نے اس کے چہرے پر ایک بیمار سی نظر ڈالی۔

"اس سزا میں کیا تم تنہا ہو؟"

"پتہ نہیں کون کون ساتھ ہے اور کون نہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اچھا... کیا مطلب ہے تمہارا' کیا دوچار اور تھے تمہاری محبت میں شریک' چلو یہ خوش فہمی تو دور ہوئی۔" اس نے ہنس کر احمد کی طرف دیکھا مگر اس کے ہونٹ نہ مسکرائے۔

"احمد! میں تم سے کچھ کہہ رہی ہوں۔" اس نے ہنستی ہوئی آنکھوں سے پھر احمد کی طرف دیکھا۔

"دو ناں میری بات کا جواب' کیوں چپ ہو گئے' کون کون تھیں اور کتنی تھیں؟"

"بس پلیز رامین! مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔"

"یہ کیا بات ہوئی' بات اس لیے تھوڑی کی جاتی ہے کہ کسے کیسا لگ رہا ہے' تو اب تک تم مجھ سے کچھ چھپاتے بھی رہے ہو۔" اس کے ہونٹ ہلکے ہلکے بڑے معنی خیز انداز میں مسکرائے۔

"میں نے کبھی کسی سے کچھ نہیں چھپایا۔" وہ بہت ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میری طرف دیکھ کر یہ بات کرو کہ تم نے کسی سے کچھ نہیں چھپایا اور ہم اور تم جو کھیل' کھیل رہے تھے وہ کیا تھا' سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ہم نے فراخ دلی سے سب کچھ لٹا دیا تھا۔"

"بس کرو رامین! مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔"

"اچھا تو تم دامن بچا کر گزر جانا چاہتے ہو وہ بھی مجھ سے' نہیں احمد! تمہیں پھر ایک بار فیس کرنا ہے میری خاطر' تم نہیں جانتے اس کھیل میں تو میں جیت گئی تھی اور اب تمہاری شکست پر میں ہار جاؤں گی۔" رامین نے بہت شکستہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا تھا تو احمد کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی اتر آئی تو رامین نے تڑپ کر اس کی آنکھوں کے وہ آنسو پونچھ دیئے تھے۔

"پلیز احمد! ہمت مت ہارو' جو کچھ ہو رہا ہے اسے فیس کرو' تمہیں نہیں معلوم میں مٹ جاؤں گی' وہ دکھ جو میں جھیل گئی وہ احساس جو تم نے سب کے سامنے جیت لیا' اگر تمہیں کچھ ہوا ناں تو میں تو جیتے جی ماری گئی احمد' میرے سامنے میری ماں ہے میری بہنیں ہیں' اتنی آسانی سے محبت دل سے

دور نہیں ہوتی، خون کی گردش میں جب محبت سما جائے تو صرف ایک بار ہی ایسا ہوتا ہے اور میں اتنے سارے لوگوں کو مارنا نہیں چاہتی احمد پلیز! زندگی سے سمجھوتہ کر لو، میرا اتنا تو حق ہے کہ میں تم سے اپنی زندگی مانگ لوں احمد، تم کسی کے بھی رہو کہیں بھی رہو مجھے یہ یقین تو ہو گا کہ تم ہو میرے پاس، میرے دل کی حرارت میں، میرے خون کی گردش میں، میری بصیرت میں، میرے خوابوں میں۔" اس کی آنکھیں چھلک پڑیں تو احمد نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"میں زندگی کی اس بھیڑ میں اکیلا ہو گیا ہوں، مجھے یوں لگتا ہے کہ پورا شہر مجھے ہی ڈھونڈ رہا ہے۔"

"نہیں احمد! سب جی رہے ہیں بس تم نے اپنی یہ حالت بنا رکھی ہے، چلو جو کچھ ہوا یہ ایک حادثہ تھا مگر احمد یوں دوائیں نہ لینا، ڈاکٹروں سے کوآپریٹ نہ کرنا یہ اپنے ہی ساتھ نہیں بلکہ دوسروں کے ساتھ بھی

زیادتی ہے اور یہ تم جانتے ہو کہ اس میں نقصان سب سے زیادہ میرا ہو گا۔" اس کی آنکھیں چھلک پڑیں وہ بہت بے قرار سا ہو کر بولا۔

"اب اس سے بھی زیادہ احمد تمہارا نقصان کیا کر سکتا ہے۔" تو وہ آنکھیں پونچھ کر بولی۔

"وہ نقصان نہیں تھا احمد! وہ میری تقدیر تھی۔"

"اور یہ کس کی تقدیر ہے؟"

"کہا ناں میں نے کہ یہ ایک حادثہ ہے جو ہونا تھا وہ ہو گیا، میں جانتی ہوں جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا تمہیں جب اچانک عبیر کی خبر ملی تو تمہاری گاڑی سگنل کراس کرتے ہوئے کسی اور گاڑی سے ٹکرا گئی، یہ ایک حادثہ تھا اور جو ہونا ہوتا ہے ناں وہ کہیں بھی ہو سکتا ہے اور رہی بات عبیر کی۔" وہ ڈرتے ڈرتے بولی تو احمد کے چہرے کا رنگ بالکل زرد پڑ گیا تھا۔

"احمد! محبت تو محبت ہوتی ہے رنگ اور نسل کچھ نہیں یاد رہتا، ہو سکتا ہے یہ عبیر کی غلطی نہ ہو اور ہر کوئی تو اتنا محبت میں فراخ دل نہیں ہوتا کہ وہ

دوسروں کے لیے خود کو چھپا لے اور پھر محبت کسی کی ذات پوچھ کر تو نہیں کی جاتی اور تم تو بہت شعر سناتے تھے کہ کسی نے مجنوں سے کہا۔

"تیری لیلیٰ رنگ دی کالی۔"

تو مجنوں نے جواباً نہایت محبت سے کہا۔

"کہ تیری آنکھ نہیں ویکھن والی۔"

"تو پھر جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا اس میں میرا عمل دخل نہیں ہے۔" وہ سنجیدہ اور دکھ بھرے لہجے میں بولی۔

"تو پھر تم ڈاکٹروں کے معاملے میں کیوں دخل اندازی کر رہے ہو جو وہ کہتے ہیں مان لو۔" اس کا لہجہ بہت راحت رساں تھا۔

"احمد! وہ جو زخم ہم سہہ گئے، جدا ہونا اتنا آسان نہیں، پھر ایک شعر سنائوں۔

"جدا ہونا اگر اتنا آسان ہوتا

تو جسم سے روح لینے فرشتے نہ آتے"

"کیا ساتھ دیوان باندھ کر لائی ہو کسی کا۔" احمد کے ہونٹ اس بار ہلکے سے مسکرائے تھے۔

"ڈیٹس اٹ، آخر ہنسی آ ہی گئی، تھینکس گاڈ! میں نہ سہی کسی کے شعر نے تو تمہیں مسکرانے پر مجبور کیا، یعنی امید ہے..." وہ آنکھیں گھما کر شرارت سے بولی۔

" سو سو۔" احمد ہنس کر بول پڑا تھا تو اس نے احمد کا ہاتھ ہنس کر تھام لیا۔

"احمد! تم سو جائو میں تمہارے پاس ہوں، کہو تو دو چار شعر اور سنا دوں، ارے ہاں یہ تو میں تمہیں بتانا بھول گئی کہ تمہاری بے چاری وردہ تمہارے خراٹوں سے تنگ آ کر چلی گئی اور پھر مجھے برداشت کرنا پڑا۔" اس نے دیکھا کہ اس کے چہرے کا رنگ پھر زرد پڑ رہا تھا۔

"چلیں اچھا احمد! اب ہم کوئی بات نہیں کرتے، دو چار دن میں جب تم گھر آ جائو گے تو ہم ڈھیروں باتیں کریں گے، پھر کافی پئیں گے پھر بارشوں میں کرکٹ کھیلیں گے۔"

"شاید اب کبھی نہ میں دوڑ سکتا ہوں اورنہ ہی مجھے اتنا صاف نظر آتا ہے، کیوں تم مجھے اتنے خوبصورت خواب دکھا رہی ہو، سب کچھ ختم ہو گیا رامین۔" اس کے لہجے میں مایوسی اتر آئی۔

"او نو پھر تم اداس ہو گئے، چلیں اچھا اب سونے کی باری ہے، اچھے بچوں کی طرح تم آنکھیں بند کرو۔" اس نے اٹھ کر اس کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا، احمد کو یوں لگا جلتے ہوئے صحرا میں کوئی ابر کا ٹکڑا برسا ہو۔

"برسے ہے گھٹا جھوم کر اور تیز ہوا ہے

بکھرے ہوئے رنگوں کے خوشبو بھرے پھولوں کی ہوا ہے

دریا سے مچلتے ہیں

کہیں آبشار بہتے ہوئے جھرنوں کی صدا ہے

چھپتے ہوئے تاروں کی چمک میں

ایک چاند حسیں ہے

اڑتے ہیں پرندے

ایک خاموش گھٹا میں

ایک ابر کے ٹکڑے میں

کوئی کھویا ہوا آن ملا ہے

ایک لمس ہے احساس محبت کا کہیں پر

شاید اس نے آ کر دل کو چھو لیا ہے

بہتے ہوئے دریا میں

آنکھوں کے سمندر

کچھ ڈوب چلے ہیں

آنکھوں کے کنول بھی

ایک لمس محبت کا

بس جاگ رہا ہے

خاموش فضا میں

ایک چاند ہے تنہا جو ڈول رہا ہے

دل ہے کہ کسی احساس محبت کے تلے

تھامے ہوئے لمحوں کی زنجیر کھڑا ہے

بارش میں کبھی تیز ہوا میں

رنگوں کی برسات کبھی تتلی کے سفر میں

ایک ساتھ محبت کا لمس جاگ رہا ہے"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

احمد کی آنکھیں خودبخود بند ہوتی چلی گئی تھیں اور وہ اس کے سرہانے بہت دیر تک اُسے تکتی رہی، محبت کا ایک لمس خون کی گردش میں دل کو سیراب کررہا تھا، محبت کبھی خود سے جدا نہیں ہوتی،زندگی کے احساس سفر میں دبیز پردوں میں چھپی ہوئی محبت کسی اظہار کی کبھی محتاج نہیں ہوتی ورنہ احمد کی آنکھیں کبھی نہ بند ہوتیں اور نہ ہی رامین کے ہونٹ مسکراتے، محبت کا کھو جانا اتنا سہل نہیں ہوتا اور پانا بھی اتنا آسان نہیں۔

......☆......

احمد کی کنفرم رپورٹ بورڈ نے دے دی تھی، ڈاکٹر کے مطابق "ذہنی انتشار، ڈپریشن کی وجوہات ہو سکتی ہیں اور نہ ہی کوئی جینٹک پرابلم ہے، جب بھی یہ ٹینشن میں ہوں گے ایسا ہو سکتا ہے، ان کی بینائی بالکل ٹھیک ہے بس وقتی طور پر انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کو کچھ نظر نہیں آ رہا۔" ڈاکٹرز کے علاوہ سائیکاٹرسٹ کی بھی رپورٹ تھی۔

آج شام جب گھر والے اس سے ملنے آئے تو اس کا بی ہیویئر نارمل سا تھا‘ سبھی بہت مطمئن سے تھے کہ کسی حد تک احمد بہتر ہے‘ وہ ڈاکٹرز سے بھی کوآپریٹ کررہا تھا مگر جب سعدیہ سامنے آئیں تو احمد نے اس وقت بھی اپنا منہ پھیر لیا تھا۔

”احمد! تم بھی مجھے مجرم سمجھتے ہو۔“ تو احمد نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے ہٹا لیا تھا‘ سعدیہ کی آنکھیں ہلکی ہلکی نم سی ہو گئیں اور وہ مڑ کر باہر کی طرف چلیں تو سامنے سے آتی ہوئی رامین ٹھہر گئی تھی۔

”سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

”نہیں رامین!“ پہلی بار انہوں نے رامین کاہاتھ تھام لیا تھا۔

”تمہارے علاوہ سب کی آنکھوں میں میرے لیے نفرت ہے۔“ وہ آہستہ سے بول کر اسے بغور دیکھنے لگیں۔

”کیا ہوا ممانی! آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں۔“

”کچھ نہیں بس یونہی۔“

”کچھ نہیں ممانی! آپ پریشان مت ہوں آپ دیکھئے گا احمد نارمل ہو جائے گا۔“

”رامین! مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے دراصل...“ وہ کچھ کہتے کہتے رُکیں۔

”چھوڑیں ممانی! آپ کوئی اور بات کریں۔“

”ہاں بیٹا! احمد کے دل میں جو ہمارے لیے نفرت ہے اگر تم چاہو تو مٹا سکتی ہو‘ بچوں میں صرف ایک احمد ہی تو تھا جو مجھے ماں سمجھتا تھا اب اس کے دور جانے سے میں بالکل ٹوٹ کر رہ گئی ہوں۔“

”ارے ممانی! ایسا کچھ نہیں ہے‘ احمد بہت اچھا انسان ہے وہ کوئی بات زیادہ دیر تک دل میں نہیں رکھتا‘ دیکھئے گا آپ دوچار دن میں سب کچھ بھول جائے گا۔“

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" یہ کہہ کر وہ مڑ گئیں اور وہ چلتی ہوئی احمد کے پاس آئی تھی۔

"احمد! کیا ہوا' تم کچھ الجھے سے دکھائی دے رہے ہو' یہ دیکھو تمہارے روم میں کتنے سارے پھول رکھے ہیں۔" تو اس نے ایک نظر ڈالی اور پلٹ کر بولا۔

"فہد کہاں ہے؟" وہ ایک لمحے کے لیے گم صم سی کھڑی رہ گئی اور پھر بولی۔

"ابھی تک فہد کو اس بات کی خبر نہیں ہے جو تم نے ری ایکٹ کیا ہے ناں اس کے بعد کسی کی ہمت نہیں پڑ رہی کہ فہد کو اس بات کی اطلاع کی جائے۔" وہ اس کے آگے کچھ نہ بول سکا۔

......☆☆☆......

شام کا سورج ڈھل رہا تھا اکو میاں اپنے کبوتروں میں گھرے بیٹھے تھے' آنکھوں میں گہرا کاجل اور سر پر تیل خوب جما جما کر لگایا تھا تبھی اوپر

کبوتروں کے لیے سعدیہ باجرہ لے کر آئی تھیں' اکو میاں انہیں دیکھ کے کبوتر چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔

"چھوٹی دلہن! آپ..." تو سعدیہ انہی کی جانب بڑھیں۔

"ہاں یہ ڈیوٹی اماں نے لگا دی ہے کہ میں روز کبوتروں کو باجرہ ڈالوں۔" انہوں نے دانہ زمین پر بکھیر دیا تھا' سارے کبوتر ٹوٹ پڑے تھے۔

"واہ بھئی واہ' آج تو ہمارے پیاروں کے نصیب جاگ پڑے' دیکھو فاطمہ! چھوٹی دلہن کتنا سارا باجرہ لے کر آئی ہیں۔" انہوں نے تھیلا زمین سے اٹھا لیا۔

"بیٹھیں چھوٹی دلہن!" انہوں نے جلدی سے اپنے رومال سے کرسی کو صاف کر کے کہا۔

"اور کیا حال ہیں اکو بھائی! سنا ہے کہ بڑا لمبا ہاتھ مارا ہے شیزرے نے لیکن پالا پوسا تو تم نے ہے' نام دیا تم نے' اسے رکھا ورنہ کہاں وہ جی سکتی تھی' اب تو سب کچھ پتہ چل گیا ہے اللہ جانے سچ ہے یا جھوٹ' ڈاکٹر شبیر حسن

کی کہانی نور محل والے جوڑ کر بیٹھے ہیں' یوں تو کوئی نہیں کرتا کہ اپنی اولاد کو اٹھا کر ایک چھولے والے کے ساتھ ہنکا دیں' ہو گا ہی فاطمہ میں کوئی کھوٹ۔" انہوں نے بہت غور سے اکو کو دیکھا۔

"بھابی جان! آپ نے جوانی میں اکبر خان کو نہیں دیکھا۔" وہ رومال سے اپنا پسینہ پونچھتے ہوئے بولے۔

"ایسا گبھرو جوان تھا' میرے لاہور میں دو دو ٹھیلے چلتے تھے' وہ تو آپ لوگوں کی محبت میں ہم ادھر آ گئے۔" ان کی کاجل بھری آنکھیں بہت شوخی سے مسکرائیں۔

"اور وہ بلا ہمارا گھر لے ڈوبی' میرا بیٹا تو ہاتھ سے گیا ناں' جادوگرنی لے اُڑی' کیسے کیسے ارمان تھے اکو بھائی دل میں لیکن سب کچھ مٹ گیا' بس اب احمد گھر آ جائے۔"

"آئے گا چھوٹی دلہن! ایک دن وہ ضرور آ جائے گا بس ہمارے پیاروں کی یونہی خاطر کرتی رہیں۔" انہوں نے کبوتری کو پکڑ کر اس کو اپنے ہونٹوں سے پیار کیا تھا۔

"چلتے چلتے اکو بھائی! آپ کو ایک مشورہ دوں' ڈاکٹر شبیر حسن کا تعلق بہت بڑی خان فیملی سے ہے' کچھ مال پانی وہاں سے بھی سمیٹ لو' بڑھاپے کا ابھی سے انتظام کرو' کب تک پڑے رہو گے اس کھلی ہوئی چھت پر' قیمت وصولو تم جو تم نے خرچ کیا ہے اس پر' آخر تم نے اس کو پالا' اس کی حفاظت کی' دیکھو کتنی ہوشیار ہے فاطمہ پہلے فہد کو پیچھے لگایا اب کیسی خاموشی سے بیٹی کو باپ کے گھر کا پتہ بتا دیا' کتنی ہوشیار ہے اکو بھائی یہ فاطمہ' اُس وقت نہیں دے سکتی تھی کہ یہ لوگ تمہاری بچی ہے' اب ہوش آیا ہے۔"

"ارے کیا بات کی ہے چھوٹی دلہن آپ نے' یہ تو اکبر خان کے ذہن میں بھی نہیں آیا تھا مگر بس آپ فہد کو سنبھال لینا' ویسے چھوٹی دلہن ایک بات

بتائوں مگر آپ بُرا مان جائیں گی۔“ وہ بڑے اٹھلا کر سر پر ہاتھ مار کر بولے۔

”بولیں بولیں اکو بھائی! فاطمہ آ رہی ہے۔“

”فہد میاں کبھی جھوٹ نہیں بولتے‘ غصے کی حالت میں بھی وہ سچ بولتے ہیں‘ شیزرے اب ان کے دل میں نہیں رہتی اُتر گئی ہے‘ جب سے بھاگی ہے وہ اس گھر سے ورنہ جب وہ اسے ڈھونڈ کر لائے تھے تو چھوٹی دلہن آپ نے شیزرے کو دیکھا تھا۔“ ان کے ہونٹوں پر بڑی شیطانی مسکراہٹ کھیل رہی تھی‘ پھر رک کر بولے۔

”کون جانے دیتا ہے ایسے کھلتے گلاب کو۔“ ان کی آنکھیں ہوس سے چمک رہی تھیں تبھی چل کر فاطمہ آ گئیں۔

”دیکھو فاطمہ! کبوتروں کو بھابی دانہ ڈالنے آئی تھیں‘ بڑا ثواب کا کام ہے بھوکے پرندوں کو کھانا کھلانا۔“ اکو میاں نے کبوتری کو ہوا میں زور سے اچھالا اور ہنس پڑے۔

”اللہ احمد کو صحت دے گا۔“ فاطمہ کو کچھ تھوڑا سا اکو کی آنکھوں پر شک ہوا تھا پھر بھی وہ ان کی طرف سے رُخ موڑ کر سعدیہ سے بولیں۔

”ارے بھابی! کالے بکرے کا صدقہ دیں‘ کالا جادو جو تمہارے گھر پر کیا گیا ہے وہ ٹوٹ جائے گا۔“ اکو نے ایک اچکتی ہوئی نظر ڈالی تو وہ بول پڑیں۔

”اکبر! کیوں آگ لگا رہے ہو۔“

”نہیں فاطمہ! اکو بھائی سچ کہہ رہے ہیں میں نے کالے بکرے کا صدقہ دیا‘ سامنے کھڑی تھی میں‘ بکرے کے سر اور پیر غائب ہو گئے سچ مانو قصائی تو چھری پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا کہ میں اس بکرے کو ہاتھ نہیں لگائوں گا اور میں بھی مڑ کر چلی آئی خوف سے‘ میں تو جس کے پاس گئی ہوں کوئی پیر فقیر نہیں چھوڑا ‘ سب کا یہی کہنا ہے کہ مجھے تباہ کرنے کے لیے میرے بچوں کو تباہ کیا گیا ہے۔“ سعدیہ نے ایک گہرا سانس لے کر ایک گہری نظر فاطمہ پر ڈالی تو وہ بہت دکھے ہوئے انداز میں سعدیہ کی طرف مڑیں۔

"چھوٹی بھابی جان! ایک چھوٹا سا نسخہ جادو کے توڑ کے لیے ہمارے پاس ہے آپ کہیں تو بتا دوں۔" اکو میاں کو بہت زور کی ہنسی آئی۔

'لو بھلا اب اس کو بھی جادو کا توڑ آنے لگا' پہلے تو پھر میرا اتارا کر' میری شکل پر کتنی حسینائیں مر مٹی ہیں۔" خود ہی کہہ کر اتنا ہنسے کہ ان کے پیٹ میں بل پڑ گئے تو سعدیہ ایک گہرا سانس لے کر فاطمہ سے بولیں۔

"چلو تم بھی کوئی ٹوٹکا بتا دو لیکن اماں والا نسخہ نہ بتا دینا کہ صبح شام کبوتروں کو دانہ ڈالو۔"

"خیر بھابی! یہ تو سچ ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلانا اللہ کو پسند ہے۔"

"فاطمہ! یہ تو میں بھی جانتی ہوں کوئی نئی بات نہیں' تم تو توڑ بتا رہی تھیں جادو کا۔"

"ہاں وہ تو ہے اور میں جانتی بھی ہوں اور عمل بھی کرتی ہوں اُسی پر۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تو بتا بھی دے' اتنی دیر سے اٹکھیلیاں کر رہی ہے چھوٹی دلہن کے ساتھ۔" اکو میاں اپنی ہنسی روک کر بولے۔

"چھوٹی بھابی! محبت ایک ایسا جادو ہے جس سے کالا جادو ٹوٹ جاتا ہے' آپ نے یہ کبھی آزمایا نہیں۔"

"بس فاطمہ! میرا دل اس وقت جل رہا ہے اور تم سوئی چبھونے سے باز نہیں آئیں' محبت' محبت' کیا محبت گھول کر پلائی جاتی ہے' اگر تم نے چیتھڑے میں لپیٹ کر شیزرے کو پالا ہے تو ہم نے بھی بے بی کاٹ میں بچے کو سلا کر پالا ہے بات تو ایک ہی ہوئی ناں' پھر تم نے یہ طعنہ کیوں مارا کہ محبت جادو کا توڑ ہے' اگر ایسے ہی محبت جادو کا توڑ ہوتی ناں تو تم کبھی ڈاکٹر شبیر حسن کے گھر سے ناں بھاگتیں اور پناہ دینے والا ایک چھولے والا ملا' بیٹی کو تمہاری اس غریب نے پالا ہے اور اب اس عمر میں بیٹی کو وہاں بھیج کر کیا جادو کا توڑ کرنے چلی ہو' آئندہ میرے منہ مت لگنا ورنہ ایسی ہی سنائوں گی جب دل جل رہا ہو تو دل میں انگارے سے دہکتے ہیں'

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں تو یہاں کبوتروں کو دانہ دینے آئی تھی اور ہاں اکو میاں ذرا اس کو لگام ڈال کر رکھنا کیسی خاموشی سے اس نے شیزرے کو یہاں سے بھیج دیا‘ جب فہد نے گھاس نہ ڈالی تو اس نے دوسرا پھانسنے کے لیے بھیج دیا‘ مجھے سب پتا ہے وہاں وہ اب شعیب سے چکر چلا رہی ہے‘ اتنے چونکنے کی ضرورت نہیں‘ اتنی ننھی نہیں ہو تم فاطمہ تمہیں سب پتا ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو باہر نہیں بیاہتے‘ آہا ایکٹنگ دیکھو۔“ فاطمہ سکتے کی حالت میں دیوار سے جا لگیں اور وہ پیر پٹختی ہوئی نیچے اُتر گئیں‘ اکو میاں پلٹ کر فاطمہ کے پاس آئے۔

”فاطمہ! یہ چانس گنوائیں گے نہیں‘ چھوڑ فہد کو‘ کر دیں گے شعیب سے ہم اور یہ میرے دائیں ہاتھ کا کھیل ہے اُدھر میں ڈاکٹر سے اِدھر میں سعدیہ بھابی سے پیسے لوٹوں گا پھر ایک چھوٹا سا گھر بنائیں گے‘ نیچے ہم اوپر پنجرے رکھیں گے‘ ٹھیلے کے بجائے میں اپنی دکان کر لوں گا‘ زندگی تو چین سے گزرے گی آخر ہم نے شیزرے کو پالا پوسا ہے اس کو نام دیا ہے ‘ چھوٹی

بھابی بڑے کام کی بات بتا گئیں۔“ لیکن فاطمہ ابھی تک سکتے کی حالت میں دیوار سے لگی کھڑی تھیں‘ دل دھک دھک کر رہا تھا۔

”یہ کیسے ممکن ہے؟“

......☆☆☆......

موسم میں ہلکی ہلکی خنکی کا احساس بڑھ گیا تھا‘ وہ ایک اہم کانفرنس کے سلسلے میں رات دیر تک جاگتا رہا پھر پتہ نہیں کیا ہوا کہ اسے پوری رات نیند نہ آ سکی اور وہ بہت بے چین سا آنے والی صبح کے انتظار میں تھا‘ وہ شاور لے کر جب ڈریسنگ روم سے باہر آیا تو اسی وقت آپریٹر نے اسے اطلاع دی تھی کہ سر آپ کا فون ہے۔

”میں نے تم سے کہا تھا کہ تم آج مجھے کوئی کال مت دینا۔“ فہد مصطفی جھنجھلا کر بولا۔

”لیکن سر! بہت امپورٹنٹ کال ہے آپ کے لیے‘ سر آپ کو ریسیو کر لینی چاہئے۔“ تو دوسری طرف سے جو آواز آئی اس پر وہ بے ساختہ بولا تھا۔

"جی سر! سوری سر مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ کی کال ہے۔"

"دیکھو فہد مصطفیٰ! جو اسٹارٹ میں نے تمہیں تمہاری سروس میں دلوائے ہیں وہ بہت کم جونیئر آفیسرز کو ملتا ہے تمہاری پوسٹنگ میری مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتی۔"

"جی سر، جی سر۔"

"واٹ جی سر، جی سر، آپ ہر فیصلہ اپنی مرضی سے کرتے جا رہے ہیں، آج کی کانفرنس جو آپ کرنے جا رہے ہیں آپ کو پتہ ہے وہ ہماری سیٹ ہلا سکتے ہیں، آپ نہیں جانتے انہیں۔" آواز بہت غرّائی ہوئی سی آئی تھی۔

"سر! ایک بار ان کے چہرے بے نقاب کرنے دیجیے پھر کچھ نہیں ہو گا، سر ہم سب سے پہلے پاکستانی ہیں اور یہ کھلی دہشت گردی ہے سر۔"

"نہیں فہد! آپ کو میں اس شہر میں اس لیے نہیں لایا کہ آپ میڈیا کے سامنے کیچڑ اچھالیں۔"

"سر! یہ مجرم ہیں، سر کورٹ میں جانے سے پہلے ان لوگوں نے گواہوں کو نشانہ بنا کر ثبوت مٹا دیئے، سر آپ ایک لمحے کے لیے سوچیں کہ پانچ دہشت گرد جو امریکن تھے کتنی محبت سے امریکا نے انہیں اپنے کورٹ میں بلوا لیا، سر کیا ہم تھوڑا سا بھی ضمیر ان کے لیے نہیں رکھتے۔"

"یو شٹ اپ ینگ مین، تم اس شخص کو میڈیا کے سامنے نہیں لائو گے، جو بھی وہ ہے وہ کورٹ نہیں جائے گا، دس از مائی آرڈر۔"

"دس از ناٹ فیئر سر! آپ میری بات سنیئے۔" مگر لائن ڈسکنکٹ ہو گئی تھی، وہ سر سر کہتا رہ گیا، اس نے ڈریسنگ ٹیبل میں پھر دیکھتے ہوئے اپنے نرم بھیگے بالوں کو ایک بار رگڑا، آج اسے جانا تھا ایک اہم اور بہت ہی اہم کانفرنس میں شامل ہونے کے لیے، ابھی کل ہی تو وہ ایک اہم ڈیلی گیشن کو لے کر پنجاب گیا تھا، وہاں پر بھی کچھ گرفتاریاں عمل میں آئی تھیں اور جونہی وہ صبح کی فلائٹ سے اپنے اسٹیشن پہنچا اسے ایک اہم اطلاع ملی تھی کہ کورٹ جانے والے سرکاری گواہ کو راستے ہیں ہی فائر کر کے ختم کر دیا گیا

ہے۔وہ ساری رات اسی لیے اپ سیٹ اور پریشان تھا لیکن دوسرا عینی گواہ خود گھر کا سربراہ تھا جو زخمی حالت میں ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھا' وہ بہت تیز رفتاری سے باہر آیا تو اس کے جانے کے لیے پولیس موبائل پورے پروٹوکول کے ساتھ موجود تھی' آج اسے ایک جگہ میٹنگ کے سلسلے میں پہنچنا تھا' میڈیا والوں نے پوری طرح سے پروٹوکول کے ساتھ فہد مصطفی کو گھیر رکھا تھا مگر ڈرائیور بڑی حکمت عملی سے طے شدہ جگہوں سے نکال کر جب لے جا رہا تھا تو سیل پر بار بار ایک میسج آ رہا تھا کافی دیر وہ اگنور کرتا رہا مگر جب نمبر پر نظر پڑی تو اس نے چونک کر سیل اٹھا لیا۔

”یس...“

”جی سر! ایسا ممکن نہیں رہا۔“

”آئی سیڈ لسن ٹو می مسٹر فہد مصطفی! نہ ہی تم آج یہ کانفرنس کرو گے اور نہ ہی میڈیا کے سامنے سیکرٹ ظاہر کرو گے اور کورٹ تک مجرم نہیں پہنچیں گے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”نو سر! پورا میڈیا اس وقت ہمارے انتظار میں ہے' مجرم کورٹ تک جائیں گے میں ان کے چہرے بے نقاب کروں گا' وہ سیاسی چہرے سامنے آئیں گے' سر صرف ایک بار۔“ وہ پرائوڈلی اور حب الوطنی کے جذبے سے بولا۔

”تو... شیتل گروپ آف انڈسٹریز کے اونر سامیر اور تمہاری بہن عبیر کی شادی کی نیوز تمہاری کانفرنس سے پہلے آئے گی۔“

”واٹ...؟“ وہ چیخ پڑا۔

”زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو' تمہارے علم میں یہ بات ہے کہ تمہاری بہن دبئی میں ہے اور سامیر سے شادی کر چکی ہے۔“

”نو... غلط' ایسا ممکن نہیں ہے سر!“ وہ بہت یقین سے بولا تو وہ بولے۔

”تم اس خبر کی پہلے تصدیق کر لو' اگر یہ سچ ہے تو تم سوچ لو کہ کانفرنس سے پہلے یہ میڈیا پر خبر آئے گی ورنہ تم خاموشی سے اسی وقت ریزائن کر دو اگر زیادہ بے بس ہو تو' اوکے فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔“ اس کے حواسوں پر ایک بم بلاسٹ ہوا تھا' دہشت گردی کا بھوت سائے کی طرح

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا اور وہ سیل جو خاموش تھا کتنی دیر تک اپنی ساعت میں وہ آواز ڈھونڈتا رہا جو جانی پہچانی محب وطن پاکستانی اور عوام کا منتخب نمائندہ تھا۔

فہد مصطفی بار بار اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھے جا رہا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس وقت وہ کہاں جا رہا ہے اور کیا کررہا ہے' جونہی وہ گاڑی سے سخت پروٹوکول میں اتر کر اندر آیا اس وقت بھی اس کی آنکھیں دھواں دھواں سی ہو رہی تھیں' وہ تو اتر کر اندر آ گیا تھا مگر میڈیا اور عوام نے اس جگہ کو گھیر رکھا تھا' ایک اہم انکشاف کہ دہشت گردی کے پیچھے جو لوگ گرفتار ہوئے ہیں ان کی رہائی کیسے ممکن ہوتی ہے' پولیس

انہیں مجرم قرار دیتی ہے اور وہ اثر و رسوخ سے چھوٹ جاتے ہیں' اسی سلسلے کی یہ اہم کڑی تھی کہ بھارت کی بڑھتی ہوئی شرپسندی دہشت گردی کی آڑ میں بہت تیزی سے پنپ رہی تھی اور آج ایک اہم کڑی جو سامیر سے جا کر ملتی ہے دل میں ایک سوئی کی طرح چبھ رہی تھی' ابھی وہ اپنے اہم موضوع

پر آیا بھی نہیں تھا کہ اسی وقت کانفرنس کے دوران ہی منسٹر کی آواز پر وہ چونک گیا کہ یہ کانفرنس روک دی جائے اور آپ میڈیا کے سامنے کوئی بیان نہیں دیں گے اور نہ ہی کوئی آپ نیا انکشاف کریں گے۔

”یس سر!“ کی آواز کے ساتھ اس نے تمام اطراف میں اپنے آفیسرز کو دیکھا' واقعی وہ سینئرز میں سب سے جونیئر بیٹھا تھا۔

”تو ان وقتی مراعات کے تحت فہد مصطفی تمہیں خرید لیا گیا ہے۔“ اس نے اسی وقت پیپر ویٹ کے نیچے دبا ہوا پیپر اپنی سمت کھینچا اور ریزائن لکھ کر آگے بڑھایا اور ساتھ ہی اپنا ریوالور ٹیبل پر رکھا۔

”فہد مصطفی یہ سیٹ چھوڑ چکا ہے۔“ سارے آفیسر ہکا بکا کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے' وہ کانفرنس ہال سے باہر آیا تو سب کو خبر ہو گئی تھی۔

”سر! یہ آپ نے کیا کیا' کیس ایک اہم موڑ پر تھا۔“ کسی صحافی نے پوچھا۔

”عدالت میں جانے سے پہلے ہی پولیس کار میں گواہوں کو مار دیا گیا' یہ میری نااہلی تھی کل کی خبر لگا دیجیے گا۔“

''سر! آپ سے بہت ساری توقعات تھیں آپ اس طرح ریزائن نہیں کر سکتے' آپ وجوہات بتایئے۔''

''کوئی بھی غفلت' میری لاعلمی کا شکار ہے۔''دوسرے صحافی نے کہا۔

''سر! آپ سارے بہتان اپنے اوپر لگاتے جا رہے ہیں۔''وہ حیران ہوا۔

''جو کل آپ سچ لکھیں گے میں وہی بول رہا ہوں۔''اس نے بڑی تلخ نگاہوں سے اُسے گھورا۔

''سر! آپ ہماری باتوں کا جواب دیں' آپ جن مجرموں کی نشاندہی کر رہے تھے وہ دہشت گرد دندناتے پھر رہے ہیں۔''

''ان پر میں نے جھوٹا الزام لگایا تھا۔'' اس کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''سر! دس از ناٹ فیئر کہ آپ کسی ٹاپک پر بات کرنا نہیں چاہ رہے' سر آپ سچ نہیں بولنا چاہ رہے' سر اس غریب خاندان کا کیا ہو گا جس کے چاروں بیٹے دہشت گردی کا شکار ہوئے۔'' ایک صحافی نے پوچھا۔

''اس کا قصور ہے کہ وہ اپنا تحفظ خود نہیں کر سکتا۔'' وہ تیز تیز آگے بڑھ رہا تھا اور میڈیا والوں نے اسے فوکس کیا ہوا تھا۔

''نہیں سر! جب سے آپ اس شہر میں آئے تھے اسٹریٹ کرائمز پورے کنٹرول میں تھے' سر ٹارگٹ کلنگ میں بھی کمی آئی تھی۔''

''میں نے کہا ناں کہ میں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کر سکتا' میں ریزائن کر چکا ہوں۔'' تو ایک دوسرا رپورٹر آگے بڑھا۔

''سر! ہم وجوہات جاننا چاہتے ہیں' ایسا کیا ہوا کہ آج آپ نے اتنے اہم موقع پر جب کیس اوپن ہو چکا ہے مجرم شناخت کر لیے گئے ہیں اور سر آپ ایسے موقع پر ہٹ رہے ہیں' یہ کیس آپ نے اوپن کیا تھا۔''

”وہ میں نے غلطی سے اوپن کیا تھا وہ مجرم نہیں ہیں ان کی بھاری سفارش ہے ان کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا‘ انڈر اسٹینڈ۔“ وہ انگلی اٹھا کر بولا۔

”لیکن سر! اگر آپ جیسے دیانت دار پولیس آفیسر ہمت ہار جائیں گے تو غریب عوام کا کیا ہو گا۔“

”یہ سوال آپ قانون نافذ کرنے والوں سے کریں کہ ایسا کیوں ہے۔“ وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

”تو سر! پھر آپ لوگ کس لیے ہیں۔“

”وہ الزامات آپ کل کے اخبار میں پڑھ لیجیے گا۔“ اس کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ تھی۔

”لیکن سر! آپ ان کے چہرے بے نقاب کریں تاکہ عوام ان کے چہرے پہچان سکیں۔“

”وہ عوام کے جمہوری نمائندے ہیں ان پر آپ انگلی نہیں اٹھا سکتے۔“ وہ روشنی سے بچتا ہوا آگے بڑھا۔

”سر! آپ اس وقت بے حد مایوس دِکھ رہے ہیں۔“ تو اس نے اپنے سن گلاسز چہرے سے ہٹا دیا۔

”سر! آپ اتنے پروٹوکول میں آئے تھے اور اس وقت بھی عوام میں بے حد بے چینی ہے کہ آپ ان کے شہر سے جا رہے ہیں‘ سر وہ غریب ہاری ہے جو انصاف مانگ رہا تھا۔“

”اس سے کہیں میں بے بس اور مجبور ہوں۔“ وہ بہت گہری نگاہوں سے پلٹ کر دیکھ رہاتھا۔

”سر! آپ ہماری بات کا جواب دیجیے۔“ پریس کے نمائندے اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے‘ اس کے پرسنل سیکریٹری نے گاڑی کو آگے لاکر دروازہ کھولا تھا۔

"نو تھینک یو' مجھے اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے دروازے کو بند کر دیا گویا چیپٹر کلوزڈ۔

"پھر بھی سر! یہ آرڈر ہے کہ آپ کو اس وقت پروٹوکول دیاجائے' سر آپ بیٹھ جائیں لوگوں کا ہجوم بڑھ چکا ہے' میڈیا والے آپ کے تعاقب میں ہیں۔" لیکن وہ بڑھتا ہوا آگے چلا گیا' اس نے پرائیویٹ ٹیکسی کو ہاتھ دیا تو ٹیکسی والے نے گھبرا کر گاڑی روک دی تھی' اس نے ہجوم پر نظر ڈالی' میڈیا والے اس کی تصویریں لے رہے تھے' اس کے ہونٹوں پر ایک زخمی مسکراہٹ تھی' سن گلاسز میں چھپی ہوئی سرخ آنکھیں اس نے پونچھتے ہوئے اس ہجوم پر ایک آخری نظر ڈالی' اس کے ہونٹوں پر ایک زخمی مسکراہٹ اپنے آپ پھیلتی چلی گئی۔

وہ صبح کی فلائٹ سے گھر پہنچ رہا تھا لیکن اس سے پہلے میڈیا نے اس کی خبریں لگا دی تھیں۔

"فہد مصطفی پر کئی الزامات ہیں کہ انہوں نے دہشت گردوں کے دھوکے میں بے گناہ افراد کو گرفتار کروایا اور ان کی نااہلی سے دو مجرم فرار ہونے میں کامیاب اور سرکاری گواہ گولیوں کا نشانہ بنا' ایک جونیئر آفیسر کو سینئرز کے اوپر سنیارٹی دی گئی' ان کے اوپر لگائے گئے سارے الزامات درست نکلے' اس لیے انہیں معطل کر دیا گیا۔" لیکن دوسری طرف خبر تھی۔

"ایک ایماندار اور دیانت دار آفیسر نے صرف اس لیے ریزائن کر دیا کہ وہ انصاف کا ساتھ نہیں دے پا رہا تھا اور اس پر لگے سارے الزامات جھوٹے اور بے بنیاد ہیں' دہشت گردی کی وہ لہر جو ٹوٹ گئی تھی اور اسٹریٹ کرائمز جو تقریباً ختم ہو گئے تھے فہد مصطفی کے جانے سے پھیل جائیں گے' لوگ خود کو غیر محفوظ سمجھ رہے ہیں۔"

......☆☆☆......

فہد جیسے ہی گھر آیا تو سیدھا اوپر گیا تھا' سعدیہ تیزی سے آگے بڑھیں۔

"ہاتھ مت لگایئے گا' آپ میری ماں نہیں ہیں' چھوڑ دیں مجھے میں خود کو شوٹ کر لوں گا' میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔"

"نہیں فہد میری بات سنو۔"

"نہیں مجھے کچھ نہیں سننا' ہٹ جائیں آپ میرے سامنے سے' سب کچھ آپ نے کیا ہے' مر گیا فہد سب کچھ ختم کر دیا آپ نے۔" وہ پسینے میں شرابور ہو رہا تھا' غصے کی حالت میں وہ تڑپ کر دیوار سے جا لگا تو عباد نے اسے تھام لیا تھا۔

"دیکھو فہد! اب کچھ نہیں ہو سکتا تمہارا اس طرح سے ری ایکٹ کرنا بیکار ہے۔"

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں فہد مصطفی بیکار ہے' میں ہار گیا ظلم کے خلاف میری جنگ تھی اس میں ہار گیا اب میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔"

"پلیز بیٹا! ہم سب کا نقصان ہوا ہے۔"

"نہیں بابا! کسی کا کچھ نہیں گیا صرف میں مٹ گیا ہوں' میں کسی کو فیس نہیں کر سکتا' آپ نہیں جانتے کہ کیا کچھ ہوا ہے' کسی بھی جرم کے پیچھے بہت لمبی کہانی ہوتی ہے' کتنے لوگ انوالو ہوتے ہیں یو ڈونٹ نو' کہ ان کا پاکستان کے اندر ہمارے میڈیا سے لنک ہے یہ بات سب کو معلوم ہے' شیتل گروپ آف انڈسٹریز میڈیا پر عبیر کو لے کر آئیں گے میڈیا اس کی پوری کوریج دکھائے گا کہ ایک مسلمان لڑکی ہندو لڑکے کے ساتھ پھیرے لے رہی ہے' یہ ان کا ایک مشن تھا جس میں وہ کامیاب ہو گئے۔" فہد مصطفی کی آنکھوں سے پسینے کی طرح آنسو بہہ رہے تھے پورا جسم پسینے میں شرابور ہورہا تھا۔

"لیکن فہد! مجھ پر رحم کرو' خود کو مٹا کر تم مجھے دکھ دینا چاہتے ہو۔"

"دکھ... کس دکھ کی بات کرتے ہیں بابا! مما نے ہمیشہ دکھ کے سوا کچھ نہیں دیا' احمد کی اتنی بڑی قربانی کہ اس نے وردہ سے منگنی کر لی' ہماری اپنی فیملی کو دکھ دے کر مما نے اسے بلیک میل کیا کہ وہ عبیر کو روک لیں گی اگر

احمد ان کی بات مان لیتا ہے تو' اس کے باوجود مما نے میری ہستی میری ذات کو مٹا دیا' میں ریزائن کر کے آیا ہوں بابا' میں اپنی وہ جنگ ہار گیا ہمارا دشمن جیت گیا۔'' فہد مصطفی آنسوئوں سے جھکا منظور مصطفی کے سامنے تھا اور وہ اس انکشاف پر ایک ٹک سعدیہ کو دیکھے جا رہے تھے۔

''سعدیہ! تم کس قسم کی عورت ہو' تم نے احمد کو بلیک میل کیا اور دیکھا تم نے رزلٹ کیا آیا' احمد ہاسپٹل میں ہے اور فہد تمہارے سامنے۔''

''میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گی' وقت کے ساتھ یہ زخم بھر جائے گا۔''

''شٹ اپ' یہ زخم نہیں یہ کینسر ہے جو ہماری رگوں میں اب پھیل گیا ہے' تم نے مار دیا میرے بیٹوں کو' میری بیٹی کو بھی تباہ کر دیا' تم کیسی عورت ہو یہ میں آج تک سمجھ نہ سکا۔'' وہ خود بھی رو رہے تھے۔

''میں نے کچھ نہیں کیا منظور' مجھے الزام مت دو' اگر ایسا تھا تو بند کر کے رکھتے اسے کیوں بھیجا اسے اسکول اور کالج اور اگر بچیاں گھر سے نکلیں گی تو نجانے کتنے سامیر انہیں ملتے رہیں گے۔'' سعدیہ آہستہ سے بولی تھیں۔

''شٹ اپ' یہ سب تمہاری کمزوریاں ہیں'۔منظور چیخ کر بولے۔

''آہستہ بولو' باپ بیٹے دونوں ایک لہجے میں بات کر رہے ہیں میں نے کب چاہا تھا کہ عبیر ایسا کچھ کرے۔''

''نہیں بابا! مما بے قصور ہیں' بُرا میں ہوں جو اپنی زندگی ہار گیا بس مجھے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔'' وہ لائونج سے اپنے کمرے کی طرف مڑا۔

''نہیں فہد! تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔'' جب تک عباد آگے بڑھتا اس کے بیڈروم کا دروازہ دھڑ سے بند ہو چکا تھا۔

''کھولو فہد دروازہ کھولو۔'' عباد اور منظور نے دروازہ پیٹ ڈالا۔

''ہٹیں عباد بھائی!'' ندیم جو گرز پہنے ہوئے تھا اس نے دروازے کے لاک پر ایک کک ماری تو لاک ٹوٹ کر گر گیا تھا' عباد دھکا دے کر دروازے کو پش کر کے اندر چلے گئے' سعدیہ چیخ رہی تھیں۔

"نہیں فہد! ایسا کچھ مت کرنا میں مر جائوں گی۔" منظور مصطفی اپنا دل تھام کر زمین پر بیٹھ گئے تھے' فہد بند دراز کو کھولنے کی کوشش کر رہا تھا تبھی عباد نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے چابی چھین لی تھی۔

"فہد! دیکھ تو سہی چچا کو کیا ہو رہا ہے۔"

"مر جانا چاہئے عباد بھائی بابا کو بھی' کیونکہ ہماری بہن کسی ہندو کے ساتھ گئی ہے' میں نے کہا تھا کہ بابا اسے روک دیں اگر وہ کراچی میں ہوتی تو میں مٹا دیتا ان دونوں کو مگر اب میں انہیں نہیں خود کو مٹا دوں گا۔"

"دیکھیں فہد بھائی! آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔" ندیم نے دونوں ہاتھوں سے اسے جکڑ لیا تھا' سعدیہ نے پلٹ کر دیکھا عذرا' حریم اوپر آ گئی تھیں شور سن کر۔

"آئو آ کر تماشا دیکھو میرے گھر میں ایک عرصے سے یہ سلسلہ چل رہا ہے ' اب تو سب کے دلوں میں ٹھنڈک پڑ گئی ہو گی فہد جو آ گیا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"خدا کے واسطے سعدیہ! اب تو تم چپ ہو جائو۔" عذرا نے ان کے آنسو پونچھے تو وہ سسک کر بولیں۔

"آگ لگا کر تم لوگ تماشا دیکھ رہے ہو۔" سعدیہ تڑپ کر رو رو کر بول رہی تھیں۔

"نہیں سعدیہ نہیں' ہم لوگوں نے کبھی ایسا نہیں چاہا' سب ٹھیک ہو جائے گا ہم سب فہد اور احمد کو سنبھال لیں گے اور عبیر ایک دن پلٹ کر آئے گی تم دیکھنا ایسا کچھ نہیں ہو گا۔" عذرا بھابی نے انہیں دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لیا تھا' وہ اس وقت بھی اپنے حالات کی ذمے داری اپنے سسرال والوں پر ہی ڈال رہی تھیں جبکہ ایسا کچھ نہیں تھا' سعدیہ نے ہمیشہ عبیر کی غلط بات کو درست کہا' فہد کے مقابلے پر عبیر کو لے کر آئیں' ان کی سوچ تھی کہ فہد کو اس طرح عبیر کے ذریعے زیر کر لیں گی لیکن قدرت کا امتحان ابھی باقی تھا' سزا اور جزا کے امتحان سے انہیں گزرنا تھا سو آج وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر شور کر رہی تھیں وقت ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا بچوں کی

تربیت میں ماں کی محبت کا دخل بہت اہم ہوتا ہے جتنا ماں بچوں کو خود سے قریب کرتی ہے بچے اس کے سائے میں رہنا چاہتے ہیں' تبھی فہد نے اپنے آنسو پونچھ کر اپنی ماں کی جانب دیکھا تھا۔

"مما! یہ اتنا آسان نہیں ہے میں تو مر گیا ہوں لیکن کوئی دوسرا بھی اسے فیس نہیں کر سکے گا۔"

"نہیں میرے بیٹے مرنے کی بات مت کرنا۔" عذرا نے اسے اپنے گلے سے لگالیا تھا۔

"نہیں بڑی می! اب مجھ میں زندہ رہنے کا حوصلہ نہیں ہے۔"

"نہیں فہد! ایسا مت کہو تم' ہم سب مر جائیں گے' نانو زندہ نہیں رہیں گی' ایسا مت کرو' نانو تو اٹھ نہیں پا رہیں' احمد بھائی ہاسپٹل میں ہیں' زوہیر ان کی دیکھ بھال کر رہا ہے چلو اٹھو تم نیچے آئو' دیکھو امی آ گئی ہیں ہم سب بے حد پریشان ہیں' تم بھول جائو جو عبیر نے کیا ہے۔" حریم اس کا ہاتھ پکڑے چوم رہی تھی اور وہ تھا کہ بالکل دنیا سے بیگانہ لگ رہا تھا' چیخ چیخ کر اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے اپنی شرٹ کے سارے بٹن توڑ دیئے تھے' آنکھیں سرخ تھیں اور غصے سے سارا بدن اس کا بھیگ رہا تھا پھر خود ہی سجاد مصطفی اوپر آ گئے تھے۔

"کہاں ہے فہد؟" ان کی سانس پھول رہی تھی مگر وہ چڑھ کر اوپر آ گئے تھے۔

"نہیں میرے بیٹے۔" انھوں نے روتے ہوئے فہد کو بچوں کی طرح سینے سے لگا لیا۔

"زخم گہرا ہے بیٹا! ہم سب کو تم حوصلہ دو' ہم اور منظور تو مر چکے صرف دفن کرنے کی دیر ہے اور تم اس طرح کرو گے مجھے یقین نہیں آ رہا' اتنا بہادر میرا بیٹا اور ہمت ہار گیا۔" وہ دکھ درد کرب سے آنسو پونچھ کر بولے۔

"نہیں بڑے پاپا! میں نہ زندہ ہوں اور نہ رہوں گا۔" اس کی آواز کرب اور دکھ کی شدت سے لرز رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بڑے پاپا! میں نے ریزائن کر دیا ہے' میں فیس نہیں کر سکتا کسی کو' میں نے اپنی وردی اتار دی' میں ایک عام انسان ہوں جو خود کو ختم کر رہا ہے بس آپ لوگ زندہ رہیں۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بیگانہ سا لگ رہا تھا۔

"نہیں میرے بیٹے' پھر ہم بھی زندہ نہیں رہیں گے۔" انہوں نے فہد مصطفی کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے حصار میں لے کر اس کی آنکھوں کو چوما تھا۔

"چلو اٹھو نیچے چلو' تمہاری دادو تمہارے لیے تڑپ رہی ہیں' ہم سب کو تم بے حد عزیز ہو۔" تو سعدیہ نے ایک گہرا سانس لے کر اس وقت بھی اپنا رُخ پھیر لیا تھا' وہ تھکے تھکے قدموں سے روتی ہوئیں کرن کی طرف آئیں تو کرن منہ پھیر کر ان کی جانب سے ہٹ گئی تھی۔

"کرن! تم بھی مجھے مجرم سمجھتی ہو عبیر کا۔" سعدیہ کے ہونٹ خشک ہو کر کھل سے گئے تو وہ دیکھ کر بولی۔

"مما! میں آپ کو بتاتی تو تھی اتنا قیمتی پین عبیر کے پاس کہاں سے آیا' یہ نیو ڈریس' نیو بیگ' اتنے قیمتی موبائل' آئی پوڈ کہاں سے آ رہے ہیں' ہمارے

پاس تو ایسا کچھ نہیں تھا کبھی آپ نے اس سے پوچھا کہ اس کو یہ چیزیں کون دے رہا ہے آپ کو وہ قیمتی سے قیمتی پرفیوم لا کر دیتی آپ اور فرمائش کرتیں' مما آپ نے میری بہن کو غلط رستے پر چلنے دیا' اب آپ خود دیکھ لیں کیا حشر ہوا ہے آپ کے اس گھر کا' مما کبھی آپ نے میرے بارے میں سوچا کہ اب لوگ کیا کہیں گے کہ میری بہن ایک ہندو لڑکے کے ساتھ چلی گئی' فہد بھائی سچ کہہ رہے ہیں میڈیا اس بات کو اچھالے گا کون نہیں جانتا فلم انڈسٹری کی نور کو جس نے دبئی میں جا کر وکرم کے ساتھ پھیرے لیے' آپ نے دیکھا مما یہ ایک چھوٹی سی عام سی بات تھی کسی کی شادی ہونا مگر چونکہ نور مسلم تھی اس لیے یہ بات زبان زدِ عام ہے تو کیا آپ سمجھتی ہیں کہ ہماری بہن کو لوگ بھول جائیں گے' کیا میری سسرال والے آپ سے یہ سوال نہیں کریں گے؟" کرن کھڑی ملال اور دکھ کے آنسو بہاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"نہیں وہ لوگ تمہاری طرح دقیانوسی نہیں' وہ ماڈرن فیملی ہیں' عبیر کی اس بات کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔" سعدیہ نے ایک دکھ اور درد کا گہرا سانس لیا۔

"لیکن مما! اگر اظفر نے یہ سوال مجھ سے کر لیا تو...؟" کرن کا دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔

"میں نے کہا ناں اب تم یہ نئی مصیبت میرے سر پر مت سوار کرو۔" انہوں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹ ڈالا تو کرن آنسوئوں سے روتی ہوئی ان کے پاس سے ہٹ گئی تھی اور اب اس وقت کرن کی بات پر ان کے پائوں من من بھاری ہو رہے تھے نہ چلنے کی سکت تھی نہ بولنے کی گویائی۔

تبھی انہیں میسج ملا کہ وردہ پھر بے ہوش ہے۔

"اچھا دیکھو کرن! میں جا تو رہی ہوں بھائی کے گھر لیکن اگر کوئی پوچھے تو کہہ دینا میں ہاسپٹل گئی ہوں۔" وہ جلدی سے بولی۔

"نو مما! میں جھوٹ نہیں بول سکتی۔"

"تو یہ بات ہے یہ تم نہیں نور محل کی گھٹی کی تاثیر ہے۔"

"سو واٹ تاثیر ہے مما! آپ سامنے کائونٹر پر چٹ لگا کر جائیں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے میں جا رہی ہوں سمجھیں۔" اور وہ بہت گھبرائی ہوئیں نیچے اتریں اور ڈرائیور کے ساتھ چلی گئیں۔وہاں جا کر انہیں پتہ چلا کہ شایان آ چکا ہے اور وردہ کی حالت ٹھیک نہیں ہے' شایان سر پکڑے بیٹھا تھا۔

"پھپھو! یہ احمد نے اچھا نہیں کیا۔"

"واٹ... کیا کیا ہے احمد نے؟ مجھے بتائو۔"

"کیا آپ کو کچھ نہیں معلوم کہ وردہ کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کا ذمے دار احمد ہے۔"

"کیا..." سعدیہ چکرا سی گئیں۔

"جی پھپھو! وہ تو اتنی شاک میں چلی گئی ہے اپنامک ہے نہ ذہن کچھ کام کررہا ہے اور نہ ہی کچھ بول رہی ہے' ابھی دو دن پہلے ہی ہم نے اسے روم میں شفٹ کیا ہے' ڈیڈ پہنچنے والے ہیں۔"

" نہیں شایان! کہاں ہے شوبی' اس کے ساتھ یہ گھومتی پھرتی تھی' احمد اس قسم کا انسان نہیں ہے۔"

"نہیں پھپھو! اس نے میری بہن کو ہوس کا شکار بنایا ہے میں اس کو کورٹ تک لے جاؤں گا ہم ڈرنے والے لوگ نہیں ہیں' آج ڈی این اے کی رپورٹ آنے والی ہے۔"

"پہلے تم شوبی سے بات کرو یہ سب کرنے سے پہلے اور کہاں ہے آسیہ؟"

"وہ تو بنکاک گئی ہوئی ہیں شوٹنگ کے سلسلے میں۔"

"پوچھو شوبی کے ساتھ؟ بلاؤ ملازمہ کو اور پوچھو یہاں کیا ڈرامہ چلتا رہا ہے تمہارا دوست آسیہ اور وردہ دونوں کو بے وقوف بناتا رہا اور یہ سب اُسی کا کیا دھرا ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دیکھیں پھپھو! آپ حد سے زیادہ گزر رہی ہیں۔"

"واقعی پھپھو آج حد سے زیادہ گزر گئی' میرے گھر میں آگ لگی ہے اس وقت لیکن میں سب کچھ چھوڑ کر اس وقت وردہ کے لیے آئی ہوں کہ بھائی نہیں ہیں۔"

"جس طرح کی تربیت ہو گی ناں پھپھو! انسان وہی کچھ کرتا ہے' فہد مصطفی بڑا ایماندار بنا پھرتا تھا پڑھیں آج کا اخبار' یہ لیں کرپشن کے الزام میں فراڈ اور دہشت گردی کی وجہ سے فہد مصطفی معطل ہو چکا ہے۔" سعدیہ نے چونکتے ہوئے ایک نظر ڈالی اور بولیں۔

"نہیں وہ خود ریزائن کر کے آیا ہے۔"

"وہ جھوٹ بولتا ہے۔"

"نہیں شایان! فہد مصطفی کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔" ان کی آواز اتنی گہرائی سے نکلی تھی کہ شایان نے چونک کر دیکھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"پھپھو! بہت ہمدردی ہو گئی ہے آپ کو اپنے بیٹے سے۔"

"ظاہر ہے وہ ایک ایماندار انسان ہے۔" تو شایان بہت زور سے ہنسا۔

"کل تک پوری فیملی کرپٹ اور نفسیاتی مریض تھے آپ کے لیے، چیپ چھچھوری کیٹگری میں ایک ایماندار آفیسر آئی کانٹ بلیو اِٹ پھپھو جانی، ہم نے تو جو آپ سے سنا وہی جانتے ہیں۔"

"ہاں شایان! غلطی میری ہے۔"

"اب آپ میرے سامنے ان کی تعریفیں کر رہی ہیں پھپھو! آپ فیصلہ کر لیں کہ وہ کس کیٹگری میں آتے ہیں۔"

"آئی ایم پرائوڈ آف دیم، بس ایک میری اَنا ہے جو مجھے جھکنے نہیں دیتی۔"

"زبردست۔" شایان ہنسا۔

" میں تو آپ کو ثبوت دے دوں گا پھر آپ دیکھئے گا کہ میں کیا کرتا ہوں جس پر آپ لوگوں کو بڑا غرور تھا ناں فہد مصطفی تو ہوا میں اڑ گیا، ایک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جھونکے کی طرح، آج کا پریس اور میڈیا سب اُسی کو اچھال رہے ہیں اور پھپھو یہ کیا ہے؟ ایک نظر ادھر بھی تو ڈالیں کہ عبیر کی خبر لگی تھی جس کا سرا فہد سے جا ملا تھا۔" شایان کے چہرے پر بڑی گہری مسکراہٹ تھی اور سعدیہ بالکل بھربھری ہوئی ریت کی طرح ہو گئی تھیں، جب سعدیہ جانے کے لیے مڑیں تو شایان بولا۔

"ٹھیک ہے پھپھو! میں بہت جلد آئوں گا اور میں ڈرنے والوں میں سے نہیں ہوں، میں اس بات کو بھی میڈیا پر لائوں گا اور اس وقت پھر آپ دیکھئے گا کہ اس سے بھی زیادہ بُرا حال ہو گا احمد کا، آپ فہد کو بھی بھول جائیں گی۔" وہ غصے میں انگلی اٹھا کر بولا۔

"میرا خیال ہے شایان! یہ ہماری آخری ملاقات ہے اور تم پھر نہیں آسکو گے، میں احمد کو جانتی ہوں وردہ سے منگنی میں نے صرف اس لیے کی تھی کہ میں اپنے دشمنوں کو نیچا دکھا سکوں، میں فہد کو نیچا دکھا سکوں لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم تھا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"پھپھو! فار یور کائنڈ انفارمیشن جو فہد نے میرے ساتھ کیا تھا اس کو میں نہ بھول سکا ہوں اور نہ بھول سکوں گا' فار یور کائنڈ انفارمیشن آئی نو کہ سامیر اور عبیر دبئی میں شادی کر چکے ہیں۔" وہ بہت معنی خیز ہنسی ہنس کر بولا۔

"تو... واٹ ڈو یو مین۔" سعدیہ ہیل پہنے ہوئے تھیں پوری گھوم کر شایان کے سامنے آئیں۔

"فہد میرا دشمن ضرور ہے لیکن واقعی ہے بہت جی دار بندہ' اس نے اپنی فیملی کی عزت کی خاطر اپنا کیریئر داؤ پر لگا دیا۔" وہ بڑی شیطانی اور مکروہ مسکراہٹ ہونٹوں پر لا کر مسکرایا۔

"تو تم سب جانتے ہو۔" سعدیہ حیرانی سے اسے تکنے لگیں۔

"آف کورس بھتیجا کس کا ہوں' ماسٹر پلان تو میرا تھا مجھے نہیں معلوم تھا کہ فہد اپنے کیریئر کو داؤ پر لگا دے گا لیکن مائنڈ اس کا بھی چلتا ہے' اگر وہ ریزائن نہ کرتا اور کانفرنس ملتوی نہ کرتا اور اصل مجرموں کو کورٹ تک لے جانے میں کامیاب ہوجاتا تو پھپھو جانی ہمارے میڈیا کے چینل پر سلائیڈ بھی

چلتی خبروں کے ساتھ کہ شیتل گروپ آف انڈسٹری کے اونر راجیش کمار داس کے بیٹے سامیر سے جس کی شادی ہوئی ہے اور وہ ایس پی فہد مصطفی کی بہن ہے اور عبیر مصطفی نے ہندو رسم و رواج کے مطابق دبئی میں شادی کر لی ہے' بہت بڑا آپشن تھا اس کے سامنے سو وہ ریزائن کر کے پاگلوں کی طرح واپس آیا ہے اور پھپھو آج بھی میں اس نیوز کو چینل پر اوپن کروا سکتا ہوں مگر وہ گیم ہی ختم ہو گیا' فہد مصطفی نے خود ہی اپنی وردی اتار دی' مزا نہیں رہا' اب آپ وردہ کے کیس کو ایکسیپٹ کریں۔" وہ مسکراہٹ بھرے کاٹ دار لہجے میں اپنی پھپھو سے بولا' سعدیہ کا ساڑھی کا آنچل ڈھلک کر نیچے گر گیا تھا مگر وہ سعدیہ ہی کیا جو سامنے والے کو زیر نہ کر سکیں' بہت دیر تک شایان کی بات پر وہ ہنستی رہیں پھر بہت تکبر سے سامنے کھڑے ہوئے شایان کو دیکھ کر بولیں۔

"فہد ہار گیا ہے ناں اب یہ جنگ میری اور تمہاری ہے نو اینڈ نیور اور یہ غیر قانونی کام یعنی گناہ آنے والے بچے کا قتل جن کلینکس میں ہوتا ہے وہ ہماری این جی او کی نظر میں ہیں، میں ساری ڈیٹیل اور انفارمیشن

بمع ثبوت میرے پاس ہے چونکہ وردہ کو پہلی بار میں ہاسپٹل لے کر گئی تھی اور اس کی رپورٹ ہمارے پاس ہے میں نے صرف اور صرف اپنے بھائی کی عزت اور نور محل کے خوف سے یہ بات اوپن نہیں کی، یو نو ویری ویل مسز جسونت سنگھ اور راجیش کمار دونوں against ہیں، صرف تھوڑی سی دیر لگے گی پورے بھارت کا میڈیا اس بات کو اچھال دے گا اور کون نہیں جانتا شایان کاظمی پروڈکشن کے ڈائریکٹر کو، میں بھی تمہاری پھپھو ہوں۔" وہ مسکرا کر بولیں۔

"او آئی سی، تو آپ پالیٹکس بھی جانتی ہیں تبھی تو نور محل کے تانے بانے ہلاتی رہتی ہیں یہ تو میں بھول گیا تھا۔" وہ بہت غور سے دیکھ کر بولا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اب اس بات کی تو کوئی گنجائش نہیں ہے کہ میں وردہ کو ایکسیپٹ کروں، اول تو احمد ایسا ہے نہیں، آئی نو ویری ویل ہی از مائی لونگ سن، اور اگر ایسا ہوتا بھی تو میں ایکسیپٹ نہیں کر سکتی تھی وردہ کو، میں نے آج تک تم لوگوں کے لیے بہت کچھ کیا ہے مگر اس کے بعد میرا تم سے کوئی رشتہ نہیں رہا، میں کیسی بھی ہوں لیکن وہ بچے ہمارے ہیں۔"

"پھپھو! آپ نے وہاں ہمارے باپ دادا کے اسٹیٹس سے نور محل پر ہمیشہ اپنا رعب جمائے رکھا ہم پر کوئی احسان نہیں کیا، میں جانتا ہوں کہ آپ نے ڈیڈ کے کرائسس پر اپنا جما ہوا بزنس ہینڈاوور کیا تھا، ڈیڈ ہمیشہ آپ کی قدر کرتے ہیں ویسے بائی دا وے وہ چھوٹی سی بزنس کی چین میرے گرینڈ فادر نے آپ کو سیٹ کر کے دی تھی۔"

"تو بہت کچھ تو تمہارے باپ کو بھی دیا تھا انہوں نے، وہ سب کچھ شراب اور جوئے میں ہار گئے تھے بھائی۔"

"سو واٹ پھپھو! وہ جو کچھ بھی تھا آپ کو منظور مصطفی نے تو نہیں دیا تھا وہ میرے باپ اور دادا کی ملکیت تھی انہوں نے آپ کی پرورش کی، سوسائٹی میں موو کرنے کے لیے آپ کو اپنے پیروں پر کھڑا کیا اور اسی کا رزلٹ تھا کہ آپ کو ایک بیورو کریٹ ملا ورنہ کیا آپ کے اندر کوئی ایسی خاص بات تھی کہ منظور مصطفی جیسا انسان آپ کو پسند کرے۔"

"شایان! یہ جھوٹ ہے مجھے منظور کی ماں نے پسند کیا تھا میرے باپ اور دادا کا کوئی نام تھا، میں کسی شرابی اور جواری کی بیٹی نہیں تھی۔" انہوں نے اس بار شایان پر بڑی گہری چوٹ کی تو وہ تڑپ کر بولا۔

"پھپھو! آپ اپنی لمٹ کراس مت کریں اینڈ گیٹ لاسٹ۔" وہ چیخ کر بولا۔

"ٹھیک ہے میں جا رہی ہوں لیکن کچھ کرنے سے پہلے مسز جسونت سنگھ کا ذہن میں رکھنا، دنیا میں راجیش کمار کے علاوہ بھی کچھ اور لوگ بستے ہیں انڈر اسٹینڈ، خیال رکھنا میں کوئی معمولی چیز نہیں ہوں اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گی۔" وہ بہت غصے سے اور جھٹکے سے اپنا بیگ اٹھا کر باہر نکلیں۔

جب سعدیہ گھر لوٹیں تو بہت دیر ہو چکی تھی، کرن سے انہیں پتہ چلا کہ فہد نے لنچ نہیں لیا اور خاصی توڑ پھوڑ بھی کی ہے اور منظور کے جانے پر وہ تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گیا اور احمد سے ملنے کے لیے بے چین ہے، منظور نے بہت مشکل سے اسے کنڑول کیا تھا ، سب سے پہلا سوال فہد کا یہی تھا۔

"احمد کہاں ہے؟" آج پھر اس نے پوچھا تھا احمد کس ہاسپٹل میں ہے اور جب گھر کے کسی فرد نے اسے نہیں بتایا تو وہ بے حد اَپ سیٹ ہوا اور اس نے توڑ پھوڑ کرنے کی کوشش کی، منظور نے اسے منع کیا ہوا تھا کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور احمد پھر اَپ سیٹ ہو جائے گا، ڈاکٹرز نے منع کیا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود وہ احمد تک پہنچنا چاہتا تھا، غصے میں اس نے سعدیہ کی غیر موجودگی میں کھانے کے برتن بھی توڑے تھے اور پانی کا گلاس بھی پھینکا تھا، وجہ کسی کو معلوم نہیں تھی کہ فہد مصطفی اس وقت کیوں ایسا ری ایکٹ کررہا ہے، تب عباد نے بتایا تھا کہ کوئی اس کے متعلق اخبار میں

نیوز لگی ہے‘ سعدیہ بہت دیر سے گھر پہنچیں تو کرن نے جلدی جلدی سب کچھ بتا دیا تھا۔

”یہ تو ہونا ہے‘ میں کیا کروں۔“ سعدیہ ایک دم سے الجھ پڑیں۔

”مما! بھائی نے سوسائیڈ کرنے کی کوشش کی تھی وہ تو ملازم نے دیکھ لیا‘ ہم سب کے شور سے عباد بھائی اوپر آ گئے اور انہوں نے ایک بار پھر انہیں روک لیا۔“

”تو میں کیا کروں‘ اس کے ذمے دار میں ہوں کیا؟ میں تو اسے اس فیلڈ میں نہیں لے گئی یہ اس کی اپنی چوائس تھی اور تمہارے بابا کی‘ یہ تو ہو گا میں کیا کروں‘ وہ مجھ سے اتنی نفرت کر رہا ہے‘ میری شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔“

”مما! فہد بھائی کی اخبار میں نیوز آئی ہے بھاری کرپشن اور بہت سارے دوسرے الزامات ہیں ان پر۔“

”میں سب جانتی ہوں۔“ وہ آہستہ سے بولیں۔

”میں جانتی ہوں وہ ایسا نہیں ہے۔“ وہ سر جھکا کر بولیں۔

”اسی بات کا ری ایکٹ تھا جو انہوں نے آج کیا۔“ کرن بولی۔

”ڈونٹ وری سب ٹھیک ہو جائے گا تم اسے ایشو مت بنائو‘ تمہارے بابا تو ٹھیک ہیں؟“

”انہیں تو دادو نے نیچے بلوا لیا ہے ‘ مما مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے میں بھائی کو کھانے پر بلانے نہیں جائوں گی‘ آپ جائیں۔“

”میں... وہ اتنا خوفناک درندہ بنا ہوا ہے کہ اس کا باپ اور عباد اسے کنٹرول نہ کر سکے اور میں اسے کنٹرول کروں گی‘ کیا چاہتی ہو تم وہ مجھے مار دے گا وہ اپنے ہوش میں نہیں ہے۔“

”نہیں مما! بابا رونے لگے تو وہ چپ ہوگئے اور خاموش ہو کر سوری کر دیا۔“

”میں اس کے روم میں نہیں جاؤں گی۔“ وہ بے حد خوفزدہ ہو گئیں، وہ سہم کر بولیں۔ تبھی تھوڑی دیر میں شیزرے نے کرن سے کانٹیکٹ کیا تھا۔

”کرن! حری فون نہیں اٹھا رہی، کیا ہوا؟ فہد تو ٹھیک ہے۔“ تو جواب میں کرن رو رہی تھی۔

”پتہ نہیں۔“

”کیا ہوا کرن! کچھ تو بولو۔“ تبھی اس نے حریم کو فون کیا تھا۔

”ارے حری! کیا ہوا، کرن کو میں نے فون کیا تو وہ رو رہی تھی، خیریت تو ہے سب، صبح سے میں کئی بار ٹرائی کر چکی ہوں مگر تم فون نہیں اٹھا رہی تھیں۔“ وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی تو وہ بولی۔

”ہاں شزی! ہم ٹھیک نہیں ہیں وہ فہد...“ تو وہ بات کاٹ کر بولی۔

””ہاں میں نے اخبار میں سب پڑھا ہے لیکن یہ سچ نہیں ہے سب جھوٹ ہے۔“

”تھوڑا نارمل ہوا تھا کہ آج کی نیوز سے پھر اپ سیٹ ہو گیا ہے، ہم لوگ بہت پرابلم میں آ گئے ہیں، احمد بھائی ہاسپٹل میں ہیں، مجھے زینہ چڑھنے سے نانو نے منع کیا ہے، عباد پہلے ہی کئی دن سے آفس نہیں جا رہے تھے آج پھر فہد نے ایک ہنگامہ کر دیا، کرن بے چاری اکیلی تھی، فہد نے آج پھر سو سائیڈ کرنے کی کوشش کی تھی۔“ تو شیزرے خوف سے کانپ گئی اور تڑپ کر بولی۔

””اب وہ کیسا ہے؟“

”پتہ نہیں شیزرے! ممانی کو وہ دیکھنا پسند نہیں کرتا، چھوٹے ماموں کا بلڈ پریشر ہائی ہونے لگا، عباد انہیں نیچے لے آئے ہیں، فہد اکیلا ہے اس وقت، اسے تمہاری ضرورت ہے اس وقت۔“

”میری...“ وہ تھرتھر کانپنے لگی۔

”حری! چھوٹی ممانی...“ اس کی آواز خوف، دکھ اور تکلیف سے لرز رہی تھی۔

"تو کیا ہوا' انہوں نے پہلے کون سے تمہیں سکھ دیئے ہیں تم مزید فہد کے لیے برداشت کر لینا' آخر وہ بھی تو تمہارے کام آیا تھا۔"

"آج حری! میں جو کچھ بھی ہوں صرف اس کی وجہ سے ہوں' بچپن سے ہمیشہ اس نے مورل سپورٹ دیا' میں سب جانتی ہوں' ساتویں شہزادی کہہ کہہ کر مجھے اس لیے آسمان پر چڑھاتا رہتا تھا کہ میں اپنے کانفیڈنس کو کھو نہ دوں اور خود کو حقیر نہ جانوں' لمحہ لمحہ اس نے مجھے اپنے ہونے کا احساس دلایا۔" اس کی آواز آنسوئوں سے ڈوب رہی تھی۔

"تم اگر آ جائو گی ناں تو ہم کچھ نہ کچھ تو کرلیں گے' کم از کم اتنا تو ہو گا کہ اسے وقت پر کھانا دے سکیں' سارے ملازم خوف سے اس کے کمرے میں نہیں جارہے' ماموں نیچے ہیں' سعدیہ ممانی خوف سے اس کے روم میں نہیں جا رہیں اور وہ تنہا اپنے کمرے میں بیٹھا ہے۔"

"میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی یہ نیوز پڑھ کر بابا اور شعیب کیا ری ایکٹ کرتے ہیں۔" وہ بہت دکھی آواز میں بولی۔

"اچھا... تمہیں شعیب اور بابا کی اجازت کی بھی ضرورت ہے' مت بھولو کہ فہد نے ایک بار خود کو تمہارے لیے اسی طرح سے..." تو وہ پھر بات کاٹ کر بولی۔

"اور میں جانتی ہوں دوسری بار بھی اس نے کچھ ایسا ہی کیا ہے حری! جو کچھ اس کے ساتھ ہوا ہے ناں وہ اچھا نہیں ہوا۔" یہ کہہ کر اس نے سیل آف کر دیا تھا' وہ بڑی بے قرار سی اِدھر سے اُدھر بیڈروم میں پھر رہی تھی۔

"بابا گھر میں نہیں' شعیب نے آج کا اخبار پڑھا ہے۔" تب یونہی ڈرتے ڈرتے لائونج کی طرف آئی تھی تو شعیب خود ہی بول پڑا۔

"آج کی نیوز تم نے پڑھی فہد مصطفی پر بے بنیاد اور جھوٹا الزام لگایا گیا ہے' میں کئی بار ٹرائی کر چکا ہوں اس کا سیل آف ہے۔" تو شیزرے کے اندر ایک زندگی سی آ گئی وہ رُک کر بولی۔

"شعیب بھائی! وہ بہت اچھے انسان ہیں ہمیشہ انہوں نے سچ کا ساتھ دیا ہے' آپ صحیح کہہ رہے ہیں یہ بے بنیاد الزامات ہیں۔"

"ہاں یہ لائن ہی ایسی ہے کرپشن... لیکن ہر شخص ایسا نہیں ہوتا' میں فہد کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں ہی از گریٹ مین۔"

"شعیب بھائی! بالکل میرے بھی یہی احساسات ہیں جو آپ کے ہیں' میں تو جا رہی ہوں ان کو دیکھنے کے لیے۔"

"چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

"نہیں شعیب بھائی! وہ اور ہرٹ ہو جائیں گے تھوڑا سا انہیں وقت دیں پھر ملئے گا' میری حیثیت تو بالکل گھر جیسی ہے۔"

"چلو یہ تو ٹھیک ہے تم کہہ تو ٹھیک رہی ہو۔" اس نے بہت خوش ہو کر شعیب کو دیکھا جو کمپیوٹر پر مووی دیکھ رہا تھا۔

"شعیب بھائی! بابا کو بتا دیجیے گا۔" وہ بہت تیز بغیر کچھ اور بولے اوپر سے نیچے آئی تھی۔

"ڈرائیور گاڑی نکالو مجھے نور محل جانا ہے۔" وہ دروازہ کھول کر بیٹھ گئی یہ سوچے بغیر کہ اس نے گھر میں کسی اور کو نہیں بتایا' وہ جب نور محل پہنچی بڑی گہری خاموشی تھی' وہ دھڑکتے دل کے ساتھ نانو کے کمرے میں پہنچی تھی جہاں عباد بھی بیٹھا ہوا تھا' شیزرے کو دیکھ کر سبھی چونک گئے تھے' کچھ کا خیال تھا کہ کوئی نئی مصیبت آئی ہے' کچھ کا خیال تھا کہ شاید شیزرے فہد کو واپس لے آئے۔

......☆☆☆......

اکو میاں کئی دن سے جھوم جھوم کر گا رہے تھے۔

"رنگ برسے بھیگے چنر والی' رنگ برسے"

بار بار آئینے میں اپنی شکل دیکھتے اور خود ہی مسکرا مسکرا کر بولے جاتے۔

"بس اکبر خان! تمہاری قسمت بدلنے والی ہے۔" ان کی آنکھوں میں خواب لہرانے لگے۔انہیں اب اس کمرے سے وحشت ہونے لگی تھی۔

"آخر کب تک..." خود ہی بول کر ہنس پڑتے، کبوتروں پر بھی پیار آنے لگا تھا، کئی بار فاطمہ نے بھی ان کی خوشی کا راز معلوم کرنے کی کوشش کی تھی تو وہ ہنس کر کہتے۔

"لاٹری نکلنے والی ہے بس تم دیکھتی جاؤ یہ کمرہ یہ چھت زہر لگتی ہے اب، اپنا گھر ہو گا چھت پر میں نئے پنجرے بنواؤں گا، زینہ ایسا ہو گا کہ بلی تو آ ہی نہیں سکے گی، روز روز کا جھگڑا کون پالے۔" آنکھوں میں سرمہ ڈالتے بولے۔

"کہاں جا رہے ہیں؟" فاطمہ بولیں تو بہت غصے سے مڑ کر بولے۔

"مجھے تمہاری تھانیداری پسند نہیں، بیوی ہو بیوی بن کر رہو۔" اور اتر کر نیچے چلے گئے، زینے سے بھی وہ گنگناتے ہوئے اترے تھے، آداب بجا لانے کے بعد وہ جاتے جاتے سعدیہ دلہن سے بھی ملتے ہوئے گئے تھے۔

"چھوٹی دلہن! خدا تمہیں سلامت رکھے اور ہم غریبوں پر تمہارا سایہ قائم رہے۔"

"بس اکو بھائی! ہمیں تو آپ کی دعائیں چاہئیں۔"

"سب ٹھیک ہو گا دشمنوں کا منہ کالا ہو گا چھوٹی دلہن! آپ کی عقل کی تو داد دیتا ہوں، نور محل والے تو ناقدرے ہیں ارے آپ سے صلاح مشورہ لے کر چلتے تو یہ کہاں پہنچتے، بڑے بھائی کی کرسی منظور بھائی نے سنبھال لی، اب ہاتھ پائوں جوڑ کر عباد آفس میں چلا آ رہا ہے، ارے کر دیتے آپ کے حوالے، آپ تو تھیں ہی بزنس ویمن۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو اکو بھائی! اگر میں آفس جاتی تو نور محل والوں کی تو ناک کٹ جاتی، انہیں سب سے زیادہ اپنی عزت اپنا نام جھوٹی آنا مذہبی گھرانہ بس انہی چکروں میں پڑے رہتے ہیں، لے ڈوبے ہمارے بچوں کو بھی، شروع سے میں کہتی تھی کہ پڑھ لکھ کر کیا ملے گا دماغ کھپا کر پڑھتے لکھتے صرف اس لیے ہیں کہ چار پیسے ملیں گے وہ تو چچا، بابا، پھپھو سب نے تو بس یہی بٹھا دیا ہے بچوں کے ذہن میں کہ پڑھو، پڑھو، پڑھ لکھ کر ملتا کیا ہے یہی کہ دماغ خراب ہو جاتا ہے، آ کر بیٹھ گیا ہے ناں خود کو مٹا کر فہد، کیا دیا اسے

بیورو کریسی نے' باپ کے نظریات پر چلے تھے۔" وہ اکو میاں کے سامنے دل کے سارے گلے شکوے کر کے اندر چلی گئی تھیں۔

"سبحان اللہ! کیا دماغ پایا ہے دلہن بھابی نے' اللہ انہیں سلامت رکھے' اچھا تو فہد میاں ہمیشہ کے لیے آ گئے ہیں' وردی کا بڑا طرہ تھا اب دیکھتا ہوں کہ کس چیز سے ڈراتے ہیں یہ' اللہ کو بھولے ہوئے تھے اس لیے ایسا ہوا' ہم غریبوں کی آہ لگی ہے' کیسا خوار ہو رہے ہیں ' بہن بھاگ گئی' بھائی ہاسپٹل میں پڑا ہے' باپ دنیا سے منہ چھپائے پڑا ہے اس کو کہتے ہیں اللہ کی لاٹھی بے آواز۔" مسکراتے ہوئے وہ نیچے اتر گئے۔

"کون سا اتنا مشکل کام ہے ڈاکٹر شبیر حسن خان کو ڈھونڈنا' آج شام سے پہلے پہلے پیشنٹ بن کر تو میں بھی پہنچ جائوں گا ان کے پاس' دنیا دیکھتی رہ جائے گی کہ میں نے بھی کیا دماغ پایا ہے' قدموں پر نہ جھکا دیا سب کو تو اکبر میرا نام نہیں۔" خود ہی انہیں بڑے زور کی ہنسی آئی اور ٹھیلا اٹھا کر وہ

گلی کے کونے میں چلے گئے' ایک دو گاہک کے بعد جب دل اُکتا گیا تو بڑے بے زار سے گھر لوٹ آئے' فاطمہ کے پوچھنے پر وہ بولے۔

"بس دل نہیں لگتا کام میں اب۔"

"کیوں کیا ہو گیا ایسا۔"

"بس فاطمہ بیزار سا ہو گیا ہوں اپنی زندگی سے' یہ کوئی زندگی ہے نہ اپنا کوئی گھر نہ کوئی ٹھکانہ۔" وہ اداس لہجے میں بولے۔

"مگر شکر کریں کہ اللہ نے ہمیں سر چھپانے کی جگہ دی' سب سے بڑی بات یہ کہ ہم عزت دار لوگوں کے ساتھ رہ رہے ہیں' ہماری بیٹی عزت سے رہی' کبھی کسی نے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔"

"ارے فاطمہ! دوسرے نظر آ رہے ہیں تمہیں میں کبھی نظر نہیں آیا' کتنی چاہ اور محبت سے پالا ہے میں نے اسے' گودوں میں اٹھائے پھرتا تھا' کوئی اگر کہہ دیتا تھا کہ یہ تمہاری نہیں لگتی تو یاد ہے میں کیسی کیسی سناتا تھا' اسکول اور کالج میں پڑھا کس کے نام سے؟ بڑی بات ہے میں نے اس کو اپنا نام

دیا‘ اپنی پہچان دی‘ پھر بھی تم نور محل والوں کے گن گا رہی ہو‘ یہ ٹھیک نہیں ہے فاطمہ یہ بہت بڑی نیکی تھی جو میں نے کی ہے‘ یاد ہے محلے والے چھیڑتے تھے کہ اکبر تجھے تو جہیز میں بیٹی ملی ہے اور میں سب کچھ تمہاری محبت میں جھیل گیا لیکن میں جانتا ہوں کہ ملنا کچھ نہیں ہے‘ دینے والا تو بس رَب ہے دے گا ایک دن ضرور دے گا چھپر پھاڑ کر دے گا‘ بس تھوڑی بھاگ دوڑ کی ضرورت ہے۔“ یہ کہہ کر انہوں نے ایک بڑی سرد آہ بھری تو انہیں چنگیزی پر بڑا ٹوٹ کرپیار آیا۔

”مت دیکھو اکبر خان! اتنے لمبے اور بڑے خواب‘بہت دل دُکھاتے ہیں۔“ فاطمہ بہت دل جلے لہجے میں بولیں تو اکبر خان مڑ کربولے۔

”ہاں بھئی تجھے تو بڑا تجربہ ہے ڈاکٹر شبیر حسن کے خواب دیکھے اور زندگی اکبر خان کے ساتھ گزارنی پڑی۔“ ان کے ہونٹوں پر ایک گہری ہنسی تھی۔

”کیا ہو گیا ہے تمہیں‘ بات بات پر اب تمہیں شیزرے اور ڈاکٹر شبیر حسن یاد آنے لگے ہیں‘ خیریت تو ہے۔“ وہ بہت غور سے انہیں دیکھ کر بولیں۔

”لو پال پوس کر میں نے اتنی بڑی بیٹی انہیں دے دی‘ کیا یہ کم ہے اور اس مہارانی کو دیکھوکہ کبھی یہ غریب باپ یاد نہیں آیا‘ سامنے آئی تو یوں ملی کہ جیسے اسے مجھ سے گھن آ رہی ہو‘ کہاں میں بارشوں میں اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیتا تھا‘ کیسا مچل کر نکلتی تھی‘ بڑی ہو گئی تو بھی میں ویسے ہی ٹوٹ کر پیار کرتا تھا تو کیسا تڑپ کر ہٹتی تھی۔“ وہ بہت ڈھٹائی سے ہنسے۔

”مت کریں گزری باتیں مجھے اس کی بے بسی کا ایک ایک لمحہ یاد آتا ہے‘ جو سلوک تم کرتے تھے وہ میں بھول نہیں سکتی‘ کیسا راتوں کو وہ سسک سسک کر روتی تھی تمہارے تو سائے سے بھی ڈرنے لگی تھی‘ کس منہ سے اب اسے اپنی بیٹی کہہ رہے ہو‘ شرم کرو۔“

”اچھا اچھا جائو جا کر کپڑے استری کرو‘ آج مجھے شام کسی اسپیشل میٹنگ میں جانا ہے۔“

”خیریت... کیا جواری اور چرسیوں کی بھی میٹنگ ہونے لگی ہے۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ تو تمہیں وقت بتائے گا کہ اکبر خان کیا ہے' ارے تجھے شہزادی نہ بنا دیا تو نام بدل دینا' یہ ایک کمرے کی زندگی اب ایک آنکھ نہیں بھاتی۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ گئے۔

......☆......

سعدیہ کرن کی بات سن کر بوا سے مشورہ کرنے کے بعد کسی پیر مرید کے چکر میں گھر سے نکل گئی تھیں۔

"اگر میری بات مانو ناں تو بی بی! میں اب بات آپ کو بتاؤں اس خوبصورت جادوگرنی کو بلاؤ کہ جائے فہد کے کمرے میں اور کھلائے کھانا اور کرے دیکھ بھال لیکن وہ تو ماں نے افسری کے چکر میں پیچھے لگایا تھا اب تو پورے شہر کو خبر ہوگئی کہ فہد میاں نوکری چھوڑ چکے ہیں لیکن اب ہو گا کیا بی بی۔" سعدیہ پتہ نہیں کس خیال سے چونک کر بولیں۔

"ہاں ہاں تم ٹھیک کہتی ہو' اس جادوگرنی کو پیر بابا سے کہہ کر بلواتی ہوں' ارے اب تو بڑے نخرے ہیں اس کے۔" ان کے چہرے پر بڑی گہری سوچ تھی۔

"پیر صاحب چاہیں گے تو دوڑی چلی آئے گی' ویسے اب اسے بڑا گھمنڈ ہے جب آئی تو ترچھی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی' نہ دعا نہ سلام۔" ان کے لہجے میں سعدیہ کے لیے ہمدردی مچل رہی تھی' سعدیہ بوا کی باتوں پر سو فیصد یقین رکھتی تھیں اور پھر آج بھی ایسا ہی ہوا' جب وہ پیر صاحب کے پاس سے واپس لوٹیں تو انہیں شیزرے کی صورت نظر آئی تھی' دیکھ کر ایک بجلی تو گری مگر انہوں نے گھبرا کر بوا کا ہاتھ تھام لیا تھا' انہیں شیزرے زینے پر نظر آئی تھی۔

"دیکھا بی بی! میں کہتی ہوں ناں ہمارے پیر صاحب مؤکلوں کے ذریعے چٹکی بجا کر کام کر دیتے ہیں' اب آپ دیکھ لیں کہ ہم گھر پہنچے نہیں کہ شیزرے حاضر۔"

"سچ بوا! میں برداشت کر لوں گی جب تک فہد نارمل نہیں ہوتا۔"

"ارے بی بی! ہم نے بھی دنیا دیکھی ہے' دیکھتی جائو یہ ٹلنے والی نہیں' وہ پیر صاحب کی کرامت سے آ تو گئی ہے اگر تمہیں اس کو رکھنا ہے تو پھر وہاں دوبارہ جانا ہو گا۔"

"میں چلی جائوں گی مگر وہاں بہت دیر لگتی ہے۔"

"تو میں چلی جائوں گی۔"

"ہاں بوا! دیکھو اگر یہ آج رات یہاں رہ گئی تو دیکھتے ہیں اور اگر گئی تو پھر دوبارہ تم چلی جانا پیر صاحب کے پاس' رگڑا دوں گی میں اس کو بھی' ساری ڈاکٹری اس کے باپ کی نہ میں نے اتار دی تو سعدیہ میرا نام نہیں' دیکھا نہیں کیسی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتی ہے' اس کی ہرنی جیسی آنکھوں نے سارے نور محل کے لڑکوں کو نچایا ہوا ہے۔"

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اوپر پہنچی' کرن اسے دیکھ کر گھبرا گئی مگر وہ بہت نارمل انداز میں چہک کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کہاں ہے فہد مصطفی' ہم بھی تو پوچھیں کہ اب بولو۔"

"آہستہ بولیں شزی آپی! وہ بہت اَپ سیٹ ہیں۔"

"ہوں گے اَپ سیٹ' سو واٹ۔" وہ فہد کے روم کی طرف مڑ گئی' عباد جونہی روم میں داخل ہوا تو وہ بھی ہمت کرکے اندر بڑھی۔

"میں تو یہ دیکھنے آئی ہوں کہ کتنا بہادر ہے فہد مصطفی۔" وہ کھلکھلا کر ہنسی' اس کی سرخ سرخ آنکھیں اس کے چہرے پر انگارے برسا گئیں۔

"مجھے تو شعیب بھائی نے بتایا کہ فہد مصطفی پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے۔" وہ بہت شوخ لہجے میں بولی۔

"شٹ اپ' گیٹ آئوٹ فرام ہیئر۔"

"اوہو ابھی تک تم افسری کے نشے میں ہو۔" وہ ہنستے ہوئے دیوار سے جا لگی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یار! سنو تو میری بات' یہ سن کر آئی ہے تمہیں دیکھنے ملنے' دنیا جانتی ہے کہ یہ سب جھوٹ ہے اب اگر شیزرے نے ایسا کہہ دیا تو کیا ہو گیا۔" عباد اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا تو وہ بہت غصے سے دانت پیس کر بولا۔

"مجھے کسی کی ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے یار ٹھیک ہے' یہ مہمان ہے ہماری' اگر یہ آ گئی ہے تو ایسے بی ہیو نہ کرو' چلی جائے گی تھوڑی دیر کے لیے آئی ہے۔" تو فہد تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گیا۔

"شیزرے تم بیٹھو۔" عباد بولا تو وہ بہت غصے سے بولی۔

"کیا بیٹھوں گی عباد بھائی! حشر دیکھیں پورے کمرے کا' یہ سب فہد نے کیا ہو گا پرانی عادت ہے توڑ پھوڑ غصے کی حالت میں' مگر عباد بھائی آپ یہ دیکھیں ایش ٹرے پوری بھری ہوئی ہے سگریٹ پر سگریٹ چل رہی ہے۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بولی تو عباد اس کے اس انداز پر اپنی ہنسی نہ روک سکا تو فہد نے غصے سے گھور کر اُسے دیکھا۔

"کیوں اس طرح گھور رہے ہو' کیا یہ سب میں نے کیا ہے؟" اس نے ہاتھ اٹھا کر چاروں طرف اشارہ کیا۔

"شیزرے! ہاتھ مت لگانا میری کسی چیز کو۔"

"بیٹھے رہیں افسر صاحب' میں چلی جاؤں گی رہنے نہیں آئوں گی' میرے بابا کی باہر گاڑی کھڑی ہے۔" اس نے بڑی رعب دار آواز میں کہا' عباد کے ہونٹ مسکرا کر رہ گئے پھر اس نے بڑی گہری نظروں سے فہد کو دیکھا جو خاموش سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"او مائی گاڈ عباد بھائی! یہاں تو گلاس بھی ٹوٹے پڑے ہیں' بہت خطرناک چیز ہے ایک بار حری اسی سے زخمی ہوئی تھی' پہلے میں یہ شیشے یہاں سے اٹھادوں' چھوٹے ماموں اسفنج کی چپل پہنتے ہیں کہیں لگ گیا ناں تو زخم بھی نہیں بھرے گا شوگر کے مریض ہیں وہ۔" وہ بہت غصے سے نکل کر باہر آئی تھی' سعدیہ نے اسے چونک کر دیکھا لیکن وہ نظریں جھکائے ہوئے جھاڑو اور برش لیے اندر کمرے میں چلی گئی تھی تو بوا نے سعدیہ کو اشارہ کیا تھا تو

انہوں نے بھی سر ہلایا' صفائی کے دوران جب وہ شیشے سمیٹ رہی تھی تو فہد کچھ نہیں بولا البتہ عباد بولا۔

"فہد! خیر ہو گئی واقعی یہ چچا کو لگ سکتے تھے' شیزرے ذرا دھیان سے ننھی ننھی کرچیاں ہیں کہیں لگ نہ جائیں بی کیئر فل۔" تو فہد کی نظر اس کے ہاتھوں پر گئی تھی' وہ برش تھامے شیشے کی کرچیاں سمیٹ رہی تھی' فہد کی آنکھیں خودبخود جھک گئی تھیں' کون کسی کے لیے اتنا کرتا ہے' وہ بلاجھجک پہلے کی طرح ہاتھ میں جھاڑو لیے اس کے کمرے کی صفائی کر رہی تھی۔

"اُف خدایا ایش ٹرے بھی اب دھو کر لانی پڑے گی۔" وہ فہد کے سامنے سے ایش ٹرے اٹھا کر بہت تیزی سے باہر گئی تھی' اسے یہ بھی پتہ چلا تھا کہ فہد نے صبح سے کھانا نہیں کھایا' وہ بہت تیزی سے کچن سے تین گلاس جوس لے کر آئی تھی۔

"اُف خدایا عباد بھائی! حشر ہو گیا میرا جھاڑتے جھاڑتے۔" ٹرے سامنے رکھتے ہوئے اس نے چہرے کو اپنے دوپٹے سے پونچھا تھا اور بہت کانفیڈنلی عباد کے برابر میں بیٹھ گئی تھی۔

"عباد بھائی! لیں ناں آپ۔" اس نے اپنا گلاس اٹھایا تھا۔

"شیور شیور۔" اس نے اپنا گلاس تھام لیا تھا۔

"فہد! تم بھی لے لو ناں۔" وہ بولی تو فہد نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

"اتنی محنت کرنی پڑی ہے تمہارے کمرے میں' کم از کم تم ایک گلاس جوس پی لو' وہ تو مجھے معلوم ہے صبح تک یہ ایش ٹرے پھر بھر جائے گی۔"

"شاباش فہد پی لو جوس' یار اس نے بڑی محنت کی ہے تمہارے کمرے پر' چلو اب اس کا کہا تو ماننا پڑے گا' تمہاری وجہ سے یہ بھاگی ہوئی آئی ہے۔" نجانے ایسا کیا تھا اس نے نظریں اٹھا کر شیزرے کو

دیکھا اور گلاس تھام لیا تھا۔

”ارے سعدیہ! دیکھا تم نے، اس نے فہد کو ایک منٹ میں نارمل کر دیا۔“ بوا ہونٹوں پر انگلی رکھے سر ہلا کر بولیں۔

”وہ اُلو کا پٹھا اس کے عشق میں ڈوبا ہوا ہے، لیلیٰ سامنے آئی غصے کا بھوت اتر گیا، سارا غصہ ماں، بہن، ملازموں پر اتار رہا تھا۔“ سعدیہ بولیں تو کرن نے جلدی سے ہاتھ تھام لیا تھا۔

”مما پلیز! کوئی نیا ہنگامہ مت کریں، آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے کیا کیا تھا، وہ تو بابا کے رونے پر رک گئے ورنہ تو عباد بھائی بھی کچھ نہیں کر سکتے تھے، مت کریں ایسا کہ وہ پھر غصے میں آ جائیں، ایک تو اس بے چاری نے آ کر ان کے کمرے کا حشر ٹھیک کیا ہے جگہ جگہ گلاس اور شیشے کے ٹکڑے پڑے تھے کیا حشر تھا مما صبح سے انہوں نے پانی بھی نہیں پیا تھا، پھر کوئی نئی قیامت آ جائے گی اگر شیزرے آتی ہے تو آ جانے دیں، بس آپ یہ دیکھیں کہ بھائی ٹھیک ہو رہے ہیں، چھوڑ دیں انہیں ان کے حال پر، وہ عشق

چلا رہے ہیں یا محبت کر رہے ہیں ہمیں اس سے کیا، یہ ان کی اپنی لائف ہے اگر آج کچھ ہو جاتا تو مما؟“ وہ رونے لگی۔

”مما پلیز! سب کچھ ختم ہو گیا ہے آپ نہیں جانتیں یہ عبیر کے اثرات ہیں کسی دن اسی طرح سے جب عبیر کی خبر آئے گی تب آپ سوچیے کہ کیا ہو گا۔“

”ایسا کبھی نہیں ہو گا، میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلیں، میں کبھی نہیں ہاری۔“ ان کے ہونٹوں پر پُرسوچ مسکراہٹ تھی، کرن کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولی۔

”مما! بہت ڈر لگ رہا ہے، اظفر کئی بار کال کر چکا ہے میں نے سیل نہیں اٹھایا، پھر مما میں یا کہوں گی کہ میرے بھائی پر جو الزامات لگے ہیں وہ غلط ہیں۔“

”ہاں وہ غلط ہیں کہہ دینا میرا بھائی ایسا نہیں ہے دنیا جانتی ہے، وہ پڑھا لکھا انسان ہے پوزیشن ہولڈر ہے، وہ اس فیلڈ میں اس لیے نہیں آیا تھا کہ

کرپشن کرے‘ اس لیے اس کو ہٹایا گیا ہے ‘ اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے کانفیڈنلی بولو اس سے اور کچھ زیادہ بولے تو مجھ سے بات کرواؤ‘ ہاں خود سے کوئی بات مت کرنا۔“ انہوں نے انگلی اٹھا کر وارن کیا۔

”یاد رکھو بیٹا! اپنی کسی کمزوری اپنی غلطی پر خود بات نہیں کرتے‘ ہو سکتا ہے اس نے نیوز پیپر نہ پڑھا ہو اور وہ یونہی تمہیں کال کر رہا ہوں اور تم خوامخواہ ڈر رہی ہو۔“ تو وہ سر ہلا کر چپ ہو گئی۔

”چلو ٹھیک ہے میں تمہارے بابا کی خاطر اب کچھ نہیں بولوں گی‘ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تم چپ ہو جاؤ۔“ لیکن وہ بہت دیر تک سسک سسک کر روتی رہی‘ شیزرے دبے قدموں سے چلتی ہوئی بغیر کسی سے بولے چلی گئی تھی‘ گھڑی دو گھڑی کے لیے صرف فاطمہ سے ملی اور لوٹ گئی تھی۔

”اب تم دیکھنا سعدیہ بی بی! یہ یونہی آئے گی روز پیرومرشد کے حکم سے‘ اب تم چپ ہو جاؤ۔“ بوا نے ان کی آنکھیں پونچھیں حالانکہ ان کی آنکھوں

سے ایک بھی آنسو نہیں بہہ رہا تھا‘ ان کے دل و دماغ پر ابھی تک شایان کی دھمکیاں گونج رہی تھیں۔

......☆☆☆......

عباد نے اخبار گھبرا کر ٹیبل پر رکھ دیا۔

”او خدا خیر کرے‘ فہد دیکھو یہ کیا ہوا ہے‘ انویسٹی گیشن سیل دھماکے سے اڑا دیا گیا‘ دہشت گردی کی جڑیں بہت گہری ہو گئی ہیں۔“ تو فہد مصطفی کے ہونٹوں پر ایک بہت گہری مسکراہٹ تھی۔

”یہ تو ہونا ہی تھا۔“ تو دادو نے جلدی سے گھبرا کر 19 مارچ 2010ء کا اخبار اپنے سامنے پھیلایا‘ چشمہ لگاتے ہوئے وہ بولی تھیں۔

”یا خدایا یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“ اور وہ پڑھنے لگیں۔

”صبح آٹھ بج کر 20 منٹ پر حملہ آور نے سیکورٹی گارڈ کے روکنے پر بارود سے بھری گاڑی اسپیشل انویسٹی گیشن یونٹ سے ٹکرا دی‘ سترہ فٹ گہرا گڑھا

پڑ گیا‘ حملے میں C4 مواد استعمال ہوا تھا۔“ دادو کی پڑھ کر سانس رک گئی پھر وہ دوبارہ آواز سے پڑھنے لگی تھیں۔

”سی سی پی او لاہور کی تردید‘ 600 کلوگرام بارودی مواد استعمال کیا گیا‘ حساس ادارے میں دھماکے کے وقت ایک انتہائی اہم ملزم سے تحقیقات کی جا رہی تھیں۔“ دادو کا دل اتھل پتھل سا ہو گیا۔

”اچھا ہوا فہد! تم واپس گھر آ گئے۔“ دادو کی آنکھیں آنسوئوں سے لبریز ہو گئی تھیں۔

دہشت گردی کی لہر نے پورے پاکستان کی جگہ جگہ کمر توڑ دی ہے دہشت گرد غیر ملکی ایجنٹ ہیں‘ میڈیا‘ پریس کے مطابق ذرائع نے بتایا کہ ایف آئی اے کے انویسٹی گیشن یونٹ میں دھماکے کے وقت عمارت کے اندر ایک انتہائی اہم ملزم سے تحقیقات جاری تھیں‘ یہاں پر دہشت گردی میں ملوث افراد یا ان کے معاونین سے تحقیقات کی جاتی تھیں لیکن دھماکے کے وقت کسی ملزم سے تحقیقات نہیں کی جا رہی تھیں‘ یہ کھلی دہشت گردی تھی جو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

فرض شناس افسروں کے امیج اور ان کے ارادوں کو توڑنے کی سازش تھی‘ اس طرح ملک کے نجانے کتنے فرض شناس افسر فہد کی طرح بے سکون بے گھر پھرتے ہیں‘ ماحول میں ایک گہرا سکوت طاری تھا‘ خوف کی ایک لہر سب کو پیرالائز کر گئی تھی‘ کچھ لوگ یہ سوچتے تھے کہ فہد مصطفی نے غصے اور جذبات میں آ کر یہ فیصلہ کیا ہے‘ فہد کے بارے میں اب ان کی رائے بدل چکی تھی جبکہ فہد کے چہرے پر بے حد مایوسی اور اس کی شریانوں میں وقت کا زہر سرایت کر رہا تھا‘ اس کے سیاہ ہونٹوں پر بہت تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ ایک منٹ کہہ کر باہر نکل گیا تھا۔

شایان کی پارٹی میں ہاٹ ٹاپک یہی تھا کہ ایک پولیس آفیسر نے میڈیا کے سامنے بیان دیا ہے کہ اس پر اتنا پریشر ہے کہ وہ پکڑے ہوئے ڈاکوئوں کو چھوڑ دے‘ اس وقت بھی شایان کی پارٹی میں میڈیا کا سادے لباس میں فری لانسر جرنلسٹ موجود تھا جو مسلسل اسی ٹاپک پر بات کر رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"دِس از ناٹ فیئر' اس پولیس آفیسر کو تحفظ دیا جائے' قانون کی بالادستی قائم رکھنے کے لیے یہ بے حد ضروری ہے' اس طرح دیانتدار افسر یونہی خوفزدہ ہو کر گھر بیٹھنے لگے تو پھر بہت مشکل ہو جائے گی۔"

"یہ کون سی نئی بات ہے اس سے کچھ عرصے پہلے بھی ایسا ہی ایک دیانتدار پولیس افسر فہد مصطفی بھی ریزائن کر کے واپس آ گیا۔" شایان کاظمی کے کان میں یہ آواز پہنچی تو وہ شراب کا گلاس تھامے ہوئے پلٹ کر آیا تھا۔

"او آئی سی' تم فہد مصطفی کی بات کر رہے ہو' وہ بہت زیادہ کرپشن میں ملوث تھا اس کے ساتھ تو یہی ہونا تھا۔" وہ دبی دبی ہنسی ہنس کر صفدر آفندی کی طرف مڑا تھا۔

"انکل! آپ نے یہ خبر تو پڑھی ہی ہو گی فہد مصطفی ریزائن کر چکا ہے۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں' میں نے تو تمہارے انکل سے بات بھی کی تھی' منظور مصطفی بہت اَپ سیٹ تھے' سوچ رہا ہوں کہ کسی دن جا کر ان سے ملاقات

کر لوں' مجھے بھی اس کا افسوس ہے' سوچتا تھا کہ چلو فیملی میں ایک پولیس آفیسر بھی شامل ہو گیا ہے کبھی تو کام آئے گا۔"

"ارے چھوڑیں انکل! کیا خاک کام آئے گا' اب یہ بات تو گھر کی ہے آپ اپنے تک ہی رکھیئے گا۔" تو صفدر آفندی' شایان کی طرف غور سے دیکھنے لگے تھے تو وہ گلاس سے سِپ لیتے ہوئے بولا۔

"انکل! کرن کی بڑی بہن جو عبیر تھی ناں وہ آپ کے دوست راجیش داس کے بیٹے کے ساتھ چلی گئی اور دبئی پہنچ کر اس نے شادی بھی کر لی۔"

"واٹ...؟" صفدر آفندی چونک پڑے تھے۔

"انکل! یہ بات میں نے آپ کو نہیں بتائی اور نہ ہی آپ میرا ذکر کریں گے بس' اب آپ اور ہم غیر نہیں ہیں۔" وہ شراب پی کر جھوم رہا تھا' اس وقت صفدر آفندی گلاس تھامے سوچ رہے تھے کہ قدرت ان پر کتنی مہربان ہو گئی' اب وہ اظفر کا رشتہ کرن سے توڑ کر اپنے بزنس پارٹنر کی بیٹی سے

کریں گے جو کہ اکلوتی ہے اور جس کو اظفر اور اس کی ماں نے رَد کر دیا تھا۔

صفدر آفندی جب گھر میں داخل ہوئے تو ان کے ہونٹوں پر بڑی گہری مسکراہٹ تھی اور سب سے پہلے انہوں نے یہ انکشاف اپنی بیوی پر کیا تھا اور خوب کھری کھری سنائی تھیں۔

''دیکھ لیا مذہب کے نام پر کیسے کیسے دھوکے ہوتے ہیں' دیکھ لی دیانتدار فیملی' بڑی معصوم بچی تھی وہ' اب کیا خیال ہے جس کی بہن اتنی کرپٹ ہو کہ جو ہندو لڑکے سے شادی کرکے جا چکی ہے اس کی بہن بھی ویسی ہی ہو گی' کانگریچولیشن۔'' وہ تالی بجا کر زور سے بولے تو اظفر نے بھی ان کی ساری بات سن لی تھی۔

''ڈیڈ! آپ کسی پر اس طرح سے الزام نہ لگائیں' وہ بہت سچے اور اِنوسینٹ لوگ ہیں' فہد مصطفی پر کرپشن کا الزام غلط ہے' میں اس سے کئی بار مل چکا ہوں۔'' تو صفدر آفندی پھٹ کر بولے۔

''اٹھاؤ فون اور پوچھو راجیش داس سے کہ سامیر کہاں ہے ان دنوں۔''

''ڈیڈ! یہ غلط ہے۔''

''اور اگر یہ صحیح ہوا تو مائی سن! وہ پوری فیملی کرپٹ ہے مذہب کے نام پر جو لوگ دھوکا دیتے ہیں ان سے ہم بہتر ہیں کہ کھلے عام دنیا کے سامنے سب کچھ کرتے ہیں لیکن یہ تمہاری ماں... اوہو ان کا فرمانا تھا کہ مذہبی گھرانے سے لڑکی لائی جائے گی' یوں لگتا ہے کہ وہ آ کر ہمیں کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دے گی۔''

''ڈیڈ! اگر یہ جھوٹ ہوا تو...؟'' وہ سوچ کر بولا۔

''اور اگر یہ سچ ہوا تو...؟'' وہ بہت ہوشیاری سے بولے۔

''میں یقیناً ایسی کرپٹ فیملی میں اپنے بیٹے کا رشتہ نہیں کروں گی' میں نے تو صرف نور بی بی کو دیکھ کر یہ رشتہ کیا تھا۔'' اظفر کی ماں بولی۔

"تو جایئے بیگم صاحبہ! تصدیق کیجیے کس نے روکا ہے کریں تصدیق فون پر، ان کا تماشا تو دنیا دیکھ رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے میں خود تصدیق کر لوں گی۔" صفدر آفندی مسکرا کر کمرے سے چلے گئے تھے۔

"مما! کرن بہت سمپل اور بہت ہی اچھی لڑکی ہے، آپ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیجیے گا۔"

"نہیں اظفر! یہ بہت بڑا ایشو ہے اس کے اثرات بہت دور تک جاتے ہیں، خونی رشتہ وقتی طور پر دور ہو جاتا ہے اور پھر یہ فیصلہ آہستہ آہستہ بڑھتا نہیں بیٹا بلکہ کم ہوتا جاتا ہے، میں یہ بات برداشت نہیں کروں گی کہ لوگ ہم پر انگلی اٹھائیں اور تو اور تمہارا باپ ناصرف میرا بلکہ اس لڑکی کا بھی جینا دوبھر کر دے گا۔" جواب میں اظفر آفندی ماں کے سامنے کچھ نہ بول سکا۔

......☆☆☆......

احمد ابھی تک ہاسپٹل میں تھا اس کی کیئر اور دیکھ بھال بڑی پھپھو نے اپنے ذمے لے لی تھی، کبھی رامین، کبھی راحمہ اور کبھی بشریٰ دیکھ بھال کر رہی تھیں، ان دنوں فائزہ آ کر نور محل میں اس لیے رہ رہی تھیں کہ حریم کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی، دو دن پہلے حریم ہاسپٹل میں ایڈمٹ کی گئی تھی، بچے کی ہارٹ بیٹ بہت تیز تھی اور حریم کا بلڈ پریشر بہت لو جا رہا تھا، سبھی لوگ اس بات سے بے حد پریشان سے لگ رہے تھے، بہت ٹینشن تھی اسی لیے فائزہ کچھ دن کے لیے نور محل آ گئی تھیں۔نور محل کی یہ پہلی خوشی تھی، عباد مصطفی بے حد خوش تھا، حریم کا بہت زیادہ خیال رکھا جارہا تھا، سبھی بہت کیئر کر رہے تھے اور بے حد خوش تھے تبھی سعدیہ، احمد سے مل کر لوٹیں تھیں تو اکو میاں پھر انہیں راستے میں ہی ٹکرا گئے تھے۔

"اکو بھائی!" تو اکو رک کر انہیں دیکھنے لگے۔

"کہاں جا رہے ہیں اکو بھائی؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کہاں جانا ہے چھوٹی دلہن! ٹھیلے پر جا رہا ہوں اپنے' آپ بڑی اداس اداس دکھائی دے رہی ہیں' نیچے تو بڑا ہلاگلہ چل رہا ہے خوشیاں منا رہے ہیں سب لوگ۔"

"کوئی بات نہیں اکو بھائی' ایک دن ان کے گھر میں بھی آگ لگے گی میرا تو دل جل رہا ہے اکو بھائی' ہر طرف سے مایوس ہو چکی ہوں' سب کچھ لٹ گیا ہے میرا' خدا کرے یہ لوگ بھی لٹ جائیں میری طرح۔" تو اکو میاں کو بہت زور کی ہنسی آئی تھی۔

"کوئوں کے کوسے ڈھور نہیں مرتے۔" وہ ہنستے ہنستے وہیں ٹک گئے۔

"خود تو آپ اتنی عقلمند ہیں اکو کو تو جینے کا رستہ دکھا دیا آپ نے اور خود اداس بیٹھی ہیں۔" وہ ہنستے ہنستے زینے پر بیٹھ گئے تھے۔

"اکو بھائی! بڑا دل جلتا ہے نیچے دیکھو کیسی آئو بھگت ہو رہی ہے حریم کی اور ہم تو لٹ گئے' ہمیں تو لوٹ لیا' ہمارے گھر میں ڈاکہ پڑا ہے ڈاکہ۔"

"کب چھوٹی دلہن؟" وہ گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تمہاری لے پالک شیزرے نے ڈاکہ ڈالا ہے میرے گھر پر' ماں' بہن' ملازم کسی کو قریب نہیں آنے دیا اور شیزرے آ جائے تو ہاتھ باندھے کھڑا ہوتا ہے اس کے سامنے۔" اکو یہ سن کر گھبرا گئے' انہیں خود بھی یقین نہیں آیا کہ فہد مصطفی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گا۔

"جائوں گا کسی دن شیزرے کے باپ کے پاس' پائی پائی کا حساب لوں گا چھوٹی دلہن! میں نے بہت خرچ کیا ہے اس پر۔" تو سعدیہ کسی گہری سوچ سے بیدار ہوئی تھیں۔

"ڈاکٹر شبیر حسن خان... اکو بھائی! ان کو آپ یہ بات بتا دیجیے گا کہ بڑی ستی ساوتری بنی گھوم رہی ہے شیزرے کہ کس طرح سے اس نے ہمارے گھر میں ڈاکہ ڈالا ہے۔" تو اکو اپنی آنکھوں سے کاجل پونچھتے ہوئے دبی دبی ہنسی میں ہنس کر بولے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"سچ چھوٹی دلہن! ڈاکے کے نام پر تو میں سچ مچ لرز گیا تھا' آج کل ڈاکے اور لوٹ مار عام ہو رہی ہے' ذرا دھیان رکھا کریں۔" وہ بہت سہم کر بولے۔

"اب کچھ نہیں ہے ہمارے پاس' جو کچھ تھا وہ سب لٹ چکا ہے' تینوں بچے ہمارے ہاتھ سے نکل گئے' پھل پھول تو نیچے والے رہے ہیں۔" انہوں نے ایک حسد بھری نظر نور محل کے لان پر ڈالی۔

"چھوٹی دلہن! میں ڈاکٹر شبیر حسن کے پاس جا کر رہوں گا۔"

"ضرور... اور ٹھیک ٹھاک رقم لو ان سے اور یہ بات ان کو ضرور بتانا کہ فہد مصطفیٰ سے شیزرے کا نکاح ہو چکا ہے' مجھے معلوم ہے نور محل والے اتنی آسانی سے یہ بات نہیں پھوٹیں گے' میں اس میں انوالو نہیں ہونا چاہتی' دھیان رکھیئے گا کہ میرا نام نہ آئے' اب میں فہد سے الجھنا نہیں چاہتی' دھیان رکھیئے گا اکو بھائی' ہاں ضرورت پڑے تو آپ مشورہ ہم سے کر لیں' میں آپ کو ایڈوائس کرتی رہوں گی۔" وہ جاتے جاتے پلٹیں اور بولیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اور ہاں اکو بھائی! فاطمہ سے ہوشیار رہیے گا اس کو اگر بھنک پڑ گئی ناں تو رقم تمہارے ہاتھ نہیں آئے گی' نور محل والے تم کو بھی ڈس لیں گے بس یہ بات یاد رکھیئے گا۔" وہ انگلی اٹھا کر بولیں اور ساڑھی کا پلو سنبھالے آگے بڑھ گئیں۔

......☆☆☆......

اچانک آج پتہ چلا کہ خاص طور پر ربیعہ کی ساس ملنے آ رہی ہیں' ہر شخص کے دل میں ایک عجیب سا خوف تھا کہ وہ نجانے کیا کہنے اور کیوں آ رہی ہیں' اس سے پہلے تو وہ کبھی نہیں آئی تھیں اور یوں اچانک آنا کچھ عجیب سا لگ رہا تھا کہ ایسے حالات میں احمد کا ایکسیڈنٹ ہوا' فہد واپس آ گیا' سب کچھ انہیں ربیعہ سے پتہ چل رہا تھا مگر وہ لوگ نہ ملنے آئے اور نہ ہی فون کیا' انہیں ربیعہ سے ہی معلوم ہوا تھا کہ ان لوگوں کو نہ تو جہیز پسند آیا ہے اور نہ ہی نور محل والے۔انہیں شکایت تھی کہ ان کی لڑکیاں بڑی آزاد خیال ہیں

اسی لیے ربیعہ کے بھی رہن سہن میں کھلی آزادی محسوس ہوتی ہے جبکہ وہ لوگ خاصے مذہبی خود کو سمجھتے تھے اور یہی

وجہ تھی کہ ربیعہ کا رشتہ طے کرتے وقت یہ بات ذہن میں تھی کہ مذہبی لوگ ہیں تو یہ لوگ اچھا سلوک کریں گے جبکہ انہوں نے خود کہا تھا کہ فیصل مذہب سے بہت دور ہے اس لیے ہمیں ایسی لڑکی چاہیے جیسی ربیعہ ہے لیکن بعد میں انہوں نے ربیعہ کی زندگی اجیرن کر کے رکھی تھی، ہر بات پر طعنہ، ہر لمحہ خرابی نظر آتی، یہ بات اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی، سعدیہ نے اس ایشو کو خوب اچھالا تھا اور آج جب وہ آ رہی تھیں تو سعدیہ بے حد خوش تھیں، بار بار کرن سے کہے جا رہی تھیں۔

”میرا صبر رنگ لایا، آج کچھ ہو کر رہے گا نور محل میں سب اداس چہرے لیے گھوم رہے ہیں فکرمند ہیں حتیٰ کہ عمیرہ سے چھپا رہے ہیں کہ ربیعہ کی ساس خاص طور پر ملنے آ رہی ہیں۔“ وہ بڑی بے قرار سی اور خوش خوش گھوم رہی تھیں، بار بار نیچے جاتیں اور پھر پل پل کی خبر لے کر اوپر آ

جاتیں، جونہی انہوں نے دیکھا فیصل کی کار آ کر رُکی ہے دروازے پر وہ بہت تیز اتر کر نور بی بی کے پاس پہنچی تھیں، سامنے سے ربیعہ کی ساس ہنستی ہوئی آئیں اور نور بی بی کے گلے لگیں تو سعدیہ نے بہت گھبرا کر دیکھا اور سوچا۔

”ابھی بتائے گی یہ عورت کہ تم لوگ کیا ہو۔“

”ویسے تو میرا آنا بہت کم ہوتا تھا لیکن بات کچھ ایسی ہے کہ ہم آئے بناء نہ رہ سکے، ہمارے بیٹے میں ایک بہت بڑی تبدیلی آئی ہے ہمیں معاف کر دیجیے گا فیصل احادیث پر یقین نہیں رکھتا تھا میں تھک کر ہار گئی تھی اور اپنے رب پر چھوڑ دیا تھا، بہت گناہگار بچہ تھا میرا لیکن اللہ نے اس کا دل پھیر دیا اور آپ جانتی ہیں یہ سب کیوں کر ہوا، آپ کی ربیعہ کے دلائل، آپ کی ربیعہ کی محبت اور اپنے اللہ پر یقین نے فیصل کا دل خودبخود مائل ہوا اور اب ماشاء اللہ کل کی فلائٹ سے ربیعہ اور فیصل عمرے پر جارہے ہیں، بس یہ سب کچھ ربیعہ کی وجہ سے ہوا، آپ کی تربیت آپ کے گھرانے پر جتنا ہم رشک کریں کم ہے، کیا عمیرہ نے تربیت کی ہے، صبر و شکر کوئی ربیعہ سے سیکھے،

اللہ پر کامل یقین ربیعہ کے دل میں ہے' اس کی دعا تھی کہ اے رَب! فیصل کا دل پھیر دے۔'' انہوں نے اٹھ کر ربیعہ کے ماتھے پر سب کے سامنے پیار کیا تھا۔

''شکر ہے اللہ کا۔'' نور بی بی مسکرا پڑیں' سب کے چہرے کھل اٹھے' سجاد مصطفی خوش ہو کر کمرے سے نکل آئے تھے اور سعدیہ بہت دل جلے انداز میں بولیں۔

''ہاں تو عمیرہ ہر وقت آنچل سے باندھے جو بیٹھی رہتی تھیں' یہ پڑھ لو تو یہ ہو جائے گا' یہ آیت پڑھ لو تو وہ تمہارا دیوانہ ہو جائے گا۔'' وہ دل جلے انداز میں بولیں۔

''نہیں نہیں ایسا قرآن میں کہیں نہیں ہے کہ ہم کوئی آیت پڑھیں اور اس پر پھونک مار کے جادو کر دیں' یہ تو اللہ کا کلام ہے اللہ نے ہدایت دی' اللہ نے ہی نیک پاکباز بیوی میرے بیٹے کو دی جس نے میرے گمراہ بیٹے کو دین

کے رستے پر بلایا۔'' ربیعہ کی ساس بولیں تو سب کے چہرے کھل اٹھے لیکن سعدیہ غصے سے بولتی ہوئیں اوپر گئی تھیں۔

''خدا کرے نیست و نابود ہو جائیں یہ سب' میرا دل جلاتے ہیں' میں تو سمجھی تھی کہ ربیعہ کے اجڑنے کی خبر آئے گی مگر یہ کیا۔'' وہ غصے سے آگے بڑھیں تو منظور آتے ہوئے بولے۔

''کیا ہوا نیچے سب خیریت تو ہے۔'' انہوں نے سعدیہ کے چہرے پر ہوائیاں اُڑتے دیکھ لی تھیں۔

''خیریت... وہاں تو مٹھائیاں بٹ رہی ہیں' فیصل ایمان لے آیا ہے۔'' منظور مصطفی چونک کر بولے۔

''کیا مطلب ہے؟ کیا وہ مسلمان نہیں تھا۔''

''یہی سن رہے ہیں ہمیں تو نہیں معلوم' جائو نیچے جا کر پتہ کر لو' شامل ہو جائو ان کے رَت جگے میں جا کر۔'' وہ ایک گہری سرد سانس لے کر بولی تھیں۔ تبھی کرن نے بھاگ کر بتایا تھا۔

"مما! اظفر کی مما آٹھ نو بجے تک آنے کے لیے کہہ رہی ہیں۔"

"افوہ... یہ بھی اچانک آنے کا کہہ دیتی ہیں' اظفر بھی ساتھ ہو گا' بلاؤ باورچی کو۔" وہ جلدی جلدی رات کے ڈنر کے لیے تیاریاں کروا رہی تھیں لیکن بار بار ماتھے کا پسینہ بھی پونچھتی جا رہی تھیں۔

"کرن! ان کا لہجہ کیسا تھا' ٹھیک تو لگ رہی تھیں؟ فہد کی خبر سن کر انہوں نے فون تو کیا تھا مجھے افسوس بھی کیا تھا پھر یوں اچانک کیوں آ رہی ہیں' مجھے کچھ فیل ہو رہا ہے لیکن میں نے شایان سے سختی سے کہہ دیا تھا کہ اگر عبیر کی بات باہر نکلی تو میں اسے ٹھیک کر دوں گی۔" وہ ڈائننگ ٹیبل کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"کرن! تم جلدی سے تیار ہو جاؤ' دو منٹ کی تو بات ہے گاڑی نکالو اور قریب والے بیوٹی پارلر چلی جاؤ' تھوڑی سی اپنے فیس کی ٹچنگ کروا کر آؤ۔"

"او مما! میں ٹھیک ہوں ابھی چار دن پہلے تو میں گئی تھی۔"

"بس یہی تو تم لوگوں کی خرابی ہے جو ماں بول دے وہ غلط' ابھی دادو پھپھو کہہ دیں تو سب ٹھیک ہے۔"

"کوئی نہیں' بس میں چینج کر لوں گی مجھے نہیں یہ سب اچھا لگتا۔" کرن یہ سب کہہ کر مڑ گئی تھی کیونکہ وقت بہت کم رہ گیا تھا' تھوڑی دیر میں انہوں نے اوپر سے نیچے کا جائزہ لیا تو اظفر کی پراڈو رُکی تو انہوں نے جلدی سے اوپر کے گیٹ کا بٹن پش کیا تھا اور خود بھاگ کر زینے پر آئیں مگر یہ کیا... بڑا گیٹ کھلا گاڑی اندر چلی گئی اور وہ اتر کر نور محل کے اندر چلی گئی تھیں۔

"کرن! نیچے آؤ تمہاری ہونے والی ساس پہلے دادو کے پاس جائیں گی' بزرگوں کے یہی تو رکھ رکھاؤ اچھے لگتے ہیں' تمہیں سلام کرنے کے لیے نیچے جانا چاہئے' آؤ میرے ساتھ۔" وہ بنی سنوری کرن کو لے کر نور بی بی کے کمرے میں خود بھی گئی تھیں' نظر پڑتے ہی اظفر کی ماں نے سعدیہ کو مخاطب کیا تھا۔

"میرے بیٹے کو رشتوں کی کمی نہیں تھی اسے ایک مشرقی لڑکی پسند آئی' میں نے سنا کہ اس کا تعلق نور بی بی کے گھرانے سے ہے میں نے اس کو اپنی خوش نصیبی جانا اور سامنے کھڑا صفدر آفندی میرے دین کا مذاق اڑا رہا ہے' یو نو کہ میرا شوہر بہت ماڈرن ہے مگر میں نے اپنے بیٹے کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا ہے اور وہ اس کی اہمیت جانتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ میں اس خاندان کی بیٹی لینا چاہ رہی تھی تاکہ ہمارے گھر کا ماحول بہتر رہے لیکن آج پتہ چلا کہ تم جیسے دین دار لوگ بھی اپنی بیٹیوں کی حفاظت نہیں کر سکتے' آپ کی بیٹی ہندو لڑکے کے ساتھ چلی گئی' کل ہماری آنے والی نسلوں سے اس کا رابطہ تو رہے گا' میں کیا جواب دوں اپنے شوہر کو' میرا بیٹا جس کی تعلیم باہر ہوئی لیکن پھر بھی وہ مذہبی ہے' اسے کرن اس لیے پسند آئی تھی کہ وہ مشرقی دکھائی دیتی ہے لیکن اس نے انگیج منٹ پر اپنے بال کٹوا دیئے۔" کرن سہم کر دروازے سے جا لگی تھی۔

"میں ایسے گھرانے میں رشتہ نہیں کرنا چاہتی جہاں کی بیٹیاں ہندوئوں سے شادی کرتی ہیں' میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں یہ رشتہ ختم کر رہی ہوں۔"

انہوں نے شاپر میں بند بہت سارے گفٹ اور وہ مہنگا جیولری کا سیٹ جو سعدیہ نے انہیں دیا تھا انہوں نے بیڈ پر نور بی بی کے سامنے پھینکا تھا اور پلٹ کر باہر نکل گئی تھیں' سب نے سہم کر ایک دوسرے کو دیکھا سعدیہ کے پائوں من من بھاری ہو رہے تھے ان میں چلنے کی بھی سکت نہیں ہو رہی تھی' کرن دوڑتی ہوئی زینہ طے کر گئی تھی' وہ بیڈ پر گر کر زاروقطار رو رہی تھی' پہلی بار سعدیہ کو یوں لگا کہ زینہ بہت طویل ہو گیا ہے وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئیں کرن کے روم میں آئی تھیں۔

"مما! جو کچھ آپ کر رہی ہیں ناں یہ اللہ کی طرف سے اس کا جواب ہے' آپ ربیعہ کے لیے خوش ہو رہی تھیں کہ ربیعہ کی طلاق ہو گی اور وہ آ کر بیٹھ جائے گی' آپ اسے کوسنے دے رہی تھیں یہ دیکھیں اللہ کی طرف سے

کیسا جواب آیا۔" وہ آنسوئوں سے رو پڑی تھی' سعدیہ گم صم سی بیٹھی رہ گئی تھیں۔

"ہنس کیوں نہیں رہیں' جائیں سب کو خوشخبری سنائیں اگر ربیعہ کے ساتھ یہ ہوا ہوتا تو آپ یہی کرتیں تو وہی کریں جو آپ دوسروں کے ساتھ کرتی ہیں' دادو ٹھیک کہتی ہیں کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے آج اس کا مطلب سمجھ میں آ گیا ہے۔" اس کا چہرہ آنسوئوں سے بھیگ رہا تھا۔

"بکواس مت کرو مجھ سے۔" وہ بہت تیز دھاڑیں کہ منظور مصطفی اپنے کمرے سے نکل آئے تھے۔

......☆☆☆......

سعدیہ ایک شاک سے بیڈ پر گر پڑی تھیں' باہر بڑی گہری خاموشی تھی' کچھ پل پہلے جو ربیعہ کی خوشی اور اطمینان سا ہوا تھا کرن کی انگیج منٹ ٹوٹنے سے سب کچھ بکھر کر رہ گیا تھا' یوں لگتا تھا کہ نور محل کو کسی کی نظر لگ گئی ہو' فہد زیادہ تر اپنے کمرے میں بند رہتا' احمد ابھی تک ریکور ہو کر گھر

نہیں آیا تھا اور آج کافی دنوں کے بعد جب رامین سینٹر پہنچی تو عفان کی دبی دبی ہنسی اُسے بہت عجیب سی لگ رہی تھی' کچھ معنی خیز جملے رامین نے محسوس کیے' احمد کے ساتھ ہونے والے سانحے میں کہیں نہ کہیں عفان ضرور شامل ہے چونکہ اس نے ایک دو بار احمد کو دھمکی بھی دی تھی اور آج رامین کو دیکھ کر بہت گہری اور شوخ نظروں سے ہنسے جا رہا تھا' ماہم نے ایکسکیوز کر کے رامین سے احمد کی خیریت پوچھی تو اس نے پلٹ کر دیکھا تھا اور پھر اسے یاد بھی آیا کہ شبر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر پھر کچھ کہتے کہتے رک گیا تھا۔ یوں تو پورا اسٹاف احمد کو دیکھنے ہاسپٹل گیا تھا مگر آج سبھی احمد کا اس سے پوچھ رہے تھے کہ سر احمد کیسے ہیں' چوکیدار سے لے کر پوری مینجمنٹ وقفے وقفے سے رامین سے احمد کی خیریت معلوم کر رہی تھی۔احمد ایک سوفٹ اور رحمدل انسان تھا' ہر ایک کے کام آنے والا اس لیے ہر ایک شخص اس کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔

احمد بہت تیزی سے آج کل صحت یابی کی طرف پلٹ رہا تھا تبھی رامین نے اس سے ایک دن عفان کے بارے میں پوچھا تھا تو احمد نے اسے بتایا تھا کہ وہ بہت دیر سے اس دن اس کی گاڑی کا پیچھا کر رہا تھا پھر کیا ہوا اُسے کچھ پتہ نہ چلا، رامین نے پوری مینجمنٹ کے سامنے عفان کے مسئلے کو ڈسکس کیا تھا، مینجمنٹ کا فیصلہ تھا کہ پوری انویسٹی گیشن کے بعد عفان کو پولیس کے حوالے کیا جائے گا، اسے عینی شاہدین نے یہ تو بتایا تھا کہ موقع پر دونوں طرف سے ہٹ کرنے والے بائیک پر سوار کچھ لڑکے تھے، انہوں نے فائر بھی کیا اور موقع سے فرار ہو گئے، پوری انویسٹی گیشن کے بعد عفان کے خلاف FIR درج کرا دی گئی تھی اور عفان کے ساتھی اور عفان انسٹیٹیوٹ میں دہشت گردی اور پھر ٹیچر پر قاتلانہ حملے کی وجہ سے گرفتار کر لیے گئے تھے۔

......☆☆☆......

اکو پھر دو دن سے گھر نہیں آئے تھے اور جب آئے تو ایک ہلچل مچا دی۔

"ارے فاطمہ! بس میری لاٹری نکل آئی ہے تمہارے رانی بننے کے دن آ گئے ہیں، گھر، بنگلہ اور گاڑی ہو گی اب ہمارے پاس، بس مزے ہی مزے ہیں، سارا دن بھاگ دوڑ کر کے میں نے اکاؤنٹ کھلوا لیا ہے، ارے اکو چھوٹے والے کا لیبل اتار کر رہوں گا اور ارے یہ... ان کے بھی دن پھر گئے، ان کو تو میں پستے اور بادام کوٹ کوٹ کر کھلاؤں گا، ان کا کمرہ الگ ہو گا، ان کی دیکھ بھال کے لیے ایک ملازم بھی رکھوں گا، دیکھنا فاطمہ دیکھنا 50 کروڑ کی چوتھائی تو حاصل نہ کر سکا مگر 50 لاکھ تو کر لیے، ایک شاندار مکان اپنا ہو گا، گاڑی ہو گی، ارے ہم کوئی معمولی لوگ تو نہیں۔" انہوں نے چنگیزی کو گلے سے لگا کر پیار کیا تھا اور ہوا میں اڑا کر بولے۔

"فاطمہ! بس مصیبت کے دن ختم ہو گئے، چلو آؤ آج تم بھی دیکھ لو، رہنا تو تمہیں ہے اس گھر میں رانی بن کر، بس اب آب و دانہ یہاں سے اٹھ گیا۔"

"چل اڑ جا رے پنچھی کے یہ دیس ہوا بیگانہ۔" ڈھیروں کبوتر اُڑ اُڑ کر ان کے سر اور کاندھے پر بیٹھ رہے تھے' پتہ نہیں کیا بات تھی آج انہیں چھت پر بکھرا ہوا سامان اور ایک کمرے کی رہائش پر ٹوٹ کر پیار آیا تو آنکھیں بھر آئیں۔

"اچھے بُرے دن تو ہم نے اسی چھت پر گزارے ہیں۔" فاطمہ ابھی تک ان کی بات کو نہیں سمجھ پائی تھیں۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو' کیوں مایوس ہو گئے ہیں اپنے اللہ سے' سر چھپانے کے لیے یہ ٹھکانہ تو ہے' وقت تو گزارنا ہے گزر جائے گا اچھا یا بُرا۔" وہ بہت پُرامید لہجے میں اکو میاں کو دلاسا دے رہی تھیں۔

"ارے نہیں فاطمہ! بس تم نے بہت دکھ جھیل لیے' اب عیش کے دن آئے ہیں' اب تم عیش کرو گی' ہم تم دونوں مزے کریں گے۔" وہ ہنس کر بولے۔

......☆☆☆......

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

موسم بڑا ویران ویران سا لگ رہا تھا' سب کچھ ویسا ہی تھا مگر انسان جب دکھی اور پریشان ہو تو یوں لگتا ہے کہ جیسے بڑا گہرا سناٹا ہے' ایک طویل رات دور تک پھیلی ہے ساری دنیا کے چہرے اداس ہیں حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہوتا' ہم جب اداس ہوں تو سارے چہرے اداس دکھائی دیتے ہیں' کچھ ایسا ہی احساس لے کر یہ شام نور محل میں اُتری تھی۔احمد کو گھر لے آئے تھے مگر وہ بہت زیادہ ڈپریشن میں تھا' ہر چند کہ اس کی دیکھ بھال رامین کی ذمے داری تھی مگر وہ ابھی تک اپنی دنیا سے باہر نہیں آیا تھا۔فہد مصطفی بھی کسی حد تک نارمل تو ہو گیا تھا لیکن اپنی دنیا میں گم رہتا' ہر وقت اس کے ہاتھ میں کوئی کتاب ہوتی' کسی شخص سے وہ بات کرنا بھی پسند نہ کرتا اور آج ہونے والا اتنا بڑا سانحہ کہ کرن کی انگیج منٹ کا ختم ہونا سعدیہ کو ہلا کر رکھ گیا تھا' کرن شرمندہ سی ایک کونے میں بیٹھی تھی' آج دوسرا دن تھا منظور مصطفی کی خود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔سعدیہ کے دل پر ایک پتھر سا گرا تھا' اس پتھر کی چوٹ سے وہ تلملا اُٹھی تھیں' ان

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی پسند اظفر تھا اور یوں اتنا اچھا رشتہ ہاتھ سے نکل جانا ان کی توہین تھی جونہی انہیں کچھ ہوش آیا وہ تلملا کر گھر سے نکلی تھیں۔

"کہاں ہے شایان؟" انہوں نے شایان ولاج کا دروازہ زور سے کھولا تھا' شایان اپنے کسی شوٹ پر کسی خاص پروڈکٹ پر ڈسکس کر رہا تھا۔

"شایان کاظمی...!" ایک گرج دار آواز اچانک سنائی دی تھی' وہ ایک دم گھبرا کر انہیں دیکھ کر چونک گیا تھا۔

"ٹھیک ہے ہم آپ سے کچھ دیر بعد بات کرتے ہیں۔" وہ اپنے کلائنٹ سے کہتا ہوا کھڑا ہوا' سامنے بیٹھا ہوا شخص مڑا تو سعدیہ چلتی ہوئی اس کے پاس آئیں۔

"شایان! تمہاری لمٹ اب ختم ہو گئی ہے' تم نے یہ اچھا نہیں کیا اظفر کو بتا کر۔" وہ کرسی پر اس کے سامنے دھڑ سے بیٹھ گئی تھیں۔

"پھپھو جانی! آرام سے میں آپ کا احترام کرتا ہوں ورنہ ابھی اور اسی وقت میں آپ کو گیٹ سے باہر بھجوا سکتا ہوں۔"

"یہ آفس' یہ انوسٹمنٹ میرا ہے اور تم شایان گروپ آف کمپنی کے مالک بنے بیٹھے ہو۔" وہ کاٹ کھانے والے لہجے میں بولیں۔

"آئی نو مگر اب یہ سب قانونی طور پر میرے نام ہے' آپ نے میرے باپ کو دیا تھا مجھے نہیں' اور مجھے یہ سب میرے باپ نے دیا ہے آپ نے نہیں' سمجھیں آپ۔"

"تم نے اچھا نہیں کیا' میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی' تم نے اظفر کی فیملی کو انوالو کیا ہے ہمارے پرسنل میٹر میں' یہ اچھا نہیں کیا' کرن کی انگیج منٹ ٹوٹ گئی۔"

"ایکسکیوزمی' بات جب ہو گی تو وہ چھپ نہیں سکے گی اور آج نہیں تو کل سامیر کے ذریعے یہ بات نکلنی ہی تھی تو نکل گئی' سو واٹ۔" وہ بہت ریلیکس سے انداز میں بولا تو سعدیہ تڑپ کر بولیں۔

"تو ٹھیک ہے میں بھی وردہ کے اسکینڈل کو سامنے لا سکتی ہوں۔"

"بہت دیر ہو چکی ہے۔" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں نے ورده کو پاکستان سے باہر بھیج دیا ہے' وہ ان دنوں ملک سے باہر ہے اس کا ٹریٹمنٹ جاری ہے آپ اب وہاں تک نہیں پہنچ سکتیں۔"

"میں... میں بہت کچھ کر سکتی ہوں۔"

"آپ کچھ نہیں کر سکتیں' مجھے جو کرنا تھا وہ میں کر چکا' کیسا لگا فہد مصطفی کو مجھ سے ٹکرانا' میں نے کہا تھا اس سے کہ تم ٹھیک نہیں کر رہے' ایک معمولی سی لڑکی کے لیے اس نے اتنا بڑا ایشو اٹھا یا' ہمارے اسٹاف کے سامنے اس نے ہماری انسلٹ کی تھی' میں بھول نہیں سکتا' آپ ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلی جائیں ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا ریمیمبر دیٹ۔" اس نے وارن کیا۔

"شایان کاظمی! تم احسان فراموش ہو۔"

"ارے پھپھو جانی! اس کی بھی ایک کہانی تھی کوئی کسی پر اتنے احسانات نہیں کرتا' میری ماں نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ احسانات صرف اس لیے کرتی ہے کہ ہم اس کے آگے جھکیں اور سامنے والا انسان آپ کے آگے جھکے تو

آپ کو تسکین ملتی تھی اور نور محل میں بھی یہی چل رہا ہے' وہ آپ کے آگے جھکے نہیں تو آپ ان کے خلاف رہیں۔"

"ان لوگوں کو بیچ میں مت لانا وہ میرا پرسنل معاملہ ہے۔"

"او آئی سی' اب آپ نے اپنے دشمنوں سے دوستی کر لی۔" وہ بہت افسوس بھرے لہجے میں بولا۔

"دشمنی تو تم نے اب مجھ سے کی ہے اب تم دیکھنا کہ میں کیا حشر کرتی ہوں تمہارا' شایان کاظمی! میں بہت جلدی پھر تم سے ملوں گی۔" وہ ایک جھٹکے سے پرس اٹھا کر مڑیں۔

"او..." تو وہ ہنس کر بولا۔

"ایک منٹ ایک چھوٹا سا شوٹ ہے اس کو ذہن میں رکھ لیجیے گا۔" اس نے وہیں پر بیٹھے بیٹھے ان کے چہرے کے سامنے ٹی وی کو آن کیا تھا' سعدیہ کے قدم وہیں تھم سے گئے' انہوں نے حیران ہو کر ٹی وی کی طرف دیکھا عبیر

سوئمنگ کاسٹیوم کے شوٹ میں نظر آئی تھی' انہوں نے پلٹ کر شایان کی طرف دیکھا۔

"یہ تو ایک چھوٹی سی جھلک ہے میں آپ کو وارن کرتا ہوں اگر اپ نے الٹی سیدھی حرکت کی تو سوچ لیں انجام کیا ہو گا۔"

"کیا ہو گا انجام؟ کیا کر لو گے تم؟ تمہیں جو کچھ کرنا تھا کر چکے' اب باری ہماری ہے۔"

"اگر آپ نے تھوڑا سا بھی میرے خلاف کرنے کی کوشش کی ناں تو اس دن آپ اس قابل ہی نہیں رہیں گی کہ آپ میرے سامنے آ سکیں' ریمیمبر دیٹ۔"

"اوکے آئی ول سی یو۔" سعدیہ بہت تیز وہاں سے پلٹی تھیں۔

ان کے جانے کے بعد شایان نے فون پر کسی سے بات کی تھی۔

"یہ جو خاتون نکل رہی ہیں ان پر نظر رکھئے گا آئندہ یہ آفس میں اندر نہ آئیں' اور سکندر شاہ سے میری بات کروائیں۔سکندر! سعدیہ منظور پر نظر رکھیئے گا جو کوئی بھی ان کی انوالومنٹ سامیر کے حوالے سے ہو مجھے اس سے انفارم کریں۔" فون رکھتے ہوئے وہ بولا۔

"دشمن کو کبھی کمزور مت سمجھو۔"

......☆......

آج شیزرے کئی دن کے بعد نور محل آئی تھی' حریم اسے مسلسل چھیڑے جا رہی تھی۔

"کیا بات ہے تم اب جلدی جلدی آنے لگی ہو' کیا فہد کی یاد آتی ہے؟" شیزرے روٹھ کر بولی۔

"ممانی! دیکھیں یہ کیا بولے جا رہی ہے میں تو امی کی وجہ سے آئی ہوں۔"

"اچھا... امی بہت یاد آ رہی ہیں آج کل۔" حریم نے ہنس کر اسے چھیڑا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"تو اس میں کیا آنے جانے میں کوئی پابندی تھوڑی ہے' یہ تو اس کا شرعی حق ہے۔"

"نانو! میں تو کب سے کہہ رہی ہوں کہ چلی جا فہد کا کمرہ ٹھیک کرنے۔" وہ پھر ہنس پڑی۔

"ڈر لگتا ہے مجھے اس سے خوامخواہ پھر ڈانٹنے لگتا ہے' اوپر جا رہی تھی میں امی سے ملنے پر نجانے امی اور ابا کیا کھٹر پٹر کر رہے ہیں اس لیے میں سیدھی دادو کے پاس آ گئی۔"

"اچھا چلو جاؤ اور یہ لو۔" حریم نے اس کے ہاتھ پر ایک لفافہ رکھا۔

"تمہاری مشکل تو میں حل کرتی ہوں جاؤ اور یہ اسے دے کر آؤ۔" وہ شرارت سے مسکرائی تو شیزرے بند لفافے کو تھام کر تھینکس کرتی ہوئی فہد

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے روم کی طرف بڑھی تھی' جونہی اس نے دروازہ دھڑ سے کھولا فہد چونک کر اٹھ بیٹھا تھا' وہ لیٹ کر کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔

"اب کیا ہوا' پھر آ گئیں' تمہیں چین نہیں ہے کیا' تم ایک ٹھکانے پر بیٹھ نہیں سکتیں' کیا ضروری ہے کہ تم نور محل کے چکر کاٹو۔" وہ جہاں کھڑی تھی کھڑی رہ گئی' پھر بڑھ کر آگے آئی اور بولی۔

"یہ لیں۔"

"یہ کیا ہے؟"

"خود پڑھ لیں۔" جلدی سے اس نے لفافہ کھولا تھا' پڑھنے کے بعد وہ مسکرا پڑا' شیزرے نے بہت غور سے اُسے دیکھا تھا۔

"تم اس طرح سے کیا دیکھتی ہو' مجھے اچھا نہیں لگتا۔" وہ رُخ موڑ کر ہنستے ہوئے بولا' اس لفافے میں حریم نے دادو کی طرف سے لکھا تھا کہ

"شیزرے کو صفائی کرنے کا موقع دے دیا جائے' دادو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

”تو اب تمہیں سفارش کی ضرورت پڑنے لگی ہے۔“

”جی نہیں وہ تو خود دادو نے لکھ کر دیا ہے۔“

”اچھا... دادو کب سے لکھنے لگیں، کمرہ میرا ٹھیک ٹھاک ہے مجھے کسی ماسی کی ضرورت نہیں، اگر ہو گی تو میں کسی ملازم سے کروا لوں گا۔“

”اوہو اُف خدایا! دادو یہ تو لکھنا بھول ہی گئیں کہ آپ کے گھر کے دو ملازم چھٹی پر ہیں اور بوا بیمار اور امی کے پیر میں بھی چوٹ لگی ہے۔“ وہ اِترا کر بولی تو وہ بولا۔

”اچھا... تو تم پل پل کی خبر رکھتی ہو۔“

”کیا کروں ہماری بھی تو کچھ مجبوری ہے۔“ وہ جلدی جلدی کتابوں کو سمیٹتے ہوئے بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تمہاری کوئی مجبوری نہیں رہی اب، سمجھیں اور نہ ہی مجھے یہ اچھا لگتا ہے تم اس طرح سے آ کر جو کام کرتی ہو۔“ وہ پُرسوچ لہجے میں اسے دیکھ کر بولا۔

”کیا کروں فہد مصطفی! ہماری بھی کچھ مجبوریاں ہیں ہم اس زندگی کے عادی ہیں اس لیے بابا کے گھر میں بیٹھ کر چین نہیں۔“

”تو آہستہ آہستہ تم وہاں بیٹھنا سیکھو اور یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔“ وہ ماسیوں کے اسٹائل میں دوپٹہ باندھتے ہوئے بولی۔

”صاحب جی یہ بھی کر لیں گے۔“ فہد مصطفی کو اس کی اِس ادا پر بے ساختہ ہنسی آئی تھی تو وہ اس کی جانب دیکھ کر بولی۔

”ہنستے ہوئے آپ بہت اچھے لگتے ہیں۔“ تو وہ رُخ پھیر کر بولا۔

”کل شعیب کا فون آیا تھا، بہت اچھا لڑکا ہے۔“ اس لمحے فہد کی آنکھوں میں بہت گہری اداسی اُتر آئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اچھا لڑکا ہے' شعیب بھائی وہ تو ہیں ہی بہت اچھے۔" وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولی تھی۔

اپنی لائف میں وہ بہت آنیسٹ انسان ہے'۔فہد کا لہجہ بہت سنجیدہ اور سادہ تھا۔

"آپ کی طرح۔" وہ ڈسٹنگ کرتے ہوئے مڑ کر بولی۔

"ارے نہیں' اس سے کہیں زیادہ' میں تو ایک ناکام انسان ہوں۔" وہ بہت سنجیدگی سے بولا۔

"آپ تو مجھے strong بننے کو کہتے تھے' دنیا سے لڑنے کا کہتے تھے' ناانصافیوں کے خلاف احتجاج کرنا اور اب اپنی باری آئی تو سب بھول گئے۔"

"نہیں شیزرے خان! کچھ نہیں بھولا' مجھے سب یاد ہے۔" تو شیزرے کا دل دھڑ سے ہوا تھا' وہ جاتے جاتے مڑکر بولی۔

"ویسے ایک بات کہوں آپ سے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا کہیں کونے کھدرے کی صفائی رہ گئی ہے۔" فہد نے اطراف پر نظر ڈالی اور ہنس کر بولا۔

"آپ ہنستے ہوئے بہت اچھے لگتے ہیں' شیزرے خان کے عمل میں جھوٹ کا دخل نہیں ہوتا۔" وہ جاتے جاتے پلٹ کر بولی۔

"او آئی سی' اب تم میرے ڈائیلاگ بھی بولنے لگی ہو۔"

"کچھ کچھ۔" وہ ہنس کر مڑ گئی' فہد مصطفی بہت دیر تک کسی گہری سوچ میں بیٹھا رہا' وہ تیز تیز چلتی ہوئی تیسری منزل کی چھت پر پہنچی تھی' فاطمہ نے اسے دیکھتے ہوئے خود سے لپٹا لیا۔

"ارے امی! یہ پیر پر کیا ہوا؟"

"ارے کیا بتائوں' تمہارے ابا بس اٹھائی دھری کر رہے ہیں کبوتروں کا پنجرہ پیر پر گر گیا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اچھی خاصی سوجن ہے امی! آپ ڈاکٹر کے پاس گئیں ہوتی ناں۔" اس نے ماں کا پیر پکڑ لیا۔

"کون لے کر جائے' عباد تو کہہ رہا تھا پر میں نے منع کر دیا' ہر وقت احسان لینا اچھا نہیں لگتا۔"

"امی! یہ کچھ پیسے ہیں آپ رکھ لیں۔" اس نے اپنا پرس کھولا۔

"نہیں شیزرے! تم ایسا کرو تم وہ ہلدی' آٹا اور تیل ڈال کر ہلکا نیم گرم حلوہ بنا کر اس کی پٹی کر دو' سارا درد ہلدی کھینچ لے گی۔" شیزرے پیر چھوڑ کر اندر گئی اور باورچی خانے سے وہ گرم گرم آٹے کی پٹی باندھ رہی تھی تب فاطمہ نے بیٹی کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"شیزرے! تمہارے بابا کو پتہ چلا کہ تمہارا نکاح فہد سے ہو چکا ہے۔" اس نے جواب میں سر ہلایا تھا۔

"مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔" فاطمہ بولیں تو وہ چونک کر ماں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیوں امی! کس بات کا ڈر رہے آپ کو؟"

"وہ لوگ اپنی بیٹیاں باہر نہیں دیتے۔"

"کیوں آپ کی تو شادی باہر ہوئی تھی۔" وہ پٹی باندھتے ہوئے بولی۔

"ہمارا معاملہ تو دوسرا ہے۔"

"کیوں امی! دوسرا کیوں' آپ بھی تو اسی خاندان کی بیٹی تھیں۔"

"میری بات چھوڑو اور سناؤ تم خوش ہو۔"

"بس امی! ہر وقت آپ مجھے یاد آتی ہیں۔"

"اچھا..." فاطمہ اسے دیکھ کر ہنسنے لگیں اور بولیں۔

"لیکن مجھے بہت اطمینان رہتا ہے کہ تم اپنے باپ کے پاس پہنچ گئیں' بس مجھے ایک بات اندر ہی اندر بہت ٹینشن دیتی ہے۔"

"وہ کیا امی؟" وہ پلٹ کر غور سے دیکھنے لگی۔

"شیزرے! میں تمہیں ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔"

"بول بھی دیں ناں امی! کیا ہے آپ کے دل میں، مجھے نہیں بتائیں گی تو کسے بتائیں گی، بول بھی دیں۔" اس کا لہجہ بہت انکساری میں ڈوب رہا تھا۔

"محبت صرف ایک بار ہوتی ہے، بار بار دھوکا ہے، زندگی گزارنے کا نام سمجھوتہ ہے۔" شیزرے یہ سن کر کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بولی۔

"امی! سچ بتایئے گا کیا بابا سے آپ کو محبت ہوئی تھی؟" تو فاطمہ کی خودبخود نظریں جھکتی چلی گئیں۔

"امی! بولیں ناں۔" وہ ان کا گھٹنا ہلا کر بولی تو فاطمہ کی آنکھوں کے سامنے ایک فلم سی چلنے لگی۔ تبھی سیل پر کوئی میسج آیا تو شیزرے نے چونک کر سیل کی طرف دیکھا۔

"او نو... امی! میں چلتی ہوں، بابا کی گاڑی گھر پر نہیں تھی آج بابا لیٹ نائٹ آئیں گے ، میں شعیب بھائی کی گاڑی پر آئی تھی، وہ کہہ رہے ہیں کہ انہیں گاڑی چاہیے، شعیب بھائی ثروت پھپھو کے بیٹے ہیں۔" اس نے فاطمہ کی

آنکھوں کا سوال پڑھ کر جواب دیا تھا، وہ فاطمہ کو اللہ حافظ کہتی ہوئی نیچے اتر آئی تھی۔

وہ جب گھر پہنچی ابھی تک ڈاکٹر شبیر حسن خان گھر نہیں آئے تھے، سامنے چھوٹی چچی اپنے پیر پر ملازمہ سے مساج کروا رہی تھیں، نجانے کیوں آج اسے ایک جیلسی فیل ہوئی، اُسے اپنی بے کس مجبور ماں جو گھر میں بیٹھی ہلدی کا لیپ کروا رہی تھی پاس پیسے بھی نہ تھے، دوسروں کے رحم و کرم پر تھی، آنکھوں میں اس کی ہلکی ہلکی نمی اتر آئی، بغیر کچھ کہے وہ سیدھی اپنے کمرے میں گئی تھی۔

کافی دیر کے بعد جب ڈاکٹر شبیر حسن خان گھر لوٹے تو انہیں پتہ چلا کہ آج شیزرے نے کھانا نہیں کھایا اور اپنے روم میں بند ہے، تب شبیر حسن خان نے اسے اپنے پاس بلایا تھا، وہ تھکے تھکے قدموں سے اداس سی بابا کے پاس چلی آئی۔

"کیا ہوا ہماری بیٹی کی ' طبیعت تو ٹھیک ہے؟" وہ بہت فکرمندی بھرے لہجے میں بولے تو انہیں وہ بہت غور سے دیکھ کر بولی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" اس کا لہجہ بہت سرد تھا۔

"نہیں آپ بالکل ٹھیک نہیں ہیں اس وقت۔" ان کے ہونٹوں پر ایک پیار بھری مسکراہٹ اُتر آئی پھر وہ بولے۔

"کیا بات ہے تمہاری ماں تو ٹھیک ہے؟"

"ٹھیک... ہاں ایک غریب عورت' چھولے بیچنے والے کی بیوی کیسی ہو سکتی ہے' ایک کمرے میں زندگی گزارنے والی عورت کیسی ہو سکتی ہے۔"

"شیزرے...!" انہوں نے پہلی بار اسے جھڑک دیا تھا۔

"یہ اس کی اپنی زندگی تھی جو اس نے گزاری' اُسے کسی نے مجبور نہیں کیا تھا' پھر بھی ہم نے جو کچھ اس کے لیے کر سکتے تھے کر دیا ہے۔" وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے پھر شبیر حسن سے الجھ پڑی تھی۔

"بابا! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں' اتنا کچھ آپ سب کے پاس ہے' پھپھو' چچی کے پاس' کیا میرے نانا کا یہاں پر کچھ نہیں تھا؟"

"بہت کچھ تھا مگر وہ سب کچھ میرے باپ کے پاس تھا جو کچھ تمہارے نانا کا تھا اور فاطمہ نے خود ہمارے ماحول سے بغاوت کی ورنہ ہم کب چاہتے تھے کہ وہ اس طرح سے تمہیں لیے ہوئے دربدر پھرتی رہے' تم نہیں جانتیں کہ اس نے ہم لوگوں کے ساتھ کیا کیا اور ہم کس طرح سے اس کے لیے اور تمہارے لیے تڑپتے رہے۔"

"جی نہیں بابا! میری ما ں نے کسی کا کچھ نہیں کیا' آپ لوگوں نے جو انہیں سزا دی تھی وہ کاٹ رہی ہیں۔" وہ بہت غصے سے کھڑے ہو گئے۔

"اس نے جو کچھ تم سے کہا سب غلط اور جھوٹ ہے۔" وہ غصے سے بولے۔

"جی نہیں' میری ماں نے مجھے کچھ نہیں بتایا لیکن آپ نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا..."

"میں مانتا ہوں کہ صرف میرے ایک جھوٹ نے اس کو تکلیف پہنچائی تھی لیکن میں اور میری ماں اور میرا باپ ہم سب اس کا کفارہ ادا کرنے کے لیے تیار تھے۔" وہ بہت اس وقت نروس اور گھبرائے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئے تھے اور جب انہوں نے شیزرے کی طرف دیکھا تو یوں لگا کہ جیسے شیزرے کی آنکھوں میں ان کے ماضی کا سب احوال درج ہو۔

"فاطمہ کو میں نے پہلی بار اس دن غور سے دیکھا تھا جب دادی کے کمرے میں وہ سو رہی تھی اور میں نے دروازہ زور سے کھولا تھا۔" اس کی سرخ سرخ آنکھوں میں نجانے کیا تھا کہ میں بول پڑا۔

"دادی! یہ..." دادی نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا اور بولیں۔

"یہ تمہارے چچا کی بیٹی فاطمہ ہے' ہاسٹل بند ہے اس لیے تمہارے ابا اسے لے آئے ہیں۔" مجھے اچانک فاطمہ سے بہت ہمدردی محسوس ہوئی چونکہ میں نے اسے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا صرف نام سنا تھا وہ ہاسٹل میں رہتی تھی اور چاچا چچی بحرین میں رہتے تھے' مجھے امریکا میں ہی چاچا اور چچی کے حادثے کی

اطلاع ملی تھی' فاطمہ تو ہاسٹل میں تھی دادی نے اسے ہاسٹل میں ہی رکھا' اس کو وہی لائف اور وہی آسائش دی گئی جو چاچا دیتے تھے' وہ پہلے بحرین چھٹیوں میں جاتی تھی مگر اب وہ چھٹیاں دادی کے پاس گزارتی تھی' میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا اور اسے حاصل کرنا اتنا مشکل بھی نہ تھا چونکہ ہمارے ہاں خاندان میں شادیاں آپس میں ہی کی جاتی تھیں' ہم غیر خاندان میں آج بھی شادیاں نہیں کرتے۔" شیزرے یہ سن کر چونک سی گئی اور پھر بولی۔

"لیکن ہماری امی کو تو آپ لوگوں نے غیروں میں بیاہ دیا تھا۔"

"میں نے کہا ناں شیزرے! تم چپ ہو جاؤ' تم کچھ نہیں جانتیں۔" ان کے سامنے پھر ماضی کی ایک فلم سی چلنے لگی۔

"میں ان دنوں امریکا میں پڑھ رہا تھا جب پاکستان آیا تھا میری پسند پر دادی نے فاطمہ سے میرا نکاح کروا دیا' فاطمہ مجھے بہت پسند تھی میں ہر وقت اسے چھیڑتا اور شرارتیں کرتا' ہر چند کہ پردہ تھا پھر بھی جب وہ ہاسٹل جا رہی تھی تو میں دادو کے ساتھ اسے چھوڑنے گیا تھا' ہاسٹل میں اس کے رہنے کی وجہ

بھی یہ تھی کہ دادو یہ چاہتی تھیں کہ اُسے یہ احساس نہ ہو کہ اس کے والدین نہیں ہیں تو اسے یہاں رہنا پڑ رہا ہے ' طے یہ کیا گیا تھا کہ فاطمہ کی گریجویشن کے بعد رخصتی ہو جائے گی وہ میری بیوی تھی گھر والے ملنے جلنے پر رکاوٹ کرتے تو میں اس سے ملنے ہاسٹل جانے لگا' ہاسٹل سے ہم اس کے ساتھ گھومنے جاتے اور اپنے دل کی بات ایک دوسرے سے شیئر کرتے اور میں واپسی پر اُسے ڈراپ کر دیتا' نکاح کے بعد میں یہاں دو مہینے تک رہا اور پھر چلا گیا' پھر ایک دن اچانک مجھے اماں نے بتایا تھا۔" وہ ایک گہرا کش لے کر تھم سے گئے۔

"ہاسٹل سے نوٹس آیا ہے۔" وہ رُکے تو شیزرے تڑپ کر بولی۔

"کہ فاطمہ ماں بننے والی ہے' یہی ناں بابا۔" تو شبیر حسن گھبرا کر کھڑے ہو گئے اور بولے۔

"تو اس نے یکطرفہ کہانی تمہیں سنا رکھی ہے۔"

"ظاہر ہے بابا! وہ میری ماں ہیں یہ میرا حق تھا۔"

"تو پھر کیا ہوا' اس نے تمہیں یہ نہیں بتایا۔"

"بتایا تھا میری ماں نے مجھے کہ آپ نے اسے طلاق لکھ کر بھیج دی تھی۔"

"تو وہ جھوٹ بولتی ہے۔"

"اور پھر جب دنیا میں آنے سے پہلے مجھے قتل کیا جانے لگا تو آپ یہ سن کر ڈر گئے اورآپ نے اپنی ماں سے اعتراف کر لیا کہ یہ بچہ آپ کا ہے۔"

"بس شیزرے بس۔" وہ بہت غصے سے بولے تھے۔

"بس غلطیاں انسانوں سے ہوتی ہیں' میں نے اپنی غلطی کا کفارہ ادا کرنا چاہا تھا میری ماں اسے خاموشی سے لے کر ایک ایسی جگہ چلی گئی جہاں اسے کوئی نہیں جانتا تھا' کیا کچھ نہ کیا میری ماں نے' پورے خاندان سے یہ بات چھپائی' میری ماں میری اس غلطی پر اتنی شرمندہ تھی کہ اس نے کانوں کان کسی کو خبر نہ ہونے دی' انہوں نے تمہاری ڈلیوری کے بعد ایک ایسے شخص کو خرید کر فاطمہ کا نکاح کروایا کہ وہ بعد میں اسے چھوڑ کر چلا جائے گا مگر اس نے کیا کیا۔" وہ بہت برہم لہجے میں اس سے مخاطب ہوئے تھے۔

"بابا! ایک خوددار عورت اس کے علاوہ اور کیا کر سکتی ہے۔"

"یہ خودداری نہیں تھی، اس نے ہم لوگوں کو سزا دی تھی، میں نے خود اس سے بات کی تھی کہ میں تم سے معافی مانگتا ہوں، میں تم سے دوبارہ نکاح کر لوں گا لیکن اس نے جواب میں فون بند کر دیا، تمہیں لے کر وہ اس آدمی کے ساتھ راتوں رات گھر سے بھاگ گئی، اس نے ہمارے خاندان کو بہت بڑا دھوکا دیا، دکھ تو اس بات کا تھا کہ وہ اپنے ساتھ ساتھ تمہیں بھی تکلیف دے رہی تھی، ہم لوگ کہاں کہاں کس طرح تمہیں ڈھونڈتے رہے ہیں، 13 سال کے بعد پتہ چلا کہ وہ تمہیں لے کر نور محل گئی ہے، اس نے تمہیں ہم لوگوں سے چھپاکر رکھا تھا اور تم کہتی ہو کہ ہم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا کچھ کیا، مجھے جب اپنی غلطی کا احساس ہو

پھر میں نے تمام عمر شادی نہیں کی، میری ماں تمہارے دکھ میں مر گئی کہ نجانے کہاں ہو گی ان کی پوتی، بہرحال شیزرے بس جو کچھ ہوا وہ سب

ہمارے درمیان سے ختم ہو چکا ہے اور اب تم نور محل نہیں جاؤ گی۔"

شیزرے کے پیروں تلے زمین ہلنے لگی تھی۔

"نہیں بابا نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا، وہاں میری ماں ہے میں جاتی رہوں گی۔"

"میں نے اس کے دُکھوں کا مداوا کر دیا ہے اور اب تم وہاں نہیں جاؤ گی، میں نے اسے اچھی جگہ ایک مکان، گاڑی اور اس شخص کو بھاری رقم دی ہے تاکہ وہ تمہاری ماں کے لیے کچھ کر سکے۔" وہ یہ کہہ کر اٹھ گئے تھے۔

"بابا، بابا۔" وہ بہت آوازیں دیتی رہی لیکن ڈاکٹر شبیر حسن نے اسٹڈی روم میں جا کر دروازہ بند کر لیا تھا، وہ بند دروازے سے لگی بہت دیر تک روتی رہی۔

......☆☆☆......

سعدیہ آج بہت دیر سے لوٹی تھیں، شایان کاظمی نے فوراً اپنے باپ کو بلا لیا تھا۔سعدیہ نے خود یہ فیصلہ کیا تھا کہ دونوں صورتوں میں انہی کی فیملی کا نقصان ہے لہٰذا وہ کوئی ایسا کام نہیں کریں گی جو کاظمی فیملی کے لیے اچھا نہ

ہو، اسی طرح سے بزنس میں بھی سیٹلمنٹ ہو چکا تھا، سعدیہ کو بھائی کی پراپرٹی میں سے ففٹی پرسنٹ ملنے کی امید تھی جبکہ شایان بالکل اس بات کے لیے تیار نہیں تھا، آخری حد تک وارننگ دی تھی۔

"پھپھو! آپ یہ اچھا نہیں کر رہیں، اور اس کے لیے انہیں پچھتانا پڑے گا۔" وہ بہت طیش اور غصے میں وہاں سے چلی آئی تھیں، وہ کئی دن تھکے تھکے ذہن کے ساتھ افسردہ لیٹی رہتیں، انہوں نے احمد کی بات وردہ سے ختم تو کر دی تھی مگر انہوں نے ابھی تک یہ بات کسی کو بتائی نہیں تھی، پھر ایک دن انہیں اچانک مسز اسحاق کا خیال آیا تھا۔

"گڈ! احمد کے لیے ان کی بیٹی سارہ بہت مناسب رہے گی، ساری پراپرٹی اور دولت احمد کی ہو گی، سارہ ان کی اکلوتی بیٹی ہے۔" یہی سوچ کر پھر انہوں نے سب پر یہ انکشاف کر دیا۔

"احمد! اب تم ٹھیک ہو اور میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں، وردہ تم لوگوں کو پسند نہیں میں نے اس سے تمہارا رشتہ توڑ دیا ہے، اب میرا اس گھر سے کوئی تعلق نہیں۔"

......☆☆☆......

کوئی کسی کے لیے نہیں رکتا، وقت کی رفتار کبھی تیز اور کبھی آہستہ ہوتی رہتی ہے، یہی زندگی کے رنگ ہیں آہستہ آہستہ بظاہر سب نارمل زندگی میں آ گئے تھے۔حریم ابھی ابھی ہاسپٹل سے لوٹی تھی، سب کا بے حد اصرار تھا کہ معلوم کیا جائے کہ بے بی ہے یا بوائے، ہنستے ہنستے اس نے آہستہ سے عباد کو بتایا تھا کہ آنے والا مہمان بے بی ہے، وہ خوشی سے اچھل پڑا تھا وہ شرما کر بھاگ گئی۔

"حری میری بات تو سنو۔" عباد اس کے پیچھے دوڑا مگر وہ کھلکھلاتی ہوئی نانو کے کمرے میں جا پہنچی۔

"کیا ہوا؟" نانو سلام پھیر کر مسکرا کر عباد سے بولیں۔

"کچھ نہیں دادو۔" وہ ہنس کر مڑ گیا، حریم دبی دبی ہنسی بہت دیر تک ہنستی رہی تھی۔

......☆☆☆......

احمد ابھی تک گھر نہیں لوٹا تھا، ہلکا ہلکا اندھیرا احمد کے اطراف میں پھیلنے لگا تھا، سامنے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، وہ نجانے کیوں آج اس طرف چلا آیا تھا، اس کی زندگی میں نہ کوئی آہٹ تھی نہ کوئی آواز، رامین کا نہ کوئی میسج اور نہ کال، کچھ بھی تو نہیں تھا، اس نے یونہی زمین پر بیٹھے بیٹھے شبر کی کاپی کا صفحہ سمجھ کر بھیگی ہوئی ریت پر انگلی سے لکھا تھا۔

"مٹا کر رکھ دوں گا اپنی ہستی احمد

جو نہ مل سکا اپنی منزل کا سراغ مجھے"

ایک پل میں ایک بھیگی ہوئی لہر نے آ کر اس شعر کو مٹا دیا تھا، اسے یوں لگا کہ زندگی کے بہت سارے صفحے اُڑ اُڑ کر گہرے سمندر میں اترتے جا رہے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہیں، اس وقت آدھے سمندر پر اندھیرا اور آدھے پر روشنی باقی تھی، سارا دن سلگنے والا سورج آہستہ آہستہ سمندر کی گود میں اتر رہا تھا۔

......☆☆☆......

فہد ابھی ابھی اسپورٹس کمپلیکس سے ٹینس کھیل کر واپس آیا تھا، یونہی جوگرز اتارتے ہوئے ایک لمحے کو اُسے یوں لگا کہ شیزرے کسی کونے سے نکل کر آئی ہے پھر اس کی ایک گہری نظر بکھرے ہوئے سامان پر پڑی، بے ترتیب کتابیں، گلدان میں سوکھے ہوئے 6ماہ کے پرانے پھول سوکھ کر جھڑ کر گر گئے تھے، صرف خالی ٹہنیاں باقی تھیں، شیزرے کی ایک شرارت اُسے یونہی یاد آ گئی۔

"تم مسکراتے ہوئے اچھے لگتے ہو، شیزرے خان کے عمل میں کبھی جھوٹ نہیں ہوتا۔" وہ کھلکھلا کر ایک پل میں غائب ہو گئی تھی، فہد مصطفی کے ہونٹوں پر ایک زخمی مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔

......☆☆☆......

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرن اپنی زندگی میں پھر نارمل ہو چکی تھی، سب کچھ اس کے اطراف میں نارمل سا تھا مگر دل کے اندر ایک ندامت کا احساس اس کے احساسات کو جھنجھوڑ کر چلا گیا، عبیر کیسی ہے کہاں ہے کوئی نہیں جانتا تھا، کبھی بات کرنے کی کوشش کی تو سبھی نے اس کا فون کاٹ دیا، آہستہ آہستہ اس نے بھی رابطہ چھوڑ دیا تھا۔زندگی کے پل گزرتے چلے گئے، کوئی کسی کے لیے نہیں رُکا۔

"ربیعہ اپنی زندگی میں بے حد خوش تھی، فیصل کا ماربل کا کام بہت عروج پر چلا گیا تھا۔"

......☆☆☆......

شیزرے گئی تو پھر پلٹ کر نہیں آئی تھی۔

"اگر امی کو یہی سب کچھ کرنا تھا تو کیوں مجھے پل پل اذیتیں دیں، کسی غیر کے ساتھ میں نے زندگی گزاری، اکو ہمارا کیا لگتا تھا کچھ بھی نہیں، کتنے دھوکے کھائے میں نے، نور محل میں محبت کرنے والے بھی مجھ سے دور

چلے گئے، کوئی بھی پلٹ کر نہیں پوچھتا کہ میں کہاں ہوں، نجانے وہ کہاں ہوگا ایک لمحے کو اگر اُسے میرا خیال ہوتا تو وہ مجھ سے کانٹیکٹ تو کر سکتا تھا۔" شیزرے کی غلط فہمی یکطرفہ تھی، کئی بار فاطمہ نے کہا تھا کہ وہ بات کرنا چاہتی ہیں مگر وہ ہر بار ٹال گئی کہ اسے کوئی بات نہیں کرنی، ہر کوئی حیران تھا کہ ایسا کیا ہوا کہ نہ شیزرے آ رہی ہے نہ ماں سے فون پر بات کر رہی ہے۔

......☆☆☆......

اتنی گہری خاموشی جہاں زندگی سانس تو لے رہی تھی مگر ایک دوسرے کے احساسات بہت دور ہو گئے تھے، محبتوں میں دراڑ آ گئی تھی، زندگی تھم کر رہ گئی تھی، یوں لگتا تھا ہر شخص اپنے وجود کے اندر سو گیا ہے، آوازیں روٹھ گئی ہیں، برستی ہوئی بارشوں میں دل کے احساسات اتنے بھیگ گئے تھے کہ سخت کڑی دھوپ میں بھی وہ رُت وہ موسم نہ جاگ سکے، آنکھوں کی گہری خاموشیاں فضائوں میں گنگناتی تو تھیں مگر محبت کا کوئی رستہ نہ تھا، فہد خاموش

ہو گیا تھا زندگی تھک سی گئی' ذہنی الجھنیں سب سلجھ کر رہ گئی تھیں۔عفان کو رامین کے کہنے پر احمد نے معاف کر دیا تھا' ہر چند احمد کے ایکسیڈنٹ میں وہ ملوث تھا لیکن معاملہ رفع دفع ہو چکا تھا' احمد اپنے ایکسیڈنٹ کی وجہ سے اکیڈمی جوائن کرنے والی ڈیٹ کو لاس کر چکا تھا اللہ کا یہی بہت بڑا کرم تھا وہ اتنے بڑے ایکسیڈنٹ سے دوبارہ زندگی کی طرف پلٹ آیا تھا لیکن آج یوں جیسے کوئی خاموش تالاب میں ایک پتھر آن گرا' سعدیہ بہت پیار سے احمد کے روم میں آئی تھیں' احمد انہیں دیکھ کر گھبرا کر بیٹھ گیا۔

"جی مما! کوئی کام ہے؟"

"نہیں احمد! تمہاری اسی محبت نے مجھے اندر سے توڑ کر رکھ دیا ہے کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ شاید میں اچھی ماں نہ بن سکی' تمہیں دیکھ کر میں اَپ سیٹ ہو جاتی ہوں' ایک فہد ہے اُسے کسی کی پروا نہیں ہے' عبیر ہے کس طرح ہم سے دور ہو گئی' کرن مجھ سے محبت نہیں کرتی' وہ کہتی ہے "آپ کے ڈرامے سے میری بہت رسوائی ہوئی ہے۔" ایک احمد تم ہو جو کبھی کچھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں کہتے' یہی سوچ کر میں خود چلی آئی ہوں تمہارے پاس ' احمد جو ہوا اب اُسے بھول جاؤ' میں سمجھتی ہوں وردہ تھی ہی نہیں تمہارے قابل اسی لیے میں ے تمہاری بات وہاں ختم کر دی' تم اپنی اکیڈمی جوائن نہیں کر سکے مجھے اس بات کا بہت دکھ ہے احمد میں نے ایک بہت اہم فیصلہ کیا ہے تم میرا ساتھ دو گے' چیف جسٹس کی اکلوتی بیٹی سارہ سے تمہاری شادی کا سوچا ہے' تم اس سے مل بھی چکے ہو۔" احمد کو یوں لگا کہ کہیں بہت زور سے بم بلاسٹ ہوا ہے۔

"مما! میں ابھی آپ سے کچھ وقت چاہتا ہوں۔"

"اب وقت نہیں رہا' بہت وقت گزر چکا ہے احمد! تم ہر وقت اَپ سیٹ رہتے ہو' تم ہر وقت اسی دو ٹکے کی لڑکی کے خیالوں میں گم رہتے ہو جو جگہ جگہ ٹیوشن کر کے اپنے گھر کو پال رہی ہے۔"

"پلیز مما! اتنی انسلٹ مت کریں کسی کی۔"

”تو پھر احمد! میری بات مان لو‘ میں مسز اسحاق سے بات کر چکی ہوں یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔“

”پلیز مما!“ احمد چکرا کر دوبارہ بیڈ پر گرا تھا‘ اسی وقت فہد اندر آیا تھا۔

”کیا ہوا احمد بھائی! مما کس کو دو ٹکے کی لڑکی کہہ رہی تھیں۔“

”کسی کو نہیں۔“ احمد ایک دم گھبرا کر پیچھے ہٹا۔

”میں جانتا ہوں۔“ فہد نے پلٹ کر جاتی ہوئی سعدیہ کو دیکھا تھا۔

”پلیز فہد!“ احمد نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

”جو مما کرنے جا رہی ہیں انہیں کرنے دو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا وہ جو چاہیں کریں۔“ فہد‘ احمد کو ریلیکس دیکھ کر وہاں سے لوٹ تو گیا تھا مگر ابھی تک ذہن پر مما اور احمد بھائی کے ڈائیلاگ چل رہے تھے اور پھر وہی ہوا اچانک نور محل میں یہ خبر پھیل گئی تھی کہ سعدیہ نے احمد کے لیے کسی

لڑکی کو پسند کر لیا ہے‘ سبھی یہ خبر سن کر چپ سے رہ گئے تھے اور پھر یہ خبر جب رامین تک پہنچی تو اس کا دل اندر سے بلبلا اٹھا تھا۔

رات بڑی گہری خاموشی تھی تب رامین امی کے پلنگ سے اٹھ کر کچن کی طرف آئی تھی ایک کپ چائے بناتے بناتے اس نے احمد کا نمبر ڈائل کیا تھا‘ احمد نے پہلی ہی بیل پر کال ریسیو کر لی تھی۔

”ہاں بولو رامین!“

”کیسے ہو احمد؟“

”بالکل ٹھیک۔“

”میں بھی یہی سمجھتی ہوں کہ اب تم بالکل ٹھیک ہو گئے ہو اور تم ایک نارمل زندگی کی طرف لوٹ آئے اور میں بھی بہت نارمل انداز میں جی رہی ہوں مگر میں تم سے تھوڑا سا فیور چاہتی ہوں۔“

"بولو رامین! تم مجھ سے کیسا فیور چاہتی ہو۔" احمد کان سے سیل لگائے کاریڈور میں نکل آیا تھا۔

"کیا ہوا بولو رامین!" رامین ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئی تھی۔

"احمد! میں نے سنا ہے تمہارے لیے کوئی لڑکی دیکھ لی گئی ہے۔"

"سنا تو میں نے بھی ہے رامین!"

"لیکن احمد پلیز! میں تم سے صرف اتنا فیور چاہتی ہوں کہ میری شادی سے پہلے تم شادی نہیں کرو گے ، سمجھے احمد اور میں شادی میں شریک نہ ہو سکوں گی، ہر شخص کی نظریں مجھ پر لگی ہوئی ہو ں گی احمد، میں یہ برداشت نہیں کر سکتی۔" یہ کہہ کر رامین کے آنسو نکل آئے تھے۔

"سنا احمد! تم نے۔"

"ٹھیک ہے رامین! میں تمہارے لیے اتنا تو کر سکتا ہوں باقی تم مجھے معاف کر دینا۔"

"اس سے احمد کوئی فرق نہیں پڑتا، تم اپنے ذہن پر زیادہ زور مت ڈالو۔" اس کی آواز بہت تھکی تھکی لگ رہی تھی۔

"تم خوش رہ لو گی؟"

"ہاں جی لوں گی میں۔"

"تو میں بھی کوشش کروں گا۔" رامین نے آنسو پونچھ کر سیل بند کر دیا تھا، صحن میں بلی نے کوئی چیز گرائی تو وہ شور سن کر باہر نکل آئی ، اسے یوں لگا کہ زندگی ایک دھوپ کی طرح ابھی تک صحن میں اداس پڑی ہے، سارے خواب ادھورے ہیں صحن کچا ہے دیوار اتنی چھوٹی ہے کہ بلی کود کر اندر آ گئی، ایک جنگلی بلی دیوار پر بیٹھی مرغیوں کی گھات لگائے دور سے تاک رہی تھی اور وہ تھکے تھکے قدموں سے گھر لوٹ آئی ہو جیسے۔

......☆☆☆......

بہت دنوں کے بعد آج پھر سب ایک ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھے' ملازم کھانا سرو کر رہا تھا' سعدیہ بھی آکر منظور کے برابر میں بیٹھ گئ تھیں۔

''بس میں بہت اہم بات کر رہی تھی اپنی دوست سے' بھئی اتنی بڑی خوشی ہے منظور! تم تو سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں کتنی خوش ہوں۔'' وہ آلو گوشت کا ڈونگا اپنے سامنے کرتے ہوئے بولیں۔

''ارے وہ اپنی رامین' اس کا کہیں سے زبردست پرپوزل آ گیا ہے' سب اللہ کی دین ہے اور اس کی قسمت' وہ ہے ہی اتنی خدمت گزار اور محبت کرنے والی بچی' بھئی یہ تو سچ ہے میں بہت خوش ہوں اس کے لیے میں جتنا بھی کروں وہ کم ہے' اس نے کتنی احمد کی تیارداری کی' میں تو شکر گزار ہوں اس بچی کی اسی لیے میں نے ''شانزہ بوتیک'' کو فون کیا ہے کہ سارے ڈیزائن ہمارے لیے تیار رکھیں۔'' انہوں نے منظور کی جانب دیکھا تو ان کا لقمہ حلق میں پھنس گیا تھا وہ جلدی سے گلاس منہ سے لگا کر پانی پی رہے تھے۔احمد کی طرف نظر پڑی تو گھبرا کر احمد سے چمچہ نیچے گرا تھا اور فہد کی

نظریں سعدیہ سے ہٹ کر منظور مصطفی پر اور پھر دائیں جانب بیٹھے ہوئے احمد پر جم سی گئیں' احمد لقمہ توڑ کر یوں جلدی جلدی کھا رہا تھا جیسے شدید بھوکا ہو اور اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو اور کرن ماں کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی' اتنی گہری خاموشی میں صرف احمد کے کھانے کی آواز اور جلدبازی سے جلدی جلدی لقمے توڑنا اس کے اندر کی نروس نیس کو ظاہر کررہا تھا۔

''ایسا میں نے کیا کہہ دیا ' کیا ہو گیا تم لوگوں کو۔'' سعدیہ کی نظریں باری باری سب کے چہروں پر گئی تھیں۔

''کچھ نہیں مما!'' فہد کی آنکھوں میں ایک نفرت کی لہر سعدیہ نے دیکھ لی تھی۔

''فہد! میں تمہارے بیچ میں مداخلت نہیں کرتی سمجھے تم اور تم بھی میرے معاملے میں دخل اندازی کرنے کی کوشش نہ کرنا۔''سعدیہ نے بڑے غصے سے پلیٹ میں چاول ڈالے تھے۔

"مما! جملے میں کوئی ربط نہیں ہے آپ تو کسی خوشی کی بات کر رہی تھیں، میں یہاں کیا دخل اندازی کر سکتا ہوں۔" فہد کے ہونٹ کی خشکی اور سیاہی اور بڑھ گئی تھی۔

"تم اپنی لمٹ میں رہو سمجھے، جب سے تم ہینڈی کیپ ہو کر گھر پر بیٹھے ہو ہماری زندگی عذاب ہو گئی ہے، کہاں جا رہی ہوں کیا کر رہی ہوں، ہر وقت تم میرا شیڈول چیک کرتے ہو، میں فضول قسم کی دقیانوسی عورت نہیں ہوں کہ بچے پال رہی ہیں اور کھانے پکا رہی ہیں، سمجھے تم۔" انہوں نے انگلی اٹھا کر فہد مصطفی کو وارن کیا تھا۔

"پلیز مما! ریلیکس۔" فہد نے ایک نظر احمد کے ہاتھ پر ڈالی تھی اس کے ہاتھ کی کپکپاہٹ منظور مصطفی نے بھی دیکھ لی تھی۔

"بس سعدیہ! اتنے دنوں کے بعد ہم سب ایک ساتھ ڈنر کر رہے تھے۔" منظور مصطفی غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ میرا ساتھ بیٹھنا آپ کو بُرا لگا، بچوں کے ساتھ بیٹھ کر یہ احساس دلاتے ہیں کہ ہم ان سے پیار نہیں کرتے۔"

"نہیں بابا! میں اب ہینڈی کیپ ہوں اس لیے مما مجھے برداشت نہیں کر سکتیں۔" ملازم کے ہاتھ سے گلاس لیتے ہوئے اس نے زور سے اس کو دھکا دیا تھا اور فہد مصطفی اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب چلا گیا، کرن گھبرا کر کھڑی ہو گئی، احمد کے ہاتھ میں گلاس کانپ رہا تھا اس نے جلدی سے گلاس رکھ کر نیپکن سے اپنے ہاتھ صاف کیے تھے، منظور مصطفی بھی اٹھ کر چلے گئے تھے، احمد بھی دبے قدموں سے وہاں سے گزر کر دوسری طرف گیا تھا، سعدیہ کرسی پر بیٹھی ہوئیں زور زور سے چیخ رہی تھیں، ملازم جلدی جلدی برتن اٹھا کر لے جارہا تھا یہ کوئی نیا واقعہ نہیں تھا اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا آیا تھا۔منظور مصطفی بغیر کھانا کھائے ہوئے اپنے بیڈروم میں چلے گئے تھے، احمد نروس ہو کر باہر نکل گیا تھا اور فہد مصطفی بالکونی میں ٹہل ٹہل کر سگریٹ پر سگریٹ پھونکے جارہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

نور محل میں نیچے گہری خاموشی آہستہ آہستہ پھیل گئی تھی‘ سرد راتیں یوں بھی گہری خاموش ہوتی ہیں اور جب دل میں اندھیرا ہو تو تمام گلیاں سنسان لگتی ہیں‘ اس وقت بھی گہری خاموشی میں احمد بے مقصد ڈرائیو کر رہا تھا۔

”کیا کررہے ہو احمد! کہاں جا رہے ہو تم‘ رستہ تو پیچھے رہ گیا۔“

”بس یونہی تھوڑی دیر ساتھ رہنے کے لیے میں ذرا دور نکل آیا‘ کیا خیال ہے سی سائیڈ پر چلیں۔“ احمد مسکرایا تھا۔

”کیسی باتیں کرتے ہوئے احمد! امی بار بار پوچھ رہی ہیں کہاں ہو؟ کب آؤ گی؟“

”پھپھو کو معلوم ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔“ وہ مڑ کر بولا۔

”سو واٹ تم میرے ساتھ ہو‘ امی کو یہ بات پسند نہیں ہے۔“ وہ مصنوعی غصے سے بولی تھی۔

”بس رہنے دو تم‘ ہمارے بیچ کیا ہے پھپھو سب جانتی ہیں اور پھپھو خود بھی یہی چاہتی ہیں۔“ وہ ہنسا تھا۔

”جی نہیں‘ امی ایسا کچھ نہیں سوچتیں۔“

”اچھا سچ سچ بتانا“

”کیوں... وہ تو آتے رہتے ہیں‘ دراصل رخسانہ خالہ سامنے ہی تو رہتی ہیں جب کوئی لڑکی پسند نہیں آتی تو پتہ ہے کیا‘ وہ لڑکے والوں پر رعب ڈالنے کے لیے ہمارے گھر لے آتی ہیں۔“ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

”اور یہاں رامین کو لڑکا پسند نہیں آیا۔“ وہ بہت زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

”بکواس نہیں کرو احمد! اگر زیادہ تم اِترائے ناں تو میں کسی وقت بھی ہاں کہہ دوں گی‘ میرے لیے کمی نہیں ہے سمجھے تم‘ ابھی پچھلے دنوں خالہ کینیڈین نیشنل کا رشتہ لے کر آئی تھیں مگر امی نے انکار کر دیا۔“

"پھپھو سمجھدار بہت ہیں اسی لیے۔" احمد نے ہنس کر کہا۔

"جی جی زیادہ خوش فہمی میں مت رہیے۔" وہ ہنس پڑی تھی۔

"اچھا چلو چھوڑو سب باتیں، یہاں اتر کر آئس کریم کھاتے ہیں۔" اس نے کار روک دی تھی۔

"بالکل نہیں احمد! مجھے اس وقت گھر جانا ہے سمجھے تم، زیادہ کرنا ہے تو آئس کریم پیک کروا لو۔" اس نے اپنا پرس کھول کر 500 کا نوٹ احمد کی طرف بڑھایا تھا، نوٹ تھامتے وقت اس نے بہت زور سے اس کی انگلیوں کو دبایا تھا۔

"کیا کرتے ہو احمد!" اس نے بہت زور سے احمد کو دھکا دیا تھا، وہ ہنستا ہوا آگے بڑھا، آئس کریم کی شاپ کے ساتھ دوچار پھولوں کی ٹہنیاں تھامے وہ پلٹ کر آیا تھا۔

"یہ لیں جناب! مجھ سے رہا نہیں گیا اتنی دیر بک بک کرنے کا یہ جرمانہ ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بہت خوبصورت جرمانہ ہے۔" اس نے جلدی سے پھولوں کو تھام لیا تھا۔

"اُف... امی!" رامین کی آواز نکلی تھی، احمد نے پلٹ کر دیکھا اس کے انگوٹھے سے خون بہہ رہا تھا۔

"ایک تو تم بھی رامین! بچوں والی حرکت کرتی ہو، کیا ضرورت تھی ندیدوں کی طرح جھپٹنے کی، دیکھو ناں کانٹا لگ گیا۔" اس نے جلدی سے ٹشو سے اس کا انگوٹھا دبائے رکھا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو، باہر پھینکو ناں اس ٹشو کو۔" ٹشو پیپر پر کئی سرخ سرخ دھبے لگ گئے تھے۔

"نو نو یہ ٹشو اتنا ارزاں نہیں ہے کہ میں اسے راہ چلتے ہوئے پھینک دوں۔" اس نے ڈیش بورڈ کے نیچے لگی ہوئی دراز کھول کر ٹشو اندر ڈالا تھا۔

"کیا تم اس کو سنبھال کر رکھو گے کتابوں میں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں اگر پھول کتابوں میں رکھے جاتے ہیں تو ہم اس کو بھی سنبھال کر کیوں نہیں رکھ سکتے۔"

"اچھا چھوڑو میرا ہاتھ' خون بند ہو گیا بس تمہیں تو ایک موقع ہاتھ آیا۔"

"اچھا تو میں دوں جواب' ابھی تم شرما کر منہ پھیر لو گی' ہو سکتا ہے یہ موقع احمد کو جان کر دیا گیا ہو' میں تمہیں یہ ٹشو کسی خاص موقع پر دوں گا جب تم میری ہو جائو گی۔"

"شٹ اپ۔" وہ اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر گئی تھی۔احمد نے ایک جھٹکے سے سنسان سڑک پر گاڑی روک دی اور فرنٹ سیٹ پر نظر ڈالی تو وہ خالی تھی' اس نے ڈیش بورڈ کے نیچے ہاتھ ڈالا تو ٹشو پیپر تہہ کیا ہوا ابھی تک وہیں رکھا تھا' بہت آہستہ سے اس نے تہہ کیے ہوئے میلے ٹشو کو کھولا تھا جس میں اب صرف براؤن دھبے باقی رہ گئے تھے' چند سیکنڈ وہ بہت غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے فولڈ کر کے اپنے والٹ میں رکھا تھا۔

......☆☆☆......

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

منظور کے پورشن میں بہت گہری خاموشی تھی احمد نجانے کہاں چلا گیا تھا' منظور بھی بیڈ روم سے اٹھ کر اسٹڈی روم میں آ گئے تھے' فہد مصطفی جب دل بھر کے سگریٹ پی چکا اور وہ نڈھال سا تھا تو اسے خیال آیا کہ وہ عباد کی غیر موجودگی میں ایک ہفتے سے آفس بھی جا رہا ہے اور خاص طور پر بابا نے اس بات کو بہت سراہا تھا لیکن آج سعدیہ نے ہینڈی کیپ کا طعنہ دے کر اسے پھر سے اکھاڑ پھینکا' نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ہلکی ہلکی روشنی دیکھ کر اسٹڈی روم میں آیا تھا' منظور مصطفی اسے دیکھ کر چونک سے گئے اور بڑے مایوس انداز میں فہد کو دیکھا' وہ بابا کی برابر والی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔

"بابا! یہ سب کیا ہو گیا۔" اس کا لہجہ بہت دکھی سا تھا۔

"کیا بتائوں بیٹا! یہ سب کیا ہو گیا' تمہاری ماں 31 سال سے کٹھ پتلی کی طرح نچا رہی ہے اور میں اپنے بچوں کی محبت میں مجبور' بس دکھ تو اس بات کا ہے کہ میں عمیرہ سے نظریں نہیں ملا سکوں گا۔"

"کیوں بابا! کیوں نظریں نہیں ملا سکیں گے' ایسا آپ نے کیا کیا ہے؟"

"بس فہد! میں اس سے کمیٹڈ تھا اس وقت جب اظہر الدین نے دوسری شادی کی تھی تو اس نے کہا تھا کہ کوئی بات نہیں بھائی کہ میں زندگی تو گزار لوں گی جب تک بچیاں بڑی ہو جائیں گی مگر جب وہ چلی جائیں گی تو میرا کیا ہو گا میں اس بات سے خوفزدہ ہوں' اس وقت میں نے دیکھا کہ سجاد بھائی بہت نروس ہوئے تھے مگر میں سمجھ گیا تھا کہ عباد تو حریم سے منسوب ہے تب میں نے اماں کے سامنے یہ بات کہی تھی کہ کوئی بات نہیں عمیرہ' احمد تمہارا بیٹا بنے گا اور تم رامین کے ساتھ رہو گی' ہم تمہیں اکیلا نہیں ہونے دیں گے پھر تمہیں کس بات کا خوف ہے تب وہ اس بات پر بہت روئی تھی اور افسوس تو اس بات کا ہے کہ احمد سب جانتا ہے پھر بھی وہ اتنا بزدل نکلا کہ اپنی ماں کے سامنے خاموش رہتا ہے مگر میں نہ صرف عمیرہ سے بلکہ اپنی اماں اور بھائی سے بھی شرمندہ ہوں۔" وہ بڑے جذباتی لہجے میں بولے۔

"یہ کیا بات ہوئی بابا! کہ آپ پھپھو سے بھی کمیٹڈ تھے پھر بھی چپ رہے' اگر بات کھل کر سامنے آ جائے تو مما کچھ بھی نہیں کر سکتیں بابا' احمد بھائی نہیں بلکہ آپ بہت کمزور ہیں' آپ خود ریئلائز کریں کہ آپ کو کیا کرنا ہے اور آپ کیا چاہتے ہیں' فیصلہ مرد کا ہوتا ہے۔" اس نے زور سے گھبرا کر اپنے بالوں میں ہاتھ سے کنگا سا کیا تھا۔

"اب میں فہد مصطفی تو نہیں بن سکتا۔" ان کے ہونٹوں پر بڑی زخمی مسکراہٹ تھی' وہ بڑا خجل اور شرمندہ شرمندہ سا ہو کر اپنا رُخ موڑ گیا تو منظور مصطفی نے بہت غور سے اسے دیکھا تھا اور بولے۔

"تم ایک ہفتے سے آفس جارہے ہو' کیسا لگ رہا ہے سب؟"

"بابا! سب صحیح جا رہا ہے لیکن عباد بھائی نے جو نئ پروڈکٹ لانچ کی ہے اس میں تھوری کنفیوژن آ رہی ہے ویسے تو سیکورٹی سسٹم میں کافی امپرومنٹ آئی ہے لیکن عباد بھائی کہتے ہیں کہ ایک کے ساتھ دوسرا بزنس زیادہ کامیاب ہوتا ہے اور میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔"

”تم زیادہ سے زیادہ اپنے کام پر توجہ دو اور میں چاہتا ہوں جس طرح عباد پورے بزنس کو ہینڈل کر رہا ہے تم اس کے ساتھ رہو اور اب تم دوبارہ اپنی فیلڈ میں میرا خیال ہے نہیں جاؤ گے۔“

”یس بابا! میرا بھی اپنا یہی خیال ہے۔“ منظور مصطفی نے جان کر وہ موضوع بدل دیا تھا لیکن فہد نے دوبارہ ان کی شہ رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔

”بابا! پھپھو بہت دکھی دکھائی دیتی ہیں' ربیعہ کے جانے سے وہ ٹوٹ سی گئی ہیں' بہت چپ چپ رہنے لگی ہیں' دادو بھی یہی کہہ رہی تھیں بابا' رامین بھی بہت اپ سیٹ سی رہنے لگی ہے' کل پھپھو آئی تھیں بتلانے کہ اس کا کوئی رشتہ آیا ہے' میں نہیں سمجھتا کہ اب وہ وہاں ایڈجسٹ ہو سکے گی۔“

”کیوں' کیوں نہیں ہو سکے گی۔“ منظور مصطفی کی نظریں جھکی ہوئی تھیں وہ انجان بن کر بولے۔

”بابا! احمد بھائی رامین کو پسند کرتے ہیں' وہ یہ بات سن کر بہت نروس ہو گئے تھے اور اب جب وردہ خود ہی رستے سے ہٹ گئی تو اب مما کو کیا پرابلم ہے۔“

”پتہ نہیں بیٹا! میں خود نہیں سمجھ سکا تمہاری ماں کو' اسے ہمارے لوگوں سے کیا تکلیف ہے۔“

”میں جانتا ہوں کیا تکلیف ہے۔“

”کیا تکلیف ہے؟“ انہوں نے بہت غور سے فہد کو دیکھا تھا۔

”آپ بہت لونگ نیچر ہیں' بچوں سے پیار کرتے ہیں' وہ آپ کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتی ہیں' بابا پہلے بھی مما نے عبیر کو بچانے کے لیے یہ ڈرامہ کھیلا تھا وردہ کو قریب لائی تھیں بھائی سے اور پھر آپ یہ بھی دیکھیں کہ ہمارے بُرے وقت پر جب احمد بھائی ہاسپٹل میں تھے صرف اور صرف پھپھو کام آئی تھیں' اگر وہ روک دیتیں تو وہ نہیں آ سکتی تھی' یہ مما نے ذرا

رئیلائز نہیں کیا لیکن آپ تو کر سکتے ہیں' ہم آپ کی اولاد ہیں آپ تو فیور کر سکتے ہیں اس بات کو۔"

"میں کیا فیور کروں' مجھے معلوم ہے کہ رامین کے لیے جو پرپوزل آیا ہے بہت اچھا ہے' عمیرہ کہہ رہی تھی کہ وہ اب انکار نہیں کر سکتی تو ہم لوگ بھی خاموش ہو گئے اور تمہاری ماں کبھی نہیں مانے گی' وہ اس وقت چیف جسٹس اسحاق کی بیٹی کے خواب دیکھ رہی ہے۔"

"سوری بابا! یہ صرف آپ کی کمزوری ہے جس دن آپ اڑ گئے کچھ نہیں کر سکتیں مما' آئی نو دیٹ۔" وہ غصے سے کھڑا ہو گیا۔

"اب تو میں پھپھو کے سامنے بھی نہیں جا سکتا کہ میرا باپ ان سے کمیٹڈ تھا۔"

"فہد! زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اور چپ بیٹھ جانا بزدلی ہے بابا! اگر احمد بھائی ہاں کہہ دیں تو آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"لیکن وہ ایسا نہیں کرے گا میں اس سے بات کر چکا ہوں۔"

"نو بابا! وہ حالات کے تحت خود کو سیکری فائس کر رہے ہیں' پہلے انہوں نے عبیر کی خاطر خود کو سیکری فائس کر دیا اور اب وہ اپنی جھوٹی انا پر قربان ہو رہے ہیں۔"

"تو ہوجانے دو بیٹا! میں کیا کر سکتا ہوں اس کے لیے' میں دس بار اس سے پوچھ چکا ہوں اس کے پاس ایک ہی جواب ہے جو مما کر رہی ہیں وہ ٹھیک کر رہی ہیں۔"

"نو بابا! وہ آپ سے جھوٹ بول رہے ہیں' آپ نے دیکھا نہیں رامین کے پرپوزل والی بات پر وہ کتنا نروس تھے کہ ان کے ہاتھوں سے چمچ چھوٹ کر گر گیا' رات کے دو بج رہے ہیں وہ گھر نہیں آئے' ان کی کوئی ایکٹیوٹی نہیں' وہ رات گھر سے کبھی باہر رہے؟ آپ یہ سب کیوں نہیں نوٹ کر رہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو فہد!"

"بابا! آپ اگر کہیں تو میں احمد بھائی کے لیے کچھ کر سکتا ہوں لیکن آپ لوگوں کی رضامندی کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا،میں احمد بھائی کو راضی کر سکتا ہوں۔"

"دیکھ لو فہد! تمہاری ماں برداشت نہیں کر سکے گی۔"

"تو سوچ لیں بابا! میں بھی یہ سب برداشت نہیں کر سکوں گا، یہ گھر یہ ملک چھوڑ کر چلا جائوں گا، مر جائوں گا مگر پلٹ کر نہیں آئوں گا، بس آپ لوگ یہی چاہتے ہیں ناں میری زندگی سے کھیلنا تو میں کھیل جائوں گا۔" وہ بہت شکستہ لہجے میں بولا تھا۔

"سوچیں بابا سوچیں، اتنا آسان نہیں ہے پھپھو کا بشریٰ اور راحمہ کے ساتھ رہنا، رامین بہت بولڈ تھی اور احمد بھائی کا اسے پر وٹیکشن حاصل تھا لیکن اب ایسا نہیں ہو گا، لڑکا کینیڈین نیشنل ہے اور وہ بہت جلد رامین کو لے کر باہر چلا جائے گا۔"

"بہت پیاری بچی ہے رامین، ہم سب کو دکھ ہے اس بات کا کہ وہ ہم سے دور چلی جائے گی۔" ان کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔فہد مصطفی نے ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا تھا۔

"بابا! اگر میں اس شادی کو روک دوں تو آپ میرا ساتھ دیں گے۔"

"نہیں نہیں فہد! عمیرہ پہلے ہی بہت دکھی ہے مت کرنا کچھ ایسا، اماں بتا رہی تھیں کہ جب سے رامین کی بات طے ہوئی ہے عمیرہ کو ایک چپ سی لگ گئی ہے۔"

"ظاہر ہے بابا! آپ نے ایک زمانے سے انہیں امید دلا کر رکھی، او آئی سی جبھی انہوں نے ربیعہ کا رشتہ رامین سے پہلے کر دیا تھا اور اب خواب دیکھنے کے بعد اچانک اندھیرا ہو گیا ہے کہ رامین بہت دور جا رہی تھی، وہ چپ تو ہو ہی جائیں گی، بابا میں ایسا نہیں ہونے دوں گا اب، جب مجھے پتہ چل گیا ہے کہ آپ کے دل میں پھپھو کے لیے کتنی گنجائش ہے۔" منظور مصطفی اپنا

چشمہ اتار کر اپنی آنکھیں پونچھنے لگے تو فہد مصطفیٰ نے آ کر اپنے دونوں ہاتھ ان کے کندھوں پر رکھ دیئے تھے اور آہستہ آہستہ دباتے ہوئے بولا تھا۔

"ریلیکس بابا! سب ٹھیک ہو جائے گا میں سب ٹھیک کر دوں گا کچھ نہیں ہو گا۔" تو منظور مصطفیٰ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"میں تھک گیا ہوں فہد! تمہاری ماں کی پولیٹکس سے۔" انہوں نے اپنے بیٹے کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا تھا۔

......☆☆☆......

"امی! آپ کیوں اداس ہیں' فاصلہ کوئی اتنا بڑا فاصلہ نہیں رہا' میں جب چاہوں گی آ جائوں گی' کینیڈا امریکا وغیرہ اب کوئی دوری نہیں رہی' میری پیاری امی۔" اس نے ما ں کا چہرہ چوما۔

"لیں امی! ابھی تو 15 دن باقی ہیں اور آپ ایسا رو نے بیٹھ گئیں' میں نکاح کے فوراً بعد تھوڑی چلی جائوں گی اور امی میں کل طٰہ سے ملنے جا رہی ہوں' میں نے اسے گھر نہیں بلایا' بہت فوں فاں کرتے ہیں وہ لوگ بھی' میں نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

قریبی پیزاہٹ میں اسے بلایا ہے' میں اسے صاف صاف بتا دوں گی کہ میری سیلری کا 50 پرسنٹ بشریٰ اور راحمہ کے لیے ہے' امی وہ مان جائے گا۔"

"میری جان! یہ بات نہیں ہے' اتنی دور میں کیسے صبر کروں گی۔"

"امی! ایک بات کہوں آپ سے' آپ تو خود ایک عورت ہیں جب ابا نے دوسری شادی کی تھی تو آپ نے پورے ددھیال سے ملنا چھوڑ دیا تھا آپ کو شرم آتی تھی کہ آپ کے ساتھ ایسا ہوا ہے۔"

"وہ الگ بات تھی۔"

"امی! بات الگ نہیں تھی' بات تھی ایک عورت کی' میں بھی ایک عورت ہوں آپ بھی ایک عورت تھیں' بس امی میں نہیں چاہتی کہ احمد کا اور میرا سامنا ہو' میں چاہتی ہوں کہ سب پر رعب پڑے کہ دیکھو رامین کینیڈا چلی گئی' امی آپ کو بھی یہ کہتے اچھا لگے گا اور جب میں آئوں گی ناں امی' کیا شان ہو گی میری' آپ دیکھئے گا میں سارے خواب اپنے پورے کروں گی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

کھڑکی سے پار اس کی نظر بائونڈری پر گئی تھی، جہاں بلی تاک لگائے مرغی کے لیے بیٹھی تھی۔

”امی! سب سے پہلے جب میں پیسے بھیجوں تو آپ اس دیوار کو اونچا کروایئے گا۔“ اس کی آنکھیں ہلکی ہلکی بھیگ چکی تھیں۔

”رامین...!“

”جی امی!“ وہ جیسے چونک سی گئی۔

”یہ رشتہ اتنی دور کا ہے دل نہیں مان رہا‘ انکار کر دوں؟“

”نہیں امی نہیں‘ ایسے رشتے تو قسمت والوں کو ملتے ہیں‘ پھر رخسانہ آنٹی چھوٹا موٹا رشتہ لائیں گی تو مجھے پسند نہیں آئے گا‘ انجینئر ہے کینیڈین نیشنل ہے‘ امی بہت بڑی بات ہے اور پھر امی! میں کچھ ہی دنوں میں آپ کو اور بشریٰ اور راحمہ کو بھی بلوا لوں گی۔“ عمیرہ منہ موڑ کر پھر آنسوئوں سے رونے لگیں۔

”امی...! آپ کیوں ایسا کر رہی ہیں‘ ابھی سے آپ میرا دل چھوٹا کر رہی ہیں‘ پھر میں کیا کروں گی‘ آپ سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کر رہیں کہ میں اب اس ماحول میں نہیں رہنا چاہتی‘ میں نہیں فیس کر سکتی نور محل والوں کو۔“

”تو ربیعہ جو رشتہ بتا رہی ہے اس میں کیا برائی ہے؟“

”ہے امی برائی ہے‘ دولت ہی سب کچھ نہیں ہوتی‘ اس کی ایجوکیشن اتنی اچھی نہیں‘ بس یہی وجہ ہے پھر آپ یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ احمد کی شادی ہونے والی ہے مجھے اس ذلت سے بچا لیں امی‘ میں اس سے پہلے ہی یہاں سے نکل جانا چاہتی ہوں آپ کی بھی عزت اسی میں ہے‘ ہم سب سر اٹھا کر چل سکیں گے ہمارا ان لوگوں سے رشتہ ہے ہم ان لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتے امی وہ سب آپ کے اپنے ہیں۔“ رامین‘ عمیرہ سے لپٹ کر سسک پڑی تھی۔

”اسی بات کا تو دکھ ہے کہ وہ سب ہمارے اپنے تھے اور مجھے اس امید پر رکھا کہ رامین ہماری ہے اور آج کتنی آسانی سے رشتہ توڑ دیا‘ یہ نہ سوچا کہ میں ان کی بہن ہوں۔“

”امی پلیز! وہ لوگ مجبور ہیں احمد کا بھی کوئی قصور نہیں ہے‘ سعدیہ ممانی بہت بولڈ ہیں‘ مین وجہ یہ ہے کہ سب کچھ ماموں جان کا ہے احمد ابھی کچھ بھی نہیں ہے وہ مجھے کس طرح فیور کر سکتا ہے۔“

”فہد بھی تو تھا۔“

”امی! اس کی بات دوسری تھی‘ وہ بہت بولڈ تھا وہ شروع سے بہت اسٹرونگ ہے اور ماموں پر وہ ڈپینڈ نہیں کرتا لیکن احمد بہت ڈیفرنٹ نیچر کا ہے‘ وہ ہنگاموں سے بچتا ہے‘ جھگڑا‘ شور ان سب باتوں سے بھاگتا ہے‘ اس کا بھی قصور نہیں ہے قصور ہے تو ہمارے حالات کا کہ ہم کیوں نا ہوئے چیف جسٹس اسحاق خان کی اکلوتی بیٹی‘ ممانی کا اسٹیٹس ہائی ہو جاتا ان کی ہر جگہ واہ واہ ہوتی اور این جی اوز میں بھاری ڈونیشن ملتے اور میں ان کے نام

سے پہچانی جاتی‘ بس امی ان سب کو معاف کر دیں اور میری خاطر آنسو پونچھ لیں‘ کوئی کسی کے لیے نہیں رُکتا۔“

......☆☆☆......

رامین کی تیاریاں زوروشور سے جاری تھیں، تبھی دبے دبے لفظوں میں نانو نے عمیرہ سے بات کی تھی کہ وہ ساری تقریبات نور محل سے کرنا چاہتی ہیں لیکن یہ کہہ کر عمیرہ نے منع کر دیا کہ رامین ایسا نہیں چاہتی‘ بہت سادگی سے سب کچھ ہو گا کوئی تقریب نہیں ہو گی صرف نکاح ہو گا اور وہ لوگ پیپر لے کر یہاں سے چلے جائیں گے۔اماں جان بہت چپ چپ تھیں‘ انہوں نے سجاد مصطفی اور منظور کو بتایا تھا سبھی لوگ چپ چپ تھے‘ صرف احمد اپنی روٹین میں ایکٹو اور خوش نظر آ رہا تھا‘ فہد نے ایک دن اس سے پوچھ ہی لیا۔

”احمد بھائی! کوئی خاص وجہ ہے جو آپ اتنے خوش خوش نظر آتے ہیں۔“

"ایسا تو کچھ نہیں ہے۔"

"یہ آپ کی شادی ہوتے ہوتے بیچ میں رامین کی شادی کہاں سے نکل آئی' کیا یہ آپ دونوں کی میوچل انڈر اسٹینڈنگ ہے کہ وہ آپ سے پہلے شادی کر کے یہاں سے چلی جائیں گی۔" تو احمد بہت گھبرا کر بولا۔

"پلیز فہد! میں اور مزید تماشا نہیں بننا چاہتا' یہ ہماری اپنی لائف ہے۔"

"او آئی سی' جبھی آپ ہنستے ہنستے کہیں گم ہو جاتے ہیں' احمد بھائی آپ جو کر رہے ہیں اچھا نہیں کر رہے' آپ پوری فیملی کا مذاق بنا رہے ہیں' آپ کب سے انٹرسٹڈ تھے وردہ میں' اور سنا ہے پھر اچانک آپ سارا اسحاق میں انٹرسٹڈ ہو گئے۔"

"اچھا مجھ سے زیادہ افسری لہجے میں بات نہ کرو۔"

"افسری تو میں بہت پہلے چھوڑ چکا ہوں اب تو صرف اور صرف آپ کا بھائی ہوں۔"

"تو بھائی بن کر رہو۔" احمد بہت غصے سے بولا تھا تو فہد نے احمد کا ہاتھ تھام کر پھر صوفے پر بٹھا دیا۔

"احمد بھائی! دِس اِز ناٹ فیئر کہ آپ نے سیدھی سادی کزن سے افیئر چلایا اور شادی کسی اور سے کر رہے ہیں' یہ انسلٹ میں تو برداشت نہیں کر سکتا۔"

"تم ہوتے کون ہو؟"

"مجھے آپ کا رشتہ تو نہیں پتا البتہ اتنا جانتا ہوں کہ میری پھپھو ان دنوں بہت اداس ہیں' وہ ہارٹ پیشنٹ ہیں رامین کے بعد وہ زندہ نہ رہ سکیں گی' پھر کیا ہو گا بشریٰ اور راحمہ کا۔"

"میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"بس احمد بھائی بس' آپ اتنے بے رحم اور اتنے بے حس ہیں کہ آپ اپنی زندگی سے محبت نہیں کر سکتے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو میں اپنی زندگی سے بھی بے رحمی سے پیش آتا ہوں۔"

”لیکن ہمیں تو آپ کی زندگی بہت عزیز ہے بہت قیمتی ہے ہم اپنی قیمتی چیز کو یوں گھر سے باہر نہیں جانے دیتے۔“

”یہ شیزرے نہیں ہے کہ تم اسے نور محل میں لے آئو گے۔“

”آئی نو‘ میرا اس سے بہت گہرا رشتہ ہے اور میرا باپ اس کی ماں سے کمیٹڈ تھا‘ وہ ذلت کے مارے منہ چھپائے بیٹھا ہے کہ میرا بیٹا کتنا بزدل نکلا۔“

”دیکھو فہد! مجھے بہادری کا کوئی شوق نہیں‘ تمہیں شوق ہے ناں تو جائو مما سے ٹکرانے کے لیے۔“

”ہاں... یہ مما کیا میں محبت کی خاطر ساری دنیا سے ٹکرا جائوں گا‘ دیکھتا ہوں آپ میرا کیا کر سکتے ہیں۔“ فہد نے احمد سے کہا۔

”فہد! ہوش میں رہو مجھ سے الجھنے کی کوشش مت کرو۔“

”میں آپ سے کوئی نہیں الجھ رہا اور جس دن الجھوں گا ناں احمد بھائی! میں خود کو مٹا کر رکھ دوں گا۔“ اس کی آنکھیں ایک دم سرخ ہو گئی تھیں۔

”فہد! بکواس مت کرنا‘ اب تم یہاں پر کوئی نیا کھیل نہیں کھیلو گے۔“

”کھیلوں گا‘ کھیلوں گا۔“ وہ ہٹ دھرمی سے بولا۔

”ہوش میں ہو فہد!“

”ہوش میں تو اب آیا ہوں دیکھتا ہوں دھوکے باز‘ چیٹر بچپن سے آج تک رامین رامین کرتا رہا اور آج گلیمر کی چمک سارا اسحاق کی طرف جا رہی ہے‘ بس اب تمہارا کھیل ختم‘ فہد مصطفی اب تم سے نمٹے گا۔“

”تم کیا بہت بڑے افسر لگے ہو۔“

”نو... میں ایک کرپٹ افسر ہوں‘ کرپشن کا الزام ہے مجھ پر اور دیگر بہت سارے الزامات ہیں مجھ پر‘ ایک خون ناحق اور کروں گا اور وہ احمد بھائی آپ کا اور اپنا۔“ وہ انگلی اٹھا کر وارن کرتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

......☆......

"بس میں نے کہا ناں میں چھوڑ آئی ہوں بابا کا گھر۔"

"دیکھو شیزرے! تم چلی جاؤ تم کیوں نہیں سمجھتیں۔" فہد اس کے پاس آیا تھا۔

"میں نے کہا ناں میں نہیں جاؤں گی، میں یہیں رہوں گی۔"

"دیکھو شیزرے! جو تم سمجھ رہی ہو ویسا کچھ نہیں ہے، لوٹ جاؤ تم اپنے باپ کے خلاف جا رہی ہو، تم ابھی یہ نہیں جانتیں کہ وہ تمہارے لیے کتنے اہم ہیں۔"

"میں کچھ نہیں جانتی، بس میں شعیب سے شادی نہیں کرسکتی، میں اپنی مرضی کی مالک ہوں میری ماں نے مجھے پالا ہے اس وقت بابا کہاں تھے جب مجھے جنم دینے سے پہلے مارا جا رہا تھا۔"

"تم پچھلی باتوں کو ایشو مت بناؤ ان سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے، شعیب ہر لحاظ سے ایک اچھا انسان ہے تم ایک بہتر زندگی گزارو گی، تمہارے باپ کا نام تمہارے ساتھ ہو گا، یہاں کے لوگ تمہاری عزت نہیں کریں گے، تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔"

"مگر میں پھر بھی جی لوں گی، زندہ رہنے کے لیے صرف اپنے دل کی خوشی چاہیے۔"

"غلط بالکل غلط، زندہ رہنے کے لیے اسٹیٹس بہت ضروری ہے۔"

"تمہارے لیے ہو گا میرا کبھی کوئی اسٹیٹس نہیں رہا۔" وہ آنسوئوں سے رو پڑی تھی لیکن فہد مصطفی کا دل ابھی تک نرم نہیں ہوا تھا۔

"فہد! میں تم سے کچھ نہیں مانگوں گی، ہر ظلم میں سعدیہ ممانی کا سہہ لوں گی۔"

"کیوں سہہ لو گی، کیوں برداشت کرو گی؟ کوئی ریزن؟"

"بس میری مرضی۔"

"اپنی مرضی کی آپ کب مالک ہو گئیں۔" وہ سر ہلا کر بولا۔

"تم جو کچھ بھی سمجھو بس دادو' بڑی ممی' بڑے پاپا کسی کو بھی اعتراض نہیں ہے' تم کیوں بضد ہو کہ میں یہاں سے چلی جاؤں' میں نہیں جاؤں گی' رستہ دو مجھے میں امی سے بات کروں گی۔"

"نہیں... میں تمہیں اس وقت رستہ نہیں دے سکتا' تم نہیں سمجھ رہی ہو شیزرے! کہ ہمارے لیے رستہ دشوار ہو جائے گا' میں ایک ہارا ہوا انسان ہوں' میں تمہیں کچھ نہیں دے سکوں گا۔"

"تم نے پہلے ہی کیا دیا ہے جواَب دو گے' صرف ایک نام' اس پر بھی تمہیں اتنا غرور ہے۔" فہد کو اس وقت لگا کہ اس کا دل ٹوٹ گیا ہو جیسے۔

"نہیں شیزرے! ایسی کوئی بات نہیں ہے' میں نے انسانیت کے ناتے تمہاری مدد کی تھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔"

"کیوں کیا ہوا' کیا میرے بابا نے تمہیں بھی خرید لیا ہے؟ اکو چھولے والے کو تو وہ خرید چکے ہیں امی بھی بک گئی ہیں لیکن میں اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتی۔"

"ایک تو جب تمہارا دل چاہتا ہے تم بولے چلے جاتی ہو' کوئی نہیں بکا شیزرے! سب کچھ ویسا ہی ہے بس یہ ہے کہ تم یہاں سے چلی جاؤ' میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا' میں ایک ہارا ہوا انسان ہوں۔" تبھی اوپر سے چلتی ہوئی سعدیہ نیچے آئی تھیں۔

"یہ یہاں کیوں آئی ہے گارڈ سے کہو کہ اسے دھکے دے کر گھر سے نکال دے' اس کا باپ کورٹ کے ذریعے خلع کا نوٹس بھجوانے والا ہے اور بڑی بڑی دھمکیاں دے رہا ہے' کہتا ہے کہ ہم لوگوں نے زبردستی کی ہے۔" فہد نے مڑ کر شیزرے کو دیکھا تھا' وہ بہت تیزی سے مڑکر اوپر کی طرف چڑھتی چلی گئی تھی۔

"اب تمہارے لیے وہاں کیا رکھا ہے۔" فہد کی آواز پیچھے سے سنائی دی تھی۔وہ روتی ہوئی بہت تیز زینہ چڑھتی ہوئی کھلی چھت پر گئی جہاں خالی ٹوٹے پنجرے پڑے تھے کبوتروں کی پتھر کی کونڈی خالی پڑی تھی جس کے اردگرد ایک جنگلی کبوتر بار بار چکر لگا رہا تھا' کمرے کے کھلے دروازے سے اس کی نظر اندر پڑی کاٹھ کباڑ' چند پرانے جوتے اور کپڑے نظر آئے تھے' اس کے آنسو بہت تیزی سے بہنے لگے' وہ پلٹ کر آئی اور منڈیر سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔

"امی! اگر یہی سب کرنا تھا تو میرے باپ سے پہلے ہی یہ دولت مانگ لی ہوتی' تمام عمر مجھے غربت میں گھسیٹتی رہیں' آخر آپ ہار گئیں' بیچ دی ناں آپ نے اپنی انا اور خودداری' امی آپ کیا جانیں کہ ہمارے دل پر کیا گزری' آپ کے اس طرح سے نور محل چھوڑ کر چلے جانے سے یوں لگ رہا ہے جیسے کسی نے میرا دل نوچ کر پھینک دیا ہو' اب میرا یہاں کیا ہے کچھ بھی نہیں۔" وہ یوں بول رہی تھی گویا فاطمہ کہیں سامنے کھڑی ہوں۔

"چلو اب یہاں کیا رکھا ہے۔" فہد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا تھا۔

"یہاں میرا بہت کچھ ہے' میں نے اپنا سب کچھ یہیں تو چھوڑ دیا ہے۔" اس کا چہرہ آنسوئوں سے بھیگ رہا تھا۔

"چھوڑیں میرا ہاتھ' جب میرا آپ سے کوئی رشتہ ہی نہیں ہے تو کیوں آپ بار بار میرا ہاتھ تھام رہے ہیں۔" اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

"سوری... غیر ارادی طور پر میں ایسا کر جاتا ہوں مجھے عادت سی ہے۔"

"مالکوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے ملازموں کے ساتھ جب چاہیں جیسا چاہیں مذاق کر لیں' کبھی ہاتھ تھام لیں کبھی دوپٹہ کھینچ لیں اور جب چاہیں ہنسا دیں اور جب چاہیں رُلا دیں۔" وہ آنسو پونچھ کر بولی تھی۔

"اچھا اچھا چلو تم' چلو رو لو دل بھر کر' اچھا ہے ایک بار رو نا اچھا ہوتا ہے۔" اس وقت اس کے ہونٹوں پر زخمی مسکراہٹ تھی' وہ آنسو پونچھتی ہوئی فہد کے پیچھے پیچھے زینہ اتر رہی تھی' سب بے چارگی سے دیکھ رہے تھے اور جس کے اندر ہمت تھی وہ اس کا بیگ تھامے آگے بڑھ رہا تھا۔

"اب تم خوش ہو' سن لیا تم نے میری ماں کی زبانی میٹھی میٹھی باتیں' اب تم جائو تمہاری عزت اسی میں ہے شیزرے۔"

"فہد! یہ کہیں نہیں جائے گی۔" بڑی می قریب آئیں۔

"نہیں بڑی می! آپ اسے مت روکیں جانے دیں ورنہ بات بہت آگے بڑھ جائے گی۔" گھر کے باقی لوگ بھی باہر نکل آئے تھے۔

"چلو شیزرے اٹھائو اپنا بیگ میں خود تمہیں چھوڑ کر آتا ہوں۔" فہد مصطفی کے سیل پر بار بار کال آ رہی تھی' وہ بار بار کال کو کاٹ رہا تھا جب بیگ اٹھا کر وہ شیزرے کے ساتھ گیٹ سے نکل رہا تھا تو پھر شبیر حسن کی کال تھی۔

"میری بیٹی اس وقت غصے میں اٹھ کر نور محل گئی ہے' میں کوئی بھی کیس اندراج کروا سکتا ہوں انڈراسٹینڈ۔"

"سر! یہ خود اپنی مرضی سے یہاں آئی ہیں اور جانا بھی نہیں چاہ رہیں لیکن اب ہم انہیں لے کر آ رہے ہیں آپ انہیں سنبھال کر رکھیں تاکہ یہ دوبارہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہاں سے نکل نہ سکیں۔" فہد نے سلگتی ہوئی نظر شیزرے کے چہرے پر ڈالی تھی' وہ گیٹ پر کھڑی آنسو پونچھ رہی تھی اس وقت بچانے والا کوئی بھی نہیں تھا' فہد مصطفی کے سامنے اس وقت کوئی نہیں آ سکتا تھا۔

"چلو بیٹھو۔" اس نے اپنی پراڈو کا دروازہ کھول دیا تھا' اس نے التجا بھری نظروں سے سعدیہ کی جانب دیکھا جو اسے روک سکتی تھیں مگر ان کے ہونٹوں پر پُراسرار اور گہری مسکراہٹ تھی۔

"چلی جا میری نظروں سے دور' بے غیرت باپ کے گھر سے بھی بھاگ کر آ گئی یہاں لڑکوں کے ساتھ دل لگی کرنے کا چسکا جو پڑ گیا ہے بھابی جان! اس لیے اب وہاں اس کا دل نہیں لگ رہا' اربوں کی پراپرٹی ہے اور شعیب بہت ہینڈسم لڑکا ہے لیکن اس کا وہاں دل نہیں لگتا' اس کا دل یہاں اٹکا ہوا ہے' کبھی اس سے کبھی اُس سے آنکھ مٹکا کرتی پھرتی ہے اوپر سے نیچے۔" وہ بہت غصے سے زینہ چڑھ کر اوپر گئی تھیں' گاڑی کا دروازہ شیزرے نے بہت زور سے بند کیا تھا فہد نے پلٹ کر دیکھا تو وہ اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”بس کرو یہ رونا دھونا مجھے پسند نہیں ہے، تمہارے بابا نے قانونی طور پر خلع کا نوٹس بھیجنے کی دھمکی دی ہے، میں نے تمہیں صرف عزیز اللہ خان سے بچایا تھا اور کچھ نہیں ہے شیزرے۔“

”تم جھوٹ بولتے ہو۔“ تو فہد مصطفی نے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا تو وہ پھر بولی۔

”کیوں نہیں دیتے جواب کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔“

”دیکھو شیزرے! کیا جھوٹ ہے اور کیا سچ یہ سب چھوڑو، تم نہیں جانتیں کہ ان دنوں میں کتنا ٹینس ہوں، ابھی رامین اور احمد بھائی کا ایشو اٹھا ہوا ہے اور پھر میں بھی ایک نیا طوفان اٹھا دوں۔“

”آپ ڈرتے کیوں میں اس طوفان سے اور اگر یہ جھوٹ تھا تو مجھے کیوں یقین تھا کہ تم مجھے بچانے آئو گے۔“

”یہ یکطرفہ غلط فہمی تھی تم میرے مزاج سے واقف تھیں اسی لیے شاید تمہیں میرا انتظار تھا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”جی نہیں میرا ذہن، میرا دل اس وقت بول رہا تھا، تمہارے قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی تھی مجھے کہ تم مجھے ڈھونڈ رہے ہو، تم جھوٹ بولتے ہو اور میں جھوٹ نہیں بول سکتی۔“

”چلو اچھا ایسا ہوا ہو گا تمہارے ساتھ مگر حالات ایسے نہیں ہیں کہ میں سر اٹھا سکوں، جو ہوا اس کو بھول جائو تم، نئے سرے سے نئی زندگی گزارو، شعیب لاکھ گنا مجھ سے بہتر ہے، وہ سب تمہارے اپنے ہیں وہاں تمہاری ایک ریسپیکٹ ہے وہاں تمہیں ایک مقام ملے گا جس کی مجھے خواہش تھی۔“

”سب کچھ مل جائے گا لیکن میں یہ جانتی ہوں میرا دل میرے پاس نہیں ہے۔“ وہ بے تحاشہ روئے چلی جا رہی تھی۔

”تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں شیزرے! چلو مان لیتا ہوں کہ تم صحیح اور میں ہی غلط ہوں، کسی کی مجبوری پر تو تم تھوڑا سوچ سکتی ہو۔“

”اسی بات کا تو دکھ ہے کہ تمہاری کوئی مجبوری نہیں۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

”یہ تم نے کیسے جان لیا۔“ اس نے اپنے سن گلاسز اتار کر ڈیش بورڈ پر رکھ دیئے تھے۔

”دیکھو شیزرے! ہم جو کچھ چاہتے ہیں ویسا کچھ نہیں ہوتا' کبھی کبھی ہم اپنی مصلحت کے تحت ہار جاتے ہیں اور کبھی انا کی خاطر ہم جیتے جاتے ہیں اور یہ انا اور مصلحت کی ہار تکلیف دہ ہوتی ہے بس یونہی سمجھ لو اور تمہیں تو سب کچھ مل گیا جس کی ہر کوئی تمنا کرتا ہے' شعیب تمہیں خوش رکھے گا وہ مجھ سے بہتر ہے میں ایک ناکام انسان ہوں ہینڈی کیپ ہوں میں تمہیں دو وقت کی روٹی بھی نہیں دے سکتا' دوچار دن بابا کی کرسی پر جا کر بیٹھنے لگا ہوں لیکن میں اتنا بڑا فیصلہ نہیں لے سکتا جو تم چاہ رہی ہو۔“

”جی نہیں آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔“ وہ چیخ پڑی تھی۔

”میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم اس بات کا اقرار کرو کہ یہ انا کی جیت نہیں تھی اور نہ ہی مصلحت کی کوئی ہار ہے' میرا اور تمہارا رشتہ ایک حقیقت

ہے اور تم اس سے انکار نہیں کر سکتے' تم صرف اور صرف ایک بار اس حقیقت کو تسلیم کر کے تو دیکھو۔“

”اس سے کیا فرق پڑے گا۔“ وہ بہت آہستہ سے بولا۔

”اور اگر پھر بھی میں ہار گیا تو... کیا تمہیں یہ اچھا لگے گا؟ فہد مصطفی کی تم ہار چاہتی ہو' میں پھر کسی سے بھی نظر نہیں ملا سکوں گا۔“ گھر قریب آ گیا تھا' اس نے گاڑی روک دی۔

”بس فہد! میں یہی سننا چاہتی تھی جو تم نے کہہ دیا ہمارے لیے کہ مجھے یکطرفہ غلط فہمی نہیں تھی' میرا تم سے ایک رشتہ ہے اور وہ رشتہ رہے گا، جب تک تم سب کے سامنے اقرار نہیں کرو گے۔“ تو وہ اُتر کر بیگ اٹھائے اس سے بولا تھا۔

”تو تم کیا چاہتی ہو میں ہار جائوں' سب کی نظروں میں گر جائوں' ایسا میں نہیں کروں گا۔“

”تو میں بھی اپنی زندگی ہار دوں گی لیکن شعیب سے شادی نہیں کروں گی۔“

"ٹھیک ہے تم جو چاہو کرو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا' میری اپنی زندگی ہے میری اپنی سوچ ہے۔" وہ فہد مصطفی سے بیگ لے کر گیٹ کے اندر بڑھی تھی' فہد مصطفی نے وہیں کھڑے کھڑے شبیر حسن خان کو میسج کیا تھا کہ وہ شیزرے کو چھوڑ کر جا رہا تھا' گزرتے ہوئے اس نے ایک نظر مڑ کر فہد پر ڈالی تھی' فہد بھی اُسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

......☆☆☆......

وہ بہت تھکا تھکا شکستہ حال نور محل پلٹ تو آیا تھا لیکن اسے یوں لگا کہ جیسے وہ اپنا دل نکال کر پھینک آیا ہو' اس کی آنکھوں میں بہت مایوسی تھی' قدم تھکے تھکے' وہ بہت دیر سے گھر لوٹا تھا۔پہلی بار اس نے سعدیہ کے کمرے میں جھانکا تھا وہ ایزی چیئر پر بیٹھیں موبائل پر ڈائری سے کوئی نمبر دیکھ کر کال کررہی تھیں' فہد پر نظر پڑی تو سیل کان سے لگائے لگائے وہ روک کر بولی تھیں۔

"آئو فہد آئو۔" لیکن وہ اس وقت بھی بے حد مصروف نظر آ رہی تھیں' اس نے ریموٹ اٹھا کر خاموش چلتے ہوئے ٹی وی کی آواز بڑھائی۔

"کیا ہے فہد!" وہ بہت زور سے چیخیں تھیں۔

"مما! مجھے آپ سے کوئی بات کرنی ہے۔" سیل انہوں نے بند کرتے ہوئے کہا۔

"اب کیا ہو گیا اس کو چھوڑ کر تم آگئے گھر' کیا کود کر بھاگ گئی' آخر تم اس کے اتنے دیوانے کیوں ہو؟"

"او نو مما! اسے چھوڑیں میں تو آپ سے ایک ڈیل کرنے آیا ہوں۔"

"کیا ڈیل ہے'کیا شبیر حسن راضی ہو گئے ہیں' اگر وہ راضی ہو جائیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے' بہت ساری فیکٹریز اور کوٹھیوں کے مالک ہیں وہ' بڑا اسٹیبلش انسٹرومنٹ کا کاروبار ہے ان کا' ڈاکٹر تو برائے نام ہیں وہ' کئی بار میں این جی اوز کی طرف سے چیرٹی کے لیے ان کے پاس جا چکی ہوں' چیک تو وہ یوں کاٹتا ہے جیسے کوئی بات ہی نہ ہو' بات بس ضد اور انا کی

ہے، کیا سوچ کہ کبھی تو مجھے دو ٹکے کا کہتیں تھیں اور اب آ گئیں، سو فہد اگر وہ راضی ہو جائیں خود سے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" فہد نے انہیں چونک کر دیکھا کہ کتنی جلدی دولت نے ان کی ماں کو پلٹ کر رکھ دیا۔

"لیکن مما..."

"بھئی بولو جلدی بولو جو بولنا ہے میرے پاس وقت نہیں ہے، یہ دیکھو صبح مجھے بہت اہم میٹنگ میں جانا ہے اور کچھ تھوڑی سی پریزنٹیشن کی تیاری بھی کرنی ہے، ہم بچوں کے لیے ایک سیمینار کر رہے ہیں، ڈونیشن دینے والے اچھے خاصے ہو گئے ہیں، تم بولو جلدی۔" تو فہد ان کے ہاتھ سے ڈائری لے کر بولا۔

"بولیں مما آپ، میں اگر شیزرے والا چیپٹر ہمیشہ کے لیے کلوز کر دوں تو...؟"

"تو کیا..." وہ پلٹ کر ایک جھٹکے سے بولی تھیں۔

"آپ احمد بھائی اور رامین کی شادی کروا دیں۔"

"بکواس مت کرو فہد تم۔" انہیں بہت زور کی ہنسی آئی تھی۔

"پتہ ہے تمہیں وہ لڑکا بہت ٹھیک ٹھاک ہے جو رامین کو ملا ہے، بس قسمت ہے اس کی کہ کینیڈین نیشنل ہے تمہاری پھپھو کے حالات بدل جائیں گے، دوچار مہینے میں چلی جائے گی بہت تیز لڑکی ہے وہ فوراً اسپانسر کرے گی اپنی ماں اور بہنوں کو اور تم دیکھنا سب امیگریشن لے کر چلے جائیں گے یہاں، ارے ان کی تو قسمت کھل رہی ہے تم کیوں بیچ میں آ رہے ہو، بے چاری عمیرہ آپا زندگی بھر ترس ترس کر ایک ایک لمحہ مری ہیں بیٹا انہیں چین سے جینے دے۔"

"نہیں مما! احمد بھائی بہت اداس ہیں وہ اُسے پسند کرتے ہیں اس سے محبت کرتے ہیں۔"

"سو واٹ محبت کرتا تھا اب نہیں کرتا، تم دیکھنا میں احمد کا فیوچر بنا دوں گی، یہ تمہیں وقت بتائے گا کہ میں نے کتنا اہم فیصلہ کیا ہے شیزرے کی طرح

سارا بھی اکلوتی ہے۔'' ان کے ہونٹوں پر بہت گہری مسکراہٹ مچل رہی تھی۔

''او نو مما! آپ ایسا مت سوچیں' آپ یہ سوچیں کہ آپ کا بیٹا کسی کو پسند کرتا ہے اس سے محبت کرتا ہے یہ بہت اہم بات ہے۔''

''بچے ایسی بیوقوفیاں کرتے رہتے ہیں اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا' میں نے تو مسز اسحاق سے بات بھی کرلی' میں اپنی بات پر قائم رہتی ہوں' ہاں اگر تم پہلے کہتے تو شاید میں غور کر لیتی اور پھر تم دیکھو ان کو اتنا اچھا لڑکا مل گیا اپنی بیٹی کے لیے' میں توکہتی ہوں کہ واقعی اللہ نے ان کی سن لی ہے قسمت والی ہیں وہ ورنہ مجھے دیکھو میں اندر سے بالکل ٹوٹ گئی ہوں' عبیر اور کرن کی وجہ سے' بس میں نے عبیر کی بات جس طرح سے ہینڈل کی ہے وہ میں ہی جانتی ہوں۔''

''چھوڑیں مما! بس آپ میری یہ بات مان لیں باقی آپ جو کہیں گی میں وہی کروں گا۔''

''دیکھو فہد! مجھے زیادہ پریشان مت کرو' اب کچھ نہیں ہو سکتا۔''

''نہیں مما! ابھی بہت کچھ ہو سکتا ہے' آپ کو اندازہ نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ پھپھو کے پاس جائیں اور بات کریں۔''

''او... میں جا کر عمیرہ کے آگے گھٹنے ٹیکوں۔'' ان کو بہت زور کی ہنسی آئی تھی۔

''مما! وہ بابا کی بہن ہیں۔''

''خیر تم چھوڑو اس بات کو مجھے ویسے بھی پسند نہیں ہے کھچڑ پچڑ' ابھی تک ان کے ہاں دورِ جہالت کی طرح آپس میں ہی شادیاں کررہے ہیں۔'' وہ ڈائری بند کر کے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

......☆☆☆......

سعدیہ بہت غصے سے آج گھر لوٹی تھیں بہت مایوس اور ڈپریس سارے ان کے خواب دھرے کے دھرے رہ گئے تھے' مسز اسحاق نے رشتہ نامنظور کر

دیا تھا' وہ اس وقت تو کچھ نہ بولیں مگر گھر پر آ کر وہ بے حد اپ سیٹ اور پریشان تھیں۔

"یہ کیا ہو گیا۔" وہ مسلسل ٹہل ٹہل کر سوچے جا رہی تھیں۔

"میں اب نور محل والوں کو کیسے فیس کر سکوں گی ' ایک بار پھر انہیں ہنسنے کا موقع مل رہا ہے' زندگی میرا امتحان کیوں لیتی ہے' ہر بار میں ہی کیوں ہار جاتی ہوں' سب سے تو میں یہی کہہ چکی ہوں کہ میں نے چیف جسٹس کی بیٹی سے احمد کا رشتہ کر دیا ہے' خیر غلطی میری ہے میں نے جلد بازی سے کام لیا' مجھے سوچنا چاہیے تھا کہ ابھی میں نے رشتہ دیا ہے ہاں اور ناں دونوں کے امکانات ہیں' بس کر دی میں نے غلطی' یہ ساری شرارت مسز زوار کی ہے' اس کی نظر لگی ہوئی ہے ان کی دولت پر' میں نے بھی اگر اس کی کاٹ نہ کی ناں تو میرا نام بھی سعدیہ نہیں' احمد تو بالکل ختم ہو چکا ہے' پہلے وردہ نے اسے چیٹ کیا اور اب یہ لڑکی بھی ہاتھ سے نکل گئی' کیا

کروں' سارا میں ایسی کیا خاص بات تھی صرف دولت کی اٹریکشن۔" وہ کسی ایک لفظ پر ٹہلتے ٹہلتے ٹھہر کر سوچنے لگیں۔

"دولت تو ڈاکٹر شبیر حسن کے پاس بھی ہے اور سارے ڈونیشن کے فنڈ مسز اسحاق کے پاس گروپ آف چیمبر سے آتے ہیں جس کے ڈاکٹر شبیر ممبر بھی ہیں' میڈیکل ایسوسی ایشن کے تحت معذور بچوں کے لیے ملنے والی امداد وہیں سے آتی ہے اور اس کے علاوہ بھی بھاری رقم این جی اوز کے نام پر مسز اسحاق کہاں سے لیتی ہیں۔" ذہن پر ایک دھماکا سا ہوا' وہ بڑی گہری سانس لے کر ریلیکس ہو کر شاور لینے اٹھی تھیں' جب فریش ہو کر باہر آئیں تو سعدیہ ایک دم ہی چینج ہو چکی تھیں' ان کے چہرے پر بڑی نرماہٹ اور آنکھوں میں احمد کے لیے بڑی محبت سی تھی' بہت پرسکون سا ان کا انداز تھا اور وہ احمد کے روم میں گئیں تو لائٹ تو جل رہی تھی مگر احمد بیڈروم میں نہیں تھا' وہ پلٹ کر فہد کے روم میں آئیں تو فہد کوئی کتاب پڑھتے ہوئے چونک کر کھڑا ہو گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا ہوا مما؟" اس نے بہت غور سے ان کے چہرے کی طرف دیکھا۔

"احمد اپنے روم میں نہیں ہے۔" ان کی نظر وال کلاک پر گئی' فہد کچھ چونک سا گیا ماں کے اندر ایک نرم گوشہ محسوس کر کے بہت آہستہ سے بولا۔

"وہ اکثر دیر سے گھر آتے ہیں۔"

"ہاں تم نے مجھے احساس دلایا تو میں بھی جب سے بے حد پریشان ہوں' کون ماں اس طرح اپنے بچوں کو برباد دیکھے گی۔"

"جی مما!" فہد کے اندر کی بنیادیں ہل گئیں' اس کی آنکھیں مسکرانے لگیں۔

"تو یہ سودا اتنا مہنگا نہیں پڑا۔"

"خیال رکھا کرو اپنے بھائی کا' جائو دیکھو وہ کہاں ہے؟" تو فہد نے فوراً احمد کا نمبر ملایا تھا' احمد نجانے کہاں گم تھا نمبر دیکھ کر چونک گیا' فہد پوچھنے لگا۔

"آپ کہاں ہیں اس وقت؟" تو اس نے کہا بس میں تھوڑی دیر تک پہنچتا ہوں گھر۔

"اچھا چلو آئے تو تم اس کا دھیان رکھنا' اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے' وہ چپ چپ رہتا ہے۔"

"جی مما! بھائی ہمیشہ سے ایسے ہی تھے۔"

"اچھا اچھا ٹھیک ہے' میں اس کی ماں ہوں مجھ سے بہتر کون اُسے جان سکتا ہے۔" سعدیہ پیار سے مسکرائیں تو فہد نے چونک کر ان کو دیکھا مگر وہ وہاں سے جا چکی تھیں۔

احمد جب گھر لوٹا تو بہت دیر ہو چکی تھی' سعدیہ تو نیند کی دوا لے کر بہت پہلے سو چکی تھیں البتہ فہد جاگ رہا تھا' احمد کی آہٹ پر فہد اٹھ کر دوسری طرف چلا آیا۔

"احمد بھائی! میں‌نے آپ کے بارے میں مما سے بات کی ہے۔"

"لیکن میں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔" وہ فہد کو اگنور کرتا ہوا اندر داخل ہوا اور دروازہ کھٹ سے بند ہو گیا۔

......☆☆☆......

آج چھٹی کا دن تھا رامین، بشریٰ اور راحمہ گھر پر تھیں، ربیعہ بھی فیصل کے ساتھ ماں سے ملنے آنے والی تھی، رات اس نے امی سے ذکر تو کر دیا تھا کہ اس نے طٰہ سے ملنے جانا ہے، طٰہ سے بات طے ہونے سے پہلے وہ یہ بات کلیئر کرنا چاہتی تھی کہ وہ وہاں جاب کرے گی اور اپنی سیلری کا آدھا حصہ پاکستان بھیجا کرے گی راحمہ اور بشریٰ کی تعلیم کے لیے، عمیرہ پہلے تو تیار نہیں تھیں مگر رامین نے انہیں مجبور کردیا، پھر وہ یہی ارادہ لے کر آج پیزاہٹ پہنچی تھی، جہاں طٰہ پہلے سے آیا ہوا بیٹھا تھا، رامین بک کی ہوئی سیٹ کی جانب بڑھی تو طٰہ اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا وہ ایک جھلک پہلے بھی دیکھ چکی تھی عمر لگ بھگ 50 سال مگر طٰہ پھر بھی گریس فل اور سلجھا ہوا انسان دکھائی دے رہا تھا، موسم کی اور اِدھر اُدھر کی بات کرتے ہوئے رامین اپنی اصل بات کی طرف آئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”دراصل طٰہ صاحب! چند ایک باتیں ایسی ہیں جو میں بات طے ہونے سے پہلے ہی کلیئر کر دینا چاہتی ہوں۔“ طٰہ نے مسکرا کر دیکھا، اس کی آنکھوں میں پسندیدگی جھلک رہی تھی۔

”دراصل آپ جانتے تو ہیں کہ ہمارا کوئی بھائی نہیں ہے ابو تو اپنی سیکنڈ وائف کے ساتھ رہتے ہیں ہمارا ان سے کوئی لین دین نہیں ہے، ظاہر ہے میں گھر کی سب سے بڑی بیٹی ہوں مجھے اپنی ذمے داری کا احساس ہے، میں بس ایک بات کلیئر کرنا چاہتی ہوں کہ ہیںیہاں پر جاب کرتی ہوں اور وہاں پر بھی کرنا پسند کروں گی۔“ آگے بات کرتے ہوئے اس کا حلق سوکھنے لگا تو اس نے جلدی سے کولڈ ڈرنک کا ایک سپ لیا اور گھبرا کر بہت جلدی سے بولی تھی۔

”دراصل میں اپنی سیلری کا آدھا حصہ اپنی بہنوں کی تعلیم پر خرچ کرنا چاہتی ہوں، نہ صرف یہ ان کی ضرورت ہے بلکہ یہ میری خواہش ہے ان کو پڑھا لکھا کر اچھا انسان بنا سکوں۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

”مس رامین! میں آپ کے ساتھ پورا پور اتعاون کروں گا‘ اچھا ہوا آپ نے شروع میں ہی یہ بات کرلی ورنہ شاید میں آپ کو جاب کی اجازت نہ دیتا‘ میں بھی اپنی پوزیشن کلیئر کر دوں فرانسیسی بیوی سے میری ڈائیورس ہو چکی ہے اور میرے دو بچے ہیں اور ان کی اسلامی طریقے سے تعلیم و تربیت چاہتا ہوں‘ یوں تو کئی رشتے مجھے دکھائے گئے تھے مگر آپ کے گھر کا ماحول‘ آپ لوگوں کی تربیت دیکھ کر احساس ہوا کہ آپ ہمارے لیے مناسب ہیں۔“

”ٹھیک ہے طٰہ صاحب! میں تو ایگری ہوں مگر بچوں والی بات آپ کے گھر والوں نے امی کو نہیں بتائی لیکن مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا بس اس چیز کا خیال رکھیئے گا کہ میری امی کو یہ بات پتہ نہ چلے تو بہتر ہے۔“ وہ نظریں جھکا کر بولی۔

”کیوں ایسا آپ کیوں چاہتی ہیں‘ آپ یہ بات بھی کلیئر کر دیجیے۔“ طٰہ بڑے متانت بھرے لہجے میں بولے‘ وہ تھوڑی دیر کے لیے تو گھبرا گئی کہ وہ کیا

جواب دے اور کیا بتائے کہ وہ کیوں جلد از جلد پاکستان چھوڑ دینا چاہتی ہے۔

”مس رامین! آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔“ تو وہ آہستہ سے بولی تھی۔

”دراصل آپ تو جانتے ہیں پاکستان کے حالات‘ اب یہی آپ دیکھ لیں کہ میں کوچنگ سینٹر میں صبح سے شام تک کلاسز لیتی ہوں‘ ایک مقامی اسکول میں 7 سے میں دو بجے تک اپنا وقت دیتی ہوں پھر بھی پتہ ہے طٰہ صاحب ہمیں صرف 7 ہزار ملتے ہیں‘ کون نہیں چاہتا کہ وہ بہتر زندگی گزارے‘ بس اور میں اپنی بہنوں کی تعلیم چاہتی ہوں۔“ وہ رُکی تو وہ بولا۔

”شیور‘ کیوں نہیں‘ کچھ دنوں کے بعد آپ اپنی امی اور بہنوں کو بھی وہاں بلا سکتی ہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔“

”تھینکس آ بنڈل۔“ طٰہ بہت غور سے رامین کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔

”میرا خیال ہے اب مجھے چلنا چاہیے۔“ وہ نظریں جھکا کر بولی۔

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم کچھ دیر اور بیٹھ کر ایک دوسرے کو سمجھ سکیں۔"

طٰہ نے بہت دھیمے سے لہجے میں کہا تھا۔

"نو تھینکس اب ہمیں چلنا چاہیے۔" وہ پرس اٹھا کر کھڑی ہوئی تو وہ بولا۔

"میں آپ کو ڈراپ کر دوں۔"

"نو تھینکس، ہمارے ساتھ ہمارا کزن شبر آیا ہے۔" وہ پرس اٹھا کر طٰہ کو اللہ حافظ کہتی ہوئی باہر نکلی تھی، ضبط کے باوجود اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے کے لیے مچل اٹھے، دکھ کی وہ برسات جو دل پر گری تھی آنکھوں سے چھلکنے لگی تو اس نے جلدی سے سن گلاسز ٹکا لیے تھے، ضبط کے باوجود اس کی آنکھیں لبالب بھر گئی تھیں، شبر تو گھر آ کر اپنے روم میں چلا گیا تھا، وہ چادر اتار کر سیدھی واش روم میں گئی تھی اور خوب دل بھر کر روئی تھی، ٹھنڈے پانی کے اس نے بار بار چھینٹے مارے تھے مگر آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں، وہ تولیے سے بار بار چہرہ رگڑے جارہی تھی تاکہ کسی کی نظر نہ پڑے۔

"پلیز بشریٰ! ٹی وی بند کرو میں ریسٹ کرنا چاہتی ہوں، میرے سر میں شدید درد ہے۔" خود ہی اس نے ٹی وی آف کیا اور بیڈ پر آئی تھی۔

"کمال ہے تو آپ گئی کیوں تھیں اتنی دھوپ میں باہر۔"

"کیوں کیا آج میں پہلی بار گئی تھی دھوپ تو پرانی تھی بشریٰ! راستہ نیا تھا۔" بشریٰ کچھ نہ سمجھتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔ نجانے کیوں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ جی بھر کر اتنا روئے اتنا چیخے کہ پھر اس کے بعد رونا ہی نہ آئے، اس کے اندر گھٹن بڑھ رہی تھی، اس نے اپنا چہرہ تکیے میں چھپا لیا۔

......☆☆☆......

نیند تو آج اسے بھی نہیں آ رہی تھی جب سے وہ طٰہ سے مل کر آئی تھی اندر سے دل پژمردہ سا لگ رہا تھا، ہر روپ میں اس نے احمد کو دیکھا تھا احمد کو سوچا تھا اور اب وہی جگہ وہ طٰہ کو دینے جا رہی تھی، بچوں کا بھی خیال بار بار آ رہا تھا۔

"نجانے وہ مجھ سے کوآپریٹ کریں گے یا نہیں' بشریٰ اور راحمہ کیسے وہاں ایڈجسٹ ہو سکیں گی' پھر اگر اس گھر سے امی چلی گئیں تو اِس گھر کا کیا ہو گا' پتہ نہیں میں جی سکوں گی ' اتنا آسان تو نہیں ہے یہ سب چھوڑ کر جانا' پتہ نہیں طٰہ بائے نیچر کیسے ہوں گے' احمد کو تو میں برسوں سے جانتی تھی لیکن برسوں کی رفاقت ایک پل میں ٹوٹ گئی' بننے میں کتنی دیر لگتی ہے۔"

اس نے صحن کی بائونڈری پر نظر ڈالی' اس کا اونچا کرنے کا خواب ادھورا رہ گیا تھا' وہ بڑی بے کل سی ہو کر باہر نکل آئی تھی' پورا صحن چاند کی روشنی سے اجلا اجلا لگ رہا تھا اور اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اندھیرا چھا رہا ہو' وہ چلتی ہوئی اوپر بالائی منزل کے اسٹڈی روم میں آئی تھی جہاں سب کی بکس رکھی ہوئی تھیں' احمد کی کرسی جس پر بیٹھ کر وہ شبر کو پڑھاتا تھا خالی پڑی تھی' ہنستا ہوا احمد' بولتا ہوا احمد' نجانے کس کس روپ میں وہ اس وقت اس کے سامنے آ رہا تھا' لیکچر شبر کو دے رہا ہوتا اور نظریں اس کا پیچھا کر رہی ہوتیں' وہ کالی ڈائری احمد کے ہاتھ سے لے رہی تھی کہ کپ نیچے گرا تھا احمد نے آہستہ سے اس کی انگلی تھام لی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا ہے احمد! تم نے سیٹ کا کپ توڑ دیا۔"

"کپ کے ٹوٹ جانے کا تمہیں دکھ ہورہا ہے' کسی دن یونہی اگر دل ٹوٹ گیا تو کیا کرو گی۔"

"تمہارا سر توڑ دوں گی اس دن۔" اس نے خالی کپ کا ٹکڑا اٹھا کر احمد کو دکھایا تھا' احمد اس کی بدحواسی پر ہنسے جارہا تھا'نجانے زندگی کے کتنے پل تھے جو اُڑ اُڑ کر اس کے سامنے آ رہے تھے ہر لمحہ اتنا اہم ہو گیا تھا پہلے تو کچھ نظر نہ آیا لیکن آج تو اسے اس کے قدموں کی آہٹ بھی سنائی دے رہی تھی' ونڈو کے اندر اس نے صحن میں جھانکا تھا کوئی بھی نہیں تھا' دور دور تک اضمحلال طاری تھا' یوں لگتا تھا آسمان پر چاند نہیں ہے اور نہ ہی ستارے نکلے ہیں' بس بہت تیزی سے گھڑیال کی سوئیاں چل رہی تھیں اسی رفتار سے اس کا دل بھی دھڑک رہا تھا' بڑی ویرانی سی برس رہی تھی ہوائوں کا شور تھا صحن میں لگا ہوا بڑے سے جامن کے درخت کے پتے بہت زور زور سے ہل رہے تھے' کوئی پرندہ پھڑپھڑایا تو اس کی سوچوں کا سلسلہ ٹوٹ گیا تھا' وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

چہرے سے دوپٹہ بھینچ کر بہت روئی تھی اتنا کہ اس کے ہونٹوں سے پانی بہنے لگا۔

”میں نے کیوں اس کی باتوں کا اعتبار کیا‘ احمد نے فلرٹ کیا میرے ساتھ‘ ایک بار تو وہ احتجاج کر سکتا تھا‘ آخر فہد بھی تو ہے اس گھر میں‘ کتنی آسانی سے احمد نے مجھے ہار دیا ہے محبت اتنی ارزاں تو نہیں ہے کہ کسی کے دامن میں ڈال دی جائے‘ میں مجبوری کے تحت طٰہ سے سمجھوتہ کررہی ہوں‘ میں نہیں سمجھتی کہ میں احمد کو بھول سکتی ہوں۔“ اس نے سیل پر احمد کی تصویر دیکھی تھی ہنستی ہوئی ربیعہ کی شادی والی‘ کتنے پوز تھے بار بار اس نے دیکھا باوجود کوشش کے وہ ڈیلیٹ نہ کر سکی۔

”احمد! تم نے مجھے ذلت کی موت دی ہے‘ میں طٰہ سے جب سے مل کر آئی ہوں عجیب سی فیلنگ ہے میری‘ یوں لگ رہا ہے وہ میرا مذاق اڑائے گا‘ کیا سوچے گا کہ میں خود چل کر اس کے پاس آئی ہوں صرف یہ کہنے کہ میں جاب کروں گی‘ سیلری کا آدھا حصہ اپنے گھر پر دوں گی صرف یہ کہنے کے

لیے وہاں گئی تھی‘ کیا سوچتا ہو گا وہ میرے بارے میں‘ کیا حیثیت ہو گی میری وہاں‘ تم ہو احمد ذمے دار۔“ وہ پھر بلک کر رونے لگی‘ اس نے پلٹ کر سیل کی جانب دیکھا اور احمد کا نمبر ڈائل کیا تھا احمد کو خود ابھی تک نیند نہیں آ رہی تھی‘ فہد اسی کے کمرے میں موجود تھا رامین کا نمبر دیکھ کر وہ کاریڈور میں چلا آیا تھا‘ کئی بیل کے بعد اس نے کال ریسیو کی تو وہ آنسو پونچھ کر بولی۔

”میں تو سمجھی تھی کہ میرا نمبر دیکھ کر تم نہیں اٹھا رہے۔“

”نہیں ایسا نہیں تھا‘ میرے روم میں اس وقت فہد موجود تھا‘ اور تم سناؤ کیسی ہو؟“

”ذلت اور رسوائی سے دوچار ہوں‘ آج میں خود طٰہ سے ملنے گئی تھی اُسے بتانے گئی تھی کہ میری دو بہنیں اور ماں بھی ہیں جن کو میں آفٹر شادی سپورٹ کرنا چاہتی ہوں۔“ دوسری جانب احمد کی سانس تھم سی گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”چپ ہو گئے تم‘ پوچھا نہیں کہ پھر کیا ہوا؟“ احمد آگے سے کچھ نہ بول سکا۔

”اچھا میری بات تو سنو تم۔“ وہ رونے لگی۔

”کل تم کوچنگ سینٹر سے ہمارے ساتھ چلو‘مجھے بھی کچھ باتیں کرنی ہیں۔“

”کیوں کیا اب کچھ باقی رہ گیا ہے۔“

”بہت اہم بات ہے جو مجھے تم سے کہنی ہے۔“

”مجھ سے اور اہم بات... کیا میں اتنی امپورٹنٹ ہوں۔“

”اچھا ٹھیک ہے بس کل تم کلاس کے بعد میرا انتظار کرنا‘ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”جو بات کرنی ہے ابھی کر لو‘ میں تمہیں بھی فیس نہیں کرنا چاہتی۔“

”ایسا کچھ نہیں ہے رامین! تم کیوں نہیں مجھے فیس کر سکتیں‘ ہماری میوچل انڈر اسٹینڈنگ ہے۔“

”نہیں احمد!“ ابھی وہ بول بھی نہیں پائی تھی کہ احمد نے کال کٹ کر دی تھی‘ مڑ کر دیکھا تو فہد سامنے کھڑا تھا۔

”کیا ہوا آپ اتنے پریشان اور گھبرائے ہوئے کیوں ہیں؟“ فہد نے کھٹ سے اس سے سیل کھینچا تھا‘ رامین کا نمبر جونہی ملایا رامین نے روتے ہوئے سیل ریسیو کیا تھا۔

”ہیلو!“ رامین بُرے طریقے سے سسک پڑی‘ فہد نے ایک نظر احمد کے چہرے پر ڈالی اور سیل تھما کر پلٹ گیا تھا‘ سیل پر ابھی تک رامین کی سسکیوں کی آواز آ رہی تھی‘ احمد نے کان سے سیل لگایا تو اُسے یوں لگا کہ جیسے وہ پورے جسم سے مفلوج ہو گیا ہو۔

......☆☆☆......

سعدیہ بہت دیر سے سو کر اُٹھی تھیں‘ احمد کب آیا کب سویا انہیں اس کی خبر نہیں تھی‘ دو ڈھائی کا پہر تھا جب سعدیہ بریک فاسٹ لینے ڈائننگ ٹیبل

پر آئی تھیں، لنچ کا ٹائم تھا مگر احمد بھی بریک فاسٹ کر رہا تھا' احمد کو دیکھ کر وہ چونک اٹھیں' بہت غور سے اسے دیکھ کربولیں۔

"کیا ہوا احمد! آج تم اتنی دیر سے گھر آئے۔" ان کا انداز تشویش بھرا تھا' احمد انہیں دیکھ کر تھوڑا گھبرا کر بولا۔

"ہاں میں دوستوں کے ساتھ تھا اس لیے دیر سے اٹھا ہوں۔" گزرتے ہوئے فہد نے ایک نظر مما اور احمد پر ڈالی تھی۔

"اب لگتا ہے مما اور احمد بھائی کے شب و روز ایک جیسے گزر رہے ہیں۔" احمد نے سر جھکا لیا' سعدیہ بھی فہد کو دیکھ کر ناشتے میں محو ہو گئیں۔

"احمد! تم ناشتہ کر لو پھر ہمارے کمرے میں آئو۔" احمد نے چونک کر دیکھا اور فہد انہیں دیکھتا ہوا گزر گیا تھا۔

"اب کیا ہوا سب کچھ تو مما کی مرضی سے کررہا ہوں میں' پھر اب نئ سچویشن کیا ہو گی' فہد کچھ نہ کچھ کر کے رہے گا۔" احمد تھوڑی دیر کے بعد دبے قدموں ان کے کمرے میں پہنچا۔

"جی مما! آپ کو کچھ کہنا ہے۔"

"ظاہر ہے تمہاری ماں ہوں مجھ سے بہتر تمہیں کون جان سکتا ہے' تم اپنے دل کی بات کبھی کسی سے شیئر نہیں کرتے' بچپن میں بھی تمہیں صرف مما چاہیے تھی۔" وہ بہت پیار بھرے انداز میں مسکرائیں' احمد کا دل ابھی تک دھک دھک کر رہا تھا کہ نجانے مما مجھ سے کیا کروانے جا رہی ہیں' وہ بڑا بیزار سا ان کے سامنے بیٹھا تھا۔

"احمد! تم کیا چاہتے ہو کیوں چپ چپ ہو ' اپنی ریزن۔" وہ بہت پیار بھرے لہجے میں لبوں کی شیرینی لٹاتے ہوئے بولیں۔

"نو مما! ایسا تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"دیکھو احمد! کوئی ماں باپ اپنے بچوں کا بُرا نہیں چاہتے' جونہی مجھے یہ احساس ہوا کہ وردہ تمہارے قابل نہیں ہے میں نے یہ رشتہ ختم کر دیا' اب اگر تم کہیں اور انٹرسٹڈ ہو تو تمہاری خوشی سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں' تمہیں پورا حق ہے اس بات کا کہ تم اپنی پسند اور ناپسند مجھے بتائو۔"

"نو مما! اب میری کوئی پسند نہیں۔" دکھ سے اس کا لہجہ بھر آیا تھا۔ تبھی اچانک فہد ان کے سامنے آگیا۔

"آپ جھوٹے ہیں احمد بھائی! اب اگر مما آپ سے پوچھ رہی ہیں تو آپ کیوں نہیں بتاتے۔" فہد نے غصے سے احمد کا گریبان پکڑا تھا' احمد اس لمحے بہت سٹپٹا سا گیا۔

"چھوڑ دو فہد تم اسے' یہ ہماری اور اس کی بات ہے تم کون ہوتے ہو؟"

"میں' میں کون ہوتا ہوں؟ ابھی بتاتا ہوں۔" فہد' احمد کو دھکا دے کر بہت تیزی سے اپنے کمرے کی جانب پلٹا' اپنی شیلف کھول کر ریوالور نکالی تھی اور بہت غصے سے پلٹ کر دوبارہ اسی روم میں آیا تھا۔

"بولو سچ کیا ہے۔" وہ ریوالور اپنے ماتھے سے لگا کر چیخا۔

"فہد...!" سعدیہ زور سے چیخی تھیں۔

"فہد' فہد میری بات سنو۔" احمد دونوں ہاتھ اٹھائے گھبرا کر بول رہا تھا' کرن چیختی ہوئی زینے پر بھاگی تھی' سارے ملازم سامنے آگئے تھے لیکن فہد غصے سے بے قابو لگ رہا تھا۔

"آپ جھوٹ بولتے ہیں' آپ رامین کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتے' مما یہ آپ سے جھوٹ بول رہے ہیں' بولیں احمد بھائی سچ ورنہ میں خود کو شوٹ کر لوں گا۔" احمد کی تو مارے گھبراہٹ کے آواز بند ہوگئی تھی' البتہ سعدیہ' فہد کے سامنے چیخے جارہی تھیں۔

"نو فہد! ایسا مت کرو' ایسا مت کرو' جو احمد کہے گا میں ویسا کر دوں گی' میں تو خود اس سے پوچھ رہی ہوں' تم بیچ میں کیوں آئے ہو' فہد ہٹاؤ اپنا ہاتھ۔" سعدیہ گھبرا کر رونے لگیں۔

"منظور گھر پر نہیں ہیں جلدی جاؤ نیچے اور اس کے بڑے پاپا کو بتاؤ کہ یہ یہاں کیا کررہا ہے۔" وہ پلٹ کر ملازم سے روتے ہوئے بولیں' وہ فہد کے

غصے اور ضد سے اچھی طرح واقف تھیں کہ وہ کچھ بھی کر سکتا ہے‘ اتفاق سے عباد اور ندیم گھر پر موجود تھے سبھی لوگ نیچے سے اوپر آ گئے تھے۔

”فہد! کیا کررہے ہو ہاتھ نیچے کرو۔“ عباد آگے بڑھا۔

”عباد بھائی! آپ ہٹ جائیں‘ آگے مت بڑھیں ورنہ میں خود کو شوٹ کر لوں گا‘ ورنہ احمد بھائی سے کہیں کہ یہ سچ بولیں۔“

”یار احمد! پرابلم کیا ہے بول ناں وہ کیا پوچھ رہا ہے ‘ بول دے سچ کو کیا چھپانا۔“

”اب کیا بچا ہے میں کیابول دوں‘ سب کے سامنے آپ کسی کو تماشا بنانا چاہتے ہیں ‘ ان کی بے بسی اور غربت کا مذاق بنانا چاہتے ہیں‘ ان کی چھوٹی سی خوشی کو ہم پھر مٹا کر رکھ دیں‘ میں اتنا سیلفش نہیں ہوں‘ تم خود کوکیوں مارو گے مجھے مار دو‘ جو کچھ بھی ہوا ہے میری وجہ سے ہوا ہے۔“

احمد‘ فہد کے سامنے آ کر کھڑا ہوا‘ سبھی چیخ رہے تھے۔

”فہد‘ ہٹو‘ فہد ہٹو۔“ فہد آپے سے باہر تھا تب احمد بھی چیخ کر بولا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کیا کر لو گے اگر میں نام بھی لے لوں؟ کیا کچھ ہو جائے گا‘ کیا اس گھر کا ماحول اس گھر کی سیاست سب تبدیل ہوجائے گی۔“ احمد بہت جذباتی لہجے میں بولا تھا۔

”وہ میں کچھ نہیں جانتا‘ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ آپ مما کے سامنے اقرار کریں۔“

”فہد! تم پہلے ریوالور مجھے دو۔“

”نہیں عباد بھائی! مجھے ان سے حساب کرنے دیں۔“

”میں بزدل نہیں ہوں مگر تمہاری طرح دلیر بھی نہیں ہوں‘ مما کہیں بھی میری شادی کر دیں سو واٹ‘ میں اپنی ماں سے کمیٹڈ ہوں اور ہاں تم ہاتھ ہٹاؤ میں کل بھی رامین سے محبت کرتا تھا اور کرتا رہوں گا‘ کیا فرق پڑتا ہے کہ میں زندگی کسی اور کے ساتھ گزار دوں۔“ احمد کاچہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

”ڈیٹس اٹ‘ میں صرف یہی سننا چاہتا تھا۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اچھا اپنا ہاتھ پیچھے کرو۔" عباد بولا' ندیم نے فہد کا ہاتھ پکڑا تو وہ پلٹ کر بولا۔

"صحیح ہے یار! تو میرا ہاتھ چھوڑ' میں اتنا پاگل کا بچہ نہیں ہوں کہ ان کی اس حماقت پر میں خود کو ختم کر لوں' اب مما! آپ نے سن لی ان کی حقیقت۔"

"اچھا فہد! تم جاؤاپنے کمرے میں' میں تم سے الجھنا نہیں چاہتی' جیسا احمد چاہے گا میں ویسا ہی کروں گی۔" تو احمد نے بڑی بے یقینی سے ماں کو دیکھا جیسے اسے یقین نہ ہو کہ مما ایسا کریں گی۔

......☆☆☆......

کوچنگ سینٹر میں اس نے ایک ہفتے کی چھٹی کی درخواست دے دی تھی' عمیرہ کا خیال تھا کہ اب اسے کچھ دن آرام کر لینا چاہیے' رامین خود بھی بہت اپ سیٹ تھی' لیکچر کلاس میں دے رہی ہوتی دماغ کہیں اور چل رہا ہوتا حالانکہ احمد کوچنگ سینٹر چھوڑ چکا تھا پر پھر بھی یوں لگتا کہ اس کے

قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی ہے' آج وہ بہت سو کر اٹھی آنکھ کھلی تو نجانے کیوں ذہن پر زور دے دے کر رات میں دیکھے خواب کو سوچ رہی تھی' گھر کی ٹوٹی ہوئی دیواریں اچانک اونچی اونچی ہو گئی تھیں اور ان میں سے رنگ برنگی لٹکتی ہوئی بیلیں اور صحن میں لگے ہوئے جامن کے پودوں میں بے موسم موٹے موٹے جامن کے گوشے لٹک رہے تھے اور وہ روتے روتے پھولوں کو دیکھے جا رہی تھی پھر کمرے میں بیٹھے ہوئے سارے لوگ نجانے کہاں چلے گئے تھے مگر کمرہ رنگ برنگے پھولوں سے بھرا ہوا تھا اس کے پسندیدہ پھولوں کا رنگ پیلا پیلا تھا وہ بہت دیر تک اپنی آنکھیں ملتی رہی' پیر لٹکائے سر جھکائے ہوئے بیٹھی تھی ذہن میں آج کے خواب کی تعبیر چل رہی تھی۔

"سب کچھ اچھا ہی ہو گا' اتنے سارے پھولوں کو دیکھنا میری خوش نصیبی ہے طٰہ ایک اچھا جیون ساتھی ثابت ہو گا' بظاہر تو اس میں کوئی خرابی نہیں ہے' میں جانتی ہوں کہ دل تو روتا رہے گا مگر دنیا والوں کے سامنے میں سرخرو

ہو جائوں گی کم از کم چھوٹی ممانی دیکھیں گی تو کہ مجھے احمد نہیں تو کیا احمد کے برابر کا تو ملا ہے، چھوڑ دوں گی یہ ملک، گزار لوں گی بقیہ زندگی میں احمد کے بغیر ورنہ یہاں رہ کر میں احمد کو فیس نہیں کر سکوں گی، پوچھوں گی تو ایک بار ضرور کیا میں ہی ملی تھی بیوقوف بنانے کے لیے مگر میں تو اس کی کزن تھی کوئی غیر نہیں، کرنا ہی تھا تو کہیں اور دیکھ لیتا میں ہی ملی تھی کیا اُسے فلرٹ کرنے کے لیے۔"

"رامین..." امی نے دھڑ سے دروازہ کھولا تھا۔

"جی امی!" وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔

"یہ کیا، تم رو رہی ہو؟"

"نہیں تو امی!" اور پھر وہ ہچکیاں لے کر رونے لگی تھی۔

"چپ ہو جا بیٹا! تمہاری قسمت میں ہوتا تو ضرور ملتا اور اب اللہ جو دے رہا ہے وہی تمہاری قسمت ہے۔" عمیرہ نے اسے خود سے لپٹا لیا تھا۔

"چپ ہو جا بیٹا! آنسو پونچھ لو، انسان جو چاہتا ہے کبھی کبھی ویسا نہیں ہوتا۔"

"نہیں امی! یہی تو دکھ ہے کہ میں خود نہیں وہ ہمارے قریب آیا تھا، مجھے تو اپنی حیثیت یاد تھی کہ ہم کہاں اور وہ کہاں۔" وہ آنسو پونچھ کربولی تو عمیرہ کا دل تڑپ کر رہ گیا۔

"بیٹا! اگر ہمارے بس میں ہوتا تو تم سے بڑھ کر کوئی تھوڑی تھا۔"

"نہیں امی! بس جو ہونا تھا وہ ہو گیا، میں بہت خوش ہوں کہ میں عزت سے اس شہر سے چلی جائوں گی، طٰہ سے میں نے ساری بات کلیئر کر لی ہے وہ بہت اچھا اور سلجھا ہوا انسان ہے اسے میری کسی بات پر بھی اعتراض نہیں ہے، میں نے اپنے گھر کے تمام مسائل پر اس سے ڈسکس کرلیا ہے اُسے کوئی اعتراض نہیں ہے، وہاں میں جاب کر لوں گی۔"

"ایسا مت سوچو بس تم جائو اپنے گھر کی ہو جائو، میں جی لوں گی بشریٰ اور راحمہ کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔" عمیرہ کے خو دبھی آنسو چھلک پڑے تھے۔

"امی! میں ذرا شاور لے لوں۔" وہ اٹھ کر چلی گئی تھی۔عمیرہ صندوق کھول کر دوچار کپڑے دیکھ رہی تھیں۔

"کیا کر رہی ہیں امی!" راحمہ نے کپڑے اٹھا کر دوبارہ صندوق میں ڈال دیئے تھے۔

"امی! یہ کپڑے اور آپی... وہ تھوڑی پہنیں گی' ارے اب ان کا اپنا اسٹائل ہو گا' طٰہ بھائی اتنے ڈیسنٹ' اسمارٹ دکھائی دے رہے تھے' سعدیہ ممانی کو ذرا پتہ تو چلے گا کہ آپی کیا چیز تھیں' سچ امی ہماری فرینڈز بہت زیادہ ایکسائیٹڈ ہیں' معمولی بات نہیں ہے طٰہ بھائی کینیڈین نیشنل ہیں اب تو ہمارے پورے پورے چانس ہیں' پڑھائی کے بعد میں کینیڈا نکل جائوں گی وہاں بہت اسکوپ ہے۔" راحمہ بولی۔

"بس بس رہنے دو' ہم سے تو اس کی شکل نہیں دیکھی جا رہی' ابھی صبح بلک بلک کر روئی ہے۔" تو راحمہ اور بشریٰ کو چپ سی لگ گئی' عمیرہ نے اپنے دوپٹے سے آنسو پونچھے اور صندوق کو بہت زور سے بند کیا تھا اور اٹھ کر

کچن کی طرف آ گئی تھیں جہاں صحن میں لگے ہوئے واش بیسن پر رامین اپنا اسکارف دھو کر ڈوری پر ڈال رہی تھی۔

"امی! ابھی تک آپ نے مرغیوں کا ڈربہ نہیں کھولا۔"

"بس بیٹا! کسی چیز میں دل نہیں لگ رہا۔"

"ارے نہیں امی! بہت دھوپ چڑھ آئی ہے مرغیاں اندر شور مچا رہی ہیں۔" اس نے ڈربہ جا کر کھول دیا تھا' عمیرہ آنسو پونچھ کر اندر چلی گئی تھیں' وہ صحن میں کھڑی مرغی کے بچوں کو دیکھ رہی تھی مرغی پر پھیلائے کبھی اپنے بچوں کو پروں میں چھپاتی اور کبھی کھانے کے لیے کٹ کٹ کرتی۔

"بالکل اسی طرح میری ماں نے اس کھلے ہوئے صحن میں ہم چاروں کو سردی اور گرمی سے بچایا' پتہ نہیں ہمارے جانے کے بعد کتنی ویرانیاں اتریں گی اس گھر میں' ہم چھوٹے چھوٹے ہوا کرتے تھے چاروں مل کر کتنا اودھم مچاتیں' امی کہتیں ابا آ رہے ہیں تو ہم سب اندر بھاگ جاتی تھیں' پھر ابا راستہ بھول گئے امی اسی صحن میں پڑی ہوئی چوکی پر بیٹھی مرغیوں کو دانہ

ڈالتیں اور ہر آہٹ پر دروازے پر نظر ڈالتی تھیں‘ امی کی نظروں میں ابا کا انتظار میں پڑھ لیتی اور امی بہانے سے اٹھ جاتیں‘ پھر کیا ہوا۔“ وہ اپنا ماتھا پکڑ کر اسی چوکی پر بیٹھ گئی تھی۔

”ربیعہ چلی گئی اس آنگن سے اور اب میں بھی چلی جاؤں گی‘ بشریٰ‘ راحمہ رہ جائیں گی انہیں تو یہ صحن اور گندگی بالکل پسند نہیں‘ امی کی ڈانٹ کھا کر دھلائی کرنے آتی ہیں‘ ہاں مجھے تو اس صحن کے ایک ایک چپے میں اپنے بچپن کی ساری شرارتیں‘ احمد کا مڑ کر دیکھنا سب کچھ یاد ہے۔“

”کیا ہوا رامین! اندر آئو۔“ عمیرہ کچن سے نکل آئی تھیں۔

”جی امی! بس آ رہی ہوں۔“ وہ اپنی یادوں کو سمیٹ کر اٹھی تھی‘ دوپہر کے ابھی سائے نہیں ڈھلے تھے‘ عمیرہ بے چین سی اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

”مجھے کسی سے کچھ نہیں پوچھنا‘ کوئی کسی کا نہیں ہے بیٹا! بس ایک دو دن میں‘ میں طٰہ کے گھر والوں کو نکاح کی تاریخ دے دوں گی۔“ کمرے میں

ایک گہرا سناٹا چھا گیا تھا تینوں موجود تھیں مگر کسی نے ان کی بات کا جواب نہیں دیا‘ رامین تو یوں بیگانی بن گئی کہ جیسے اس نے سنا ہی نہ ہو۔

......☆☆☆......

جب شام کو ڈاکٹر شبیر حسن گھر پلٹ کر آئے تو کافی دیر تک وہ اسٹڈی روم میں اسٹڈی کرنے کے بعد جب باہر نکلے تو انہیں شعیب نظر آیا تھا‘ تایا کو دیکھتے ہی وہ ان کی جانب پلٹا تو وہ مسکرا کر بولے۔

”شعیب! وہ پولیس مین تمہارا واقف کار لگ رہا تھا۔“

”جی تایا جان! ہم ایک ہی اکیڈمی میں رہے تھے۔“

”پھر تو معاملہ آسان ہے تم اسے کسی دن ڈنر پر بلائو‘ ہائے ہیلو کرو بیٹا‘ میں کہاں کورٹ کچہری جاؤں گا‘ وہ ایک دو بار تم سے ملے گا تو اسے خود ہی اندازہ ہوجائے گا کہ شیزرے کا یہاں آنا ہمارا ایک فیملی میٹر ہے۔“ شیزرے جو ریموٹ ہاتھ میں تھامے کوئی چینل بدل رہی تھی اپنا نام سن کر وہیں رک گئی۔

"کیا ہوا بابا؟"

"کچھ نہیں بیٹا! وہ جو پولیس آفیسر آیا تھا شعیب کے ساتھ پڑھا ہوا ہے۔" تو اس نے گھبرا کر شعیب کو دیکھا جو ہاتھ میں ریکٹ تھامے باہر کھیلنے جارہا تھا۔ جب وہ حیرت سے دیکھ رہی تھی تو جاتے جاتے شعیب نے پلٹ کر اسے ایک بار اوپر سے نیچے تک بغور دیکھا تھا البتہ شبیر حسن اس کے دل کی بات جان گئے تھے۔

"ڈونٹ وری شزی! یہ سب تمہاری ماں کی ضد کا نتیجہ ہے جب سے میں پاکستان آیا ہوں تمہاری تلاش میں، میں مارا مارا پھرا ہوں کہ کہیں تم مل جاؤ مجھے، رشتے داروں کی ہر تقریب میں جاتا تھا کہ شاید وہ تمہیں لے آئے تو میں تمہیں دیکھ لوں، مل لوں، فاطمہ سے معافی مانگ لوں لیکن اس نے کبھی موقع ہی نہیں دیا، آئی ڈونٹ نو کہ کس قسم کی وہ عورت ہے، میں تو اسے جانتا بھی نہیں ہوں۔" ماں کے لیے شبیر حسن سے یہ سن کر دل جلنے لگا

اور اس کے احساسات میں مرد کی حیثیت ایک آکٹوپس کی طرح محسوس ہوئی۔

"سبھی ایسے ہوتے ہوں گے فہد مصطفیٰ، کیسی قوت اور بہادری سے مجھے چھڑا کر لایا، اپنے نکاح میں لینے کے بعد کہتا ہے کہ صرف اس نے فاطمہ خالہ پر رحم کھایا ہے، نجانے باباکے رحم کی وہ کون سی شکل ہو گی جب انہوں نے میری ماں سے شادی کی اور اپنے ماں باپ کو فیس نہ کر سکے، جائز اولاد کو بھی پھینک دیا پھر کہتے ہیں کہ فاطمہ پتہ نہیں کس ٹائپ کی عورت ہے اسے تو میں سمجھ بھی نہ سکا۔" دل میں وہ شدید غصے کے عالم میں لائونج سے اٹھ کر بیڈروم میں چلی آئی تھی دنیا کی آسائش تھی لیکن ماں اس کے پاس نہیں تھی اس نے اتنی ساری محبتوں کو چھوڑ دیا تھا کہ وہ اب باپ کا تحفظ چاہتی ہے اور شاید یہی وجہ تھی کہ فاطمہ بھی خاموش ہو کر بیٹھ گئی تھیں، یہاں تو بس یہ تھا کہ فہد کی سرکشی اسے ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئی اور اس کے علاوہ کیا تھا جب اس نے محبت پاش نظروں سے فہد کو سر اٹھا کر دیکھا تو فہد

نے اس کی ہر فیلنگ کو توڑ دیا تھا یوں انجان بن جاتا کہ جیسے اس کے دل میں کچھ بھی نہیں لیکن وہ تھی کہ آج تک اپنی فیلنگ چھپانے کے باوجود فہد کو نہیں بھول سکی تھی، محبت پا لینے کا تو نام نہیں۔

......☆☆☆......

وہ آئینے کے سامنے بہت غور سے اپنے خدوخال جائزہ لے کر بولیں۔

"کیا سمجھتی ہے وہ، مسز اسحاق کو تو میں نیچا دکھاؤں گی، ممبر بن کر گالف کلب کی خود کو پتہ نہیں کیا سمجھ رہی ہے بڑی اِترا کر کل کہہ رہی تھی سارا نے جم جوائن کیا ہوا ہے میں تو Sunday کو گالف کلب چلی جاتی ہوں تو ہمارے پاس بھی جم خانے کی ممبر شپ ہے، میں کسی سے کم نہیں، شبیر حسن خان کو کون نہیں جانتا، بہت اِترا رہی تھی ناں مسزاسحاق، کہہ رہی تھی کہ کئی پرپوزل آئے ہوئے ہیں سارا کے ابھی میں نے ڈیسائیڈ نہیں کیا، میں سعدیہ کاظمی اس کو ایسا نیچا دکھاؤں گی کہ مسز اسحاق بھی یاد رکھیں گی۔ فہد، شیزرے کو ڈائیورس نہیں دے گا، شیزرے میری بہو بنے گی تب اس

کو پتہ چلے گا اور یہ رشتہ میں سارا سے پہلے کر کے دکھاؤں گی لیکن اس کے لیے مجھے پہلے احمد کی شادی رامین سے کر کے دکھاؤں گی ورنہ فہد کبھی نہیں مانے گا کسی کی بات اور میں جو خود اتنی against رہی ہوں شیزرے کے، کون مجھ پر یقین کرے گا کہ یہ انقلاب میرے اندر کیسے آیا۔" انہوں نے جھک کر آئینے میں اپنے سراپا کو دیکھا تھا سلیولیس بلائوز پر اپنی ساڑھی کے آنچل کو ٹائٹ کر کے اپنے فیگر پر نظر ڈالی۔

"شکر ہے بہت آئوٹ آف فیگر ہو رہی تھی میں، جم جانے کا کچھ تو فائدہ ہوا۔" انہوں نے ایک بار پھر اسٹیپ میں کٹے ہوئے بالوں کو بہت غور سے دیکھا اور باہر جاتے جاتے پلٹ کے وہ احمد کے روم میں آئی تھیں۔

"کہاں ہے احمد؟" انہوں نے ارد گرد نظر ڈالی وہ انہیں کہیں نظر نہیں آیا، وہ بہت مطمئن سی اتر کر ڈرائیور کے ساتھ جم خانہ چلی گئی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

آج اتوار کا دن تھا احمد بہت صبح اٹھ کر نجانے کہاں نکل گیا تھا جب وہ گھر لوٹیں تو دن کے تقریباً دو ڈھائی بج رہے تھے' وہ باہر سے ہی لنچ کر کے آئی تھیں' منظور کو دیکھ کر وہ ہنس کر بولیں۔

"دراصل آپ سو رہے تھے ہماری دوستوں نے ہمیں برنچ پر بلایا تھا' برنچ کیا تھا بس یوں سمجھ لیں میرا تو لنچ ہو گیا' میں جاتے جاتے کک کو آج اسپیشل بریانی اور میٹھے میں آپ کی پسندیدہ ڈش کھیر' احمد کے لیے میں نے کوفتے اور فہد کو پالک پنیر پسند ہے ناں۔" انہوں نے پلٹ کر فہد کو دیکھا' کھانا اس وقت ٹیبل پر سرو کیا جا رہا تھا۔

"بس میں ابھی آئی چینج کر لوں۔" وہ اپنے بیڈروم کی طرف پلٹی تھیں' جب وہ پلٹ کر آئیں تو کرسی پر بیٹھتے ہوئے انہوں نے چونک کر دیکھا احمد کی سیٹ خالی تھی۔

"ارے احمد کہاں ہے اُسے بلائو۔" وہ خود ہی یہ کہہ کر احمد کے روم میں گئی تھیں' احمد آہٹ سن کر انجان سا بن کر کروٹ بدل کر لیٹ گیا تھا۔

"کیا ہوا احمد! تم ٹھیک تو ہو۔" وہ جلدی سے اس کے پاس بیٹھ گئیں اور ماتھے پر ہاتھ رکھ کر اس سے پوچھنے لگیں۔وہ مما کی اس ادا پر چونک کر اٹھ بیٹھا' انہیں اس کی اِس ادا پر ٹوٹ کر پیار آیا' انہوں نے احمد کو خود سے لپٹا کر اس کا ماتھا چوم لیا' نجانے ان کے اس انداز پر احمد کی آنکھیں نم ہو گئیں' تڑپ کر سعدیہ نے اس کا چہرہ اپنی نظروں کے سامنے کیا۔

"احمد! تم ٹھیک تو ہو' میری جان اتنے بجھے بجھے کیوں ہو' کیا بات ہے بولو مجھ سے کیا چاہتے ہو تم؟"

"کچھ نہیں مما!" وہ ہاتھ چھڑا کر اٹھ بیٹھا' سعدیہ نے بہت گہری نظروں سے مسکرا کر احمد کو دیکھا اور بولیں۔

"چلو آئو کھانے پر بابا تمہارا انتظار کر رہے ہیں جلدی آئو۔" وہ یہ کہہ کر مڑیں اور پھر پلٹ کر احمد کی جانب دیکھا۔

"جلدی کرو احمد! سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" احمد بہت تھکا تھکا سا آ کر چیئر گھسیٹ کر بیٹھ تو گیا تھا لیکن اس کے چہرے سے سوگواری ٹپک رہی

تھی، منظور بھی احمد کے بجھے چہرے کو دیکھ کر دکھی سے نظر آ رہے تھے‘ فہد بھی بہت بیگانہ سا دکھائی دے رہا تھا‘ کرن کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اور وہ آہستہ آہستہ چاول کے دانے اٹھا اٹھا کر کھا رہی تھی۔

”ارے ہمارے پاس ایک اچھی اور گڈ نیوز ہے۔“ سعدیہ منہ میں لقمہ لیتے ہوئے یوں بولیں کہ دوسرے چونک پڑیں۔منظور کی نظریں ان پر ٹک گئیں‘ احمد کالقمہ منہ میں جاتے جاتے ایک سیکنڈ کے لیے رک گیا‘ فہد نے بڑی جلدی سے مڑ کر ماں کی جانب دیکھا‘ کرن بھی ان کے اس خوشی کے اظہار پر مسکرا کر ان کی جانب دیکھ رہی تھی۔

”ارے منظور! آپ کو تو خیر مجھ سے پہلے پتہ ہو گا صبح جاتے جاتے میں اماں کو سلام کرنے گئی تو وہ بہت خوش ہو کر بولی تھیں‘ بس دو ایک دن میں رامین کا نکاح ہونے والا ہے۔“ منظور نے پانی کا گلاس ہونٹوں سے لگالیا‘ احمد کے ہاتھ سے چمچ چھوٹ کر زمین پر گرا‘ وہ گھبرا کر سوری کہہ کر زمین سے

اٹھانے لگا‘ فہد نے غصے سے چھت کی جانب دیکھا‘ کرن ان چاروں کے چہروں کو باری باری دیکھ کر سب کی فیلنگز محسوس کررہی تھی۔

”کیا ہوا منظور!“ وہ شوہر کو دیکھ کر چونک کر بولی تھیں اور پھر احمد کی جانب مڑیں۔

”احمد! کھانا کھائو۔“ انہوں نے احمد کی پلیٹ میں ڈش اٹھا کر چاول ڈالے۔

”نہیں مما! مجھے بھوک نہیں ہے۔“ احمد پلیٹ چھوڑ کر اٹھ گیا تھا۔

”سعدیہ...!“ منظور تھوڑا تیز لہجے میں بولے۔

”اب ایسا میں نے کیا کر دیا کہ تم سب لوگوں کے چہرے اُتر گئے اور وہ اٹھ کر چلا گیا‘ اس کو ایسی کیا پرابلم ہے۔“

”مما! بھائی کو جو پرابلم ہے وہ کیا آپ جانتی نہیں۔“

”کیا...“

”بس رہنے دیں مما آپ۔“ کرن جھنجھلا کر بولی تھی۔

"اسے پرابلم کیا ہے؟ رامین کا نام آتا ہے تو وہ اس طرح اپنا ایٹی ٹیوڈ دکھا کر چلا جاتا ہے اگر وہ اسے اتنا ہی پسند کرتا ہے تو مجھے کیا اعتراض ہے' منظور! آپ کھل کر احمد سے بات کر لیں مجھے کیا' میں مسز اسحاق کو صاف صاف جواب دے دوں گی' پہلے بھی میں نے وردہ کو اسی وجہ سے چھوڑ دیا کہ وہ بہت آزاد خیال ہے اور احمد ایسا نہیں ہے اور اب اگر وہ رامین کو پسند کرتا ہے' اگر منظور آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے تو مجھے بھی نہیں ہے۔" منظور کو تو بجلی کا کرنٹ چھو گیا' وہ گھبرا کر پانی پینے لگے اور سعدیہ کو یوں دیکھنے لگے گویا سعدیہ کے دماغ میں کوئی خلل ہو گیا ہو۔

"بس بات یہ ہے کہ میں اب روز روز کے ان ڈراموں سے تنگ آ گئی ہوں' زندگی اسے گزارنی ہے مجھے تو نہیں' اگر وہ سمجھتا ہے کہ وہ ایڈجسٹ کر لے گا اس لڑکی کے ساتھ تو مجھے کوئی اعتراض نہیں' ٹھیک ہے منظور آپ احمد سے بات کریں ہم آج رات ہی جا کر عمیرہ آپا سے رامین کو مانگ

لیں گے۔" فہد کو مما کے دماغ پر کچھ کچھ شک ہوا تھا' منظور جلدی سے بولے تھے۔

"دیکھو سعدیہ! جو بات بھی کرنی ہے بہت سوچ سمجھ کر کرنا' جو تم کہہ رہی ہو وہ مذاق نہیں ہے۔"

"تو میں بھی آپ سے مذاق نہیں کر رہی' میں آخر ایک ماں ہوں' عبیر مجھے چھوڑ کر چلی گئی 6 ماہ گزر گئے اس نے مجھے پلٹ کر نہیں پوچھا کہ میں کہاں ہوں' ہر رات میں اس کے لیے روتی ہوں۔" وہ باقاعدہ آنسوئوں سے رونے لگیں۔

"میرا دل دراصل بہت ٹوٹ سا گیا ہے اپنے بچوں سے دوری اب میں نہیں برداشت کر سکتی' احمد کا بجھا بجھا سا چہرہ مجھے ہر لمحے بے چین رکھتا ہے۔" عبیر کے نام پر بہتے ہوئے آنسوئوں کو وہ ساڑھی کے پلو سے صاف کرنے لگیں۔

"بس منظور! جس میں احمد خوش ہے میں اس میں خوش ہوں، میری کوئی خوشی نہیں ہے مجھے بس اپنے بچے خوش چاہئیں۔" سعدیہ آنسو پونچھ کر اپنے کمرے میں جا چکی تھیں، منظور ایک دم شاک میں بیٹھے رہ گئے، فہد حیران سا کھڑا رہ گیا۔

"بابا! اس میں بھائی سے پوچھنے کی کیا بات ہے سب کو معلوم ہے کہ احمد بھائی رامین کو لائیک کرتے ہیں۔"

"لیکن فہد! اب کچھ نہیں ہو سکتا، دو دن بعد رامین کا نکاح ہونے والا ہے، میں تمہاری ماں کا کیسے یقین کر لوں۔"

"یہ کیا بات ہوئی بابا!" منظور بڑے مایوس سے نظر آئے تھے۔

"آپ دادو سے جا کر بات کریں وہ سب ہینڈل کر لیں گی۔" اور پھر منظور نے اماں سے بات کی تو وہ بھی حیران ہو کر بولی تھیں۔

"دیکھو منظور! مجھے تو سعدیہ کی سمجھ نہیں آتی اور میں عمیرہ سے بھی کچھ نہیں کہہ سکتی، بڑی مشکل سے اس نے خود کو سنبھالا ہے اور پہلے کب

سعدیہ نے مجھ سے مشورہ کیا جو اَب میں بیچ میں آ جاؤں، اب اگر وہ بہتر سمجھتی ہے تو اسے بھیجو کہ وہ خود جا کر عمیرہ سے بات کرے، میں تو خود عمیرہ سے نظریں چرائے ہوئے بیٹھی ہوں، ہر شخص خاندان کا دُکھی ہے اس بات پر۔" وہ منظور سے بولیں۔

"لیکن واقعی اماں! اب سعدیہ مان گئی ہے، آخر کو ماں جو ٹھہری، میں آج تک یہی سمجھتا تھا کہ اس کے اندر ماں کا دل نہیں لیکن وہ عبیر کے حادثے کے بعد سے ٹوٹ سی گئی ہے، وہ احمد کے لئے بہت دُکھی ہے آپ بات تو کر کے دیکھیں۔" وہ ہنوز اپنی بات پر ابھی تک ڈٹے ہوئے تھے۔

"نہیں منظور نہیں، بنا سوچے سمجھے اتنی بڑی بات میں اب نہیں کر سکتی، تم خود جاؤ اپنی فیملی کے ساتھ آج، ویسے بھی آج عذرا اور بچیاں کچھ سامان لے کر عمیرہ کے ہاں جا رہی ہیں۔" منظور مصطفی یہ سن کر چلے تو گئے تھے مگر نور محل میں ایک کھلبلی سی مچ گئی تھی کہ "ایسا کیسے ممکن ہے، کہیں

سعدیہ چچی مذاق تو نہیں کر رہیں، اگر یہ مذاق ہے تو بہت مہنگا مذاق ہو گا۔'' عباد بہت سوچ کر بولا تھا۔

''آئو چلو ہم خود ہی چھوٹی چچی سے پوچھ لیتے ہیں۔'' حریم اور ریشمین اوپر پہنچی تھیں تصدیق کرنے کے لئے۔

''اس میں حیرانی کی کون سی بات ہے؟'' سعدیہ کا لہجہ بہت شوخ سا تھا۔

''سو سوئٹ ممانی!'' حریم نے ان کے دونوں ہاتھ تھام لئے تھے۔

''آپ اتنی اچھی ہیں۔''

''کیوں تمہیں یقین نہیں آ رہا' کیا میں اتنی بُری ہوں۔'' انہوں نے مسکرا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ گھبرا کر جلدی سے بول پڑی۔

''نو' نو میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا' ہم تو یہ کہنے آئے تھے کہ پھر جلدی کریں چلیں ہمارے ساتھ۔''

''سوچ لو تم لوگ' کسی کو یقین نہیں آئے گا ہماری اس فراخ دلی پر۔'' وہ بولیں۔

''کیوں نہیں ممانی! ارے میں تو بے حد خوش ہوں' آپ اتنی اچھی ہیں اور میں آپ کو جان نہ سکی' چلیں بڑا مزا آئے گا' ہم خالہ کو سرپرائز دیں گے۔'' وہ ہنس کر بولی۔

''ارے بھئی میں تمہارے ماموں سے تمہاری نانو سے سب سے کہہ چکی ہوں' اب کیا دروازے پر نقارے لگا دوں خوشی کے۔'' وہ کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

''سب سے اچھی میری ممانی۔'' حریم ان سے لپٹ کر ان کے گال پر پیار کرنے لگی۔

''اچھی تو بڑی ممانی ہیں' میں تو بڑی خراب ممانی تھی۔''

''نو آپ سب سے اچھی ممانی ہیں۔'' حریم پھر ایک بار ان سے لپٹ گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"حری آپی! احمد بھائی کو بھی تو یقین دلا دیں۔" کرن ہنس کر بولی۔

"احمد بھائی ہیں کہاں؟" وہ جلدی سے اس کے روم کی جانب بڑھی' احمد اپنے لیپ ٹاپ پر بیٹھا کوئی کام کر رہا تھا' پھر فہد بھی پلٹ کر ساتھ ساتھ آیا تھا۔

"احمد بھائی! یقین کرلیں کہ مما آپ کی محبت میں نفرت کی جنگ ہار گئی ہیں۔"

"دیکھو فہد! مجھے فضول قسم کا مذاق بالکل پسند نہیں' مت کھیلو کسی کے احساسات اور جذبات سے' مجھے دکھ کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔"

"نہیں احمد بھائی نہیں۔" حریم تڑپ کر بولی۔

"سب نے یقین کر لیا ہے آپ کیوں یقین نہیں کر لیتے' وقت بھی بہت کم رہ گیا ہے' ہم سب ان کے لئے گفٹ لے کر جا رہے ہیں' جانتی ہوں آپ جس کیفیت سے گزر رہے ہیں مگر کبھی کبھی احمد بھائی محبت بہت سارے امتحان لیتی ہے۔"

"ہاں اس کو بہت خبر ہے۔" عباد نے حریم کے گلے میں ہاتھ ڈال کر خود سے قریب کر لیا تھا۔

"بس احمد! اگر حری کہہ رہی ہے تو تم یقین کر لو کہ چھوٹی چچی محاذ چھوڑ گئی ہیں اور اب..." اس نے زور سے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا تھا۔

"چلتے ہیں اب پھپھو کے گھر اور یقین کر میرے بھائی اگر یہ جھوٹ بھی ہوا ناں تو عباد کا یہ وعدہ ہے کہ ہم خالی ہاتھ نہیں لوٹیں گے' رامین ہمارے ساتھ ہو گی۔"

"کیا ہوا احمد! تم تیار نہیں ہوئے' ہم عمیرہ کے گھر جا رہے ہیں' سجاد بھائی کہہ رہے ہیں یہ ہمارا ان سے وعدہ تھا ہم اسے پورا کریں گے' آج تمہاری ماں بھی ہمیں نہیں روک سکے گی' ویسے تو وہ خود بھی راضی ہے' جائو عباد نیچے سب کو خبر کر دو کہ ہم تھوڑی دیر میں عمیرہ کی طرف نکلنے والے ہیں۔"

......☆☆☆......

جہاں نور محل والوں کے لیے حیران کن بات تھی وہیں ایک خوشی کا لمحہ بھی اُتر آیا تھا جب سعدیہ نیچے اتر کر آئیں' ان کا رویہ دیکھ کر کسی کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ ایسے کیسے چینج ہو گئیں لیکن یقین کرنے کے لیے سامنے فروٹ اور مٹھائیوں کے ٹوکرے' پھولوں کے گجرے اور گفٹ کے پیکٹ انہوں نے ایک فون پر ساری تیاری کر لی تھی۔حریم' نورین' ریشمین کی خوشی کا اندازہ کرنا ہی مشکل ہو رہا تھا وہیں بڑوں کے دل میں زور کی آندھیاں بھی چل رہی تھیں کہ آخر یہ انقلاب کیسے آیا۔فہد' احمد کو بیوٹی سیلون لے گیا تھا' فہد جب احمد کو لے کر ایا تو بجھے بجھے احمد کو بیوٹی سیلون والوں نے بالکل ہی فریش کر دیا تھا' حریم نے احمد کی فیس کی طرف غور سے دیکھا اور بے ساختہ بولی۔

''لو اب لڑکے بھی آئی بروز بنانے لگے۔'' فہد نے گھوم کر دیکھا تو وہ جلدی سے پلٹ گئی۔

''بس آج بھی سارا کچھ سیکرٹ ہے احمد بھائی! آپ فکر نہ کریں رامین آپی کہیں نہیں جا سکتیں۔'' ندیم چھیڑ رہا تھا۔

''چپ چپ زوہیر کی کال ہے' فائزہ پھپھو پوچھ رہی ہیں کب نکلنا ہے؟'' ریشمین بولی تھی' ان سے بھی خفیہ رکھا گیا تھا' پھول گجرے پیلے پیلے ٹوکروں پر دھنک لگے کپڑے اور عذرا ممانی نے بوتیک سے پیلا اسپیشل جوڑا فٹافٹ منگوا لیا تھا وہ بھی سعدیہ کی خوشی میں برابر کی شریک تھیں۔

''احمد بھائی! فٹافٹ نکل لیں' مما کا موڈ چینج ہونے میں پل نہیں لگتا۔'' فہد سرگوشی میں بولا۔

''اب کچھ نہیں ہو سکتا' اس بار چھوٹے چچا اور پاپا انوالو ہیں' سب مل کر جا رہے ہیں' وہ خود پھپھو سے بات کریں گے اور آج فیصلہ ہو کر رہے گا۔'' احمد ابھی تک کسی گہری سوچ میں تھا تبھی اس کے سیل پر میسج آیا

وہ سیل لے کر تھوڑی دور جا کر پڑھنے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"احمد! تم آ تو رہے ہو؟ اگر نہیں آئے تو اچھا نہیں ہو گا' اگر آ جاؤ گے تو مجھے اچھا لگے گا۔" اس نے بھی Reply کیا تھا۔

"تم بلاؤ اور میں نہ آؤں ایسا ممکن نہیں ہے اور ہاں ذرا ڈھنگ سے تیار ہونا' میں بھی تو دیکھوں کہ آج کے دن تم کیسی لگ رہی ہو۔"

"کیسی لگوں گی میں' خوبصورت تو قسمت بناتی ہے۔" سیکنڈ میں Reply آیا تھا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو قسمت ہی تو خوبصورت بنا دیتی ہے' آج مجھے یقین آ گیا ہے۔"

"تو پھر بدنصیبی کیا ہوتی ہے؟" سیکنڈ میں پھر پوچھا گیا تھا۔

"یہ تمہیں دیکھ کر بتاؤں گا۔"

"تم آ جاؤیہی بہت بڑی بات ہے' دیکھ کر کیا کرو گے۔"

"جو دیکھنے کی چیز ہے اُسے تو دیکھا جائے گا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"فضول باتیں مت کرو' بس آج سے ہمارا اور تمہارا نہ صرف رشتہ الگ ہوا ہے بلکہ سوچ بھی بدل گئی ہے۔"

"اچھا تو اب ذہن کی اسکرین پر احمد مصطفی کی جگہ طٰہ کی تصویر چل رہی ہے' کینیڈا کے خوبصورت موسم میں اس وقت تم بھیگ رہی ہو۔"

"کیا کروں مجبوری ہے ورنہ اپنے ملک سے دربدری کون برداشت کرتا ہے۔"

"ارے رہنے دو' خود تم میدان چھوڑ گئیں۔"

"ہاں تم تو بارہویں کھلاڑی تھے پہلی ہی بال پر آئوٹ ہو گئے۔"

"چلو تم نے تو چھکا مار لیا۔"

"کہاں میں تو زندگی میں چوکا نہ مار سکی چھکا تو بہت دور کی بات ہے احمد مصطفی۔"

"کچھ زیادہ تم مایوس لگ رہی ہو۔"

"ارے میں تو تمہیں اس خوشی پر گولڈن کرائون پہناؤں گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اوکے احمد! بھول جائو اب میرے جو کس تم اور ہاں آئو تو نظر اٹھا کر بھی میری طرف مت دیکھنا۔"

"چلو تمہی ایک نظر میرے چہرے پر ڈال لینا' میں نظریں جھکا لوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے سیل پاکٹ میں ڈال لیا تھا' پیچھے سے آوازیں آ رہی تھیں۔

"فہد! گاڑیاں نکلوائو۔" فہد نے مڑ کر سعدیہ کی جانب دیکھا اور زینے سے اترتے ہوئے اُسے یوں لگا کہ جیسے وہ کسی طلسم کدے سے اتر رہا ہے' سب بنے سنورے' مٹھائی اور گفٹ اٹھائے ہوئے جب عمیرہ کے صحن میں آئے تو ایک لمحے کے لیے وہ چونک سی گئیں' یہ خیال آیا کہ آج دونوں بھائی مل کر آئے ہیں' اماں بھی آئی ہیں' غریبوں کے دکھ پر مرہم رکھنے کے لئے کچھ زیادہ ہی اہتمام کرلیا گیا ہے' دبے دبے لفظوں میں عمیرہ نے تحائف دیکھ کر اپنے دل کا اظہار بھی کیاتھا کہ "ان سب چیزوں کی اب کیا ضرورت ہے۔" اماں پیار کرتے ہوئے بولی تھیں۔

"آج میں اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ آئی ہوں' فائزہ بھی پہنچ رہی ہے' تم اندر تو چلو کمرے میں' آج ہم ثابت کریں گے کہ تمہارے دونوں بھائی تم سے کتنی محبت کرتے ہیں۔"

"اماں! اب یہ سب کرنے کی کیا ضرورت ہے' چھوڑیں اماں۔"

"بچوں کو یہیں رہنے دو اور تم چلو میرے ساتھ۔" وہ منظور مصطفی اور سجاد مصطفی کے ساتھ اندر بڑھی تھیں' دروازہ بند ہوا تو سب نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا' سب مل کر رامین کے کمرے کی طرف بڑھے تو وہ جلدی سے بیڈ سے اتر آئی تھی' اس کی نظریں زمین کی طرف جھکی ہوئی تھیں' تبھی بیڈ پر پڑے ہوئے سیل پر بیپ کی آواز پر اس نے سیل اٹھا کر دیکھا۔

"میں تو تمہیں نہیں دیکھ رہا لیکن تم تو مجھے نظر اٹھا کر ایک بار دیکھو لو۔" غیر ارادی طور پر اس کی نظریں اوپر اٹھیں تو سب سے آخر میں دروازے کے بیچوں بیچ کھڑا احمد اُسے دیکھ کر ہنس پڑا اور شوخ نظروں سے اُس نے

اِس کو آنکھ ماری تھی اس نے مارے گھبرا کے اپنا چہرہ دوسری طرف موڑلیا کیونکہ احمد کی شوخ نظریں اس کے چہرے پر حیا کی تپش بکھیر رہی تھیں۔

”اتنی دیدہ دلیری سے جو چاہتا ہے خاموشی سے کر جاتا ہے‘ ایسی ہی کسی حسین شرارت سے اس نے میرا دل جیت لیا تھا۔“ آنکھیں بھر آئیں تو اس نے جلدی سے اپنا رخ موڑ لیا تھا‘ سب اسے مبارکباد دے رہے تھے اور اس کی آنکھیں جھک رہی تھیں اپنے دکھ پر تو حریم نے جلدی سے لپٹ کر اس کے آنسوئوں کو چوما تھا‘ آنسو پونچھتے ہوئے پھر وہ بولی تھی

”رامین! اب کبھی نہیں۔“ اور اس کے آنسو پونچھ دیئے تھے تو وہ سسک کر حریم کے کندھے سے لگ کر بولی تھی۔

”امی کا خیال رکھنا اور بشریٰ اور راحمہ کا بھی بہت دھیان رکھنا اور یہ بات عباد بھائی کو بتا دینا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”جی ہم نہیں آپ خود ان کا دھیان رکھیں گی۔“ حریم نے کھلکھلا کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تو اس کی آنکھیں پھر بھیگ گئیں مگر وہیں اس کو حیرت بھی تھی کہ کسی کو اس کے دکھ پر ذرا بھی ملال نہیں۔

”اور تو اور اس کو دیکھو کیسے مسکرا کر مجھے دیکھ رہا ہے اور نظروں نظروں میں کیسی محبت لٹا رہا ہے جیسے میرے لٹ جانے کی اُسے خبر نہ ہو‘ یہاں سب کچھ اُجڑ گیا ہے۔“

”بہت دیر ہو گئی پھپھو سے کہیں کہ باہر آئیں۔“ فہد بڑی تشویش سے بار بار ٹہل رہا تھا۔

”کیا ہوا‘ کیا ہوا؟“ فائزہ جیسے ہی اندر داخل ہوئیں انہوں نے رامین کو تشویش سے دیکھ کر پوچھا۔

”کہاں ہیں آپا؟ فہد دروازہ کھلوائو۔“ وہ سسکتی ہوئی رامین سے بولی تھیں۔

”کیا ہوا رامین! ارے کوئی ایسے روتا ہے خوشی کا دن ہے، ہم سب اکٹھا ہوئے ہیں ہم اس خوشی میں، آج تمہارا مایوں رکھ رہے ہیں، عمیرہ آپا نے درس رکھا ہے۔“

”پھپھو! ہم لوگ تھوڑا سا ڈھولک بجاتے مزا آتا۔“ ریشمین بولی تو فائزہ پٹ سے بولیں۔

”جی نہیں برکت اٹھ جاتی ہے، آپا نے درس رکھا ہے اور آج وہ خود درس دیں گی تاکہ ہر کام میں برکت ہو، یہ ہنگامے شور تم اپنے نور محل میں کرنا سمجھیں۔“ انہوں نے پھر پیار سے رامین کو بھینچ لیا تھا۔

”چپ ہو جا رامین! آپا کو دکھ پہنچے گا، مجھے معلوم ہے تم سب کی جدائی پر رو رہی ہو۔“

”جی نہیں پھپھو! سم تھنگ رونگ۔“ فہد شوخی سے بولا تھا، فہد کی ہنسی پر رامین نے ناک کا پانی پونچھ کر گہرا سانس لے کر سر اٹھایا تو سامنے کھڑا احمد اُسی کی جانب دیکھے جارہا تھا، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سارے آنسو ایک پل میں بڑھ کر سمیٹ لے تب رامین نے اس کی جانب سے چہرہ موڑ لیا، فہد مڑ کر بند دروازے کے سامنے کھڑا تھا، اسے بہت تشویش ہو رہی تھی کہ پھپھو مان گئی تھیں یا نہیں۔

”بس عمیرہ بس، اس طرح بھائیوں کو انکار نہیں کرتے۔“

”نہیں اماں! میری بچی بہت ہرٹ ہوئی ہے، اب تو سب کو خبر ہوگئی ہے کہ کل اس کا نکاح ہے اس لئے آپ لوگ رحم کھا رہے ہیں، ترس کھا رہے ہیں، رامین نہیں مانے گی، اب یہ فیصلہ وہ خود کرے گی۔“

”کیا طٰہ کے ساتھ بھی اس کا اپنا فیصلہ تھا؟“ عمیرہ سر جھکا گئیں، کیا جواب دیتیں کہ وہ خود اس شہراس ماحول سے دور جانا چاہتی ہیں، نور بی بی نے سعدیہ کو اشارہ کیا تھا کہ اب تم بات کرو۔

”عمیرہ! ہم بہت مان سے تمہارے پاس آئے ہیں، ہمیں بچوں کی خوشی بے حد عزیز ہے، مجھے احمد کی محبت کی شدت کا اندازہ نہیں تھا۔“ جھوٹ بولتے ہوئے ان کی نظریں جھک گئیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”رامین کل بھی ہماری تھی‘ منظور کہتے ہیں کہ بہت پہلے انہوں نے اور سجاد بھائی نے یہ آپ سے کہا تھا کہ رامین ہماری ہے اب آپ ایسا نہ کرو‘ احمد کتنے مسائل سے گزر چکا ہے اس کا کیریئر بھی ختم ہو گیا ہے‘ وہ اکیڈمی جوائن نہیں کر سکا‘ کیا تم چاہو گی کہ وہ برباد ہو جائے۔“ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ عمیرہ کے گھٹنوں پر رکھ دیئے تھے‘ عمیرہ نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی سعدیہ کو دیکھا تھا‘ وہ بے قرار سی لگ رہی تھیں۔

”کیا‘ کیا پھپھو نہیں مان رہیں۔“ سب نے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھا۔

”احمد...“ عباد نے آنکھ سے اُسے رامین کے کمرے کی طرف جانے کا اشارہ کیا تھا‘ رامین کے کمرے میں ساری لڑکیوں نے اس کو گھیر لیا تھا‘ سب کس ارادے سے آئے ہیں اب تو اسے بھی خبر ہو گئی تھی تبھی سعدیہ اندر داخل ہوئیں تو کمرے میں موت کا سا سناٹا چھا گیا‘ سب اِدھر اُدھر ٹل گئے سوائے

راحمہ اور نورین کے‘ تب سعدیہ بڑی محبت سے اس کے قریب بیٹھ کر اس کا چہرہ موڑ کر بولی تھیں۔

”میری جان! کبھی کبھی انسانوں سے غلطیاں ہو جاتی ہیں‘ مجھے احمد کے دل کی خبر نہیں تھی اور نہ ہی اس کی شدت کی کہ وہ تمہیں ٹوٹ کر چاہتا ہے۔“ انہوں نے جھکے ہوئے ماتھے کو اٹھا کر بوسہ دیا تو رامین اندر سے کانپ گئی تھی۔

”جی ممانی!“ کہہ کر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو سعدیہ نے بہت پیار سے اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے اور بولیں۔

”بس رامین بس‘ اب کچھ مت سوچو‘ کچھ مت بولو۔“ وہ ہاتھ تھام کر بولی تھیں۔

”نہیں ممانی! ہم آپ کی اتنی عزت اور محبت کے قابل نہیں ہیں‘ کبھی میری ماں کا تعلق نور محل سے تھا لیکن ہمارا ایسا اسٹیٹس نہیں کہ ہم نور محل میں ایڈجسٹ ہو سکیں۔“

"کیسی باتیں کرتی ہو رامین! محبت اسٹیٹس دیکھ کر تو نہیں کی جاتی' احمد نے خود تمہیں چاہا ہے۔" سعدیہ ہر حال میں آج رامین کو جیت لینا چاہتی تھیں' ان کا دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا کہ اگر وہ یہاں سے خالی ہاتھ گئیں تو کیسی ذلت اور رسوائی ہو گی۔

"پہلے میں نے وردہ کا کھیل کھیلا' وہ تو میں چھپا گئی لیکن اب سارہ والے کیس میں' میں کیا کہوں گی۔" یہی سوچ کر وہ بولی تھیں۔

"رامین! ہمیں دل کی خبر نہیں تھی۔" تو رامین نے ان کے جھوٹ پر بہت غور سے دیکھا تو وہ نظریں جھکا کر بولیں۔

"ٹھیک ہے اب تمہیں احمد منا لے گا۔"

"بچوں جیسی بات مت کرو' سجاد بھائی ساتھ آئے ہیں' تمہارا انکار ایک پل میں انہیں..." تو راحمہ جلدی سے بولی تھی۔

"اللہ نہ کرے ممانی! ماموں جان تاعمر سلامت رہیں' ہم تو انہیں اپنے ابو کی طرح چاہتے ہیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہاں ہاں تو میں یہی تو چاہتی ہوں بیٹا۔" انہوں نے جلدی سے راحمہ کے گال تھپتھپا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں' روتی ہوئی رامین پر پھر ان کی نظر پڑی' انہیں یوں لگا کہ جیسے کرن سر جھکائے ہوئے رو رہی ہے' پہلی بار دوسروں کے لئے ایک ہلکا سا نرم گوشہ محسوس تو ہوا مگر وہ نجانے کیا سوچتی ہوئی باہر پلٹ گئی تھیں' تبھی راحمہ' رامین سے لپٹ کر بولی۔

"آپی! ایسا نہ کریں' احمد بھائی بہت ہنستے ہوئے آئے تھے' جب انہیں پتہ چلا کہ امی راضی نہیں ہیں تو ان کا چہرہ اُتر گیا' چپ چپ بیٹھے ہیں۔"

"نام مت لو اس بزدل کا میرے سامنے' نہیں چاہیے مجھے خیرات اور ہمدردی میں یہ خوشی' دعوے تو بڑے بڑے کرتا تھا اور جب وقت آیا تو خاموش ہو کر بیٹھ گیا' عبیر کا ایشو بتا کر میری نظروں میں ہیرو بن گیا' میں بھی سب کچھ بھول گئی اور اب یہ نیا ایشو کہ وہ سارہ سے منسوب کیا جا رہا ہے' جائے اس کا جہاں دل چاہتا ہے' مجھے نہیں ہے اب ضرورت اس کی' اور نہ ہی میں راستے میں پڑا ہوا کوئی پتھر ہوں' میری بھی کوئی اَنا اور مرضی ہو سکتی

ہے‘ مجھے معلوم ہے سب‘ کیا اچھا ہے اور کیا بُرا‘ جو فیصلہ مجھے کرنا تھا وہ میں نے کر دیا‘ تم جاؤ یہاں سے مجھے تنہا رہنے دو۔“ اس نے ناک سے بہتے ہوئے پانی کو پونچھا تبھی ایک ساتھ پوری یلغار دروازہ دھڑ سے کھولتے ہوئے داخل ہوئی تھی‘ احمد ان کے ساتھ تھا‘ فہد پیچھے پیچھے بھاگ کر آیا تھا۔

”چلیں آپ سب باہر‘ احمد بھائی خود رامین سے بات کریں گے۔“

”نہیں فہد! مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔“ وہ جھٹکے سے خود بھی کھڑی ہو گئی تھی۔

”اوہو... غصہ تو دیکھو ناک پر دھرا ہے تبھی تو ناک سرخ ہو گئی ہے رگڑتے رگڑتے۔“ کہتے ہوئے دوسری جانب دیکھا تھا۔

”آئوٹ‘ چلو سب یہاں سے باہر۔“ فہد نے ایک نظر سب پر ڈالی تو سبھی باہر نکل گئے تو فہد پلٹ کر پھر بولا۔

”دیکھو رامین! کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہمیں غلط فہمیاں ایک دوسرے سے بہت دور لے جاتی ہیں‘ ضروری تو نہیں جو تم نے سنا ہے وہ سب سچ ہو‘

اگر احمد بھائی کچھ کہنا چاہتے ہیں تو تم سن تو لو‘ ہم آپ کو آپ کی مرضی کے بغیر اٹھا کر نہیں لے جائیں گے اور ہاں اگر آپ کی مرضی ہوئی تو فہد مصطفی آج ساتھ لے کر جائے گا۔“ فہد انگلی سے وارن کرتے ہوئے احمد کے شولڈر کو آگے کی جانب پش کیا اور خود باہر نکل گیا تھا‘ احمد نے جلدی سے دروازہ لاک کیا اور رامین کی جانب زمین پر جھک کر بیٹھ گیا تھا۔

”تھینکس بنڈل آف تھینکس۔“

”کس بات کا؟“ وہ حیرت سے چونک کر احمد کو دیکھنے لگی۔

”فہد کا تمہارا نہیں۔“ تو وہ غصے سے اپنا منہ پھیر گئی‘ رامین بیڈ پر پیر لٹکائے بیٹھی تھی‘ احمد اس وقت گرے جینز اور فیروزی ٹی شرٹ میں دونوں گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتے ہوئے اس نے رامین کے دونوں ہاتھ تھام لئے تھے۔

”پلیز رامین!“ تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ چھڑاتے ہوئے اپنا چہرہ موڑ لیا تھا۔

"تم میری بات تو سنو۔" احمد نے اپنی نظریں اس کے چہرے پر گاڑ سی دی تھیں۔

"چھوڑو میرا ہاتھ احمد! تماشا مت بناؤ۔"

"اس بار تماشا تم نہیں میں بن جاؤں گا' تمہیں یہ اچھا لگے گا بولو رامین۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم' میں کچھ نہیں جانتی' بس تم یہاں سے چلے جاؤ۔" دروازے پر دھڑ دھڑ کی آواز آئی تھی۔

"دیکھو رامین! سب باہر تمہارے کزن کھڑے ہیں' تماشا مت بناؤ مجھے۔"

"تماشا تو تم نے مجھے بنا دیا ہے۔"

"تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں' جو کچھ بھی ہوں ابھی میں اپنے ماں اور باپ کے زیر سایہ ہوں' کیا ہوں کچھ بھی نہیں بالکل ہینڈی کیپ ہوں' وقت اور حالات نے مجھے میری ماں کے تابع کر دیا تھا' میں مانتا ہوں کہ میں ان کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تو آج بھی تم ان کی مرضی سے آئے ہو؟"

"آف کورس! کسی نے کوئی فورس نہیں کیا' میں نے کوئی احتجاج نہیں کیا' میں نے صرف اللہ سے دعا کی تھی کہ میں جسے چاہتا ہوں اے میرے رب! اسے میرا مقدر بنا دے' مما خود چل کر آئی ہیں' ہم سب کو حیرت ہے رامین! یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔"

"لیکن احمد! اب بہت دیر ہو گئی ہے' میں کسی سے کمیٹڈ ہوں' میں اپنا وعدہ نہیں توڑ سکتی' طٰہٰ ایک اچھا انسان ہے۔"

"آئی نو مگر وہ دو بچوں کا باپ بھی ہے۔"

"سو واٹ' میں یہاں پر بھی تو باپ بن کر اپنی بہنوں کو پال رہی ہوں' وہاں پر بھی میں دو بچوں کی دیکھ بھال کر سکتی ہوں۔" دروازہ پھر کسی نے زور سے کھٹکھٹایا تھا' احمد نے ایک نظر دروازے کی طرف دیکھا اور بولا۔

"دیکھو رامین!"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اب کچھ نہیں۔" وہ دروازہ کھولنے کیلئے اٹھی تھی کہ اس نے ایک جھٹکے سے اُسے پھر بٹھا دیا۔

"یہ دروازہ نہیں کھلے گا خواہ کوئی آ جائے۔"

"دیکھو احمد! دروازہ کھول دو۔"

"نو کبھی نہیں، پہلے میری بات کا جواب دو تبھی یہ دروازہ کھولوں گا، Do you merry me?"

"بکواس مت کرو احمد!" وہ رُخ موڑ کر بولی۔

"بولو رامین Do you merry me?"

"ہٹو احمد، چھوڑو میرے ہاتھ۔" اس نے بُرے طریقے سے اس کو دھکا دیا۔

"نہیں یہ میری بات کا جواب نہیں ہے، بولو تم مجھ سے شادی کرو گی؟"

"بکواس مت کرو احمد! بہت دیر ہو گئی ہے اب۔" تبھی دروازے پر پھر دستک ہوئی۔

"دیکھو احمد! پلیز دروازہ کھول دو۔"

"یہ دروازہ صبح تک نہیں کھلے گا پھر پتہ ہے کیا ہو گا۔" رامین خوف سے اسے دیکھنے لگی۔

"ان کا شور سن کر پھپھو آ جائیں گی، ان کے ماتھے پر پسینہ بہہ رہا ہو گا وہ گھبرا کر دروازہ ناک کریں گی کہ دروازہ کھولو، پتہ ہے پھر مما بھی آ جائیں گی وہ بھی دروازہ بجا ڈالیں گی کہ احمد دروازہ کھولو، اندر کیا ہورہا ہے۔"

"بکواس احمد بکواس۔" اس بار وہ اپنی ہنسی نہ روک سکی، احمد خود بھی ہنس رہا تھا، دروازے پر ٹک ٹک کی آواز جاری تھی۔

"دیکھو! آخری بار پوچھ رہاہوں Will you merry me? "

"نو I will not merry you."

"پلیز، پلیز Will you merry me? "

تو اس نے جواب میں سر ہلایا تھا کہ "نو۔"

"اوکے تو یہ دروازہ بند رہے گا' ٹھیک ہے۔"

"دیکھو احمد! ایسا مت کرو۔" وہ پھر اٹھی تو اس نے پھر اسے دھکا دیا وہ بیڈ پر گر گئی۔

"دیکھ لی تم نے اپنی طاقت' دھان پان سی تو ہو اور احمد سے ٹکر لینے چلی ہو' شرافت سے بات کررہا ہوں ناں اس لیے' فہد کی طرح اگر میں بے ہیو کرتا تو تمہیں پتہ چلتا۔"

"دیکھو احمد! چابی دو مجھے۔" اس نے احمد کی جیب سے چابی نکالنے کی کوشش کی تھی۔

"اچھا' چار دن میں تم یہ ہنر بھی سیکھ گئیں۔" اس نے جیب سے چابی کو مٹھی میں دبا لیا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے یہ چابی میری مٹھی میں بند ہے تم کھول کر نکال لو اور دروازہ کھول لو ورنہ میری بات مان لو۔" تو وہ برے طریقے سے اس کی مٹھی پر زورآزمائی کرنے لگی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دیکھو احمد! سیدھی طرح سے دے دو ورنہ میں دوسرا طریقہ بھی جانتی ہوں۔"

"اور میں بھی ہر بات کا جواب دینا جانتا ہوں' Try again" اس نے اپنا ہاتھ پھر آگے کیا تو وہ باوجود کوشش کے احمد کی بند مٹھی نہ کھول سکی' دروازہ مسلسل بج رہا تھا۔

"دیکھو احمد! تم یہ اچھا نہیں کر رہے۔" اس نے گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھا۔

"سب کیا کہیں گے؟" وہ مٹھی کھولتے ہوئے بولی۔

"سب کی اپنی اپنی رائے ہو گی پوچھ کر بتائیں گے۔"

"بکواس مت کرو اور دروازہ کھولو۔" اس نے احمد کی کلائی تھام کر جھک کر اپنے دانت اس کی ہتھیلی پر گاڑے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کٹ کھنی بلی پنجے تو مارتی تھی آج دانت سے بھی کاٹنے لگی۔" احمد نے زور سے اس کے بازو پر چٹکی لی تو وہ ایک دم دور ہو گئی' بے بسی سے وہ گھبرا کر کونے میں کھڑی ہو گئی تھی تبھی دروازہ پھر پلان کے مطابق کھٹکھٹایا جا رہا تھا۔

"رامین! will you merry me آخری سوال ہے تم سے۔"

"پلیز احمد I will not mrry you." اس کے آنسو بے تحاشا بہنے لگے اور احمد نے اسے اپنے بازوئوں میں سمیٹ لیا تھا' مٹھی سے کھل کر چابی گر گئی تھی مگر وہ بے تحاشا روئے جا رہی تھی اتنا کہ اسے خود نہیں معلوم تھا کہ یہ آنسو خوشی کے ہیں یا دُکھ کے' احمد نے جھک کر زمین سے چابی اٹھائی اور رامین کے دوپٹے سے اس کا چہرہ پونچھتے ہوئے اس نے بہت پیار بھری مسکراہٹ اس کے چہرے پر ڈالی اور دروازہ کھول دیا تھا' کزنز کی یلغار ایک ساتھ گھستے گھستے بچی تھی' احمد کے چہرے کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ رامین مان گئی ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اس خوشی کے موقع پر مجھے کیا کرنا چاہیے عباد بھائی! اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو پھر پلٹ کر نہیں آئے گا' ایک منٹ میں ابھی گیا اور ابھی آتا ہوں' آپ جب تک میرا انتظار کیجیے گا۔"

"کہاں' کہاں فہد؟" عباد اس کی جانب بڑھا مگر وہ یہ جا وہ جا' وہ گھر سے نکل چکا تھا حریم نے چپکے سے خبر پہنچا دی تھی خالہ کو کہ رامین کو کوئی اعتراض نہیں تو انہوں نے کہا کہ اس کی خوشی میں' میں خوش ہوں اور اپنے آنسو پونچھ لیے۔

"بس عمیرہ! اب تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔" سعدیہ نے انہیں بہت وزدیدہ نظروں سے دیکھا تھا تو وہ چپ بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی تھیں۔

"پھر ہم کوئی رسم کرلیں خالہ!" حریم نے عمیرہ کے گلے میں بہت پیار سے بانہیں ڈال کر پوچھا تھا تو انہوں نے آنکھوں سے اپنی رضامندی دے دی۔

کوئی کہتا کہ آج رامین یہ سوٹ پہنے گی' بشریٰ اور راحمہ اپنی بات پر اَڑی ہوئی تھیں کہ نہیں ہم نے یہ سوٹ تیار کیا تھا آپی کے لئے' حریم کا کہنا تھا کہ بڑی ممی ہم تو یہ سوٹ بوتیک سے آج خاص رامین کے لئے لائے تھے۔

"پہلی بار تو مما نے کسی کے لئے ڈھنگ کا سوٹ خریدا ہے وہ بھی احمد بھائی کی پسند کا۔" کرن بولی اور باکس کھول کر سب کے سامنے سوٹ پھیلا دیا تھا۔

"وائو... رامین! بس فٹافٹ ہو جائو تیار' نانو کہہ رہی ہیں کہ اسے تیار کروا کر نیچے لے کر آئو۔"

"خدایا... اتنا بھاری لباس پہن کر میں نیچے جائوں گی سب کے سامنے' ہوش میں تو ہو تم لوگ۔" رامین بولی۔

"آپی! تاکہ سب آپ کو دیکھ کر بے ہوش ہو جائیں۔" ندیم پاس آ کر بولا تو وہ بھی اپنی ہنسی نہ روک سکی' نیچے کمرے میں فہد بول رہا تھا۔

"بس پھپھو! اب کچھ نہیں ہو سکتا' میں قاضی لے کر آیا ہوں اور رامین ہمارے ساتھ جائے گی۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" عمیرہ سن کر گھبرا سی گئیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔فہد ہمیشہ خوشی یا غصہ ہو ایسے ہی سرپرائز دینے والوں میں سے تھا' سب اس کی اس حرکت پر ہنسے جارہے تھے۔

"یار فہد! یہ تم کہاں سے پکڑ کر لائے مولوی؟"

"لو پھپھو کی گلی کے نکڑ پر ہی مسجد کے بورڈ پر لکھا ہے کہ نکاح خواں سے نکاح پڑھوا لیجیے' بس میں نے آئو دیکھا نہ تائو اٹھا لایا بڑے میاں کو کہ چلو' بس عباد بھائی! نہ بابا کو اعتراض ہے نہ مما کو' بس ختم کریں یہ کھیل' آپ میری مما کو نہیں جانتے بس دیر نہ کریں عباد بھائی' بابا خوش ہیں اور بڑے پاپا بھی کچھ نہیں بول رہے اور پھپھو کے رونے سے کیا ہوتا ہے آج نہیں تو کل یہ ہونا ہے ورنہ پھپھو تو پڑ جائیں گی نناوے کے چکر میں' نہ نو من تیل

ہو گا نہ رادھا ناچے گی‘ دادو یہی کہتی ہیں لہٰذا فٹافٹ میرے بھائی جو کچھ کرنا ہے کر لے پتہ نہیں مما پر کس بات کا جادو چل گیا ہے۔“

”فہد! چپ چھوٹی چچی آ رہی ہیں ورنہ ابھی ٹھیک ٹھیک نشانے پر فائرنگ شروع۔“

”نہیں یار! مائی مما از گریٹ‘ بس جلدی کریں۔“ پھر کیا تھا ایک ہی لمحے میں اِدھر سے اُدھر بھاگ دوڑ مچ گئی‘ رامین کو تو اس سب کی خبر بھی نہیں تھی وہ تو ڈریس اَپ اس لئے ہوئی تھی کہ نیچے سب انتظار کر رہے ہیں‘ دروازے پر تھوڑی سی آہٹ ہوئی تو سجاد مصطفی‘ عباد اور فہد قاضی کے ساتھ اندر آئے تھے‘ رامین کے پیروں سے تو جان ہی نکل گئی‘ وہ بیڈ پر دوبارہ بیٹھ گئی‘ سجاد مصطفی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا اس کی آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی سی لگ گئی۔

”بس بس۔“ حریم اس کے آنسو پونچھ رہی تھی‘ قاضی جھک کر اس سے پوچھ رہا تھا۔

”احمد مصطفی ولد منظور مصطفی بہ عوض سکہ رائج الوقت...“ قاضی جھک کر پوچھ رہا تھا‘ وہ کیا کہہ رہا تھا اس کے کان میں ساری آوازیں سائیں سائیں کرنے لگیں۔

”بولو بیٹی بولو۔“ سجاد مصطفی بہت پیار سے بولے تو اس نے اجازت دے دی لیکن عمیرہ نیچے بے تحاشا روئے جا رہی تھیں۔

”کچھ نہیں ہو گا عمیرہ! تم کیوں اتنی خوفزدہ ہو اظہر الدین سے‘ اتنی چھوٹی چھوٹی بچیاں تھیں جب وہ انہیں چھوڑ کر چلا گیا تب اسے ہوش نہ آیا‘ اب کیا ذمے داری وہ اٹھائے گا‘ وہ تو مہینہ مہینہ بھر تمہیں پلٹ کر نہیں پوچھتا اور جب بھی آتا ہے ایک نیا ایشو اور پرابلم لے کر آتا ہے‘ جو ہو گا تم فیس کرلینا اب وہ تمہارا کیا کر سکتا ہے‘ مت ڈرو۔“ عذرا بولیں۔

”لیکن پھر بھی اماں! ہمارے کچھ ارمان اور کچھ خواب تھے۔“

''ہاں تو پورے کر لینا' ابھی راحمہ اوربشریٰ ہیں یہ ہماری تھی ہم اسے لے کر جا رہے ہیں ' اس میں اتنا رونے کی کیا بات ہے' کیا ا س سے پہلے وہ کبھی نہیں گئی۔'' نور بی بی نے بہت پیار سے عمیرہ کو تسلی دی تھی۔

''ارے میں تو کہتی ہوں عمیرہ! تم چلو ہمارے ساتھ'کیا کرو گی تم یہاں رات اکیلے رہ کر۔'' عذرا بولیں تو پہلی بار فراخ دلی سے سعدیہ نے بہت سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''ہاں عمیرہ! تم ہمارے ساتھ چلو۔'' تو سب نے انہیں بہت چونک کر دیکھا تھا کہ سعدیہ کتنی تبدیل ہو چکی ہیں۔تب عمیرہ کچھ سوچتے ہوئے اٹھیں اور بہت دیر کے بعد اسٹور سے نکل کر آئی تھیں۔

''کیا کررہی تھیں آپا! آپ کہاں چلی گئی تھیں؟'' عمیرہ اپنے چہرے سے پسینہ پونچھ رہی تھیں۔

''بیٹی کی ماں تھی میں' رامین پانچ سال کی تھی تو میں نے ہر سالگرہ پر ہمیشہ ایک سونے کا سکہ خرید کر ڈالتی رہی اب جب بات چلی تو میں خاموشی سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہ بنوا کر لائی ہوں رامین کی پسند کا ہے' اس نے بڑی محنت کی ہے اس گھر کے لئے' دس سال سے وہ اظہر الدین کی ذمے داری اٹھا رہی ہے۔'' انہوں نے جیولری بکس سب کے سامنے کھول کر رکھ دیا تھا۔

''ہیں خالہ! یہ سیٹ...'' حریم کا منہ تو کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''اتنا بھاری سیٹ۔''

''پورے 20 تولے کا ہے۔''

''پھپھو! پتہ ہے یہ اب کتنے کا ہے۔'' نورین اچھل کر بولی۔

''دیکھنا اماں!'' فائزہ نے سیٹ کھول کر ماں کے سامنے رکھ دیا۔

''عمیرہ! تم تو بہت عقلمند نکلیں۔'' نور بی بی بے حد خوش نظر آ رہی تھیں۔

''بس کیا کرتی اماں! وقت اور حالات کیسے تھے گزر اوقات کرتی رہی مگر کچھ نہ کچھ بچا کر پورے سال میں' میں ایک تولہ تو کر ہی لیتی تھی۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کمال کیا آپا آپ نے' میں نے تو ردا اور گڑیا کے لئے کچھ بھی جمع نہیں کیا' کاش ایسی ہر ماں ہو جائے' بڑا سیف طریقہ تھا آپ کا' آپا آپ کو پتہ ہے کتنا مہنگا ہو گیا ہے سونا' 38ہزار سے اوپر جا رہا ہے' رامین تو بہت لکی ہے۔" فائزہ بولی تھیں تو عمیرہ بولیں۔

"کہتی تھی کہ کچھ نہیں لے کر جاؤں گی وہاں کپڑے بھی لے جانے کے لئے تیار نہیں تھی تو میں نے سوچا چلو کہ اس کا نصیب سب اسی کو دے دوں۔" سب کو سیٹ بہت پسند آیا تھا' شلوار اور قمیض فیروزی اور بلیو کنٹراس میں سب کو بے حد پسند آیا تھا اور جب رامین نے وہ سونے کا سیٹ پہنا تو اچانک نجانے کہاں سے اس کے چہرے پر اتنا نور اتر آیا کہ ہر شخص اس کو دیکھے جا رہا تھا' بے حد حسین دکھائی دے رہی تھی وہ۔

"آپا! ایک نظر آ کر دیکھ تو لیں رامین کو' کتنی پیاری لگ رہی ہے۔"

"لے جائو تم اسے' میرے دل میں اتنی طاقت نہیں کہ میں اسے دیکھ سکوں۔" رامین ان کے دروازے پر کھڑی تھی تب وہ سعدیہ سے مخاطب ہو کر بولی تھیں۔

"بس لے جائو بھابی اسے میرے سامنے سے لے جائو۔" اور وہ پھُوٹ پھُوٹ کر خوب روئی تھیں' سب نے جلدی سے رامین کو ہٹا دیا تھا وہاں سے تاکہ رامین یہ منظرنہ دیکھ سکے کہ عمیرہ رو رہی ہیں۔

کتنی گاڑیاں آگے پیچھے تھیں سبھی اسے نور محل لے کر جا رہے تھے تبھی عباد کی گاڑی سے حریم اترتی ہوئی فہد کی کار تک آئی تھی۔

"کیا ہے فہد! تھوڑا سا تو ٹائم دو ہمیں تاکہ ہم کمرا تو سیٹ کر لیں' تم اپنی کار آہستہ چلانا۔"

"او آئی سی۔" فہد ہنس کر بولا' حریم بہت غصے سے پلٹ کر اپنی کار میں بیٹھ گئی تھی کیونکہ فہد بار بار ہارن دے رہا تھا تاکہ وہ سب سے آگے نکل جائے' پھر نجانے کیا ہوا کہ فہد نیچے آیا اور اسٹیئرنگ احمد کو تھما دیا تھا۔

"ہمارے گھر کی خواتین کا یہ اصرار ہے کہ آپ جہاں چاہیں انہیں لے جائیں مگر دو گھنٹے تک گھر مت آیئے گا۔"

"ارے کیا کہہ رہے ہو میرے بھائی' میں کہاں جائوں گا دو گھنٹے کے لئے وہ بھی اس حالت میں۔" اس نے ایک نظر بنی سنوری رامین پر ڈالی۔

"آپ بھی حد کرتے ہیں احمد بھائی! سمجھائیں عباد بھائی انہیں۔" وہ جھک کر عباد سے بولا۔

"کیا مسئلہ ہے احمد!" عباد اپنی گاڑی سے اتر کر آیا' فہد ہنس ہنس کر اسے بتا رہا تھا کہ حریم کیا چاہ رہی ہے۔

"نو پرابلم... احمد! لے جائو اسے لمبی ڈرائیو پر' آجانا دو ڈھائی بجے ورنہ ویسے ہی یہ سارے کزنز تیری ریڑھ لگا دیں گے' جیسا میرے ساتھ کیا تھا۔" اور پلٹ کر حریم کی جانب دیکھا تو وہ ہنس کر رُخ موڑ گئی تھی۔

"چلیں چلیں اب دیر نہ کریں۔" فہد' ندیم کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔

"کہاں جا رہے ہیں احمد! کیا کر رہے ہو' فضول بات فہد نے کہا اور تم نے مان لیا' ٹائم دیکھو ایک بج رہا ہے۔"

"یہی تو ٹھیک ٹائم ہے۔"

"جی نہیں اس حلیے میں اتنی رات کو باہر نہیں رہ سکتی' تم مجھے ڈراپ کر دو اور جائو۔"

"میں تو تمہارے بغیر سانس بھی نہیں لے سکتا تو گھر کیسے جائوں گا' اب تو تم تمام عمر کے لئے میرے ساتھ باندھ دی گئی ہو۔" وہ شرارت سے ہنسا۔

"جی نہیں' تم نے خود گھٹنے ٹیکے تھے میرے سامنے۔"

"وہ... وہ تو کسی فلم کا سین تھا جو میں کررہا تھا' اصل میں احمد کچھ اور ہے۔"

"بس احمد بس گاڑی کو گھر کی طرف موڑو ورنہ میں ماموں کو فون کر دوں گی۔"

"تمہارے پاس اس وقت تمہارا پرس نہیں ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس نے اپنے بائیں جانب دیکھا تو اس وقت چھوٹا سا گولڈن پرس اس کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا' احمد نے زور دار بریک لگایا تو وہ سیٹ پر اچھلی تھی۔

"کیا کرتے ہو احمد تم!"

"صرف میری طرف دیکھو' باہر کیوں دیکھ رہی تھیں۔" تو رامین کو اس کی اس حرکت پر ہنسی آ گئی تھی۔

"بس میری طرف یونہی دیکھتی رہنا ورنہ گاڑی کو ٹکرا دوں گا۔"

"کیوں کیا بہت خاص لگ رہے ہو تم آج۔"

"تم آج بہت اچھی لگ رہی ہو۔" وہ بہت شوخ لہجے میں بولا تو وہ شرما کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تمہیں پتہ ہے احمد! مجھے فضول باتیں بالکل پسند نہیں۔" وہ جھینپی جھینپی ہنسی تھی۔

"اچھا تو یہ تمہیں میری باتیں فضول لگ رہی ہیں' گھر چلو آج میں تمہیں بتاتا ہوں۔"

"احمد' احمد کیا کررہے ہو تم۔" گاڑی کو اس نے پھر بریک لگائے تھے۔

"بولنا مت تم مجھ سے اس وقت' میں خوشی سے آئوٹ آف کنٹرول ہو چکا ہوں' سمجھیں۔" اس کی شریر آنکھوں میں اس وقت ستارے جگمگا اٹھے تھے' نجانے اس کی آنکھوں کا کیسا عکس تھا کہ رامین کا چہرہ بلش کرنے لگا' اسٹیئرنگ چھوڑ کر اس نے ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھاما تھا اس لمحے وہ لرز کر رہ گئی تھی' چند قدم کے فاصلے پر اس نے گاڑی روک دی تو وہ اپنے خیالوں کی دنیا سے چونک پڑی تھی' ابھی تک وہ خود بھی بے یقین سی تھی۔

"احمد کا یہ حسین ساتھ کہیں خواب تو نہیں۔" وہ بار بار خود کو اور احمد کو محسوس کررہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

''کیا ہوا' کہاں ہو تم...'' احمد نے جیسے اُسے جھنجھوڑ ڈالا ہو' آسمان سے ٹھنڈی ٹھنڈی پھوار برسی' اس کی مدھ بھری آواز میں وہ رات کی برستی ہوئی شبنم کی کھنک پھولوں کا ایک قطرہ برسا تو ہونٹ کھلے تو اس نے آنکھ بھر کر احمد کو دیکھا اور بولی۔

''احمد...!'' اس کی نظروں کا زاویہ کچھ ایسا تھا کہ احمد اس کے دل کو چھو کر گزر گیا' بایاں ہاتھ احمد کا رینگتا ہوا اس کے کندھے تک آیا تھا وہ احمد کے بازو میں سمٹ گئی' احمد کی آنکھیں اس کے جھکے ہوئے چہرے کو چوم رہی تھیں تبھی ویٹر نے کھٹ کھٹ کر کے انہیں اس طلسم سے جگا دیا تھا تب احمد بولا تھا۔

''صرف ایک کپ آئس کریم۔'' وہ شرم سے منہ موڑے دوسری طرف دیکھ رہی تھی' احمد اتر کر گاڑی سے نیچے آیا تھا اور اس کی جانب کا اس نے دروازہ کھول دیا تو اس نے خود کو سمیٹ کر دونوں پیر زمین پر رکھ دیئے اور احمد کا ہاتھ تھام کر وہ کھڑی ہو گئی تھی' رات کا پہر تھا ہوائیں شوخ ہو گئی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھیں' بار بار ہوائیں اس کے بالوں کی لٹوں کو اس کے چہرے پر بکھیر دیتیں، جنہیں احمد ہاتھ میں پکڑے ہوئے پھول کی ٹہنی سے ہٹا رہا تھا' ایک شریر سی لٹ آکر اس کے بھیگے ہوئے ہونٹوں پر چپک گئی تھی تو احمد نے اسے پھول سے ہٹا دیا تھا۔

''احمد!'' اس کی آواز پر چونک کر دیکھا تو آئسکریم والا کپ لئے کھڑا تھا' آئس کریم تھام کر احمد نے پھر اس جانب دیکھا تو وہ نجانے کہاں دور سمندر کے اندھیروں میں نجانے کیا دیکھ رہی تھی' چمچے میں آئسکریم بھر کر اس کے ہونٹوں سے جونہی لگائی وہ اپنی دنیا میں واپس لوٹ آئی۔

''کیا ہوا رامین! تم کیا سوچ رہی ہو؟''

''کچھ نہیں۔''

''مجھے یوں لگ رہا ہے مجھ سے قریب ہوتے ہوئے بھی بہت دور ہو تم اس وقت' کیا بات ہے مجھے کیوں ایسا فیل ہو رہا ہے کہ تم کچھ کہنا چاہتی ہو۔''
اس نے آئسکریم چمچے سے پھر اس کے ہونٹوں سے لگا دی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کوئی خاص نہیں۔" وہ آئسکریم نگل کر بولی۔

"تو مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے۔" اس نے آئسکریم کا کپ گاڑی پر رکھ دیا' وہ بے حد نروس تھی اور بار بار اپنے دوپٹے کو خود سے لپیٹے جا رہی تھی۔

"ہمیں خود ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ ہماری زندگی میں ایک رات ایسی بھی آئی ہے کہ تم مجھ سے اتنی قریب ہو' دیکھو رامین! کتنا خوبصورت آج یہ رات کا پہر ہے اور چاند کی کرنیں سمندر کی لہروں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں' دیکھو یہ سیاہ بادلوں میں ڈولتا ہوا چاند کیا تمہارے دل کے اندر شور نہیں مچا رہا' یہ سمندر کی لہروں کا شور کیا تمہارے احساسات کو ہمارے لئے جگا نہیں رہا۔"

"پتہ نہیں احمد! ایک عجیب سی کیفیت ہے۔" احمد نے جھک کر اس کے کانوں کے ہلتے ہوئے آویزوں کو چھوا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہ رات کی سنہری کرنوں میں بہت خوبصورت لگ رہے ہیں۔" پھر احمد کی دو انگلیاں بھٹکتی ہوئی اس کے گلے تک آئی تھیں وہ شرم سے سمٹ گئی تو وہ شوخ نظروں سے اسے دیکھتا ہوا بولا تھا۔

"تمہاری آنکھوں کا تھوڑا کاجل پھیل گیا ہے۔"

"کاجل تو میں نے لگایا ہی نہیں۔" وہ جلدی سے چونک کر بولی۔

"سیاہ رات کے بادل میں
جھک کر تجھ کو چھوا ہو جیسے
تیری شرم سے مخمور جھکی آنکھوں میں
چمکتی ہوئی افشاں بکھر گئی ہو جیسے
تیرے ہونٹوں کی نرماہٹ میں
میری روح کی تماحت اتر آئی ہے
زندگی آج میری تیری بانہوں میں سمٹ آئی ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

شوخ چنچل سی ہوائوں میں

تیرے ہونٹوں کی ہنسی

فضائوں میں دور تک گنگناتی ہے

فضائیں گنگناتی ہیں خوش نصیبی پر میری“

”بس احمد بس، پھر تم آئوٹ ہورہے ہو۔“ وہ احمد کی شوخ نظروں سے بچنے کی کوشش کرنے لگی۔

”چہرہ چھپا لینے سے آج تم مجھ سے بچ تو نہیں سکتیں۔“ بہت شوخی سے اس نے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑ لیا تھا۔

”چلیں احمد! گھر والے کیاکہتے ہوں گے کہ ہم کہاں چلے گئے؟“

”آج کی رات ہماری رات ہے کوئی کچھ نہیں کہے گا۔“ احمد ہنسا۔

”بکواس“۔رامین نے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر مارے تھے۔

”آہ... میں مری۔“ احمد نے اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے تھام لیے تھے۔

”ایک سیکنڈ میں ساری اکڑ فوں نکال دوں گا اگر زیادہ تم نے مجھ سے...“

”تو تم کیوں اتنے رومانٹک ہو رہے ہو، کیا ہو گیا ہے تمہیں؟“

”اچھا تمہیں پتہ ہی نہیں کہ مجھے کیا ہو گیا ہے، اچھا گھر چلو پھر بتاتا ہوں۔“

”اچھا اچھا سوری احمد سوری۔“ وہ ہنس کر اس کا بازو تھام کر جھول گئی تھی تو احمد نے فرطِ محبت سے اس کا ماتھا چوم لیا تھا۔

”احمد! مجھے اتنا مت چاہنا پھر میں ایک پل تم سے دور نہ جا سکوں گی۔“

”میں خود تم سے دور نہیں رہ سکتا۔“ پھر وہ پلٹ کر سامنے آئی تھی۔

”احمد! یہ سب کیسے ہوا؟“ احمد نے اس کے ہونٹوں پر اپنی انگلی رکھ دی اور بولا۔

”بس آج کے دن تم اور میں باقی کوئی اور بات نہیں۔“ احمد نے روٹھے ہوئے انداز میں اسے سمیٹ لیا تو وہ گھبرا کر بولی۔

”احمد! دور کھڑے ہوئے لوگ اسی طرف دیکھ رہے ہیں۔“

"سو واٹ! دیکھ رہے ہیں، تم میری بیوی ہو میری مرضی جو چاہے کروں۔"

"جی جناب! یہ پبلک پلیس ہے یہ عشق جھاڑنے کی جگہ نہیں، چلیں جناب بس بہت ہو گیا۔"

"کہاں..." اس نے گاڑی کا دروازہ کھول لیا تھا۔

"چلیں احمد چلیں۔" وہ اندر بیٹھتے ہوئے بولی تھی۔

"تھوڑی دیر اور یہیں وقت گزار لیتے ہیں، حری مجھے خود فون کرے گی۔"

"کیا، کیا حری فون کرے گی، وہ کیوں؟"

"بھئی اچانک پروگرام میں ایسا ہی کچھ ہوتا ہے، وہ تو عباد بھائی تمام مراحل سے گزر چکے ہیں اسی لئے انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ گھر کی خواتین کو تھوڑا وقت چاہیے میرا بیڈروم سیٹ کرنے کے لئے، سو میں چلا آیا۔"

"لیکن احمد! بہت دیر ہو چکی ہے۔" اس نے احمد کا ہاتھ تھام کر گھڑی کا ٹائم دیکھا تھا۔

"چلو احمد! چار بج رہے ہیں۔"

"رامین! مجھے تو وقت کا اندازہ نہیں ہوا بس یوں لگ رہا ہے کہ میں تمام عمر تمہیں یونہی دیکھتا رہوں اور وقت یونہی گزر جائے پھر پلٹ کر نہ کبھی شام آئے میری زندگی یونہی گزر جائے۔"

"احمد! تم پھر بہکنے لگے، چلو اب میں تم سے اب کوئی بات نہیں کروں گی۔" تو احمد نے ہنس کر گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔وہ گھر بہت لیٹ پہنچے تھے لیکن نور محل میں تمام کزنز ابھی تک جاگ رہے تھے، پول سائیڈ پر بڑا ہنگامہ تھا، کیک، مٹھائیاں اور ڈھیروں چیزیں زوہیر، ندیم نے لا کر اکٹھی کی ہوئی تھیں، جونہی رامین اور احمد گاڑی سے اترے ہر طرف سے پھولوں کی بارش اور فہد نے اس خوشی میں تڑاتڑ کئی فائر کئے تھے، عباد فوراً آواز سن کر باہر آیا تھا۔

"یار فہد! تم اتنے غیر ذمے دار ہو سکتے ہو کہ اس وقت تم فائر کرو گے، دادو، پاپا لوگ سب سونے چلے گئے ہیں۔"

"سوری عباد بھائی سوری' میں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور احمد بھائی کی خوشی سیلیبریٹ تو کرنی تھی ناں۔" اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"احمد بھائی ادھر' احمد بھائی ادھر۔" ہر طرف ان کے لئے خوشی اور محبتوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور رامین بڑے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے ان کی طرف جا رہی تھی' انہوں نے فضا میں افشاں بھرا فوم بکھیر دیا تھا۔

رات سبھی کافی دیر تک جاگے تھے کہ اچانک گیارہ بجے عمیرہ' فائزہ نور محل میں رامین کو لینے آئی تھیں' یوں لگا سب ایک ساتھ جاگ اٹھے ہوں' سعدیہ ابھی نیند سے بیدار ہوئی تھیں کہ انہیں اطلاع مل گئی کہ سب آ چکے ہیں' آج رامین کا سسرال میں پہلا دن تھا۔

......☆☆☆......

ہوائیں بہت تیز چل رہی تھیں سمندری شوریدہ لہریں بڑھتی چلی آ رہی تھیں تیز ہواؤں کے جھکڑ درختوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے بادلوں نے

سورج کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا' وقت دوپہر کا تھا مگر یوں لگ رہا تھا کہ جیسے صبح کا دھندلکا ہو جیسے ہلکی ہلکی پھوار زمین کو چھونے لگی تو سرسبز "شبیر ولاز" میں کیاریوں میں لگے ہوئے پودوں میں موتیوں کی پھوار گری ہو' تبھی بہت تیزی سے اترتی ہوئی زینے سے شیزرے لان میں آئی تھی' سامنے نظر پڑی تو حفصیٰ نجانے کب سے بیٹھی رو رہی تھی نظر پڑتے ہی وہ آنسو پونچھتی ہوئی تیزی سے اوپر کی جانب بڑھی تو شیزرے نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا تو وہ رخ موڑ کر آنسو پونچھنے لگی۔

"حفصیٰ! اس میں میرا کیا قصور ہے' کوئی بھی میری بات سمجھنے کی کوشش نہیں کررہا' میں سب جانتی ہوں حفصیٰ کہ محبت پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا۔" شیزرے خان بہت پیار بھرے لہجے میں بولی تو وہ ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی تھی۔

"جو کچھ ہو رہا ہے یہ تو تمہارا نصیب ہے اور خاندانی فیصلہ بھی۔" یہ کہہ کر وہ ہاتھ چھڑانے لگی تو شیزرے رستہ گھیر کر کھڑی ہو گئی۔

"دیکھو حفصیٰ! اچھا ہوا تم مجھے یہاں مل گئیں، میں تمہاری خاطر یہ خاندانی روایت توڑ دوں گی خواہ اس کے لئے مجھے ایک بار پھر فاطمہ بن جانا پڑے لیکن میں تمہاری خوشی نہیں چھین سکتی، حفصیٰ، شعیب تمہارا تھا اور تمہارا رہے گا، یہ بابا اور تائی جان کی سوچ ہے میری سوچ ہرگز نہیں ہے اور رہا یہ کہ بابا نے فہد کو نوٹس بھیجا ہے کہ وہ ڈائیورس دے تو میں اُسے ایسا نہیں کرنے دوں گی، وہ بھی میرے جیسا ہے۔" وہ بڑے ہمدردانہ لہجے میں بولی۔

"نہیں شیزرے! اس کی سزا تمہیں بہت لمبی کاٹنی پڑی، فاطمہ پھپھو کی زندگی ہمارے سامنے ہے، تمہیں خود سے دور کر دیں گے، نہیں شیزرے نہیں، اتنی بڑی میں تم سے قربانی نہیں لے سکتی۔"

"اور میں پھپھو کی آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتی اور تمہارا یہ بھیگا ہوا چہرہ..." اس نے حفصیٰ کا ماتھا پیار سے چوم لیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دکھ تو ہمیں اس بات کا ہے شیزرے کہ شعیب کیسا چپ ہو کر بیٹھ گیا، ظاہر ہے اسے اتنی بڑی پراپرٹی تمہارے ذریعے مل جائے گی۔" حفصیٰ بولی تھی اور اپنا ہاتھ چھڑا کر اوپر چلی گئی تو بجھے بجھے قدموں سے شیزرے چلتی ہوئی لان کی طرف آ کر بیٹھ گئی تھی جہاں بند پنجروں میں پرندے شور مچا رہے تھے، ہرنی بار بار اپنے بچوں کے ساتھ چھلانگیں لگا رہی تھی، دور تک پھیلی ہوئی ہریالی و سبزے پر نجانے کتنے پرندے اتر کر پڑے ہوئے دانے چن رہے تھے، ہارن کی آواز آئی تو سارے پرندے اڑ گئے، شیزرے نے چونک کر دیکھا تھا۔

"یہاں سب کچھ ہے مگر آزادی نہیں، اتنا پڑھا لکھا ہے میرا باپ، کتنی بے رحمی سے اس نے میرا رشتہ شعیب سے جوڑ دیا، کیا کروں گی میں اتنی دولت کا، کیا میں اُس کے بغیر جی سکوں گی۔" سامنے سے شعیب آتا ہوا نظر آیا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" آتے ہی اس نے پوچھا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا کر رہی ہو یہاں؟" اس نے اردگرد نظر ڈالی، کئی مالی درختوں کی کٹائی اور صفائی پر لگے ہوئے تھے، سامنے سے ڈرائیور باورچی کو لائی ہوئی اشیاء تھما رہا تھا، آہستہ سے شعیب نے چاروں طرف گردن موڑ کر شیزرے کی طرف دیکھا تھا جو مالی سے پھولوں کی ٹہنیاں تھام رہی تھی۔

"میں نے کہا ناں شیزرے! تم اوپر جائو اس طرح سے تم کیوں اتر کر نیچے آ جاتی ہو، مجھے یہ سب پسند نہیں، یہاں آنے کا ایک وقت ہوتا ہے، شاید ہماری فیملی کے آداب آپ نہیں جانتیں، ہم تہذیب یافتہ ہیں مگر ایک حد تک..." اس نے شیزرے پر ایک ایسی نظر ڈالی کہ شیزرے نے پلٹ کر بہت غصے سے اسے دیکھا تھا۔

"اوپر چلو" وہ آگے بڑھتا ہوا چلا گیا، شیزرے کے پائوں من من بھاری ہو گئے، اسے لگا وہ کسی چاہ یوسف میں تنہا کھڑی ہے، ہاتھ سے ٹہنیاں گر کر زمین پر بکھر گئی تھیں۔

"تو اتنا آسان نہیں ہے کہ شعیب ہماری بات سمجھ لے اور شاید ہمارے لئے یہ اب اتنا آسان نہیں رہا، فہد صحیح کہتا تھا کہ زندگی کا فیصلہ تمہیں خود کرنا ہے۔" اس نے جھک کر سارے پھولوں کو سمیٹا تھا، ایک نظر بلند و بالا عمارت کو دیکھتے ہوئے وہ باہر آئی تھی۔

"ڈرائیور! مجھے نور محل جانا ہے۔" ایک پل میں وہ شبیر حسن کا گھر چھوڑ آئی تھی۔

نور محل میں ایک ہنگامہ سا تھا، فائزہ پھپھو اور عمیرہ پھپھو رامین کو لینے آ گئی تھیں، ہر چیز سے بے خبر پھول تھامے ہوئے وہ باہر نکلی تو سب سے پہلے اندر وہ فہد سے ہی ٹکرائی تھی۔

"او... شیزرے خان..." فہد مسکرا کر اس کی طرف بڑھا تو وہ وہیں تھم سی گئی، سامنے فہد کو دیکھ کر یوں لگا کہ زندگی اس کے لئے بہت ساری آسانیاں لے کر آئی ہے۔

"چلو اچھا ہوا میں بھی یہ سوچ رہا تھا کہ اس خوشی کے موقع پر نور محل کی ساتویں شہزادی کیوں غائب ہے۔"

"کیوں کیا تمہیں مجھے دیکھ کر کوئی دکھ ہوا ہے۔" اس نے پلٹ کر فہد کی آنکھوں میں دیکھا تھا جہاں بہت بے قرار سی اداسیاں سمٹ آئی تھیں۔

"ایک تو شیزرے! تمہیں غلط فہمی بہت جلدی ہو جاتی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو' میں آج ساری غلط فہمی مٹا کر آئی ہوں مجھے صرف اور صرف تم سے ملنا تھا۔"

"اللہ رحم کرے اور وہ بھی شیزرے کو پڑ گئی۔" فہد بڑی بے رحمی سے مسکرایا تو وہ گہرا سانس لے کر سن کر خاموش رہ گئی۔

"فہد! بس ایک بار میرے کام آ جائو میں تمام عمر تمہارے سامنے سے چلی جائوں گی'تمہاری نظروں میں میری کوئی اوقات نہیں ہے میں سب جانتی ہوں۔"

"بکواس مت کرو' جو دل میں آتا ہے بولتی رہتی ہو' میں نے ایسا کب سوچا ہے۔" فہد نے اسے آگے بڑھنے کا راستہ دیا تو وہ وہیں تھم سی گئی' اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

"بابا تمہیں ڈائیورس کے پیپر بھیجیں گے وہ تمہیں مجبور بھی کریں گے کہ تم مجھے ڈائیورس دے دو۔"

"شعیب اچھا لڑکا ہے تم اس سے شادی کر لو خوش رہو گی' میں تمہیں ڈائیورس کے پیپرز پر سائن کر کے دے دوں گا۔" فہد مڑا تو اس نے جاتے ہوئے فہد کا پیچھے سے ہاتھ تھام لیا۔

"فہد! میری بات سنو' میں ایسا نہیں چاہتی ہوں۔"

"لیکن سب ایسا چاہتے ہیں' میری ماں اور شبیر حسن خان بھی' پھر شیزرے۔" اس نے بڑی گہری نظروں سے شیزرے کو دیکھا تو شیزرے نے بہت غور سے فہد کو دیکھا اور بولی۔

"لیکن فہد! تم کیا چاہتے ہو؟" تو فہد کا سر جھکا کا جھکا رہ گیا اور بہت دیر کے بعد بولا۔

"میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں' میں عزت کے اس مقام پر تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں جو تمہارا نصیب ہونا چاہیے۔"

"بس فہد! صرف تم یہ چاہتے ہو؟"

"ہاں شیزرے!" تو اس کے ہاتھ میں تھمے ہوئے سارے پھول بکھر کر زمین پر گر گئے تھے' فہد نے گرے ہوئے پھولوں کو اٹھا کر دوبارہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔

"انہیں اچھی طرح سنبھال کر رکھو جس کے لیے لائی ہو اس تک پہنچا دو۔" فہد بولا۔

"ایسا کوئی خاص نہیں فہد میری زندگی میں لیکن اتنا میں جانتی ہوں..."

"کیا جانتی ہو؟" فہد اس کے بہت قریب چلا آیا' اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"فہد! شعیب مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"سو واٹ..." فہد کے دل پر ایک گھونسا سا اس لمحے ضرور لگا تھا' فہد نے چونک کر اسے دیکھاکہ وہ کب سے اس کے لیے اتنی اہم ہو گئی' نجانے فہد اس لمحے گم ہو گیا۔

"کچھ سنا فہد! تم نے۔" تو حسب عادت وہ ہنس کر بولا۔

"تو کیا شعیب تمہیں پسند نہیں ہے؟ بہت ہینڈسم' اسمارٹ اور بہت اچھا انسان ہے۔"

"نہیں فہد! وہ اتنا اچھا انسان نہیں ہے۔" تو فہد چونک سا گیا۔

"فہد! حفصیٰ اسے بے حد چاہتی ہے' دونوں کی عنقریب شادی ہونے والی تھی اور اب میں حفصیٰ کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتی' اب وہ حفصیٰ

سے نہیں مجھ سے پیار کرنا چاہتا ہے لیکن فہد میں ایسا نہیں چاہتی' میں حفصیٰ کو اتنا بڑا دکھ نہیں دے سکتی' تھوڑی سی میری مدد کر دو صرف اور صرف تم ڈائیورس پیپر سائن مت کرنا فہد' میری طرف سے تمہیں اجازت ہے تم چاہو تو مجھے آزاد کر دو' میں پوری عمر اپنی گزار لوں گی مگر تم بابا کے بھیجے ہوئے پیپرز پر سائن نہیں کرو گے' دنیا کی کوئی طاقت تمہیں ایسا کرنے پر مجبور نہیں کرے گی۔"

"اوہو... آئی سی تو یہ پلان لے کر آپ نور محل میں آئی ہیں' میں پھول دیکھ کر تو کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا۔" وہ آنسو پونچھ کر پھر بولی تھی۔

"فہد! میں جو کہہ رہی ہوں تم سمجھ تو رہے ہو۔"

"دیکھو شیزرے! یہ اتنا آسان نہیں ہے تم ان لوگوں کی بات مان لو' میرے نام کا لیبل تمہیں کچھ نہیں دے سکے گا۔"

"میں کچھ نہیں جانتی فہد! تمہیں میرا مان رکھنا ہو گا میں نے حفصیٰ سے وعدہ کیا ہے کہ میں اس کے راستے سے ہٹ جاؤں گی' فہد کسی کی زندگی بچا لو'

وہ بہت ایموشنل لڑکی ہے کچھ بھی کر سکتی ہے شعیب کے لیے۔" تو فہد ایک لمحے کے لیے خاموش سا ہو گیا' پھر پلٹ کر وہ جب اندر آئی تو اسے اس نئی اور اہم خوشی کی اطلاع ملی تو وہ رامین سے لپٹ گئی تھی۔

"اتنی بڑی خوشی اور مجھ سے چھپائی گئی' یہ کیا بات ہوئی دادو!" فاطمہ جلدی سے اس کی جانب بڑھیں تو وہ فاطمہ سے لپٹ کر رونے لگی تھی۔

"کیا ہوا شیزرے! تم خوش تو ہو' کیا ہوا؟ بابا تو ٹھیک ہیں؟" اس نے سر ہلا دیا تھا کہ وہ ٹھیک ہیں' پھر وہ احمد کو دیکھ کر اس کی طرف مڑ گئی۔

"احمد بھائی!" وہ احمد کی طرف پلٹی تو سامنے نظر سعدیہ پر پڑی تو شیزرے خان کے دونوں ہاتھ لرز گئے اور ہاتھ میں تھامے ہوئے پھول ایک بار پھر زمین پر گر پڑے تھے' ندیم اور زوہیر کو کھلکھلا کر ہنسی آئی تو حریم اس کی جانب جلدی سے بڑھی تھی۔

"آؤ شیزرے آؤ' ہم سب ابھی تمہیں فون کرنے والے تھے۔"

"کیا ہوا؟" نور بی بی جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"شیزرے! تم رو رہی ہو۔" تو اس نے جلدی سے اپنا چہرہ موڑ لیا تھا' سب کی نظریں ایک ساتھ اٹھی تھیں' سعدیہ نے بھی پہلی بار بہت غور سے اس کی جانب نظر ڈالی اور جونہی فہد اندر آیا یہ منظر دیکھ کر وہ جلدی سے باہر نکل گیا تھا' دکھ اور ملال تو اسے بھی تھا' فہد نے بھی اپنا دل ٹٹول کر دیکھا تھا کہیں نہ کہیں چھپی ہوئی محبت اس کے اندر سسک رہی تھی' وہ اپنی بے بسی اور محبت کو کوئی نام نہیں دے سکتا تھا' وہ شدت کرب سے اپنے ہونٹ بھینچ کر جب باہر آیا تو کوئوں کے شور سے اس کا دل گھبرا سا گیا' اس کے دماغ میں سائیں سائیں کی آوازیں آ رہی تھیں' وہ اندر پلٹ کر گیا اور اپنی گن لے کر باہر آیا تھا فائر کی ایک آواز ہوئی اور کوے سارے اڑ گئے' شور ایک لمحے کے لئے بہت تیز ہوا تھا۔

"کیا ہوا؟" سب لوگ چونک کر باہر کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"کچھ نہیں' فہد بھائی نے درختوں پر شور مچاتے کوئوں پر فائر کیا تھا۔"

"مر گیا کوا؟" حریم چونک کربولی۔

"نہیں ہوائی فائر کیا تھا اس نے۔" عباد بولا۔

"پہلی بار شاید انہوں نے کسی کو معاف کردیا ہے۔" ندیم بولا تو شیزرے نے آنسو پونچھ کر ایک گہرا سانس لیا تھا۔رامین نے جھینپے جھینپے پلٹ کر احمد کی جانب دیکھا تو اس کے ہونٹوں کی شوخی کہیں غائب تھی' سب یہ بات جانتے تھے فہد اپنی بے بسی پر ایسا ہی ری ایکٹ کرتا ہے' شاید آج اسے شیزرے کی آنکھوں میں آنسو اچھے نہیں لگے یا دکھ سے کوئی لمحہ اس کے دل میں ٹوٹ گیا تھا تبھی اس نے اپنے اندر کی کتھارسس کو ایک شکل دی تھی' سب نے شیزرے کی دبے دبے لفظوں میں پذیرائی تو کی تھی' سعدیہ کے خوف سے کوئی بھی کھل کر اس کے قریب نہیں گیا تھا مگر ایک حریم تھی کہ وہ سعدیہ کو نظر انداز کر کے اس کے گلے سے لپٹ گئی تھی اور وہ بے تحاشا روئے جارہی تھی' فہد بے بسی سے درختوں کے نیچے پڑی ہوئی کرسی پر مسلسل سگریٹ پھونکے جا رہا تھا' محبت جوار بھاٹے کی طرح اپنے وقت کی شدت کو پہچان رہی تھی' جنونِ عشق کی تپش نے آج فہد کے دل کو جھنجھوڑ

کر رکھ دیا تھا' وہ کئی راتوں کے بعد اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ شیزرے کو خود سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے الگ کر دے گا' جس سے محبت کی جاتی ہے اسے مان دیا جاتا ہے' عزت اور پذیرائی دی جاتی ہے اسے دکھ اور آنسو نہیں دیئے جاتے ہر پل' نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے شیزرے کا دل توڑ دیا تھا لیکن محبت کی اس لو کو وہ بجھانے ییں ناکام ہو چکا تھا۔شعیب نے مل کر یہ بات اس پر واضح کردی تھی کہ "اگر ہم چاہیں بھی تو فہد کے نکاح میں شیزرے خان نہیں رہ سکتی' عزت' نام شبیر حسن خان کی وہ ساری محبت سب کچھ چھن جانے کے باوجود پھر بھی محفوظ نہیں رہ سکے گی۔" شعیب نے اس پر نیا ایک اور انکشاف کیا تھا۔

"فاطمہ پھپھو نے تمہارے ہاں چھپ کر زندگی اس لئے گزاری ہے کہ ہم لوگ اُن تک نہ پہنچ سکیں ورنہ وہ شیزرے کو لینے کے بعد فاطمہ پھپھو کو زندہ تو رہنے دیتے لیکن اکو سے اس کی زندگی چھین لیتے' وہ اپنوں کو تو نہیں مارتے مگر راستے میں آنے والوں کو ضرور ہٹا دیتے ہیں۔"

"او مین! اگر تو یہ سمجھ رہا ہے کہ میں ڈر کر ہٹ جائوں گا تو ایسا بالکل نہیں ہے لیکن شیزرے کے لیے میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔" اس نے ٹیبل پر گلاس رکھتے ہوئے شعیب کے شولڈر پر ایک زور کا گلاس مارا تھا' شعیب چونکا تو اس کی آنکھوں میں ہر رنگ بھاگتے ہوئے' چیختے ہوئے' کبھی پیر جل گیا تو وہ چیخ رہی تھی' پیر کچل گیا تو وہ غصے سے فہد کو بُرا بھلا بول رہی ہے' روٹھی ہوئی شیزرے کے سامنے وہ پلیٹ تھامے کھڑا ہے اور اب اس کے سامنے ایک ہینڈسم css کسٹم آفیسر شیزرے کا ہاتھ مانگ رہا ہے' اس کے ہونٹ ہلکے سے مسکرائے اور وہ مسکرا کر بولا۔

"چل یار! تو کیا یاد کرے گا ہ یہ دان تجھے میں اپنی مرضی سے دینے کو تیار ہوں' وہ ہے ہی اس قابل کہ اسے باپ کی محبت اور اس کا اسٹیٹس ملے اور وہ ڈری سہمی لڑکی اس معاشرے میں سر اٹھا کر چلے' شعیب

مجھے یہ اچھا لگے گا۔" وہ بہت فراخدلی سے اپنے دل میں چھپی ہوئی محبت کو لٹا رہا تھا۔

‘‘لیکن ایک بات، تم مجھے بیچ میں نہیں لاؤ گے۔’’ شعیب بولا تھا۔

‘‘دراصل میں خود ایسا نہیں چاہتا ہوں، یہ میری ماں اور میرے تایا چاہتے ہیں، یو نو فہد! فیملی میں چھوٹی موٹی باتیں تو ہوتی رہتی ہیں اور پھیلتی رہتی ہیں لیکن کبھی میرا اٹیچ منٹ حفصیٰ سے نہیں رہا، وہ صرف میری پھپھو کا خیال تھا اور اب جب سے شیزرے پلٹ کر آئی ہے تب سے میری ماں کا نظریہ بدل گیا ہے اور تایا کی خواہش بھی یہی ہے، تم میرے دوست ہو میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔’’ شعیب بہت اٹک اٹک کر بول رہا تھا۔

‘‘چل چل مجھ پرتڑی مت مار، میں موت سے نہیں ڈرتا اور یہ بات تم جانتے ہو لیکن میں پھر بھی ایسا کر دوں گا اور اگر شیزرے ایسا نہ چاہے تو...؟’’ وہ مسکرا کر بولا۔

‘‘تو ہم لوگ اپنی لڑکیوں کے پَر کتر دیتے ہیں، نہ اُڑ سکتی ہیں اور نہ بول سکتی ہیں۔’’ شعیب بے رحمی سے ہنسا تھا۔

‘‘تو تم لوگ اس حد تک ظالم ہو۔’’ فہد چونک کر بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

‘‘ظالم نہیں ہم اپنے رسم و رواج کے پابند ہیں، قبیلے دس قبیلے تک ہماری جنگ چلتی رہتی ہے۔’’

‘‘خیر جنگ اور ہتھیار سے مجھے مت ڈرائو، سیدھی سیدھی بات کرو۔’’

‘‘ہم یہ نہیں چاہتے کہ جب تم ڈائیورس کرو تو شیزرے کو پتہ چلے، تمہیں کورٹ سے پیپر ملیں گے تم سائن کر کے بھیج دینا،وہ خود ہی یہ سن کر چپ ہو جائے گی، ہماری عورتوں میں سر اٹھانے کی عادت نہیں ہوتی یہ بات ہم نے پہلے ہی دن اسے بتا دی ہے۔’’

‘‘کیا ہوا فہد؟’’ عباد اس کے قریب چلا آیا تو اس کی آنکھوں سے یہ ہوٹل کا منظر ایک لمحے میں اُڑ گیا۔

‘‘کچھ نہیں۔’’ وہ بہت گھبرا کر اٹھا تھا۔

‘‘کچھ تو ہے، کیا سوچ رہے ہو تم؟’’

‘‘کچھ نہیں، کچھ خاص نہیں۔’’ وہ مصنوعی ہنسی سے مسکرایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ شیزرے کیوں اتنا رو رہی ہے۔"

"اسے رونے کی عادت ہے۔"

"کب سے؟" عباد بہت گہری مسکراہٹ دبا کر بولا۔

"یہ میں اس سے پوچھ کر بتائوں گا۔" فہد ہلکی سی ہنسی ہنسا۔

"یہ فائرکس خوشی میں کیا گیا تھا' یہ شیزرے کی آمد پر یا کسی دکھ کا اظہار ہے۔"

"کامن سینس کی بات ہے عباد بھائی! اس خوشی کے موقع پر مجھے کوئوں کا شور اچھا نہیں لگ رہا تھا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"جی تو تمہارے اداس دل کی خبر سب کو پہنچ گئی۔" عباد اپنا ہاتھ ہلا کر بولا۔

"آپ حری کی باتوں میں بہت جلدی آ جاتے ہیں یہ آپ کی کمزوری ہے۔" وہ مسکرایا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہاں کیونکہ وہ شیزرے سے بہت ٹچی ہے اور بدنصیبی کہ وہ تمہاری کزن ہے شاید اسی لیے۔"

"نہیں نہیں عباد بھائی! دادو ایک لفظ کہتی ہیں اگر میں کہوں گا تو آپ بُرا مان جائیں گے۔" وہ ہنس کر بولا۔

"جورو کے غلام۔" اس نے ہنستے ہنستے اپنی سگریٹ پیروں تلے مسل دی تھی۔

"عباد بھائی! موسم کتنا خوبصورت ہو رہا ہے۔"

"جی میرے بھائی' عمان سے آنے والا طوفان صرف 370 کلومیٹر دور رہ گیا ہے کسی وقت بھی ہمیں ہٹ کر سکتا ہے۔"

"چھوڑیں عباد بھائی! یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ وہ ہٹ کرے گا یا ٹوپی پہنا کر ہم لوگوں کو گزر جائے گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"خیر یار! کچھ ہو نہ ہو میڈیا نے اودھم ضرور مچا دیا ہے۔" فہد بات کو بہت خوبصورتی سے پلٹ گیا تھا۔

"یہ شیزرے روتی ہوئی کیوں آئی ہے؟"

"میں کیا بتا سکتا ہوں عباد بھائی! یہ اس کی مرضی ہے وہ روئے یا ہنسے۔" فہد نے دوسری سگریٹ ہونٹوں سے لگا لی تھی۔

"اس کی مرضی... اب وہ بیوی ہے تمہاری۔"

"ہاں بیوی ہے ہماری' اب وہ رو کیوں رہی ہے یہ میں اس سے نہیں پوچھ سکتا۔"

"چلو تو پھر یہ میں پوچھ لیتا ہوں۔" عباد ایک جھٹکے سے اٹھا۔

"نہیں عباد بھائی نہیں۔" اس نے جلدی سے ہاتھ تھام لیا۔

"او آئی سی! اس کا مطلب ہے کہ کوئی بات ہے ضرور' خیر وہ حری معلوم کر لے گی' ابھی ہم انویسٹی گیٹر کو اس کے پیچھے لگا دیتے ہیں۔" عباد اندر کی جانب بڑھا۔

"رُکیے' سنئے عباد بھائی! میری بات تو سنئے۔" مگر عباد تیزی سے اندر جا چکا تھا' فہد گھبرا کر سوچنے لگا تھا کہ اب پھر زندگی میں ایک نیا طوفان آنے والا ہے' مما کے تعاون کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا' احمد بھائی کے لئے ایک پل میں مما نے پوری دنیا الٹ دی اور یہاں تو اب گھمسان کا رَن پڑے گا اگر کسی نے نام بھی لیا تو' اس طوفان کو روکنے کا ایک ہی حل ہے کہ میں سائن کر دوں ویسے بھی اب میری زندگی میں باقی کچھ نہیں بچا' چند ہی دنوں میں' میں ملک سے باہر چلا جائوں گا' سب اپنی زندگی آپ جی رہے ہیں میں بھی جی لوں گا۔اسے نجانے کیوں اچانک عبیر کا خیال آیا تھا۔

"کافی دنوں سے اس نے مما سے کانٹیکٹ نہیں کیا' ہمیں اس کو اس کے کیے کی اتنی بڑی سزا نہیں دینی چاہیے' آخر وہ ہے کہاں؟" وہ سوچنے لگا تھا۔

"مما سے بات کروں گا‘ مما اتنی بُری تو نہیں۔" اسے فوراً احمد کا خیال آیا تھا۔

"لیکن شیزرے کے معاملے میں مما بہت تنگ دل ہیں نجانے کیوں بس ایک چڑ سی ہو گئی ہے اذیت دیتی رہتی ہیں اور میں اسے دکھی دیکھ ہی نہیں سکتا‘ میں نے تو کبھی اس سے محبت کا اظہار بھی نہیں کیا کہ کبھی زندگی میں اگر فاصلہ ضروری ہو گیا تو وہ جی نہ سکے گی‘ وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا‘ بہت آسانی سے میں اسے اپنی زندگی سے دور کر دوں گا۔" روتی ہوئی شیزرے اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔

"وہ محبت کا اقرار چاہتی ہے اور میں انکار کرتا ہوں‘ کتنی بے بسی دیکھی ہے میں نے اس کی آنکھوں میں‘ ہاسپٹل میں کس طرح تڑپ کر اس نے میرا ہاتھ تھام لیا تھا اور میں نے کس طرح اس کے ہاتھوں پر اپنی گرفت کمزور کر دی تھی‘ وہ چہرہ پھیر کر آنسو بہانے لگی اور میں تھوڑی دیر کے لئے باہر نکل گیا‘ نجانے کتنی دیر وہ روئی ہو گی میری اس بے حسی پر اور میں جب

روم میں واپس آیا تو اس کے پیر کی ڈریسنگ ہو چکی تھی‘ سوری کہہ کر اس نے میرے چہرے پر نظر ڈالی تو ندامت سے میں اس سے آنکھیں بھی نہ ملا سکا‘ نور محل میں وہ جو اذیت کاٹ رہی ہے صرف میری وجہ سے‘ کیا لگتی ہے شیزرے میری جو میں تمام عمر اس کا طلبگار بنا رہا۔" اس نے گھبرا کر نور محل کے باغ میں چاروں طرف دیکھا‘ کسی شوخ تتلی کی طرح وہ ہر طرف اسے اڑتی ہوئی نظر آئی‘ اچانک برآمدے میں چلتی ہوئیں سعدیہ نظر آئیں تو اسے یوں لگا ہوا تیز ہوئی‘ آندھیاں چلنے لگیں اور تتلی اپنی سمت موڑ گئی۔

"فہد! کیا ہوا؟ تم نے بکنگ کنفرم کروا لی۔"

"جی مما!"

"تو پھر بیٹا! نکلنے کی تیاری کرو‘ ہمیں وہاں پر لنچ کرنا ہے۔"

"جی مما! بس میں عباد بھائی سے بات کرتا ہوں۔"

"فہد! آج کا دن مجھے لگتا ہے ویری لکی ہم سب کی قسمت بدلنے والی ہے لیکن تم کیوں اتنے سوگوار لگ رہے ہو' کیا ہوا؟ کیوں چپ چپ ہو؟ میں جانتی ہوں جو کچھ تم سوچ رہے ہو' میں تمہاری ماں ہوں۔"

"کیا سوچ رہا ہوں میں؟" فہد کو ایک جھٹکا لگا۔

"اور اگر بتا دوں تو...؟" سعدیہ بڑے پیار سے فہد کو دیکھ کر مسکرائی تھیں۔

"مان لو گے ناں کہ ماں اور بیٹے کے رشتے کے درمیان کتنا گہرا تعلق ہوتا ہے' میں بتائوں؟۔" فہد پھر بھی کچھ نہیں بولا تھا۔

"بھول جائو بیٹے تم ڈائیورس کے پیپر' ایسا ممکن نہیں ہے یہ ہماری عزت کا سوال ہے' شیزرے تاعمر اپنے باپ کے گھر بیٹھی رہے گی مگر تم اسے ڈائیورس نہیں کرو گے' دیکھ لوں گی میں شبیر حسن خان کو۔"

"مما! کیا کہہ رہی ہیں آپ' ایسا سوچیے گا بھی مت' اس کے بارے میں میری ضد اور انا کی سزا میں اُسے نہیں دے سکتا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بس فہد! ساری دنیا میں تماشا بنا اس وقت تم نے اس لڑکی کو اپنا نام دیا' اپنی پہچان دی تھی تم نے تو اب ایسا کیا ہو گیا' اب میں کہتی ہوں کہ تم شیزرے خان کو ڈائیورس نہیں دو گے۔" وہ غصے سے کھڑا ہو گیا۔

"مما پلیز آپ ایسی باتیں مت کریں' مت دیں کسی کو اذیت' آپ خود کیوں نہیں سوچتیں کہ ہم لوگ کس اذیت سے گزرے ہیں' آپ نے کبھی سوچا جو کچھ عبیر کے ساتھ ہوا اس کے بعد بھی آپ ہر شخص کو نیچا دکھانا چاہتی ہیں۔" یہ کہہ کر وہ تیز پلٹا تھا۔

"فہد! میری بات سنو' مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔" لیکن فہد شدید غصے میں باہر جا چکا تھا۔

"دیکھ لوں گی میں شبیر حسن خان کو۔" وہ اندر پلٹی تھیں۔

"بھئی ہوا کیا' پہلی بار تو چچی جان موڈ میں آئی ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی کی جادوگری ہے۔" عباد نے رامین کو چھیڑا تھا تو وہ جھینپ کر فائزہ کے پیچھے چھپ گئی۔

"عباد! یہ تمہاری بہن بھی ہے۔"

"تو پھپھو! احمد بھی تو میرا بھائی ہے۔" عباد کھلکھلا کر ہنسا تو حریم اس کی شوخ ہنسی پر مسکرا پڑی تھی، سب جلدی جلدی نکلنے کی تیاریوں میں مصروف تھے تبھی سعدیہ پلٹ کر کمرے میں آئیں تو سامنے سادہ سے لباس میں رامین کھڑی تھی۔

"رامین! کیا تم اس ڈریس میں وہاں جائو گی؟" سعدیہ نے بہت غور سے رامین کا جائزہ لیا تھا۔

"اماں! یہ تو نئی نویلی دلہن ہے، تھوڑا سا تو اسے آج بننا سنورنا چاہیے، حریم تم تھوڑا سا اسے بنا سنوار دو، اس بے چاری کو تو لپ اسٹک لگانی بھی نہیں آتی۔" سعدیہ نے بہت محبت پاش نظروں سے ایک نشتر چبھو دیا، پلٹ کر جاتے جاتے پھر بولیں۔

"رامین! تم اپنے کپڑے چینج کرو جو میں نے کل تمہارے لئے ڈریس لیا تھا اس کو پہنو تاکہ تم لگ تو سکو کہ میرے احمد کی بیوی ہو اور ہاں تیار ہونے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے بعد میرے پاس آئو۔" انہوں نے ایک نظر شیزرے خان پر ڈالی اور پلٹ کر جاتے جاتے بولیں۔

"چلو خیر، اب یہ آگئی ہے تو اس کو بھی ساتھ لے لو۔"

"نہیں ممانی! شیزرے خان بس تھوڑی دیر میں واپس چلی جائے گی۔" وہ بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کمرے سے نکل کر اوپر گئی تھیں، انہوں نے احمد کا لنچ Sun Way Lagoon میں ارینج کروایا تھا اور اس کی بکنگ بھی کروا دی تھی، سبھی لوگ جلدی جلدی اپنی اپنی تیاریوں میں نکلنے والے تھے کہ سعدیہ نے بہت پیار سے رامین کو پاس بلایا تھا۔

"دیکھو میری بات سنو رامین! اب ہمارا رشتہ تبدیل ہو چکا ہے، اب میں جو کہوں گی وہ تمہیں کرنا ہے سمجھیں، یہ شیزرے جو بھیگی بلی بنی کھڑی ہے اور واپس جانے کی سوچ رہی ہے اسے کسی طرح تمہیں راضی کرنا ہے کہ یہ بھی ہم لوگوں کے ساتھ جائے گی، اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم کیسے اسے راضی کرتی ہو، بس میں یہ جانتی ہوں کہ یہ تمہارے ساتھ جائے گی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

رامین نے انہیں حیران ہو کر دیکھا اور سعدیہ کہہ کر مڑ گئی تھیں' وہ مرے مرے قدموں سے چلتی ہوئی نانو کے روم میں آئی تھی جہاں شیزرے بیگ اٹھائے واپس جانے کے لئے تیار کھڑی تھی' اس نے اپنے ڈرائیور کے لئے جونہی سیل نکالا رامین نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"ایسے کیسے شزی! آج تم ہمارے ساتھ چلو۔"

"دیکھا دیکھا میں بھی یہی کہہ رہی ہوں۔" حریم ہنس کر بولی۔

"نہیں مجھے چھوٹی چچی سے ڈر لگتا ہے۔"

"اب تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے' اب میں یہاں آ گئی ہوں'۔رامین مسکرا کر بولی۔

"وہ کچھ نہیں کہیں گی ہم انہیں اوائیڈ کریں گے۔" رامین بولی۔

"سچ شزی! بڑا مزا آئے گا۔" نورین نے اس کا بیگ چھین لیا تھا۔

"نہیں میں بابا کو بتائے بغیر آئی ہوں۔"

"میں ان کی واپسی سے پہلے وہاں چھوڑ دوں گی۔" حریم بولی۔

"بس شزی! اب تم کچھ نہیں بولو گی ورنہ میں روٹھ جائوں گی۔" رامین بولی تھی۔

"ہاں پہلے تو چپکے چپکے نکاح اور رخصتی کروا لی اور اب میرے بغیر یہ جا نہیں سکتی۔" شیزرے مصنوعی غصے سے بولی۔

"دیکھو شیزرے خان! وقت سے فائدہ اٹھا لو' عمان سے آنے والا طوفان صرف 320 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے' جاتے جاتے ہم کیوں ناں احمد بھائی کا ولیمہ سیلیبریٹ کرلیں' ویسے بھی آج کل ہر شخص استغفار کی تسبیح پڑھ رہا ہے' چھوٹی چچی خود خوفزدہ ہیں۔"ریشمین ہنس کر بولی تھی تو بشریٰ کی آنکھوں میں بھی شوخی اتر آئی' پھر کیا تھا راحمہ' بشریٰ سب اس کے پیچھے لگ گئیں کہ آج آپ واپس نہیں جائو گی' نجانے کیوں محبتیں محسوس کر کے وہ پھر رونے بیٹھ گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”کیا ہوا، اگر سب اتنی محبت سے کہہ رہے ہیں تو تم اپنے بابا سے اجازت لے لو۔“

”امی! بابا اجازت نہیں دیں گے۔“

”تم انفارم کرو انہیں، تم بغیر بتائے کیوں آئیں، بتا کر آنا چاہیے تھا۔“

”بتا کر میں وہاں سے نہیں نکل سکتی تھی اسی لیے میں شاپنگ کا بہانہ کر کے گھر سے نکلی ہوں، ڈرائیور میرا انتظار کر رہا ہو گا، میں وہاں سے رکشے میں بیٹھ کر یہاں آئی ہوں۔“ شیزرے بولی۔

”کیا مطلب ہے تمہارا، کیا تم چھپ کر نور محل آئی ہو۔“ فاطمہ چونک سی گئیں تو وہ نظریں جھکا کر بات کو ٹال گئی مگر فاطمہ اس کا ہاتھ پکڑ کر الگ لے گئی تھیں۔

”کیا بات ہے شیزرے! وہاں کیا ایسا ہو رہا ہے۔“

”بس امی! وہاں ثروت پھپھو کی بیٹی ہے حفصیٰ وہ شعیب بھائی کو پسند کرتی ہے اور اب بابا چاہتے ہیں کہ میری شادی شعیب سے کر دی جائے۔“

”یہ کیسے ممکن ہے، تم نے بتایا نہیں کہ تمہارا نکاح فہد سے ہو چکا ہے۔“ وہ چونک سی گئی تھیں۔

”سب پتہ ہے امی! لیکن وہ لوگ کہتے ہیں کہ خاندان سے باہر ہمارے ہاں بیٹیوں کی شادی نہیں ہوتی، وہ سب کہتے ہیں تمہارا انجام وہی ہو گا جو تمہاری ماں کا ہوا۔“ وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

”میر اانجام ایسا تو اس لئے ہوا تھا کہ میں بالکل اکیلی تھی لیکن تم اکیلی نہیں ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں اور پھر تم فہد کو نہیں جانتیں۔“ تو اس نے ماں کے سامنے ایک گہرا سانس لیا۔

”لیکن امی! فہد بھی یہی چاہتا ہے اور وہ لوگ بھی یہی چاہتے ہیں۔“ اس کی نظریں جھکی کی جھکی رہیں۔

”اور تم کیا چاہتی ہو؟“ ان کی نظریں اس کے چہرے پر گڑ سی گئیں۔

"امی! میں زبردستی تو نہیں کر سکتی فہد کے ساتھ۔" وہ بولی۔

"اچھا آئو تم اِدھر' زبردستی تو کوئی کسی کے ساتھ نہیں کر سکتا لیکن شیزرے..." ان کی آواز رازدارانہ سی ہو گئی' اس نے چونک کرامی کو دیکھا۔

"میں نے آج تک نہیں کہا شیزرے کہ تو کسی لڑکے کو متوجہ کرے مگر شیزرے فہد تمہارا شوہر ہے قانونی طور پر بھی تم اس کی بیوی ہو اور شرعی طور پر تم اسے قریب آنے کا موقع دو۔"

"امی!" وہ اندر سے لرز گئی۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں آپ؟"

"شیزرے! میں نے تمہیں کبھی زمانے کی اونچ نیچ بتائی ہی نہیں' تم بہت معصوم ہو' اگر تم سوچو تو اور میں سچ بتائوں زندگی کا تجربہ ہے' میں نے دنیا بھی دیکھی ہے اور اپنا دین بھی جانتی ہوں' میں کوئی غلط بات نہیں کر رہی تم سے بیٹا' اگر تمہارے دل میں یہ احساس ہے کہ فہد بھی تمہیں پسند کرتا ہے لیکن مصلحت کے تحت وہ کچھ نہیں بولتا' مرد بہت کمزور نیت کا ہوتا ہے

ورنہ کوئی شبیر کبھی کسی فاطمہ کو دھوکا نہ دیتا' میں نے دھوکا نہیں کھایا تھا اس کی نیت میں کھوٹ تھا' تم ایک بار فہد کو اپنے قریب تو آنے دو۔"

"نہیں امی! وہ کبھی میرے قریب نہیں آئیں گے میں سب جانتی ہوں' بس ایک بار حفصیٰ کا مسئلہ حل ہو جائے تو میں خود اس سے دور چلی جائوں گی۔" وہ نظریں جھکا کربولی تو فاطمہ تڑپ کربولیں۔

"کیوں چلی جائو گی تم اس سے دور' وہ تمہارا شوہر ہے وہ سعدیہ کے خوف سے چپ ہے ورنہ اسے کون روک سکتا ہے' تمہارا ہاتھ پکڑ کر لے جا سکتا ہے پھر تمہارا باپ بھی کچھ نہیں کر سکے گا۔" فاطمہ بیٹی کے دکھ بانٹ رہی تھیں لیکن وہ ماں کے احساسات کو نظرانداز کرتے ہوئے بولی تھی۔

"امی! یہ سب بہت مشکل ہے' سعدیہ ممانی کا اتنا خوف ہے مجھ پر کہ میں ان کے سامنے نظر نہیں اٹھا سکتی۔"

"شیزرے! اس سے انکار تو میں نہیں کر سکتی پھر بھی دنیا میں ان سے بھی برے لوگ ہوتے ہیں اور جب تم اس کی بن کر اس کے گھر میں آ جائو گی تو کوئی انگلی بھی نہیں اٹھا سکتا۔" تو وہ آنسوئوں سے روئی تھی۔

"امی! میں بہت پریشان ہوں آپ نہیں سمجھتیں' فہد اگر تھوڑی سی بھی مدد کر دے تو مسئلہ حل ہو جائے گا' حفصیٰ کا گھر بس جائے گا' پھپھو بہت پریشان ہیں۔" وہ آنسو پونچھنے لگی۔

"پلیز امی!" اس نے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ لئے اور سیل پر نظر ڈالی جہاں پر نیو میسج تھا' شبیر حسن پوچھ رہے تھے کہ تم کہاں ہو اور کب آئو گی؟ فون اٹھائو شیزرے' اس نے گھبرا کر سیل کی جانب دیکھا تو سامنے سے پلٹتی ہوئی حریم آئی تھی۔

"سب چھوڑو تمہارے لئے ایک گڈ نیوز ہے' ہر انسان کے دل میں ایک چھپی ہوئی نیکی بھی ہوتی ہے' آج چھوٹی ممانی کو بھی آخر تم پر رحم آ ہی گیا۔" وہ کچھ نہ سمجھ پائی تو رامین ہنس کر بولی۔

"ہماری شادی کی پہلی جیت پر چھوٹی ممانی کا حکم صادر ہوا ہے کہ ہر صورت میں تم آج ہمارے ساتھ جائو گی اور اتنی پریشانی کی کیا بات ہے صرف ایک دن کی تو بات ہے' رات ہم نے وہیں اسٹے کا پروگرام بنایا ہے۔"

"نو نو' بابا مجھے جان سے مار دیں گے اگر انہیں پتہ چل گیا تو؟" وہ سہم کر بولی۔

"پتہ چلے گا جب ناں' تم آج بچ نہیں سکتیں شیزرے خان۔" رامین نے ہنس کر اس کا سیل تھام کر اچھالا تو احمد نے جلدی سے تھام لیا تھا۔

"رامی! تم ویسے ہو بہت نشانے باز۔" احمد کھلکھلا کر ہنسا۔

"بکواس نہیں احمد!" اور وہ جھینپ کر اپنا رخ پھیر گئی۔

"چلو بھی دیر ہو رہی ہے۔" حریم نے اسے گھسیٹا تھا' اس کی سمجھ میں اس وقت کچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ سب اتنا اچانک آخر سعدیہ ممانی کو کیا ہو گیا ہے۔

"حریم! میرے کپڑے۔" وہ ہاتھ چھڑا کر بولی۔

"تم چلو سب کچھ ہو جائے گا۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے آگے بڑھی۔

کب کیسے کیا ہوا وہ خودنہ جان سکی' وہ سب کے ساتھ پکنک اسپاٹ پر چلی گئی' اس کا خیال تھا کہ لنچ اور بریک فاسٹ کے بعد وہ لوٹ آئیں گے لیکن ایسا نہ ہو سکا' وقت بہت تیز گزر رہا تھا' اتنے ہنگامے شور میں اسے وقت کا احساس نہ ہوا' وہ چونکی تب جب شام میں ساری گاڑیاں پکنک اسپاٹ سے واپس چلی گئی تھیں' یہ بات فہد خود نہ جان سکا کہ ایک پل میں سعدیہ منظور نے کھیل کا نقشہ بدل دیا' وہ سوئمنگ کر کے پلٹا تو اسے پتہ چلا تھا کہ سب لوگ یہاں سے جا چکے ہیں۔

"کیا مطلب ہے احمد بھائی! سب چلے گئے اور میری کار..."

"وہ زوہیر لے گیا' کیا فرق پڑتا ہے آج رات تم بھی ہمارے ساتھ اسٹے کرلو۔"

"امپاسیبل..." مگر یہ کیا' شیزرے خان درخت کے ساتھ ٹیک لگائے رو رہی تھی۔

"کیا اسے بھی بھول گئے وہ لوگ' تم اس وقت کہاں تھیں؟" فہد اسے دیکھ کر ہنسے جا رہا تھا۔

"او مائی گاڈ شیزرے خان! اب ہو گا کیا تمہارا' میرا کیا ہے کہ میں تو اس کھلی بینچ پر بھی گزارا کر لوں گا' سارا مسئلہ تو اب تمہارا ہو گا' بہت بُرا ہوا تمہارے ساتھ' خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔" عباد نے آ کر انہیں چھیڑا تھا۔

"یہ سامنے والی خوبصورت کاٹیج میں بہت خوبصورت ریسٹ ہائوس بنا ہے اور سوئمنگ پول بھی بنا ہے' ہماری تو یہیں بکنگ ہے' میرے بھائی آج کی رات اپنا کمرہ تو بھی جا کر دیکھ لے۔"

"کیا' کیا میں بھی اپنا کمرہ دیکھ لوں۔" تو عباد نے ہنس کر شیزرے کی جانب دیکھا تھا جو آنسو پونچھ کر رامین کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"سگنل کیچ نہیں کررہا سیل، میں بابا سے بات نہیں کر سکتی، پتہ نہیں وہاں کیا ہو رہا ہو گا۔" شیزرے نے بہت غصے سے اپنا سیل بیگ میں ڈالا تھا۔

"کوئی بات نہیں وہ نور محل سے پتہ کر لیں گے کہ رات تم نے ہمارے ساتھ گزاری۔" رامین اور حریم اسے چھیڑ رہی تھیں، اس کے ذہن میں فاطمہ کی کہی ہوئی باتیں عجیب عجیب زاویے سے رنگ بدل رہی تھیں۔سورج آہستہ آہستہ غروب ہو رہا تھا یوں بھی بارشوں کا موسم تھا سیاہ بادل آہستہ آہستہ پورے پکنک اسپاٹ کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے، سرشام سے بہت موسلادھار بارش شروع ہو چکی تھی، سب نے مل کر ٹیرس پر بیٹھ کربارش کو بہت انجوائے کیا تھا، موسم کے حساب سے کھانے پینے کے تمام لوازمات ملازم نے وہیں لا کر سرو کر دیئے تھے، وقت کی رفتار بہت تیز گزر رہی تھی، سب نے مل کر ایک ساتھ ڈنر کیا ہلکی ہلکی بارش کی پھوار جو گر رہی تھی اب کم ہو گئی تھی، رامین اور احمد اپنے روم میں چلے گئے تھے تبھی حریم نے پلٹ کر فہد اور شیزرے کی طرف دیکھا تھا وہ دونوں کسی گہری سوچ

میں گم آمنے سامنے بیٹھے تھے، کھانے کے بعد پی جانے والی کافی بھی رکھے رکھے ٹھنڈی ہو رہی تھی، عباد نے بھی ایک نظر فہد پر ڈالی اور حریم کا ہاتھ تھام کر اپنے روم کی جانب بڑھا تھا، حریم پلٹ کر فہد کی جانب آئی اور بولی۔

"فہد! برابر والا بیڈروم تم دونوں استعمال کر سکتے ہو، رات کافی ہوچکی ہے۔"

"آپ عباد بھائی کی فکر کریں مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، میں یہیں بہتر ہوں مگر ان محترمہ کا کیا ہو گا۔" اس نے ہنس کر ایک نظر شیزرے پر ڈالی۔

"رات یہیں بیٹھ کر گزار دوں گی۔" شیزرے نے بہت غصے سے اپنا منہ پھیرا تھا۔

"دیکھو شیزرے! جو ہونا تھا وہ ہو چکا، ایسے موسم میں کسی کا بھی واپس جانا ٹھیک نہیں ہے اور تم کیا سمجھتی ہو کہ فہد رک سکتا تھا یہاں، بہتر یہی ہے

کہ تم فہد کے ساتھ کمپرومائز کرو۔" وہ بڑھ کر اور قریب آئی اور آہستہ سے کان میں سرگوشی کر کے بولی۔

"اس سے زیادہ اچھا موقع شاید تمہیں پھر کبھی نہ مل سکے' فہد تمہارا ہے اور صرف تمہارا' یہ جاننے کے لئے تمہیں اس کے دل میں اتر نا ہے اور دل میں اترنے کے لئے شیزرے جو کچھ تمہارے دل میں ہے وہ کہہ دو۔"

"کچھ حاصل نہیں ہو گا' وہ صرف اور صرف مجھے پروٹیکشن دیتا رہا ہے۔"

"جی نہیں کوئی کسی کو اس طرح سے پروٹیکشن نہیں دیتا' بہرحال آج زندگی میں پہلا اتفاق آیا ہے کہ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی تیسرا فرد نہیں ہے' سوری میں آج تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گی۔" حریم دلاسہ دے کر اپنے روم میں چلی گئی' اس نے پلٹ کر دیکھا تو فہد بالکنی سے کہیں باہر دیکھ رہا تھا' اس نے بھی گھبرا کر اس کی جانب دیکھا تو سیاہ بادل بہت تیزی سے اترتے چلے آ رہے تھے' گھبرا کر وہ بہت تیزی سے زینہ اترتی ہوئی نیچے اتر آئی اور پول سائیڈ پر نکل گئی' فہد اسے دیکھ کربہت زور سے ہنسا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پاگل لڑکی! کیا مرنے کا ارادہ ہے' اتنے خوفناک اندھیرے میں' طوفانی رات میں تم باہر یوں چلی آئیں۔" وہ پلٹ کر اپنے روم میں واپس آیا تھا' کچھ دیر تک وہ الٹ پلٹ کر اپنے ہینڈ بیگ میں اپنی چیزیں دیکھتا رہا لیکن رات کے لئے اس کے پاس کوئی بھی سگریٹ کا پیکٹ نہیں تھا' اس نے جھنجھلا کر بیگ کو بہت غصے سے پٹخا اور ایک گہری سانس لے کر بیگ کو غصے سے بیڈ پر پھینکا تھا۔

"ایسے کیسے ممکن ہے کہ ساری گاڑیاں چلی گئیں۔" وہ بہت غصے سے تلملا کر باہر آیا تھا' اچانک ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا اور بارش موسلادھار برس رہی تھی' سگریٹ کی طلب اس کی بڑھتی ہی جارہی تھی' وہ بے قرار سا پلٹ کر آیا اور اس نے اپنے سفری بیگ کو پھر الٹ ڈالا تھا پھر اچانک اس کی سانس رک سی گئی۔

"صرف دو گھونٹ' ساری ناانصافیوں کو پھر میں بھول جاتا ہوں۔" اس نے بوتل کو ہاتھ میں پکڑ کر بہت زور سے ٹیبل پر پٹخا تھا اور بے قرار سا اٹھ کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

کاریڈور میں آیا جہاں خالی میز اور کرسیاں پانی ہیں بھیگ رہی تھیں، وہ ایک خالی چیئر پر بیٹھ کر بہت دیر تک اندھیرے میں گرنے والی بارش کو انجوائے کر رہا تھا۔

"فہد مصطفی! زندگی کی تھکن تمہارے ساتھ سیاہ بادلوں میں لپٹی ہوئی ایک ایسی چادر ہے جس نے تمہیں ڈھانپ لیا ہے، آج شیزرے خان بھی آئی تھی اپنی بے بسی اور اپنی محبت کا پرانا نوحہ لئے لیکن فہد مصطفی تم نے آج بھی اُسے دھوکا دیا، کب تک تم دھوکا دیتے رہو گے خود کو، کتنی بے بسی سے مڑ کر اس نے میری جانب دیکھا تھا لیکن کتنی مایوس اور بجھی بجھی سی وہ مڑی تھی، مجھے اس کی بے بسی پر دکھ تو تھا مگر میرے ہونٹ مسکرا رہے تھے، میں اس کو کیا دے سکتا ہوں اور میں اتنی ساری جو تمام عمر محبتیں بانٹتا رہا میرے اس طرح سے ٹوٹ کر چاہنے پر نور محل والے مجھے کیا سمجھیں گے یہی کہ فہد تم اس سے محبت کرتے تھے، ہاں میں اس سے محبت کرتا ہوں تبھی تو ساری دنیا سے لڑتا رہا اسے ڈھونڈتا رہا اور اب میں اسے کسی دکھ کسی تکلیف

میں نہیں دیکھنا چاہتا، اسی لئے میں ہنستے ہنستے اسے کسی پل بھی شعیب کے حوالے کر دوں گا وہ کبھی نہیں جان سکے گی کہ وہ میرے لئے کیا ہے، یکطرفہ محبت سمجھ کر وہ مجھے بھول جائے گی۔" اس کے ہونٹوں پر بڑی زخمی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"اُف خدایا! کتنا گہرا اندھیرا ہے، رامین اور حریم نے ذرا نہ سوچا کہ میں اکیلی کیا کروں گی۔" اسے دور بالکنی میں فہد کا سایہ نظر آیا تھا، فہد ابھی تک جاگ رہا ہے شاید اسے بھی نیند نہیں آ رہی ہے، عجیب ہے کتنے غیر ذمے دار لوگ تھے جو بغیر بتائے چلے گئے، ظاہر ہے سعدیہ ممانی جو تھیں ساتھ پھر کہاں کیسے ہوش رہے گا۔" سعدیہ کے نام پر ہی اسے جھرجھری سی آئی تھی، وہ بوچھاڑ سے بچنے کے لئے پول سائیڈ سے اٹھ کر درخت کے نیچے آ گئی۔

"کتنا خوفناک اندھیرا ہے۔" پھر حفصیٰ کا ہنستا ہوا چہرہ اس کے سامنے آ گیا تھا۔

”تمام عمر لوگ ہمارے ہونٹوں کی ہنسی چھینتے رہے ' ابا کے خوف سے بچپن گزر گیا' سعدیہ ممانی کی اذیتیں سہنے کا ہنر فہد کی مسکراہٹ نے سکھایا تھا' کتنا بے رحم انسان ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں اس کے لئے کیا اہمیت رکھتی ہوں لیکن فہد آج بھی اپنی پرانی روش پر قائم ہے لیکن شعیب کو میں کیسے روک سکوں گی' فہد کمپرومائز نہیں کر رہا پھر کیا ہو گا' گھر جاؤں گی پلٹ کر تو پھر وہی بات کہ تم گھر سے باہر نہیں جاؤ گی' شاید میرے سفر کی یہ آخری رات ہے میں بھی تھک گئی ہوں صبح گھر لوٹ جانا ہے مجھے' فہد کچھ نہیں کر سکے گا' فیصلے تو اوپر ہوتے ہیں میرا نصیب...“ پھر اسے اچانک فاطمہ کا خیال آیا تھا' اس نے نظر اٹھا کر فہد کو دیکھا تھا' بارش کی شدت میں اور اضافہ ہوا تھا تو وہ رات کی اندھیری بارش میں سوئمنگ پول کے پاس پڑی ہوئی بینچ پر بیٹھ گئی تھی بارش ٹوٹ ٹوٹ کر اس لمحے برس رہی تھی' گرتا ہوا پانی اس کے اوپر اسے اچھا لگ رہا تھا۔

”کیا ہے احمد! دیکھنے دو ناں مجھے بارش اچھی لگتی ہے۔“ رامین نے احمد کا ہاتھ اپنے شولڈر سے ہٹایا تھا۔

”دیکھو رامین! اب یہ بارش تو ہوتی رہے گی اسے اب کیا دیکھنا' صرف مجھے دیکھو تم۔“

”مت کرو احمد! چھوڑو میرا دوپٹہ۔“ اس نے اپنا دوپٹہ احمد کے ہاتھ سے کھینچا تھا۔

”رامین! میری آج کی رات تو تم ستیاناس مت کرو۔“

”جی جی جناب! بس' بس اپنی لمٹ میں رہیں۔“ اس نے تکیے کو اٹھا کر بھینچ لیا تھا۔

”یہ تکیہ' یہ بارش کیوں آج ہمارے راستے میں آ رہی ہے۔“

”اس لئے احمد! کہ یہ بارش ہمیں اپنی طرف بلارہی ہے۔“ اس نے زور سے اس کی ناک پکڑ کر ہلائی تھی۔

"رامین! اتنی ظالم مت بنو ورنہ میں اسی بالکنی سے کود کر سوئمنگ پول میں اپنی جان دے دوں گا اور صبح تم ایک رات کی بیوہ کہلاؤ گی۔"

"شٹ اپ احمد!" اس نے تکیے کو زور سے پھینکا تو احمد نے تکیے کی طرح اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا تھا۔

"اب بولو احمد کی جان' کیابول رہی تھیں تم۔"

"سوری احمد سوری۔" اس نے اپنا چہرہ اس کی شرٹ میں چھپا لیا تھا۔

اچانک بارش کی رفتار تیز ہو گئی تھی' ایک تیز رفتار بجلی تڑپتی ہوئی سیاہ بادلوں کو چیرتی ہوئی پورے پکنک اسپاٹ کو روشن کر گئی' جھلمل کرتا ہوا سوئمنگ پول میں پانی اور ہواؤں کے شور میں ایک چیخ فہد نے سنی تھی۔

"او مائی گاڈ شیزرے!" وہ پلک جھپکتے باہر آیا تھا لیکن اندھیرے میں اسے کچھ نظر نہیں آیا' اچانک پھر بجلی کوندی تو وہ سہم کر فہد کی جانب دوڑی تھی بے ساختہ وہ فہد سے لپٹ گئی تھی۔

"کیا ہوا شیزرے؟" اس نے اسے تھام لیا تھا۔

"تم' تم اتنی بارش میں..." وہ اس کو لے کر بینچ کی جانب بڑھنے لگا۔

"نہیں فہد نہیں' مجھے اندھیرے سے ڈر لگتا ہے۔"

"تو پھر تم کہاں جاؤ گی' چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔" فہد نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"فہد! میرے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے؟" اس نے بینچ کو تھام لیا تھا۔

بارش کی شدت میں اور اضافہ ہو گیا تھا وہ فہد کے بے حد قریب تھی' اپنے چہرے سے بہتے ہوئے پانی کو ہٹاتے ہوئے وہ خوف سے بولی تھی۔

"فہد! تمہارے منہ سے یہ اسمیل کیوں آ رہی ہے' کیا تم نے ڈرنک کی ہے؟"

"بہت تھوڑی سی شیزرے! صرف دو گھونٹ سب کچھ بھول جانے کے لئے' کبھی کبھی جب میں تھک جاتا تھا تو پیتا تھا لیکن نور محل میں' میں نے کبھی

اس کو ہاتھ نہیں لگایا لیکن آج میں گھر سے دور ہوں اور رات گزارنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔'' اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں' اس نے اندھیرے میں بھیگی ہوئی شیزرے کو بہت غور سے دیکھا کہ اندھیرے بادلوں کی طرح اس کے سیاہ بادلوں سے شفاف چہرے پر پانی گر رہا تھا' فہد کو اس کا یہ روپ ہمیشہ اچھا لگتا تھا۔بلیو جینز بالکل بھیگ چکی تھی' بلیک شرٹ اس کے جسم سے چپک رہی تھی' فہد کے بے حد قریب تھی وہ۔

''فہد! اب کیا ہوگا' مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔''

''میں ہوں ناں تمہارے پاس' میں کچھ کرتا ہوں' اندر چلتے ہیں۔''

''نو فہد نو' میں بس یہیں بیٹھ کر رات گزار لوں گی۔''

''کیوں شیزرے!'' اس نے اِس کا ہاتھ تھام لیا۔

''یونہی فہد!'' اس نے پلٹ کر فہد کی جانب دیکھا تو نجانے فہد کی آنکھوں میں ایسا کیا تھا۔

''فہد! آر یو اوکے؟''

''او یس۔'' فہد نے اس کا بھیگا ہوا بازو تھام کر اس کے ہاتھ کی پشت پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے تھے۔

''آئی لوّ یُو شیزرے! بہت Hot موسم ہے۔''

''فہد! ہوش میں ہو تم' بارش ہو رہی ہے تیز۔''

''او نو فہد مصطفی کے اندر ایک بے قرار احساس جنم لے رہا ہے۔''

''فہد! تم نے کیوں پی لی۔''

''میں نے بہت تھوڑی سی لی ہے۔'' وہ بار بار ری پیٹ کر رہا تھا۔

''چھوڑو میرا ہاتھ' یہ کیا کر رہے ہو تم۔''

''میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں' یو نو جب تمہارے پاؤں جل گئے تھے ناں مجھے بہت تکلیف ہوئی تھی' مہینوں میں ڈرائیو نہیں کر سکا تھا' بار بار مجھے یوں لگتا تھا کہ میرے پاؤں جل گئے ہیں' شیزرے جب تم روتی ہو ناں تو

ایسا لگتا ہے کہ جیسے میرا دل بجھ گیا ہو' آج تک میرے کانوں میں وہ آواز گونجتی ہے جب تم نور محل کی آخری منزل پر چیخ رہی تھیں۔" وہ شیزرے کے ماتھے کو بار بار چومے جا رہا تھا' وہ اپنے دفاع میں بار بار فہد فہد بولے جا رہی تھی۔

"شیزرے! تم بتاؤ تم اتنی رات کو وہاں کیا کررہی تھیں۔"

"کیوں فہد کیوں' کیا بتانا ضروری ہے۔" وہ آنسوؤں سے رونے لگی۔

"تم جاننا چاہتے ہو فہد! کہ میں اس وقت کیا کرر ہی تھی' اچھا ہے تم یہ بھی جان لو' تمہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا جب تمہیں ہوش آئے گا تو تم مجھے نظر انداز کر کے گزر جاؤ گے لیکن فہد میں آج یہ آخری بوجھ بھی اتار کر دیکھنا چاہتی ہوں' میں اُس بارش بھری رات میں تمہاری ایک جھلک دیکھنے کے لئے اس سیاہ رات میں کھڑی تھی۔"

"او آئی نو' یہ تو مجھے معلوم تھا لیکن تم ڈر کر کیوں چیخی تھیں۔"

"فہد! مجھے ابا سے بہت ڈر لگتا تھا۔" وہ فہد کے بازو سے لپٹ گئی' بجلی پھر کڑکی تھی۔

"شیزرے! تم بھی میری طرح سچ بولتی ہو' میں تمہیں بہت چاہتا ہوں اپنی جان سے بھی زیادہ' ایک پل میں تم سے دور نہیں رہ سکتا' شعیب کیوں کہہ رہا تھا کہ میں تمہیں ڈائیورس دے دوں۔" اس نے شیزرے کا ہاتھ ابھی بھی تھاما ہوا تھا' اس نے ڈائیورس کے نام پر گھبرا کر اپنا سر فہد کے کندھے پر ٹکا دیا اور گلے میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بولی۔

"فہدی! تم مجھ سے پیار کرتے ہو ناں' چاہتے ہو مجھے تو مجھے خود سے الگ مت کرنا فہد' پھر میں جی نہیں سکوں گی تمہارے بنائ' تمہیں پتہ ہے میں بہانے بہانے سے نور محل کیوں آتی ہوں؟"

"کیوں آتی ہو؟" وہ بڑے معصوم لہجے میں بولا تھا۔

"صرف تمہیں دیکھنے کے لئے' فہد میں بابا کے گھر بہت پہلے بھی جا سکتی تھی مگر ساری اذیتیں سہہ کر میں تمہارے لئے نور محل میں رہی' فہد' حفصیٰ سے

تو میں نے بہانہ بنایا ہے میں تمہارے بغیر رہ نہیں سکتی، میں شعیب کو بالکل پسند نہیں کرتی، وہ تمہاری طرح میری عزت بھی نہیں کرتا، تم سن تو رہے ہو ناں۔" اس نے فہد کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

"شیزرے! میں سب کچھ سن رہا ہوں، میں بھی اب تم سے دور نہیں رہ سکتا، تمہیں پتہ ہے میں اسی لئے یہ ملک چھوڑ کر جا رہا ہوں۔"

"فہد!" وہ بہت زور سے چیخی، بجلی پھر ایک بار کڑکی تو وہ بارش میں پوری شرابور ہو چکی تھی۔

"دیکھو بارش بہت تیز ہوگئی ہے ہمیں اندر چلنا چاہیے۔" شیزرے اس کا جھومتا ہوا ہاتھ تھام کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"فہد! تم ڈرنک ہو، اس وقت چل بھی نہیں پا رہے، مجھے تھام لو تم۔" اُس نے اس کا گرا ہوا ہاتھ اپنے کندھے پر رکھا تھا اس نے مڑ کر دیکھا سوئمنگ پول میں تیز بارش کے ببل گر رہے تھے۔

......☆☆☆......

بارش برس برس کر تھم چکی تھی، سورج کی بادلوں سے آنکھ مچولی جاری تھی، چرند پرند سب اتر کر دانہ چگ رہے تھے، ہرن فارم ہائوس میں چوکڑیاں بھرتے ہوئے گھوم رہے تھے، موسم کی یہ خوبصورت تبدیلی انسان تو کیا پرندے بھی محسوس کر رہے تھے، فارم ہائوس کے پلے ہوئے مور اتنے حسین موسم میں رقص کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے وہیں فارم ہائوس پر آنے والے لوگ بھی دکھائی دے رہے تھے، دور دور تک سبز ہریالی پر کھلے ہوئے رنگین پھولوں پر ننھے ننھے بارش کے موتی ابھی تک برس رہے تھے، جب اس کی آنکھ کھلی تو پہلے تو اس نے اپنے ہونے کا احساس کیا تھا پھر اسے لگا کہ وہ آہستہ آہستہ ہوش میں آئی ہے، ایک لمحے میں رات کی بارش، وہ کڑکتی ہوئی بجلی کی خوفناک روشنی، گرجدار بادلوں کی آوازیں، وہ تنہائی، وہ خوف، اچانک فہد کا اتنا قریب آ جانا ایک لمحے میں سب کچھ ذہن کی اسکرین پر نمودار ہوا تو اس نے گردن موڑ کر دائیں جانب دیکھا تو بیڈ خالی تھا، اس کی نظر وال کلاک پر پڑی تو دن کے 12 بج رہے تھے۔

"اتنی دیر..." وہ بابا کے خوف سے گھبرا کر اٹھی تو فہد کی بھیگی ہوئی شرٹ اسے بلینکٹ سے لپٹی ہوئی نظر آئی تھی، گھبراہٹ اور خوف سے اس نے جلدی سے بیڈ سے اٹھ کر اپنے اردگرد فہد کو ڈھونڈا تھا۔

"شاید وہ شاور لے رہا ہے۔" اس نے آہستہ سے واش روم کا بند ہینڈل دیکھا لیکن وہ اندر سے لاک نہیں تھا، وہ بہت آہستہ سے بولی۔

"فہد...!" لیکن اردگرد کوئی نہیں تھا۔

"اف خدایا! میں اتنی گہری نیند سوئی کہ مجھے ہوش نہ رہا۔" وہ واش روم میں گھس گئی، دل بہت زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"فہد پتہ نہیں کہاں چلا گیا اور میں کمرے میں تنہا کیسے رہ گئی۔" وہ بہت تیزی سے پلٹ کر آئی تھی اور حریم کے روم کو ناک کر کے وہ اندر داخل ہوئی تھی۔

"حریم! فہد کہاں ہے؟" اس کا لہجہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔

"کیا ہوا فہد کو۔" حریم اسے دیکھ کر ہنسے جا رہی تھی، اس وقت عباد واش روم میں تھا۔

"پتہ نہیں فہد کہاں چلا گیا، تم لوگ بھی بس ایسا مجھے اگنور کرتے ہو کہ بس۔" خوف سے اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔

"تو کیا ہو گیا، فہد کی تلاش کیوں جاری ہے شیزرے۔" حریم نے پھر اسے مسکرا کر دیکھا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں، تم کیوں مجھے دیکھ دیکھ کر ہنسے جا رہی ہو۔"

"شاید تم نے اٹھ کر آئینہ نہیں دیکھا۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ اندر سے لرز گئی تھی کہ حریم کو کیسے خبر ہو گئی۔

"تم نے شرٹ الٹی پہن لی ہے۔" حریم بہت کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

"او نو۔" اس نے پلٹ کر دیکھا تھا اور الٹے پاؤں بھاگی تھی' دل تھا کہ اتھل پتھل سا ہورہا تھا' فہد کو احمد اور عباد نے باہر نکل کر دیکھا تھا مگر وہ کہیں نہیں تھا اور سیل پر بھی کانٹیکٹ نہیں ہو رہا تھا۔

......☆......

"بس مجھے بھی جانا ہے۔" وہ اپنا بیگ اٹھا کر باہر نکلی تھی۔

"شیزرے! تم کر کیا رہی ہو' ڈھائی تین بجے تک گاڑیاں آجائیں گی۔"

"نو میں مزید ایک پل نہیں رک سکتی' مجھے بابا سے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" وہ بہت تیز رفتار باہر نکلی تھی' وہ جونہی باہر نکلی کسی کی پرائیویٹ ٹیکسی نظر آئی تو وہ ڈرائیور کے پاس پہنچی۔

"یہ خالی نہیں ہے یہ بک ہے صبح سے شام تک کے لئے۔" تو اس نے جلدی سے اپنے بیگ سے ایک ہزار کا نوٹ نکال کر اس کے سامنے لہرایا۔

"مجھے ایسی جگہ اتار دو جہاں سے مجھے کوئی اور کنوینس مل جائے اور یہ تم رکھ لو۔" ڈرائیور نے جلدی سے دروازہ کھولا تھا' پہنچتے پہنچتے بھی اسے نور محل اس وقت تین بج گئے تھے' جونہی وہ اندر پہنچی وہ فاطمہ کے گلے لگ کر بہت روئی تھی۔

"امی! جو کچھ بھی ہمارے ساتھ ہوا ہے وہ اچھا نہیں ہوا' میں نے کبھی ایسا نہیں چاہا کہ میں فہد کے اتنے قریب ہو جاؤں۔" وہ آنسو بہا رہی تھی۔

"کیوں نہیں سوچا' یہ تمہارا حق ہے۔"

"نہیں امی! میں شبیر حسن خان اور فاطمہ کی کہانی سے نفرت کرتی ہوں' مجھے نہیں چاہیے ایسی زندگی' امی مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے میں بہت کمزور پڑ گئی فہد کے سامنے۔" تو فاطمہ نے اس کے آنسو پونچھ دیئے تھے۔

"فہد اتنا کمزور نہیں ہے شیزرے! وہ تمہیں کبھی نہیں چھوڑے گا' وہ بہت خوددار انسان ہے۔"

"نہیں امی! ہر مرد شبیر حسن خان ہے۔" وہ آنسو بہائے جارہی تھی۔

"لیکن تم فاطمہ نہیں ہو، تمہارا باپ ہے ماں ہے تمہیں کس بات کا ڈر۔"

فاطمہ نے پھر اسے پیار کیا۔

"لیکن امی! جب میں سو کر اٹھی فہد فارم ہائوس چھوڑ چکا تھا، وہ کہیں نہیں ہے، اگر وہ شبیر حسن خان نہیں ہے تو مجھے وہ وہاں سے خود کیوں نہیں لے کر آیا، میں بہت مشکل سے یہاں پہنچی ہوں، سب لوگ ابھی وہیں پر ہیں، امی فہد گھر آ گیا؟"

"نہیں۔" فاطمہ بالکل کمزور سی پڑ گئی تھیں۔

"وہ بزدل نہیں ہے شاید وہ تمہیں فیس نہیں کر پا رہا، لیکن تم اپنا روّیہ نارمل رکھو، تمہارے بابا کے کئی فون آئے ہیں سجاد بھائی سے ان کی بات ہو چکی ہے، گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، سجاد بھائی نے انہیں بتا دیا ہے کہ تم ہمیشہ اس گھر کا حصہ رہی ہو اور رہو گی، شیزرے اگر تمہاری مرضی نہیں ہے تو تمہارے بابا کچھ نہیں کر سکیں گے اتنا تم جان لو، تم فہد کی بیوی ہو اتنا آسان نہیں ہے کہ تمہارے بابا تمہیں اس سے الگ کر دیں۔"

"لیکن امی! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، میں واپس جا رہی ہوں، پتہ نہیں بابا کیا کریں گے میرے ساتھ۔" وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔تھوڑی دیر میں ندیم اسے چھوڑنے کے لئے ساتھ گیا تھا، راستے بھر وہ اسے تنگ کرتا رہا مگر وہ اداس اور پریشان سی بیٹھی تھی۔

"فارم ہائوس سے آپ واپس آئی ہیں تو میں محسوس کر رہا ہوں آپ کا نقشہ بدلا بدلا لگ رہا ہے۔" وہ اس کی آواز پر پلٹ کر مسکرا دی۔

"ندیم! اسپیڈ بڑھائو ناں۔" وہ بند سگنل دیکھ کر بیزار کن لہجے میں بولی تھی۔ وہ گھر ڈرتے ڈرتے پہنچی تھی، شبیر حسن خان اس وقت گھر پر ہی اسے مل گئے، وہ ان کے بہت قریب پہنچ چکی تھی تو انہوں نے پلٹ کر شیزرے کو دیکھا تھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ اب تم نور محل مت جایا کرو، مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے تمہارا اِدھر اُدھر جانا، تمہاری تائی بھی بہت غصے میں ہے۔"

"لیکن بابا! وہاں میری ماں ہے۔"

”میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا ہے کہ میں نے تمہاری ماں کا بندوبست کر دیا ہے' اب وہ وہاں نہیں رہتی' میں نے اس کے شوہر کو ایک معقول رقم دے کر گھر بھی دلوا دیا ہے صرف تمہاری خاطر تاکہ وہ عزت کی زندگی گزار سکے۔“

”میری ماں کیلئے آپ نے ایسا کچھ کیا ہے؟ لیکن میری ماں آج بھی اسی ایک کمرے میں زندگی گزار رہی ہے' وہ بہت خوددار ہیں بابا تبھی وہ ایک شرابی اور جواری انسان کے ساتھ زندگی گزار رہی ہیں۔“ اس کا لہجہ نفرت سے بھیگ رہا تھا۔

”جواری اور شرابی انسان کو آپ نے کفارے کے طور پر میری ماں کو دیا تھا۔“ وہ بہت غصے سے بولی تھی۔

”شیزرے!“ شبیر حسن بہت سخت لہجے اور غصے سے بولے تو وہ تیزی سے اپنے روم کی جانب بڑھ گئی اور دروازہ بند کر کے بیڈ پر گری تھی' نجانے کتنے برسوں کی تھکن تھی یا فہد کی محبت کا وہ خمار جو فہد بے ساختگی میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اسے دے گیا تھا وہ اپنا منہ بازو میں چھپائے لیٹی تھی کہ ایک دم سے چونک سی گئی' اس کے وجود سے بھینی بھینی سگریٹ کی خوشبو آ رہی تھی' اس نے ایک مسحور کن خوشبو کی طرح اٹھ کر آئینے میں دیکھا تھا خود کو دیکھ کر وہ کئی بار شرمائی تھی' اس کے ماتھے پر فہد کے ہونٹوں کا خمار جاگ رہا تھا' اس کے ہونٹ بے وجہ مسکرا پڑے تو اس نے اپنی شفاف کلائی کو اپنے ہونٹوں سے چوما تھا۔

”کتنی محبت سے فہد نے میرے ان ہاتھوں کو چوما تھا' کتنی گرمجوشی تھی اس کے اظہار میں' وہ کیسے کیسے بے خبری میں اپنے دل کے بھید کھول رہا تھا اور ہونٹ تھے کہ میرے ہاتھوں کو چومے جا رہا تھا۔“ اس نے اپنے شفاف ہاتھوں کو دیکھا اور ہنس پڑی۔

”اس لمحے کتنا شفاف پانی سوئمنگ پول میں گر رہا تھا اور وہ سیاہ رات کا اندھیرا' کڑکتی ہوئی بجلی کی تیز روشنی' بھیگا ہوا فہد میرے کانوں کی لوئوں کو چھو رہا تھا' میرے چھپنے کیلئے کوئی جائے پناہ نہیں تھی' اس کے سینے کی

گرمی اس کے ہاتھوں کا حصار کتنا تحفظ دے رہا تھا' وہ بادلوں کی گھن گرج' وہ تڑپتی ہوئی بجلیوں کی آواز پر میرے چہرے پر لب رکھے کہہ رہا تھا تمہارے ساتھ ہوں تمہارا ہوں۔'' اس کے ہونٹ خودبخود مسکرائے تو اس نے ونڈو کا پردہ کھول دیا' باہر ہلکی ہلکی پھوار گر رہی تھی' حفصیٰ بجھے بجھے انداز میں اس کے کمرے میں آئی تھی حفصیٰ کا چہرہ بہت اداس اور وہ چپ چپ سی تھی۔

''میں نے آپ کیلئے کافی بنائی ہے۔'' مگ تھام کر وہ دونوں کاریڈور میں آئی تھیں۔

''حفصیٰ! تم اتنی کیوں اداس ہو۔'' جواب میں حفصیٰ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

''حفصیٰ! میری بات کا یقین کرو' اگر تم شعیب کو نہ پا سکیں تو یہ میرا وعدہ ہے کہ شعیب' شیزرے کو بھی نہ پا سکے گا۔''

''ایسا مت کہیں آپ' سب کچھ تو آپ کا ہے تو پھر کیوں نہ پا سکیں گی آپ۔''

''پتہ ہے حفصیٰ! کل تک میں بہت ڈری سہمی تھی لیکن آج میں بہت بولڈ اور نڈر سی لگ رہی ہوں' پتہ نہیں حفصیٰ آج مجھے کسی سے ڈر نہیں لگ رہا' اچھا سچ بتاؤ حفصیٰ تم ہمارے لئے کافی کیوں بنا کر لائیں' میں تم سے تمہارا شعیب چھین رہی ہوں پھر بھی تم مجھ سے اتنی محبت کرتی ہو۔''

''اس میں آپ کا کیا قصور' ہماری قسمت میں ہی لکھا تھا۔''

''اچھا ایک اور بات بتا دو حفصیٰ۔'' وہ کھلکھلا کر بولی۔

''میرے جانے کے بعد یہاں کیا ہوا تھا' کیا پھپھو نے بہت زیادہ دعائیں کی تھیں۔''

''ہاں ان کی ساری رات روتے ہوئے گزر گئی' شبیر ماما نے سارا الزام مما پر لگا دیا تھا کہ امی نے آپ کو نور محل جانے کی اجازت دی ہے اور فاطمہ آنٹی سے بھی وہ رابطے میں ہیں' بڑی ممانی نے شبیر ماما کے کان بھرے تھے'

شعیب بہت غصے میں گھوم رہا تھا‘ وہ ہر بات پر مجھ سے الجھ رہا تھا‘ مما رات بھر روتی رہی ہیں لیکن آپ یقین کریں گی کہ مما نے پھر بھی آپ کیلئے دعائیں کیں کہ آپ جہاں بھی ہوں خیر سے ہوں اور سدا خوش رہیں۔“

”اچھا تو یہ بات تھی کہ پھپھو کی دعا شاید رات مجھے لگ گئی۔“ اس نے بجھی بجھی حفصیٰ کو پیار کیا تھا۔

”میں جا رہی ہوں‘ بڑی ممانی کہتی ہیں کہ میں ہر وقت تمہارے کان بھرتی رہتی ہوں۔“ حفصیٰ یہ کہہ کر باہر نکل گئی تھی۔

......☆☆☆☆☆......

سعدیہ آج بہت غصے میں تھیں۔رات جب احمد اور رامین فارم ہائوس سے واپس بہت لیٹ آئے تو عمیرہ اور ان کی بچیاں زوہیر اور فائزہ کے ساتھ آئے تھے‘ رامین کو آج ایک دن کیلئے سسرال سے میکے جانا تھا‘ رامین جلدی جلدی اپنی تیاری کر کے جونہی باہر نکلی احمد ساتھ ساتھ چلتا ہوا ماں کی ہی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

طرف آ رہا تھا کہ وہ رامین کو چھوڑنے پھپھو کی طرف جا رہا ہے‘ سعدیہ اچانک ایک بجلی کی طرح اس کی جانب پلٹیں۔

”رامین! میں نے تم سے ایک چھوٹا سا کام کہا تھا۔“ انہوں نے انگلی اٹھا کر کہا۔

”کہ کسی صورت سے تم شیزرے کو فہد کے قریب لائو‘ میں نے اتنا بڑا پلان صرف اور صرف اس بات کیلئے ترتیب دیا تھا لیکن تمہیں ہوش کہاں تھا‘ تم تو اپنی ادائوں میں لگی ہوئی تھیں‘ فہد ابھی تک لاپتہ ہے اور شیزرے اکیلی یہاں ٹیکسی سے آئی تھی اور وہ واپس اپنے باپ کے گھر چلی گئی‘ تمہارے نزدیک میری کوئی اہمیت نہیں تھی۔“

”جی نہیں ممانی!“

”کیا ممانی‘ ممانی کرتی رہتی ہو تم‘ بس جب میں بولوں تو صرف تم سنو گی‘ مجھے سوال جواب پسند نہیں۔“

”جی ممانی!“

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں نے ابھی کیا کہا ہے کہ کوئی سوال اور جواب نہیں دینا ہے صرف اور صرف خاموش رہنا ہے۔" وہ پلٹ کر بولیں' رامین مڑتے ہوئے احمد سے ٹکرائی تھی۔

"کیا ہوا' مما کے تازہ لیکچر کی بوچھاڑ ملی ہے جو چہرہ اتنا سوگوار ہو رہا ہے۔"

"کچھ نہیں احمد۔" وہ اپنے آنسو پونچھ کر چہرہ موڑ گئی تو وہ بولا۔

"مما اتنی بُری نہیں ہیں رامین' دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ایک نہیں کر سکتی تھی مما نے ایک منٹ میں ہمارے اور تمہارے درمیان کا فاصلہ ختم کر دیا' سوری رامین میں نے مما کی اونچی آواز سن لی تھی تم اپنا دل چھوٹا مت کرو' کم آن یار زوہیر بار بار ہارن دے رہا ہے چلو میں تمہیں چھوڑ کر آتا ہوں۔" اس نے رامین کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"احمد..." اندر سے ایک گرجدار آواز سنائی دی تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں اتنی رات کو جانے کی' ماں آئی ہے وہ خود لے کر جائے گی اور ہاں کہہ دو اس سے کہ کل ایک بجے سے پہلے پہلے یہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گھر خود لوٹ آئے' تم نہیں جاؤ گے لینے۔" احمد نے رامین کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا اور رامین تیز تیز چلتی ہوئی نیچے اتر آئی جہاں عمیرہ اور سب کھڑے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

فہد بہت لیٹ گھر پلٹا تھا جونہی آہٹ ہوئی سعدیہ پلٹ کر اس کے کمرے کی جانب آئی تھیں۔

"فہد...!" فہد لرز کر سعدیہ کی طرف پلٹا۔

"فہد! تم کہاں تھے اور اتنے دبے قدموں کیوں آئے ہو تم' تمہاری آہٹ تو زینے سے سنائی دیتی تھی کہ فہد آ رہا ہے۔" فہد حیران ہو کر انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا فہد! تم اتنے گھبرائے ہوئے کیوں دکھائی دے رہے ہو' تم اتنے نروس کیوں ہو' کیا بات ہے فہد تمہارے چہرے پر ہوائیاں کیوں اُڑ رہی ہیں' خیریت تو ہے۔" انہوں نے بہت غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں مما! آپ کو تو خوامخواہ سوالات کرنے کی عادت ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"فہد! میں تمہاری ماں ہوں' تمہارا چہرہ دیکھ کر تمہارا دل پڑھ سکتی ہوں' کوئی ایسی بات ہوئی ہے جس سے تم بے حد اَپ سیٹ ہو۔" فہد نے پلٹ کر سعدیہ کی جانب دیکھا۔

"آپ ٹھیک کہتی ہیں آپ میری ماں ہیں چہرہ دیکھ کر آپ نے میرا دل پڑھ لیا' ذہن بھی پڑھ لیا ہو گا' آج مجھے یقین آ گیا ہے کہ آپ میری ماں ہیں۔" بس اس نے ایک نظر ماں کو دیکھا اور پھر آہستہ سے پلٹ گیا' سعدیہ اپنے بیڈروم میں آ کر آئینے کے سامنے خود کو دیکھ کر ہنس پڑیں۔

"اس کا مطلب ہے میں اپنے پلان میں کامیاب ہو چکی ہوں۔" وہ آئینے میں دیکھ کر مسکرائے جا رہی تھیں اور فہد بہت بے قرار سا کمرے میں آ کر بیڈ پر گرا تھا' احمد کے پوچھنے پر بھی اس نے کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"میں بہت تھکا ہوا تھا میں شیشہ پینے چلا گیا تھا پھر وہیں نینڈوز پر مجھے میرا ایک پرانا دوست مل گیا۔" احمد کی بات کو وہ ٹال گیا تھا۔رات بہت دیر ہو

چکی تھی گہرا سناٹا ہر طرف پھیل گیا' پانی کی آوازیں ابھی تک سنائی دے رہی تھیں' بار بار شیزرے کا خیال اسے آئے جا رہا تھا' بلامقصد ہی وہ بالائی منزل تک چڑھ کر گیا' بھیگی ہوئی چھت کی منڈیر سے ٹیک لگائے اسے دیکھ کر گرتی چلی گئی تھی اور وہ اس کے چہرے پر ٹارچ سے روشنی ڈالتے ہوئے پوچھ رہا تھا کہ تم کیوں چیخی تھیں۔

"اوہ نو اکو چچا تھے وہ۔" اس کا پسینے سے ماتھا بھیگ رہا تھا۔

"کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے تمام عمر تو سب یہی سمجھتے رہے کہ اکو چچا شیزرے کے باپ ہیں۔" اس نے بھیگی ہوئی چھت پر ایک نظر ڈالی' خالی پنجرے پڑے ہوئے تھے' ایک بلی بارش میں پناہ لینے کیلئے خالی ڈربوں کے پاس بیٹھے بیٹھے میاؤں میاؤں کررہی تھی۔فاطمہ خالہ تو اپنے کمرے کے اندر تھیں مگر اکو چچا کئی مہینے پہلے اپنے کمرے کو جسے وہ شاہی قلعہ کہتے تھے چھوڑ گئے تھے' وہ بارش میں اِدھر اُدھر ٹہلتا رہا اور بھیگتا رہا' بجلی زور سے کڑکی تو فہد مصطفی ہنس پڑا تھا۔

"اس بھیگتی ہوئی بارش میں شیزرے خان کتنے خوف سے مجھ سے آ لپٹی تھی، اس گرتی ہوئی بارش نے ایک پل میں اس کو مجھ سے کتنا قریب کر دیا تھا کہ تمام راستے بند ہیں کہ فہد مصطفی کس طرف پلٹ کر جائے، مما کی نفرت کی اتنی اونچی دیوار گرانی بہت مشکل ہے لیکن وہ میری بیوی ہے میں نے ہر لمحہ اس کو چاہا ہے لیکن کبھی میں نے اس کو احساس نہیں دلایا۔"

بارش بہت تیز گرنے لگی، جوں جوں وہ بارش میں بھیگ رہا تھا گزری ہوئی رات کے سارے منظر اس کو نظر آنے لگے جو کچھ وہ بھول گیا تھا وہ بھی سب یاد آ گیا تھا۔

"کیا سوچتی ہو گی وہ میرے بارے میں کہ میں نے کیا، کیا اس کے ساتھ۔"

بجلی زور سے کڑکی تو فہد مصطفی کے سامنے ایک منظر روشن ہونے لگا اس نے پانی میں بھیگے ہوئے چہرے کو دونوں ہاتھ سے سمیٹا اس وقت وہ بالکل شرابور ہو رہا تھا۔بارش تھی کہ ٹوٹ ٹوٹ کر برسے جا رہی تھی اور گزری شب کے منظر اُسے یاد آ رہے تھے۔

"اتنا کچھ ہمارے بیچ میں کیسے ہو گیا، اتنے کرب کے فاصلے ایک پل میں مجھے اتنا قریب کر گئے، شاید وہ مجھے کبھی معاف نہ کر سکے، تاعمر میں گلٹی کانشس رہوں گا۔" اس کے ہونٹ خشک پڑ گئے اور بارش میں اس کا چہرہ جھلسنے لگا اور بارش تھی کہ ٹوٹ کر سب بیتے منظر وا کرنے پر تلی ہوئی تھی، اسے اپنی مدہوشی کا ایک ایک منظر یاد آ رہا تھا۔

......☆☆☆☆☆......

بڑی گہری خاموشی تھی موسم بھی نکھرا نکھرا تھا رامین بہت چپ چپ رہتی تھی، سعدیہ کے شب و روز پہلے جیسے ہی تھے، ہر جگہ وہ رامین کو ساتھ رکھتی تھیں اور اپنی مرضی کا اسے چلنا اوڑھنا اور بات کرنے کے آداب سکھاتی تھیں، ان کا اپنا ایک انداز اور رکھ رکھائو تھالہٰذا ان پر کوئی انٹرفیئر نہیں کر رہا تھا اور نہ ہی رامین نے کوئی احتجاج کیا بلکہ ہر حکم پر وہ جی ممانی، جی ممانی کرتی رہی لیکن ہر شخص بہت مطمئن تھا کہ وہ اچھی ماں اور اچھے

دل کی مالک ہیں اور آج تو نور محل میں انہوں نے اپنی محبت کا ایسا تہلکہ مچا دیا تھا کہ ہر شخص ہکا بکا رہ گیا تھا۔

بقول ان کے ”شبیر حسن خان کی ہمت کیسے ہوئی کہ وہ خلع کا نوٹس بھیجے اور فہد ان کی بیٹی کو ڈائیورس دے، کبھی بھی نہیں، اس خاندان میں کبھی ایسا نہیں ہوا کسی کو ڈائیورس دی جائے، فہد ایسا کبھی نہیں کرے گا وہ میرا بیٹا ہے۔“ منظور تو یہ سن کر کرسی پر بیٹھ گئے تھے اور حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ یہ سعدیہ ہی ہیں یا کوئی اور، اتنے بڑے معجزے پر سبھی اپنی اپنی جگہ حیرت زدہ تھے اور ہر شخص کو سعدیہ سے محبت سی محسوس ہو رہی تھی کہ وہ کتنی اچھی انسان ہیں، فہد خود بے یقینی کی کیفیت میں چپ ہو گیا تھا۔

”میں بات کرتی ہوں منظور! شبیر حسن خان آخر سمجھتے کیا ہیں خود کو، پہلے تو وہ اپنی بیٹی سے پوچھیں کہ وہ کیا چاہتی ہے۔“ فہد گھبرا کر ان کے کمرے سے باہر آ گیا تھا۔

”یہ پیپر مجھے دو۔“ انہوں نے جھپٹ کر احمد کے ہاتھ سے پیپر لے کر ہوا میں اچھال دیئے تھے۔

”وہ پہلے اپنی بیٹی کو سامنے لائیں اور پوچھیں اس سے کہ وہ کیا چاہتی ہے، وہ میرے فہدکو پسند کرتی ہے اور اگر میں احمد کی خوشی کو پسند کر سکتی ہوں تو فہد تو میری جان ہے۔“ فہد کو یوں لگا کہ ایک بم بلاسٹ ہوا اور پورا گھر ہوا میں اڑ گیا ہو، مما کیا کہہ رہی تھیں اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

”گریٹ مما!“ احمد نے انہیں دونوں ہاتھوں کے حصار میں جکڑ لیا تھا۔

”مما! اب ہم خود انہیں دیکھ لیں گے، آپ جو چاہتی ہیں وہی ہو گا۔“ لیکن سعدیہ غصے سے پھٹی جا رہی تھیں۔

”وہ ڈاکٹر اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے اس کی اوقات کیا ہے ہمارے بیٹے کے سامنے۔“

”پلیز سعدیہ! کول ڈائون...“ منظور مسکرا کر ان کے قریب پہنچے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آپ ہنس رہے ہیں منظور! آپ سمجھتے نہیں ہیں کتنی جگ ہنسائی ہو گی، میں کسی کو فیس نہیں کر سکوں گی، ہماری گیدرنگ میں سب کو یہ خبر ہے کہ شیزرے خان میری بہو ہے۔"

"مما! آپ اتنی ہائپر مت ہوں آپ پانی پئیں، کیا ہو رہا ہے آپ کو۔" کرن انہیں سمیٹ رہی تھی۔

......☆☆☆☆☆......

بھیگی بھیگی ایک شام میں فہد ٹینس کھیل کر ابھی گھر پہنچا ہی تھا کہ شیزرے کی کال آ گئی، ناچاہتے ہوئے بھی اس نے بٹن آن کیا تھا۔

"فہد..." تو فہد کو یوں لگا کہ اس کی سانس رک گئی۔

"بول تو رہا ہوں۔"

"فہد پلیز! کیا تم اب بھی خاموش رہو گے؟" اس نے بہت معنی خیز لہجے میں فہد سے پوچھا، اس کے لفظوں کی ادائیگی میں گزری شب کا وہ احساس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اتنی شدت سے غالب تھا کہ فہد کے ہاتھ سے ریکٹ چھوٹ کر گر گیا، اسے یوں لگا کہ شیزرے کی آواز نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہو۔

"تم کیا چاہتی ہو؟" اس کی آواز میں اس کی شکست نمایاں تھی، ایک ضد اور انا ٹوٹ کر بکھر گئی ہو جیسے رات کی چمکتی ہوئی بجلی ان دونوں کے درمیان آن گری تھی دونوں ایک دوسرے کا عکس تھے۔

"وہ تو تمہاری مرضی پر منحصر ہے اب۔" اس کے آنسو بہنے لگے۔

"اچھا اچھا تم روئو مت، میں تمہارے ساتھ ہوں، ابھی تھوڑی دیر میں تمہیں خود کال کرتا ہوں۔" وہ زینہ چڑھتے ہوئے بولا تھا، وہ آنسو پونچھ کر اٹھی تھی کہ تائی اس کے کمرے میں آگئی تھیں۔

"کیا ہوا شیزرے! تم رو رہی ہو، مہمان تو تمہاری قسمت پر رشک کر رہے ہیں، اس خوشی کے موقع پر دور دراز سے آنے والے ہمارے خاندانی لوگ تمہاری ایک جھلک دیکھنے کیلئے بے تاب ہیں، وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ شعیب حسن خان کی ہونے والی بیوی کون ہے، تمہارے ساتھ ہونے والا نکاح کا

سانحہ صرف اور صرف پروٹیکشن تھا' وہ شعیب کو بتا چکا ہے' بھائی شبیر نے اسے خلع کا نوٹس بھیجا ہے عدالت تمہیں یہ حق دیتی ہے اس زبردستی والے نکاح سے چھٹکارہ حاصل کر لو۔" انہوں نے بڑے پیار سے اسے خود سے لپٹا لیا تو وہ تڑپ کر بیڈ سے زمین پر اتر آئی اور بولی۔

"جی نہیں یہ جھوٹ ہے' کوئی زبردستی نہیں تھی اس کے اور ہمارے درمیان۔" وہ دیوار سے لگی رونے لگی۔

"چپ ہو جا شیزرے! تمہاری آواز تمہارے بابا تک نہ پہنچے ورنہ قیامت آ جائے گی' ان کی خاندانی عزت خاک میں مل جائے گی' وہ آج بھی رسم و رواج اور اپنے قبیلے کے خلاف نہیں ہیں ورنہ کبھی فاطمہ یوں دربدر نہ ہوتی۔"

"نہیں چاہیے مجھے ان کی یہ دولت' عزت اور نام' میں سب واپس لوٹا دوں گی۔"

"پہلے میری بات سنو شیزرے' میری بات سنو۔" لیکن اس نے غصے میں خود کو واش روم میں لاک کر لیا تھا' سامنے سے آتی ہوئیں ثروت سے وہ ٹکرائیں تو وہ بولیں۔

"ثروت! یہ تمہارا خاندانی خون ہے' عزت کا معاملہ ہے تمہیں کسی طرح بھی شیزرے کو راضی کرنا ہے کہ وہ نیچے آ جائے' دوچار دن میں فیصلہ ہو جائے گا' ہم سب کی بہتری اسی میں ہے۔" انہوں نے ایک چبھتی ہوئی نظر اپنی نند ثروت پر ڈالی اور باہر نکل گئی تھیں۔

"شیزرے! باہر نکلو۔" ثروت نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔

"پھپھو پلیز!" اس نے روتے ہوئے دروازہ کھول دیا تھا۔

"پھپھو! کیا یہ سچ ہے کہ بابا مجھے چھوڑ دیں گے اس دنیا سے مجھے دور بھیج دیں گے جیسے میری ماں کے ساتھ کیا۔"

"ہاں شیزرے! ہم سب بڑے تنگ دل' تنگ نظر ہیں' معاف نہیں کرتے ' بس سزا کے طور پر خود سے دور کر دیتے ہیں' تم پر ہونے والے سانحے کی

خبر شبیر بھائی کو فاطمہ کے شوہر اکبر نے دی ہے اس کے مطابق تم اغوا کر لی گئی تھیں اور دوبارہ تمہیں ان سے بچانے کیلیۓ ایک لڑکے نے فرضی نکاح کیا تھا وہ اب کچھ رقم لے کر تمہیں چھوڑ دے گا۔“

”نہیں پھپھو نہیں' یہ غلط ہے جھوٹ ہے' وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا' وہ لڑکا فہد مصطفی ہے جسے میں بچپن سے جانتی ہوں۔“

”لیکن تمہاری تائی تو کہہ رہی ہیں کہ وہ لوگ اچھے نہیں ہیں اور تمہیں ان سے بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تمہارا نکاح شعیب سے کر دیا جائے۔“

”پھپھو! یہ ناممکن ہے' میرا نکاح ہو چکا ہے بہ ہوش و حواس میں نے خود دستخط کیے ہیں۔“ وہ چیخ رہی تھی۔

”تو بیٹا! وہ خود کیوں نہیں سامنے آتا' مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ شعیب کا کلاس فیلو تھا اور بہت اچھے تعلقات ہیں' تم اس خاندان کے رسم و رواج سے ابھی ناواقف ہو' میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی' تم میرے بھائی کی اکلوتی اولاد ہو' شعیب بھی میرے بھائی کا بیٹا ہے۔“ تو وہ آنسو پونچھ کر بولیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تو پھپھو! حفصیٰ کون ہے کیا اس کا دل اور احساسات نہیں ہیں' جب میں اس گھر میں نہیں تھی آپ لوگوں کے دل میں نہیں تھی تو اس وقت حفصیٰ ہی سب کچھ تھی اور اب۔“

”نہیں بیٹا! حفصیٰ کا شعیب نصیب نہیں تھا اور خاندان سے باہر ہم اپنی بیٹیاں نہیں دیتے۔“

”تو گویا تمام عمر حفصیٰ بیٹھی رہے گی اس گھر میں۔“

”شاید... کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ شعیب نے کہیں غیر خاندان میں امریکا میں لڑکی پسند کر لی تھی تو تمہارے تایا اور تائی کا کیا فیصلہ تھا' وہی فیصلہ جو فاطمہ کیلیۓ کیا گیا' تو تم کو وہ کیسے معاف کر سکتے ہیں اور فیملی سے باہر دے سکتے ہیں۔“

”لیکن میں اس خاندان کے رسم و رواج کو نہیں جانتی اور نہ ہی میں نے کچھ دیکھا ہے بس۔“

”شیزرے میری جان! مجھے فاطمہ کا انجام یاد ہے۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

"سو واٹ فاطمہ کا انجام آپ لوگوں کو یاد ہے، وہ ایک خوددار عورت تھیں، ان کو اسی طرح سے ری ایکٹ کرنا چاہیے تھا اور میں بھی انہی کی بیٹی ہوں مجھے بابا نہیں توڑ سکیں گے، میں جان تو اپنی دے سکتی ہوں مگر شعیب حسن خان سے شادی نہیں کر سکتی، یہ حق صرف اور صرف حفصیٰ کا ہے۔"

"شیزرے! آہستہ حفصیٰ کا نام مت لو۔" انہوں نے اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

......☆☆☆☆☆......

فہد نے کئی بار کوشش کی کہ وہ شیزرے سے بات کرے مگر انگلیاں تھیں کہ لرز جاتی تھیں لیکن اس بار بھی رابطہ شیزرے نے کیا تھا۔

"فہد...!" تو دوسری طرف بڑی گہری خاموشی چھا گئی۔

"پلیز فہد! کچھ بولو ناں۔"

"ایم سوری میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔"

"واٹ... تم شرمندہ ہو فہد، اتنا بڑا مذاق مت کرو، اتنے سنگدل مت بنو پلیز، تم جانتے ہو کہ تمہارے سوری کہہ دینے سے کیا ہو گا۔" دوسری طرف بڑی گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

"کیا ہو گا۔" اس کی آواز دکھ اور ندامت سے ڈوب رہی تھی۔

"شعیب تو کیا کوئی بھی اب ہمارے پاس سے نہ گزر سکے گا، میں اپنی جان دے دوں گی لیکن تمہارا ایکسکیوز میں قبول نہیں کر سکتی، تم نے مجھے ہرٹ نہیں کیا جو سوری کہہ کر گزر جاؤ، یو نو فہد! تمہیں کیا کچھ نہیں یاد کہ تم نے اپنی محبت میں اس وقت مجھے پور پور بھگو دیا تھا، ہر سانس پر تم نے کہا کہ میں تمہاری بیوی ہوں اور تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔"

"شیزرے! میں اس وقت اپنے ہوش میں نہیں تھا، تم تو ہوش میں تھیں۔"

"نہیں میں بالکل ہوش میں نہیں تھی جیسے بھیگی ہوئی کبوتری کو کوئی قید کرے تم نے مجھے سمیٹ لیا تھا اور اب تم سوری کہہ رہے ہو، خود کو تم دھوکا دے رہے ہو۔"

”تو اب میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں بولو' خود کو میں شوٹ کر لوں' تم وہ منظر بھول جاؤ۔“

”شوٹ کرنے سے منظر نہیں بدلتے فہد! اگر ایساہوتا تو زندگی بہت آسان ہو جاتی۔“

”تو بولو شیزرے خان! میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔“

”تاعمر تم مجھے اپنی قید میں رکھ سکتے ہو' بابا یا کسی کے بھی دباؤ پر تم مجھے ڈائیورس نہیں دو گے' میں حفصیٰ کا ایک آنسو بھی برداشت نہیں کر سکتی' میں اتنی خودغرض نہیں ہوں۔“

”سوچ لو شیزرے! پوری زندگی پھر تمہیں جھیلنا پڑے گا۔“

”میں جھیل لوں گی فہد!“ وہ آنسوؤں میں بھیگ رہی تھی۔

”پلیز شیزرے مت رو۔“ وہ اداس لہجے میں بولا۔

”مجھے یاد ہے اس شب تم نے مجھ سے یہی تو کہا تھا کہ میرے جب آنسو گرتے ہیں تو میرے دل کو کچھ ہوتا ہے' تمہیں یاد ہے فہد!“ وہ چونکا دینے والے لہجے میں بولی تو فہد مصطفی کو سب کچھ یاد آ گیا۔

”کیا ہوا؟ چپ کیوں ہو گئے' کیا کچھ یاد نہیں تمہیں؟“

”شیزرے! میں اس وقت ہوش میں نہیں تھا بٹ آئی لو یو شیزی! مجھے معاف کر دو۔“

”نہیں فہد! مجھ سے وعدہ کرو کہ تم بابا کے دباؤ میں نہیں آؤ گے' بابا کیا ہیں تم کسی سے بھی ٹکرا سکتے ہو فہد۔“

”نہیں شیزی! میں اب وہ وردی ہی اتار چکا ہوں۔“ اس کا لہجہ ٹوٹ رہا تھا۔

”جب تک انسان زندہ ہے فہد! اس کے اندر اس کی روح آباد رہتی ہے اور روح کے بغیر فہد انسان ایک مردہ ہے۔“

”میں مردہ نہیں ہوں میرا شمار زندوں میں ہے۔“

"یہ دولت' اپنے باپ کا مان' اس کی محبت' شعیب کا اسٹیٹس' اپنے خاندان کا تکبر میں حفصیٰ کے ایک آنسو پر چھوڑ رہی ہوں' لمحہ لمحہ ٹھوکروں پر رہنے والی شیزرے خان اتنی کمزور نہیں ہے تو تم اتنے کمزور کب سے ہو گئے۔"

"او شیزی! یو آر سو بریو' چلو میرا وعدہ ہے تمہارے نام کے ساتھ فہد مصطفی کا نام شامل رہے گا کوئی شخص اسے مٹا نہیں سکے گا' نہ مما' نہ ہی تمہارے بابا' خوش۔"

"تھینک یو فہد!" اس کی آواز آنسوئوں میں ڈوب گئی۔

"ارے ارے تو تم رو کیوں رہی ہو؟"

"کچھ نہیں بس یونہی رونا آ گیا۔"

"شیزرے! تم کس سے بات کر رہی ہو؟" تائی اندر داخل ہوئی تھیں' موبائل ہاتھ سے چھوٹ کر گرا اور رابطہ منقطع ہو گیا تھا لیکن فہد وہ کرخت آواز سن چکا تھا۔

"تو وہاں پر بھی تمہارے لئے کوئی دوسری مما موجود ہے۔" اس کے ہونٹوں پر بڑی بے بسی مسکرا رہی تھی۔

......☆☆☆☆☆......

سعدیہ گھر میں بہت چیخ چلا رہی تھیں۔

"کب کس سے کیا بات کرنی ہے تمہیں اس کی تمیز نہیں ہے' ڈھنگ کا تم کوئی کپڑا نہیں پہن سکتی ہو' ہر وقت تم نمازوں کے چکروں میں رہتی ہو' اس کے علاوہ بھی تمہیں ماں نے کچھ سکھایا ہے یا بس یہی۔سنا تو یہی ہے کہ عمیرہ آپا کنوار پنے سے تہجد پڑھتی تھیں مگر تمہاری ماں کو کیا ملا' میں یہ نہیں کہتی کہ تم نماز نہ پڑھو مگر رامین پلیز زندگی کے کچھ مینرز بھی ہوتے ہیں جن سے تم بالکل بے خبر ہو' میں چاہتی ہوں کہ تمہارا اب ایک اسٹیٹس ہے تم اچھی طرح رہو اب تم کوئی معمولی چیز نہیں ہو' کیا سوچتی ہوں گی میری سہیلیاں میں نے تمہیں بتا بھی دیا تھا کہ واپسی پر وہ ہمارے ساتھ ہوں گی مگر تم سادہ سے لباس میں سامنے آ کر بیٹھ گئیں' وہ سب مڑ مڑ کر تمہیں

دیکھ رہی تھیں حد کر دی تم نے' میں بہو بنا کر لائی ہوں تمہیں نوکرانی بنا کر نہیں لائی ہوں نہ ہی اس گھر کے ملازم مر گئے ہیں سمجھیں آپ' بس یہ ہے کہ تمہیں منظور کی نظروں میں اہمیت حاصل کرنے کا شوق ہے اور کچھ نہیں۔" سعدیہ' رامین کو لے تو آئی تھیں صرف جواز بنانے کیلئے کہ شیزرے سے پہلے انہیں احمد کا خیال ہے اور احمد کا مسئلہ حل کرنے کے بعد وہ یہ احساس دلا رہی تھیں کہ اب انہیں فہد کی بہت فکر ہے۔سبھی نے ان کی اس تبدیلی کو محسوس کیا تھا اور سراہا بھی جا رہا تھا۔منظور اپنی زندگی سے بہت مطمئن ہو گئے تھے' سعدیہ کا یوں واپس ہونا ایک خوشگوار جھونکا محسوس ہوتا' وہیں شرمندگی سے ان کا سر جھک جاتا جب عبیر کا خیال آتا' اندر سے دل مسوس کر رہ جاتے' آنکھیں بھی نم ہو جاتیں لیکن سعدیہ بڑے اطمینان سے ہر شخص کو یہ احساس دلاتیں کہ وہ بہت خوش ہیں اور عبیر کا ایسا کرنا اس کی اپنی مرضی تھی' بہرحال ابھی تک کوئی بھی اس حادثے کو نہیں بھول سکا تھا۔احمد اور رامین کی خوشی کے دن بھی سب کے دل میں عبیر کی یاد تھی پھر بھی کسی شخص نے اس کا نام نہیں لیا تھا البتہ ربیعہ کو دیکھ کر سعدیہ کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دل میں ایک ہوک سی اٹھتی تھی لیکن اسے بھی وہ یہی کہتی تھیں کہ ربیعہ نے جادو ٹونے سے فیصل کو اپنا بنایا ہے اور سب گھر والے آگے پیچھے گھومتے ہیں' ہر وقت کچھ نہ کچھ وہ رامین سے بولتی رہتی تھیں۔

"اچھا ممانی' جی ممانی۔" رامین کہہ کر چپ ہو جاتی۔عمیرہ نے چلتے وقت بس ایک ہی نصیحت کی تھی۔

"سعدیہ بھابی کچھ بھی بولیں تمہیں پلٹ کر جواب دینا ہی نہیں ہے' اس کا مطلب غلطی تمہاری ہے' بیٹا گھر بنانے کیلئے یہ بے حد ضروری ہوتا ہے کہ بڑوں کوپلٹ کر جواب مت دو۔" انہوں نے یہ کہہ کر رخصت کیا تھا' وہ بھی جی جی کر کے چپ ہو جاتی۔

......☆☆☆☆☆......

شبیر حسن خان آج بہت غضبناک ہو رہے تھے کہ فون پر انہیں سعدیہ نے بہت کھری کھری سنائی تھیں اور خود فہد نے ڈائیورس پیپرز پر سائن کرنے سے انکار کر دیا تھا' شعیب آج خود فہد سے ملنے جا رہا تھا' شیزرے کو ہر

بات کی خبر تو تھی لیکن جب اس نے سنا کہ شعیب پھر آج فہد سے مل کر ڈائیورس کا مطالبہ کرے گا تو وہ کسی کا لحاظ کیے بغیر زندگی میں پہلی بار پھٹ پڑی تھی۔

”شعیب بھائی! آپ کو کس نے یہ اختیار دیا ہے کہ آپ ہمارے ذاتی معاملات میں دخل دیں۔“ وہ بہت غصے سے شعیب کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس کے اندر حالات سے ٹکرانے کا حوصلہ نجانے کہاں سے آ گیا تھا حالانکہ دل اس کا دھڑ دھڑ کر رہا تھا مگر اس کے کان میں فہد کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

”میرا نام تمہارے نام کے ساتھ نہ تو میری مما اور نہ تمہارے بابا مٹا سکتے ہیں۔“ اسے یوں لگ رہا تھا کہ فہد نے اس کے کانوں پر آ کر ہاتھ رکھ دیا ہے، وہ ایک ایسا کوہِ گراں ہے جسے شعیب نہیں توڑ سکتا۔

”تم اس گھر سے میری مرضی کے بغیر ایک قدم نہیں نکال سکتیں۔“ شعیب چیخا تھا۔

”کب تک شعیب بھائی! کیا پوری عمر مجھے قید رکھیں گے؟“

”یہ میرا خاندانی حق ہے، ہم تمہیں مار تو سکتے ہیں لیکن فہد کے ساتھ نہیں بھیج سکتے، یہ فاطمہ چچی نے ہم سے انتقام لیا ہے۔“

”میری ماں کو بیچ میں مت لائیں، میرا معاملہ الگ ہے ان سے۔“

”یہ فاطمہ چچی کی سوچی سمجھی اسکیم ہے انہوں نے اس طرح سے ہمارے سامنے کھڑا کیا ہے تاکہ تم اس دولت کی حقدار بن سکو۔“

”شعیب بھائی! میرے رستے میں مت آئیں، یہ میرا ذاتی معاملہ ہے، میں فہد مصطفی کی بیوی ہوں، کوئی ہاتھ لگائے گا تو وہ ہاتھ کاٹ کر رکھ دے گا، یہ بات آپ ذہن میں رکھیئے گا۔“

”تم اگر اس کی بیوی ہو تو اس کے ساتھ کیوں نہیں رہتیں؟“

”یہ اس کی مرضی ہے جب چاہے گا مجھے لے جائے گا، ہو آر یو؟ یہ میرے بابا کا گھر ہے۔“ وہ چیخ کر بولی۔

"بابا کا نہیں دادا کا گھر ہے جو کچھ تمہیں نظر آ رہا ہے یہ سب دادا کا ہے۔" شعیب بول رہا تھا۔

"تو میں ابھی اور اسی وقت یہ گھر چھوڑ دیتی ہوں، کہیں بھی چلی جاؤں گی دنیا بہت بڑی ہے، بہت اچھا کیا تھا امی نے جو آپ لوگوں سے مجھے دور رکھا، میں خود اپنی مرضی سے یہاں آئی ہوں۔"

"تو کیوں آئی ہو واپس اس دنیا میں، تمہیں اب ہماری مرضی سے جینا ہو گا، ایک ایک قدم ہماری مرضی سے اٹھانا ہو گا۔"

"نہیں شعیب بھائی نہیں، میرے نزدیک مت آیئے گا اس کا انجام بہت برا ہو گا، فہد میری ایک کال پر آئے گا اور آپ کے سامنے مجھے یہاں سے لے جائے گا۔"

"دیکھ لوں گا میں اسے ، جب وہ زندہ رہے گا تبھی تو تمہیں لے کر جائے گا، میں اسے شوٹ کر دوں گا۔" تبھی ثروت پھپھو بیچ میں آ گئی تھیں۔

"شعیب! میں اسے دیکھتی ہوں تم باہر جاؤ۔" انہوں نے بیچ میں آ کر شعیب کا ہاتھ تھاما تھا۔

"چلی جائیں آپ یہاں سے، ہمارے درمیان میں مت آئیں، یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے، یہ سب آپ کی ڈھیل کا نتیجہ ہے۔" شعیب نے بُرے طریقے سے ثروت پھپھو کو دھکا دیا تھا، ثروت بیڈ کے کونے سے ٹکرا کر زمین پر گری تھیں ماتھا آئرن راڈ کے بیڈ سے ٹکرایا تھا، خون بہہ کر ان کے ماتھے کو سرخ کر گیا تو وہ چیختی ہوئی نیچے بھاگی تھی۔

"بابا، بابا۔" تائی نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"بس شیزرے بس، اپنی لمٹ کراس مت کرو۔" تبھی حفصیٰ، ماں کا بہتا ہوا خون دیکھ کر نیچے بھاگی۔

"گارڈ! دروازہ بند کر دو، کوئی بھی گھر سے باہر نہیں جائے گا۔" وہ بہت تکبر سے چلتی ہوئیں اوپر پلٹی تھیں۔شعیب اوپر غصے میں توڑ پھوڑ کر رہا تھا تبھی حفصیٰ نے بھاگ کر شبیر خان کو فون کیا تھا۔

"ماما! گھر جلدی آئیں' یہاں بہت گڑبڑ ہو گئی ہے۔" تو تائی نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے سیل کھینچ لیا تھا۔

"بھائی! یہاں سب ٹھیک ہے دراصل ثروت' شیزرے کو پلان کر کے دوبارہ باہر بھیج رہی تھی شعیب نے کوشش کی روکنے کی تو ثروت بیڈ سے ٹکرا کر زخمی ہو گئی ہیں آپ آرام سے گھر آئیں۔" لیکن شیزرے مسلسل چیخ رہی تھی کہ پھپھو کو ہاسپٹل لے کر جائیں' حفصیٰ' ماں کے بہتے ہوئے خون کو روکنے کی کوشش کررہی تھی۔

"بند کرو یہ چیخ و پکار۔" شعیب نے اس کے بازو کو پکڑ کر گھما دیا تھا' وہ چکرا کر بیڈ پر گری تھی' شعیب نیچے اتر گیا تھا' ڈاکٹر شبیر راستے میں ہی تھے شاید وہ گھر پہنچ چکے تھے۔

"یہ سب کیا ہے؟" انہوں نے شیزرے اور حفصیٰ پر ایک نظر ڈالی اور پھر خون دیکھ کر ثروت کی جانب بڑھ گئے۔بہت خوفناک خاموشی تھی جب ڈاکٹر شبیر حسن خان ثروت کو ہاسپٹل سے لے کر گھر پہنچے تھے' دکھ اور خوف

سے حفصیٰ اور شیزرے کا بُرا حال تھا' شعیب توڑ پھوڑ کر کے کہیں باہر نکل گیا ' بڑی گہری خاموشی تھی تائی غصے سے اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں' ڈاکٹر شبیر حسن خان رات کی تاریکی میں بیٹھے سوچ رہے تھے۔

"میں نے تو زندگی میں کسی کو کوئی دکھ نہیں دیا' ثروت بیوہ ہو گئی میں نے اس کی بچی اور اسے پناہ دی' میں نے اپنی محبت حفصیٰ پر لٹا دی اور جب شعیب اچانک یتیم ہوا تو وہ بھی میری پناہ میں آ گیا' میں نے تو کبھی یہ سوچا بھی نہیں گھر' دولت سب کچھ میں نے حفصیٰ اور شعیب کو دینا چاہا تھا لیکن یہ خاندانی رسم و رواج کہاں سے بیچ میں آ گئے' کب اور کیسے میں بھی سب کچھ بھول گیا' اب یہ طوفان کہ میری بیٹی کا مالک صرف اور صرف شعیب بنے گا کیسے روک سکوں گا' چھوٹے بھائی کی بیٹی صرف بڑے بھائی کو جائے گی ورنہ وہ تمام عمر کنواری بیٹھی رہے گی' کتنے دن ہو گئے ابھی تک قانونی طور پر فہد مصطفی نے میری بیٹی کو ڈائیورس نہیں دی' یہ طوفان اسی لئے ہمارے گھر کو اجاڑ رہا ہے میں کچھ دنوں کیلئے شیزرے کو لے کر ملک سے

باہر چلا جاتا ہوں شاید یہ مسئلہ حل ہوجائے' شاید وہ سب کچھ بھول جائے' یہ فاطمہ کی سازش تھی اس طرح وہ مجھے شکست دینا چاہتی ہے' شکست تو شبیر حسن خان اُسی دن کھا گیا تھا جس دن وہ میری بیٹی کو لے کر اکبر خان کے ساتھ چلی گئی تھی' لیکن فاطمہ! اب ایسا نہیں ہو گا' بھابی کے مطابق شیزرے' شعیب کی ہے۔شیزرے اور شعیب کا یہ حق ہے جو مجھے دینا پڑے گا۔'' وقت کی تاریکی سے دھند ہٹتی جا رہی تھی فاطمہ کے خدوخال ہنستی ہوئی شادی کے فنکشن میں ڈھول بجاتی ہوئی' دادی کے برابر میں سو کر اٹھنے والی فاطمہ ہاسٹل میں چھوڑ کر جس فاطمہ کو آیا تھا وہ فاطمہ' وہ جس کو ہاسٹل سے لینے جاتا ہے اور اپنا حق سمجھ کر اظہار محبت کرتے رہنا اور اس کا ہنس کر رخ موڑ جانا سب کچھ یاد آ رہا تھا' رات کی تاریکی سے صبح کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں اور شبیر حسن خان ابھی تک سو رہے تھے۔

......☆☆☆☆☆......

سعدیہ کسی گہری سوچ میں بیٹھی تھیں' ذہن کی اسکرین پر صرف اس وقت ایسا پلان چل رہا تھا کہ وہ اپنے حلقہ احباب میں سب کو نیچا دکھا دیں اور وہ تھا ڈاکٹر شبیر حسن خان کی بیٹی کو حاصل کر کے' ابھی ذہن کی سکرین پر ہی فلم چل رہی تھی کہ اچانک سیل پر انجان نمبر چمک اٹھا' پہلے تو انہوں نے نظرانداز کرنا چاہا مگر پھر کچھ سوچ کر انہوں‌نے اٹھا لیا۔

''اوہ عبیرا!'' وہ ایک دم خوش ہو کر بولیں۔

''کیسی ہو میری جان؟'' ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''ٹھیک ہوں مما!'' اس کی آواز بھی رندھ رہی تھی۔

''مما! میں پاکستان میں ہی ہوں۔'' اس کی آواز بوجھل تھی۔

''کیا' کیا تم پاکستان میں ہو۔'' وہ حیرت سے بول رہی تھیں۔

''جی مما! میں ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہوں اور آپ سے ملنا چاہتی ہوں' مما میں گھر آ جائوں۔''

"نہیں نہیں عبیر! آج کل فہد گھر پر ہوتا ہے وہ کچھ بھی کر گزرے گا۔"

"مارنا چاہتے ہیں مجھے مار دیں، میں واقعی مما اب مرنا چاہتی ہوں۔"

"شٹ اپ... ایسی باتیں میرے سامنے مت کرو، تم جو بھی ہو میری بیٹی ہو، میں خود تم سے ملنے آ جاؤں گی، ٹھیک ہے عبیر اپنا روم نمبر بولو۔" وہ بڑی بے قراری سے ڈائری میں نمبر نوٹ کرنے لگی تھیں۔جب وہ گھر سے تیار ہو کر نکل رہی تھیں تو رامین ان کی چائے لیے ان کے روم کی طرف آ رہی تھی انہوں نے ایک پل میں اپنا رُخ موڑ لیا پھر کچھ سوچ کر پلٹی تھیں۔

"تھینکس رامین! تم میرا کتنا خیال رکھتی ہو، ہر وقت تم اس گھر میں کام میں لگی رہتی ہو، سب کی ضرورت کا خیال رکھتی ہو اور اپنی امی سے ملنے کا کیا دل نہیں چاہتا۔" تو اس کے آنسو بہنے لگے۔

"اوہو رامین! کتنے دن ہو گئے نہ تم عمیرہ کے ہاں گئیں اور نہ وہ آئیں، آج میں بہت خوش ہوں۔" ان کے ہونٹوں پر ہنسی مچل رہی تھی۔

"احمد سے میں کہتی ہوں وہ تمہیں عمیرہ کے گھر دوچار دن کیلئے چھوڑ کر آئے گا، ٹھیک ہے۔" انہوں نے اس کے بہتے ہوئے آنسو سمیٹے اور اپنی ساڑھی کا پلو ٹھیک کرتی نیچے اتر گئی تھیں، رامین ان کے بدلے ہوئے رویئے پر حیران سی چائے تھامے کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

"واقعی ممانی دل کی بُری نہیں ہیں بس ان کی یہ عادت ہے، نور محل کی کوئی طاقت مجھے احمد سے نہیں ملا سکتی تھی چھوٹی ممانی کے ایک اشارے نے احمد اور میری دنیا کو بدل دیا، کھویا کھویا سا احمد اب واپس لوٹ رہا ہے۔" جاتے جاتے سعدیہ پھر پلٹ کر آئی تھیں۔

"رامین! احمد تو شام تک آئے گا میں بھی جا رہی ہوں، کرن یونیورسٹی گئی ہوئی ہے، منظور دو دن سے فارم ہاؤس پر ہیں، تم اکیلی ہو گھر پر، ایسا کرو تم ڈرائیور سے کہو وہ تمہیں چھوڑ آئے گا، رامین..." وہ بڑی سرگوشی میں بولیں۔

"امی بہت یاد آتی ہیں۔"

"جی ممانی!"

"یہ رشتہ ہی اتنا پیارا ہوتا ہے کہ بیٹی کی آواز سن کر زندہ رہنے کو دل چاہتا ہے، یوں لگتا ہے میں پھر سے جوان ہو گئی ہوں، صبح سے میں ڈپریشن میں تھی کچھ کرنے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔" انہوں نے ڈریسنگ ٹیبل سے پرفیوم اٹھا کر دوبارہ اسپرے کیا اور پلٹ کر چلی گئیں۔یہی زندگی کے شب و روز تھے، ہر شخص سعدیہ کے انداز میں جی رہا تھا، سعدیہ نے رامین پر پابندی لگا دی تھی کہ بس بہت رہ لیں امی کے گھر اور اب تم وہاں نہیں جاؤ گی اور اس نے خاموشی سے ان کی اس بات کو مان لیا تھا۔

"اگر وہ ایسا چاہتی ہیں تو اس میں برائی کیا ہے، تم اپنے گھر میں رہو، سب کی دیکھ بھال کرو، میں بھی تو اپنی ماں سے ملنے کئی کئی دن نہیں جاتی، تم کوئی نرالی تھوڑی ہو جو آنسو بہا رہی ہو۔" عمیرہ نے بیٹی کو سمجھا دیا تھا اور اس طرح دو ماہ سے زیادہ ہو گئے اور رامین پلٹ کر گھر نہیں گئی تھی۔وہ اپنی بے بسی پر روئی تو تھی کئی بار مگر اس نے احمد سے بھی کوئی شکوہ نہیں کیا تھا، احمد نے جب بھی چلنے کیلئے کہا وہ ٹال گئی تھی۔سعدیہ کو یہ پسند نہیں تھا

کہ وہ احمد کے ساتھ اپنی ماں کو ملنے جائے لیکن آج خود سعدیہ اجازت دے گئی تھیں پھر جب اس نے عمیرہ کو بتایا کہ وہ ڈرائیور کے ساتھ آ رہی ہے تو انہوں نے اسے روک دیا تھا۔

"بالکل نہیں، تم جب بھی گھر آؤ احمد کے ساتھ ورنہ نہیں۔"

"امی...!" وہ چیخ پڑی۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں، دو مہینے کے بعد تو مجھے یہ موقع مل رہا ہے، خود ممانی کہہ کر گئی ہیں کہ چلی جاؤ، ٹھیک ہے میں احمد سے بات کرتی ہوں" اس نے فون رکھ دیا تھا۔

......☆☆☆☆☆......

"اور میری جان عبیر کیسی ہے؟" سعدیہ اسے چومے جا رہی تھیں، عبیر خود بھی روئے جا رہی تھی اور سعدیہ بھی۔

"کیسی ہے میری جان؟" وہ آنسو پونچھ رہی تھیں۔

"ٹھیک ہوں مما! آئی ایم سوری۔" وہ اپنے آنسو پونچھ کر بولی۔

"مما! بابا' کرن اور بھائی سب کیسے ہیں؟"

"سب کچھ بتاتی ہوں آرام سے۔" انہوں نے پھر اسے لپٹا کر پیار کیا۔

"مما! جو کچھ میں نے کیا بہت غلط کیا' مجھے پچھتاوا ہے اس بات کا مگر مما آپ لوگ یہ بات مان لیتے تو شاید میں ایسا نہ کرتی۔"

"آئی نو عبیر!"

"مما! اپنے دین کو چھوڑنا بہت مشکل کام ہے' میں باوجود کوشش کے ہندو دھرم کو قبول نہیں کر سکی' ہمارے درمیان ابھی بھی مذہب کی دیوار قائم ہے' میں سوچتی ہوں جو میں نے کیا وہ بہت غلط کیا' بہت ہرٹ کیا ہے میں نے سب کو' فہدبھائی کیا کہتے ہوں گے۔"

"کیا کہتا ہو گا عبیر! وہ تو سب کچھ داؤ پر لگا چکا ہے اپنا' اس نے ریزائن کر دیا اور گھر آ کر بیٹھ گیا ہے' احمد کی میں نے رامین سے شادی کر دی اور اسے گھرلے آئی ہوں۔"

"گڈ مما! یہ تو آپ نے بہت اچھا کیا' مما ایک بات آپ کو بتاؤں اونیسٹلی۔"

"بولو میری جان! کیا کہنا چاہتی ہو' کس چیز کی تمہیں ضرورت ہے۔" انہوں نے والٹ کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

"مما! پیسہ تو بہت ہے میرے پاس مگر سکون نہیں ہے۔" اس نے والٹ بند کر دیا تھا۔

"کیوں میری جان! سکون کیوں نہیں ہے؟"

"مما!میں بہت کانشس رہتی ہوں' یوں لگتا ہے میں اللہ کے گھر سنگسار کر دی جاؤں گی' جلا دی جاؤں گی' دوزخ میں ڈالتے نہیں ہیں مما کسی کو' شعلے

خود اسے اپنی طرف گھسیٹ کر لے آتے ہیں' مما بہت ڈر لگتا ہے' میں اب ہر وقت شرمندہ رہنے لگی ہوں۔''

''یہ سب باتیں تمہارے ذہن میں تمہاری دادو نے ڈالیں ہیں' ایسا کچھ نہیں ہے کہ دوزخ کے شعلے تمہیں گھسیٹ کر لائیں گے' عبیر مجھے تم بہت کمزور لگ رہی ہو۔'' انہوں نے عبیر کا چہرہ غور سے دیکھا۔

''تمہارا چہرہ بہت چھوٹا چھوٹا سا ہو رہا ہے۔'' وہ ماں تھیں انہوں نے غور سے عبیر کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی مما!'' وہ نظریں جھکا گئی۔

''مما! کیا آپ بابا کو بتائیں گی کہ میں یہاں پر ہوں؟''

''نہیں۔''

''میں دو چار دن کے بعد واپس دبئی چلی جاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے تب تک میں روز تم سے ملنے آؤں گی۔''

''مما! وہاں مجھے کوئی یاد کرتا ہے؟ بولیں مما! چپ کیوں ہو گئیں۔'' سعدیہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''نہیں عبیر! منظور نے سختی سے منع کر دیا ہے کہ کوئی بھی تمہارا نام نہیں لے گا' تمہارے گھر چھوڑ کر چلے جانے کے بعد تمہارے بابا بہت بیمار ہو گئے تھے اور میڈیا نے شیتل گروپ آف انڈسٹری کے حوالے سے تمہاری شادی کی خبر لگائی تھی اور وہ کمینہ شایان اس نے اس خبر کو ہائی لائٹ کیا' بہت دن تک سب چپ چپ رہے تھے' مجھے تو ایسا لگتا تھا میں مر گئی ہوں زندہ نہیں ہوں میری جان! اظفر لوگوں نے تمہاری وجہ سے کرن کی منگنی توڑ دی' بہت دن کرن اَپ سیٹ رہی اب جا کے نارمل ہوئی ہے' ایک سمسٹر بھی اس کا چھوٹ گیا ہے' بڑی تاریک رات تھی عبیر جس دن یہ خبر ملی کہ تم نے سامیر سے شادی کر لی۔'' عبیر آنسوؤں سے بیٹھی رو رہی تھی۔

”سوری مما!“ عبیر نے ان کے ہاتھ تھام لیے تھے، سعدیہ اس وقت خود بھی رو رہی تھیں، آج انہیں احساس ہوا تھا کہ بیٹی کتنی پیاری چیز ہوتی ہے، اتنے دنوں کے بعد اسی لیے انہوں نے رامین کو محبت کی نظر سے دیکھا تھا۔

شبیر حسن خان نے فی الحال سارے گھر والوں کو منع کر دیا تھا کہ اس وقت کوئی بات نہ نکالی جائے جب تک کہ فہد مصطفی ڈائیورس پیپر بھیج نہیں دیتا، شعیب کو انہوں نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ یہ سب مت کرو، وہ سب خود ہینڈل کر لیں گے چونکہ شیزرے مسلسل ڈپریشن کا شکار تھی اور آج جب ثروت نے گھبرا کر شبیر حسن خان کو بتایا تھا کہ شیزرے چکرا کر گر گئی ہے تو وہ فوراً اسے ہاسپٹل لے کر گئے تھے۔

”کیا...؟“ ثروت ان کے ساتھ تھیں ایک دم سے خبر سن کر گھبرا گئی تھیں، پہلے تو ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا لیکن پھر بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ شیزرے ماں بننے والی ہے، شبیر حسن کرسی پر سر پکڑ کر بیٹھ گئے تھے اور وہ جب گھر آئی تو تائی نے نفرت سے منہ پھیر لیا تھا، جبکہ شعیب سے یہ بات

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چھپا لی گئی تھی، پھر تائی نے ہی ایک پلان ترتیب دیا تھا کہ شیزرے کا ابارشن کروا دیا جائے لیکن شبیر حسن خان نے کہا۔

”اگر شیزرے راضی ہے تو ورنہ ایسا نہیں ہو گا۔“

”کیا کہہ رہے ہیں بھائی! کتنی بدنامی ہو گی آپ کی، یہ کبھی آپ نے سوچا، یہ بات پوری برادری جانتی ہے کہ شیزرے، شعیب کی مانگ ہے۔“ تائی نے اپنے دماغ کی منطق سے انہیں زیر کر دیا تھا۔

”امی!“ حفصیٰ خوف سے ماں سے لپٹ گئی تھی۔

”امی! یہ سب کیا ہے؟“

”کچھ نہیں حفصیٰ! کچھ نہیں، بھائی شبیر سے وقت اپنا حساب لے رہا ہے۔“ وہ چپ ہو گئی تھیں اور شیزرے سے بھی اس بات کو چھپایا گیا تھا اور پھر ایک دن تائی بہانے سے اسے کسی اچھے ڈاکٹر کے پاس لے جا رہی تھیں کیونکہ اسے مسلسل الٹیاں آ رہی تھیں اور ثروت نے دکھ سے ایک گہرا

سانس لیا تھا اور شیزرے کو دیکھا تھا جو بہت بجھی بجھی سی تائی کے ساتھ گئی تھی۔

"تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گی شیزرے! تم تھکی تھکی رہتی ہو، تمہارے بابا نے اپائنٹمنٹ لیا ہے اور میں تمہیں ایک بہت اچھے ڈاکٹر کے پاس لے جا رہی ہوں، دیکھنا تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔" تائی نے بہت پیار سے اسے سمجھایا تھا۔

"نہیں تائی اماں! مجھے پھپھو اور حفصیٰ کا بار بار خیال آ رہا ہے۔"

"دیکھو شیزرے! وہ اپنی مرضی سے گھر چھوڑ کر گئی ہیں، دراصل اب وہ یہ برداشت نہیں کر سکتیں کہ حفصیٰ کی جگہ کوئی اور لے، جب انہیں پورا یقین ہو گیا کہ وہ خالی ہاتھ ہیں تو وہ حفصیٰ کو لے کر اپنے سسرال گئی ہیں، تایا، چچا سب ہیں اس کے۔"

"پھر بھی تائی اماں! جاتے وقت حفصیٰ بہت اداس تھی یہ سب میری وجہ سے ہو رہا ہے، نہ میں بابا کی دنیا میں آتی اور نہ حفصیٰ کی دنیا اجڑتی۔" اس کا لہجہ دکھ میں بھیگ رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دیکھو شیزرے! وہ بھی تمہارے بابا کی خواہش تھی کہ شعیب اور حفصیٰ ایک ہو جائیں، تمہارے آنے کے بعد شبیر حسن خان کی خواہش بدل گئی تو میں تو ایک طرف ہو گئی، یہ بھائی بہن کا فیصلہ تھا کہ شیزرے، حفصیٰ کی جگہ لے گی ہم خوشی سے ایسا نہیں چاہتے۔" وہ بہت دکھ بھرے انداز میں بولی تھیں۔

"تائی اماں! آپ نے کیوں نہیں انہیں روک لیا؟"

"ارے چھوڑو بیٹا! وہ ماں اور بیٹی بہت ضدی ہیں وہ تو بہت خاموشی سے نکل گئیں ایسے کہ ہمیں جانتی ہی نہیں، مجھے نہ سہی اپنے بھائی کو تو بتا دیتیں جاتے وقت۔" جبکہ حقیقت تو یہ تھی کہ تائی نے خود ثروت کو دور چلے جانے کو کہا تھا۔

"چلو چھوڑو تم ان باتوں کو اور اپنی صحت کا خیال رکھو، کل صبح تمہارا اپائنٹمنٹ ہے چلی چلنا، ڈاکٹر تمہارے بابا کا واقف کار ہے کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے۔" وہ اٹھ کر باہر چلی گئی تھیں، وہ لائٹ لیمن کلر کے ڈریس

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں اور بھی زرد لگ رہی تھی، تھکا تھکا سورج ڈوب رہا تھا ہلکی ہلکی پھوار گر رہی تھی تبھی بالکنی سے نظر پڑی تو گارڈ گیٹ کھول رہا تھا اور شعیب گاڑی سے اتر کر اندر آیا تھا، اس نے بڑی نفرت سے شعیب کو دیکھا تھا۔

حفصیٰ کتنا خیال رکھتی تھی اور کتنے آرام سے یہ شخص آنکھیں چرا گیا، صرف مجھے حاصل کرنے کیلئے یا میرے باپ کی دولت لیکن ایسا کبھی نہیں ہو گا، فہد مصطفی نے مجھ سے وعدہ کیا ہے ایک بااعتماد شخص جس کی آنکھوں میں دیانتداری کی روشنی چمکتی ہے، فہد مصطفی چپکے سے آ کر کھڑا ہو گیا، اس نے مڑ کر دیکھا شعیب تیزی سے اندر کی جانب بڑھ رہا تھا وہ اپنے کمرے میں پلٹ آئی، آج حفصیٰ کو گئے ہوئے چوتھا دن تھا، شعیب بہت برے طریقے سے اَپ سیٹ تھا کبھی اِس دراز کو کبھی اُس دراز کو کھول رہا تھا، اس کے کپڑے نہیں مل رہے تھے، اس کے جوتے پر پالش نہیں تھی آج، تائی اس کے غصے سے ڈرکر الگ بیٹھ گئی تھیں، ملازم بھی دور ہٹ گئے تھے شعیب کی کوئی میچنگ ٹائی مس ہو گئی تھی، شعیب بے دھیانی میں چیخ کر بولا۔

"حفصیٰ! میری ٹائی نہیں مل رہی۔" اس نے پوری الماری الٹ دی۔

"شعیب بھائی! حفصیٰ کو تو گئے ہوئے آج چوتھا دن ہے۔" شعیب نے مڑ کر اس کی جانب دیکھا وہ دروازے کے بیچ کھڑی تھی۔

"جانتا ہوں۔"

"تو پھر کیوں آواز دی آپ نے، اپنے دل سے پوچھیئے۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ، تم دخل مت دو میری کسی بات میں۔"

"میں تو چلی جاؤں گی لیکن ٹائی تو آپ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہے اور ڈھونڈ رہے ہیں یہی ریڈ ٹائی، تائی بتا رہی تھیں اس کی چیزیں اس کے سامنے پڑی ہیں اُسے کچھ نظر نہیں آ رہا، مجھے لگتا ہے آپ حفصیٰ کو مس کر رہے ہیں، شاید کسی وجہ سے آپ ایسا کرنے پر مجبور ہو گئے۔"

"شٹ اپ، سوال و جواب کی تمہیں اجازت نہیں ہے، تم یہاں سے چلی جاؤ۔"

"میں تو چلی جاؤں گی مگر چار دن میں آپ اتنے پریشان ہیں تو کیا تمام عمر کیلئے آپ حفصیٰ کو اپنے دل سے نکال سکیں گے‘ شعیب بھائی سچی محبت کبھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔" شعیب نے بڑی شعلہ بار نگاہوں سے پلٹ کر اُسے دیکھا تو وہ پلٹ کر چلی گئی اور شعیب بڑی دیر تک کھڑا کمرے کی بے ترتیب چیزوں کو دیکھتا رہا‘ گھر کے سناٹے میں حفصیٰ چلتی ہوئی اس کے پاس آ جاتی۔

"کیا کرتے ہیں شعیب! آپ کو تو ڈھنگ سے کپڑے پہننے ہی نہیں آتے‘ یہ ٹائی بالکل میچ نہیں کر رہی شرٹ سے۔" وہ جلدی جلدی کپڑے سمیٹ رہی تھی۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے حفصیٰ! میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔" وہ جلدی سے کوٹ اٹھا کر پہننے لگا۔

"میں ایک منٹ میں آئی شعیب۔" وہ پلٹ کر روم سے باہر آئی۔

"میں نے کہا ناں مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"تو شعیب! بس ایک سپ لے لو ورنہ ممانی سارا دن پریشان رہیں گی کہ تم بغیر ناشتے کے گئے ہو‘ دوچار سپ لے لو انرجی آ جائے گی۔"

"نہیں حفصیٰ! مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"الارم کے بعد تین چکر میں تمہارے کمرے کے لگا چکی ہوں کہ اٹھ جاؤ۔"

"ہاں حفصیٰ! کل تو بہت دیر ہو گئی تھی میں کافی تیزی سے جا رہا تھا‘ ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا‘ حفصیٰ میں نے کہا ناں مجھے چائے نہیں چاہیے۔" چائے کا کپ فرش پر گرا‘ اس کا ہاتھ لگا تھا بے دھیانی میں‘ ملازم پلٹ کر جلدی سے بھاگ گیا تھا۔

"بیگم صاحبہ! صاحب بہت غصے میں ہیں۔" ملازم گھبرا کر بولا تھا‘ شعیب بہت غصے میں کوٹ پہنتا ہوا باہر نکل گیا تھا‘ حفصیٰ گاڑی کا گیٹ کھولے کھڑی تھی۔

"شعیب! تمہیں پسند ہے ناں موتیا اور ہار سنگھار کے پھول میں نے تمہاری گاڑی میں رکھ دیئے ہیں۔"

"تھینکس حفصیٰ! چلو تمام راستے میں، میں تمہاری خوشبو محسوس کرتا ہوا جاؤں گا۔" اس نے شرارت سے اس کے دوپٹے سے ہاتھ پونچھے تھے۔

"شعیب...!" اس نے اپنا دوپٹہ چھڑایا تھا۔

"کیا لگ رہا ہوں میں، چلو ڈریسز ہونے کا کچھ تو فائدہ ہوا، لڑکیاں میری ڈریسنگ پسند کرتی ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"اچھا شعیب! تم بے ایمانی بھی کرتے ہو۔"

"بس ایک نظر کی چوری۔" اس نے حفصیٰ کو آنکھ ماری تھی اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

""صاحب! آپ کی گاڑی باہر لگا دی ہے۔" ڈرائیور نے اسے چونکا دیا تھا۔

"پھول کہاں ہیں؟" اس نے ڈیش بورڈ کی جانب دیکھا۔

"جی صاحب!"

"کچھ نہیں گاڑی آگے بڑھاؤ۔" سارے منظر ایک پل میں سمٹ کر چلے آئے، حفصیٰ بالکنی میں کھڑی ہاتھ ہلا رہی تھی، شعیب کے چہرے پر ہنسی تھی اور وہ مڑ کر حفصیٰ کو دیکھے جا رہا تھا، گاڑی بہت تیز رفتاری سے جا رہی تھی لیکن منظر تھے کہ بدل بدل کر سامنے چلے آ رہے تھے۔

"یہ کیا ہو گیا مجھے ان چار دنوں میں حفصیٰ کی کمی مجھے اتنی محسوس ہو رہی ہے، شیزرے صحیح کہتی ہے میں اس کو کیسے دل سے نکال سکتا ہوں لیکن امی کی یہ فرسودہ سوچ میں کیسے بدل سکوں گا کہ چچا کی بیٹی تایا کے ہی گھر آتی ہے، ہم نے تو مجبوری میں تمہاری پسند سمجھ کر حفصیٰ کو مانگ لیا تھا لیکن حفصیٰ اتنے قریب ہے میرے دل کے، کیا واقعی میں اس سے محبت کرتا ہوں، اگر وہ مجھ سے محبت کرتی تھی تو کیوں چلی گئی؟" اس کی آنکھوں میں پھر منظر بدلنے لگے تھے، حفصیٰ کی ہنسی، سب کچھ یاد آ رہا تھا۔

"نہیں حفصیٰ نہیں، میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔" وہ شام سے پہلے گھر لوٹ رہا تھا۔

......☆......

شام کے سائے آہستہ آہستہ گہرے ہو رہے تھے ، شبیر ولاز کی دیواروں سے سورج دور چلا گیا تھا' بڑی خوبصورت شام تھی۔شعیب جب گھر لوٹا تھا نہ مما گھر میں تھیں اور نہ ہی شیزرے' اتنے گہرے سناٹے میں آج اس کا دم گھٹ رہا تھا' ہر وقت باہر رہنے والے شعیب کا دل چاہتا تھا کہ حفصیٰ آئے اور اسے کافی بنا کر دے۔

"یہ سب کیا ہے؟" وہ بیڈ پر ٹک گیا۔

"شعیب! جوتے اتارو۔" حفصیٰ اس کے موزے اتار رہی تھی۔

"حفصیٰ پلیز!" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔"

"اور مجھے تمہارا بے ڈھنگا پن بالکل پسند نہیں ہے' کوٹ یہاں پھینکا اور ٹائی وہاں اچھالی۔" وہ کوٹ ہاتھ میں اٹھائے ہنس رہی تھی۔

"میں اس وقت ٹی وی دیکھ رہا ہوں' جاؤ تم' میرے جانے کے بعد سب کچھ ملازم ٹھیک کر دیں گے۔"

"میں تو تمہیں کافی دینے آئی تھی' تم ملازم کے ہاتھ کی کافی پسند نہیں کرتے ہو اس لیے' یہاں دیکھا تو تم نے ایک حشر کیا ہوا ہے' پلیز شعیب یہ مت کیا کرو۔" وہ جلدی جلدی اس کی بکھری چیزیں سمیٹ رہی تھی۔

"حفصیٰ! میں نے دوپہر میں کھانا نہیں کھایا' مجھے سینڈوچ چاہئیں۔" وہ سب کچھ چھوڑ کر باہر چلی گئی تھی' دروازے پر آہٹ پر اس نے مڑ کر دیکھا ملازم اس کیلئے کافی لیے کھڑا تھا۔

"یہ کافی بنائی ہے تم نے' لے جاؤ واپس' تمہیں تو کوئی کام کرنا نہیں آتا' حفصیٰ کہاں ہے اس سے کہو وہ بنا کر دے گی مجھے۔"

"صاحب جی! وہ تو کئی دن سے گھر پر نہیں ہیں۔"

"شٹ اپ' اٹھاؤ یہ کپ۔" اس نے ہاتھ سے کپ زمین پر چھوڑ دیا تھا اور بہت غصے سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔

......☆......

دو دن پہلے سعدیہ، عبیر سے پھر مل کر آئی تھیں، انہوں نے ڈھیروں گفٹ اور بوتیک کے گفٹ عبیر کو دیئے تھے، تین دن تک وہ عبیر کے ساتھ تھیں، عبیر کی آمد کی خبر انہوں نے کسی کو نہیں دی تھی، کئی بار فہد نے کچھ محسوس کیا مگر یہ سوچ کر چپ رہا کہ ہو سکتا ہے ان کی این جی اوز کے کام کی وجہ سے وہ سارا سارا دن باہر رہتی ہیں، لنچ سے لے کر ڈنر تک وہ عبیر کے ساتھ ہوتی تھیں۔اب تو انہوں نے سامیر کو بھی معاف کر دیا تھا، اس کیلئے کئی گفٹ پیک کروا کر لائی تھیں، ہوٹل میں ڈنر کرتے وقت وہ عبیر کے ساتھ ہوتیں، ان کا دل چاہتا کہ وہ عبیر کو روک لیں، کتنی محبت ہے ان کے دل میں جسے عبیر اب پہچان رہی تھی، عبیر کو انہوں نے خاموشی سے کئی سیٹ لا کر دیئے تھے، ایئرپورٹ پر وہ عبیر کا ماتھا بار بار چوم رہی تھیں، کرائے کی گاڑی انہوں نے ہائر کی ہوئی تھی، جب وہ عبیر کو چھوڑ کر آئیں تو

بہت اداس اداس اور افسردہ سی تھیں، منظور کے پوچھنے پر کہ وہ کہاں سے آ رہی ہیں وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں۔

”منظور! عبیر چلی گئی۔“ وہ روئے جا رہی تھیں۔

”سعدیہ! ہوش میں آؤ، عبیر ہماری زندگی میں کہیں نہیں تھی تو اس کا آنا جانا ہمارے لیے نہیں۔“

”تمہارے لئے نہیں ہو گا منظور! میں ابھی ابھی عبیر کو ایئرپورٹ پر چھوڑ کر آئی ہوں تو ایسا لگ رہا ہے کہ میرا دل نکل کر چلا گیا ہے، دنیا ختم ہو گئی ہے ہمارے لئے۔“ وہ ہچکیاں لے کر رو رہی تھیں۔

”مما! آپ پانی لے لیں۔“ رامین نے گلاس ان کے ہونٹوں سے لگایا۔

”ہٹ جاؤ میرے سامنے سے، میں کسی کی مما نہیں ہوں، صرف اور صرف اپنے بچوں کی مما ہوں، اپنی عبیر کی مما ہوں جو روتے روتے مجھ سے کہہ رہی تھی کہ مما مجھے روک لو، مجھے گھر لے چلیں، مما میں وہاں نہیں جانا

چاہتی، میں اپنی غلطی کو سدھارنا چاہتی ہوں، مجھے ان لوگوں سے خوف آتا ہے، مجھے یوں لگتا ہے کہ میں پھر کبھی آپ سے نہیں مل سکوں گی۔"

"مما! کہاں ہے عبیر؟" فہد جلدی سے ان کا ہاتھ تھام کر بولا۔

"سب سے زیادہ وہ تم سے خوفزدہ تھی، مجھے خود خوف آ رہا تھا کہ تم میری بیٹی کو مار دو گے۔"

"مما! کیا کہہ رہی ہیں آپ، آپ ہوش میں تو ہیں، آپ اسے روکیں، کہاں ہے وہ؟ اہم ذرائع کے مطابق سامیر، راجیش داس گروپ بہت بڑی اسمگلنگ کسی بھی ذریعے سے کرنے والا ہے، کئی اسٹیشن ہائی

الرٹ ہیں۔یہ کیا، کیا مما آپ نے، دیں مجھے عبیر کا نمبر، آپ کیسی باتیں کرتی ہیں وہ میری بہن ہے۔" ایک پل میں سب کی نفرت ٹوٹ گئی تھی، فہد مصطفی بار بار سیل پر کانٹیکٹ کر رہا تھا۔

"فہد! تم عبیر سے کانٹیکٹ نہیں کرو گے، مما کے سیل سے کانٹیکٹ کرو۔" احمد نے اس کا سیل جھپٹ لیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"احمد صحیح کہہ رہا ہے فہد! تمہارے سیل کی کا انوسٹی گیشن ہو سکتی ہے، تمہیں وہ لوگ انوالو کر سکتے ہیں۔"

"نہیں بابا! مجھے کچھ نہیں ہو گا، شاید میرا نمبر دیکھ کر سامیر کاٹ رہا ہو۔"

"نہیں فہد! نہیں، تم اپنا نمبر استعمال نہیں کرو گے۔" سعدیہ چیخ مار کر اس سے لپٹ گئی تھیں، فہد نے غور سے دیکھا خوف سے لرزتی ہوئی وہ ایک ماں کا چہرہ تھا، گرا ہوا سیل احمد نے اٹھا لیا تھا، سب بے بسی سے ہاتھ مل رہے تھے۔

"مما! مجھے خبر تھی کہ عبیر پاکستان آنے والی ہے اگر اس نے آپ کو بتایا تھا تو آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا، کیا میں اتنا ظالم ہوں، کیا میں اتنا بے رحم آپ کو دکھائی دیتا ہوں، مما جو کچھ بھی میں نے آج تک کیا ہے وہ صرف ضد میں ورنہ میں تو سب سے ٹوٹ کر پیار کرتا ہوں، نفرت کا تو گزر بھی نہیں ہے اس دل میں۔" وہ سب کے سامنے آج رو پڑا تھا، برسوں کا ایک غبار تھا جو چھوٹ کر گرا تھا زمین پر۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آج میں پھر ہار گیا۔" وہ سیل تھام کر زمین پر بیٹھ گیا۔

......☆......

"تم اس قدر نروس کیوں ہو شیزرے! ہمت سے کام لو' کچھ نہیں ہو گا' سب تمہارے بابا کے واقف کار ہیں' بس تمہیں ایک ڈرپ لگائیں گے یا زیادہ سے زیادہ ایک انجکشن' اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے' ایز اے مدر میں نے سائن کر دیئے ہیں۔"

"کس چیز کے تائی جان؟"

"بس ڈاکٹر کہہ رہی تھی اور یہ اپائنمنٹ تو تمہارے بابا نے لیا ہے۔"

"لیکن مجھے ایسا کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں ہوا شیزرے! تم اندر جائو' میں یہاں باہر تمہارا انتظار کرتی ہوں' میرے بچے میں تمہیں لے کر جائوں گی' گھبرائو نہیں۔"

"تائی جان' تائی جان بات تو سنیئے۔" لیکن اس سے پہلے نرس نے ہاتھ پکڑ کر پردہ کھینچ دیا تھا' ڈاکٹر بھی اندر موجود تھی ' یہ ایک پرائیویٹ کلینک تھی جہاں اسے تائی جان لے کر آئی تھیں۔

"ڈاکٹر! پہلے میری بات سنیں' مجھے معلوم تو ہو کہ مجھے کیا بیماری ہے اور آپ کیا کرنے جا رہی ہیں؟" تو جواب میں ڈاکٹر بولی۔

"تم ڈاکٹر شبیر حسن کی بیٹی ہو ناں' یہ اپائنمنٹ ان کے ہی نام پر لیا گیا ہے' چلیں چلیں آپ لیٹ جائیں۔" اس نے اردگرد کا جائزہ لیا اور پھر گھبرا کر بولی۔

"جی نہیں' آپ مجھے پہلے وضاحت دیں کہ آپ کیا کرنے جا رہی ہیں میرے ساتھ۔"

"کوئی بات نہیں ایسی غلطیاں بچوں سے ہو ہی جاتی ہیں لیکن اس کا سلوشن ہے ہمارے پاس' کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہو گی' ابھی آپ تھوڑی

دیر کے بعد اپنی مدر کے ساتھ جا سکتی ہیں‘ اَن لیگل ضرور ہے لیکن بہت معمولی سی سرجری ہے۔“

”واٹ... معمولی سی سرجری ہے۔“ اس نے بلیو رنگ کا پردہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

”ہم آپ کا ابارشن کرنے جا رہے ہیں‘ انڈراسٹینڈ بے بی‘ ڈونٹ وری۔“

نرس اس کا بازو تھام کر بیڈ کی طرف لائی‘ وہ کسی بپھری ہوئی شیرنی کی طرح ہاتھ جھٹک کر ڈاکٹر کے سامنے آئی تھی۔

”کیا مطلب ہے آپ لوگوں کا‘ کس کا ابارشن؟ آپ لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے‘ ہم تو یہاں صرف اس لئے آئے تھے کہ آپ ڈرپ لگائیں گی اور میں فریش ہو جاؤں گی۔“ وہ حیران اور خوفزدہ ہو کر ڈاکٹر کو دیکھ رہی تھی۔

”ہاں ہاں ہم ڈرپ میں نیند کا انجکشن دیں گے آپ کو‘ تھوڑی ہی دیر میں آپ ٹھیک ہو جائیں گی اور گھر جانے کے قابل بھی ہو جائیں گی۔“

”میں ابھی تک حیران ہوں‘سمجھ میں نہیں آرہا کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں مجھ سے۔“ تو ڈاکٹر بڑے غصے سے بولی۔

”دیکھیں بی بی! میرا وقت ضائع نہ کریں‘ آپ کے جیسے کئی کیسز ہیں جو مجھے آج ہی نمٹانے ہیں‘ سب کچھ جانتے ہوئے آپ خود کو اگنور کر رہی ہیں‘ ابھی تو صرف تین ماہ کا حمل ہے بعد میں ہم آپ کا کچھ نہیں کر سکیں گے انڈر اسٹینڈ۔“

”او... نو۔“ اسے بجلی کا ایک کرنٹ چھو گیا۔

”تو یہ اپائنمنٹ میرے بابا نے لیا آپ سے؟“ وہ حیران ہوئی۔

”نہیں... آپ کی مما نے۔“

”میری مما... آئی مین میری تائی جان۔“ اس نے انگلی اٹھائی تو ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں ڈاکٹر! یہ اَن لیگل بچہ نہیں ہے، آپ ایسے کیس لینے سے پہلے مریض سے پلیز ڈسکس تو کر لیا کریں، گھر جا کر میں بابا سے بات کروں گی، آئی مین آپ کے ڈاکٹر شبیر حسن خان سے۔"

"نو بی بی نو، یہ اپائنمنٹ آپ کی تائی نے ڈاکٹر شبیر حسن کے نام پر لیا تھا، یہاں پر انہوں نے فیس بھی ادا کی ہے اور سائن بھی انہی کے ہیں اور انہوں نے خود مجھ سے بات کی ہے۔"

"حیرت ہے مجھے اتنا کچھ ہو گیا اور مجھے خبر نہیں ہے۔"

"کیا آپ کو علم نہیں تھا کہ آپ ماں بننے والی ہیں؟"

"نو..." وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

تائی اماں اسے اندر بھیج کر اور خود ویٹنگ روم میں بیٹھی انتظار کر رہی تھیں کہ کب وہ شیزرے کو لے کر گھر جائیں گی، انہیں سہمی ہوئی وہ فاطمہ یاد آئی۔

"کیا میں نے سبق سکھایا تھا فاطمہ کو، میری تو خواہش تھی کہ میری بہن شبیر کے پاس ہو لیکن شبیر کو فاطمہ پسند آئی۔" شادی کی تقریب میں ہنستی ہوئی ہاسٹل سے آئی فاطمہ یاد آ گئی۔

"چھپ چھپ کر نکاح کے بعد شبیر سے ملنے کا کیا انجام ہوا، میں چاہتی تو گواہی دے سکتی تھی کہ شبیر فاطمہ سے ملتا ہے، فاطمہ مجھے سب بتاتی تھی لیکن میرے اندر تو ایک آگ لگی تھی اس بات کی کہ شبیر حسن میری بہن کا ہوتا مگر فاطمہ اسے پسند آ گئی۔" وہ نفرت سے ہنس پڑیں۔

"اور پھر کیسی دربدر کی خاک چھانی فاطمہ نے اور کیسی سزا دی میں نے شبیر حسن کو کہ بائیس سال تک تڑپتا رہا اپنی بیٹی کیلئے اور جب سب کچھ شعیب کا ہونے والا تھا تو اچانک شیزرے آ گئی۔" انہیں ایک ایک کر کے سارے منظر یاد آ رہے تھے۔

"اور اب ہم جیتی ہوئی بازی ہار دیں، کبھی نہیں۔ ہر حال میں ہمیں شیزرے چاہیے، حفصیٰ، شعیب کی زندگی سے نکل چکی ہے اور یہ ابارشن ایک معمولی

سی چیز ہے‘ کاش برسوں پہلے اماں نے میری بات مان لی ہوتی ناں تو میں فاطمہ کو بھی اسی کلینک میں لے آتی اور کھیل ختم ہو جاتا‘ سب بھائیوں کی جائیداد کا وارث صرف اور صرف میرا شعیب ہوتا۔“ بہت دیر ہو گئی تھی‘ انہوں نے گھبرا کر گھڑی کی جانب دیکھا اور پلٹ کر وارڈ کی جانب آئیں‘ نرس سے انہیں پتہ چلا کہ شیزرے ایک گھنٹہ پہلے یہاں سے جا چکی ہے۔

”کیا...“ وہ حیران ہو کر بولیں اور انہیں یوں لگا کہ جیسے پیر مفلوج ہو رہے ہیں۔

......☆......

شیزرے غصے سے گھر پلٹ کر آئی تو شعیب تھکا تھکا کہیں باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا‘ شیزرے اپنے ہینڈ بیگ میں کپڑے رکھتے ہوئے اس کی جانب آئی اور بولی۔

”تمہاری خاندانی روایات کا بھرم تو آج کھل گیا شعیب! تم لوگ اس حد تک گر جاؤ گے یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔“ وہ شدید غصے میں تھی‘

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

شعیب پہلے ہی غصے میں تھا اور حفصیٰ کی کمی کو محسوس کر رہا تھا‘ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ حفصیٰ کے بغیر نہیں رہ سکتا‘ شدید غصے کے عالم میں اس نے ریکٹ دیوار پر مارا اور پلٹ کر بولا۔

”واٹ ڈویو مین خاندان؟ زبان سنبھال کر بات کرنا تم‘ تمہیں تو بات کرنے کی بھی تمیز نہیں۔“

”اور آپ کو حرص و ہوس میں یہ بھی نظر نہیں آتا کہ میں ایک شادی شدہ لڑکی ہوں‘ تمہیں تو یہ بھی نظر نہیں آتا کہ تم کبھی حفصیٰ سے محبت کرتے تھے‘ شعیب حسن خان یہی تمہارے رسم و رواج ہیں اور یہی خاندان ہے کہ پہلے بابا نے میری ماں کو اس لئے طلاق دی کہ میں ناجائز ہوں اور جب اللہ نے انہیں آئینہ دکھایا تو دادی وغیرہ سب مان گئے کہ میں شبیر حسن خان کی بیٹی ہوں اور آج پھر ایک بار تائی اور بابا مل کر میرے بچے کا قتل کرنے جا رہے تھے‘ پوچھو تائی جان سے کہ یہ کہاں سے آ رہی ہیں۔“ اسے تائی سامنے سے آتی نظر آئیں تو شعیب نے حیران ہو کر ماں کی جانب دیکھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں بتاتی ہوں اس بے شرم اور بے حیا لڑکی کے بارے میں کہ یہ اپنی ماں کی طرح چھپ چھپ کر کسی اور سے ملتی ہے۔"

"تائی جان! امی کوایک لفظ مت بولیے گا۔"

"تو پھر یہ کس کا گناہ ہے جو تم اٹھائے پھر رہی ہو، میں تو اس خاندان کی عزت کو بچانے کیلئے تمہیں لے کر گئی تھی تاکہ تمہارا گناہ چھپا دوں۔"

"میرا گناہ... کیا گناہ کیا ہے میں نے؟ آپ سب جانتے ہیں کہ فہد میرا شوہر ہے۔"

"دنیا جانتی ہے کہ صرف اور صرف تمہارا کاغذی رشتہ ہے، تم اس کے نکاح میں تو ہو لیکن اس کی بیوی نہیں ہو۔" شیزرے آنسوئوں سے رو رہی تھی، شعیب کو ساری بات سمجھ آئی تو وہ غصے سے بولا۔

"بس مما بس اب اس ٹاپک پر کوئی بات مت کریں، یہ کس کی بیوی ہے اور یہ کہاں جاتی ہے یہ ہمارا ہیڈک نہیں، میرا نام اب مت لیجیے گا آپ اس لڑکی کے ساتھ۔" وہ غصے سے باہر نکل گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تمہارے کرتوت تو اب میں تمہارے باپ کو بتائوں گی کہ تم کیا کرتی پھر رہی ہو۔"

"بتا دیجیے، روز روز مرنے سے یہ بہتر ہے کہ میں ایک دن مر جائوں ، فہد مصطفی میری زندگی ہے میں بابا کے سامنے کہہ دوں گی۔" وہ آنسوئوں سے روتے ہوئے بولی، تائی شدید غصے سے اس کی جانب بڑھیں اور ایک تھپڑ اس کے منہ پر مارا تھا۔

"بے شرم، بے غیرت، میں تو تجھ پر رحم کھا رہی تھی تجھے اس گناہ سے نجات دلا کر اپنا بیٹا سونپ رہی تھی، تم نے شعیب کے سامنے زبان کھول کر اچھا نہیں کیا، ایک دن شبیر کو پتہ چلے گا تو وہ آنسوئوں سے روئے گا اور اس وقت میں تم پر رحم نہیں کھائوں گی سمجھیں۔" شیزرے کے سارے بال اڑ کر اس کے چہرے پر آ گئے تھے اور وہ بے تحاشا روئے جار ہی تھی اس نئ سچویشن پر، پھر پلٹ کر اپنے کمرے میں جا کر وہ بے حد روئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ بات میں کیسے فہد کو بتائوں گی، میں کس کس کو یقین دلائوں گی کہ یہ کب اور کیسے ہوا، میری آزمائش ختم کیوں نہیں ہوتی۔" وہ تکیے میں منہ چھپائے رو رہی تھی۔

تمہارے ساتھ بھی تھی بے سکونی

تمہارے بعد بھی اک بے کلی ہے

ڈٹے ہیں اپنی ضد پہ دونوں

انا دیوار سی راہ میں کھڑی ہے

......☆......

فہد کئی دن سے بھاگ دوڑ کر رہا تھا کہ کسی طرح عبیر سے رابطہ ہو جائے اور وہ اسے واپس لے آئے لیکن ایسا ممکن نہ تھا، سعدیہ شدید ڈپریشن میں تھیں، سب کی نفرت اور دل میں ضد اور نفرت کی آگ سب ٹھنڈی ہو گئی تھی، بس وہ روئے جا رہی تھیں اور ہر ایک سے معافی مانگتیں۔

"دعا کرو میری عبیر خیریت سے رہے، فہد! عبیر کو بچا لو، تم شیزرے کو بھی گھر لے آئو، میں اس سے بھی معافی مانگ لوں گی تم دیر مت کرو۔"

بہت ٹینشن تھی اس وقت نور محل میں، فہد کی زبانی سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ بہت بڑا گینگ ہے اور عبیر ٹریپ ہوئی ہے سامیر کے ہاتھوں لیکن ابھی تک عبیر سے رابطہ نہیں ہوا تھا، فہد نے کئی سم بدل کر عبیر سے رابطہ کرنا چاہا مگر ناکام رہا، بس ایک شب کی صبح اتنی اندھیری تھی کہ یوں لگا نور محل میں سورج غروب ہو گیا ہے، بڑی بے کل سی صبح تھی جب یہ نیوز سعدیہ نے سنی کہ ہیتھرو ایئرپورٹ پر پاکستانی لڑکی عبیر نامی گرفتار، ہیروئن اسمگلنگ جرم میں، یہ خبر بجلی بن کر سعدیہ پر گری اور وہ چیخ کر نیچے بھاگی تھیں۔

"فہد، فہد، احمد، عبیر گرفتار ہو گئی ہے۔" اور شاک سے ان کا پیر پھسلا اور وہ وہیں بیٹھی کی بیٹھی رہ گئیں، کتنی آوازیں تھیں۔

"سعدیہ! اٹھو ہوش میں آئو۔"

"مما پلیز! ہوش میں آئیں۔"

"کچھ نہیں ہوا سعدیہ تمہیں۔" عذرا بھابی انہیں لپٹا رہی تھیں لیکن سعدیہ اپنے حواس کھو چکی تھیں، عبیر کی خبر پورے نور محل کو ساکت کر گئی تھی، منظور کرسی پر بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے، سجاد مصطفی سے یہ بات چھپا لی گئی تھی، فائزہ یہ خبر سن کر نور محل پہنچ چکی تھیں، عمیرہ سجدے میں سر رکھے اللہ سے رحم کی بھیک مانگ رہی تھیں، ہفتوں زندگی کا سورج نور محل میں غروب رہا، زندگی تھی کہ تھم سی گئی۔

"یوں لگتا تھا اداسیاں مقدر میں لکھ دی گئیں

لمحہ لمحہ تیرا خیال آتا ہے

زندگی مجھ سے روٹھ گئی ہو جیسے

اعتبار کا پھر کوئی موسم نہیں لوٹا"

سعدیہ بالکل بے حِس سی بیٹھی تھیں، سُدھ بُدھ نجانے کہاں کھو گئی تھی، ذہن کی اسکرین پر نہ کوئی شیزرے نہ مسز اسحاق، نہ رامین تھی، سب کچھ ایک پل میں خاک ہو گیا تھا، دھول اور مٹی ذہن کی اسکرین پر تھی، رم جھم بارشوں کے موسموں میں بھی سب کو یوں لگ رہا تھا خزاں کے پتے اڑ رہے ہیں، ہوائیں عفریت کا لبادہ اوڑھ کر دروازے کھٹکھٹا رہی ہیں، گھرے اندھیرے ہیںبارش تیز ہو رہی تھی، ہر چند کہ جنریٹر آن تھا نور محل میں روشنی تھی لیکن رات کے آخری پہر میں تیسری منزل پر فاطمہ تہجد کی نماز میں بیٹھی ہوئیں سعدیہ کیلیئے دعا کر رہی تھیں، اندھیرا اتنا گہرا تھا کہ صبح کی کوئی امید نہ تھی، زندگی کی رفتار آج بڑی سست گزر رہی

تھی۔بڑی اداس سی صبح تھی، عباد دو ہفتے کے بعد آج آفس جا رہا تھا، فہد مسلسل قانونی چارہ جوئی کے چکر میں سر گرداں تھا، احمد بھی اس کے ساتھ تھا، منظور بھی کوشش کر رہے تھے کہ کسی صورت سے عبیر کی بے گناہی ثابت کر سکیں، فہد بھی ناکام رہا تھا اور سعدیہ تو اپنی سُدھ بُدھ کھو بیٹھی تھیں۔

فہد کئی بار شیزرے کا فون کاٹ چکا تھا اس کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ کوئی اس کے زخم کو کرید سکے، تبھی وہ بہت بے قرار لہجے میں شیزرے سے بولا تھا۔

"کیا کہنا ہے تمہیں بولو۔" فہد مصطفی جھنجھلا کر بولا۔

"کیا، کیا کہا تم نے؟" فہد مصطفی کو کرنٹ سا لگا اور سیل ہاتھ سے گر گیا۔

......☆......

"اب کیا جواز ہے زندگی کا، اسے چھوڑ کر اس حالت میں بھاگ جانا بزدلی ہے فہد مصطفی، یہ محبت کا بہت پرانا کھیل تھا جس میں تم ایک شب ہار گئے۔" شیزرے کے فون کے بعد وہ گھبرا کر شاور لینے چلا آیا تھا، ٹھنڈا پانی جب اس کے سر پر گر رہا تھا سوچ کے سارے بندھن ٹوٹ رہے تھے، وہ منظر، وہ لمحے جن سے وہ بہت دور نکل جانا چاہتا تھا بار بار وہ ان سے بھاگنا چاہتا مگر منظر تھے کہ آنکھوں میں چبھے جا رہے تھے۔ گرتے ہوئے شاور سے اس نے گھبرا کر ایک گہرا سانس لیا تو اندھیرے میں کہیں دور بجلی چمکی

تھی، بھیگے ہوئے کپڑوں میں خوفزدہ سی ہرنی، فہد کی بانہوں میں جھول گئی تھی، سارا فارم ہاؤس کڑکتی ہوئی بجلی میں روشن دکھائی دیا اور شیزرے کی مہکتی ہوئی سانسیں بالکل ساکت ہو گئی تھیں، وہ اس منظر سے بھاگنا چاہتا تھا کہ شاور کی گرتی ہوئی آوازوں نے باہر پھر ایک شور مچا دیا تھا، بھیگی ہوئی بارش میں گیلی لکڑی کی بینچ اور نیچے سوئمنگ پول میں رات کے اندھیرے میں کڑکتی ہوئی بجلی کا عکس، اس نے گھبرا کر اپنے چہرے سے گرتے ہوئے پانی کو پونچھا۔لیکن واش روم میں گرنے والا شاور اس کے سر پر اتنا تیز گر رہا تھا اتنی ہی تیزی سے سارے منظر اس کے سامنے سے گزر رہے تھے۔

"آئی لو یو شیزرے! بہت Hot موسم ہے۔"

"فہد! ہوش میں ہو تم، بارش ہو رہی ہے تیز۔"

"آئی لو یو۔" وہ اس کی طرف جھکتا چلا گیا، بھینی بھینی اس کے وجود کی خوشبو شیزرے کے بھیگے ہوئے جسم کو چھو رہی تھی۔

"فہد! تم اس وقت ہوش میں نہیں ہو۔"

آج کھولیں گے لب اپنے

تم بہت سال رہ لیے اپنے

اب میرے، صرف میرے ہو کے رہو

اب مجھے اپنے درد سہنے دو

دل کی اور بات دل سے کہنے دو

میری بانہوں میں خود کو بہنے دو

فہد کی بھیگی ہوئی انگلی شیزرے کے کپکپاتے ہوئے ہونٹوں کو چھو رہی تھی، اس نے اپنے بھیگے ہوئے ہونٹ شیزرے کے ماتھے پر رکھ دیئے تو شیزرے کو یوں لگا جیسے بارش کہیں تھم گئی ہو اور پھر اچانک جل تھل ہو جائے اور وہ سہم کر فہد مصطفی کی بانہوں سے نکل کر بھاگنا چاہتی تھی مگر گرفت اتنی مضبوط تھی کہ ہر کوشش ناکام رہی۔

"چھوڑو میرا ہاتھ، یہ کیا کر رہے ہو تم..." وہ احتجاج کر رہی تھی۔اس کے سارے کپڑے پانی میں شرابور تھے، فہد نے اس کا بھیگا ہوا ہاتھ تھام کر اس کی پشت پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔

"فہدی! تم مجھ سے پیار کرتے ہو تو مجھے خود سے الگ مت کرنا۔"

"تمہیں پتہ ہے، یو نو میں ملک چھوڑ کر جا رہا ہوں۔" بجلی دور سے کڑکی تھی، شیزرے ایک بار پھر اس کے سینے سے آ لگی، اس جلتے ہوئے موسم میں سینے میں لگی آگ سرد پڑ گئی تھی۔

مدتوں زخم خود سیے اپنے

تم بہت سال رہ لئے اپنے

اب میرے، صرف میرے ہو کے رہو

"فہد! تم ڈرنک ہو، اندر چلو۔"

اس کو سب کچھ یاد آ رہا تھا‘ اس نے جلدی سے شاور بند کیا اور باتھ گاؤن پہن کر باہر نکل آیا تھا۔

”شیزرے کیا کہہ رہی تھی کل‘ کیا یہ سب سچ ہے؟ یہ سب کیسے ہو گیا؟ فہد مصطفی تم ہار گئے‘ تمہارے دل میں بنجر صحرا کی دھوپ میں وہ محبت جیت گئی جس کی طلب میں تم نے خود کو مٹا دیا تھا‘ اب کیا کروں گا میں‘ نہیں نہیں میں اس کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا‘ ساری غلطی میری ہے‘ اسپرے کرتے ہوئے اس نے جھک کر اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے اپنے چہرے کو دیکھا تھا۔اس کی گہری آنکھوں میں سرخ سرخ نیند کے گہرے ڈورے تھے۔

”اُف خدایا! یہ شیزرے کیا کہہ گئی۔“ اس نے جھک کر آئینے میں بہت غور سے دیکھا جہاں اس کی نہیں شیزرے کی آنکھیں کہہ رہی تھیں۔

حسن ہی حسن ہو، ذہانت ہو
عشق ہوں میں تو تم محبت ہو

تم میری، بس میری امانت ہو
جی لیے جس قدر جیے اپنے
تم بہت سال رہ لیے اپنے
اب میرے، صرف میرے ہو کے رہو

پانی میں شرابور شیزرے اس کے سامنے سسک سسک کر رو رہی تھی‘ وہ تھا کہ اس کے رخسار پر بہتے ہوئے پانی کے قطروں کو اپنے ہونٹوں سے چن رہا تھا۔

”او نو...“ اس نے گھبرا کر آئینے سے اپنا رخ موڑ لیا۔بہت سارے ہم نے دکھ کے دریا پار کر لئے‘ سب کچھ میں گھونٹ گھونٹ وقت کا دیا ہوا زہر پیتا رہا پھر بھی عبیر کو نہ بچا سکا‘ فرض شناسی کی وردی اتار دی لیکن ایک لڑکی کو معتبر نہ بنا سکا‘ اپنے نام کا لیبل لگا کر اس کے نام کے ساتھ اب اسے تماشا نہیں بنا سکتا‘ عبیر نہ لوٹنے والے سفر پر اکیلی چلی گئی‘ اپنے اگر اپنوں سے دکھ بانٹ لیں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے‘ کبھی اتنے دور نہیں جاتے پلٹ کر‘

واپسی کا راستہ قدرت خود بناتی ہے ورنہ کبھی مما' رامین کو گھر نہ لے کر آتیں۔عبیر کی واپسی کا سفر کبھی اتنا تاریک نہ ہوتا کہ میری ماں حواس کھو دیتی' ہم سب بندہ بشر ہیں' اگر اپنے دل کی خبر ہم ایک دوسرے کو کر دیں تو سفر اتنا دشوار نہیں ہوتا شاید' میں آج اسے اتنا معتبر بنا دوں گا یہی سوچ کر کہ اگر ہم اپنوں سے اپنے دکھ' اپنی چاہتوں کو شیئر کر لیں تو فہد مصطفی اس بھیڑ میں عبیر کا ہاتھ کبھی نہیں چھوٹتا' کوئی فاطمہ چھت پر بیٹھی اکیلی تنہا نہ ہوتیں' کوئی مما جیسا بے خبر بھی نہ ہوتا' سب عمیرہ پھپھو جیسے ہوتے جنہیں ہر دل کی خبر ہوتی ہے اور وہ دلوں کو آباد رکھتے ہیں۔" اس نے پھر ایک بار خوشبو بکھیر کر اپنی شکل کو آئینے میں دیکھا اور دادو کے کمرے میں جا کر بہت کانفیڈنٹ لہجے میں بولا۔

"دادو! اس گھر کو اب شیزرے کی ضرورت ہے میں اسے لینے جا رہا ہوں' تھوڑا سا تکلف آ رہا ہے اس لئے آپ بابا اور رامین کو انفارم کر دیجیے' دادو بہت دیر ہو گئی لیکن واپسی بہت خوشگوار ہو گی' ایک نئی امید' ایک نیا احساس

دل میں جنم لے گا' تو میں جاؤں دادو۔" وہ چابی لے کر بہت تیزی سے باہر نکلا تھا۔

......☆......

عبیر کے بعد اتنی گہری خاموشی تھی نور محل میں' یوں لگتا تھا اب کبھی صبح نہیں آئے گی مگر کوئی کسی کیلئے رُکتا نہیں یہ ایک حقیقت ہے فہد کے ارادے نے یوں لگا نور محل میں بہاروں کا رُخ پھیر دیا ہو جیسے دکھی لہجے اور افسردہ چہروں پر محبت کی ایک خوشبو سی پھیل گئی جس کو ہر شخص نے محسوس کیا' سب شیزرے کے استقبال کیلئے تیار ہوئے تھے جس نے سنا اس نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔رامین اور حریم نے فہد کے کمرے کو جلدی سے سیٹ کر دیا تھا' رامین' سعدیہ کو غسل دلواکر باہر لائی تھی۔

"ممانی! آج شیزرے گھر آ رہی ہے' فہد اسے لینے گیا ہے آپ نے سنا جو میں نے کہا ہے۔" لیکن وہ بالکل خاموش بیٹھی تھیں' رامین ان کے بال بنارہی تھی لیکن وہ تھیں کہ صدیوں پرانی چپ لئے گم ہو گئی تھیں۔

......☆......

تائی نے شیزرے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلا دی تھی' ڈاکٹر شبیر حسن کی نظروں خودبخود جھک گئی تھیں اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ فہد اگر آ رہا ہے تو وہ اس کو لے کر جائے گا اور جب فہد وہاں پہنچا تو اس وقت شیزرے جاگ اٹھی ہو جیسے' وہ ہارن کی آواز پر لائونج میں بھاگ کر آئی تھی۔

''بابا! فہد آ گیا۔'' تبھی دوسری طرف سے تائی بھی نکل کر آئی تھیں۔

''اچھا ہے شبیر! اس کا گناہ چھپ جائے گا' اس کو بھیج دو فہد کے ساتھ۔''

''کس کا گناہ' میرا کوئی گناہ نہیں ہے۔'' فہد ایک دم اندر آ گیا تھا' ڈاکٹر شبیر حسن اسے دیکھ کر گھبرا کر کھڑے ہو گئے تھے۔

''بیٹا فہد! میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا' یہ تمہاری بیوی ہے اور تم اسے یہاں سے لے جا سکتے ہو۔''

''لیکن تائی جان تو کسی گناہ کی بات کر رہی تھیں' مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔'' وہ تائی کی طرف پلٹا۔

''سن لیں شبیر بھائی! کیا کہہ رہا ہے وہ' بات کلیئر کر دیں ناں کہ شیزرے ماں بننے والی ہے۔''

''ہاں مجھے اس نے فون پر بات بتائی ہے' میں اسی لئے کلیئر کرنے آیا ہوں' آنے والے بچے سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''کیا' کیا کہا فہد تم نے؟'' شیزرے اس کے قریب ہو کر بولی۔

''جو تم نے سنا۔''

''فہد! جھوٹ مت بولو۔'' شیزرے نے اس کا گریبان تھام لیا۔

''ہوش میں آئو شیزرے! کسی اور کا گناہ میرے سر مت ڈالو۔'' شیزرے کا بے ساختہ ایک تھپڑ فہد کے چہرے پر لگا تھا' اس نے اس کا ہاتھ تھام کر

ایک جھٹکے سے خود سے قریب کیا اور مڑ کر ڈاکٹر شبیر حسن کو دیکھا جو دھڑ سے صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔

"فہد بیٹا! ایسا مت کرو۔"

"فہد! تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔

"دیکھا شبیر! تمہاری بیٹی کا اصلی چہرہ سامنے آ گیا' میں تو رحم کھا کر اس کو شعیب کیلئے مانگ رہی تھی اور اب تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔"

"تائی جان! یہ جھوٹ بول رہا ہے۔" وہ فہد کے ہاتھوں سے نکلنا چاہ رہی تھی' شیزرے بہت نفرت سے اس سے الجھی ہوئی اپنے ہاتھ کو اس سے چھڑانا چاہ رہی تھی تبھی فہد اپنی گرفت میں شیزرے کو لے کر شبیر حسن کی طرف مڑا۔

"ڈاکٹر صاحب! کیسا لگ رہا ہے آپ کو اس وقت' یہ جھوٹ بولتی ہے' یہ وہ لفظ ہیں جو آپ نے اس کی ماں کو بولے تھے' یہ میری بیوی ہے جو کہہ رہی ہے سچ کہہ رہی ہے' اب بتائیں کیسا فیل کر رہے ہیں آپ؟" اس نے

شیزرے کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا' شیزرے وہیں کھڑی سسک سسک کر رو رہی تھی' ڈاکٹر شبیر حسن کو یوں لگا کہ جیسے وہ ایک پل میں مر گئے ہوں۔

شیزرے نے مڑ کر دیکھا شبیر حسن صوفے پر نڈھال سے گرے تھے' وہ تڑپ کر آگے بڑھی۔

"بابا... بابا... بابا... آپ ٹھیک تو ہیں۔" شبیر حسن خان نے سرخ سرخ آنکھیں کھول دی تھیں لیکن وہ تھی کہ ان کے سینے سے لگی بلک بلک کر روئے جا رہی تھی۔

"بابا! میں اپنی خوشی کیلئے آپ کو نہیں کھو سکتی۔" وہ ایک گہرا سانس لے کر باپ کے سینے سے لگ گئی۔

فہد نے رُخ پھیر لیا تھا' ایک لمحے کیلئے وہ گھبرا کر شبیر حسن خان کی طرف پلٹا تھا مگر ایک پل میں سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔اس نے بھی ایک گہرا سانس لیا' وقت کی رفتار یوں لگ رہا تھا کہ تھم سی گئی ہو' کوئی آہٹ کوئی آواز نہیں' ڈاکٹر شبیر نے پلٹ کر فہد کو ایک نظر دیکھا ضرور تھا۔شعیب سے کسی

طرح فہد کم نہ تھا‘ ان کی بیٹی کی اپنی پسند یا پھر یہ قدرت کا اپنا فیصلہ تھا کہ ان کے خاندانی اصولوں پر ایک نقب آن لگی تھی‘ اتنا آسان تو نہ تھا یہ فیصلہ کرنا مگر وقت نے بہت تیز کروٹ بدلی اور حالات اس نہج پر پہنچ گئے تھے کہ شبیر حسن کو فہد کی طرف دیکھنا ہی پڑا تھا۔کیسی یہ خاندانی رسمیں اور رواج تھے، جنھوں نے انسانوں کو انسانوں سے دور کر دیا تھا‘ اپنے غیر بن گئے تھے‘ فاطمہ نے چھپ کر زندگی گزار دی‘ بیٹی باپ سے نہ مل سکی‘ قدرت نے آج اپنا فیصلہ سنا دیا تھا کہ عربی عجمی سب ایک ہیں‘ نسل اور قبیلے کوئی حیثیت نہیں رکھتے‘ انسان کی تعمیر مٹی سے ہوئی ہے نرم اور لچک دار درخت‘ سرسبز اور شاداب ہو اس سے پھر تو انسان‘ انسان ہے‘ اس کی تعمیرنو میں بھی اسی مٹی کا خمار ہے تو پھر کیوں نہ آج ایک پل میں سب فاصلے مٹنے کو تیار تھے۔شبیر حسن بہت گہری سوچ میں اٹھ کر کھڑے ہوئے تھے۔

”فہد! ٹھیک ہے تم اپنے والدین کو لے کر آئو۔“ انہوں نے اپنی واچ پر نظر ڈالی اور کچھ سوچ کر بولے تھے۔شیزرے نے یہ سن کر اپنی سانس روک لی تھی‘ فہد اپنی گستاخی پر نظریں جھکا گیا تو شبیر حسن خان نے اس کے کاندھے پر بہت پیار سے ہاتھ رکھا تھا۔

”سوری سر! میرا انداز کچھ زیادہ ہی جارحانہ تھا۔“ وہ بہت شرمندہ سا اور نظریں جھکائے ہوئے آہستہ سے بولا تو شبیر حسن نے اسے گلے سے لگا لیا۔

”آئی ایم ہیپی ینگ مین! میری بیٹی کا فیصلہ غلط نہیں تھا۔“

......☆......

تائی بڑے غصے سے اٹھ کر اندر آئی تھیں‘ سب کھیل ختم ہو گیا تھا۔

”یہ سب کیا ہو گیا؟“ ان کے سارے ارادے ٹوٹ گئے تھے‘ تقدیر نے خود اپنا فیصلہ سنا دیا تھا‘ وہ بہت دیر تک سسک سسک کر روتی رہی تھیں‘ دل میں ایک آگ سی لگی ہوئی تھی۔

”یہ سب کیا ہو گیا یہ اتنی دولت' میرے سارے خواب ریزہ ریزہ ہو گئے' سارے دکھ ہمارے حصے میں کیوں لکھے گئے' فاطمہ کتنا خوش ہو گی جب اپنی بیٹی کو اس گھر میں دیکھے گی' یہی لوگ تو ہیں جنہوں نے میری بیٹی کو رسم و رواج کی بھینٹ چڑھا دیا' وہ بھی تو کسی کو پسند کرتی تھی' کس بے رحمی سے ان لوگوں نے اس کی محبت کو خاک میں ملا دیا' کتنا تشدد کیا تھا ان لوگوں نے کہ وہ ملک ہی چھوڑ کر چلا گیا' اپنے جیسے کسی جاگیردار سے میری بیٹی کو بیاہ دیا تھا۔“ لمبی چوڑی سرخ و سفید کلثوم ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی' دو برس سے پلٹ کر نہیں آئی تھی' آخری بار ماں سے لپٹ لپٹ کر کلثوم روئی تھی۔

”امی! چوتھی بار بھی اگر میری بیٹی ہوئی تو وہ لوگ مجھے طلاق دلوا دیں گے' امی پلیز! دعا کیجیے گا میرے لیے۔“

”کیسا سسک سسک کر روئی تھی میری بیٹی اور میں کچھ بھی نہ کر سکی اس کیلئے' میں کیسی ماں تھی اور آج دیکھو کیسے شبیر نے راہ چلتے ہوئے آدمی کو

اپنی بیٹی کا ہاتھ تھما دیا' سب اصول توڑ دیئے' میں کیسی ماں تھی کہ میں نے اپنی بیٹی کو قربان کر دیا' کلثوم مجھے معاف کر دینا۔“ وہ سسک سسک کر روئی تھیں۔

”اور شعیب کتنا ظالم بن گیا اس کیلئے کہ میری بیٹی نے پیر پکڑ لیے مگر اس نے میرے دل کے ٹکڑے کو کس بے رحمی سے اٹھا کر پھینک دیا' اب اس دل میں آگ لگ رہی ہے' یہ آگ کبھی ٹھنڈی نہیں ہو سکتی۔“ روتے روتے ان کی آنکھ لگ گئی تھی۔

......☆......

فہد مصطفیٰ خالی ہاتھ جب پلٹ کر نور محل آیا تو کسی کو بھی اس بات کا یقین نہیں تھا کہ فہد مصطفیٰ' شیزرے کے بناء واپس آئے گا' جب فہد گھر کے اندر داخل ہوا تو چہرہ بہت اداس دکھائی دے رہا تھا' چہرے پر اس نے دنیا بھر کا کرب سمیٹ رکھا تھا' ہونٹ خشک ہو رہے تھے مگر اس نے اپنے اندر ضبط کا سمندر روک رکھا تھا' رامین بہت تیز اتر کر فہد کی جانب بڑھی تھی۔

"کیا ہوا فہد؟" بہت حیرانی سے پوچھنے لگی۔

"کیا اس نے آنے سے انکار کر دیا ہے۔" حریم اس کی چپ دیکھ کر الجھ پڑی۔

"بھائی! آپ چپ کیوں ہیں؟" کرن نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"فہد! سب ٹھیک تو ہے؟" احمد نے خاموش نظروں سے اس کی جانب دیکھا جو اپنی ہنسی روک کر نور محل کی خالی خالی دیواروں کا جائزہ لینے لگا تھا گویا اب کچھ نہیں بچا، سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔

"بولتے کیوں نہیں فہد...؟" رامین پھر اس کی طرف پلٹی، وہ ہنستے ہنستے ضبط کے سارے بندھن توڑ گیا۔

"ابے یار! تم لوگ بھی کیا چیز ہو، اس طرح سے استقبال کر رہے ہو جیسے میں برسوں بعد پلٹ کر نور محل میں آیا ہوں۔" اس کی نظروں کی اداسیوں میں اک محبت بھرا خمار جاگ اٹھا تھا، سب نے گہرا سانس لیا۔عباد کی نظر

حریم کے مسکراتے ہوئے چہرے پر پڑی تو اسے وہ منظر سب یاد آ گئے جب عباد کی آمد پر کچھ اسی طرح کی استقبالیہ تیاریاں کی گئی تھیں۔

"بس بہت ہو گیا فہد! کچھ بول کر تو دو کیا ہوگیا؟"

"ابھی بتاتا ہوں بھائی جان!" وہ آج پہلی بار رامین کو چھیڑ کر شرارت سے ہنسا تھا۔

"کوئی وہ پھپھو کا گھر تھوڑی ہے کہ قاضی کو ساتھ لے کر چلا آئوں، گریٹ پھپھو جنہوں نے ہمیں مایوس نہیں کیا۔" احمد کے چہرے پر اک شرارت بھری نظر ڈال کر بولا تو احمد بھی ہنس پڑا تھا۔

"پھر بھی فہد!" عباد نے اپنے لب کھولے تو فہد ہنس کر بولا۔

"بھائی میرے ڈاکٹر شبیر حسن کی بیٹی ہے ہمارے اور ان کے درمیان بہت فاصلہ ہے پہلے بڑے پاپا اور ڈیڈ سے بات کریں گے پھر کوئی ڈیٹ وہ خود بتائیں گے، بھلا میں اس بات پر وہاں کیا کچھ بول سکتا تھا۔" اس کا لہجہ پرسکون تھا۔

"ہاں تو تم بھی تو منہ اٹھا کر اکیلے چل پڑے کہ میں شیزرے کو لینے جا رہا ہوں۔" رامین بولی تھی۔

"کیا ... کیا... وہ مان گئے ہیں۔" ندیم بولا تو حریم نے پلٹ کر دیکھااور بولی۔

"جی جناب ! تو ساری تیاریاں آپ کی دھری کی دھری رہ گئیں' ہائے یہ پھول اور یہ گجرے۔"

"کوئی بات نہیں... ہم اس کا جارحانہ استقبال کرتے ہیں۔" سب باری باری فہد پر پھولوں کی بارش کر رہے تھے' فہد ان سے بچنے کی کوشش کرتا لیکن سب طاق کر اس کے چہرے پر پھول مار رہے تھے۔

......☆......

ملگجی رات کا اندھیرا شبیر ولا میں پھیل چکا تھا' شیزرے بار بار کسی کو میسج پہ میسج کر رہی تھی' یونہی کھڑکی سے باہر اس کی نظر پڑی تو باہر لان میں ٹہلتا ہوا شعیب نظر آیا تھا' نجانے کس پہر آیا' گاڑی کی لائٹیں اس نے جلی چھوڑ دی تھیں' کھڑکی کے پٹ چھوڑ کر پھر پلٹ کر آئی اور سر اٹھا کر بولی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دیکھو حفصیٰ! شعیب بھائی تمہارے لئے بے حد افسردہ ہیں' اس وقت بھی وہ بے حد اداس ہیں اور لان میں باہر ٹہل رہے ہیں اور اتنی سرد رات میں اگر بیمار پڑ گئے تو' کیا ہوا تم ایک بار ان سے بات تو کر لو۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا شیزرے! کوئی کسی کیلئے اتنی رات تک نہیں ٹہلتا' ان کا اپنا کوئی پرابلم ہو گا۔"

"نہیں حفصیٰ! ان کا پرابلم صرف اور صرف تم ہو۔"

"نو امپاسیبل' کبھی اس نے مجھے اتنی شدت سے نہیں چاہا۔" وہ آنسو پونچھ کر بولی۔

"تو' تم نے تو کبھی اس کا اظہار نہیں کیا' محبت چاہے کتنی بھی دبیز پردوں میں چھپا دی جائے محبت' محبت ہوتی ہے حفصیٰ خان' تم کیوں اپنی محبت سے منہ موڑ رہی ہو۔"

"ہمارے اور اس کے درمیان کوئی محبت نہیں تھی جو کچھ تھا وہ صرف ہمارے دل میں تھا اور یہ ادھوری محبت جو کسی کے تعاون کے بغیر تھی یہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

میری ماں نے میری گھٹی میں اتار دی تھی، گھٹی کی تاثیر بہت کڑوی نکلی، وہ اس کا نصیب تھا میں تو یونہی چند پل کیلئے آپ کے بیچ آ گئی۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو حفصیٰ! وہ تمہارا نصیب کل بھی تھا اورآج بھی ہے، میں نے شعیب بھائی سے بات کی ہے، انہیں تمہاری فیلنگ کا احساس نہیں ہے۔"

"مگر ادراک تو ہے اسے، پھر کیوں اس نے میری طرف سے نظریں پھیر لیں، کیا ضروری ہے کہ جب ہم اتنے قریب تھے تو کیا ضروری تھا کہ ہم محبت کی شمعیں روشن کر کے اس سے تجدید وفا مانگتے جو تھا وہ اب ختم ہو گیا، میں اور میری ماں بہت خوش ہیں، مجھے کچھ نہیں چاہیے، وہ سب کچھ آپ کا تھا اور آپ کا ہی رہے گا۔"

"زیادہ بکواس نہیں کرو حفصیٰ! وہ تمہاری ہی ماں نہیں ہے بلکہ وہ میری بھی پھپھو ہیں، میں پھپھو کو جلد ہی گھر میں لے کر آئوں گی اور ہاں... تمہیں ایک راز کی بات بتائوں؟" تو حفصیٰ چونک کر بولی۔

"سب کچھ پتہ ہے شیزرے! بڑی مامی نے جو امی کو سنائی ہے کھری کہ یہ سب کچھ ہم لوگوں کی وجہ سے ہوا ہے اور تم پر تو طرح طرح کے بہتان لگا رہی تھیں۔"

"میں جانتی ہوں حفصیٰ! اب یہ اتنا آسان نہیں رہا، تمہیں میری خوشی میں شامل ہونا ہے۔" تو دوسری طرف حفصیٰ سسک پڑی تھی۔

"بس پلیز حفصیٰ! ہم کچھ دن میں بابا کو لے کر تمہاری طرف آتے ہیں۔"

شعیب ٹہلتے ٹہلتے تھک گیا تو بہت بوجھل قدموں سے چلتا ہوا بیڈروم میں آیا تھا، ہر چیز میں ایک ترتیب، شیلف میں سجی ہوئی کتابوں کو چھوتا ہوا وہ دوبارہ پلٹ کر لائونج میں آیا، سارے کمرے کھلے ہوئے پڑے تھے۔ثروت پھپھو رات ہونے سے پہلے سارے دروازے بند کر دیتی تھیں، حفصیٰ دبے قدموں ایک بار ضرور اس کے روم میں جھانکتی تھی، وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتا اور کہتا۔

"کیا ہے حفصیٰ! تم کیوں دبے قدموں چلی آتی ہو۔" تو وہ ہنستے ہوئے اپنی کتابیں بند کر دیتا۔

"اب کیا ہوا؟" وہ ہنس کر پوچھتا۔

"امی کہہ رہی ہیں کہ ٹھنڈ زیادہ ہے آپ اپنا خیال رکھیے گا۔"

"پھپھو میرا کتنا خیال رکھتی تھیں اور حفصیٰ..." اس نے مڑ کر ٹیبل پر سجے ہوئے پھولوں کی طرف دیکھا۔

"کیا ہے... آپ پھولوں کی اریجنمنٹ کو خراب کر دیتے ہیں۔" وہ پھولوں کو دیکھتا ہوا آگے بڑھا' سامنے کوزی کانر پر شیلف بک اور میٹ پر بڑا سا کشن خالی پڑا تھا' بہت بڑا سا ٹیڈی بیئر جو ماما نے اسے برتھ ڈے پر گفٹ کیا تھا۔

"کچھ بھی ہو جائے ماما میری برتھ ڈے نہیں بھولتے اور تم شعیب باہر نکل جاتو' تم ہمیشہ خالی ہاتھ آ جاتے ہو حالانکہ میں نے تمہیں کل بتا دیا تھا کہ میری برتھ ڈے ہے۔"

"سوری حفصیٰ! سوری..."

"نو سوری۔" ہاتھ میں پکڑی ہوئی ڈائری اس نے زمین پر پھینکی تھی اور ٹیڈی بیئر اٹھا کر اس کو کھینچ کر مارا تھا' ٹیڈی بیئر تو شعیب کو نہ چھو سکا البتہ حفصیٰ کشن سے الجھ کر گر پڑی تھی' شعیب زور زور سے ہنسے جا رہا تھا۔

"دیکھ لیا' تم کھا کھا کر اتنی موٹی ہو رہی ہو کہ ایک ٹیڈی بیئر بھی تم نہ اٹھا سکیں۔"

"چلے جاتو شعیب! مجھے اس وقت غصہ آ رہا ہے۔" وہ ہنستے ہوئے اٹھی۔ شعیب کی نظر ہنستے ہوئے نیلی ڈائری پر پڑی۔

"دکھاتو تو حفصیٰ! تم کیا لکھتی رہتی ہو؟"

"نہیں شعیب! نہیں شعیب... یہ ڈائری تمہارے پڑھنے کیلئے نہیں ہے۔"

"تو ایسا تم نے کیا اس میں لکھا ہے جو میں پڑھ نہیں سکتا۔" تو اس کا چہرہ ایک دم سے بلش ہو گیا تھا۔

"چلو پھر کبھی سہی جب میں اس دنیا میں نہ رہوں تو کھول کر پڑھ لے لینا۔" وہ بہت شرماتے ہوئے لہجے میں شعیب سے بولی تھی۔

"تو... پھر بھلا میں پڑھ کر کیا کروں گا' ابھی دکھاؤ تم کیا لکھتی ہو۔"

"کتنا گہرا سناٹا ہے حفصیٰ! تمہارا اس گھر میں دم نہیں گھٹتا' میں تو باہر سے گھوم پھر کر آ جاتا ہوں۔"

"یہ ہے ناں میری پکی سہیلی۔" اس نے ڈائری کو سینے سے لگا لیا تھا۔

"پاگل ہو تم حفصیٰ! تم باہر نکلا کرو' تم پھپھو یا مما کے ساتھ کچھ دیر کیلئے چلی جایا کرو۔"

"تمہارے جانے کے بعد میں اس سہیلی کے ساتھ جڑ جاتی ہوں۔" وہ ڈائری کو پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی' شعیب نے ہاتھ بڑھا کر ڈائری کو اٹھا لیا تھا۔

"نہیں شعیب... نہیں شعیب..." شعیب کے سامنے سفید کپڑوں میں ملبوس حفصیٰ اپنی ڈائری چھین رہی تھی' شعیب کو یوں لگا ناجانے کتنے لمحے جو حفصیٰ کے ساتھ بیتے تھے آج اٹھ اٹھ کر منظر بدل رہے ہیں' وہ وہیں ایزی چیئر پر ڈائری لے کر بیٹھ گیا تھا' صفحہ خودبخود انگلی کی پوروں نے پلٹ دیا تھا۔

"دسمبر کی کتنی گہری سرد رات ہے ' شعیب واپس نہیں آیا ابھی تک' اسے کیا معلوم کہ میں اس کے انتظار میں جاگ رہی ہوں' میں نے کبھی اسے احساس ہی نہیں دلایا۔" گھبرا کر اس نے صفحہ پلٹ دیا۔

"شعیب تھوڑی دیر لیٹ ہو جائے تو کتنا دل گھبراتا ہے یوں لگتا ہے زندگی کا سفر بہت طویل ہو گیا ہے۔"

"حفصیٰ..." شعیب کے منہ سے بے ساختہ نکلا' پھر صفحہ پلٹ کر اس نے دیکھا۔

"شعیب بھی کیا چیز ہے' میں نے نیو ایئر پارٹی میں صرف شعیب کیلئے اس کی پسند کا رنگ پہنا تھا' شعیب کو سفید رنگ پسند ہے' ہر چیز پر میں نے سفید

رنگ کر لیا ہے' آہستہ آہستہ میں نے اپنے سارے ڈریسز سفید بنا لیے' پھولوں کا ارینجمنٹ میں ہمیشہ White Roses سے کرتی ہوں لیکن شعیب نے کبھی بھی ایک بار دیکھ کر یہ نہیں کہا کہ ”حفصیٰ تم اس ڈریس میں اچھی لگتی ہو“ چپ چپ دیکھ کر پوچھتا ہے۔“

”حفصیٰ! تم کن خیالوں میں گم ہو۔“ کافی چھلک کر میرے ڈریس پر گر گئی۔

”شعیب کہتا ہے کہ دھبانمایاں ہو گا تم نے بھی تو ایسا ڈریس پہنا ہے جائو جا کر ڈریس چینج کرو۔“ شعیب کے ہاتھ سے ڈائری نیچے گر گئی تھی۔

شبیر ولا شعلوں کی لپیٹ میں آ گیا تھا' بہت مشکل سے شعیب نے اپنے ماتھے سے پسینا پونچھا۔

”اتنی سرد رات ہے دیکھو تو باہر شعیب! کتنا اندھیرا ہے' دیکھو تو باہر چرند پرند سب سو گئے تھے اور مامی جاگ رہی ہیں تمہارے انتظار میں' اپنا نہ سہی تو ان کا ہی خیال کر لیا کرو۔“

”تو تم کس خیال میں جاگ رہی ہو۔“

”میں تو بس اسٹڈی کر رہی تھی' میرے فائنل ایگزام چل رہے ہیں' چائے بنانے اٹھی تھی' آپ کو بنا دوں؟“

”مجھے... حفصیٰ! مجھے تمہارے ہاتھ کی کافی بہت پسند ہے۔“

”ارے یہ کیا... تم نے تو اپنی کافی بنائی نہیں۔“ وہ پیچھے پیچھے چل کر باورچی خانے میں آیا تھا۔

”بس آپ پئیں' میں تو سونے جا رہی ہوں۔“

”کمال کرتی ہو حفصیٰ! پہلے خود تم پینے جا رہی تھیں اب مجھے دیکھ کر مکر گئیں' خیر چلو مجھے اس سے کیا فرق پڑتا ہے' کون سا تم ہمارے ساتھ کافی پیتی ہو۔“ وہ کپ تھما کر ہنستی ہوئی چلی گئی تھی' شعیب کی آنکھوں کے سامنے کتنے منظر بدل رہے تھے۔

”اُف خدایا! یہ لڑکیاں بھی کتنی گہری ہوتی ہیں' کتنے قریب رہی وہ میرے اور پھر بھی ایک پل مجھے اس کی محبت چھو کر نہ گزری حالانکہ ہر لمحے' ہر دن یہی تو سنتا تھا کہ حفصیٰ اور شعیب کی جوڑی بہت اچھی لگتی ہے' میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

نظر اٹھا کر بھی اسے نہیں دیکھا' وہ ایک ایک پل اپنی محبت کیلئے مرتی رہی اور میں کتنا بے خبر رہا' واقعی وائٹ ڈریس میں حفصیٰ کتنی پیاری لگتی تھی۔" پھر اچانک سے یہ صفحہ اس کے سامنے آ گیا اور وہ بہت غور سے پڑھنے لگا اور وہ روشنی میں پلٹ کر آیا۔

"شعیب کتنا بے رحم ہے' کتنی بے رحمی سے اپنی کسی انگریز کلاس فیلو کو مسلم کر کے گھر لے آیا اور مجھ سے کہتا ہے کہ میں سب کو راضی کروں' کسی طرح سے شعیب نے میرا دل میرے جسم سے نوچ کر پھینک دیا ہے' گھر والے اس لڑکی کو قبول نہیں کر رہے' بس مجھ سے امید کرتا ہے کہ میں سب کو راضی کر دوں۔وہ کہتا ہے کہ سب میری بات مانتے ہیں۔جو میں چاہوں وہی شبیر ولا میں ہوتا ہے' اب میں شعیب کو کیسے بتاؤں کہ میں نے اس کی خوشی کی خاطر کس کس طرح سے اسے منایا ہے' کوئی شخص میری بات نہیں سنتا' اس گھر میں رسم و رواج کے بڑے گہرے پہرے ہیں ان کو کوئی نہیں توڑ سکتا۔ساری کوششیں آج ناکام ہو گئی ہیں' شعیب گھر چھوڑ کر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چلا گیا ہے' میری بات بھی نہیں سنتا۔میں کتنی اپ سیٹ ہوں' گھر سنسان پڑا ہے میں نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا' اس خیال سے شعیب نے کھانا کھایا ہے یا نہیں' وہ غصے میں کھانا پینابند کر دیتا ہے' کتنے غصے میں گھر سے یہ کہہ کر گیا ہے کہ اگر شادی ہو گی تو اسی انگریز لڑکی سے ورنہ نہیں' میرے دل کے نہاں خانے میں آہستہ آہستہ ایک لڑکی رو رہی ہے وہ لڑکی جس نے سفید ویڈنگ ڈریس پہنا ہوا ہے جس کے چہرے پر پڑے ہوئے باریک کپڑے سے سیاہ بال اور سفید چہرہ جھلک رہا ہے۔رات بیت رہی ہے نیند آنکھوں سے بہت دور ہے' سرد ہواؤں کے ان جھولوں میں تنہا بیٹھی ایک لڑکی رو رہی ہے' اس کی کوئی آواز نہیں ہے' آنکھوں میں خواب ہے تعبیر نہیں ہے' وہ دیکھو بادلوں کی دھند میں سیاہ بادلوں میں سفید کپڑوں میں ملبوس شہزادی اڑتی جا رہی ہے شہزادے کی تلاش میں' ناجانے وہ کہاں ہو گا کسی کو پرواہ نہیں ہے' میں کیسے بتاؤں شعیب کوکہ وہ انگریز لڑکی اس کے قابل نہیں ہے' آج ہے کل چلی جائے گی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آج عید ہے اور میں نے اسی وائٹ ڈریم ڈریس کو زیب تن کیا ہے کتنی خواہش تھی دل میں میرے بلکہ یہ تو صدیوں پرانی خواہش ہے کہ پریوں کے دیس سے اتر کر ایک شہزادہ آئے گا اور میرا ہاتھ تھام کر بولے گا۔

"تم اس وائٹ ڈریم ڈریس میں بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" پھر وہ میرے مہندی بھرے ہاتھوں کو چھو کر یہ بولے گا "تم تو پریوں کے دیس کی وہ شہزادی ہو جس کو میں نے بچپن میں پڑھا تھا اور وہ میرے سامنے پھولوں کی وائٹ اریجمنٹ لے کر ہنس کر میرا ہاتھ تھام لے گا اور کہے گا آئی لو یو سو سوئٹ ڈریم گرل۔"

"حفصیٰ!" اس نے مڑ کر سرسراتے ہوئے پردوں کو دیکھا جیسے وہ ابھی ابھی چھو کر گزر گئی ہے۔

"حفصیٰ، حفصیٰ میری بات سنو۔" وہ بہت تیزی سے نکل کر اس کے روم کی طرف پلٹا، وہ سامنے ہی اپنی ماں کو دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔

"چلی گئی حفصیٰ، کوئی ضرورت نہیں ہے اسے یاد کرنے کی، میرا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے، تم نے دیکھا شیزرے نے کیا گل کھلائے ہیں، وہ بھی ناجانے کہاں اڑی پھر رہی ہو گی، خوبصورت ہے نا حفصیٰ، اس غرور میں ماں حفصیٰ کو لے کر گئی ہے۔"

"بس مما بس... حفصیٰ کیلئے کچھ مت کہیے گا، وہ جہاں ہے میں اسے لے آئوں گا۔"

"تمہیں حفصیٰ کے لے آنے کا خیال ہے، شام سے تمہاری بہن فون کر رہی ہے کہ شعیب سے بات کرائوں، شعیب گھر پر ہو تو بات کرائو، میں نے بہت پوچھا بس وہ یہی کہے جا رہی ہے کہ مما شعیب کو بھیجو پھر بتائوں گی۔"

"تو آپ نے پوچھا ہوتا کہ وہ کیوں بلا رہی ہے مجھے؟"

"بس وہ روئے جا رہی ہے کچھ نہیں بول رہی مجھ سے۔"

"ٹھیک ہے میں صبح اس سے بات کر لوں گا۔"

"صبح نہیں بیٹا! میرا دل دھڑک رہا ہے، آج میں سو بھی نہیں سکی، میری بیٹی کی سسکیوں کی آواز میرے کانوں میں آ رہی ہے، بہت دکھی ہے میری بیٹی، ناجانے اب کیا سلوک کیا ہو گا میری بیٹی سے، تم ابھی اور اسی وقت اس سے کانٹیکٹ کرو، زریاب خان کا نمبر تو تمہارے پاس ہے بات تو کرو بیٹا۔"

"اچھا اچھا... میں بات کر لوں گا، آپ آرام سے سو جائیں۔"

"میں سو جائوں... میری بیٹی سسک سسک کر رو رہی ہے، زریاب کہہ رہا ہے آ جائو اور لے جائو اپنی بیٹی کو، تم دونوں کے علاوہ میرا کون ہے، شبیر حسن اب میرا اپنا نہیں رہا، ایک پل میں وہ اپنی بیٹی کا ہو کر رہ گیا، تمام عمر میں نے اسے چھوٹے بھائی کی طرح سمجھا لیکن اس نے کیا دیا مجھے، ثروت ہاتھ پکڑ کر اپنی بیٹی کو لے کر چلی گئی ذرا سی بات پر۔" وہ تھکے تھکے لہجے میں بولی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مما پلیز! اس طرح آنسو نہیں بہائیں، رونے سے کچھ نہیں ہوتا، میں ابھی زریاب سے بات کرتا ہوں۔"

"کیا کیا..." شعیب کے ہاتھ سے سیل چھوٹ کر زمین پر گرا تھا۔

"کیا ہوا شعیب! کلثوم ٹھیک تو ہے۔"

"جی اماں! وہ ٹھیک نہیں ہے، اس کو میں لینے جا رہا ہوں، آپ آرام سے بیٹھیں۔"

"نہیں شعیب! میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔" وہ جلدی سے چادر لائی تھیں۔

"نہیں، آپ بیٹھیے میں چاچو کو لے کر جا رہا ہوں۔"

"کیوں چاچو کو لے کر جا رہے ہو، وہ ٹھیک تو ہے؟"

"ان کے رونے سے شبیر خان اپنے کمرے سے نکل کر آ گئے تھے۔

"کیا ہوا بھابی جان!"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"شبیر! شعیب کہہ رہا ہے کہ میری کلثوم ٹھیک نہیں ہے۔"

"میں کہہ تو رہا ہوں کہ میں جا رہا ہوں چاچو کے ساتھ، آپ یہ چیخنا اور رونا بند تو کریں۔" شیزرے اور ملازم سبھی آ گئے تھے۔

"کیا ہوا ہے کلثوم کو؟" ڈاکٹر شبیر بولے تو شعیب نے اپنے سر کو جھکا لیا تھا۔

"چاچو ! زریاب نے کلثوم کو طلاق دے دی ہے۔"

"مجھے معلوم تھا کہ یہی ہو گا، زریاب کو صرف اپنی اولاد سے محبت ہے اور اگر اس کے نصیب میں نہیں ہے یہ اولاد تو کلثوم کیا کر سکتی ہے۔" ماں نے روتے ہوئے ایک نظر شیزرے پر ڈالی تو اسے جھرجھری سی آ گئی۔

"کیا اتنی بڑی بھی سزا ہو سکتی ہے، کیا بچہ اتنا اہم ہوتا ہے جو زریاب نے ایسا کیا، کلثوم تو بہت بھولی بھالی سی لڑکی ہے پھر ایسا کیوں ہوا۔" اس نے گھبرا کر تائی کو تھاما تھا۔

"تائی اماں! آپ ہمت سے کام لیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" شیزرے نے اپنے بازوؤں میں تھامنا چاہا تو وہ جھٹکے سے آزاد ہو گئیں۔

"چھوڑ دو مجھے، مت چھونا مجھے، منحوس کہیں کی... جب سے یہ آئی ہے اس نے اس گھر کو جلا ڈالا، میں تو اجڑ گئی، میں تو کہیں کی نہیں رہی، جاؤ چھوڑ دو مجھے۔"

"مما پلیز! ہم کلثوم کو لانے جا رہے ہیں، آپ آرام اور حوصلے سے رہیں۔"

"میں کیسے حوصلے سے رہوں، میں دو راتوں سے نہیں سوئی، صبح ہو رہی ہے میں ایک پل نہیں لیٹی، میری بیٹی بے چین ہے، دو دن سے زریاب اسے ٹارچر کر رہا ہے اور وہ برداشت کر رہی تھی۔"

"تو مما! آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟" شعیب نے غصے سے اپنا ریوالور نکالا تھا تو شبیر حسن نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"میں اسے شوٹ کر دوں گا، وہ میری بہن کو ٹارچر نہیں کر سکتا، ہم اپنی عورتوں کو ہاتھ نہیں لگاتے، اس نے کیسے میری بہن کو ٹارچر کیا۔"

"ٹھیک ہے ہم چل کر دیکھتے ہیں لیکن بھابی کی اس وقت طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" ڈاکٹر شبیر حسن خان نے بہت مشکل سے انہیں نیند کی دوا دے کر سلا دیا تھا۔

......☆......

"آج تمہارا یوم حساب ہے۔"

"تم مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو؟ راستہ تو بہت خوبصورت ہے' دوسرے راستے میں کتنی کانٹوں بھری جھاڑیاں ہیں' کوئی انسان بھی گزرے گا تو اس کا دامن تار تار ہو جائے گا۔"

"تم کانٹوں بھرے راستوں سے نہیں گزر سکتیں...؟"

"نہیں، نہیں میں گزرنا بھی نہیں چاہتی' یہ وہی راستہ تو ہے جس کو اللہ نے بنا کر جبرائیلؑ کو دکھایا کہ دیکھو! جبرائیل' تو انہیں راستہ تو بہت پسند آیا۔"

"ہاں... لیکن سامنے تو دیکھو۔" دوزخ کے شعلے دور سے لپک رہے تھے۔

"نہیں... نہیں... مجھے اس جہنم میں مت لے جائو' میں اپنے گناہوں کی توبہ کرتی ہوں' چھوڑو مجھے۔"

"نہیں' وقت گزر گیا... توبہ کا وقت گزر گیا۔"

"تو میں نے ایسا کیا' کیا ہے کہ جو تم میرے ساتھ ایسا کر رہے ہو؟"

"تم نے... رک جائو' ہم تمہیں ایک جھلک دکھاتے ہیں... سامنے دیکھو! تم اپنی زندگی کی ویڈیو فلم دیکھو' سامنے چل رہی ہے۔"

"ارے... یہ کیسے ممکن ہے میں تو بہت چھوٹی ہوں اس میں' اتنی ینگ۔" فاطمہ سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"بھابی! تم تو جانتی ہو' میں تو تمہیں سب کچھ بتا دیتی تھی آ کر' تائی اماں اور دادی سے بول دینا میں سچ کہہ رہی ہوں' شبیر جھوٹ بول رہا ہے۔"

"نہیں... نہیں' میں تمہارے بیچ میں نہیں بول سکتی۔"

"پلیز بھابی!"

”چھوڑو میرا ہاتھ، جو تائی اماں کہہ رہی ہیں وہ مان لو اور اس گناہ کو ہمیشہ کیلئے دور کر دو، یہ لوگ اچھے نہیں ہیں، شبیر کا ساتھ چھوڑ دو۔“

”یاد آیا تمہیں، اپنی بہن کیلئے تم نے یہ سارا پلان کیا تھا۔“

”کیا تمہیں ہمارے دل کی بھی خبر ہو گئی۔“ انہیں ایک جھرجھری سی آئی۔

”اور دیکھو! یہ چابیوں کا گچھا۔“

”ارے تمہیں یہ کہاں سے مل گیا، یہ تو شیلف میں چھپا تھا، تم نے اسے بھی ڈھونڈ نکالا۔“

”لو پڑھ لو تم خود بھی۔“ ان کی پوری زندگی کا رجسٹر سامنے آ گیا تھا۔ہر صفحے پر ان کے گناہوں کی، ان کی نیکی کی باتیں لکھی تھیں۔

”میرے سارے گناہوں کی فہرست، وہ انگریز لڑکی جو مسلمان ہونے کیلئے تیار تھی، میں نے کیسی ضد کی کہ سب کو ماننا پڑی، اگر وہ لڑکی قیامت کے دن میرے سامنے آ کے کہے کہ میں تو مسلمان ہو گئی تھی پھر بھی مجھے انصاف

نہیں دیا۔عربی، عجمی پر فرق کیا، کالے، گورے میں فرق کیا، نسل، مذہب اور خاندان کی بڑائی اور غرور میں سر اونچا کر کے چلیں اور بیٹے کا دل توڑ دیا خاندان کے چکر میں، اور اب اس حفصیٰ کو پھر چھوڑ دیا۔“ وہ پسینے میں شرابور تھیں اور تھر تھر کانپ رہی تھیں کہ اچانک ان کی آنکھ کھل گئی، کلثوم ان کے پاس بیٹھی تھی۔

......☆☆☆☆☆......

صبح ابرآلود تھی۔نور محل میں ہلکی ہلکی دھند ابھی تک چھائی ہوئی تھی، دور تک کیاریوں میں سرخ کھلے ہوئے گلاب شبنم کے ننھے ننھے قطروں میں ابھی تک ڈوبے ہوئے تھے، ملازم نے تمام روشنیاں بند کر دی تھیں۔

رامین اٹھ کر کچن میں آ گئی تھی، احمد آفس جانے کی تیاری کر رہا تھا، شرٹ چینج کرتے ہوئے اچانک اسے رامین کا خیال آیا تھا، کافی دیر سے رامین بیڈروم میں نہیں تھی، وہ کچن میں جلدی جلدی صبح کے ناشتے کی تیاری میں

ملازمہ کے ساتھ لگی ہوئی کام کر رہی تھی، ابھی ابھی ٹیبل پر منظور کا ناشتہ رکھ کر وہ خود آئی تھی۔

”چھوٹے ماموں! آپ جلدی سے آ جائیں، میں نے ٹیبل تیار کر دی ہے۔“

سعدیہ کو ملازمہ تیار کر کے وہیل چیئر پر بٹھا کر ٹیبل پر لے آئی تھی۔

”واہ... کیا بات ہے، رامین جب سے گھر میں آئی ہے دیکھو سعدیہ! سب کچھ بدل گیا ہے، اتنی خوشگوار صبح ہونے لگی ہے، ہمارے سب بچے خوش ہیں لیکن پھر بھی ہمیں اپنی بدنصیبی پر رونا آتا ہے، ہماری عبیر نجانے کیسی ہو گی۔“ انہوں نے کہہ کر سعدیہ کی طرف مڑ کر دیکھا تھا مگر سعدیہ کو تو ایک چپ سی لگ گئی تھی عبیر کے حادثے کے بعد سے، عبیر سے کوئی کانٹیکٹ نہیں تھا، انویسٹی گیشن سیل میں عبیر تھی۔

رامین کیتلی میں چائے دَم کر رہی تھی، احمد دبے قدموں چلتا ہوا کچن میں آیا اور پیچھے سے آہستہ سے اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس کی کمر میں حمائل کر دیئے۔

”اوہ...“ وہ احمد کے ہاتھوں کے لمس سے اچھل کر چیخی تھی، کیتلی ہاتھ سے چھوٹ کر گری، شکر ہے وہ بال بال بچ گئی تھی، وہ دوبارہ احمد سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

”کیا ہے رامین! میں چھوٹا سا تمہارے ساتھ مذاق بھی نہیں کر سکتا۔“ تبھی منظور مصطفی جلدی سے اٹھ کر کچن میں آ گئے تھے۔

”کیا ہوا رامین، کیوں چیخیں...؟“ وہ جلدی سے آگے بڑھے تھے، ان کی نظر احمد سے ٹکرائی تو احمد جلدی سے بول پڑا تھا۔

”کچھ نہیں بابا! یہ خود ہی اچھل کود کرتی رہتی ہے، کیتلی توڑ دی، میں خود اس کی چیخ سن کر آیا تھا۔“

”کچھ نہیں ماموں جان! ہاتھ سے کیتلی گر گئی تھی۔“ اس نے غصے سے احمد کو گھور کر دیکھا، احمد اپنی ہنسی روکے ہوئے گزر گیا تھا۔

"آ جائو بیٹا تم، ملازمہ سے کہو وہ صفائی کر دے گی، وہ دوبارہ چائے لے کر آئے گی تم آ جائو ٹیبل پر، تمہاری ممانی آ گئی ہیں۔" وہ ہاتھوں سے گلوز اتارتی ہوئی باہر آئی تھی۔

"کیا ضرورت تھی تمہیں صبح صبح بیڈروم سے نکل جانے کی، مجھے نہیں اچھا لگتا کہ تم صبح اٹھ کر کچن میں چلی جاتی ہو۔" احمد غصے سے بولا تھا۔

"یہ میری ذمے داری ہے، یہ میرا گھر ہے۔"

"تم نے ٹھیکہ لے لیا ہے ہر شخص کے الگ الگ ناشتہ بنانے کا، میرا تمہیں کوئی خیال نہیں ہے۔" بہت روٹھے ہوئے انداز میں ٹائی باندھنے لگا۔

"ارے، لایئے جانب! یہ زحمت کیوں کر رہے ہیں۔" وہ احمد کی ٹائی تھام چکی تھی۔

"مجھے کام کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تو پھر..." رامین اس کے کالر کو تھوڑا اونچا کر کے بولی تھی۔

"بتائوں پھر..."

"نہیں نہیں احمد! پلیز آفس سے دیر ہو جائے گی۔" احمد اس کی طرف جھکا تھا۔

"نہیں... تمہاری سزا یہی ہے۔" وہ اس کی طرف جھکا لیکن وہ ہاتھ چھڑا کر باہر نکل گئی، احمد ہنستا ہوا کمرے سے باہر نکلا تھا، وہ احمد کو سی آف کرنے زینے سے اتر کر نیچے آئی تھی۔

"احمد! پلیز جا ئو ناں۔" احمد نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

"پلیز..." وہ ونڈو تھامے جھکی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"میں نے کہا ناں احمد! جائو ناں پلیز... وہ بہت مسکین سے لہجے میں بولی تھی۔

"ہوتی ہے دیر تو ہو جائے۔" احمد نے اپنی واچ پر نظر ڈالی۔

"تم بھی بس..." اس نے اِدھر اُدھر نظر ڈالی' گارڈ گیٹ کھولے کھڑا تھا' رامین نے جھک کر اس کے ماتھے پر پیار کیا تو جواب میں اس نے بھی ایک چھوٹی سی شرارت کی تھی۔

"احمد!" وہ پھر ایک بار ہنس پڑی تھی اور احمد نے گاڑی کو ریورس کیا' ہنستے ہوئے اس کی نظر فہد سے ٹکرائی تو وہ شرم سے پانی پانی ہو گئی۔

"بس فہد! احمد الٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہے اور میں مجبور ہو جاتی ہوں۔" وہ ہنس کر منہ موڑ گئی تھی فہد بھی مسکرا کر دادو کے کمرے کی طرف مڑا تھا۔

"دادو..." فہد دھڑ سے ایک لحاف کے اوپر گرا۔

"کیا ہے بیٹا! ابھی تک تم بچوں والی حرکتیں کرتے ہو۔" دادو جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی تھیں۔

"دادو! اوپر تو گرم گرم پراٹھے اور انڈے کا حلوہ چل رہا ہے اور احمد بھائی کے تو عیش ہی عیش ہیں' دادو! ہماری قسمت کب جاگے گی؟"

"ارے بس دن ہی کتنے ہیں' اگلے ماہ کی 5 تاریخ شبیر حسن خان نے دی ہے۔"

"اُف! اتنی لمبی ڈیٹ' میں تو نہیں انتظار کر سکتا' بس دادو! اسی وقت میں فون ملاتا ہوں' آپ اس سے کہیں کہ وہ آ جائے اسی وقت گھر۔"

"تو ہو گیا ناں تم پر بھی احمد کا اثر۔"

"کیا ہے دادو! رامین ہر وقت احمد کو جھوٹا کھلاتی رہتی ہے۔" وہ دادو سے لپٹ گیا تھا۔

"دیکھو تم ہر وقت اسے رامین کہہ کر مت پکارا کرو' وہ تمہاری بھابی ہے' عزت و احترام کرو اس کا۔"

"کل آپ بولیں گی اس کو گارڈ آف آنر پیش کرو۔" وہ اترایا تھا۔

"تو بڑی بھابی ہے' اس گھر کی پہلی بہو۔"

"نو نو... نو دادو! دس اِز ناٹ فیئر' ساتویں شہزادی کا پھر کیا ہو گا۔"

"ارے وہ تو اس گھر کی شہزادی ہے۔"

"دادو! میں نمبر ملاتا ہوں آپ بات کریں۔"

حریم سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی تو وہ بولیں۔

"دیکھنا حریم! یہ صبح صبح شیزرے سے بات کروا رہا ہے۔"

"پکڑیں ناں دادو۔"

"آپ کا خودکا دل چاہ رہا ہو گا بات کرنے کو۔"

"آف کورس۔" وہ حریم کو ہنستے دیکھ کر بولا تھا۔

"کیا بتاؤں دادو! اتنی خوبصورت صبح تھی احمد بھائی کی کہ میرا بھی دل مچل اٹھا۔" فہد نے اپنی انگلی ہنستے ہوئے بالوں میں الجھا لی تھی۔

"فہد مصطفی کا دل ہے کوئی پتھر تو نہیں۔" اچانک عباد کی آواز کانوں میں آئی تو وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"نہیں... نہیں عباد بھائی! ایسی کوئی بات نہیں، میں تو ویسے ہی حری کو تنگ کررہا تھا۔"

"اگر تنگ کرنا ہے تو میرے نام سے حری کو تنگ کیا کرو، یہ اب لفٹ نہیں کرواتیں۔" عباد تیار ہو کر دادو کے پاس آیا تھا۔

"تو آپ بھی احمد بھائی کی طرح کوئی ڈراپ سین کریں... جب تک آخری ڈراپ سین نہ ہو گیا احمد بھائی کی گاڑی اسٹارٹ ہی نہیں ہوئی، سمجھے میرے بھائی..." وہ ہنستے ہوئے حریم کی طرف دیکھ کر بولا تو حریم رخ موڑ کر ہنسنے لگی۔عباد بڑی شوخ نظروں سے اس چہرے کو دیکھ رہا تھا جو فہد کی شرارت سے بلش ہو گیا تھا۔

"ارے یار! Newly Married ہے، میں تو بہت سینئر ہو چکا ہوں اس لئے یہ اب مجھے لفٹ نہیں کرواتیں۔"

"خوامخواہ کیلیئے عباد! تمہیں تو وہم ہو گیا ہے، تم احمد اور رامین کی لائف سے جیلس ہو۔"

"جی جی، انہوں نے تو ہمالیہ فتح کر لیا، ہم تو شاید پیچھے رہ گئے مگر یار! دکھ تو ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"یہ ہمارا اسٹائل نہیں ہے۔" حریم پلٹ کر بولی۔

"تم اپنے دل سے پوچھو، کیسے کیسے تمہارے رنگ بھرے جلوے تھے... مہندی کی رات تو تمہاری ایک جھلک... شادی کی رات تو تم نے بیڑہ غرق کر دیا تھا رو رو کر... کیسی کیسی راتیں اور کیسی کیسی صبح آئیں، تم نے کیسے کیسے ڈرامے کھیلے ہیں، سب یاد ہے ذرا ذرا، ہم سے تو اچھے احمد اور فہد رہے جو بازی لے گئے۔" وہ کمرے سے باہر نکلتے ہوئے آہستہ سے بولا تھا۔

"اچھا جناب! چلئے چلئے بہت ہو گئی شکایتیں۔"

"میں نے تمہیں بتا دیا ہے کہ تم شیزرے کی رخصتی پر اپنا ویڈنگ ڈریس پہنو گی، میں ہر روز تمہیں اسی ڈریس میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"اب میں اُس شرٹ کے اندر نہیں گھس پاتی۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔" عباد نے ایک شوخ نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔اس سے پہلے کہ فہد پلٹ کر پیچھے آتا وہ بہت تیزی سے گزر گیا۔

"کیا باتیں ہو رہی تھیں آپ لوگوں کی۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"ایک تو پتہ نہیں فہد تمہیں آج کل جاسوسی کرنے کا شوق ہو گیا ہے، ہم نے تو تمہاری کبھی جاسوسی نہیں کی۔" حریم بولی۔

"ہم جاسوسی نہیں کرتے، ہم پلان سیٹ کرتے ہیں جیسے... فارم ہائوس والا۔" حریم بولی۔

" پلان اور پھر وہ آخری ڈراپ سین..." رامین نے حریم کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مارا تھا اور فہد جھینپ کر اپنا رُخ موڑ گیا۔

......☆☆☆☆☆......

یخ بستہ ہوائوں کا زور تھا، صبح کے دس بج رہے تھے لیکن یوں لگتا تھا کہ سورج کہیں گم ہو گیا ہے، حفصیٰ کو آئے ہوئے یوں تو کافی دن ہو گئے تھے

لیکن دل تھا کہ وہیں اٹکا ہوا تھا‘ وہ ماں کی غیر موجودگی میں آنسو بہاتی رہتی‘ دکھ اسے اس بات کا نہیں تھا کہ شعیب نہیں مل سکا‘ دکھ اس بات کا تھا کہ اپنوں کا اعتبار کتنی جلدی ٹوٹ جاتا ہے‘ محبت کیا معنی رکھتی ہے‘ دل کے اندر جیسے کوئی شیشہ ٹوٹ جائے‘ ننھے ننھے ریزے سمیٹنے سے ہاتھ تو کیا آنکھوں سے سرخ رنگ بہے‘ پہلی بار زیست کا یہ رنگ اس کی آنکھوں میں اترا تھا۔

”بس امی! رات میں ٹھیک سے سو نہیں سکی اس لئے میری آنکھوں کا رنگ سرخ ہے‘ ذہن بھی ابھی تک تھکا تھکا ہے۔“

”اور تم رات رات بھر بیٹھ کر پڑھو گی لکھو گی تو یہی تو ہونا ہے۔“ ماں نے اپنے گرد شال لپیٹتے ہوئے حفصیٰ پر نظر ڈالی تو وہ سمٹ کر جلدی بولی تھی۔

”امی! مجھے سردی نہیں لگتی۔“ وہ اتنی ٹھنڈی یخ بستہ صبح میں ہلکے سبز رنگ کا سوٹ پہنے ماں کے سامنے کھڑی تھی۔

”ہاں تو تم راتوں کو اٹھ اٹھ کر کافیاں جو پی رہی ہو‘ سو بار کہا ہے حفصیٰ! ہو گا وہی جو اللہ چاہے گا۔“

”اُف... ایک تو امی! وہ سب آپ بھول کیوں نہیں جاتیں‘ کیا میں رات کو کافیاں اس لئے پیتی ہوں۔“ وہ رونے لگی تھی۔

”یہ لو... ذرا کچھ بولو تو تم بات بات پر رونے لگتی ہو‘ پہلے تو میں نے کبھی تمہیں روتے نہیں دیکھا۔“ وہ اس کے بے حد قریب آ گئی تھیں۔

”امی! پہلے کی بات کچھ اور تھی‘ مجھے کب یہ احساس تھا کہ یہ کسی غیر کا گھر ہے‘ اتنی محبتیں سب نے دیں کہ امی! کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ایک دن زندگی میں یہ بھی آئے گا۔“

”اچھا چلو... تم آؤ میرے پاس تو بیٹھو‘ میری بات سنو۔“ تو وہ بہت فرمانبردار بچوں کی طرح سمٹ کر بیٹھ گئی۔

”حفصیٰ! تمہارے نصیر چچا پھر آئے تھے۔“

"امی! پلیز..." اس نے ان کے دونوں ہاتھ تھام لئے تھے۔

"امی! یہ بات نہیں ہے کہ مجھے کوئی اعتراض ہے' میری قسمت کا فیصلہ اللہ کے بعد آپ ہی کو کرنا ہے' لیکن امی! وہ سب ہم پر رحم کھا رہے ہیں اور میں خود بھی ابھی تک سیٹ نہیں ہوئی ہوں' دل کسی بھی چیز کو قبول نہیں کر رہا ہے' آپ کوئی مناسب سا بہانہ بنا کر انکار کر دیجیے' ایسی بھی کیا جلدی ہے میں گھبرا کر کسی کا بھی ہاتھ تھام لوں اور نہ ہی مجھے کوئی ایسی امید رہی ہے کہ شعیب ہی میرا سب کچھ ہے' شیزرے بھی میری بہت کچھ ہے امی' اس کے ساتھ ناانصافی نہیں ہونا چاہیے۔" وہ آنسو پونچھ کر بولی تھی۔

"میں تمہاری کیفیت سمجھتی ہوں حفصیٰ! میں خود بھی مطمئن نہیں ہوں تمہارے چچا نصیر کی فیملی بہت ماڈرن ہے اور ہم ایک دیندار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔" وہ بہت دکھی دکھی اور افسردہ سے لہجے میں بیٹی کے دکھ کا مداوا کر رہی تھیں اور وہ تھیں بھی بے حد ملول' تھکے تھکے انداز میں اٹھ کر حفصیٰ باورچی خانے میں چلی گئی تھی جہاں پر چچا نصیر کی بیوی چائے دم کر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رہی تھیں' حفصیٰ انہیں دیکھ کر ایک منٹ کیلئے ٹھٹکی پھر آگے بڑھ کر بولی تھی۔

"چچی! میں کر لیتی ہوں نہ یہ کام۔"

"ارے نہیں بیٹا! میں نے تو چائے بنا لی' اب تم یہ ٹوسٹ اور ٹرے اٹھا کر شہیر کے کمرے میں لے جاؤ۔" حفصیٰ کے ٹرے اٹھا کر پاؤں من من بھاری ہو رہے تھے' کتنی ذلت اور رسوائی محسوس ہو رہی تھی جب وہ شہیر کے سامنے ٹیبل پر ناشتہ رکھ رہی تھی۔

"بس بس زیادہ آئینے میں دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے' اچھے لگ رہے ہیں آپ نظر لگ جائے گی۔"

"ظاہر ہے صبح صبح کالی بلی نے جو مجھے دیکھ لیا ہے۔" شعیب مڑ کر اس کے سامنے آ گیا تھا۔

"جی! کب جا رہے ہیں' کب آ رہے ہیں کسی کو کوئی خبر نہیں ہے' صبح کہتی ہیں بڑی ممانی کہ حفصیٰ نہ ہو تو شعیب تو بھوکا مر جائے' پکڑیئے یہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

چائے کا کپ، آئینے میں شکل دیکھتے رہئے اور ایک سپ بھی لیتے رہئے گا اور ہاں... یہ آرڈر میرا نہیں آپ کی امی جان کا ہے کہ حفصیٰ! بوائل انڈہ شعیب ضرور لے۔"

"اچھا تو آپ سارے ملازموں کی سردار بنی پھرتی ہیں، کیا کک مر گیا ہے جو تم یہ جلا ہوا انڈہ اٹھا کر لائی ہو۔"

"کیا کیا... جلا ہوا انڈہ اٹھا کر لائی ہوں، میں نے تو آپ کی پسند کے مطابق بنایا ہے۔"

"سو تھینک یو... میں اس وقت بس جلدی میں ہوں یہ انڈہ تم ہی کھا لینا۔"

وہ یہ کہہ کر کمرے سے جلدی نکل گیا تھا، چائے اور ناشتہ اس کے سامنے رکھا تھا۔

"کس بے رحمی سے شعیب نے میری محبت کا مذاق اڑایا تھا اور تم حفصیٰ! اتنی سی بات نہ سمجھ سکی کہ جب کوئی کسی کو چاہتا ہے تو اس کو ہر وہ چیز اچھی لگتی ہے جس میں کچھ بھی نہ ہو پھر بھی..."

"آپ نے مجھ سے کچھ کہا۔" شہیر چونک گیا تھا۔

"نہیں نہیں... ویسے ہی میں کچھ سوچ رہی تھی، تو بول گئی۔"

"آپ نے ناشتہ کر لیا، آج ہمارے ساتھ کر لیجیے، آپ تو ہر وقت جب سے آئی ہیں امی کے ساتھ کام میں لگی رہتی ہیں۔"

"نہیں شہیر بھائی! مجھے تو کام کرنے کی عادت ہے اور میں تو ناشتہ ویسے بھی امی کے ساتھ کرتی ہوں، یہ دیکھئے یہ تو اسپیشل گھی کے پراٹھے ہیں۔" اس نے بے ساختہ ناشتے کی تعریف کی تھی۔

"تو تھوڑا سا آپ ہمارے ساتھ بھی ناشتہ کر لیجیے، اچھا نہیں لگتا۔"

"نو تھینکس۔" وہ بہت نرمی سے مسکرا کر پلٹی تھی۔ چل زمین پر رہی تھی لیکن دھیان کہیں اور تھا۔

"دیکھو محبت آواز دیتی ہے ابھی کچھ بھی نہیں ہے ہمارے اور شہیر کے درمیان لیکن شہیر کیسا بے تاب نظر آتا ہے، میرے ساتھ ایک پل گزارنے

کیلئے کتنا بے قرار نظر آتا ہے‘ شعیب کا ایک ایک پل میں نے خیال رکھا لیکن کبھی اس کے دل میں محبت کا ایک لمحہ نہ جاگ سکا‘ کتنی خواہشیں تھیں کتنے پل تھے وہ میرے ہاتھوں میں کتنی رنگین تتلیاں بند تھیں کتنے پھولوں کے رنگ جو بھیس بدل کر مجھے آواز دیتے تھے ہر پل ہر لمحہ میری سماعت میں اس کی آواز اس کا دل سانسوں میں بستا تھا‘ آنکھوں میں اس کا چہرہ دیکھتا تھا۔“ اس نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو شعیب کی آنکھیں جھانک رہی تھیں تو گھبرا کر اس نے اپنا رُخ پھیر لیا لیکن رُخ پھیرنے سے منظر نہیں بدلتے وہ پھر کسی منظر میں اتر رہی تھی۔

”شعیب شعیب‘ بات سنیے میری۔“ دل کی دھڑکن بہت تیز تھی اس لمحے۔

”کیا ہے حفصیٰ! تم ہر وقت میرا پیچھا کرتی ہو‘ اب کیا ہوا؟ کچھ بات کہنے کو رہ گئی تو جلدی بولو۔“

”نہیں شعیب! آپ نے آج میچنگ کی ٹائی غلط باندھی ہے۔“ وہ کھلکھلا کر ہنسی تو شعیب نے جھک کر اپنی ٹائی پر نظر ڈالی۔

”اونو... تم نے رات کیوں نہیں سیٹ کر کے میرا ڈریس رکھا تھا‘ میں نے تو ملازم سے کہا کہ وہ اس کی میچنگ کی ٹائی لے آئے۔“

”تو ہاں اب ملازم آپ کے سوٹ کی میچنگ کرے گا۔“

”میں نے پوچھا تھا نواز سے کہ تم کیسے میچنگ کر لیتے ہو صاحب کی شرٹ کی؟ تو کہنے لگا کہ مجھے کیا معلوم‘ میں تو صاحب کو لے جا کر دیتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ نہیں‘ میں تو یہ پہنوں گا اس کے ساتھ تو میں دوسری اٹھا کر لے جاتا تھا کہ صاحب یہ پہن لیں اس کے ساتھ۔“ وہ یہ کہہ کر زور زور سے ہنستی ہوئی بھاگی تھی اور شعیب اس کے پیچھے غصے سے پلٹا تھا... کوئی منظر تھا اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا‘ ایک دھند تھی جو آنکھوں میں چھا گئی‘ زیست کا رنگ بہت پھیکا پڑ گیا تھا‘ کوئی آہٹ‘ آواز کچھ بھی تو نہیں تھا‘ وہ دبے قدموں چلتی ہوئی باورچی خانے میں چلی آئی جہاں کی دنیا اور تھی‘ زندگی کا ہر خانہ الگ الگ تقسیم ہو گیا تھا۔ بالکل اس چائے کے ڈبے کی طرح جسے کھول کر دیکھ رہی تھی کہ اس میں چائے ہے یا نمک اور شکر کے ڈبوں

پر الگ الگ زندگی تقسیم ہو گی تھی کچھ بھی تو نہیں تھا سب کچھ اس کے ہاتھوں کی لکیروں میں خالی پڑا تھا تو وہ ابلتے ہوئے پانی کی طرف دیکھ رہی تھی، زندگی ساکت تھی اور وہ پھر بھی بے ہوش و حواس زندہ تھی تبھی وہ پلٹ کر اندرآئی تو اسے پتہ چلا تھا کہ شعیب گھر آیا ہے، اس کے پاؤں لرز رہے تھے ہاتھ میں ٹرے کانپ رہی تھی، شعیب کا سامنا پل صراط پر سے گزر جانا تو تھا۔

برس بیتے کسی گاؤں کی وہ حجن بی اسے یاد آ گئی تھی جو روزِ مبارک کو کپڑے سے کھول کر سامنے رکھے ہوئے گاؤں کی خواتین کو دکھا رہی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ سزا اور جزا کی تصویروں کا موٹا سا رجسٹر کھولے بتا رہی تھیں۔

”دیکھو بی بی! یہ وہ منظر ہے آقا کی غلام ملازمہ نے چھپ چھپ کر ایک روٹی کی ٹکیہ خیرات کی تھی، جب مالک پر گولی چلی تو یہی ٹکیہ ڈھال بن کر

مالک کے سامنے آ گئی تو بی بی! خیرات، صدقہ دیتے رہنا چاہیے۔“ سکے، چاندنی کی انگوٹھیاں حجن بی کے دامن میں گر رہی تھیں۔

”اور یہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے۔“ حجن بی نے انگلی رکھ دی تھی۔

”نیکی کا راستہ بال جیسا پتلا ہو گا، قیامت کے دن اور اس پر سے گزرنا ہو گا، نیکوکار گزر جائیں گے۔“ حجن بی کے رجسٹر کا صفحہ تو پلٹ گیا تھا تو اسے آج گزرنا ضرور تھا، دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا ہونٹ بھی خشک ہو گئے تھے پاؤں بھی لرز رہے تھے اس نے وہیں اسٹول پر چائے کی ٹرے رکھ دی اور صحن میں لگے آئینے میں اپنی شکل کو غور سے دیکھا تھا، کوئی دکھ، کوئی ملال تو نہیں ہے آنکھوں میں، اس نے غور سے اپنی آنکھوں کو دیکھا اور پھر پلٹ کر جلدی سے چچی کے کمرے میں بھاگی تھی۔ٹیبل سے کاجل اٹھا کر اس نے آنکھوں میں لگایا تھا ہلکی ہلکی لپ اسٹک لگا کر اس نے ٹشو سے پونچھ کر وہیں پھینکا اور جلدی جلدی برش کر کے اس نے بالوں کو اسٹائل کر کے سامنے کیا تھا، دوپٹہ ٹھیک کر کے اس نے اوڑھا اور شرٹ کو بھی کھینچ کر وہ بڑے

اسٹائل میں سارے دکھ کے دریا سمیٹ چکی تھی، ہونٹوں کی ہلکی ہلکی مسکان اور آنکھوں میں جگنو جگائے وہ بیگانی سی اندر آئی تھی کہ ثروت کا سانس تھم سا گیا تھا لیکن ایک پل میں وہ سارے منظر مٹا گئی۔

”ہم انتظار ہی کر رہے تھے آپ اپنی شادی کا کارڈ لے کر آئے ہوں گے۔“ اس نے ہاتھ سے شعیب کی شادی کا کارڈ تھام لیا تھا۔

”اتنی جلدی اور بے قراری کیوں ہے تمہیں، یہ کارڈ پھپھو کا تھوڑی ہے یہ تو تمہارے نصیر چچا کا ہے ، نام دیکھ لو۔“ اس نے کارڈ ہاتھ سے کھینچ لیا تھا۔

”چلو پھر جلدی سے ہمارا کارڈ نکالیں ورنہ ہم تو نصیر چچا کے کارڈ پر نہیں آئیں گے۔“

”چلو ڈھونڈتا ہوں کہ تمہارا کارڈ کون سا ہے، رکھا بھی ہے یا بھول گیا ہوں۔“ شعیب مسکرا کر کارڈ دیکھنے لگا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہمیں پوری امید تھی کہ شعیب آپ یونہی کریں گے، پوچھ لیں امی سے کہ ہم لوگوں کو بھی بلایا جاتا ہے یا نہیں۔“ وہ بہت مدھ بھرے انداز میں مسکرائی تھی جس پر شعیب کی ایک نظر کی چوری اس نے بھی دیکھی تھی۔

”تمہارے بغیر میں تو نکاح بھی قبول نہیں کروں گا۔“ وہ ہنسا۔

”اب آپ یہ نہ کہہ دینا کہ جب تک حفصیٰ سائن نہیں کرے گی میں سائن نہیں کروں گا۔“ وہ یہ کہہ کر ایک دم سٹپٹا گئی تھی۔

”بکواس نہیں کرو، اس پر سائن تو شیزرے خان کرے گی تم تھوڑی۔“ اس نے سامنے بیٹھی ہوئیں پھپھو کا دل مسل دیا تھا، پھر ایک قہقہہ لگا کر بولا۔

”پھپھو! آپ کیوں نہیں آ رہیں، سب لوگ آپ کے منتظر ہیں، میں آپ کو ابھی اور اسی وقت لے کر جائوں گا، چلئے آپ اپنی تیاری کریں، امی نے کہا ہے کہ میں آپ کو چھوڑ کر نہیں آئوں۔“

”نہیں بیٹا! اتنی جلدی تو میں نہیں جا سکتی، آئوں گی ایک دو دن میں۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں تو کہہ رہی ہوں امی سے کہ چلیں لیکن امی ہی نہیں راضی'

"تو ایسا کرتے ہیں حفصیٰ! تم چلو میرے ساتھ' پھپھو بعد میں آ جائیں گی۔"

وہ سنجیدگی سے بولا۔

"نہیں نہیں میں امی کے ساتھ ہی آئوں گی' بس تھوڑا کام ہے ناں۔"

"اگر کوئی شاپنگ کا ارادہ ہے تو میں حاضر ہوں' ویسے بھی تمہارے بوتیک کا پتہ مجھے معلوم تھا۔"

"کون سی بوتیک؟" وہ انجان سی بن کر بولی۔

"وہ والی... جہاں تمہیں اور شیزرے کو میں نے نیو ایئر پارٹی کیلئے چھوڑا تھا۔"

"مجھے تو اب یاد بھی نہیں آپ کس بوتیک کیلئے بات کر رہے ہو۔"

"لو وہ بوتیک والی تمہاری چوائس' رنگ وغیرہ سب جانتی ہے کہ تم کیا پسند کرتی ہو۔" وہ بہت سادگی سے بول رہا تھا۔

"شعیب! آپ بالکل نہیں بدلے۔" وہ سارے دل کے بھید چھپاکر بولی۔

"تو کیا دو چار دن میں لوگ بدل جاتے ہیں۔" شعیب کی آنکھوں میں جانے کیسا سوال تھا کہ حفصیٰ ساکت ہوتے ہوتے بلش ہو کر بولی۔

"لوگ تو صدیوں میں نہیں بدلتے' تم تو چار دن کی بات سوچ رہی ہو۔"

"غلط' چچا اس بار حج کر کے آئے ہیں کہہ رہے تھے کہ سنگِ اسود کا رنگ بدل گیا ہے اور سائز بھی چھوٹا ہو گیا ہے۔"

"اور صدیوں میں تو انسان مرکھپ کر اپنی نسل بھی مٹا چکے ہوتے ہیں۔" حفصیٰ بولی۔

"اب ایسا بھی نہیں ہے' انسان تو مرکھپ جاتا ہو گا احساسات نہیں مرتے۔" وہ بولا۔

"پتہ نہیں انسان تو اتنا بے خبر ہے کہ اس کو اپنے قریب کا ہوش نہیں۔"

"پتہ نہیں تم کس ہوش مند کی بات کر رہی ہو۔" وہ بولا۔

"بس میں اتنا جانتی ہوں کہ میں پوری ہوشمندی سے بات کر رہی ہوں سمجھے شعیب۔" وہ کھلکھلا پڑی۔

"اب شعیب کوئی سیٹلائٹ تو ہے نہیں کہ تمہارے دل کے منظر بکھیر دے۔"

"لو... انسان کو سیٹلائٹ کی ضرورت نہیں ہوتی شعیب! ایک نظر کی ضرورت ہوتی ہے۔" وہ بولی۔

"خیر چلو یہ تو ثابت ہو گیا کہ انسان بدلے نہ بدلے چار دن میں حفصیٰ ضرور بدل گئی ہے، اتنی بڑی بڑی باتیں، اتنی بڑی ہو گئی ہو۔" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا تو وہ شعیب سے بولی۔

"سچ سچ بتانا شعیب خان! میں یاد تو آتی ہوں یا نہیں۔" تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"اللہ کیسے ہیں آپ، میں کتنی آگے پیچھے گھومتی رہتی تھی کچھ بھی یاد نہیں۔"

وہ دل کے سارے بھید آنکھوں کے سارے منظر بدل گئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"تم کیا سننا چاہتی ہو... تم کیا جاننا چاہتی ہو؟" شعیب بولا تھا۔

"یہ تم دونوں کا آپس کا معاملہ ہے۔" پھپھو بھی صدیوں کی مسافت کو ایک پل میں مٹا گئیں، وہ بہت پرسکون سا ان کے سامنے بیٹھا تھا۔

"پھپھو! یہ آپ کا کارڈ ہے۔" پھپھو نے کارڈ لیتے ہوئے ایک نظر حفصیٰ کے چہرے پر ڈالی تو محبتوں کا رنگ نکھرا نکھرا چہرے پر مچل تو رہا تھا لیکن وہ ماں تھیں، انہیں یوں لگا جیسے حفصیٰ کی روح اندر تڑپ کر رو رہی ہے اپنی بے بسی پر، زمانے کی اس بے بسی پر، شعیب اجنبیوں کی طرح کھڑا ہو گیا تھا، حفصیٰ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی اور شعیب کی گہری آنکھیں حفصیٰ کی کالی آنکھوں میں ڈوب جانے کو تھیں تو حفصیٰ گھبرا کر اپنا رُخ پھیر کر ماں سے بولی۔

"اب تو ہمیں جلدی جلدی تیاریاں کرنی پڑیں گی امی۔"

"کیوں نہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اچھا پھپھو! اب اجازت دیں۔" اس وقت شعیب کا لہجہ بہت افسردہ اور دکھی دکھی سا تھا۔

"پھپھو! آپ آ تو جائیں گی ناں، امی خود آپ کو لینے آئیں گی، وہ آپ سے شرمندہ ہیں اور حفصیٰ! تم میرا یہ خوبصورت کارڈ کھول کر ضرور پڑھنا، اس میں شعیب خان کی اپنی پسند شامل ہے بہت قیمتی کارڈ ہے یہ، بہت کم لوگ انوائٹ ہیں خاص خاص، بس جلدی میں پھپھو سب کچھ ایک پل میں ہو گیا۔" اس نے ہنس کر حفصیٰ کو دیکھا۔

"ہونے کیلئے تو بس ایک پل ہی چاہیے شعیب خان۔"

"تو تم کیا سمجھتی ہو کہ صدیاں درکار ہوتی ہیں۔" اس نے ہاتھ میں تھامے ہوئے کارڈ سے چہرے کو چھوا تھا، حفصیٰ ہنس کر تھوڑا سا دور ہو گئی، شعیب نے سر سے چپکے ہوئے سیاہ بالوں کو بہت غور سے دیکھا تھا، حفصیٰ سٹپٹا کر دروازہ کھولنے کیلئے اٹھی پھر پلٹ کر بولی۔

"سنا ہے ہم نے تو..." ہونٹ بہت خوشی سے مسکرائے تھے، وہ بھی تھوڑا سا کنفیوژ ہو کر اس کے پاس چلا آیا۔

"کیا سنا ہے تم نے؟" اس کے اندر اچانک ایک تجسس سا جاگ اٹھا تھا کہ حفصیٰ کو اس کے دل کی خبر تو نہیں ہو گئی۔

"یہی کہ فہد مصطفی میدان میں ڈٹ گیا ہے۔"

"اچھا تو تم پل پل کی خبر رکھتی ہو۔"

"کیوں نہیں، میں اس شہر میں نہیں رہتی، مجھے سب پتہ ہے جس سے آپ کی شادی ہو رہی ہے۔" شعیب کے پیر جم سے گئے۔

"وہی انگریز لڑکی جو آپ کے عشق میں مسلمان ہوگئی تھی۔" حفصیٰ کے ہونٹ مسکرائے، وہ شعیب کو اطمینان دلانا چاہتی تھی کہ وہ بہت خوش ہے اور اس کے درمیان اب ایسا کچھ نہیں ہے۔

"تم آج کچھ زیادہ نہیں ہنس رہیں۔" شعیب جاتے جاتے رُکا۔

"میں تو ہمیشہ سے ایسی تھی، آپ نے کبھی غور نہیں کیا۔"

"ہاں... یہ میری شاید بدنصیبی تھی، خوبصورت وقت کبھی پلٹ کر نہیں آتا۔"

"چلیں... ہم پوری کوشش کریں گے کہ ہم آپ کی شادی بھرپور طریقے سے انجوائے کر سکیں۔"

"کر سکیں جناب! کرنی پڑے گی آپ کو، یہ میرا وعدہ ہے کہ تمہیں اور پھپھو کو لے کر آئوں گا۔"

"تو چلو! ہم بھی آپ کو مایوس نہیں کریں گے، کل سے تیاریاں شروع۔"

"اچھا پھپھو چلتا ہوں۔" اس نے مڑ کر پھر ثروت کی جانب دیکھا، انہوں نے بھی دروازے سے ہٹ کر شعیب کیلئے راستہ بنایا۔

شعیب کے جانے کے بعد اس نے بہت آہستہ سے دروازہ بند کیا تھا کہ کسی کو کوئی خبر نہ ہو جائے، اس نے اپنے دل کی طرح دروازہ لاک کر کے وہی ہینڈل پکڑ کر اٹک سی گئی تھی۔

"حفصیٰ!" ثروت نے اس کا رخ پھیر کر اپنے سامنے کیا تو وہ سسک پڑی۔

"امی... امی! مجھے کچھ ہورہا ہے۔" اور وہ تڑپ کر ماں کے سینے سے جا لگی۔

"نہیں حفصیٰ! میری جان کسی کی خوشی میں ایسے نہیں روتے اور دیکھو شیزرے ایک ایک پل باپ کی محبت کو ترسی ہے۔" وہ اس کا بھیگا ہوا چہرہ دوپٹے سے پونچھ رہی تھیں۔

"ہم نے کسی کا ایسا کیا کیا تھا کہ ہمارے ساتھ ایسا ہوا؟"

"تم جانتی تو ہو۔" انہوں نے اس کا رخ اپنی طرف پھیر لیا تھا، وہ ماں کے سینے سے لگی سسک سسک کر رو رہی تھی۔

"حفصیٰ! میری جان صبر اور ہمت سے کام لو، ہمیں ان کی خوشی میں شامل تو ہونا پڑے گا۔"

"کبھی نہیں، کبھی نہیں۔" اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا کارڈ فرش پر پھینک دیا تھا۔

”حفصی! ہمیں ان لوگوں کے سامنے شرمندگی ہو گی۔“

”کہہ دیجیے گا کہ حفصیٰ مر گئی ہے اس لئے ہم نہیں آ سکتے۔“

”ایسی باتیں مت کرو‘ چلو اٹھو منہ دھو لو۔“

......☆☆☆☆☆......

موسم سرما کی ہوائیں کچھ زیادہ ہی تیز ہو گئی تھیں۔نور محل میں رہنے والے ایسے موسم کو ایکسائٹمنٹ موسم کہتے تھے‘ چھوٹی سی بھی کوئی تقریب ہو حتیٰ کہ موسم بہار میں بھی رنگ برنگے پھولوں کی نمائش کی جاتی ہے‘ یہ شوق تھا اس کا جس کو ”نور بی بی“ کہتے ہیں۔ان کے ہر زاویہ نگاہ میں بچوں کیلئے محبتیں اور خوشیوں کا انداز جھلکتا تھا‘ ہرچند کہ وہ ستر بہاریں دیکھ چکی تھیں لیکن انہیں آج بھی یہ لگتا تھا کہ سجاد‘ منظور‘ مسعود‘ عمیرہ اور فائزہ بھاگ دوڑ رہے ہیں۔

زندگی کے رنگ و روپ وقت کے ساتھ کبھی نہیں بدلتے ورنہ عمیرہ کا چہرہ ماں کے سامنے بار بار نہ آتا‘ کوئی ماں کبھی بھی خواب میں چیخ کر نہ اٹھتیں...

بلال تم کہاں ہو...؟ چہرے الگ الگ ہوتے ہیں لیکن دل کی آبیاری ایک ہی مٹی سے ہوتی ہے۔اس لئے نور بی بی کا دل ابھی تک ان کھنکتے ہوئے قہقہوں میں گم تھا‘ جہاں وقت کی رفتار نے سب کچھ بدل ڈالا تھا لیکن ابھی وقت کے خدوخال باقی تھے۔رنگ موسموں کے اور دھوپ سنہری نور محل میں اتر آئی تھی۔

ہر شخص اپنی دنیا میں بے حد مصروف تھا۔رنگ کے اس جھرمٹ میں ہر چہرہ رنگ بھر رہا تھا۔اس قدر شوخیاں تھیں ہوائوں میں کہ ہنستے ہنستے حریم اور رامین کے آنچل ہوائوں میں اڑ گئے۔

”بس 10 منٹ میں‘ میں واپس پلٹ کر آتی ہوں۔“ کرن اوپر سے نیچے دوڑتی ہوئی آئی تھی ہاتھ میں دوپٹہ تھامے۔

”حری آپی! دیکھئے یہ دوپٹہ تو بالکل میچ نہیں کر رہا۔“

”بس میں ابھی گئی اور ابھی آئی۔“

"ہوا میں اڑتا جائے میرا لال دوپٹہ ململ کا ہو جی..." زوہیر نے کرن کے ہاتھ سے دوپٹہ چھین کر ہوا میں لہرایا تھا' وہ غصے سے لپک کر اس کی جانب بڑھی اور بولی۔

"شٹ اپ زوہیر! یہ نیلا دوپٹہ ہے لال نہیں' پتہ نہیں تم کس بستی سے آئے ہو؟ اور کس بستی میں رہتے ہو...؟"

"اچھا... اچھا بکواس مت کرو... چھین کر دکھاؤ۔" وہ ہنستے ہنستے دوپٹہ ہوا میں لہرا رہا تھا۔

"چھوڑو زوہیر! کیا بدتمیزی ہے... تم کیوں کرن کو تنگ کر رہے ہو۔" حریم بولی تو رامین بھی پلٹ کر چلی آئی۔

"چھوڑ وحری! اس نے کچھ سن بن لے لی ہے۔"

"اچھا تو یہ بات ہے' جبھی تو میں کہوں اتنا سنجیدہ سنجیدہ' اتنا شوق کیسے ہو گیا۔" حری بولی۔

"اچھا زوہیر! تو یہ بات ہے' بڑے دوپٹے ہوا میں اُڑ رہے ہیں' سب سمجھتی ہوں۔" وہ بولی تو وہ رخ موڑ کر بولا۔

"نہیں نہیں... خدا کی قسم ایسا کچھ نہیں ہے۔" وہ دوپٹے کو گول گول بنا کر اچھالتا ہوا باہر کی طرف بھاگ گیا تھا۔

"بزدل چوہا۔" کرن اپنی چڑھائی ہوئی آستینیں اتار رہی تھی۔

"اب یہ بزدل چوہا مستقبل میں تمہارا دولہا بنے گا۔"

"کیا کیا... دماغ تو درست ہے حری آپی!" وہ بولی۔

"میرا دماغ تو بالکل درست ہے بس یہ اُڑتی اڑتی خبر نور محل کے بڑوں سے سنی ہے۔"

"زوہیر نے کبھی اپنی شکل آئینے میں دیکھی ہے۔" وہ غصے سے دوپٹہ اٹھا کر باہر چلی گئی تو پیچھے سے عذرا بھابی کی آواز آئی۔

"کرن! یہ شیزرے کے دوپٹے کی میچنگ رہ گئی ہے۔"

"آپ بھی بڑی ممی...! سو سو کے سب جاگ رہے ہیں نور محل والے۔" وہ تھوڑا سا جھنجلا کر ان کے ہاتھ سے دوپٹہ لے کر آگے بڑھی۔

"تم دو دوپٹے اٹھا کر کیا چلیں یوں لگ رہا ہے کہ دھوبی کے گھاٹ جا رہی ہو۔"

"مجھ سے بکواس نہیں کرنا ندیم! پہلے ہی زوہیر میرا دماغ ہلا کر گیا ہے۔"

"کمال ہے' نو من کی دھوبن کو وہ ہلا کر چلا گیا۔"

"کیا کیا... میں تمہیں اتنی موٹی دکھائی دے رہی ہوں' میں دو ماہ سے جم جا رہی ہوں تمہیں خبر ہے کہ نہیں۔" وہ غصے سے بولی۔

"ہمیں تو سب خبر ہے بس تم ہی بے خبر ہو گئی ہو' یہ ٹھیک نہیں کیا تم نے مجھ سے بے وفائی کر کے۔" وہ بہت ڈھٹائی سے ہنسا' وہ کرن سے صرف چھ مہینے چھوٹا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اچھا اب تم اپنی بتیسی اندر کر لو ورنہ نظر لگ جائے گی۔" وہ کچھ بڑبڑاتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔گھر میں چھوٹی موٹی چیزیں فہرست بنا کر کرن کو ہی تھمائی جاتی تھی۔کرن اور نورین بہتر طور پر مل کر شاپنگ کر لاتی تھیں اس لئے آج بھی یہ ذمے داری کرن کو دی گئی تھی۔ویسے بھی آج رات گھر میں ڈھولکی کا پروگرام تھا۔خوشی کا یہ موقع تھا کہ شیزرے کو رخصت کرا کر نور محل لایا جا رہا تھا لیکن تیاریاں تو ابھی سے نور محل کے اطراف میں شروع ہو گئی تھیں۔

نور محل کے اونچے اونچے دریچے جس کے سروں پر رنگین شیشے آویزاں تھے' رنگ روغن سب کچھ مکمل کروا لیا گیا تھا' سب سے پہلے درختوں کی کانٹ چھانٹ شروع ہو گئی تھی' سوئمنگ پول کا پانی تبدیل کروا دیا گیا تھا۔فہد مصطفی کو سب ہی لڑکے چھیڑ رہے تھے۔

"بھائی! آپ بھی تو کچھ ہاتھ بٹائیں آ کر۔"

"نہیں ندیم! فہد کچھ کام نہیں کرے گا۔" عماد بولا تھا۔

"کیوں بھئی کیوں؟ ایسی کوئی خاص بات ہو گئی مجھ میں۔" فہد خود ہی ان کے قریب چلا آیا۔

"تم لوگ ہٹو' میں دیکھتا ہوں اور سب کچھ ٹھیک کرواتا ہوں۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہیں بھائی! ابھی سب ملازم ان کی شکل دیکھ کر اٹینشن ہو جائیں گے۔"

"یعنی میری شکل اتنی خراب ہے کہ..." فہد بہت سیریس ہو کر زوہیر کی طرف مڑا تھا۔

"نہیں فہد بھائی! یہ احمد بھائی کا خیال تھا جو میں نے بیان کر دیا۔" وہ ہنسا۔

"اچھا اچھا... چلو تمہیں بڑے پاپا آواز دے رہے ہیں' کام کم اور ادھم بازی زیادہ ہوتی ہے۔"

"ادھم بازی تو ہم اس دن مچائیں گے' کیوں احمد بھائی...؟" ندیم بولا تھا۔

"تب کی تب دیکھی جائے گی' بہرحال تم ان پودوں کو پانی لگاؤ۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ارے... ارے... یہ کیا کر رہے ہو تم ندیم!" فہد پرندوں کو بھیگتا ہوا دیکھ کر بولا۔

"سارے پرندوں کو بھی میں استقبال کیلئے تیار کر دوں' نیچرل وردی میں یہ بھی کل سیلوٹ کریں گے۔"

"دماغ خراب ہے تمہارا ندیم!" احمد نے بھاگ کر شاور پائپ پکڑ لیا تھا۔

"کیوں احمد بھائی! پتا پتا بوٹا بوٹا نہلایا جا رہا ہے اس گارڈ ن کا' تو کیوں ہم انہیں محروم رکھیں۔"

"بے وقوف کہیں کے بہت تیز ہوا چل رہی ہے' مر جائیں گے بے چارے۔"

"وہ دیکھئے' دیکھئے سامنے کس طرح کوا بے چارا نہا رہا ہے سوئمنگ پول میں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بھائی میرے وہ کوا ہے' یہ نازک پرندے ہیں۔" وہ اس کے ہاتھ سے شاور پائپ کا رخ موڑ چکا تھا۔

"بس ایک بات میری سمجھ میں یہ نہیں آتی جب کوئی فنکشن ہوتا ہے سب سے پہلے بڑے پاپا ہم لوگوں کو اِدھر ہی لگا دیتے ہیں' کوئی گوڈی کر رہا ہے تو کوئی مالی کے ساتھ کٹنگ میں لگ گیا' یوں لگتا ہے کہ درخت کے اندر' شاخوں کو مہمان جھانک کر دیکھیں گے' بڑی ممی ہیں تو وہ فرشوں کی دھلائی میں لگا دیتی ہیں۔" ندیم بولا۔

"اور گھر کی لڑکیاں ہیں جو اپنے چہروں کی دھلائی میں نکل جاتی ہیں۔" ایک قہقہہ تھا جو گارڈن میں پھوٹ پڑا اور احمد سب کو لاجواب کر گیا تھا۔

آج شام گھر میں ڈھولکی تھی۔رامین' سعدیہ کو تیار کر کے نیچے لے کر آنے لگی تو کرن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو رامین بولی۔

"یہ کیا ہوا بھئی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"آپی! آپ مما کا اتنا خیال رکھتی ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتی۔احمد بھائی کی کسی نیکی کے صلے میں آپ انہیں ملی ہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی تمہاری' میری ممانی ہیں اگر ہم نہیں کریں گے تو کون کرے گا' سچ کرن مجھے تو اتنا اچھا لگتا ہے کہ میں بچوں کی طرح انہیں تیار کرتی ہوں۔"

"یہی تو سوچ سوچ کر مجھے رونا آتا ہے۔"

"کمال ہے کرن! تمہیں تو میری نیکی پسند نہیں آتی اور تم رونے لگتی ہو' اچھا راستہ دو' ہٹو اور ہاں... احتیاط ضروری ہے' بولو فہد سے کہ مما نیچے آ رہی ہیں تم لوگ اوپر آئو' کبھی کبھی بے دھیانی میں ممانی ہاتھ چھڑا لیتی ہیں۔"

......☆☆☆☆☆......

فاطمہ خالہ کی آج کل مصروفیات بے حد بڑھ گئی تھیں جس کو دیکھو چلا آ رہا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"دیکھا خالہ، ٹیلر نے یہ شرٹ ڈھیلی کر دی ہے۔" فاطمہ نے ابھی یہ کام کیا کہ دوسرا حاضر ہے۔

"خالہ پلیز! اس کو ذرا دیکھیں، اس شرٹ کو اونچا کر دیا ہے۔" کرن نے روکن میں بنایا تھا۔خالہ نے جھپٹ کر ہاتھ سے شرٹ کھول کر دیکھی تھی۔

"کوئی نہیں، اس میں دوسرے رنگ کی پٹی لگا دیتی ہوں آج کل تو یہی فیشن چل رہا ہے۔" فاطمہ نے ایک منٹ میں حل بتا دیا تھا۔اور تو اور حریم بھی اپنے لہنگے کی شرٹ نکال کر لائی تھی۔خالہ ہنستے ہوئے بولی تھیں۔

"تمہاری کمی تھی ، مجھے معلوم ہے تمہاری شرٹ اب ٹائٹ ہو گئی ہے۔"

"ٹائٹ... یہ تو خالہ چڑھ ہی نہیں رہی ہے۔" حریم شرمندگی سے بولی۔

فاطمہ صبح سے مشین سنبھال کر نور بی بی کے کمرے میں تخت پر بیٹھی ہوئی مشین چلا رہی تھیں۔اردگرد ان کے کپڑے بکھرے پڑے تھے اور ہر شخص تیاری میں مصروف تھا۔

"بھئی میں تو کہتی ہوں تم مہندی پہلے ہی لگوا لینا، وقت پر بھاگنا اچھا نہیں لگتا۔"

"دادو ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" حریم بولی۔عذرا اپنا بلائوز لیے ہوئے فاطمہ کی طرف آئی تھیں۔

"اماں! ذرا آپ فہد سے بات کریں وہ شیروانی پہننے کو تیار نہیں ہے۔اچھا ہوا عباد نے مجھے یہ بات بتا دی، کہہ رہا ہے مجھے کارٹون بننے کا کوئی شوق نہیں ہے، میں ٹھیک ہوں، کوئی سا بھی سوٹ پہن لوں گا۔" عذرا جلدی جلدی اپنے بلائوز کے بخیے ادھیڑ رہی تھیں، بلائوز تھوڑا سا ٹائٹ لگ رہا تھا۔

"صبح سے شام ہونے کو آئی، بے چاری سر کھپا رہی ہے بیٹھے، تم لوگ بھی ہر کام کیلئے سر پر سوار رہتی ہو، کبھی خود بھی کر لیا کرو۔" نور بی بی، فاطمہ کی طرف سے بولی تھیں۔

"ارے نہیں اماں! مجھے تو بہت اچھا لگتا ہے خاص طور پر پرانے کپڑوں کو ریپیئر کرنا، زبردست آرٹ ہے، اگر کوئی مجھ سے پوچھے تمہیں سب سے

زیادہ کس چیز میں مزہ آتا ہے تو میں اسی کام کا کہوں گی۔" فاطمہ بول کر ہنسی تھیں۔

"مائی سوئٹ خالہ۔" حریم نے دونوں بانہیں ڈال کر پیار کیا تھا۔

"بس بس... دوچار کپڑے اور اٹھا کر لے آ۔" نور بی بی بولیں۔

"خالہ! آپ ہمارے ساتھ چلیں گی ناں؟" حریم بولی تو فاطمہ شرمندہ سی نظریں پھیر کر مشین میں لگ گئیں، عذرا دانت میں پکڑا ہوا دھاگہ گھسیٹتے ہوئے بولی تھیں۔

"فاطمہ! اب وہ دور نہیں رہا، ڈاکٹر صاحب سے تمہاری علیحدگی ہو چکی ہے، دنیا یہ جانتی ہے لیکن تمہاری بیٹی کا معاملہ ہے۔" تو ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

"عذرا ٹھیک کہہ رہی ہے۔" نور بی بی نے فاطمہ کے آنسو دیکھ لئے تھے۔

"نہیں فاطمہ نہیں، تمہارا بڑا مان اور اعتبار ہے ان لوگوں کے درمیان، تم کیوں نہیں شبیر سے بات کر لیتیں، وہ کتنی بار تمہیں فون کر چکے ہیں، کل بھی سجاد کے پاس ان کا فون آیا، شبیر خان کہہ رہے تھے کہ فاطمہ کو بتائیں کہ یہ ان کی بیٹی ہے، جو کچھ ہوا ہے ہمارے اور اس کے درمیان ہوا ہے، اگر وہ کہتی ہے تو میں اس سے آ کر معافی مانگ لیتا ہوں لیکن وہ آئے گی ضرور، ہر حال میں آئے گی ضرور، میری اس سے بات کروا دیں۔" نور بی بی نے پھر وضاحت سے پچھلی باتوں کا ذکر کیا تھا۔فاطمہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، برسوں پرانے زخم تھے جو آنکھوں کے دریچوں سے بہنے لگے۔وہ تیز تیز مشین کو دوبارہ چلانے لگی تھیں، ماحول اچانک سوگوار ہو گیا تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی فاطمہ! چھوڑو یہ کپڑے ، بہت دیر ہو گئی ہے اور ہاں... فاطمہ! میں تمہارے لئے بھی دو سوٹ لے کر آئی ہوں، ایک تم بارات والے دن پہنو گی اور ایک نور محل کی تقریب میں۔"

"بڑی ممی! کل استری کی شاپ بند ہونی ہے' آپ بڑے پاپا کے کپڑے استری کیلئے بھجوا دیں ابھی سے۔" احمد کسی کام سے نیچے اتر کر آیا تھا۔

"ارے احمد! تم نے اچھا یاد دلایا' عباد بھی مجھے کچھ اپنے کپڑے تھما کر گیا ہے لیکن بیٹا! فہد کا تم لوگ کیا کر رہے ہو؟"

"کرنا کیا ہے' عباد بھائی لے کر جا بھی چکے ہیں۔"

اوپر رامین' سعدیہ کے کپڑوں کی تیاری میں لگی ہوئی تھی۔

"کیوں کر رہی ہیں رامین آپی! آپ یہ سب' امی کو یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔"

"کیوں ضرورت نہیں رہی' سارے بال ان کے سفید ہو رہے ہیں' انہیں نہیں لیکن ہم لوگوں کو تو ان کی ضرورت ہے' کیوں ممانی! ہم فہد کی بارات لے کر جائیں گے۔" اس نے بال ڈائی کرتے ہوئے کیچر لپیٹتے ہوئے کہا تھا۔

"فہد کی بارات..."

"ہاں ممانی! فہد کی بارات' ہم شیزرے کو لینے جائیں گے' آپ کی خواہش تھی ناں کہ ہم شیزرے کو لے کر آئیں۔"

"نہیں نہیں... شیزرے کو مت لے کر آنا ورنہ ہاں... میری بیٹی عبیر اس کے سامنے دوسروں کو نظر نہیں آتی۔بہت حسین ہے شیزرے' جو دیکھتا ہے ان کی نظر وہیں ٹک جاتی ہے۔دیکھنا تم ایک دن میں عبیر کی ایک جگہ بہت شاندار شادی کروں گی' پتہ ہے تمہیں' سامیر کی کئی فیکٹریز ہیں اور ورلڈ میں اس کا نام ہے اور امیر ہے اور وہ عبیر کو بھی پسند کرتا ہے' تم اس سے ملی ہو؟" وہ بے تحاشا ہنسے جا رہی تھیں اور کرن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"مما پلیز! عبیر اب نہیں آئے گی' کبھی نہیں آئے گی' سامیر نے اسے دھوکا دیا ہے۔" کرن نے ان کے دونوں کندھے پکڑ کر ہلائے تھے۔

"تم جھوٹ بولتی ہو' تم دادی اور پھپھو کی زبان میں بات کر رہی ہو' انہوں نے سکھایا ہو گا کہ ماں کے سامنے بدتمیزی کرو۔"

"نہیں مما! ایسا نہیں ہے۔" اس نے روتے ہوئے اپنا سر ان کے گھٹنوں پر رکھ دیا تھا۔

"مت کرو یہ سب' اٹھو... جائو تم منہ واش کر کے آئو' ماموں دیکھ لیں گے۔" رامین بولی۔

"نہیں آپی! مجھے اپنی بہن بہت یاد آ رہی ہے' اتنا سب کچھ ہو جانے کے باوجود محبت تھوڑی ختم ہو جاتی ہے۔" اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔

"آئی نو میری جان! ہم بھی بہت بے بس اور مجبور ہیں' کیس انٹرنیشنل لیول کا ہے ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے' بس اللہ سے دعا کر سکتے ہیں کہ عبیر ہم سے آ ملے۔"

"سارا قصور مما کا ہے' مما اگر اسے شروع میں روک دیتیں تو کبھی اتنا بڑا سانحہ نہیں ہوتا ہم لوگوں کے ساتھ' اتنی مہنگی مہنگی چیزیں شروع سے عبیر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

خرید کر لاتی تھی' اس دن بھی میں نے شور کیا تھا کہ اتنا مہنگا آئی پوڈ اور مہنگا سیل کہاں سے آیا۔"

"مما! آپ نے طرفداری کر کے میری بہن کو جہنم میں اتار دیا۔" وہ روتے ہوئے بولی تھی۔

"شور مت مچائو... چپ ہو جائو... فہد گھر میں ہے۔عبیر ابھی تک نہیں آئی' اوپر کا دروازہ کھول دو جا کر تاکہ آہٹ نہ ہو۔" سعدیہ بولی تھیں۔

"دیکھا آپی! جو کچھ مما نے کیا ہے وہ آج بھی ان کے ذہن میں گونج رہا ہے۔" اس نے اپنے آنسو پونچھے تھے۔

......☆......

ماں سے بڑا کوئی دوست یا دشمن ہوتا ہی نہیں ہے۔ماں کی آبیاری میں یہ دونوں عنصر موجود ہوتے ہیں۔بچے کی ذرا سی لرزش ماں کی نظر سے چھپ ہی نہیں سکتی۔کرائم کی دنیا میں جرم کرنے والا انسان بھی کسی ماں کا بیٹا ہوتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اللہ کی تخلیق کی ہوئی وہ عورت بھی ہے جو ماں کے مرتبے پر پہنچی تو اس نے اپنی تخلیق کا مقصد جان لیا۔ہاتھ پکڑ کر بچے کو چلانے سے پہلے یہی کہا کہ ''جھک جائو بیٹا اپنے رب کے سامنے'' بس یہی اس کی تخلیق کا مقصد ہے۔رامین یہ سوچتے ہوئے کرن سے بولی تھی۔

''دیکھو کرن! اب ہمیں حالات سے کچھ ایسا سمجھوتہ کرنا ہے کہ ہم پھر سے نارمل ہو جائیں۔ابھی تمہاری خوشیاں باقی ہیں اگر ہم یونہی ہر وقت آنسو بہاتے رہیں، ہمت ہار جائیں تو کیا ہو گا۔ماموں کا تم سوچو تو زرا، بہتر یہی ہے کہ ہم سب مل کر سعدیہ ممانی کو نارمل زندگی میں لانے کی کوشش کریں۔ شیزرے آ جائے ناں تو ہم سعدیہ ممانی کا کام آپس میں بانٹ لیں گے۔تم اپنی اسٹڈیز پر دھیان دو۔رات کی میڈیسن تمہارے ہی ذمے رہے گی باقی صبح سے دوپہر تک میں کروں گی اس کے بعد شیزرے دیکھے گی، میں نہیں سمجھتی کہ اسے کوئی اعتراض ہو گا۔وہ بھی بڑی لونگ اور کیئرنگ نیچر ہے اور ہاں... ہماری اماں جان اور تمہاری پھپھو جان کا حکم ہے کہ سعدیہ ممانی کو

اتنی اہمیت دی جائے کہ وہ پہلے جیسی ہو جائیں۔'' تو کرن روتے روتے آنسو پونچھ کر بولی تھی۔

''آپ لوگ ہماری مما کو معاف کر دیں، کسی کے ساتھ مما نے آج تک کوئی بھلائی نہیں کی، شک و شبہات، اسٹیٹس کے چکر میں یہاں تک پہنچ گئیں۔'' اس کے آنسو پھر بہہ اٹھے تھے۔

''اُف خدایا... کرن! بس کرو، گھر میں اتنی بڑی خوشی آنے والی ہے، شیزرے آ جائے گی سب ٹھیک ہو جائے گا کوئی مسئلہ نہیں ہے، جائو دیکھو! احمد مجھے کس لئے آواز دے رہا ہے۔'' وہ سعدیہ کے سفید بالوں میں برش چلاتے ہوئے بولی تھی۔

''مجھے معلوم ہے تم احمد کے چکر میں آتی ہو نور محل، وہ بھی دیکھو کیسے بہانے بہانے سے اوپر نیچے چکر لگا رہا ہے اور دیکھو! میرے بیٹے کو کیسے چومتی ہے، پیار کرتی ہے، پتہ نہیں کیا کیا پڑھ کر پھونک کر اپنا بنا لیا ہے۔ احمد مجھ سے دور ہوتا جا رہا ہے۔فہد کو تو پہلے ہی مجھ سے بدظن کر دیا ہے،

فاطمہ بھی پڑھ پڑھ کر پھونکتی رہتی ہیں ہر وقت۔" سعدیہ روتی ہوئی کرن کو دیکھ کر بولی تھیں۔

"چپ ہو جائیں مما!" وہ سسک پڑی لیکن پھر بھی وہ بولے جا رہی تھیں۔

"چپ ہو جاؤ کرن! کسی کو مت بتانا' ایسا پلان میں نے تیار کیا ہے ہٹ جائے گا' بتانا نہیں کسی کو' شیزرے کی تو میں نسل بڑھنے نہیں دوں گی۔میں نے ڈاکٹر سے بات کر لی ہے' دیکھنا تم دولت بھی شبیر حسن

کی میرے پاس آ جائے گی اور ان کا نام بھی میں کیش کراؤں گی اور پھر ایک دن کیا ہو گا کہ فہد کی نظروں سے وہ گر جائے گی' میں اس کی دوسری شادی کرا دوں گی' میں ہار نہیں سکتی۔کیسی میں نے احمد کی کہانی بنائی' فہد سچ مچ سمجھنے لگا کہ میں نے شیزرے کو ایکسیپٹ کر لیا ہے' میں تو اس کی نسل مٹا دوں گی' بس مجھے ایک ضد ہے میں ہارتی نہیں ہوں'نور محل والوں سے ایسا انتقام لوں گی کہ شیزرے ہمارے سامنے بھیک مانگے گی' قدموں میں سر رکھ دے گی لیکن ہیں فہد کی دوسری شادی کر کے رہوں گی۔اگر

سارہ سے ہو جاتی احمد کی تو میں یہ گیم کبھی نہیں کھیلتی۔تم کسی کو نہیں بتاؤ گی اچھا۔" انہوں نے کرن کا ہاتھ تھام لیا اور دوسری طرف رامین کے ہاتھ سے ڈائی برش چھوٹ کر گرا تھا۔

"بدتمیز کہیں کی... ماں نے تمیز نہیں سکھائی۔دیکھو! کارپٹ پر دھبہ پڑ گیا ہے' جاؤ دیکھو! ابھی اسی وقت اس کو صاف کرو' شیمپو لاؤ اور برش سے صاف کرو۔تمہارے تو باپ نے بھی نہ دیکھا ہو گا ایسا قالین' یہ میں چین سے لے کر آئی تھی۔"

"مما پلیز! چپ ہو جائیں آپ مت بولیں۔" لیکن وہ ہنسے جا رہی تھیں۔

......☆☆☆☆☆......

"مما پلیز! میرے ساتھ جو ہوا وہ میرے نصیب کا ایک حصہ ہے' آپ اس طرح سے نہ دکھی ہوں۔" کلثوم کا اب زریاب سے کوئی رشتہ نہیں رہا تھا۔

"نہیں بیٹا! یہ سب میرا کیا ہوا میرے ہی سامنے آ رہا ہے' مجھے تم معاف کر دو۔"

''مما! آپ کو اللہ نے معافی کا ایک موقع دیا ہے آپ اتنی گنہگار نہیں ہیں۔'' کلثوم کے اندر ایک ہمت اور توانائی آ گئی تھی' وہ اس نیچر کی نہیں تھی' وہ شروع سے ہمدرد اور نرم مزاج کی مالک تھی۔وہ خالی خالی نظروں سے کلثوم کو دیکھ رہی تھیں۔زرینہ کو شاید وقت نے بہت گہری چوٹ لگائی تھی۔

''تم یہی سوچ رہی ہو ناں کہ میں بہت ظالم ہوں' میں نے ثروت کو گھر سے نکال دیا' وہ تمہاری پھپھو تھیں' حفصیٰ کو میں نے ایک پل میں دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال پھینکا۔'' اس کی آنکھوں میں بہت اداسی گھلی ہوئی تھی۔

''مما پلیز! ابھی بھی وقت ہے ثروت پھپھو سے معافی مانگ لیں' انہیں گھر لے آئیں' حفصیٰ کو گھر لے آئیں' شعیب بھائی بھی بڑے اجڑے اجڑے سے دکھائی دے رہے ہیں۔'' وہ ماں کا گھٹنا پکڑے ہوئے ان کے دل میں حفصیٰ کے لئے جگہ بنا رہی تھی۔

شعیب اس کے بعد سے بہت چپ چپ سا ہو گیا تھا۔جب سے ثروت پھپھو کو کارڈ دے کر آیا تھا بے حد اداس اور کھویا کھویا تھا۔ایک شرمندگی کا احساس تھا وہ کسی سے نظریں نہیں ملا رہا تھا۔لیکن کلثوم اس کے دل کا حال جان گئی تھی۔بہن اور بھائی کا رشتہ شہ رگ سے بھی قریب ہوتا ہے لیکن انا اور خودداری نے زرینہ کے پائوں کو جکڑ رکھا تھا۔دل کے اندر بڑی تیز آندھی چل رہی تھی' سوچوں کے بھنور ٹوٹ رہے تھے اور سامنے کلثوم گھٹنے پر ہاتھ رکھے شعیب اور حفصیٰ کیلئے بول رہی تھی۔

''مما! کچھ تو بولیں' پھپھو کو بلا لیں' منا لیں انہیں' معافی مانگ لیں۔حفصیٰ یتیم ہے مما! آپ اپنے وعدے سے پھر گئیں' یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حفصیٰ' شعیب بھائی کی ہے۔بولیں ناں... کچھ تو بولیں آپ۔'' کلثوم نے انہیں جھنجھوڑا تھا۔

''کیا بولوں کلثوم! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تم خود پھپھو سے بات کر لو' مجھ میں خود اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں ان سے بات کر سکوں۔''

"پھر مما! کیا میں پھپھو سے بات کروں؟" وہ ان کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھ رہی تھی تو وہ بولیں۔

"پہلے تم شعیب سے بات کرو کہ وہ کیا کہتا ہے اب' میں دوسری بار ثروت کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتی۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مما' آج رات میں شعیب سے بات کر لوں گی تو پھر میں پھپھو سے بات کروں گی۔"

......☆☆☆☆☆......

شعیب رات بہت دیر سے گھر آیا تھا۔تھکا تھکا سا' سارا دن کارڈ بانٹتا پھر رہا تھا' کلثوم دبے قدموں اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ آڑا ترچھا منہ پر تکیہ رکھے بے سدھ لیٹا تھا۔کلثوم کو دکھ اور تکلیف کے احساس نے آن گھیرا۔

"حفصیٰ ہمیشہ بھائی کے جوتے اتار دیتی تھی۔" شعیب جان کر یونہی آنکھیں بند کیے سستی میں لیٹا ہوا تھا' اس وقت بھی وہ حفصیٰ کے ہی خیال میں گم صم سا گھر لوٹا تھا۔کلثوم آہستہ سے اس کے پیروں کی جانب بڑھی۔

"پلیز حفصیٰ! مجھے ابھی کہیں جانا ہے۔" وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا تو سامنے کلثوم کو دیکھ کر گھبرا سا گیا۔

"تم کب آئیں؟"

"میں تو ابھی آئی ہوں بھائی! لیکن آپ حفصیٰ کو یاد کر رہے ہیں۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میں کسی کو یاد نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی کسی کیلئے رُکتا ہے۔" وہ منہ پھیر کر نظریں جھکا کر بھی اپنے دل کے بھید کو نہ چھپا سکا۔کلثوم پلٹ کر اس کی آنکھوں کی جانب آئی تھی۔

"کیا ہوا بھائی! میں نے مما کو راضی کر لیا ہے' آپ حفصیٰ کو لے آئیں' اب دن ہی کتنے رہ گئے ہیں' اس گھر سے شیزرے جا رہی ہے' میری وجہ سے

مما اداس ہیں' کچھ تو ان کا دکھ کم ہو۔" کلثوم بولی۔اس نے بڑی گہری نظر سے اس کو دیکھا اور بولا۔

"کیوں اب میں حفصیٰ کو لے آئوں' شیزرے نہ رہی تو اس لئے' میں اتنا بے رحم اور گرا ہوا انسان نہیں۔" تو کلثوم پھر پلٹ کر سامنے آئی تھی۔

"نہیں بھائی! میں خود مما کے ساتھ چلی جاتی ہوں۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم' مجھے انوالو مت کرو۔" اس کی فیلنگ بہت برے طریقے سے ہرٹ ہوئی تھی۔اتنے قریب رہ کر بھی وہ حفصیٰ کو نہ جان سکا تھا۔یہ دکھ اسے تکلیف دے رہا تھا۔وہ شعیب اڑتی چڑیوں کے پَر گن لیتا تھا' گھر میں ایک ساتھ رہتے ہوئے حفصیٰ کو نہ جان سکا۔شعیب عجلت میں اتر کر کہیں باہر چلا گیا تھا' گاڑی کی تیز رفتاری سے اس کے اندر کے جنون کا پتہ لگ رہا تھا۔

......☆☆☆☆☆......

"نہیں پھپھو جانی! بعد واد کچھ نہیں' بس ابھی اور اسی وقت مما نے کہا ہے کہ میں آپ کو لے کر آئوں اور حفصیٰ تم کیوں اتنی چپ چپ کھڑی ہو۔ چلو... پیک کرو اپنا سامان' تمہارا وہاں سب انتظار کر رہے ہیں۔"

"کلثوم! امی کہہ تو رہی ہیں ہم تو آ جائیں گے تیار ہو کر۔"

"نہیں پھپھو! نہیں... ابھی اور اسی وقت چلنا ہے۔" کلثوم بضد رہی۔آخر توثروت چلنے کے لئے تیار ہو چکی تھیں۔البتہ حفصیٰ بہت بجھی بجھی سی تھی۔

وہ شعیب کیا کسی کو فیس کرنا نہیں چاہ رہی تھی۔لان سے گزرتے ہوئے اس کے پائوں من من بھاری ہو رہے تھے۔مڑکر اس نے بائیں جانب دیکھا شعیب کی گاڑی نہیں تھی۔شکر کرتی وہ قدم بڑھا کر اوپر چلی گئی تھی۔زرینہ جلدی سے ثروت سے گلے لگ کر روئی تھیں۔

"مجھے معاف کر دو ثروت! میں بہت گناہگار ہوں' میری ساری نیکی برباد ہو جائے گی اگر تم نے مجھے معاف نہ کیا۔" ان کے آنسو بہہ رہے تھے۔

"ارے بھابی! کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔" وہ بہت نرم دل سے بولیں۔

"حفصیٰ! میری جان۔" زرینہ نے بڑھ کر حفصیٰ کا ماتھا چوم لیا تھا۔حفصیٰ پہلی بار اتنی محبت پہ ناصرف حیران بلکہ آبدیدہ سی ہو کر سسک پڑی تھی' اس وقت اس کا چہرہ رونے کی وجہ سے سرخ پڑھ گیا تھا اور ناک سے پانی بہنے لگا' وہ جلدی سے ہٹ کر واش روم سے منہ دھو کر آئی تبھی سامنے سے شبیر حسن خان کو حفصیٰ نظر آئی۔وہ بہت تیز لہجے میں دور سے بولے تھے۔

"حفصیٰ! ادھر آئو۔" تو اس کے قدم منجمد سے ہو گئے۔

"جی ماما!" وہ سر جھکائے ہوئے ان کے پاس چلی آئی تھی۔

"ارے بھئی تمہاری شیزرے اس گھر سے رخصت ہو رہی ہے اور اتنی خاموشی۔"

"جی ماما جی!" وہ سر جھکا کر بولی۔

"کیا جی ماما جی' جائو دیکھو شیزرے کیا کر رہی ہے۔" اسے یوں لگا کہ ماما نے خود ہی جان بخشی کر دی ہے۔

"ارے حفصیٰ! تم جلدی آئو۔" وہ جلدی سے سب چھوڑ چھاڑ کر حفصیٰ سے لپٹ گئی تھی۔

"حفصیٰ! تم میری وجہ سے بہت پریشان ہوئی تھی... لیکن اب سب ٹھیک ہوجائے گا۔یو نو کہ شعیب بھائی کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے' انہوں نے رئیلائز کر لیا ہے' میں نے خود اُن سے بات کی ہے۔"

"نہیں شیزرے! تمہیں ان سے بات نہیں کرنی چاہیے تھی' محبت خیرات نہیں ہے۔" اس کی سیاہ آنکھوں میں گہرا اندھیرا اتر آیا۔

"ہاں میری جان! خیرات تو نہیں ہے دان تو ہے' محبت دان کی جاتی ہے۔" شیزرے ہنسی۔

"نو' محبت دان بھی نہیں۔"

"اچھا تو پھر محبت کیا ہے...؟"

"حفصیٰ! محبت بھی خوشبو کی مانند دل میں آباد رہتی ہے۔" وہ اِترائی۔

"پھول مرجھا جاتے ہیں۔" لہجہ مرجھا گیا تھا۔

"پھول تو پھول ہے' ان کی خوشبو دلوں کو سیراب کرتی ہے۔" شیزرے کے چہرے پر ہنسی اتر آئی تھی۔

"سیراب تو کیا دل اجاڑ دیتی ہے' یقین بدل دیتی ہے' اعتبار کھو دیتی ہے۔" اس کے ہونٹوں سے بے یقینی جھلک پڑی تھی۔

"او نو' میری جان! سن تو سہی' شعیب کو میں نے وہ کھری کھری سنائی ہے وہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔"

"کوئی کسی کو نہیں یاد رکھتا شیزرے۔" اس نے جھکی ہوئی نظریں اٹھائی تھیں۔

"ارے حفصیٰ! تم کس دنیا میں رہتی ہو؟ شعیب ہے کیا... فہد جیسے انسان نے... بس یوں سمجھ لو وہ ایک بنجر پتھر کی مانند تھا' محبت نے اسے موم کی طرح پگھلا کر رکھ دیا۔"

"چھوڑو شیزرے تم اس کہانی کو۔"

'جی نہیں' یہ کہانی نہیں تھی' حقیقت تھی۔"

"میں سب کچھ جان چکی ہوں حفصیٰ! میں نے تو بابا سے بھی بات کر لی ہے' تم کو بابا کی خاطر اس گھر کو آباد کرنا ہے۔" شیزرے بہت پیار بھرے انداز میں بول رہی تھی۔

"میں کیوں آباد کروں گی اس گھر کو۔" وہ اداس لہجے میں بولی۔

"کیوں' دل میں تم اسے آباد رکھ سکتی ہو اور گھر میں آباد نہیں رکھ سکتی تم' بڑی تنگ دل ہو' میرے بابا کی خاطر بھی..." اس نے مسکرا کر دیکھا تھا۔

"ماما کی خاطر تو میں سب کچھ کر سکتی ہوں لیکن شیزرے ! میں یہ انسلٹ کبھی نہیں بھول سکتی' جس طرح سے ماما نے میرے سامنے امی کو یہ کہا "اٹھائو یہ سامان اور یہاں سے اتنی دور چلی جائو کہ تمہاری بیٹی کا سایہ بھی نظر نہیں آئے" اور امی بے چاری تڑپ کر کچھ نہ کہہ سکیں اور میں جب جا رہی تھی شعیب سامنے سے آ رہا تھا۔اس نے بھی نظریں پھیر لی تھیں' بالکل

ایسے جیسے میں اس کیلئے اجنبی ہوں اور تم کہتی ہو کہ میں اس گھر کو آباد کردوں، بہت سارے لوگ ایسے ملیں گے جو واقعی اس گھر کو آباد کر دیں گے لیکن میں نہیں۔"

"او نو حفصیٰ! چھوڑو یار، میری خاطر، میری خوشی کی خاطر تم سب بھول جائو، غلطیاں انسان سے ہوتی ہیں لیکن محبت ایک بار ہوتی ہے اور دل ٹوٹ جائے تو..."

"اگر یہ ٹوٹ جائے تو، جڑنے کا امکان نہیں ہوتا، میں تمہاری خوشی کیلئے لوٹ آئی ہوں لیکن پلیز شیزرے! میں اپنی زندگی جینا چاہتی ہوں۔" وہ جلدی سے پلٹ کر چلی گئی تھی۔

......☆☆☆☆☆......

ایک شور تھا ایک ہنگامہ تھا یوں لگتا تھا ہر طرف سرشام سے روشنیوں کا سمندر اتر ایا ہو۔نور محل اس وقت جگمگا رہا تھا۔ینگ جنریشن تو اپنے بنائو

سنگھار کے چکروں میں پڑی تھی۔فہد بیوٹی سیلون سے ابھی واپس نہیں آیا تھا، رامین شاور لے کر تولیہ بالوں میں لپیٹے باہر آئی تھی۔

"جلدی چلئے رامین آپی! فہد بھائی کا سوٹ تیار ہو کر آ گیا ہے، دادو بلا رہی ہیں۔" کرن بلانے آئی تھی۔

"بس ایک منٹ کرن! میں ابھی آئی۔" وہ بالوں میں برش کرتی ہوئی نیچے بھاگی تھی۔

"آہستہ بیٹا آہستہ۔" فاطمہ خالہ نے اسے تیز چلتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

"جی خالہ! بس میں، دادی کے بلانے پر تیز تیز دوڑی چلی آئی۔"

"کیوں اماں نے تمہیں نہیں بتایا کہ تمہیں آہستہ چلنا ہے۔"

"بس خالہ! ایک منٹ..." وہ ان کی بات کاٹ کر دادی کے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

"ہائے دادو! ماشاء اللہ کتنی پیاری شیروانی ہے۔"

"بہت مہنگے بوتیک سے لی ہے۔" سب نے ستائشی نظروں سے شیروانی کی جانب دیکھا تھا جو بوتیک سے لائی گئی تھی۔

"دادو! مجھے بڑی حسرت رہی کہ میں پھپھو کے گھر شیروانی پہن کر نہیں گیا۔" احمد نے بڑی مصنوعی غصے سے فہد کی شیروانی پر نظر ڈالی تو سب کو ہی اس بات پر ہنسی آئی تھی۔

"تو پہلے کہا ہوتا تم نے کہ ہم رامین اور شیزرے کا ایک جیسا بنا سکتے ہیں تو تمہارا اور فہد کا بھی کر لیتے۔ابھی کیا دیر ہوئی ہے جائو لے کر آ جائو احمد! میں مذاق نہیں کر رہی۔" بڑی ممی بول رہی تھیں۔

"ارے... بڑی ممی! چھوڑیں دل کی حسرتیں دل ہی میں رہ گئیں۔" احمد کی ایک شرارت بھری نظر رامین کے چہرے کو بلش کر گئی۔

"اب بڑھاپے میں ہوش آیا ہے تمہیں شیروانی پہننے کا' چھ ماہ بعد بوڑھا طوطا رام رام۔" وہ اپنی ہنسی دبا کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اچھا تو میں اتنا بوڑھا ہو گیا ہوں' چلو آئو بتاتا ہوں تمہیں۔" احمد نے اسے چہرے کے اشارے سے کہا تھا۔

"میرا مطلب احمد! یہ تھوڑی ہے کہ تمہیں ایسا فیل ہوا کہ تم شیروانی نہیں پہن سکے' وہ بھی اتنی اچھی فہد جیسی۔" اس نے آنکھوں کے سامنے کرتہ نما شیروانی اٹھا کر لہرائی۔

"ارے ارے... یہ کیا کر رہی ہو تم؟" احمد نے رامین کے ہاتھ سے شیروانی تھام لی تھی۔احمد نے شیروانی کے بجائے اس کا ہاتھ پکڑ کر مروڑا تھا۔

"احمد! کیا کر رہے ہو' چھوڑو میرا ہاتھ۔" رامین ان سب کے سامنے گھبرا کر بولی تھی۔عذرا نے مسکرا کر نور بی بی کی جانب دیکھا تو وہ بھی دبی دبی ہنسی ہنس رہی تھیں۔

"دیکھو! اب تم لوگ دیر مت کرو' ہم سب کو جلدی چلے جانا ہے۔" نور بی بی بولیں تو عذرا جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اماں! یہ بچے بہت دیر کر رہے ہیں، ابھی فہد نہیں آیا، بچیاں بیوٹی پارلر گئی ہوئی ہیں، رامین کو بھی جانا ہے، وقت دیکھئے کتنی تیزی سے گزر رہا ہے۔"

ان کی نظر وال کلاک پر رک گئی تھی۔

"میں تو اس لئے رک گئی تھی کہ کرن گھر پر نہیں ہے، وہ جونہی آئے گی میں چلی جاؤں گی۔"

"ارے ہاں... تم نے سعدیہ کو تیار کر دیا۔"

"ارے نانو! آپ تو پہچان بھی نہ پائیں گی، ایسی لگ رہی ہیں ممانی۔"رامین ہنس کر بولی۔

"خوش رہو میری بیٹی، مجھے تم سے یہی امید تھی، اور ہاں عمیرہ کب پہنچ رہی ہے۔" تو وہ اس جملے پر جواب دینے پر گڑبڑا گئی۔

"دادو! آپ اس کی فکر نہ کریں، پھپھو تو اب میری ذمے داری ہیں، وہ بھلا اکیلے سن سیٹ کلب پہنچ سکیں گی، میں وقت پر انہیں لے آؤں گا، بس آپ لوگ ٹائم سے نکل جائے گا، تمام گاڑیاں آٹھ بجے تیار ہو جائیں گی لیکن

ہماری بیگم صاحبہ تو یونہی گھوم رہی ہیں۔" احمد نے رامین کو دیکھ کر منہ بنایا تھا۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرے لئے، جونہی کرن آتی ہے میں چلی جاؤں گی۔" وہ احمد سے مخاطب تھی

......☆☆☆☆☆......

شعیب ولا میں ایسی گہری خاموشی تھی حالانکہ بڑی دلفریب رونق باہر بکھری ہوئی پڑی تھی، کئی دنوں سے وسیع لان کی سجاوٹ کا کام جاری تھا اور آج تو اس کا اختتام ہونے جا رہا تھا۔گھر کے لوگ تو بہت کم تھے مگر ڈاکٹر شبیر حسن خان کا دوستی کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ناصرف خاندان والے بلکہ دوست احباب سب کو علم تھا کہ شبیر حسن خان کی ایک بیٹی ہے، شیزرے خان۔اور آج اس کی خوشی سیلیبریٹ کرنے کیلئے سب ہی بہت ایکسائیٹڈ تھے، ویسے بھی یہ ان کی فیملی کی بہت بڑی خوشی تھی جو خود ڈاکٹر شبیر حسن خان بہت شاندار طریقے سے اپنی بیٹی کی رخصتی کر رہے تھے۔معمولی سے بھی فنکشن

میں شبیر لانز بہت خوبصورت سجایا جاتا تھا اور آج تو اس کی سجاوٹ دیکھنے کے قابل تھی۔سبز گرین گھاس پر ریڈ مخملی فرش بچھائے گئے تھے' اسٹیج تک پہنچنے کیلئے بہت خوبصورت پھولوں کی راہداری تھی اور لان کے اطراف میں لہراتے ہوئے رنگین ہر طرف آنچل نظر آ رہے تھے جن سے ہوائیں اٹکھیلیاں کر رہی تھیں۔یہ ڈیکوریشن کا کام کسی ہائی فائی کمپنی نے کیا تھا۔سجاوٹ میں تمام امپورٹڈ پھول استعمال کئے گئے تھے' خوشنما پھولوں کی لڑیوں نے دیواروں کو ڈھانک دیا تھا' کھلے آسمان تلے برقی قمقموں کا ایک جال پھولوں اور رنگین آنچلوں نے ایک ایسا سماں بنا دیا تھا کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔

نیچے کی دنیا اتنی ہی خوش رنگ جتنی کے اوپر اداسی چھائی ہوئی تھی، حفصیٰ نے رو رو کر بُرا حال کر لیا تھا۔

”مجھے نہیں چاہیے شاہانہ زندگی کی یہ بھیک۔“ روتے روتے وہ اپنی ماں سے لپٹ گئی تھی۔

”حفصی! میں تمہارے جذبات کی قدر کرتی ہوں' میں تمہاری ماں ہوں' لیکن اس خاندان کی بیٹی بھی ہوں۔“ ماں کا لہجہ آنسوئوں میں ڈوب رہا تھا۔

”لیکن میں نہیں ہوں اس خاندان کی بیٹی' میں رحم کی بھیک نہیں لوں گی' آپ ہٹ جائیں میرے راستے سے' آپ کہہ دیں کہ حفصیٰ اپنا فیصلہ خود کرے گی' کہاں تھے اس دن ماما اور کہاں تھیں اس دن ممانی کے ہم اپنا سامان لے کر جا رہے تھے۔امی! جھوٹ نہ بولیں سب کو خبر تھی کہ ہم لوگ یہاں سے کیوں جا رہے ہیں' آپ کے سامنے شعیب ایک نظر ڈالتا ہوا گیا تھا آپ پر اور مجھ پر' اتنا مخلص تھا شعیب اپنی فیملی سے' اپنے خاندان سے اور آپ سے تو کیوں نہ روک لیا اُس نے اُس دن' اور اب ہم اس فیملی کا ایک اہم حصہ ہو گئے ہیں' نہیں امی نہیں۔“ وہ روئے جا رہی تھی۔

”چپ ہو جائو حفصیٰ!“ شیزرے نے اس کا جھکا ہوا سر اٹھایا تھا' سرخ سرخ آنکھیں' بھیگا ہوا چہرہ حفصیٰ کا' شیزرے خان دکھ سے سہم گئی۔

”حفصیٰ۔“ اس کی آواز ڈوب رہی تھی۔

"جو میں نے دکھ سہے وہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں، کتنی ذلت اور کتنی رسوائی تھی، کتنی بے رحمی سے لوگ مجھے ٹھوکر مار دیتے تھے، میرے جسم میں آج بھی زخموں کے نشان ہیں لیکن یقین جانو حفصیٰ! اب کیا تم سے چھپانا، فہد کی ایک جھلک مجھے اتنی طمانیت دیتی تھی کہ مجھے جلے ہوئے زخموں کی کسک پر بھی نرمی کا احساس ہوتا تھا۔" اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

"آپ دونوں کے درمیان محبت کا رشتہ تھا۔" حفصیٰ آہستہ سے بولی۔

"یہاں یکطرفہ محبت میں کوئی طمانیت کا حصہ نہیں، زخم ہے اور کچھ نہیں۔"

"نہیں حفصی! میں نہیں مانتی کہ شعیب بھائی کا دل تمہارے لئے خالی ہے، تم بابا کی بات مان لو، ہم سب کی یہی خواہش ہے کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا وہ بس ایک لمحہ تھا جو گزر گیا، اتنی طویل کہانی نہیں کہ تم یہ آج اتنی لمبی رات گزار سکو، میری خوشی میں آج تمہیں شامل ہونا ہے۔"

"نہیں، میں بہت خوش ہوں اور ٹھیک ہوں، آپ جائیں آپ کو دیر ہو رہی ہے۔"

"ہاں... میں لیٹ ہو چکی ہوں لیکن میں تمہیں لے کر جاؤں گی، تمہیں بھی میرے ساتھ بیوٹی پارلر جانا ہے، اٹھو تم... پھپھو راضی ہیں اور تم کیوں اتنی اکڑ دکھا رہی ہو۔"

"دیکھو تم، میری ماں کیلئے یہ لوگ کتنے سخت اور ظالم بن گئے تھے، آج دیکھو میرے لئے سب کتنے خوش ہیں، کلثوم کتنی دکھی ہے پھر بھی وہ ہمارے ساتھ جا رہی ہے۔ دیکھو! تائی اماں تم سے ہاتھ پکڑ پکڑ کر معافی مانگ رہی ہیں اور تم کیا چاہتی ہو؟ بابا نے میرے سامنے پھپھو سے معافی مانگی ہے، میں جانتی ہوں تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں کسی سے کیا چاہوں گی۔" اس نے روتی ہوئی آنکھوں کا رخ پھیر لیا تھا۔

"لیکن حفصیٰ! عورت بہت نازک ہے، دل بھی اس کا بہت نازک ہوتا ہے وہ کوئی بھی بات اپنے دل میں نہیں سنبھال کر رکھ سکتی اسی لئے وہ محبت کے اظہار میں بھی سب سے آگے ہوتی ہے۔ کسی بھی روپ میں ہو لیکن مرد

بہت مضبوط ہیں۔وہ جرائم کی دنیا سے ہاتھ دھو کر نکل جاتا ہے پھر بھلا وہ محبت کے احساس کو کیا کسی کے دل میں جگائے گا' وہ تو ہم ہیں جو نرم مٹی سے بنے دل میں محبت کے عکس اتار لیتے ہیں' روح ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے لیکن تن پر اس محبت کے زخم ٹھنڈک دیتے ہیں۔یکطرفہ ہی سہی لیکن تم شعیب بھائی کی محبت کو خود سے الگ نہیں کر سکتیں اس لئے تم میری بات مان لو' اٹھو چلو تمہارا ویڈنگ ڈریس میں لے کر جا رہی ہوں' اٹھو...'' لیکن حفصیٰ نے سختی سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

''مجھے معاف کر دیں' آپ جائیں۔'' وہ آنسوئوں سے رو پڑی تھی۔

''اوکے! میں تو جا رہی ہوں اور تم سے تو شعیب بھائی بات کریں گے آگے' ٹھیک ہے۔'' وہ بہت غصے میں سر ہلا کر چلی گئی تھی۔زینے اترتے وقت سامنے ہی شعیب نظر آ گیا تھا۔شعیب کو معلوم تھا کہ حفصیٰ کو لے کر جانا ہے لیکن شیزرے کو اکیلا آتے ہوئے دیکھ کر اسے لگا کہ حفصیٰ شاید پیچھے آ

رہی ہے پھر اس کی نظر واپس آ کر شیزرے کے چہرے پر ٹک گئی تو شیزرے نے نفی میں سر ہلایا تھا کہ وہ ابھی تک راضی نہیں ہوئی۔

''شعیب بھائی...'' کچھ کہتے کہتے رک گئی۔شعیب سوچنے لگا کہ شیزرے آخر کیا کہنا چاہ رہی ہے۔اس نے سوالیہ نظروں سے دوبارہ شیزرے کی جانب دیکھا' شیزرے جلدی سے بول پڑی تھی۔

''شعیب بھائی! آپ بھی تو ایک بار اس سے کہہ کر دیکھ لیں' ہو سکتا ہے وہ مان جائے۔''

''یعنی میں اب اس سے جا کر ریکوئسٹ کروں کہ وہ مان جائے۔'' اس نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر سینے پر باندھ لیے تھے۔

''کیا ہوا شعیب بھائی! اس کی expectation ہو کہ جو بھی آپ کے اور اس کے درمیان غلط فہمی ہو دور ہو جائے... یو نو بھائی! وہ بے حد حساس ہے۔''

"ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں، تم چلو میں ابھی اس کو لے کر آتا ہوں 5 منٹ میں۔" وہ تیزی سے زینہ چڑھتا ہوا اوپر چلا گیا۔وہ آنسو پونچھ کر ابھی اٹھی تھی کہ دروازے کے بیچوں بیچ شعیب آ کر کھڑا ہو گیا تھا، وہ شعیب کو دیکھ کر گھبرا کر پیچھے ہٹی۔

"تم سمجھتی کیا ہو...؟" اس نے پلٹ کر دروازہ لاک کر لیا تھا۔اس نے تیزی سے اپنی پینٹ سے بیلٹ کھینچ کر اتاری تھی۔

"تم کیا سمجھی، حفصیٰ خان! میں نے تو اچھوں اچھوں کو اس سے ٹھیک کردیا ہے۔" شعیب اکثر ملازموں کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرتا تھا۔حفصیٰ گھبرا کر دیوار سے جا لگی تھی اور اس کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔وہ امی کو آواز دینا چاہتی تھی مگر آواز بند ہو گئی تھی۔اس کی اس بری حالت پر شعیب اپنی ہنسی نہ روک سکا، بیلٹ کو وہ وہیں فرش پر پھینک کر حفصیٰ کی جانب بڑھا۔

"کیا میں اتنا بے رحم ہوں، اتنا ظالم ہوں حفصیٰ کہ تم پر میں ایسا تشدد کروں گا۔" اس کے آنسو تھے کہ اپنی بے بسی پر بہے چلے جا رہے تھے۔

"اچھا ادھر تو آئو۔" شعیب نے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

"مت کریں ایسا مذاق۔" اس نے ہلکا سا احتجاج کیا تھا۔

"اچھا تو تم شعیب خان سے ہاتھ چھڑا سکتی ہو بھلا، دور ہوکر دکھائو۔" اس نے حفصیٰ کو حصار میں لے لیا تھا۔حفصیٰ نروس ہو کر گھبرا کر پیچھے ہٹنا چاہتی تھی لیکن شعیب اس کی بے بسی پر ہنسے جا رہا تھا۔

"سوری حفصیٰ! مجھے معاف کر دو، میں اتنا برا نہیں ہوں۔" لیکن وہ تھی کہ روئے چلی جا رہی تھی۔

"دیکھو حفصیٰ! تم اس طرح سے مت روئو ورنہ میں کوئی بھی گستاخی کر سکتا ہوں، چپ ہو جائو حفصیٰ! تم مجھ سے بہت چھوٹی ہو اس لئے کبھی ذہن میں یہ بات آئی نہیں کہ تم مجھے اتنا چاہتی ہو۔" تو حفصیٰ نے گھبرا کر اپنا چہرہ موڑ لیا۔

"میری جانب دیکھو حفصیٰ۔" شعیب نے اس کا حصار توڑ کر اس کا چہرہ اپنی جانب کر لیا تھا۔

"پلیز حفصیٰ! میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا' میں نے چند دنوں میں یہ محسوس کر لیا' جو کچھ ہوا اچھا ہوا کہ ہم ایک دوسرے کو جان گئے ورنہ تو شاید تمام عمر میں تمہیں نہ جان سکتا اور شاید یہ زندگی کی سب سے بڑی میری بدنصیبی ہوتی۔" حفصیٰ تھی کہ اس کے آنسو رُکنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے۔شعیب نے پہلی بار روتے ہوئے دیکھا تھا وہ بہت نروس اور گھبرایا ہوا تھا۔

"حفصیٰ! تم یقین جانو جس دن سے میں نے تمہاری ڈائری پڑھی ہے مجھے احساس ہوا کہ میں تمہیں کس طرح ہرٹ کرتا رہا۔" حفصیٰ کے جسم میں ایک کرنٹ جیسی لہر تھی جو اوپر سے نیچے دوڑ گئی' وہ دیوار سے لگ گئی اور ڈریسنگ ٹیبل سے ٹکرا گئی۔ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے' شعیب پھر اس کی طرف جھکا تھا۔

"کیا ہوا حفصیٰ؟" اس نے گرتے ہوئے اس کو زمین پر دیکھا تھا۔چند لمحوں میں گرتی ہوئی حفصیٰ' شعیب کی بانہوں میں سمٹ چکی تھی۔

"ریلیکس حفصیٰ ریلیکس' ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ تم اتنی نروس ہو جاؤ۔ یار! تمہیں تو ہماری ساری باتوں کی خبر ہے' ڈونا یا ماریہ تمہیں تو میرے عشق کی ساری خبر ہے' ایک ایک پل کا حساب تم جانتی ہو۔" لیکن حفصیٰ کی سماعت میں کوئی لفظ کچھ بھی نہیں تھا' ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا' کیا کہتا ہو گا کیا سوچتا ہو گا۔

"حفصیٰ! میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں سوچ رہا نہ کچھ جاننا چاہتا ہوں' بچپن سے تم میری خوشی کیلئے سب کچھ کرتی آئی ہو' مجھے سب کچھ یاد ہے جو کچھ بھی تم نے ہمارے لئے کیا ہے' بس آج حفصیٰ! آخری بار میرے لئے صرف میرے لئے سب کی بات مان لو' مجھے سب کے سامنے تم اتنا معتبر بنا دو کہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ حفصیٰ نے..." پہلی بار شعیب یہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا تھا۔

نازک سا حفصیٰ کا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھ میں لے کر حفصیٰ کے سرخ چہرے کو دیکھا تھا جو بار بار اپنے آنسو پونچھے جا رہی تھی۔

"حفصیٰ! ضروری تو نہیں ہے کہ محبت کیلئے میں اظہار کروں مگر یہ سچ ہے... پلیز حفصیٰ! مجھے ایک بار صرف ایک بار موقع دے کر تو دیکھو، ورنہ میں تمام عمر دوسروں سے نظریں نہ ملا سکوں گا، پلیز حفصیٰ۔" اس نے اس کا جھکا ہوا چہرہ ہاتھ سے اٹھا دیا تھا۔

"پلیز حفصی!" وہ اس وقت بھی بری طریقے سے سسک رہی تھی لیکن شعیب نے اس کا جھکا ہوا سر اپنے سینے سے لگا لیا تھا، جانے کتنے برسوں کی خشک آنکھیں تھیں جو شعیب کے سینے کو بھگو گئیں۔شعیب نے دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھام کر اپنے سامنے کیا تو وہ نظریں نہ ملا سکی۔

"حفصیٰ! اتنی محبت اور تم نے مجھ سے چھپا کر رکھا، یہ بات میں کبھی نہ بھلا سکوں گا، چلو..." وہ اس کو واش روم کی طرف لے کر بڑھا تھا۔آگے بڑھ کر اس نے نل کھول دیا۔حفصیٰ نے روتے روتے اپنے چہرے پر پانی ڈالا، شعیب

نے نل بند کر کے ٹاول سے اس کے چہرے کو ہلکا ہلکا ٹچ کیا تو اس نے شعیب کے ہاتھ سے ٹاول لے کر اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا۔

"بس حفصیٰ ورنہ میں تمہیں اٹھا کر لے جائوں گا، تم مجھے اچھی طرح جانتی ہو۔"

"ہاں میں تمہیں جانتی ہوں۔" اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، شعیب نظریں چرا گیا۔اس لمحے شعیب کی دل کی کیفیت کچھ عجیب سی ہو رہی تھی۔ محبت، ہمدردی، خونی رشتہ وہ کیا تھا جس نے اس کی نظروں کو دوسری جانب موڑ دیا تھا، ایک لمحے کے بعد وہ پلٹ کر آیا۔

"حفصیٰ! آئی ایم سوری، تم کیا چاہتی ہو؟" اس کی آنکھوں میں بڑی گہری سوچ اور اندھیرا سا طاری ہو رہا تھا۔

"وہی جو آپ چاہتے تھے۔" اس نے نظریں اٹھا کر حفصیٰ کی جانب دیکھا اور بولا۔

"میں کیا چاہتا تھا اور کیا نہیں، کتنی غلطیاں کی ہیں میں نے اس گھر میں، ہمیشہ تم نے اسے درگزر کیا اور اب یہ آخری میری بھول ہے اس کے بعد شعیب خان تمہارے سامنے باہوش و حواس..." اس نے ہنس کر اپنے دونوں ہاتھوں سے کانوں کو پکڑ لیا تھا، حفصیٰ کو روتے روتے ہنسی آ گئی تھی، اس کی اس پرانی عادت پر۔وہ پوری کی پوری تولیہ سے لپٹ کر منہ چھپا کر ہنسی تھی۔

"اگر یونہی ہنسنا ہے تو میرے سامنے ہنسو، بہت دنوں سے میں نے تمہیں ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔" شعیب نے اس کے چہرے کو موڑ کر اپنے سامنے کر لیا تھا۔اتنا قریب کہ اس کی سانسیں تھم سی گئیں۔آنکھیں بند ہو گئیں، اسے یوں لگا کہ اب وہ شعیب کے سینے سے لگی کبھی نہ اٹھ سکے گی۔اس کی گردن شعیب کے دائیں ہاتھ کے حصار میں تھی، اس کے آنسو پھر چھلک پڑے تھے، اُس نے اس کی ٹھوڑی اٹھا کر اپنی نظروں کے سامنے کرتے ہوئے کہا تھا۔

"حفصیٰ! صرف ایک بار مجھے اپنے اس جرم کا احتساب کر لینے دو ورنہ میں مر جائوں گا، میں نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی، میری زندگی میں کوئی لڑکی نہیں آئی، ہر لڑکی سے میں نے خود فراڈ کیا، جھوٹے اظہار کرتا، بے وقوف بنا کر نکل جاتا اور آج جب تم انکار کر رہی ہو تو مجھے لگتا ہے کہ میرے انہی گناہوں کا یہ صلہ ہے اور یہ ایسی چوٹ ہے جو تمہارے انکار پر تلملا اٹھا ہوں اور تم جانتی ہو میں ہمارے خاندانی، رسم و رواج کی باتیں نہیں کر رہا۔" حفصیٰ نے اسے چونک کر دیکھا تھا۔

"میں بات کر رہا ہوں اپنے اس خاندانی وقار کی جیسا چاچو نے کیا ، فاطمہ چچی کا کفارہ انہوں نے تنہا رہ کر کیا۔مجھے نہیں معلوم کہ میں اس کفارے کیلئے کن راہوں سے گزروں گا، تمام عمر میں نظریں نہ ملا سکوں گا، تمہیں فیس نہیںکر سکوں گا، تم بہت اچھی طرح سے جانتی ہو۔" شعیب نے اس کے ہاتھ کا حصار توڑ دیا۔حفصیٰ وارڈ روب سے جا لگی، نیچے سے ہارن کی آواز پر آواز سنائی دے رہی تھی۔

"چلو حفصیٰ! جاؤ تمہیں شیزرے آواز دے رہی ہے، میری بات کا دھیان رکھنا جو کچھ میں نے کہا ہے۔" اس نے بازو سے حفصیٰ کو تھام کر آگے کی جانب بڑھا تھا۔

"جاؤ تم! کیا چاہتی ہو کہ آنے والے تمہارے اس حلیے کا مذاق اڑائیں، سب ہمدردی کریں گے، کیا تمہیں یہ سب اچھا لگے گا۔" حفصیٰ نظریں جھکا کر ناک سے بہتے ہوئے پانی کو پونچھتے ہوئے آگے بڑھی تھی۔

سامنے سے شبیر حسن خان گاڑی سے اترتے ہوئے نظر آئے تو شیزرے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے ان کی جانب بڑھی تھی۔

"بابا! مجھے... آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" وہ بہت قریب آ کر بولی تھی۔

"جی جی... حکم کیجیے بابا کی جان!" ان کا لہجہ محبت سے بھیگ رہا تھا۔

"بابا! میں جانتی ہوں اور میں پہچانتی ہوں اپنے خاندان کو، اپنے باپ کو اور اپنی ماں کو بھی۔" اس نے سر اٹھا کر لمبے چوڑے شبیر حسن کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"بابا! امی نہیں آئیں گی، آپ کا ان سے پہلے بھی تو کوئی رشتہ ہے، رشتے ہی کے حوالے سے آپ امی کو خود منا کر لے آئے، بابا! میں دونوں کو ایک ساتھ دیکھنا چاہتی ہوں، جب بیٹیاں رخصت ہوتی ہیں تو ماں باپ دونوں کھڑے ہوتے ہیں۔" اس کی آنکھیں یہ کہتے ہوئے نم سی ہو گئیں۔ڈاکٹر شبیر حسن خان ایک لمحے کے لئے ساکت سے ہو گئے۔سامنے فاطمہ آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔صدیوں کی ایک مسافت، روح کی ایک تھکن، زخموں کے وہ قرب، سب کچھ کیسے ان کے چہرے سے نمایاں ہو رہا تھا۔

"بابا! بولیں ناں، چپ کیوں ہو گئے؟ امی کو لینے جائیں گے ناں آپ؟ جب میں پارلر سے لوٹ کر آؤں بابا! تو مجھے میری ماں لا کر دیں، آپ بہت اچھے ہیں بابا... بہت اچھے ہیں یہ میں جانتی ہوں۔ امی نے کبھی آپ کی کوئی

برائی نہیں کی' مجھے میری ماں چاہیے بابا... مجھے اور کچھ نہیں' میں آپ کے سارے خاندانی زیور اور گہنے یہیں چھوڑ کر جاؤں گی' بابا! پلٹ کر بھی نہیں آئوں گی' جہاں میں نے اتنی زندگی گزاری ہے باقی بھی گزار لوں گی... سن رہے ہیں ناں بابا! میں کیا کہہ رہی ہوں۔'' وہ روہانسی آواز میں بولی تھی۔ شبیر حسن کو یوں لگ رہا تھا کہ ان کے جسم میں جان ہی نہیں ہے وہ کیا جواب دیں۔یہ کیسا سوال تھا جو وہ کر رہی تھی۔

''بابا! بولیں۔'' اس نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا تھا۔شبیر حسن خان چونک سے گئے تھے' انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو شیزرے آنسو پونچھ کر ان کی جانب دیکھ رہی تھی۔وہ یک ٹک اسے دیکھے جا رہے تھے۔معصوم سی شیزرے جس کا بچپن ان کے بغیر گزرا تھا' ایک ایک لمحہ وہ باپ کی محبت کو ترسی تھی' یہی حال شبیر حسن خان کا تھا کہ حفصیٰ کو ہنستے ہوئے دیکھتے تو شیزرے یاد آتی تھی' پھر یہی وجہ تھی کہ حفصیٰ کو انہوں نے بیٹی بنا لیا تھا۔ اور پھر یہ عہد کہ حفصیٰ کہیں نہیں جائے گی اور شعیب کی بن جائے گی ان

کے تو ذہن میں بھی یہ نہیں تھا کہ ایک دن شیزرے ان کی زندگی میں آئے گی۔وہ بہت ناامید سے ایک دن نور محل گئے اور پھر شیزرے خان ان کی زندگی میں آ گئی۔راتوں کو ان کی روتی ہوئی آنکھیں خود سے سوال کرتی تھیں کہ میری بیٹی کس حال میں ہو گی اور اس کا بچپن میرے بغیر گزر گیا اور جب وہ لوٹ کر آئی تو اتنی بڑی کہ آج وہ دوبارہ رخصت ہو کر جا رہی ہے۔ان کا دل چاہتا کہ کاش وہ چھوٹی ہوتی اور دوڑتی اور وہ پیچھے بھاگتے ' بانہوں میں بھر لیتے اور چومتے لیکن سارے موسم بیت چکے اور اب درمیان میں کوئی راستہ نہیں تھا کہ وہ اسے روک سکتے۔

ساری زندگی کی جدوجہد آج ختم ہو گئی تھی' آج اسے وہ خود رخصت کر رہے تھے۔ساکت لمحوں میں پھر ایک آواز ابھری...

''بابا! میری ماں مجھے لا کر دیں' میری یہی ایک خواہش ہے بابا! مجھے کچھ نہیں چاہیے بابا آپ سے۔'' تب شبیر حسن خان کا سر آہستہ سے ہلا تھا۔وہ ان کا ہاتھ تھامے چومے جا رہی تھی' انہوں نے بھی اسے سینے سے لگا لیا تھا

اور ان کی آنکھیں بھی بھر آئی تھیں۔آہٹ پر شیزرے نے سر اٹھا کر دیکھا شعیب کے ساتھ حفصیٰ باہر آ رہی تھی' وہ آنسو پونچھ کر ہنس پڑی۔

......☆☆☆☆☆......

نور محل میں رنگوں کی ایک بارات سی اتری تھی' سورج کی زرد کرنوں نے اپنا پھیلا آنچل کھول دیا تھا' سرسبز مخملی گھاس پر بہت دور تک پھولوں کی رنگین قطار' سرخ ' پیلے' نیلے پھولوں کی کیاریاں لہلہا رہی تھیں' ہوائوں کی شوخ اٹکھیلیوں پر پرندے گنگنا رہے تھے' مور ناچ جا رہا تھا اور اندر اس سے زیادہ شدید قہقہے تھے۔تبھی اچانک گارڈ نے آ کر بتایا تھا کہ شیزرے کے باپ ڈاکٹر شبیر حسن خان آئے ہیں اور سجاد مصطفی سے ملنا چاہتے ہیں۔فاطمہ کا دل دھک سے ہوا تھا۔

''اب یہاں کیا رکھا ہے جو وہ آئے ہیں۔''

سبھی کے دل دھک سے ہوئے تھے کہ خیر ہو' کس لئے آئے ہیں اس وقت لیکن تھوڑی ہی دیر بعد سجاد مصطفی نے خود فاطمہ کو آ کر بتایا تھا کہ تمہیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

شبیر حسن خان لینے آئے ہیں۔فاطمہ' شیزرے کی ضد سے اچھی طرح واقف تھیں' وہ شرم سے شرمندہ ہو کر چہرہ جھکائے سجاد کے سامنے کھڑی تھیں۔

''فاطمہ میں نے اسے کبھی کچھ نہیں دیا' اس کا بچپن میرے بغیر گزر گیا اور آج وہ بچوں کی طرح ہاتھ پکڑ کر مجھ سے اپنی ماں مانگ رہی ہے۔میں تو تمہارے پاس چل کر آ گیا ہوں اب باری تمہاری ہے فاطمہ' فیصلہ تمہارا ہے' رخصتی کے وقت ہم دونوں کو ساتھ دیکھنا چاہتی ہے۔ہم اسے ساری خوشیاں دینا چاہتے ہیں۔تمہاری موجودگی اس کے لئے باعث سکون ہو گی ورنہ وہ بہت مضطرب اور بے چین رہے گی۔اس کی نئ زندگی کا آغاز ہونے جا رہا ہے' میں نہیں چاہتا کہ میری بیٹی کی خوشی میں کوئی کمی رہ جائے' وقت نے ہمارے خاندانی رسم و رواج کو توڑ دیا اور بیٹی کی محبت نے مجھے مجبور کر دیا۔'' یہ کہہ کر انہوں نے سر جھکا لیا۔بہت دیر تک وہ خاموش کھڑی تھیں' بہت مشکل سوال تھا' پورے خاندان کی نگاہیں' رسم و رواج' دینی پابندیوں کی حدود سے شبیر حسن خان سے ان کا اب کوئی رشتہ نہیں تھا' انہوں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

آہستہ سے نظریں اٹھا کر شبیر حسن خان کو دیکھا تھا جس نے سچ کو جھوٹ بنا دیا' آج وہی شخص سر جھکائے کھڑا تھا۔

"بولو فاطمہ! کوئی جواب دو۔" سجاد بھائی کی آواز پر وہ چونک گئی تھی۔

"ٹھیک ہے میں آ جاؤں گی۔" شبیر حسن خان نے ایک نظر اٹھاکر اس فاطمہ کو دیکھا جو اِن کی اپنی بھی تھی' وقت سے پہلے بوڑھی نظر آ رہی تھیں۔ سرخ' سفید رنگت پر کتنے سیاہ دھبے تھے ہاتھوں کی انگلیاں بتا رہی تھیں کہ کتنا ظلم کیا ہے خود اس نے اپنے ہاتھ سر پر ڈھکا ہوا دوپٹہ بتا رہا تھا کہ ماہ و سال سب بیت گئے' اب سر پر سورج اتر آیا ہے۔

آج دونوں برسوں کے بعد ایک دوسرے کے سامنے تھے۔شبیر حسن خان کی نظروں کے سامنے وہ آخری لمحہ آنکھوں کی اسکرین پر چل رہا تھا جب وہ انہیں ہاسٹل چھوڑنے گئے تھے اور فاطمہ مڑ مڑ کر انہیں دیکھے جا رہی تھیں اور شبیر حسن خان کی نظریں دور تک ان کا پیچھا کر رہی تھیں۔

"سوری فاطمہ! مجھے معاف کر دینا ورنہ اللہ بھی مجھے معاف نہیں کرے گا' یہ میں جانتا ہوں لیکن میں ہوں تو نہیں اس قابل لیکن گزارش ہے۔" وہ اپنا سر جھکائے مڑ گئے تھے۔فاطمہ پلٹ کر آئیں تو کوئی بھی ان سے کچھ بھی نہ بولا تھا' وہ اپنا سر جھکائے رو رہی تھیں۔

......☆☆☆☆☆......

گہما گہمی اپنے عروج پر تھی' فہد مصطفی تیار ہو کر نور محل میں قدم رکھنے ہی والا تھا۔حریم کا میسج بار بار فہد کو مل رہا تھا کہ فہد جلدی کرو دیر ہو رہی ہے۔وہ بہت تیزی سے گھر کی طرف پلٹ رہا تھا۔یہاں بھی تیاریاں زوروں پر تھیں' تبھی رامین اپنا شرارہ سنبھالتے ہوئے حریم کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"وائو... اتنا خوبصورت لگ رہا ہے رامین! آج تو جم کے بات بنے گی اور احمد بھائی کے ہوش اڑیں گے' لگتا ہے۔"

"کیوں ہوش اڑیں گے... کیا وہ مجھے پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔"

”پہلی بار تو نہیں۔“ حریم ہنس کر بندیا لگاتے ہوئے بولی تھی۔

”لیکن ایسا روپ سنگھار تو تمہارا اس دن نہیں ہوا تھا ناں۔“ اس نے شرارت سے رامین کو پلٹ کر دیکھا تو وہ جھینپ کر ڈریسنگ ٹیبل پر جھک کر آڑے پوز میں خود کو دیکھنے لگی تھی۔

”بس نانی جان نے بھی حد کر دی کہ جیسا شیزرے کا ویسا ہی رامین کا ڈریس ہو گا' اب بتائو ذرا اتنا بھاری بری کا ڈریس مجھے پہنا دیا' مجھے تو بڑی الجھن ہو رہی ہے۔“ اس نے اپنے بھاری آنچل کو پھیلا کر سامنے آئینہ پر دیکھا۔

”جی جی جی تبھی بار بار مڑ مڑ کر آئینے کی طرف دیکھا جا رہا ہے۔“ رامین جھک کر ہاتھوں میں چوڑیاں چڑھاتے ہوئے کھلکھلائی تھی۔

رامین نے ہنس کر چہرے کو آئینے میں دیکھا' ہونٹ پنک گلاب کی کلیوں کی طرح مسکرا پڑے تھے' کان میں پڑا ہوا فیروزی رنگ کا جھمکا کانوں میں ہلکا سا ہلا تھا' آج وہ واقعی فیروزی' بلیو کنٹراس کے ڈریس میں بے حد پرکشش نظر آ رہی تھی۔اس نے اس پر سچے فیروزے کا سیٹ پہنا تھا' بھینی بھینی

مہندی کی خوشبو اس کے ہاتھوں سے آ رہی تھی۔ناجانے کیوں بات پر مسکرائے جا رہی تھی۔

”آج تم دیکھنا' احمد بھائی تو گئے جان سے۔“ حریم نے کان میں بالیاں ڈالتے ہوئے جھک کر خود کو شیشے میں دیکھا تھا' تبھی کرن بھی اتر کر نیچے آ گئی تھی۔

”اللہ رامین بھابی! کتنی پیاری لگ رہی ہیں آپ۔“ رامین ہنس پڑی تھی۔

”تیاری تو آج شیزرے کی ہو گی۔“ حریم دوسرے کان میں بالی ڈالتے ہوئے بولی تھی۔

”حری آپی! مجھے ایک سیفٹی پن چاہیے۔“ جھک کر خود ہی اٹھاتے ہوئے بولی تھی۔کرن نے دوپٹہ سیٹ کر کے کندھے پر لگایا تھا۔

”جلدی کریں آپ لوگ۔“ عذرا اپنی گرین سلکی ساڑھی کی سلوٹیں برابر کرتی ہوئی اندر آئی تھیں۔

"ممانی! میں ہلکا ہلکا تھوڑا سا میک اپ کر دوں۔"

"نہیں بھئی تم لوگ جلدی کر لو۔" پھر بھی حریم نے برش سے ان کے بال دوبارہ سیٹ کیے تھے۔

"ویسے رامین! تم آج زیادہ اچھی لگ رہی ہو۔"

"دیکھا! میں بھی یہی کہہ رہی تھی۔" عذرا نے ایک تحسین بھری نگاہ رامین کے سراپے پر ڈالتے ہوئے پھر بولی تھیں۔

"جلدی کرو تمہارے بڑے پاپا بہت ادھم مچا رہے ہیں' وہ کہہ رہے ہیں کہ ڈاکٹر شبیر نے کہا ہے کہ ٹائم کا خیال رکھیں۔" یہ کہتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔تبھی سیل پر بیپ کی آواز آئی۔

"اُف کیا مصیبت ہے' عباد ہے۔" اس نے ہیلو کہہ کر سیل کو کان سے لگایا تھا۔

"ہیلو۔" بولتی ہوئی وہ آگے بڑھی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ایسا کیا کہہ دیا عباد بھائی نے کہ تمہارا چہرہ بلش کر رہا ہے۔" رامین اس کی جانب پلٹی تھی۔

"بس وہی الٹی سیدھی بکواس۔" اس نے سیل آف کر کے رکھ دیا تھا۔تبھی ندیم کمرے میں آیا تھا اور کرن سے ہنستے ہوئے بولا۔

"تم نے حری آپی کو دیکھا ہے۔" حری کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"بکواس نہیں کرنا' تھوڑی دیر میں تم یہاں کیوں چکر لگا رہے ہو' بولوں جا کر بڑے پاپا کو۔" حریم ہنس کر بولی تو وہ بولا۔

"ظاہر ہے آپ لوگوں نے حلیے ہی ایسے تبدیل کر لئے ہیں کہ شکل ہی پہچان میں نہیں آ رہی ہے اس میں میرا کیا قصور؟" اس نے اتنا سیریس منہ بنایا کہ سب کو اپنی ہنسی روکنی مشکل لگ رہی تھی۔

"پلیز ندیم! تم باہر جاؤ' دیکھو ہارن کی آواز آئی شاید فہد آ گیا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"فہد، احمد ہو یا عباد بھائی، آج تو مقابلہ حسن ہو رہا ہے، عورتوں کو تو سنا تھا لیکن مردوں کو پہلی بار دیکھ رہا ہوں کہ بیوٹی پارلر سے تیار ہونے گئے ہیں۔"

"چلو اچھا، تم الٹی سیدھی بکواس بند کرو اور نکلو یہاں سے، میں اپنا کمرہ ٹھیک کرکے جاؤں گی ورنہ پھیلا بکھرا رہے گا۔" حریم جلدی جلدی سلوٹیں ٹھیک کرتے ہوئے بولی تھی۔

"عباد کو ذرا بھی بے ترتیبی پسند نہیں۔" تبھی احمد، ندیم کو آواز دیتا ہوا اِدھر آیا تو رامین کو سامنے دیکھ کر ٹھٹک سا گیا اور رامین سمجھ کر دوسری طرف رخ پھیر گئی تووہ بولا۔

"رامین! ذرا اوپر آنا، میری میچنگ کی ٹائی نہیں مل رہی۔" یہ کہہ کر وہ پلٹا۔

"جاؤ رامین! اب تمہاری خیر نہیں ہے۔" حریم نے اسے آہستہ سے چھیڑا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بکواس مت کرو، ایسا کچھ نہیں ہے، احمد ذرا سی بات پر ہڑبڑا جاتا ہے۔" یہ کہتی ہوئی اپنا بھاری ڈریس سنبھالتی ہوئی باہر نکلی تھی، زینہ چڑھتے ہوئے اسے خاصی دشواری ہوئی۔

"کیا ہے احمد! تم بھی بس ذرا ذرا سی بات پر، یہ دے دو، وہ کر دو۔" یہ بولتی ہوئی وہ اندر آئی تو احمد نے کھٹاک سے کمرے کو لاک کر دیا۔

"کون سی ٹائی چاہیے؟" وہ وارڈروب کی جانب بڑھی تو احمد نے اسے اپنے حصار میں جکڑ لیا تھا۔

"کیا کررہے ہو احمد! چھوڑو، دیکھو میرا میک اپ خراب ہو جائے گا۔" رامین کا جھمکا احمد کے کوٹ کی آستین سے الگ ہو گیا تھا۔

"ہاہ... احمد۔" اس نے اپنا کان پکڑ لیا تھا اور درد سے چیخی۔

"نہیں رامین، میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔" احمد نے آہستہ سے اس کے کان کے جھمکے کو ہاتھ لگایا تو رامین نے جلدی سے اتار دیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اُف خدایا! بہت تکلیف ہو رہی ہے۔" اس نے ایک گھونسا احمد کے سینے پر مارا تھا۔

"اچھا یہ بات ہے' میں ابھی بتاتا ہوں تمہیں۔" احمد نے زور سے اسے اپنی جانب گھسیٹا تو وہ احمد کے سینے پر جا لگی' احمد دھڑ سے بیڈ پر جا گرا۔

"اب بولو... کیا بولتی ہو۔"

"میں کچھ نہیں بول رہی' اتنی مشکلوں سے میں تیار ہوئی ہوں' میک اپ' میرے بالوں کی سیٹنگ سب تم نے بگاڑ دی۔" وہ احمد کو جھٹکا دے کر اٹھی تھی۔

"دوبارہ کر لینا' میں نے کب تمہیں ایسے روپ میں دیکھا تھا' وہ تو فہد قاضی کو پکڑ کے لے آیا اور سب تمہیں یونہی اٹھا کر لے آئے۔"

"کیا سب مجھے یونہی اٹھا کر لے آئے' کیا میں سڑک پر کھڑی تھی۔" وہ اپنے دوپٹے کی پن کو سنبھالنے لگی۔

"تمہارے ہاتھوں کی مہندی نے مجھے بے قابو کر دیا۔" احمد نے اس کا ہاتھ تھاما اور ہتھیلی پر اس نے اپنے ہونٹ رکھ دیئے' تبھی باہر سے کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"اچھا ہوا۔" رامین مسکرائی تھی۔

"خیر... دیکھ لوں گا تمہیں۔" احمد نے آہستہ سے بولتے ہوئے دروازے کا ہینڈل گھما کر کھول دیا تھا' سامنے ندیم کھڑا تھا۔

"ایک تو میرے بھائی! تجھے چین نہیں' تو سب سے بڑا میرا دشمن ہے' تو سمجھا کر ندیم! اتنا بڑا ہو گیا ہے' میں شادی شدہ ہوں۔"

"دیکھئے احمد بھائی! شادی شدہ بھابی تو نیچے ہیں۔"

"کہاں میرے یار! تو نے رنگ میں بھنگ ڈالی ہے۔" احمد ہنستا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"آپ کو پاپا بلا رہے ہیں۔" ندیم پیچھے مڑ کر بولا تھا۔رامین جلدی جلدی اپنی پن سے الجھی ہوئی دوپٹہ ٹھیک کر رہی تھی۔ٹشو سے اس نے اپنی لپ اسٹک کو صاف کیا تھا اور ہاتھ میں تھاما ہوا جھمکا دوبارہ کان میں ڈالا تو دیکھا دوسرا بھی جھمکا بیڈ پر پڑا تھا۔احمد کی اس چھوٹی سی شرارت پر ہنس پڑی تھی۔

"جلدی کریں جلدی کریں۔" نور بی بی کی آواز آ رہی تھی۔

"یہ حریم آپی کہاں غائب ہو گئیں، منظور بھی آ گئے، سب آ گئے۔"

سعدیہ کو تو بہت پہلے ہی حریم، نور بی بی کے کمرے میں بٹھا گئی تھی فاطمہ کی ذمے داری پر۔

"چلیں اٹھیں فاطمہ خالہ آپی بھی۔" حریم نے انہیں اٹھایا تھا، فہد تیار ہو کر سامنے آیا۔

"سہرا بندی کی رسم تو کریں گے۔" حریم نے فہد کو چھیڑا تھا۔

"کوئی نہیں، میں سہرا ویرا نہیں پہنوں گا، آپ روک دیں، دیکھئے دادو جان... بڑی ممی آپ انہیں سمجھا دیں ورنہ..." وہ دبی دبی ہنسی میں بولا۔

"ورنہ کیا بھائی! دوچار فائر پھر کریں گے کیا؟" زوہیر تصویر اتارتے ہوئے بولا تھا۔

"سہرا... وہ تو بھئی ان لوگوں نے بھیجا ہے، چلو تھوڑی سی دیر کیلئے باندھ لو پھر اتار یں گے۔" رامین بولی۔

"ہرگز نہیں بڑی ممی! آپ انہیں روک دیں۔"

"رامین آپی! پلیز۔" اس نے ہاتھ سے سہرے کو ہٹا دیا تھا۔

"چلو سہرا نہ سہی ہم لوگ بدھی تو ڈالیں گے۔"

"واٹ بدھی...؟" فہد حیران سا ہوا۔

"حریم! بدھی تو لڑکے والے ڈالتے ہیں۔" عذرا کو ہنسی آئی تھی۔

"ہاں ہاں... مجھے معلوم ہے‘ میں تو یہ رسم فاطمہ خالہ کی طرف سے کر رہی ہوں۔" فاطمہ خالہ نے ہنس کر اپنا ماتھا پیٹ لیا اور نور بی بی کو بھی ہنسی آ گئی۔حریم دونوں ہاتھ میں گجرے تھامے کھڑی تھی۔

"یہ... یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟" فہد کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا۔

"کچھ نہیں فہد! فاطمہ خالہ نے چھوٹی سی رسم یاد دلائی تو ہم شیزرے کی طرف سے کر لیتے ہیں۔آخر تو تمہیں یاد ہے ناں کہ شیزرے ساتویں شہزادی ہے نور محل کی۔" تو فہد نے گہری سانس لی۔حریم نے فہد کے ہاتھ سے ہار اس کے گلے میں ڈالے اور اسی طرح سے دوسرے ہاتھ میں ڈالے۔

"یہ کیا رسم ہے؟ آپ کیا کر رہی ہیں؟"

"ایسے تھوڑی۔" فاطمہ خالہ نے پیچھے سے آ کے دونوں پھولوں کی لڑیوں کو ایک ساتھ پکڑ کر دکھایا تھا۔

"دیکھو اس کو کہتے ہیں بدھی... یہ گھوڑے کو بھی ڈالی جاتی ہے سمجھے فہد!"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"خالہ! یعنی آپ بھی شامل ہو گئیں ان کے ساتھ۔"

"جی جناب! اس کا مطلب ہے گھوڑے کو قابو میں کر لیا ڈاکٹر شبیر حسن خان نے۔" سبھی زور سے ہنسے تھے۔

"چلو بھئی بس اتارو‘ ہمارا فہد بیزار لگ رہا ہے‘ فہد کو یہ چیزیں نہیں پسند۔" بڑی ممی بولی تھیں۔رامین‘ سعدیہ کو تھامے ہوئے اسی جانب لے کر آئی تھی۔

"دیکھئے ممانی! فہد دولہا بن گیا ‘ اب ہم شیزرے کو لینے جا رہے ہیں۔" سعدیہ خاموشی سے چلتے ہوئے رامین کے ساتھ فہد کی جانب آ گئیں۔

"ہاں... میرا بیٹا دولہا بن کر جا رہا ہے‘ کتنا اچھا لگ رہا ہے۔" سعدیہ بولیں۔

"جی مما!" فہد جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا ان کے ہاتھ پکڑ کر۔

"اب پتا چلے گا مسز اسحاق کو‘ ہمارے گھر ڈاکٹر شبیر حسن خان کی بیٹ آ رہی ہے شیزرے‘ اور پھر تم دیکھنا انہیں کیسا برا لگے گا‘ اب اگر وہ مجھے کسی

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھی ڈنر اور میٹنگ میں ملیں تو بس وہ سعدیہ کاظمی کو دیکھتی رہ جائیں گی' دیکھا میں نے کیسا حساب چکا دیا۔" وہ فہد کو دیکھ کر ہنسے جا رہی تھیں۔

"چلئے مما چلئے۔" احمد نے آکر انہیں خود سے لپٹا لیا تھا' اس لمحے سبھی لوگ چپ ہو گئے تھے۔فہد بھی سب سے نظریں چرا رہا تھا۔احمد انہیں لے کر آگے بڑھا تو رامن جلدی سے آگے بڑھی۔

"احمد! آپ فہد کے ساتھ چلیں میں لے کر آتی ہوں۔" اس نے سعدیہ کا ہاتھ تھام لیا تھا۔عمیرہ رشک بھری نظروں سے رامین اور احمد کو دیکھ رہی تھیں۔فائزہ نے بڑھ کر اپنی بڑی بہن عمیرہ کو پیار کیا تھا۔منظور مصطفی' سجاد مصطفی دونوں آف وائٹ شیروانی مین بہت جچ رہے تھے۔رامین جس طرح سے سعدیہ کو لے کر آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی منظور کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔کس محبت کی' کس آسودگی کی' سعدیہ کے اس انتقامی جذبے نے یا ان کے کھو جانے کی یا رامین کے اس پیار بھرے سلوک پر آنکھوں کو نم

کر دیا تھا۔بیٹے کی خوشی تو تھی ہی مگر کہیں احساسات اندر جنم لے رہے تھے۔اس احساس کا نام محبت تھا جو کسی جذبے کا محتاج نہیں۔

نور محل کے اندر سے نکلتے وقت تمام روشنی کے فوارے آن کر دیئے گئے تھے اور ہوائوں میں رنگ برنگے بادلوں کی اسپرے کی خوشبو سے بھر گیا تھا۔ساری روشنیاں آن تھیں' بڑا سا گیٹ کھول دیا گیا۔سب سے پہلے فہد مصطفی کی گاڑی پھولوں سے سجی ہوئی باہر نکلی جس میں نور بی بی اور فاطمہ خالہ بھی بیٹھی تھیں۔

......☆......

رات کا فسوں آہستہ آہستہ چاند جھروکوں سے جب اترنے لگا تو محبتوں اور خوشیوں کے نغمے' فضائوں میں جلترنگ سی بج اٹھی' موسم کی سرد ہوائوں نے رنگین آنچلوں کو چھیڑا اور کہیں دور گہرے اندھیروں میں محبت پھر ایک بار جسم و جاں سے آزادی کا کوئی سفر مانگ رہی تھی ' موتیوں کی کوئی ایسی مالا جو لمحہ بہ لمحہ حفصیٰ نے آنکھوں سے چنے تھی وہ رنگین پل جو ایک لمحے

میں ٹوٹ گئے تھے، برسوں کی جدائی آنکھوں میں دستک دے رہی تھی، لیکن چہرے پر بہت ہی نرم سی پنکھڑی کا شیریں لمس، کجرائی آنکھوں میں نمی تھی، لیکن مسکراتی ہوئی آنکھوں میں دھنک پیرہن کے وہ رنگ جو اس کے وجود نے چرائے تھے جیسے کوئی شریر موسم میں اچانک پت جھڑ آ جائے۔

وہ شیزرے کا ہاتھ تھامے قیمتی لباس جو کہ ایک بوتیک ڈیزائنر نے صرف اس کیلئے ڈیزائن کیا تھا، وائٹ فراک جس میں ننھے ننھے وائٹ کلچرڈ موتیوں کا سُچا کام تھا، بھاری سے سفید آنچل میں یوں لگ رہا تھا جگنو اتر آئے ہیں۔ شیزرے کا ہاتھ تھامے وہ بیوٹی پارلر سے نکلی تھی، ڈرائیور نے دروازہ کھولا تو شیزرے اپنا شرارہ سنبھالتی ہوئی بیٹھ گئی تھی، حفصیٰ کی نظر اچانک ڈرائیونگ سیٹ پر پڑی تو شعیب نے مڑ کر ایک چوری کی ایک نظر ڈالی تھی، حفصیٰ نے اپنا منہ پھیر لیا تو شیزرے خان آہستہ سے مسکرائی تھی۔

"شعیب بھائی آپ...؟" شیزرے چونک گئی۔شعیب نے پھر مڑ کر ایک نظر یوں غیر ارادی طور پر ڈالی جیسے پہلے اس نے حفصیٰ کو دیکھا ہی نہ ہو لیکن

حفصیٰ کو شعیب کے دل کی کیفیت اس کی نظر سے قبل ہی منکشف ہو گئی تھی۔شعیب کا انداز بہت ہی صلح جو سا لگا، اس کے اندر ایک سرد موسم کی لہر اتر گئی تھی۔اس نے ونڈو سے باہر دیکھا کوئی احساس، کوئی رنگ، کوئی موسم اس کے دل کو نہ چھو سکا، ہرچند کہ اس کے سفید ہاتھوں میں قیمتی سونے کے جڑاؤ کنگن چمک رہے تھے، اس نے بہت ہی گہری نظروں سے اپنی ہتھیلیوں کو دیکھا جس پر سرخ مہندی نکھر رہی تھی، پھر چند لمحوں میں گاڑی شبیر ولا کے اندر چلی گئی۔

روشنیوں کا فسوں، جھرنوں کی آبشاری، سمندری شور سے زیادہ لگ رہی تھی، ہلکی ہلکی خنکی، ہر طرف پھولوں کے انبار، دمکتے ہوئے امپورٹڈ گلاب جو جم جعفری کی کمپنی سے منگوائے گئے تھے۔مہمانوں کی آمدورفت، گہما گہمی، دھیمے سروں میں موسیقی کی آواز جو کانوں میں جلترنگ سی بجا رہی تھی۔شیزرے خان نے چونک کر دیکھا رنگ موسم کے سب اتر آئے تھے۔ابھی تک بارات نہیں آئی تھی۔حفصیٰ اس کا ہاتھ تھامے آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی، شیزرے

خان کو یوں لگ رہا تھا کہ ہوائیں فہد کے لہجے میں سرگوشیاں کر رہی ہیں۔ آسمان کی سیاہ وسعتوں سے شفاف پانی برس رہا ہے۔فہد مصطفیٰ کے بھیگے ہوئے لب اس کی ہتھیلیوں میں جل رہے تھے، کہیں دور بجلی کوندی ہو جیسے سرد موسم کے شریر جھونکوں نے اس کے بھیگے کاندھوں پر اس کے سیاہ بالوں کو بکھیر دیا، جن کو فہد مصطفیٰ کی انگلیوں نے تھام لیا تھا، جیسے ہر طرف خوابوں کا ایک انبار سا سجا تھا، کھنکتے لمحوں کی بازگشت کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔

فہد کے عکس پر اس نے آہستہ سے ہونٹ رکھ دیئے، یہ اعتراف محبت کا وہ لمحہ جو کسی بارش میں وہ چرا لائی تھی اسی ایک لمحے نے فہد کو اسیر کر دیا تھا، پتھر کے سینے سے جب پانی کی پھوار گری تو موم جیسا پگھلا ہوا انسان خود اس رات کی تاریکی میں کھو گیا تھا۔

وہ ہنستی ہوئی کئی لڑکیوں کے درمیان سے گزری تھی، سب نے مڑ کر اسے دیکھا، حفصیٰ چونک سی گئی، شعیب کی آنکھوں کی شدت اس کے چہرے پر محسوس ہو رہی تھی، وہ رخ پھیر کر بھی گزر نہ پائی، اس کے

راستے میں شعیب حائل ہوا تھا آ کر، وہ بہت بے رُخی سے شیزرے کا ہاتھ تھام کر گزر گئی تھی۔حفصیٰ کی اس بے رُخی پر شعیب دانت بھینچ کر دوسری سمت مڑ تو گیا تھا مگر ہلکی سی ہنسی کے ساتھ اس نے مڑ کر حفصیٰ کو دیکھا تھا پھر تھوڑی ہی دیر میں بارات کی آمد کی اطلاع آئی تھی۔

”چلو جلدی کرو، جلدی کرو۔“ کلثوم ڈھیروں گجرے اٹھائے ہوئے حفصیٰ کی جانب بڑھی۔شیزرے کا دل اس وقت ہلکا سا دھڑکا تھا، فہد مصطفیٰ کو آج وہ کیسے فیس کرے گی، ریسیپشن پر اور لڑکیوں کے ساتھ کلثوم اور حفصیٰ اور تھوڑے ہی فاصلے پر شعیب اور ڈاکٹر شبیر حسن خان تھے۔

اس وقت شعیب نے آف وائٹ کرتے نما شیروانی زیب تن کی تھی، حفصیٰ نے مڑ کر دیکھا، اس کی ڈیزائننگ، کلر اسکیم کس قدر شعیب کے ڈریس سے

مل رہی تھی، کالر پر اسی کلچرڈ موتیوں کا کام تھا، کُرتے کی آستینوں پر بھی انہی موتیوں سے کام کیا ہوا تھا، حفصیٰ ایک لمحے کو چونک سی گئی، اس نے اپنے لٹکتے ہوئے آنچل کو دیکھا اور ایک لمحے کو دزدیدہ نظروں سے اس نے آہستہ سے شعیب پر نظر ڈالی، شعیب، حفصیٰ کی اس نظر کی چوری پر یوں مسکرایا تھا کہ حفصیٰ سر جھکانے پر مجبور ہو گئی تھی۔

پھولوں کی بارش میں لوگ راہداری کے درمیان سے گزر رہے تھے، آہستہ آہستہ موسیقی کی آواز دھیمے سروں میں رات کے فسوں کو چھیڑ رہی تھی۔ چاند ستاروں کے جگمگاتے اس جھرمٹ میں فہد مصطفی ایک نمایاں شخصیت کا مالک، فان کلر شیروانی پر پرپل اسٹول ڈالے ہوئے احمد اور عباد کے ہمراہ ڈھیروں پھولوں سے گزرا تھا، ہزاروں من پھولوں کی راہداری پر گزرتے ہوئے لوگوں کے پیر دھنس رہے تھے۔

رامین، حریم، کرن، ریشمین، راحمہ اور نورین، حفصیٰ اور کلثوم بھی پھولوں کی زد میں تھیں، شوخ رنگوں کے پھولوں کی اتنی بارش تھی کہ یوں لگتا تھا کہ

آسمان سے آج پھول جھڑ رہے ہوں جیسے اور ہر طرف سے کیمروں کی روشنیوں کا جگمگائے ہوئے ہالے رنگوں کو اتار رہے تھے۔ہر چہرہ اس وقت خوشی سے دمک رہا تھا اور فہد مصطفی آہستہ آہستہ چلتا ہوا اسٹیج کی جانب بڑھا تھا ہر طرف سے روشنی کے ہالے میں۔

فاطمہ خالہ سر جھکائے سب کے ساتھ آگے بڑھی تھیں کتنے چہرے تھے جنہوں نے گھیر لیا تھا۔برسوں کی شناسائی نے آج انہیں اتنا اعتبار بخشا تھا، بے حد پذیرائی ملی تھی انہیں۔ان کا کھویا ہوا اعتماد انہیں واپس مل گیا تھا، پورے خاندان کے لوگ ان سے آ آ کر مل رہے تھے۔ہر کوئی یہ بات کر رہا تھا کہ آج فاطمہ آئی ہیں۔

حریم اور رامین سب مل کر جلدی سے شیزرے کی تلاش میں مڑی تھیں، شیزرے انہی کی جانب آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔سب ہاتھ تھامے شیزرے کا آگے بڑھ رہی تھیں، تب کلثوم آہستہ سے ہاتھ چھوڑ کر ہٹ گئی اور تمام روشنیاں گل ہو گئی تھیں صرف شیزرے خان اور حفصیٰ کے چہرے نظر آ

رہے تھے۔آہستہ آہستہ وہ چلتی ہوئی اسٹیج کی جانب مڑی تو ندیم نے کہنی سے فہد کو پش کیا تھا۔

"فہد بھائی! احتراماً اس وقت آپ کو اٹھنا پڑے گا۔"

"مائی فٹ۔" وہ سرگوشی میں بولا لیکن شیزرے خان کے ساتھ آتے ہوئے شبیر حسن کو دیکھ کر عباد اور احمد کھڑے ہوئے تو فہد کو بھی کھڑا ہونا پڑا تھا۔

"اب کیوں کھڑے ہو گئے۔" ندیم نے سرگوشی کی۔

"عباد بھائی' احمد بھائی کھڑے ہو گئے ہیں اس لئے... آئی عقل میں یہ بات۔"

"بالکل نہیں فہد بھائی اس وقت آپ شیزرے کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے' دیکھئے تو سامنے۔" فہد کی غیر ارادی طور پر نظریں شیزرے کے چہرے پر ٹک سی گئی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

حسن کا وہ زاویہ پرپل اور فان کنٹراس میں وہ چل رہی تھی اس کے ماتھے کی سجی ہوئی بندیا پر فہد کی آنکھوں کا عکس نظر آیا تھا اور ہلتے ہوئے کان کے آویزے' فہد کے ہونٹ آہستہ سے کھل گئے تھے اور سجے ہوئے مہندی بھرے ہاتھ' پرپل دوپٹے کا آنچل تھامے ہوئے ایک بے قرار سی دل میں ہلچل مچا رہی تھی' یہ شوخ رنگ اور یہ روپ اس نے کب دیکھا تھا' شیزرے خان اتنی حسین تھی اس نے ایک گہری سانس لی۔

"تبھی تو تمام عمر ماما نے اسے اس کے حسن سے خائف ہو کر سزا دیتی رہیں اور تم فہد مصطفی..." اس نے آہستہ سے سوچ کر جلدی سے اپنی نظروں کا زاویہ بدل لیا کہ کہیں کوئی اسے دیکھ نہ لے۔آہستہ آہستہ حفصیٰ لے کر فہد کی جانب بڑھی تھی اور جب اسے فہد کے برابر میں لا کر بٹھایا گیا تو شیزرے خان نے اپنے ہونے کا احساس کرنے کیلئے آہستہ سے برابر میں بیٹھتے ہوئے فہد کو دیکھا تھا' فہد اس وقت بہت نروس دکھائی دے رہا تھا' شیزرے کو فہد کی فیلنگ جان کر ہونٹ مسکرائے تھے' آویزے ہلے تھے'

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہاتھوں کی چوڑیاں کھنکی تو فہد کی نظروں کا زاویہ بدلا تھا' اس نے بہت آہستہ سے شیزرے خان پر ایک نظر ڈالی تھی۔شیزرے' فہد کی ایک نظر کی چوری پر شرم سے مسکرا کر سر جھکا گئی تھی اور فہد نے سامنے دیکھا تھا جہاں ان کے استقبال کی تیاریاں کی گئی تھیں۔

رنگ برنگے مشروبات سے مہمانوں کی خاطر تواضع ہو رہی تھی۔دور بیٹھی ہوئی چند لڑکیاں اٹھ کر آئی تھیں ان میں حفصیٰ خان بھی شامل تھی۔

"ہم کچھ نہیں جانتے' نکاح بعد میں ہوا یا پہلے' نکاح کے چھوارے کہاں ہیں؟" کلثوم' رامین سے ہنس کر بولی تھی۔

"اجی ہم بھی آپ سے کم نہیں' ہمیں معلوم تھا آپ بھی چھوارے کی ندیدی ہیں۔" رامین ہنسی تھی۔

"ارے جلدی کریں ناں احمد! فروٹ والی وین سے ٹوکرے اور شاپر تو اتار لیں' کلثوم اور حفصیٰ کو چھوارے کھانے کی جلدی ہے۔" لیکن سامنے سے ندیم' زہیر' نعیم ملازموںکے ساتھ بڑے بڑے شاپر

تھامے اسی طرف آ رہے تھے۔

"لیجیے جناب لیجیے۔" رامین نے حفصیٰ اور کلثوم کو تھمائے تھے۔

"نہیں نہیں... چھوڑیں' نانو کہہ رہی ہیں ہر ٹیبل پر ہر چیئر کے ساتھ ایک ایک گفٹ رکھیں گے۔" کلثوم نے جلدی سے ایک رنگین ریشم کابندھا ہوا سنہری ڈوری کو کھول کر دیکھا تھا۔اچھے خاصے ڈرائی فروٹ بہت ہی خوبصورت نیپکن میں گولڈن ڈوری سے بندھے ہوئے رنگ برنگے تمام میزوں پر رکھ دیئے گئے تھے۔یہ نور بی بی کی طرف سے رخصتی کی خوشی میں ہر عام و خاص کیلیۓ تحفہ تھا۔ہر شخص نے بڑے سرپرائز سے کھول کر دیکھا تھا' موسم کے حساب سے اخروٹ' پستے' بادام' کاجو بندھے ہوئے پیک تھے۔

"چلو نور محل والے بازی تو جیت لے گئے' شیزرے جیسی لڑکی کو حاصل کرنے کیلیۓ مائوں کی جوتیاں گھس جاتی ہیں۔" حفصیٰ اِترائی تھی۔

"جی ہاں... ہمارا فہد جیسا ہینڈسم ' اسمارٹ بندے کے پیچھے تمہاری بنو خو دديوانی تھی۔" حریم کھلکھلا کر خوب ہنسی۔رامین نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔آنکھوں ہی آنکھوں میں تنبیہہ کرتے ہوئے مسکرائی تھی۔کلثوم تو نہیں حفصیٰ نے یہ بات سن لی تھی' اس نے دونوں کی جانب ہنس کر دیکھا اور بولی۔

"ظاہر ہے فہد بھائی کوئی معمولی چیز تو نہیں ہیں' اس وقت بھی دیکھئے شہزادی اور شہزادے کی جوڑی لگ رہی ہے۔" حفصیٰ بڑے شوخ لہجے میں بولی تو کلثوم' رامین کا ہاتھ چھوڑ کر حفصیٰ کے سامنے آ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی تھی۔

"ویسے یہاں پر بھی وائٹ ڈریس میں تم شہزادی اور دوسری طرف دیکھو شہزادہ کھڑا ہے۔" ناچاہتے ہوئے بھی حفصیٰ نے مڑ کر کلثوم کے اشارے پر دیکھا تو شعیب اسی کی جانب متوجہ ہوا تھا' گھبرا کر حفصیٰ اپنا رُخ پھیر گئی تو شعیب کو ہنسی آئی تھی۔

"کلثوم! اس قسم کی بات اب مجھے اچھی نہیں لگتی' یہ قصہ یہ کہانی بہت پرانی ہو گئی ہے اور تم کسی اور ٹاپک پر بات کیا کرو۔" وہ بہت نروٹھے پن سے کلثوم سے منہ پھیر گئی۔

"اچھا یہ بات ہے۔" اس نے جاتی ہوئی حفصیٰ کی کلائی تھام لی۔

"آج شعیب بھائی کی نظریں تمہارا پیچھا کر رہی ہیں اور رہی کہانی' تو کہانی کبھی پرانی ہوتی ہی نہیں ہے میری جان... ہر دل میں لیلیٰ' ہر دل میں مجنوں اور کہیں سسی پنوں ٹھا ہ کر کے دل میں اتر جاتے ہیں۔" کلثوم اپنے دکھ چھپا کر ہنس پڑی۔واقعی حفصیٰ نے خود بھی محسوس کیا تھا کہ وہ شعیب کی نظروں کی زد میں ہے اور اس کی آنکھوں کا حصار حفصیٰ کو اس کی گرفت میں لے رہا تھا۔اتنی دیر میں کسی نے کلثوم اور حفصیٰ کو بلایا تو وہ چلی گئی تھی۔دور بیٹھی ہوئی حفصیٰ کی نظریں شیزرے پر تھیں لیکن شعیب کی آنکھوں کی تپش ہنوز ابھی تک حفصیٰ کو نروس کر رہی تھی۔

نہ کوئی خواب ' نہ سفر' نہ کوئی زندگی کی حرارت' نہ فسوں بھری رات کا کوئی سحر جاگا' نہ تن سویا اور نہ ہی من جاگا۔زندگی کے بڑے لمبے سفر سے تھک کر یوں لگا فاطمہ آج پلٹ کر آئی ہیں۔ابھی تک ان کے ارد گرد ان کے خاندان کے لوگ جمع تھے۔کسی کو کسی بات کی خبر نہ تھی بس یہی کہ کسی بات پر اختلاف ہوا اور فاطمہ بیٹی کو لے کر کہیں چلی گئی ہیں اور بعد مدت کے شبیر حسن خان کی بیٹی ان کے گھر لوٹ آئی۔ایک نارمل سی بات تھی' اتنی بڑی بات نہ محسوس کی لوگوں نے لیکن آج لوگوں کے درمیان وہ شیزرے کیلئے اپنے آپ میں موجود تھیں۔سب ہنس کر مبارکباد دے رہے تھے' کوئی پھپھی جان' کوئی خالہ' کوئی مامی کہہ رہا تھا' آنے والے سارے گفٹ فاطمہ کے سامنے ٹیبل پر رکھے جا رہے تھے' انہیں شیزرے کی خوشی بے حد اہم تھی' ایک بروکن فیملی کا کہیں دور دور تک شائبہ بھی نہیں تھا۔ خود نور محل والے سادہ سی فاطمہ کو جو صرف محبت کرنا جانتی تھیں دیکھے جا رہے تھے۔فاطمہ' شبیر وِلا کی ایک اہم فرد لگ رہی تھیں۔سب سے پہلے تو زرینہ نے ہی ان کا استقبال کیا تھا' انہوں نے بہت غور سے زرینہ کے

چہرے کی طرف دیکھا تھا' قیامت کا ایک منظر فاطمہ کی نظروں کے سامنے آیا ضرور لیکن ہاں... ہونٹ ہلکے سے مسکرائے تھے۔گفتگو کرتے ہوئے زرینہ کی نظریں ندامت سے جھک رہی تھیں' رنگ اور خوشیوں کا ایسا سنگم تھا کہ زندگی کے سارے خواب' ساری حقیقت اس وقت شیزرے کی آنکھوں میں اتر آئی تھی۔

فہد نے پھر ایک چوری کی نظر شیزرے پر ڈالی' یہ رنگ اور یہ روپ کہاں چھپا کر رکھا تھا۔شیزرے کی مسکارا اور کاجل بھری آنکھیں جب حیرت سے روشنی کی جانب اٹھیں تو سبھی نے اسے حیرت سے دیکھا تھا' یہ وہ شیزرے' شیزرے نہیں تھی جسے لوگ بات بات پر کام کیلئے آواز دیتے تھے' فہد نے گھبرا کر رُخ پھیر لیا تھا۔

”تو بت ہے یا خدا دیکھا نہ جائے“

ندیم نے تصویر اتار کر ہنس کے کہا تھا تو اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ کا زاویہ دوسری جانب مڑ گیا' فہد نے اپنی جانب رخ موڑ کر اسے دیکھتے ہوئے

چونک گیا تھا۔یہ رنگ و روپ شیزرے کا سب نے پہلی بار دیکھا تھا' پرپل اور فان کلر کے ڈریس میں جو کہ بے حد قیمتی ہم رنگ جیولری کے ساتھ زیب تن کیے ہوئے تھی' فاطمہ نے تو آنکھ بھر کر دوبارہ دیکھا نہ تھا کہیں ان کی نظر نہ لگ جائے۔نور بی بی کے ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ تھی' حریم اور رامین کی خوشیاں' فائزہ اور عمیرہ کی تحسین بھری نگاہیں کسی سے چھپی نہ تھیں۔راحمہ بار بار فہد کو اشارے کر رہی تھی' ریشمین اور رامین موبائل سے تصویر لے رہی تھیں۔کرن کی اپنی الگ اہمیت تھی۔سب دولہا کی بہن' دولہا کی بہن کہہ کر چھیڑ رہے تھے البتہ سعدیہ گم صم سی چپ چاپ بیٹھی تھیں۔پھر وہ وقت بھی آ گیا جب سب نے شیزرے کو رخصت کیا۔ڈاکٹر شبیر حسن خان بار بار شیزرے کو دیکھے

جا رہے تھے۔آج شیزرے کو بھی لگا تھا کہ اپنوں سے بچھڑ کر جانا کیسا ہوتا ہے اور اپنے کیا ہوتے ہیں۔رامین اور حریم اور کرن سب اسٹیج سے نیچے کھڑی تھیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رخصتی کے وقت ڈاکٹر شبیر حسن خان کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا شعیب اپنے روایتی انداز میں شیزرے کا ہاتھ تھامے ہوئے آگے بڑھا تھا اور ایک نظر فہد پر ڈالتے ہوئے شیزرے کا ہاتھ فہد کے ہاتھ میں دیتے ہوئے ایک نظر ایسی ڈالی اور کچھ ایسا ہی اس کی چال اور اس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ میں تمہارے حوالے اس کو کر رہا ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اسے بھول جائیں گے۔ثروت پھپھو نے بھی بڑھ کر شیزرے کو ڈھیروں دعائیں دیتے ہوئے ایک نظر شبیر خان پر ڈالی تھی جن کی آنکھیں ہلکی ہلکی نم ہو رہی تھیں۔

حریم اور رامین نے شیزرے کو تھام لیا تھا۔فہد نے شبیر خان سے اجازت چاہی تھی' فاطمہ نے بہت غور سے شبیر وِلا پر نظر ڈالی اور چلنے کیلئے نور بی بی کے ساتھ کھڑی ہو گئی تھیں۔ثروت کا اصرار تھا کہ وہ ایک رات یہاں رہ جائے لیکن انہیں وہاں رہنا پسند نہیں تھا۔حفصیٰ ایک کونے میں کھڑی آنسو پونچھ رہی تھی تب شعیب بہت دبے قدموں چلتا ہوا اس کے پاس آیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تو شیزرے خان کی رخصتی ہے حفصیٰ! تم کس لئے رو رہی ہو؟" حفصیٰ گھبرا کر چونک گئی تھی۔

پوری ہوش مندی کے ساتھ غیر ارادی طور پر شعیب نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا مگر وہ ایک پل میں آنسو پونچھتی ہوئی مڑ گئی' جیسے ہوا میں تحلیل ہو گئی ہو' ایک خوشبو کے جھونکے کی طرح وہ اسے چھو کر گزر گئی تھی۔شعیب خان صرف اسے دیکھتا رہا' اس وقت اس کے ذہن کی کیفیت کچھ عجیب سی ہو رہی تھی "کہ میں حفصیٰ کو اس حد تک چاہ سکتا ہوں' کیا وہ میرے حواسوں پر سوار ہے' پوری ہوش مندی کے ساتھ سب کے سامنے میں نے اس کا بازو تھامنے کی کوشش کی تھی اور کچھ تھا ضرور ورنہ شعیب خان اتنی جلدی کسی کی طرف مائل نہیں ہوتا یا پھر ان گزرے ہوئے لمحوں کا کوئی عکس تھا کہ وہ مگ تھامے ہنسے جا رہی ہے۔"

"شعیب! میں تمہارے لئے کافی لائی ہوں۔"

"حفصیٰ! تم ابھی تک جاگ رہی ہو۔" نظریں جھکا کر اس لمحے وہ بولی تھی تو پھر میں اس کی نظروں میں اس کی محبت کا عکس کیوں نہ دیکھ سکا' محبت ایسی چور تو نہیں ہوتی کہ چھپ کر دلوں پر وار کرے لیکن شاید میں سنگدل انسان تھا جس لڑکی کو جب چاہا اپنا بنا لیا لیکن حفصیٰ خان میں تو کوئی ایسی خاص بات تھی جو محبت کے اظہار کو چھپا کر رکھتی رہی۔خدایا! میں اگر اس کی ڈائری نہ پڑھتا تو میں اس کو کیسے جان سکتا تھا۔وہ ایک احساسِ ندامت کے ساتھ دوسری طرف مڑا۔گھر میں آئے ہوئے کسی مہمان کے پاس وہ بیٹھی ہوئی کسی ٹاپک پر بات کر رہی تھی' شعیب کی نظر پڑتے ہی وہ دوبارہ رخ پھیر گئی۔شعیب کو یوں لگا کہ وہ شاید اس قابل ہی نہیں ' حفصیٰ کی بے رخی اسے لمحہ بہ لمحہ مار رہی تھی۔مہمان سب ہی جا چکے تھے' وہ تھکا تھکا سا شبیر حسن خان کی طرف بڑھا تھا۔

"چاچو! تھک گئے ہیں آپ' آپ اوپر چلیں۔" اس نے ایک نظر لان پر ڈالی' ساری رونق سمیٹ کر شیزرے خان آج چلی گئی تھی۔

......☆☆☆☆☆......

شیزرے خان کی سجی ہوئی گاڑی نور محل کے اندر داخل ہو گئی تھی۔ تمام لڑکیوں نے گاڑیوں سے اتر کر پھولوں سے سجی ہوئی کار کا دروازہ تھام لیا تھا۔ تمام بہنوں نے فہد مصطفی کو تھام لیا تھا۔

"شیزرے بھابی نہیں اتریں گی جب تک آپ ہمارا نیگ نہیں دیں گے۔" راحمہ، ریشمین اور کرن سب ایک ساتھ بولی تھیں۔

"چلو فہد مصطفی تو بری ہوا، میں تو یہی چاہتا ہوں، رکھو اس کو تم بند گاڑی میں۔" فان کلر پر پرپل کلر کے اسٹول کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے شولڈر پر رگڑتا ہوا بولا تھا۔

"شیم... شیم... فہد بھائی شیم... کتنے کنجوس اور چالاک ہیں آپ۔" ساری لڑکیاں بولی تھیں، ان کے ہنستے ہوئے چہرے رنگ برنگے آنچلوں سے روشن نور محل میں مسکرا رہے تھے۔

"ایک تو ساری بیڑیاں توڑ کر میں شیزرے خان کو آزاد کروا لایا ہوں کیا یہ کم ہے، کوئی نیگ شیگ نہیں ہے، کوئی پیسے ویسے نہیں ہیں، بیروزگار بندہ ہے، یہ سیاستدان کی جیب نہیں۔" اس نے ہنس کر ہاتھ نفی میں ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"فہد! کوئی بے ایمانی نہیں چلے گی یہاں۔" حریم بڑے راحت رساں لہجے میں بولی تھی۔

"او مائی گاڈ! سارا خاندان ایک طرف ہو گیا مل کر، میں نے کہا نہ کہ بے روزگاری عروج پر ہے، دینے کو کچھ نہیں ہے، بابا معاف کرو، تمہاری مرضی رات بھر اس کو گاڑی میں بند کرو اور جو چاہے کرو۔" فہد اپنے بالوں میں انگلی الجھا کر بولا۔ ہر طرف سے "ہرگز ہرگز نہیں" کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"اچھا چلو... اترنے تو دو۔" ساری لڑکیوں نے گھیر لیا تھا۔

"احمد بھائی! آپ بیچ میں نہیں آئیں گے ورنہ ہم آپ سے لیں گے، چلو ایسا کرتے ہیں کہ تھوڑا تھوڑا چندہ کر کے فہد کے نام پر دے دیتے ہیں، تم بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیا یاد کرو گے۔" سب کو اس کی بات پر ہنسی آئی۔ احمد نے ہنس کر والٹ نکالا اور پانچ ہزار کا نوٹ ہاتھ میں لے کر ایک آواز لگائی تھی۔

"اللہ بھلا کرے گا' فہد کے نام پر چندہ دے دو۔" فہد غصے سے پلٹ کر آیا تھا اور ہنس کر بولا۔

"احمد! میں شوٹ کر دوں گا۔" یہ وہ تھا کہ ہنسے جا رہا تھا اور اپنا ہاتھ عباد کی طرف بڑھایا تو عباد نے والٹ نکال کر احمد کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"جو ہے سب لے لو فہد کے نام پر۔"

"پھر وہی بکواس' میرے نام پر چندہ جمع کر رہے ہو تم..." فہد سیریس ہو کر بولا۔

"یہ لیں جو کچھ بھی ہے ہم سے لے لیں۔" زوہیر اور ندیم نے دھڑا دھڑ اپنے والٹ بھی خالی کر دیئے تھے۔سب کو بڑی جلدی پڑ گئی تھی پیسے گننے کی اور گننے لگی تھیں۔

"اوہ تھینکس گاڈ... یہ تو 2 لاکھ 75 ہزار بن رہے ہیں اور 25 میں تمہیں پورے کر دیتی ہوں' اب تم لوگ خوش۔"

"بڑی ممی! اتنے سارے پیسے' اپنی اوقات سے زیادہ مانگ رہی ہیں۔"

"شیزرے کی قیمت۔" فہد نے ہنس کر ہوا میں فائر کیا' سب سہم کر ہنسنے لگے۔

"کیا مطلب ہے کہ ایک فائر سے آپ شیزرے کو چھڑا کر لے جائیں گے' نکالیں سب پیسے راستہ دیں۔" فہد مصطفی بہت سیریس ہو کر آگے بڑھا۔

"مفلس اور بیکار آدمی کا مذاق اڑایا جا رہا ہے' ہمارے نام پر جو چندہ جمع ہوا ہے اسے میں پورا مہینہ خرچ کروں گا' سمجھیں تم۔" فہد نے جھپٹ کر حریم کا ہاتھ پکڑا تھا۔

"فہد کے بچے! چھوڑ میرا ہاتھ۔" حریم پوری طاقت سے نیچے جھک گئی۔ رامین' راحمہ اور کرن بھی حریم کے ساتھ ہو گئیں' فہد کے ہاتھ کو عباد نے ایک جھٹکے سے الگ کیا تھا۔

"خبردار جو تم نے میری بیوی کا ہاتھ دوبارہ پکڑا اور ہاں... ہٹیں بالکل ہٹیں... رامین آپی کو بالکل دھکا نہیں دیں گے۔" ندیم نے فہد کی کمر میں ہاتھ ڈال کر گدگدی کی تھی، فہد ہاتھ چھوڑ کر ہنستے ہوئے گاڑی سے جا لگا تھا۔

"سوری میرے باپ سوری سوری۔" ندیم گدگدی کیلئے اسے انگلیاں دکھا رہا تھا۔فہد کی اس کمزوری سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔اس نے اِس وقت فہد کی شہ رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔فہد کو ذرا سی گدگدی پر بے تحاشا ہنسی آتی تھی خاص طور پر اگر کوئی اس کی کمر کو چھو لے تو۔

"دیکھا تم لوگوں نے، کیسا نسخہ کیمیا بھی ساتھ لایا ہوں، 3 لاکھ میں میرا بھی شیئر ہو گا۔"

"ہاں... مجھے معلوم تھا تم یہی تو کرو گے۔" کرن بولی۔

"اچھا ابھی زوہیر کو بلاتا ہوں وہ تمہیں بتائے گا۔" تو کرن جھینپ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"چلو چلو چھوٹا ہے اتنا تو چلے گا، بے چارہ یہ بھی تو بیکار ہے، بے روزگار ہے۔" حریم ہنس کر اِترا کر بولی تھی۔

"اچھا اب تو راستہ دو اسے اترنے کا۔" عذرا آگے بڑھیں تو رامین نے شیزرے کا بازو تھام کر نیچے اتارا تھا۔پھولوں کی بارش اور موتی جیسی کلیاں ہوائوں میں بکھر رہی تھیں اور اتنا لمبا چوڑا زینہ اس پر بھاگتے بھاگتے وہ کئی بار گری تھی، کوئی پیچھے سے بلاتا کوئی اوپر سے اور وہ دوڑتی رہتی تھی۔آج انہی زینوں کو سرخ گلاب کے پھولوں سے بھر دیا گیا تھا کہ ان پر چلنا بہت ہی مشکل لگ رہا تھا۔جگہ جگہ ریلنگ پر سفید پھولوں کے گلدستے پنک ربن سے بندھے ہوئے مہک رہے تھے۔سب اسے اوپر لے کر اس کے بیڈروم تک گئے تھے۔

نیلی لائٹ پہ نیلی خوابگاہ سفید پھولوں کی لڑیاں چھپرکھٹ جس کے اوپر رنگ میں پنک اور ییلو پھولوں کے گچھے لٹک رہے تھے، سلکی کمفرڈیہ بلیو حاموار پر سلکی بڑے بڑے کشن جس کے سائیڈوں پر دو کشن اور چھوٹے دو کشن

رکھے تھے، بلیو ٹائلز پر سلکی ساٹن کی جھالر لٹکتی ہوئی بہت حسین لگ رہی تھی، سامنے پڑا ہوا فیروزی رنگ کا قالین جس پر دو فلور کشن رکھے ہوئے تھے، سائیڈ میں رکھی ہوئی چائنہ اسٹون کی ٹیبل جس پر جاپانی بڑا سا ڈیکوریشن پیس جس میں پانی کا آبشار اور جھرنا بہہ رہا تھا ،کبھی لائٹ بند ہوتی تو پانی تھم جاتا اور لائٹ روشن ہوتی تو برسات کی طرح ہلکی ہلکی پھوار گرنے لگتی۔ایک چھوٹا سا آبشار کمرے کو حسن بخش رہا تھا۔ٹیبل پر خشک رنگین پھولوں کی بھینی بھینی مہک کمرے کے اطراف میں پھیل رہی تھی، وہیں روزوڈ کی لمبی سی ٹرے میں کرسٹل کے چھوٹے چھوٹے دیے جن میں مدھم رنگ کی روشنیاں جل رہی تھیں یوں جیسے ننھے ننھے نیلے آسمان پر ستارے چمک رہے ہوں۔

رامین اور حریم، شیزرے کا ہاتھ تھامے اندر داخل ہوئی تھیں۔

"وائو... سو بیوٹی فل... یہ میرے لئے۔" اس نے حیرت سے حریم کی جانب دیکھا تھا۔

"یس میم! آپ کے لئے۔" اس نے اپنا سر جھکا دیا تھا۔رامین نے اس کی اس ادا پر ہنس کر کہا۔

"بے شرم کہیں کی، یہ تیری سہاگ رات ہے آج۔" رامین کے ہونٹ شرارت سے مسکرا رہے تھے۔

"ارے ارے... کیا بات کہہ رہی ہو رامین! سہاگ رات اور آج... تم بھول گئیں، موسم برسات کی وہ رات جب فارم ہائوس میں بجلی گری تھی اور فہد مصطفی جل گیا تھا۔" حریم شوخی سے مسکرائی تھی۔

"شٹ اپ۔" اس نے اپنے چہرے سے گھونگھٹ الٹ دیا تھا۔سیاہ کاجل بھری نیلگوں آنکھوں میں وہ ساون رُت کی پون اُتر آئی تھی، اس کے بالوں پر لگی ہوئی جوہی کی بنی ہلکے ہلکے ہلی تو ہونٹ خودبخود مسکرا پڑے تھے۔

"اللہ معاف کریں... ہم نے ایسی بے شرم دلہن کہیں نہیں دیکھی کہ دولہا سے پہلے ہی اس نے گھونگھٹ الٹ دیا۔" رامین ہنس رہی تھی۔

"شیور میرا دولہا بھی یہی کہے گا' بکواس کیوں یہ ڈرامہ کر کے بیٹھی ہو۔"

"اچھا تو تم نے اسی لئے ابھی سے گھونگھٹ الٹ دیا' خیر چلو ہماری تو یہ ڈیوٹی تھی کہ ساتویں شہزادی کو اس کے روم تک' تخت و تاج پر بٹھا کر واپس آ جائیں' ملکہ صباح! دو قدم اور تشریف لے چلیں گی۔" وہ چھپرکھٹ کی طرف بڑھی۔

"کیا بکواس ہے یہ کیا مصیبت ہو رہی ہے' میں اب اس کے اندر گھسوں۔" وہ پھولوں کی لڑیاں تھام کر بولی۔

"نہیں... میں بیٹھ جاتی ہوں۔" حریم بہت زور سے ہنسی تو سب کو ہنسی آ گئی۔

"یہ سراسر ڈرامہ ہے۔" شیزرے خان پھر پلٹ کر بولی۔

"چپ کر جا میری ماں! تھوڑی دیر کیلئے آہستہ سے سنبھل کر بیٹھ جائو اور سر جھکائو اور یہ آنچل چہرے پر ڈالو' بس ابھی تھوڑی دیر میں فہد مصطفی آنے والے ہیں۔"

"حریم! مجھے چھوڑ کر مت جا' مجھے اس سے ڈر لگ رہا ہے' اللہ جانے وہ کیا آ کر الٹ دے' دیکھ لینا یہ سب پھول نوچ کر پھینک دے گا۔" وہ گھبرا کر بولی تھی۔

"ارے کوئی نہیں' سب مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔" لیکن اس کا دل تھا کہ دھک دھک کر رہا تھا۔اسے یاد آیا تھا کہ اماں نے ہی کہا تھا کہ سب مرد ایک جیسے ہوتے ہیں اور واقعی سب ایک جیسے ہوتے ہیں۔

"تم خاموش ہو کر بیٹھو' تمہارا سلیپنگ سوٹ وارڈروب کے پہلے خانے میں رکھ دیا ہے۔" رامین جلدی سے پلٹ کر بولی تھی۔

"اور ہاں... یہ سوٹ تم صبح شاور لے کر پہنو گی' یہ خاص آج کے دن کیلئے بنا ہے۔" مرجنڈا کلر کی فراک پہ سی گرین کا چوڑا سا بارڈر لگا ہوا تھا۔

سی گرین کا بڑا سا دوپٹہ جس میں مرجنڈا کلر کے پھول ٹکے تھے رامین اپنے ہاتھ میں ہینگر تھامے اسے دِکھا رہی تھی۔

"اُف خدایا! تم نے تو یہاں رنگوں کی برسات سجا رکھی ہے۔" شیزرے حیران لہجے میں دیکھ کر بولی۔

وہ اپنا بھاری فان اور پرپل کنٹراس کا شرارہ سنبھالتی ہوئی بیڈ پر بیٹھی تو پھر ایک بار چیخ پڑی تھی۔

"بکواس... ایسی ٹھنڈ میں ٹھنڈے ٹھنڈے پھول لگ رہے ہیں، میں نہیں بیٹھ سکتی اس ٹھنڈ میں۔" وہ کھلکھلا کر تو نہیں ہنسی البتہ اپنے اندرونی جذبات کو چھپاتے ہوئے ایک جھینپی سی مسکراہٹ ہونٹوں کو مل گئی۔آنکھیں جھکتی چلی گئیں پھر وہ رخ موڑ کر دائیں جانب حریم کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے مسکرا پڑی، اب دایاں ہاتھ شرم سے جھلمل جھلمل کرتی ہوئی ماتھے کی بندیا پر ٹک گیا۔

"تم بے وقوفی کی حد تک جا رہی ہو، فہد مصطفی کا تو اسکرو تھا ہی ڈھیلا، تمہارا بھی کوئی دماغ کام نہیں کررہا ہے، سمجھا کرو نا اب میں تمہاری بڑی بھابی ہوں۔" رامین بولی تو حریم جلدی سے بول پڑی تھی۔

"تو میں کیا لگتی ہوں اس کی اب..." تبھی دروازہ ہلکا سا کھلا تو شیزرے اندر سے کانپ گئی تھی اور اس نے دروازے کی جانب آہستہ سے دیکھا تھا۔

......☆☆☆☆☆......

رات بڑی ویران اور سنسان سی لگ رہی تھی، سب ہی لوگ سوچکے تھے البتہ شبیر حسن خان ابھی تک اپنی اسٹڈی روم میں بیٹھے ہوئے سگار پی رہے تھے۔ٹھنڈی یخ کافی کا ایک ایک گھونٹ لیتے ہوئے نجانے کیا سوچ رہے تھے۔بار بار فاطمہ ان کے سامنے پلٹ کر آ رہی تھی کبھی دادی کے کمرے میں، کبھی ہاسٹل میں، اب یہ روپ کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔

"کتنی جلدی اس کے بالوں پر سفیدی اتر آئی، کس طرح سے اس نے اکو چھولے والے کے ساتھ زندگی گزاری ہو گی۔کیا میرا حساب اللہ کے گھر نہیں ہو گا۔تمام عمر میں نے غریبوں کا مفت علاج کیا، دارالامان میں شیئر ہے میرا، ہاسپٹل میں ڈونیشن دیا ہے۔حفصیٰ کی پوری پرورش کی تھی کہ یتیم بچی ہے۔نجانے کتنی نیکیاں میں بانٹتا پھرتا ہوں لیکن پھر بھی میں فاطمہ کا حساب

نہیں چکا سکوں گا۔'' حدیث کی کتاب جو اُن کے سامنے کھلی ہوئی تھی بند کر دی۔

''قیامت کے دن سب سے مظلوم فاطمہ ہو گی' تمام نیکیوں کے بدلے جب ہیںجنت میں جا رہا ہوں گا تو فاطمہ آ جائے گی اور اللہ سے کہے گی۔(آج یوم حساب ہے اے اللہ! آپ کا وعدہ ہے یہ دن حساب کا دن ہے۔اس شخص نے مجھ پر جھوٹا بہتان لگاکر طلاق دی پھر سچ ثابت ہونے پر یہ مجھے حاصل کرنا چاہتا تھا' اپنے گناہوں کو چھپانا چاہتا تھا)۔آج یوم حساب ہے۔ میری نیکیاں ایک ایک کر کے سب فاطمہ کے حساب میں ڈال دی جائیں گی' مظلوم کا حساب اسی طرح دیا جاتا ہے سو میں دینے کو تیار ہوں۔میں ساری نیکیاں اپنی بخوشی فاطمہ کے حساب میں ڈال دوں گا' شاید یہ عمل' یہ سوچ ہمیں اُس دن بچا سکے۔'' ان کی ایزی چیئر آہستہ آہستہ ہلنے لگی اور انہوں نے ہونٹوں سے ٹھنڈی بلیک کافی کا ایک سپ لیا تھا تبھی شعیب خان بے چین سا اسٹڈی روم میں آیا تو انہیں دیکھ کر چونک گیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

''چاچو! آپ...'' شبیر خان بھی اسے دیکھ کر چونک گئے تھے' شعیب بھی بے چین سا بار بار کوریڈور میں ٹہلتا ہوا اِدھر آیا تھا۔

''شعیب...'' وہ آہستہ سے بولے تھے' شعیب پلٹ کر ان کی جانب آیا اور گھبرا کر دیکھنے لگا۔

''آپ ٹھیک تو ہیں؟'' اس نے اپنے دونوں ہاتھ ان کے کندھوں پر رکھ دیئے تھے۔

''میں ٹھیک ہوں' بس تم سے ایک بات کہنی ہے... کسی کے دل کے اندر کیا ہے یہ کوئی نہیں دیکھ سکتا' اگر کسی سے محبت ہو جائے تو اس کا ہاتھ راستے میں نہیں چھوڑتے' تمہاری فاطمہ چچی میری پسند تھیں پھر وقت کے ساتھ ساتھ مجھے محسوس ہوا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں لیکن نجانے کیسے حالات کہ کیا ایسا تھا کہ اس کا ہاتھ راستے میں چھوٹ گیا' اپنوں کے رشتے ان کی محبت بہت مشکل سے حاصل ہوتی ہے' اپنی کمزوریوں کو چھپانے کیلئے کسی کمزور پر بہتان لگانا' الزام لگانا دراصل خود اپنی کمزوری کو چھپانا ہے' جو

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے وقت نے بتایا۔میں چاہتا ہوں شعیب! تم اس دکھ سے مت گزرنا، حفصیٰ مظلوم ہے اس کی دادرسی کرنے والا کوئی نہیں، ماں محبت تو دے سکتی ہے شیزرے کی طرح پال کر بڑا بھی کر سکتی ہے مگر اندر کی تشنگی کو صرف باپ مٹاتا ہے ورنہ کبھی میری بیٹی سینے سے لگ کر جس طرح سے سسکی تھی اس کا احساس مجھے اندر سے بہت دکھی رکھتا ہے۔حفصیٰ بھی اسی گھر کی بیٹی ہے میری آج بھی یہ خواہش ہے کہ بیٹا! حفصیٰ میری نظروں کے سامنے رہے اور اسے یہ احساس نہ ہو کہ ہم نے اپنی نظریں پھیر لیں۔“

”جی چاچو! میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں،میں اس سے شرمندہ ہوں لیکن اپنی شرمندگی کا کوئی جواز نہیں ہے۔“ شعیب بولا تھا تو وہ اس سے پلٹ کر بولے۔

”محبت کرنے والوں کے پاس کوئی جواز نہیں، اعتراف ہوتا ہے اور اس میں تم دیر مت کرنا، یو نو مائی سن۔“ انہوں نے سگار اپنے منہ سے لگا لیا تھا شعیب اسٹڈی روم سے پلٹ کر جب باہر آیا تو حفصیٰ کے روم کی لائٹ جل

رہی تھی اور جونہی وہ پلٹا تھا اسے کچھ آہٹ سی ہوئی، اسے یوں لگا کہ کوئی باہر اتنی رات کو لان میں ہے۔وہ غیر ارادی طور پر چلتا ہوا ٹیرس سے نیچے دیکھنے لگا۔

چند لمحے پہلے رنگین دنیا جس کی سجاوٹ ہفتوں سے کی گئی تھی پھول اور گجرے، ہواؤں میں اڑتے ہوئے ڈیکوریشن کے کپڑے، رنگین قمقمے، سوئمنگ پول میں گرنے والا آبشار اور صرف مصنوعی پہاڑی سے گرنے والے جھرنے کی آواز آ رہی تھی، باقی ماحول ساکت تھا، ہوائیں بھی خاموش تھیں، یوں لگتا تھا سب کچھ وہاں پر سو گیا ہے، دور دور تک کوئی آہٹ کوئی آواز نہیں تھی۔

4 کا پہر تھا، دور اندھیرے میں ننھی ننھی دیپ کی طرح جگنو چمک رہے تھے، اس کی نظر شفاف گرتی ہوئی آبشار پر پتھر پر بیٹھی ہوئی حفصیٰ پر پڑی،وہ بے حد اداس دکھائی دے رہی تھی، اس کا دل دھک سے ہوا اور وہ مڑ کے نیچے کی جانب بڑھا تھا۔حفصیٰ ابھی تک بالکل بے خبر اپنے خیالوں میں گم تھی

کہ اپنے سامنے شعیب کو دیکھ کر چونک پڑی۔وہ خالی خالی نظروں سے شعیب کو دیکھ رہی تھی۔بہت تھکا ماندا سا شعیب اس کے سامنے تھا' شعیب کو بھی اس پر بہت ٹوٹ کر ترس آیا تھا وہ اس کے بے حد قریب اسی بھیگے ہوئے پتھر پر بیٹھ گیا جہاں حفصیٰ بیٹھی تھی۔اس نے بہت آہستگی سے حفصیٰ کا نم ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھاما اور اس کی ہتھیلی کو پلٹ کر اپنے سامنے کرتے ہوئے نظریں اٹھاتے ہوئے چہرے کی جانب دیکھا۔حفصیٰ نے بڑی سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے شعیب کو دیکھا اور اپنا ہاتھ شعیب کے ہاتھ سے کھینچ لیا تھا۔

حفصیٰ کی آنکھیں آنسوئوں سے بھر گئی تھیں' ناجانے کیسا دکھ اور احساس تھا کہ وہ تڑپ کر اس کی جانب بہت بے چارگی سے مڑا تھا۔

''حفصیٰ! تم یہاں اس وقت کیوں بیٹھی ہو؟''اس کا لہجہ ہمدردی سے بھیگ رہا تھا۔

''کیوں... کیا آپ کو مجھے دیکھ کر تکلیف ہو رہی ہے۔''وہ سسک پڑی تھی۔

''تکلیف کا احساس تو ایک قدرتی عمل ہے ہماری گرفت اس پر تو نہیں ہو سکتی۔''شعیب کا لہجہ دھیما پڑ گیا تھا۔

''پتہ نہیں آپ کس دکھ اور ملال کی بات کر رہے ہیں' میں تو باہوش و حواس یہاں آ کر تھوڑی دیر کیلئے بیٹھی ہوں۔'' بہتے ہوئے آنسوئوں کو پونچھ چکی تھی۔

''شاید اسی لیے تمہاری آنکھیں بھر آئیں۔'' شعیب کے ہونٹوں پر بے چارگی رینگ رہی تھی۔

''حفصیٰ! کبھی کبھی ہم انسانوں سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں اور چاچو کہتے ہیں کہ جتنی جلدی اس کا اعتراف ہو سکے کر لینا چاہیے۔'' اس کی نظروں میں ستاروں کا غبار دور تک نظر آ رہا تھا۔

''شعیب! اعتراف اور ادراک میں بہت فرق ہے' جب ادراک ہی نہ ہو تو اعتراف کے کیا معنیٰ' تم کیوں پریشان ہو' جائو اور جا کر سو جائو رات بہت ہو گئی ہے۔'' یوں جیسے کہیں سیاہ بادلوں میں چاند ڈوب گیا ہو۔

"حفصیٰ۔" پھر اس نے اس کی نرم کلائی تھام لی تھی' وہ گھبرا کر اپنا ہاتھ چھڑا گئی۔

"میری بات تو سنو' ادراک ہو جائے تب تو اعتراف ہوتا ہے۔" حفصیٰ کو کرنٹ چھو گیا' یوں لگا کہ جیسے ساری زندگی کے تمام اوراق اس کے سامنے الٹ گئے ہوں۔

"شعیب کس ادراک کی بات کر رہا ہے۔" دل کی دھڑکن بہت تیز ہوگئی تھی۔شعیب نے اسے چاند کی روشنی میں بہت غور سے دیکھا تھا' کتنی خوبصورت لگ رہی تھی حفصیٰ۔اداسی نے اس کی آنکھوں میں اور سیاہ بالوں میں چمکتی ہوئی بجلیاں بھر دی تھیں' سیاہ بالوں میں الجھی ہوئی کرلنگ بہت اچھی لگ رہی تھیں' وائٹ ڈریس میں باریک شیفون کا وائٹ دوپٹہ سر کے آدھے بالوں کو چھپائے ہوئے تھا' یوں لگ رہا تھا سیاہ بادلوں سے پورا چاند زمین کو تک رہا ہے۔چہرے میں حیرتوں کے خواب بکھر گئے تھے' دل

آہستہ آہستہ ڈول رہا تھا۔بالکل وہ میکانکی انداز میں شعیب کی آنکھوں میں کچھ پڑھ رہی تھی۔

شعیب بہت تھکے ماندے انداز میں اس کے چہرے کی پریشانیاں دیکھ رہا تھا جس کی آنکھوں میں شعیب صاف پڑھ رہا تھا کہ شعیب میں تم سے نفرت کرتی ہوں' شعیب جو باہوش وحواس آیا تھا حفصیٰ کی ایک نظر کی ضرب سے وہیں پر ڈھے سا گیا۔

"حفصیٰ۔" اس نے اس کا ہاتھ پھر تھام لیا تھا۔

"صرف میری ایک بات سمجھنے کی کوشش کرو' محبت اور یقین جو تمہارا ٹوٹ گیا ہے میں اسے جوڑ دوں گا۔" وہ جھکے ہوئے سر کو دیکھ کر بولا۔

"سوری شعیب! ٹوٹی ہوئی چیز کبھی نہیں جڑ سکتی۔" ہونٹوں کی کلیاں ٹوٹ کر بکھر گئیں۔

"کوشش تو کر سکتے ہیں، ایک بار بلکہ ایک بار کیا حفصیٰ سو بار، یقین اور محبت کی قیمت سو بار کیا اَن گنت ان ستاروں کی مانند ہے۔" اس نے آسمان کی طرف اندھیرے میں دیکھا۔

"انسانی دل ان ننھے ننھے ذروں سے تعمیر نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی انسان چاند کی طرح ہے، سیاہ پتھر جو دور سے روشن دکھائی دیتے ہیں اب ان کی بات کیا کرنا۔" ہونٹ تلخی سے مسکرا پڑے۔

"جانتا ہوں تم بہت پڑھی لکھی ہو اور قابل ہو لیکن چاند تو ابھی تک محبت کے حوالوں سے ہی جانا جاتا ہے۔" ہلکے سے ہونٹ مسکرائے۔

"پتہ نہیں شعیب! تم کس دنیا میں رہتے ہو۔" اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"ہاں میں رہتا تھا کسی دنیا میں لیکن پلٹ کر آیا ہوں تو ریزہ ریزہ ہوں، تھکن سے چور ہوں، کوئی جواز کوئی یقین کچھ بھی تو نہیں ہے میرے پاس کیونکہ میں نے کئی بار تمہارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پتہ نہیں تم کس ٹھیس اعتماد کی بات کرتے ہو... یہاں فرصت ہی نہیں ہے کچھ سوچنے کی۔" وہ اپنے ہاتھوں کے ناخنوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی تھی۔

"حفصیٰ! ایک بار کسی کا یقین ٹوٹ جائے کیا دوبارہ کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"نو شعیب! تم کس کی بات کرتے ہو۔"

"اس محبت کی جس کا ادراک مجھے بہت دیر سے ہوا۔" حفصیٰ کو بہت ہنسی آئی تھی اور دوپٹے سے اپنا آدھا چہرہ چھپا کر ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"محبت اور یقین صراطِ مستقیم کی طرح ہے صرف ایک بار، دوبارہ تھوڑی گزرنا ہوتا ہے۔" اس نے رُخ اپنا پھیر لیا تھا۔

"وائی ناٹ۔" جھپٹ کر اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"اس کا مطلب ہے جو میں کہنے جا رہا ہوں تم سمجھ رہی ہو، حفصیٰ! مجھ سے جو کچھ ہوا ہے میں چاہتا ہوں تم دَر گزر کر دو۔" وہ لہجہ بدل گیا تھا۔

"درگزر کرنے سے کیا ہو گا شعیب! تم کیوں اتنے پریشان ہو' ایسا تم نے کیا کر دیا۔" ہمدردی ٹوٹ کرآئی تھی۔

"میں صراطِ مستقیم سے گزر جانا چاہتا ہوں حفصیٰ! تمہاری وہ محبت جس کو میں اگنور کرتا رہا۔" شعیب' حفصیٰ کی ذات کے آئینے میں ہاتھ رکھتا جارہا تھا' حفصیٰ کی شبنم رنگ پیشانی پر ننھے ننھے قطرے نمودار ہو گئے تھے' شعیب کو اس کے چہرے سے نظریں ہٹانا بہت مشکل لگ رہا تھا' محبت کے نام پر کجلائی آنکھیں جھک گئی تھیں۔

نصف شب کی نیم خوابیدہ جھرنے کی آواز حفصیٰ کے تنفس کو توڑنے لگی' وہ بڑی گہری مہارت سے بہت آہستگی سے اپنے ادراک کے دَر کھول رہا تھا۔ شعیب کی رَگوں میں چاندنی یوں بہہ رہی تھی اس کی آنکھیں ستارے چنتی جا رہی تھیں' حفصیٰ نے گھبرا کر پتھر کو چھوڑ دیا اور کھڑی ہو گئی تھی۔

"یہ کیا ہوا' میں کمزور پڑ رہی ہوں' کیا میرے ادراک کے پل وہ سب وَا کر دے گا' صراطِ مستقیم پر وہ یونہی گزر جائے گا حساب دیئے بغیر۔" ابھی تک

شعیب کی آواز آبشار کے جھرنوں کی طرح اس کے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔شعیب اس کی سانسوں کو الجھتا ہوا محسوس کر رہا تھا' کچھ تھا ضرور جو شعیب جان چکا تھا اور حفصیٰ کو بھی اس بات کا احساس تھوڑا تھوڑا ہوا ضرور تھا ورنہ یوں گھبرا کر نہیں کھڑی ہوتی' وہ بار بار اپنے دوپٹے کو بل دیئے جا رہی تھی۔

سرد ہوا کے جھونکے نے اس کے آدھے ڈھکے ہوئے سر کو نمایاں کر دیا تھا۔ حفصیٰ کو یوں لگ رہا تھا کہ ساری دنیا ایک گہرا نیلا سیال ہے جس کی جانب وہ کھچ رہی ہے اور پاتال کی اس گہرائی میں دھیرے دھیرے ڈوب رہی ہو جیسے۔من مندر کا دیوتا' دیومالائی موسموں میں اتر آیا تھا' من ہی من میں مسکان کا وہ چہرہ اس لمحے بھیگ رہا تھا' آنکھوں میں جمی ہوئی حیرت پہلی چاہت جیسا دکھ سمیٹ رہا تھا۔

شعیب نے ایک نظر حفصیٰ کی طرف دیکھا تو سبھی گناہ دھل گئے ہوں۔حفصیٰ کی آنکھیں ناجانے کیسی گواہی دے رہی تھیں' حفصیٰ کے دکھے ہوئے دل پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

شعیب کی تھوڑی سی ہمدردی ایک نرم سا گوشہ پیدا تو کر گئی تھی مگر وہ بہت جلدی سے اندر کی جانب مڑی تو شعیب کے مضبوط ہاتھ نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا تھا۔

”حفصیٰ! میں سب کچھ پڑھ چکا ہوں‘ سب کچھ جان چکا ہوں۔“ حفصیٰ کے گالوں پر تمتماہٹ اتر آئی‘ اسے یوں لگا شعیب نے اس کا دل چرا لیا ہو جیسے۔اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کچی نیند میں چلتی ہوئی باہر لان میں آئی ہو اور شعیب نے اس کا ہاتھ تھام لیا ہو۔

”حفصیٰ!“ تو وہ نیند سے چونک گئی۔

”میں نے تمہیں ہمیشہ ہرٹ کیا ہے‘ تمہاری چاہت کے اس احساس کے قابل تو نہیں ہوں جس کو تم نے مجھ سے ہر لمحہ اتنے قریب رہ کر چھپائے رکھا‘ یہ احساس محبت میرا نصیب تھا‘ میں جتنا فخر کروں کم ہے‘ تم سب لڑکیوں میں کس قدر منفرد ہو میں تو تمہارے اتنے قریب تھا بالکل کہ تم ہاتھ بڑھا کر جب چاہتیں...“ ناجانے وہ بے ساختگی میں کیا کہنا چاہتا تھا کہ خود ہی رک

گیا۔حفصیٰ کے ہونٹوں کی موہوم سی جنبش‘ پلکوں کی ہلکی سی لرزش‘ لہو میں رچی بسی محبت کی وہ خوشبو جس کو وہ اپنی آنکھوں سے بسائے پھرتی تھی اچانک آنکھوں کے جھروکوں سے بہنے لگی‘ حفصیٰ سسک سسک کر رو رہی تھی۔

”حفصیٰ! پلیز... آئی ایم سوری... میں اپنی بے خبری کا تم سے اعتراف کرتا ہوں۔حفصیٰ پلیز... اپنے آنسو پونچھ لو‘ میں محبت کی پذیرائی کے آداب سے ناواقف ہوں۔“

صبح کی ہوا کا شور تیز ہو گیا تھا‘ صدیوں سے جکڑے ہوئے وہ دل کے خواب‘ محبت کا وجدان آنکھوں کے راستے جب شدت اختیار کرلے تو انسان کی سسکیاں اپنے اندر کی ساری کتھارسس کو نکال دیتی ہیں۔انسان کی بصیرت‘ بے نور آنکھیں بھی سب کچھ دیکھ لیتی ہیں‘ بے بہرے کان سماعت کی وہ آوازیں دریچہ دل کو کھول دیتی ہیں۔

اس وقت بھی شبنم حفصیٰ کے ہونٹوں کو بھگو رہی تھی جن کو شعیب اپنے ہونٹوں سے چن لینا چاہتا تھا۔شعب نے اس کو خود سے بے حد قریب کر لیا تھا، حفصیٰ شرما کر رخ پھیر کر اس کی بانہوں میں سمٹ گئی تھی، لمبے چوڑے سینے کی آہٹ، برف کی لہر کی طرح شعیب کی گرم سانسیں حفصیٰ کے وجود کو سمیٹ رہی تھیں، ناجانے کتنا پہر گزر گیا کہ صبح کا لہجہ سرگوشی کرنے لگا۔ہلکی ہلکی سفیدی نمودار ہوئی، بانہوں میں آنے سے پہلے ہی شعیب نے اس کی آنکھوں میں ستارے بھر دیئے تھے۔سرشاری سے وہ سر جھکائے اس کے گالوں میں چھلکتی ہوئی سرخی ہردے کا اقرار کر رہی تھی۔لمبا چوڑا شعیب شب خوابی کے لباس میں اپنی بوجھل سیاہ آنکھوں سے مسکراتے ہوئے حفصیٰ کو دیکھ رہا تھا۔

......☆☆☆☆☆......

فہد مصطفی کی ایک جھلک نظر آئی تو رامین اور حریم ایک ہی لہجے میں بولی تھیں۔

”آیئے... آیئے جناب! آپ ہی کا انتظار ہو رہا تھا۔“ شیزرے کے ہونٹوں پر ایک نرم ہنسی بکھر گئی تھی، وہ مغرور سا ہنستا ہوا دو قدم آگے بڑھا۔

”کیا مطلب ہے یہ میرا کمرہ ہے یہاں سے تشریف لے جائیں آپ لوگ، بلکہ اس جامن کی گٹھری کو بھی باہر لے کر جائیں تو اچھا ہے۔“ اس کے ہونٹوں کی ہنسی میں ایک شرارت چھپی تھی۔

”واٹ... کیا کہا تم نے، یہ جامن کی گٹھری ہے، نابینا ہو گئے ہو تم، بتاؤں پھر تمہیں۔“ رامین آگے بڑھی۔وہ ہنستا ہوا کمرے کا جائزہ لینے لگا، وہ اپنے چہرے کو دوپٹے میں چھپائے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ہونٹوں پہ نرم نرم سی مسکراہٹ تینوں کی نوک جھونک پر بکھر رہی تھی۔

”چلو ٹھیک ہے کیا یاد کرو گے، ہم تو جانے کی ہی سوچ رہے تھے کہ جناب خود ہی چلے آئے۔“

"جی نہیں... باباکی سخت ڈانٹ کھائی ہے۔" تو رامین' حریم کا ہاتھ تھام کر ایک نظر فہد مصطفیٰ کے چہرے پر ڈالتی ہوئی ہنستے ہوئے باہر نکل گئی تھی۔ان کے جانے کے بعد وہ پلٹ کر اپنے وارڈروب کی جانب آیا' کچھ اِدھر اُدھر تلاش کرنے کے بعد دھڑ سے بیڈ پر گرا تھا کہ شیزرے گھبرا کر بول پڑی تھی۔

"کیا ہے فہد! ڈرا کر رکھ دیا۔"

"تم نے میرے کمرے کا جو حشر کیا وہ ناقابل برداشت ہے' تم اچھی طرح جانتی ہو۔" وہ اسی تیزی سے دوبارہ کھڑا ہوا۔

"تم جانتی ہو اچھی طرح مجھے... مجھے یہ سلک ریشمی چادر کبھی پسند نہیں' اٹھو فوراً چینج کرو اسے'۔وہ گھبرا کر اسے دیکھنے لگی۔

"اتنی حیرت سے کیا دیکھ رہی ہو مجھے' تمہیں کیا ہوا ہے۔"

"مجھے کیا ہوا ہے۔" وہ واقعی حیران ہوئی تھی۔

"اچھا اب زیادہ بننے کی کوشش اور ایکٹنگ مت کرنا سمجھیں تم... اب یہ بھی مجھے بتانا پڑے گا' اِدھر آئو۔" اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھایا تھا اور آئینے کے سامنے کرتے ہوئے عکس پر ہاتھ اٹھا کر بتایا تھا۔

"دیکھو خود دیکھو تم اپنا حال' یہ بالوں میں تم نے پھول کیوں باندھ رکھے ہیں' کیا تمہیں میں بے وقوف دکھائی دیتا ہوں' کیا میں نے اس سے پہلے تمہارے بال نہیں دیکھے۔" اس کی دہکی آنکھوں میں جو ستارے جل رہے تھے وہ ایکدم سے بجھ گئے۔

"یہ تمہارے ماتھے پر یہ اتنی بڑی جھالر کیوں لٹک رہی ہے۔" اس نے انگلی سے اس کے ماتھے کی بندیا اور جھومر کو الٹ دیا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم جا کر پوچھو دادو سے' انہوں نے یہ سب پہنایا ہے۔"

"یہ کانوں میں اتنے بڑے بڑے... یہ کیا پہن رکھا ہے تم نے' اُف خدایا! جائو جا کر اپنا حلیہ چینج کرو' یہ بیڈ شیٹ چینج کرو۔"

''فہد! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔'' وہ اس کے وجود کی دلکش مہک' اس کے ہونٹوں کی ہلکی گلابی ہنسی نرمی سے پھر بکھر گئی تھی۔

''اس میں ہنسنے والی کوئی بات نہیں ہے شیزرے خان! آئی ایم سیریس' چینج یور ڈریس' انڈراسٹینڈ۔'' اچانک اس کے گالوں کی تمتماہٹ بجھ سی گئی تھی اس کو وہ آج ستانے کے موڈ میں تھا۔

''ٹھیک ہے میں یہاں سے چلی جاتی ہوں۔'' وہ اپنا بھاری شرارہ سنبھالتی ہوئی اس کے سامنے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔مہندی بھرے پاؤں' جھلمل کرتی ہوئی سفید پاؤں میں گولڈن پازیب فہد مصطفی نے ایک نظر کی چوری سے دیکھا ضرور لیکن چہرہ پھیر کر پھر بڑے صبر و تحمل سے اس کے قریب آکر اس کی ٹھوڑی اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تھا۔

''کہاں جاؤ گی اوپر' اکو چچا کی کوٹھری میں' وہ تو ویران پڑی ہے' وہاں تو کبوتر بھی بسیرا نہیں کرتے' اکو چچا تو بہت دور کی بات ہے۔''شیزرے خان کو یوں لگا جیسے سرراہ چلتے ہوئے کسی نے پتھر برسادیئے ہوں' اس کا دل

اس لمحے ریزہ ریزہ ہو گیا' اس نے بہت غصے سے پلٹ کر فہد مصطفی کا گریبان تھام لیا تھا۔

''تم کیا سمجھتے ہو مجھے' کیا میں آج بھی نور محل میں کام کرنے والی لڑکی ہوں۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو جھرجھر بہنے لگے تھے۔

''او... ارے ارے... یہ میں نے کیا کر دیا' فہد اُلو کا پٹھا ہے' اسے عشق کرنا کبھی آیا ہی نہیں' بھلا وہ تمہاری تعریف کیا کرے گا' میں تو یوں ہی مذاق کر رہا تھا۔'' اس نے اس کی کلائی تھام لی۔

''میں نہیں برداشت کر سکتی تمہارے اس طرح کے مذاق' چھوڑیں میر اہاتھ۔''

''آئی ایم سوری۔'' وہ اس کے آنسوئوں سے واقعی گھبرا گیا تھا۔

''شیزی! میری بات تو سنو...'' لیکن وہ غصے سے تکیے کے غلاف اور چادر اٹھا اٹھا کر فہد مصطفی کے اوپر پھینک رہی تھی۔

"یہ لو... یہ لو... تمہاری بھی تو اوقات یہی ہے کہ کمرہ الٹا پڑا رہے، ملازم بھی تو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔"

"اچھا اچھا اچھا... آئی ایم سوری... آج کی رات جھگڑا نہیں ہو گا۔" وہ کھوئی کھوئی آنکھوں سے اسے تکنے لگا۔وہ بیڈ سے ٹک کر چہرہ چھپائے رونے لگی تھی۔

"یار! کیا کر رہی ہو شیزرے! مجھے تو منانا بھی نہیں آتا۔کچھ بھی نہیں آتا۔ اچھا مجھے کچھ یاد آیا، احمد بھائی نے کچھ شعر دیئے تھے کہ شیزرے کو دیکھتے ہی سنا دو اور میں بھول گیا، او مائی گاڈ... اور یہ دیکھو! یہ کوئی چیز بڑی ممی نے بھی دی تھی کہ تمہارے گلے میں باندھ دوں چلو خیر..." اس نے ایک کاغذ کھول کر اپنی آنکھوں کے سامنے کرتے ہوئے شوخ سی آواز میں بولا تھا۔

"سنو سنو شیزرے خان! احمد بھائی نے تمہارے لئے کچھ لکھ کر دیا ہے۔

خوشبو کے بوسوں سے بوجھل میری پلکیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایسی بند ہوئی جاتی ہیں

جیسے ساری دنیا ایک گہرا نیلا سیال ہے

جو پاتال سے مجھ کو اپنی جانب کھینچ رہا ہے

اور میں تن کے پورے سکھ سے

اس پاتال کی پہنائی میں

دھیرے دھیرے ڈوب رہی ہوں!"

"آج کی رات بھی تم احمد بھائی کی بیساکھیوں پر چل کر آئے ہو، تمہیں بھی کچھ کہنا نہیں آتا۔" وہ اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔

"ارے یار! میری یہی تو ایک کمزوری رہی ہے کہ مجھے ڈائیلاگ بولنے نہیں آتے، تمہاری تعریف سمجھ میں نہیں آئی، جو دل میں آیا بولنے لگا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آتے کے ساتھ ہی تم نے رعب جھاڑنا شروع کردیا۔" وہ اس کے بہت ہی قریب سرجھکائے بیٹھی تھی۔شیزرے خان کی کھوئی کھوئی آنکھیں اور صندل جیسی پیشانی پر بالوں سے پھسل کر جھومر دوبارہ آ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں سب کچھ اتار کر پھینک دیتی ہوں۔" وہ غصے سے منہ پھیر کر بولی تھی۔

"ایسا ہرگز مت کرنا ورنہ مجھے آنکھیں بند کرنی پڑ جائیں گی۔" اس کے ساتھ ہی وہ ہنس پڑا تھا۔

"بکواس مت کرو فہد! نکل جائو میرے کمرے سے۔"

"تم بھی تو چھوئی موئی گٹھری بنی پھولوں کے جھرمٹ میں بیٹھی تھیں' عجیب سا سب کچھ لگ رہا تھامجھے۔" وہ بہت دھیمے لہجے میں اس کے کان کے پاس بولا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے تمہاری۔" اس کا لہجہ بہت نرم نرم اور آہستہ سے بولی تھی۔اس کے لہجے کی نرماہٹ الوہی لمحوں کی اتنی دلکش یاد تھی کہ

فہد نے بے ساختہ اس کا ماتھا چوم لیا۔وہ سمٹ جانے کے بجائے غصے سے تڑپ کر کھڑکی کے پاس کھڑی ہو گئی تھی' وہ بہت شوخ اور شریر آنکھوں سے دیکھتا ہوا دھیمے لہجے میں کچھ گنگناتا ہوا اس کے قریب آیا تھا۔

"بس رہنے دیں آپ! سارا ستیاناس کر دیا موڈ کا۔"

"او آئی سی... یہ بات تھی' دیکھو شیزرے خان!" اس نے ونڈو سے نیٹ کا پردہ ہٹا دیا تھا۔

باہر سرد ہوائوں کا زور تھا' رات ابھی آخری دہلیز پر تھی' اس کے وجود کی دلکش مہک فہد مصطفی کے بے حد قریب تھی۔

"چلو آئو صلح کر لیتے ہیں آج کی رات۔" اُس نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے سامنے کیا اور قریب پڑے ہوئے روزوڈ کے صوفے پر اس کو بٹھا دیا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے ہم لوگ کچھ باتیں کرتے ہیں' اس کے بعد چینج کر کے پیک ٹائم پر کافی پینے چلتے ہیں۔"

"نہیں مجھے نہیں پینی کوئی کافی۔"

"چلو کیا کریں' گزرے ہوئے کل کی باتیں کرتے ہیں۔"

"مجھے نہیں کرنی کوئی بات تم سے۔" وہ ہلکے ہلکے سے اپنے چہرے کو ٹشو سے پونچھ رہی تھی۔

"خوامخواہ کیلیئے تم ایشو بنا رہی ہو' میں تو تمہیں چھیڑ رہا تھا۔"

"بس چھوڑ دیں میرا ہاتھ' مجھے نہیں کرنی آپ سے کوئی بات۔"

"او... یہ ممکن نہیں اب... تم اچھی طرح جانتی ہو' ٹھیک ہے میں احمد بھائی جیسا رومینٹک تو نہیں کہ تمہارے حسن کی تعریف کروں' چلو ہم گزرے پل کی بات کرتے ہیں۔" اس نے اس کا چہرہ اپنی آنکھوں کے سامنے کر لیا تھا۔پھر اس کے ہونٹ پھر شریر مسکراہٹ لیے وَا ہوئے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دیکھو میں ایک بات تم سے کلیئر کرنا چاہتا ہوں' میں غیر ارادی طور پر اس فارم ہائوس پر کیسے اتنا قریب آ گیا۔" اس کی شوخ نظروں نے شیزرے خان کو ایک لمحے کیلیئے بوکھلا دیا۔

"چھوڑیئے فہد! چھوڑیئے ہمیں کوئی بات نہیں کرنی۔"

"کیوں نہیں کرنی کوئی بات' وہ تمہاری آنکھوں میں چاہتوں کے جو دیپ جلا کرتے تھے۔" اس نے فوراً اپنا زاویہ بدلا۔

"ٹھیک ہے میں چینج کر کے آتی ہوں۔"

"چھوڑو... ابھی تو رات باقی ہے' گزری ساعتوں کی باتیں کرنا چاہتا ہوں تم سے' بہت ساری اَن کہی باتیں میرے دل میں' سینے میں بند ہیں۔" اس نے آہستہ سے اپنے کُرتے کے بٹن کو کھولا تھا' وہ اس کے چہرے کی بدلتی ہوئی رنگت۔

"چلو میں آج تم پر ایک انکشاف کرتا ہوں۔" اس نے گھبراکر سہمی ہوئی نظروں سے دیکھا جو اس کا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"شیزرے خان! تم شروع سے بے حد خوبصورت لگتی تھیں مجھے' یہ الگ بات ہے کہ میں نے کبھی اس بات کا اظہار نہیں کیا' میرے اظہار کا طریقہ کچھ اور تھا۔" وہ تھوڑی دیر کیلئے رُک کر اس کے چہرے کی جانب دیکھنے لگا' شیزرے خان کے نیم خوابیدہ تنفس میں فہد مصطفی کی سانسیں اتر رہی تھیں۔

"میں تمہیں بار بار تنگ کرتا' تم سے کام کرواتا' تم سے چائے اور کافی بنواتا' یہی میرے اظہار کا طریقہ تھا۔" اس کی آنکھوں میں تھکن اتر رہی تھی۔

"چلو میں نے تو اپنا اظہار کر دیا' اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ آخر تم مجھے کیوں دیکھا کرتی تھی۔" فہد مصطفی کی آواز میں زمانے بھر کی تھکن اتر رہی تھی۔

"آپ مجھے اچھے لگتے تھے۔"

"تو تم نے کیوں نہیں کہا اور قریب آنے میں کتنی دیر ہو گئی۔"

"آپ نے کبھی پوچھا بھی نہیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مجھے احساس تو تھا کہ تم مجھے پسند کرتی ہو لیکن شیزی! ضروری تو نہیں تھا کہ تم مجھ سے چھپائے رکھتیں' "۔تو شیزرے کے ہونٹوں پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ رینگ گئی۔

"اُف توبہ تم لڑکیوں کا کیسا جنون ہے کہ برسات کی رات میں... او مائی گاڈ! تم بارش میں بھیگ رہی تھیں صرف میری ایک جھلک دیکھنے کیلئے... میں جانتا تو تھا تمہیں جب ہی تو حادثاتی لمحہ میری زندگی میں بہت آسانی سے آ گیا۔" اور اس نے دونوں بازو تھام کر اس کا چہرہ سامنے کر لیا۔

"آج کی رات تو سونے کی نہیں ہے جاناں"

وہ کھلکھلا کر یہ کہہ کر ہنس پڑا تھا۔شیزرے خان اس وقت شرم سے پور پور بھیگ رہی تھی۔فہد مصطفی کی بانہوں کا حصار شیزرے کی ہونٹوں کی نمی کی سرشاری اس کی نظروں کو محبتوں کی نوید دے رہی تھی۔

"شیزرے خان! وہ کڑکتی ہوئی بجلی' بارش مجھے سب یاد ہے۔" وہ معنی خیزی سے ہنسا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بکواس نہیں کرو فہد!" اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

"ہاتھ ہٹائو آنکھیں ملا کر بات کرو' سب تمہارا قصور ہے۔"

"تم اس دن ڈرنک تھے۔"

"جھوٹ... میں باہوش و حواس تھا' انسان ہوں کوئی فرشتہ تو نہیں' تم میری بیوی تھیں... بس دل بدل گیا۔"

"اور تم جھوٹ بولتے ہو۔" اس نے زور سے ہاتھ اس کے ہاتھ پر مارا تھا۔

"اُف خدایا! یہ کیسی دلہن ہے پہلی ہی رات اپنے دولہا کو مار رہی ہے۔"

شیزرے نے اپنا بازو چھڑایا تو وہ پھر بولا۔

"اچھا تو میں بھی ابھی آرڈر پاس کرتا ہوں چلو اٹھو... جائو اسی وقت ہمارے لئے چائے بنا کر لائو' بہت دنوں سے میں تمہارے ہاتھ کا مزہ بھول گیا ہوں۔"

"اپنی شکل دیکھی ہے تم نے آئینے میں۔"

بیڈ کے سامنے لگے ہوئے آئینے میں شکل دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"بہت ہینڈسم لگ رہا ہوں' ساری اکیڈمی کے ساتھی یہی بات کہہ رہے تھے' تم نے دیکھا نہیں کتنی نظریں اتاری جا رہی تھیں ہمارے حسن کی۔"

"جی جی... زیادہ خوش فہمی میں مت رہیئے فہد مصطفی۔"

"اچھا اچھا... تو پھر میں تمہاری ساری اکڑ نکال دوں گا اگر بولو تو۔"

"نہیں نہیں... فہد! سوری سوری..." وہ التجا کرنے لگی تھی۔

بھیگی ہوئی رات کا شبنمی دامن آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔

"نو نو نو..." تو وہ گھبرا کر جلدی سے بولی تھی۔

"تو چلو ہم ڈسکشن کرتے ہیں اچھے سے ٹاپک پر۔" وہ ہنستے ہوئے فہد سے نظر بچا گئی۔

"لیکن سوئٹ ہارٹ! آج میں ڈرنک نہیں ہوں' فہد مصطفی باہوش و حواس تمہارا ہے۔"

"حسن ہی حسن ہو' ذہانت ہو

عشق ہوں میں تو تم محبت ہو"

یہ کہتے ہوئے اس نے آہستہ سے اس کے ماتھے کی بندیا کو چھوتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا اور ہنستے ہوئے بولا۔

"او نو... تمہاری آنکھوں کا رنگ کیسے بدل گیا اور یہ پلکیں بھی اچانک تھوڑی لمبی نہیں ہو گئیں۔" اس نے پرپل آئی لینز کی طرف دیکھ کر ہنس کر کہا تو وہ جھٹ بول پڑی تھی۔

"بس تمہیں کیا۔" تو وہ بولا۔

"تم میری بس میری امانت ہو

جی لیے جس قدر جیے اپنے"

اس نے اپنے سر پر لگی ہوئی کلیوں کو ہاتھ لگا کر دیکھا، جسے فہد چھو رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہو فہد!"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہ بال بال موتی کیوں پروئے گئے ہیں پھولوں کی کلیوں کے اور دیکھو جب تم اسٹیج پر بیٹھی تھی ناں تو یہ کلیاں تھی اور اب اس رات کی سحر انگیزی میں میرے ہونٹوں نے لمس دیا تو یہ پھول بن کر کھل پڑی ہیں۔" اس نے اس کا سر جھکا کر اس کے بالوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے تھے۔

"آپ حد کرتے ہیں۔" وہ سمٹ کر بولی۔

"تم بہت سال رہ لیے اپنے

اب میرے صرف میرے ہو کے رہو"

فہد کے ہونٹوں کی نرم مسکراہٹ' آنکھوں کی تپش اس کے کانوں کی لوئوں کو چھو رہی تھی' دہکتے ہوئے کان کے بالے جن میں سچے موتی اور کندن جڑے تھے فہد اپنے ہاتھ سے اتار کر بولا تھا۔

وہ کسی سہمی ہوئی ہرنی کی طرح گھبرا کر فہد کے بازئوں میں جھول گئی تو فہد نے ہنستے ہنستے اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لیتے ہوئے بیڈ کی بیک کرائون سے ٹیک دیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آج تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" اس نے اپنے لب اس کے کانوں پر رکھ دیئے تھے۔وہ بلش ہو کر اور سمٹ گئی تھی پھر شیزرے کی آہستہ آہستہ انگلیاں اس کے پرپل اسٹول سے الجھنے لگیں تو فہد مصطفی کی سرشاری کچھ اور آگے بڑھ گئی۔اس کے مرمریں ہاتھوں کا احساس کچھ اس طرح سے روح کے وجدان میں اترا کہ شیزرے کی آنکھوں کا حسن اسے خیرہ کرنے لگا۔شیزرے کے ہونٹوں کی حدت کپکپاتے ہوئے لب نیند سے بوجھل آنکھوں میں اتنا خمار تھا کہ فہد مصطفی اس کی چاہت اور اس کی بے پناہ حسین آنکھوں میں کھو سا گیا۔اتنا خوبصورت قرب سا احساس اسے لازوال محبت کے دائرے میں جکڑنے لگا تھا‘بے خودی کے عالم میں اس کے حصار کی گرفت خود بخود ہاتھوں سے چھوٹ گئی تھی‘ اتنی نازک اور حسین محبت کرنے والی لڑکی‘ وہ اس کے حسین احساس کے تابع جس کا کوئی نام نہیں تھا بس سانسوں کی سرگوشیاں اس کی آنکھوں میں لالی رچا رہی تھیں۔قرب احساس سے شیزرے خان کی آنکھیں اس وقت بھی بھیگ رہی تھیں‘ ناجانے کیوں ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے تھے۔

"فہدی! یو نو... کہ میں تمہیں بہت پیار کرتی ہوں‘ اگر تم مجھے نہ بھی ملتے تو میں پھر بھی تمہاری تھی۔یہ میرا خود سے وعدہ تھا۔" تو فہد مصطفی اس کی بھیگی ہوئی آواز پر تڑپ کر اس نے اس کو آغوش میں سمیٹ لیا تھا۔پن سے اٹکا ہوا سر پر آنچل پھسل کر شانے پر گر پڑا تھا۔اس کے ہاتھوں کی رنگ بھری مہندی‘ اس کے ہونٹوں کی لالی‘ آنکھوں کا بہکتا کاجل‘ ماتھے کی ہلتی ہوئی بندیا‘ بکھرے ہوئے بال‘ ٹوٹی ہوئی بالوں کی وہ کلیاں سب کچھ فہد مصطفی کے لیے تھا۔اس کی ساعت میں صرف ایک لمحے کی گونج تھی۔

"فہدی! میں تمہیں بہت پیار کرتی ہوں۔" اس کی بھی آنکھوں میں زمانے بھر کی تھکی ہاری مسافت تھی۔آج یوں بیٹھا تھا کہ اپنا آپ اسے کچھ نہ یاد تھا۔بس وہ تھی اور اس کی محبت، جس کیلئے وہ زمانے بھر سے لڑتا پھرا تھا۔صرف ایک بار فہد نے اپنا رخ پھیر کر اس کے چہرے کے سامنے کیا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنا چہرہ فہد کے سینے پر یوں چھپا لیا تھا کہ فہد مصطفی کے کُرتے کی مہک اس کی سانسوں سے بھی قریب تھی۔

ختم شد